



ظفرٌ محصِّلین باحوالِ مُصنِّفین

یعنی

حالاتِ مُصنِّفین در رِسْ نظامی

www.KitaboSunnat.com

مع قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون
مع اضافات جدیدہ

حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی

فاضل دارالعلوم دیوبند

دارالاحیاء

آؤبازارہ ایم ای پنهان روڈ کوٹلی پاکستان فون: 32631861



معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مَجْلِسُ التَّحْقِيقِ الْإِسْلَامِيِّ کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

ظفرِ محصلین باحوالِ المصنفین

یعنی

حالاتِ مصنفین درسی نظامی

مع قرة العیون فی تذکرة الفنون

مع اضافاتِ جدیدہ

حضرت مولانا محمد طیفین گنگوہی
فاضل دارالعلوم دہلی

دارالاشاعت

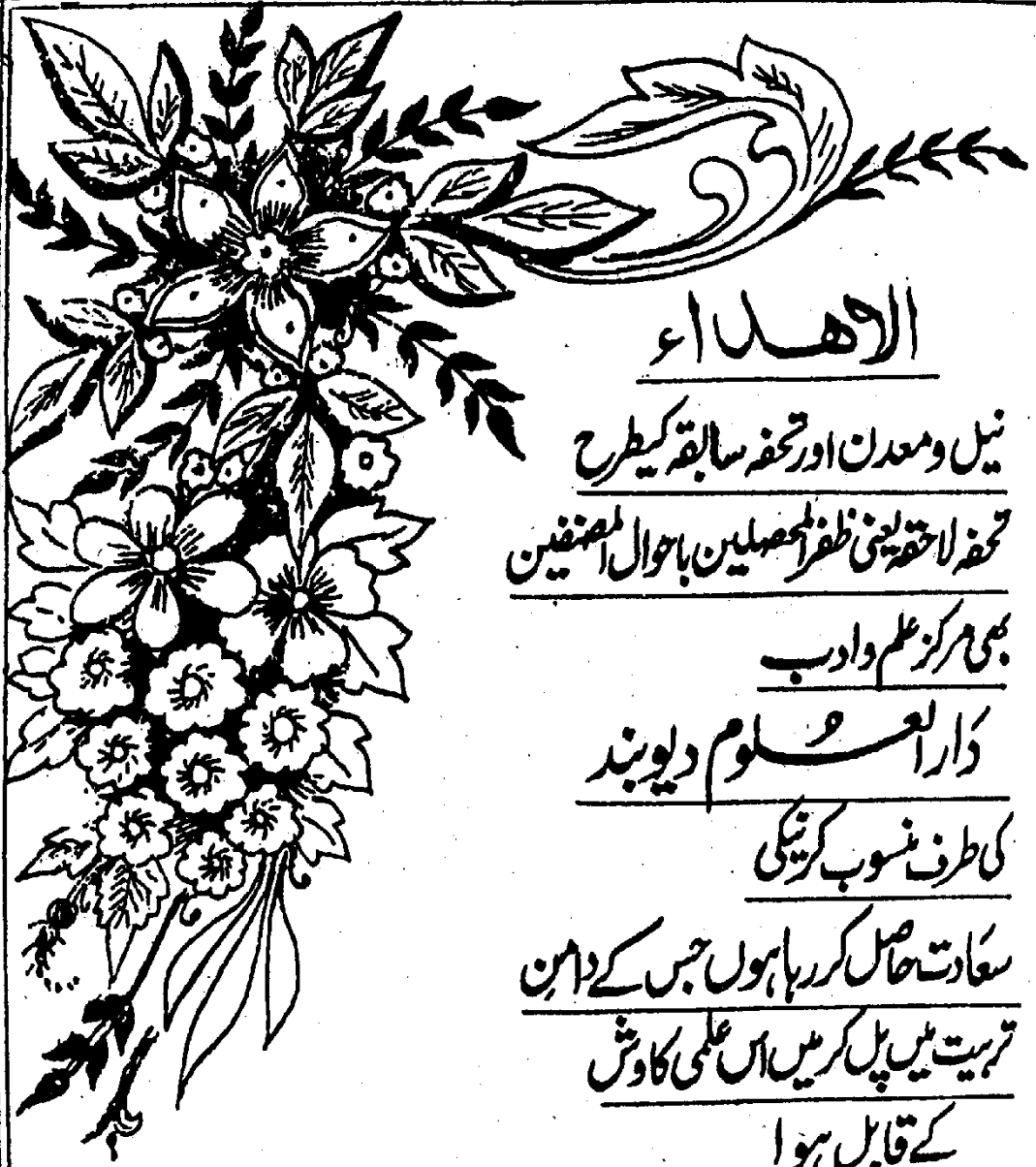
اردو بازار ایم ایس جٹ روڈ کراچی ۱

کاپی رائٹ رجسٹریشن نمبر : 3793
جملہ حقوق محفوظ

طباعت : مارچ 2000ء
باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
پرپریس : احمد پرنٹنگ کارپوریشن

ملنے کے پتے

بیوت القرآن اردو بازار کراچی	ادارۃ المعادف کورنگی کراچی نمبر ۱۳
بیوت العلوم ۲۶ تاج روڈ، پرانی انارکلی لاہور	ادارۃ الاسلامیات ۱۹۰، انارکلی لاہور
مکتبہ رحمانیہ ۱۸ اردو بازار لاہور	ادارۃ القرآن 437/D کارڈن ایٹ سبیلہ کراچی
مکتبہ سید احمد شہید الکرمیم مارکیٹ اردو بازار لاہور	مکتبہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۳
مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار راولپنڈی	کشمیر بک ڈپو، چنیوٹ بازار فیصل آباد
القیصل تاجران کتب اردو بازار لاہور	یونورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور



الاحمداء

نیل و معدن اور تحفہ سابقہ کی طرح

تحفہ لاحقہ یعنی نظیر المصطفین باحوال المصنفین

بھی مرکز علم و ادب

دارالعلوم دیوبند

کی طرف منسوب کرینگی

سعادت حاصل کر رہا ہوں جس کے دامن

تربیت میں پل کر میں اس علمی کاوش

کے قابل ہوا

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

فہرست کتب جن سے پیش نظر تالیف میں استفادہ کیا گیا

نمبر شمار الف	اسماء کتب	مجلدات	مصنف	سنہ وفات
ابن ماجہ اور علم حدیث			مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی	مدظلہ
اتحاف البیلاء			نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	۱۳۰۷ھ
آثار الصنادید			جواد الدولہ سر سید احمد خاں	
احوال و اشعار شیخ بہائی			علامہ سعید نقوی	
اخبار الجہلاء			وزیر جمال الدین قطبی	
امتاز العلماء			مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی	
ایام رازی			مولانا عبدالسلام صاحب ندوی	۵۶۲ھ
انساب سمرانی		۳	حافظ ابو سعد عبدالکریم بن محمد مروزی	
انفاس العارفین		۱	شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
انوار العارفین			حافظ محمد حسین مراد آبادی	
آئینہ اودھ			سید محمد ابونحسن مانچھوری	
ب				
بانی ہندوستان		۱	مولوی عبدالشاہ خاں شروانی	
بستان المحدثین		۱	شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
بغیۃ الوعاۃ			علامہ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
ت				
تاریخ الاطباء		۱	شمس الاطباء حکیم غلام جیلانی	
تحفہ سہمی			شیخ سام مرزائی صفوی	
تذکرہ الامراء			مولانا محمد انظر شاہ بن محمد انور شاہ کشمیری	مدظلہ
تذکرہ الصالحین			مولانا عبدالسادی لکھنوی	
تذکرہ علماء فرنگی محل			مولوی عنایت اللہ فرنگی محلی	
تذکرہ علماء ہند			مولوی عبدالککور عرفہ رحمان علی بن شیر علی	
تذکرہ غوثیہ			مولوی گل حسن شاہ پانی پتی	
التعلیقات السنیہ		۱	مولانا عبدالحمی صاحب لکھنوی	۱۳۰۷ھ
تقریب التہذیب			حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
ج				
الجواہر الضیئہ			شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن بابی الوفا قرشی	۷۷۵ھ
ح				
حبیب السیر		۳	علامہ غیاث الدین حسینی	
حجۃ اللہ الباہد		۲	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
حدائق حنفیہ		۱	مولوی فقیر محمد بن حافظ محمد سقار ش	بعد ۱۳۰۲ھ
حسن الحاضرہ			علامہ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
حیات دلی			حافظ رحیم بخش دہلوی	
خ				

نمبر شمار	اسماء کتب	مجلدات	مصنف	سنہ وفات
۱	تخریجۃ الاصفیاء	۲	مفتی غلام سرور لاہوری	۱۱۱۱ھ
۲	خلاصۃ الاثر	۴	محمد بن فضل اللہ محی مشقی	
۳	دائرة المعارف	۱۲	بطرس بن یونس بن عبداللہ بن کرہستانی	۱۸۸۳ھ
۴	درہ القواص	۱	ابو محمد قاسم بن علی حریری	۵۵۱۵ھ
۵	رشحات عین الحیاء	۳	شیخ صفی علاء الدین واعظ کاشفی	
۶	روح البیان	۱	شیخ اسماعیل حق آقندی	
۷	روضات البرجات	۱	شیخ محمد باقر بن امیر زین العابدین	
۸	سلسلۃ المسجید	۱	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	۱۳۰۷ھ
۹	سلک الدرر	۴	شیخ ابوالفضل سید محمد خلیفہ آگندہ	
۱۰	سیر العلماء	۱	حکیم بہاد الدین صدیقی گویا موی	
۱۱	شہادۃ اللہ	۱	مولوی عبدالقیوم مظاہری	۱۰۸۹ھ
۱۲	شذرات الذهب	۷	شیخ عبدالغنی بن العباد ضلی	۹۶۲ھ
۱۳	الشقائق المسمیۃ	۲	احمد بن مصطفی طاش کبری زادہ رودی	
۱۴	ض	۱۲	شیخ شمس الدین بن محمد بن عبدالرحمن ستاوی	۹۰۲ھ
۱۵	النوء اللامع	۶	قاضی تاج الدین عبدالوہاب بن السبکی	۷۷۱ھ
۱۶	ط	۱	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی	۱۳۰۷ھ
۱۷	الطبقات الکبری	۳	مولانا محمد میاں صاحب	
۱۸	طرب الاماثل	۲	شیخ محمد شاکر بن احمد البتینی	۷۷۳ھ
۱۹	ع	۱	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی	۱۳۰۷ھ
۲۰	علماء ہند کا شاندار ماضی	۱۰	علامہ خیر الدین زرکلی	۱۰۶۷ھ
۲۱	ف	۲	حاجی خلیفہ مصطفی بن عبداللہ معروف	
۲۲	نوائے الوفیات	۳	سلاکاتب چلبی	
۲۳	القواۃ الہیہ	۱	مولانا تقی الدین ندوی	
۲۴	ک	۱	محمد ایوب قادری	۷۲۶ھ
۲۵	کتاب الاعلام	۱۳	شیخ ابو عبداللہ یاقوت حموی	
۲۶	کشف الظنون	۱	شیخ عمر رضا کمال	
۲۷	محمد شین عظام			
۲۸	مولانا محمد احسن نانوتوی			
۲۹	معجم البلدان			
۳۰	معجم النعمانی			
۳۱	معجم الموفین			

نمبر شمار	اسماء کتب	مجلدات	مصنف	سنہ وفات
۱	مقارح السعادت	۲	احمد بن مطلق طاش کبری زاده رومی	۵۹۶۲
۲	مقدمہ ابن خلدون	۱	قاسمی القضاۃ عبدالرحمن بن محمد خلدون حضری	۵۸۰۸
۳	مقدمہ انوار الہادی	۲	مولوی احمد رضا صاحب بجنوری	بد ظہ
۴	مقدمہ عمدہ الہادیہ	۱	مولانا عبدالحی صاحب گھنوی	۱۳۰۷ھ
۵	نہضۃ الخواطر	۵	علامہ عبدالحی بن فخر الدین حسنی	
۶	نظام تعلیم و تربیت	۲	مولوی سید مناظر احسن گیلانی	
۷	الوشی المرقوم	۱	نواب صدیق حسن خاں بمبوی	۱۳۰۷ھ
۸	وفیات الاعلام	۲	شیخ محمد یحیی بن محمد امین عباسی آبادی	
۹	وفیات الاعیان	۲	قاسمی شمس الدین احمد بن محمد معروف بابین خلکان	۵۶۸۱
۱۰	ہفتہ اقلیم	۱	شیخ امین احمد رازی	

فہرست مضامین کتاب ظفر المحصلین باحوال المصنفین

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۰	(۷) صاحب الغزالی	۳۳	تحصیل علوم	۲۱	دیباچہ
۳۱	نام و نسب اور کنیت	۳۴	درس و تدریس	۲۵	انقرآن الکریم
۳۱	ولادت باسعادت	۳۴	تصانیف	۳۱	نزول قرآن
۳۱	والد ماجد	۳۴	وفات	۳۱	نزول کے لحاظ سے آیات و
۳۱	تعلیم و تربیت	۳۴	جلالین شریف	۳۱	سور کی قسمیں
۳۱	تحصیل علوم کی تفصیل	۳۴	علامہ الورود و مخالف	۳۱	حفظ قرآن و کتابت قرآن
۳۱	عقد نکاح	۳۴	اور بیباکی شکل	۳۱	جمع و ترتیب
۳۱	بیعت و دستبرداری	۳۴	جلالین اور اس کا ماخذ	۳۶	جمع و ترتیب میں غایت احتیاط
۳۱	اجازت تجوید و قرأت	۳۴	حواشی جلالین	۳۶	جمع قرآن بدور عثمانی
۳۱	اجازت بحت و وقایع الد	۳۵	(۵) صاحب جلالین (اول)	۳۶	سور قرآنی کی تعداد
۳۳	درس و تدریس	۳۵	نام و نسب اور سکونت	۳۶	آیات و کلمات اور حروف
۳۳	طریقہ تعلیم	۳۵	تحصیل علوم	۳۶	کی تعداد
۳۳	طریقہ سرحدیث	۳۶	علماء قول کی فہم ترین عقلی	۳۶	(۱) صاحب تفسیر بیضاوی
۳۳	علی استغراق	۳۶	درس و تدریس اور افتاء	۳۶	نام و نسب اور سکونت
۳۳	سفر حجاز	۳۶	قوت حافظہ	۳۶	تحقیق بیضاء
۳۳	فیوض حرمین	۳۶	عزت و گوشہ نشینی	۳۶	علی مقام و جلالت شان
۳۳	شاہ صاحب کے جہازی اساتذہ	۳۶	استغناء و بے نیازی	۳۶	علی کارنامے
۳۵	فرامی کتب	۳۶	کرامات و خرق عادات	۳۸	تفسیر بیضاوی اور اس کا ماخذ
۳۵	جازت سے واپسی	۳۶	زیارت رسالت	۳۸	تفسیر بیضاوی کی اہمیت
۳۵	اصحاب و حلقہ	۳۶	اور شیخ الحدیث کا خطاب	۳۸	قاضی صاحب کی تعریف پر
۳۵	شاہ صاحب کے ہمعصر سلاطین مغلیہ	۳۶	علی کارنامے	۳۸	نواب صاحب کا بیجا اعتراض
۳۶	شاہ صاحب کے زمانے میں	۳۶	سیوطی دامن سر کہ کامیہ	۳۸	دیباچہ فانی سے رحلت
۳۶	ہندوستان کی عام حالت	۳۶	سے بے دار ہے	۳۹	حواشی بیضاوی
۳۶	شاہ صاحب کے اصلاحی کارنامے	۳۸	جلالین شریف	۳۰	بیضاوی پر تعلیقات
۳۶	شاہ صاحب موجد علوم ہیں	۳۸	وفات	۳۱	تجارت احادیث بیضاوی
۳۶	شان مجددیت	۳۸	(۲) صاحب تفسیر منطری	۳۱	حل ابیات بیضاوی
۳۶	شاہ صاحب کا مقام عظمت	۳۸	نام و نسب اور سند پیدائش	۳۱	(۲) صاحب تفسیر ابن کثیر
۳۸	تحدیث نعت و تحمید الہی	۳۸	تحصیل علوم	۳۱	نام و نسب اور پیدائش
۳۹	آہائے عالم یہ تو نے کیا کیا؟	۳۸	مطالعہ کتب	۳۲	تحصیل علوم
۳۹	وفات حسرت آیات	۳۹	تحصیل علوم باطنی	۳۲	علی مقام اور درس و تدریس
۳۹	الباقیات الصالحات	۳۹	جلالت شان و علوم مقام	۳۲	علی خدمات
۳۹	اخلاق و عادات	۳۹	طاعت و زہد و خدمت خلق	۳۳	تفسیر ابن کثیر
۵۰	شاہ صاحب کا مسلک	۳۹	تصفیات و تالیفات	۳۳	وفات
۵۱	تہذیب حقیقت کا واضح ثبوت	۴۰	وفات	۳۳	(۳) صاحب مدارک
۵۱	طرز تحریر اور تصنیفی خصوصیات	۴۰	بابرکت کفن	۳۳	(۴) صاحب جلالین (عانی)
۵۲	شعر و شاعری	۴۰	الباقیات الصالحات	۳۳	نام و نسب و سکونت

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۷۱	شیوخ و اساتذہ	۵۲	تحصیل علوم	۷۱	علمی خدمات
۷۲	درس و تدریس	۵۵	درس و تدریس	۷۲	(۸) صاحب شاطبیہ
۷۳	علمی تحقیق	۵۶	حلقہ تلامذہ	۷۳	نام و نسب اور پیدائش
۷۴	تفہد اور استنباط	۵۷	وفات	۷۴	تحصیل علوم
۷۵	اصحاب و تلامذہ	۵۸	(۱۳) صاحب مؤطا	۷۵	قوت حافظہ
۷۶	خصوصی تلامذہ	۵۹	نام و نسب	۷۶	احترام علوم و کثرت محض
۷۷	مالی امداد	۶۰	سنہ پیدائش	۷۷	سفر مصر اور شاہی اعزاز
۷۸	حسن اعتراف	۶۱	حلیہ مبارکہ	۷۸	کشف و کرامات
۷۹	عام طلباء کے ساتھ	۶۲	تحصیل علوم	۷۹	تصفیقات
۸۰	حسن سلوک	۶۳	اساتذہ و شیوخ	۸۰	زیارت نبی کریم ﷺ
۸۱	معنویات زندگی	۶۴	علوم شان و علمی مقام	۸۱	وفات و دفن
۸۲	وفات	۶۵	جامع اوصاف کمال	۸۲	تفسیر لامیہ و رائیہ
۸۳	وفات کے بعد	۶۶	تخریج علمی کے باوجود لا علمی	۸۳	شروح شاطبیہ
۸۴	حسن خداداد	۶۷	کا اعتراف	۸۴	شاطبیہ پر تبکلی
۸۵	تصفیقات	۶۸	درس و تدریس	۸۵	مختصرات شاطبیہ اور
۸۶	مؤطا امام محمد	۶۹	وقار مجلس	۸۶	اس کے خلاصہ
۸۷	(۱۵) صاحب الجامع الصبح	۷۰	تلامذہ و اصحاب	۸۷	(۹) صاحب طیبہ
۸۸	نام و نسب	۷۱	سنہ نبویہ کی تنظیم و توقیر	۸۸	(۱۰) صاحب مقدمہ جزریہ
۸۹	تحقیق بروزیہ	۷۲	حب مدینہ	۸۹	نام نسب اور سکونت
۹۰	خانہ لابی حالات	۷۳	آپ کے فضل و کمال	۹۰	سن پیدائش
۹۱	والدہ بزرگوار اور جد امجد	۷۴	کا اعتراف	۹۱	تحصیل علوم
۹۲	سنہ پیدائش	۷۵	امام مالک کا ابتلاء	۹۲	درس و تدریس
۹۳	والدہ کی مستجاب دعا	۷۶	وفات	۹۳	کتبہ تیوریہ
۹۴	امام صاحب کا بچپن	۷۷	وفات کے بعد	۹۴	عبادت الہی
۹۵	آغاز تعلیم اور ابتدائی دور	۷۸	الباقیات الصالحات	۹۵	تصانیف و تالیفات
۹۶	زیارت حرمین	۷۹	تصفیقات	۹۶	شعر و شاعری
۹۷	سماع حدیث و طلب فقہ	۸۰	مؤطا امام مالک	۹۷	وفات
۹۸	کے لئے استقامت	۸۱	زمانہ تالیف	۹۸	باقیات صالحات
۹۹	افہ حدیث میں غایت احتیاط	۸۲	دجہ تسمیہ	۹۹	شروح و حواشی جزریہ
۱۰۰	شیوخ و اساتذہ	۸۳	کتب حدیث میں مؤطا کا مقام	۱۰۰	(۱۱) صاحب فوائد کیہ
۱۰۱	درس و تدریس	۸۴	موطا کی مقبولیت	۱۰۱	نام و نسب اور اصل وطن
۱۰۲	اصحاب و تلامذہ	۸۵	روایات کی تعداد	۱۰۲	تفصیلی حالات
۱۰۳	غیر معمولی حافظہ	۸۶	مؤطا کے روائے	۱۰۳	وفات
۱۰۴	بے نظیر حافظہ کے چند	۸۷	شروح و حواشی مؤطا مالک	۱۰۴	علمی یادگار
۱۰۵	ہوش ربا واقعات	۸۸	(۱۳) امام محمد	۱۰۵	حواشی فوائد کیہ
۱۰۶	علماء اہل علم کا حسن اعتراف	۸۹	نام و نسب	۱۰۶	(۱۲) صاحب خلاصۃ البیان
۱۰۷		۹۰	تحصیل علوم	۱۰۷	نام و نسب اور اصل وطن
۱۰۸		۹۱	شب بیداری اور لذت علم		

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۰۳	وقاات	۹۲	حواشی و شروحات	۸۲	علماء کی نظر میں بخاری کی
۴	تصفیقات	۹۳	(۱۶) امام مسلم	۴	نظر ایک کسوٹی ہے
۴	سنن ابو داؤد	۴	نام و نسب	۴	استغناء و بے نیازی
۴	وجہ تالیف	۴	مولود و مسکن	۴	عمل تہمت سے غایت احتیاط
۱۰۴	زمانہ تالیف	۴	سہ پیدائش	۴	امام بخاری کا زہد و تقویٰ
۴	تعداد روایات	۴	سامع حدیث کے لئے سفر	۴	ان تعبد اللہ کانک تراہ
۴	ابو داؤد کی ملائیت	۴	شیوخ و اساتذہ	۴	کی عملی تفسیر
۴	تہذیب	۴	اصحاب و تلامذہ	۴	ارحموا من فی الارض یرحمکم
۴	سنن ابو داؤد کی	۹۵	اخلاق و عادات، زہد و تقویٰ	۴	من فی السماء کا عملی نمونہ
۴	طویل السند احادیث	۴	آپ کے فضل و کمال کا اعتراف	۸۳	خورداری و عزت نفس
۱۰۵	سنن میں امام ابو داؤد	۴	امام مسلم کا مسلک	۸۴	کمال تیر اندازی
۴	کا طرز تخریج احادیث	۴	وقاات	۴	شعر گوئی
۱۰۶	روایت حدیث میں	۹۶	تصفیقات	۴	انتلاء و آزمائش
۴	صحت کے لحاظ سے صحاح ستہ	۴	صحیح مسلم	۸۵	انت تردید و تائید اللہ
۴	میں سنن ابو داؤد کا مقام	۴	وجہ تصنیف	۴	بیفضل یا یرید
۱۰۷	ناقلین در رواہ اور سنن	۴	تعداد روایات	۴	تقدیر کا آغاز اور امام ذہبی کا فتویٰ
۴	ابو داؤد کے نسخے	۴	تراجم و ابواب	۴	ترک اقامت میثاق اور
۱۰۸	سنن ابو داؤد کی مقبولیت	۹۷	تصنیف جامع میں امام مسلم کا اہتمام	۴	اور واپسی بسوئے وطن
۴	بشارت اور غیبی تائید	۴	صحاح ستہ میں صحیح مسلم کا مقام	۴	بخارا سے خرنگ کی
۴	سنن ابو داؤد پر ابن جوزی	۴	راویان صحیح مسلم کا مقام	۴	طرف مراجعت
۴	کی تنقید	۹۸	شروح و حواشی صحیح مسلم	۴	وجہ ترک وطن
۴	سنن ابو داؤد کے حواشی و تخریج	۹۹	(۱۷) ابو داؤد	۸۶	ضافت علیہم الارض
۱۱۰	(۱۸) امام ابن ماجہ	۴	نام و نسب	۴	بمبارجت
۴	نام و نسب	۴	تحقیق بچستان	۴	وقاات حسرت آیات
۴	تحقیق ماجہ	۱۰۰	سہ پیدائش	۸۷	وقاات کے بعد
۱۱۱	تحقیق قزوین	۴	تحصیل علوم	۴	امام بخاری کا مسلک
۴	ولادت باسعادت	۴	اساتذہ و شیوخ	۴	تصفیقات
۴	عہد طالب علمی	۴	اصحاب و تلامذہ	۸۸	الجامع الصحیح
۴	طلب حدیث کیلئے رحلت	۱۰۱	فن حدیث میں کمال	۸۹	وجہ تالیف
۴	شیوخ و اساتذہ	۴	فقہی ذوق	۴	سہ تالیف
۱۱۳	اصحاب و تلامذہ	۴	زہد و تقویٰ	۴	مقام تالیف
۴	علماء کا آپ کی خدمت	۴	قدر دانی و سلاف	۹۰	طریق تالیف
۴	میں خروج تحسین	۴	آپ کے فضل و کمال کا اعتراف	۴	جامع صحیح کی مقبولیت
۴	مسلک	۴	اہل اللہ کی سچی عقیدت	۴	تعداد روایات
۴	وقاات	۴	امام ابو داؤد کا مسلک	۹۱	ملائیت
۴	تصانیف	۱۰۲	امام ابو داؤد کے چشم دید واقعات	۴	ناقلین در رواۃ
۱۱۳	اسنن	۴	اقامت بصرہ اور درس حدیث	۴	تراجم و ابواب
۴	تعداد روایات	۴			

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۳۱	علاؤ اللہ علی مقام	۱۲۳	(۲۰) امام نسائی	۱۱۳	ناکھین و رواۃ
۱۳۲	طلحوی کا مرقبہ ارباب	۱۲۴	ہم و نسب	۱۱۴	علامات
۱۳۳	حکومت کے یہاں	۱۲۵	تحقیق نسائی	۱۱۵	صحت کے اعتبار سے
۱۳۴	فن جو تہذیب اور امام طلحوی	۱۲۶	سنہ پیدائش	۱۱۶	سنن ابن ماجہ کا درجہ
۱۳۵	امام طلحوی کے کمالات کا اعتراف	۱۲۷	تحصیل علم	۱۱۷	ایک اہم غلط فہمی
۱۳۶	وفات	۱۲۸	شیوخ و اساتذہ	۱۱۸	سنن ابن ماجہ کا شہرہ صراح ستہ میں
۱۳۷	تصانیف و تالیفات	۱۲۹	اصحاب و اساتذہ	۱۱۹	شروع و تعلیقات
۱۳۸	معانی الآثار	۱۳۰	زہد و تقویٰ	۱۲۰	(۱۹) امام ترمذی
۱۳۹	بیہقی ٹیپن لوراس کا جواب	۱۳۱	شجاعت و بہادری	۱۲۱	ہم و نسب
۱۴۰	کتب حدیث میں معانی الآثار	۱۳۲	عام حالات زندگی	۱۲۲	سنہ پیدائش اور تحقیق ترمذی
۱۴۱	کا مقام	۱۳۳	طیہ مبارکہ	۱۲۳	تحصیل علم
۱۴۲	معانی الآثار کی خصوصیات	۱۳۴	علماء و معاصرین کا اعتراف	۱۲۴	شیوخ و اساتذہ
۱۴۳	شروع و تعلیقات معانی الآثار	۱۳۵	تأذین فن کے نزدیک	۱۲۵	امام بخاری و مسلم کا امام ترمذی
۱۴۴	(۲۲) صاحب مصباح	۱۳۶	امام نسائی کا مقام	۱۲۶	سے سماع حدیث
۱۴۵	ہم و نسب اور سکونت	۱۳۷	امام نسائی کا مسلک	۱۲۷	اصحاب و تلامذہ
۱۴۶	تحصیل علوم	۱۳۸	امام نسائی پر تشبیح کا شعبہ غلط ہوا	۱۲۸	قوت حافظہ
۱۴۷	زہد و ورع	۱۳۹	امام نسائی پر دور ابتلاء	۱۲۹	زہد و تقویٰ
۱۴۸	محی المصنف لقب کی وجہ	۱۴۰	وفات	۱۳۰	ابو یحییٰ کثیف کی کراہت
۱۴۹	وفات	۱۴۱	تصانیف	۱۳۱	وفات
۱۵۰	تصانیف	۱۴۲	سنن نسائی	۱۳۲	تصانیف
۱۵۱	شروع مصباح	۱۴۳	تالیف سنن	۱۳۳	المشائل
۱۵۲	مختصرات و تخریج	۱۴۴	سنن نسائی کے بارے	۱۳۴	جامع ترمذی
۱۵۳	(۲۳) صاحب مشکوٰۃ	۱۴۵	میں حافظہ ذہنی کی رائے	۱۳۵	جامع ترمذی جو دورہ علوم
۱۵۴	ہم و نسب	۱۴۶	امام اعظم اور امام نسائی	۱۳۶	پر مشتمل ہے۔
۱۵۵	تصانیف	۱۴۷	سنن نسائی کی طویل المسد حدیث	۱۳۷	ترمذی کی کتاب پر سنن و صحیح
۱۵۶	حافظ مشکوٰۃ بعدوستان میں	۱۴۸	راویان سنن نسائی	۱۳۸	اور جامع کا اطلاق۔
۱۵۷	طرز تالیف	۱۴۹	شروع و تعلیقات	۱۳۹	جامع ترمذی بدول کی نگاہ میں
۱۵۸	مصباح کی تفصیل	۱۵۰	(۲۱) امام طلحوی	۱۴۰	ترمذی کی علامت
۱۵۹	اور مشکوٰۃ میں اضافہ	۱۵۱	ہم و نسب	۱۴۱	ملا علی قاری کا تسامع
۱۶۰	احادیث مشکوٰۃ مصباح	۱۵۲	تحقیق طلحوی	۱۴۲	جامع ترمذی کی کل احادیث
۱۶۱	کی تعداد	۱۵۳	سنہ پیدائش	۱۴۳	معمول ہوا ہیں
۱۶۲	سنہ وفات	۱۵۴	تحصیل علم	۱۴۴	جامع ترمذی پر ابن جوزی
۱۶۳	شروع و حواشی مشکوٰۃ	۱۵۵	سماع حدیث کے لئے سفر	۱۴۵	کی بے حاشیہ
۱۶۴	(۲۴) صاحب مقدمہ فتح الباری	۱۵۶	شیوخ و اساتذہ	۱۴۶	”بعض بلال بالکوفہ“ کا مصدق
۱۶۵	(۲۵) صاحب مقدمہ	۱۵۷	اصحاب و تلامذہ	۱۴۷	امام ترمذی کے نزدیک امام
۱۶۶	ابن الصلاح	۱۵۸	امام طلحوی کا مسلک	۱۴۸	(اعظم کی شخصیت مسلم ہے)
۱۶۷	ہم و نسب اور پیدائش	۱۵۹	بے حقیقت افسانے اور	۱۴۹	جامع ترمذی کے رواۃ
۱۶۸		۱۶۰	بے بنیاد کہانیاں	۱۵۰	جامع ترمذی کی شروح

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۶۲	تجربیات احادیث ہدایہ	۱۵۲	شرح نزہۃ الفکر	۱۳۱	تحصیل علوم
۴	تجربیات احادیث ہدایہ	۴	(۲۷) امام قدوری	۴	سراج حدیث اور رحلتہ سنہ
۴	صاحب اکسیر براۓ تفسیر	۴	ہامونب	۴	درس و تدریس
۱۶۳	(۲۹) صاحب کنز الدقائق	۱۵۳	تحقیق کثیف	۴	اصحاب و علائکہ
۴	ہامونب اور سکونت	۴	قدوری نسبت کی تحقیق	۱۳۲	علمی مقام
۴	تحصیل علوم	۴	تحصیل علم	۴	زہد و ورع
۴	صاحب جوامع کی غلطی	۴	امام قدوری کی توثیق	۴	رحلتہ و وفات
۴	صاحب کنز کا نقی مقام	۴	اہل کمال کی قدردانی	۴	موقوفات و تصنیفات
۴	تاریخ و وفات	۴	نقی مقام	۱۳۳	(۲۱) صاحب تحفۃ الفکر
۴	علمی کارنامے	۴	رحلتہ و وفات	۴	ہامونب
۱۶۴	کنز الدقائق کی کاملیت	۴	تصانیف	۴	وجہ تعلق
۴	کنز الدقائق اور اس کے	۱۵۴	مختصر القدوری	۴	تحقیق نسبت
۴	غیر ظاہر الروایہ وغیر مفتی بہا	۴	حفاظہ قدوری	۴	ولادت باسعادت
۴	مسائل	۴	کرامت عجیبہ	۴	ایک شیخ وقت کی محبوب وعا
۴	کنز الدقائق اور اس	۴	کتب فقہیہ کی اہمیت	۱۳۵	تحصیل علم
۴	کی شروعات	۴	شرح و خواش مختصر القدوری	۴	علمی سفر
۴	فہرست شروعات و خواش	۴	(۲۸) صاحب ہدایہ	۴	کسب حدیث
۴	کتاب کنز الدقائق	۱۵۵	ہامونب اور پیدائش	۴	دیگر علوم کی تکمیل
۱۶۶	(۳۰) صاحب وقایہ	۴	وطن عزیز	۴	بدر الدین عینی سے خوش بینی
۴	(۳۱) و شمار و وقایہ	۴	تحصیل علوم	۱۳۶	ذہانت و حافظہ
۴	ہامونب	۴	اساتذہ شیوخ	۴	سرعت قرأت
۴	ریح اشتیاء	۴	کمال تصویر	۴	ذوق شعر و سخن
۴	تحصیل علوم	۱۵۶	صاحب ہدایہ کا عالمی مقام	۴	دیوان ابن حجر
۴	ذوق علم و طرز تدریس	۴	درس و تدریس	۱۳۷	ریک کلام و انداز بیان
۱۶۷	سز قاتد آرام گاہ	۴	ہدایت سنی میں صاحب	۴	لطافت و ظرافت
۴	تصنیفات و تالیفات	۱۵۷	ہدایہ کا خاص طرز عمل	۴	علمی مشغلہ اور مطالعہ کتب
۴	فہرست شروعات کتب و قایہ	۴	وقات حسرت آیات	۴	درس و تدریس
۱۶۸	(۳۲) صاحب نور الایضاح	۴	الباقیات الصالحات	۱۳۸	اصحاب و علائکہ
۴	ہامونب	۴	تصانیف و تالیفات	۴	تجربہ علمی اور جامعیت
۱۶۹	تحصیل علوم	۱۵۸	ہدایہ	۴	حاکم ساری و فروتنی
۴	درس و تدریس	۴	تالیف ہدایہ	۱۳۹	بذل اموال
۴	وقات	۴	زینت تالیف	۴	منصب قضاء
۴	تصانیف و تالیفات	۴	ہدایہ کی اہمیت	۱۵۰	تقصیب ابن حجر۔ الامان والخدر
۴	نور الایضاح	۱۵۹	حفاظہ ہدایہ	۴	سز وفات
۱۷۱	(۳۳) صاحب منتخب حسای	۴	احادیث ہدایہ کے متعلق	۱۵۲	تصانیف
۴	ہامونب اور سکونت	۴	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۴	تحفۃ الفکر فی مصطلح الالہ
۴	تصانیف	۱۶۰	شرح و خواش ہدایہ	۴	شرح و خواش تحفۃ الفکر
				۴	منظومات تحفۃ الفکر

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۱۸۷	جنت اللہ الباعہ کا اجمالی تعارف	۱۸۷	شرح حاشی	۱۸۷	جنت اللہ الباعہ کا اجمالی تعارف
۱۸۸	جنت اللہ الباعہ ایک مجزوبہ	۱۸۸	دقات	۱۸۸	جنت اللہ الباعہ ایک مجزوبہ
۱۸۹	جنت اللہ الباعہ کے متعلق	۱۸۹	فہرست حواشی و شروح	۱۸۹	جنت اللہ الباعہ کے متعلق
۱۹۰	علماء فنون کی آراء	۱۹۰	کتاب منتخب حاشی	۱۹۰	علماء فنون کی آراء
۱۹۱	جنت اللہ الباعہ کا ادبی مقام	۱۹۱	۳۳) صاحب مدار الانوار	۱۹۱	جنت اللہ الباعہ کا ادبی مقام
۱۹۲	ایک عجیب و غریب واقعہ	۱۹۲	فہرست حواشی و شروح	۱۹۲	ایک عجیب و غریب واقعہ
۱۹۳	جنت اللہ الباعہ کے اردو تراجم	۱۹۳	کتاب النار	۱۹۳	جنت اللہ الباعہ کے اردو تراجم
۱۹۴	۳۲) صاحب الاشیاء و النظائر	۱۹۴	فہرست مختصرات و منظومات	۱۹۴	۳۲) صاحب الاشیاء و النظائر
۱۹۵	نام و نسب اور پیدائش	۱۹۵	کتاب النار	۱۹۵	نام و نسب اور پیدائش
۱۹۶	تحصیل علوم	۱۹۶	۳۵) صاحب اصول شاشی	۱۹۶	تحصیل علوم
۱۹۷	ایک صاحب علم کی خوش غلطی	۱۹۷	شروح و حواشی اصول الشاشی	۱۹۷	ایک صاحب علم کی خوش غلطی
۱۹۸	اصحاب و تلامذہ	۱۹۸	۳۶) صاحب توحید و تنقیح	۱۹۸	اصحاب و تلامذہ
۱۹۹	اخلاق و عادات	۱۹۹	حواشی و شروح توحید و تنقیح	۱۹۹	اخلاق و عادات
۲۰۰	رحلت و وفات	۲۰۰	۳۷) صاحب تکوین شرح توحید	۲۰۰	رحلت و وفات
۲۰۱	تصنیفات و تالیفات	۲۰۱	فہرست حواشی کتاب تکوین	۲۰۱	تصنیفات و تالیفات
۲۰۲	الاشیاء و النظائر	۲۰۲	شرح توحید	۲۰۲	الاشیاء و النظائر
۲۰۳	شروح و حواشی الاشیاء و النظائر	۲۰۳	فہرست تعلیقات بر تکوین	۲۰۳	شروح و حواشی الاشیاء و النظائر
۲۰۴	۳۳) صاحب عقود و رسم المصطفیٰ	۲۰۴	شرح توحید	۲۰۴	۳۳) صاحب عقود و رسم المصطفیٰ
۲۰۵	نام و نسب	۲۰۵	۳۸) صاحب مسلم الثبوت	۲۰۵	نام و نسب
۲۰۶	تحصیل علوم	۲۰۶	حواشی و شروح مسلم الثبوت	۲۰۶	تحصیل علوم
۲۰۷	علمی ذخیرہ	۲۰۷	۳۹) صاحب نور الانوار	۲۰۷	علمی ذخیرہ
۲۰۸	اساتذہ کا ادب و احترام	۲۰۸	نام و نسب	۲۰۸	اساتذہ کا ادب و احترام
۲۰۹	وفات	۲۰۹	پیدائش و سکونت	۲۰۹	وفات
۲۱۰	علمی خدمات	۲۱۰	تحصیل علوم	۲۱۰	علمی خدمات
۲۱۱	۳۴) صاحب بیان الہ	۲۱۱	قوت حافظہ و سادگی مزاج	۲۱۱	۳۴) صاحب بیان الہ
۲۱۲	۳۵) صاحب عقائد و تنقیح	۲۱۲	شاہ عالمگیر غلام صاحب کے سامنے	۲۱۲	۳۵) صاحب عقائد و تنقیح
۲۱۳	نام و نسب اور پیدائش	۲۱۳	زیارت حرمین شریفین	۲۱۳	نام و نسب اور پیدائش
۲۱۴	تحصیل علم و افتادہ	۲۱۴	تصوف و سلوک	۲۱۴	تحصیل علم و افتادہ
۲۱۵	لطیفہ بیجو	۲۱۵	ایک عجیب و غریب خواب	۲۱۵	لطیفہ بیجو
۲۱۶	نسبی اشعار	۲۱۶	دنیا سے رحلت	۲۱۶	نسبی اشعار
۲۱۷	تصانیف	۲۱۷	علمی کارنامے	۲۱۷	تصانیف
۲۱۸	غلط انتساب	۲۱۸	۴۰) صاحب فرائض سرابیہ	۲۱۸	غلط انتساب
۲۱۹	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح	۲۱۹	نام و نسب	۲۱۹	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح
۲۲۰	وفات	۲۲۰	فہرست شروحات کتاب	۲۲۰	وفات
۲۲۱	۴۱) صاحب عقائد و تنقیح	۲۲۱	۴۲) صاحب شرح عقائد	۲۲۱	۴۱) صاحب عقائد و تنقیح
۲۲۲	نام و نسب اور پیدائش	۲۲۲	فہرست حواشی شرح عقائد	۲۲۲	نام و نسب اور پیدائش
۲۲۳	تحصیل علم و افتادہ	۲۲۳	۴۳) صاحب عقائد و تنقیح	۲۲۳	تحصیل علم و افتادہ
۲۲۴	لطیفہ بیجو	۲۲۴	۴۴) صاحب عقائد و تنقیح	۲۲۴	لطیفہ بیجو
۲۲۵	نسبی اشعار	۲۲۵	۴۵) صاحب عقائد و تنقیح	۲۲۵	نسبی اشعار
۲۲۶	تصانیف	۲۲۶	۴۶) صاحب عقائد و تنقیح	۲۲۶	تصانیف
۲۲۷	غلط انتساب	۲۲۷	۴۷) صاحب عقائد و تنقیح	۲۲۷	غلط انتساب
۲۲۸	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح	۲۲۸	۴۸) صاحب عقائد و تنقیح	۲۲۸	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح
۲۲۹	وفات	۲۲۹	۴۹) صاحب عقائد و تنقیح	۲۲۹	وفات
۲۳۰	۴۹) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۰	۵۰) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۰	۴۹) صاحب عقائد و تنقیح
۲۳۱	نام و نسب اور پیدائش	۲۳۱	۵۱) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۱	نام و نسب اور پیدائش
۲۳۲	تحصیل علم و افتادہ	۲۳۲	۵۲) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۲	تحصیل علم و افتادہ
۲۳۳	لطیفہ بیجو	۲۳۳	۵۳) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۳	لطیفہ بیجو
۲۳۴	نسبی اشعار	۲۳۴	۵۴) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۴	نسبی اشعار
۲۳۵	تصانیف	۲۳۵	۵۵) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۵	تصانیف
۲۳۶	غلط انتساب	۲۳۶	۵۶) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۶	غلط انتساب
۲۳۷	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح	۲۳۷	۵۷) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۷	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح
۲۳۸	وفات	۲۳۸	۵۸) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۸	وفات
۲۳۹	۵۸) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۹	۵۹) صاحب عقائد و تنقیح	۲۳۹	۵۸) صاحب عقائد و تنقیح
۲۴۰	نام و نسب اور پیدائش	۲۴۰	۶۰) صاحب عقائد و تنقیح	۲۴۰	نام و نسب اور پیدائش
۲۴۱	تحصیل علم و افتادہ	۲۴۱	۶۱) صاحب عقائد و تنقیح	۲۴۱	تحصیل علم و افتادہ
۲۴۲	لطیفہ بیجو	۲۴۲	۶۲) صاحب عقائد و تنقیح	۲۴۲	لطیفہ بیجو
۲۴۳	نسبی اشعار	۲۴۳	۶۳) صاحب عقائد و تنقیح	۲۴۳	نسبی اشعار
۲۴۴	تصانیف	۲۴۴	۶۴) صاحب عقائد و تنقیح	۲۴۴	تصانیف
۲۴۵	غلط انتساب	۲۴۵	۶۵) صاحب عقائد و تنقیح	۲۴۵	غلط انتساب
۲۴۶	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح	۲۴۶	۶۶) صاحب عقائد و تنقیح	۲۴۶	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح
۲۴۷	وفات	۲۴۷	۶۷) صاحب عقائد و تنقیح	۲۴۷	وفات
۲۴۸	۶۷) صاحب عقائد و تنقیح	۲۴۸	۶۸) صاحب عقائد و تنقیح	۲۴۸	۶۷) صاحب عقائد و تنقیح
۲۴۹	نام و نسب اور پیدائش	۲۴۹	۶۹) صاحب عقائد و تنقیح	۲۴۹	نام و نسب اور پیدائش
۲۵۰	تحصیل علم و افتادہ	۲۵۰	۷۰) صاحب عقائد و تنقیح	۲۵۰	تحصیل علم و افتادہ
۲۵۱	لطیفہ بیجو	۲۵۱	۷۱) صاحب عقائد و تنقیح	۲۵۱	لطیفہ بیجو
۲۵۲	نسبی اشعار	۲۵۲	۷۲) صاحب عقائد و تنقیح	۲۵۲	نسبی اشعار
۲۵۳	تصانیف	۲۵۳	۷۳) صاحب عقائد و تنقیح	۲۵۳	تصانیف
۲۵۴	غلط انتساب	۲۵۴	۷۴) صاحب عقائد و تنقیح	۲۵۴	غلط انتساب
۲۵۵	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح	۲۵۵	۷۵) صاحب عقائد و تنقیح	۲۵۵	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح
۲۵۶	وفات	۲۵۶	۷۶) صاحب عقائد و تنقیح	۲۵۶	وفات
۲۵۷	۷۶) صاحب عقائد و تنقیح	۲۵۷	۷۷) صاحب عقائد و تنقیح	۲۵۷	۷۶) صاحب عقائد و تنقیح
۲۵۸	نام و نسب اور پیدائش	۲۵۸	۷۸) صاحب عقائد و تنقیح	۲۵۸	نام و نسب اور پیدائش
۲۵۹	تحصیل علم و افتادہ	۲۵۹	۷۹) صاحب عقائد و تنقیح	۲۵۹	تحصیل علم و افتادہ
۲۶۰	لطیفہ بیجو	۲۶۰	۸۰) صاحب عقائد و تنقیح	۲۶۰	لطیفہ بیجو
۲۶۱	نسبی اشعار	۲۶۱	۸۱) صاحب عقائد و تنقیح	۲۶۱	نسبی اشعار
۲۶۲	تصانیف	۲۶۲	۸۲) صاحب عقائد و تنقیح	۲۶۲	تصانیف
۲۶۳	غلط انتساب	۲۶۳	۸۳) صاحب عقائد و تنقیح	۲۶۳	غلط انتساب
۲۶۴	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح	۲۶۴	۸۴) صاحب عقائد و تنقیح	۲۶۴	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح
۲۶۵	وفات	۲۶۵	۸۵) صاحب عقائد و تنقیح	۲۶۵	وفات
۲۶۶	۸۵) صاحب عقائد و تنقیح	۲۶۶	۸۶) صاحب عقائد و تنقیح	۲۶۶	۸۵) صاحب عقائد و تنقیح
۲۶۷	نام و نسب اور پیدائش	۲۶۷	۸۷) صاحب عقائد و تنقیح	۲۶۷	نام و نسب اور پیدائش
۲۶۸	تحصیل علم و افتادہ	۲۶۸	۸۸) صاحب عقائد و تنقیح	۲۶۸	تحصیل علم و افتادہ
۲۶۹	لطیفہ بیجو	۲۶۹	۸۹) صاحب عقائد و تنقیح	۲۶۹	لطیفہ بیجو
۲۷۰	نسبی اشعار	۲۷۰	۹۰) صاحب عقائد و تنقیح	۲۷۰	نسبی اشعار
۲۷۱	تصانیف	۲۷۱	۹۱) صاحب عقائد و تنقیح	۲۷۱	تصانیف
۲۷۲	غلط انتساب	۲۷۲	۹۲) صاحب عقائد و تنقیح	۲۷۲	غلط انتساب
۲۷۳	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح	۲۷۳	۹۳) صاحب عقائد و تنقیح	۲۷۳	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح
۲۷۴	وفات	۲۷۴	۹۴) صاحب عقائد و تنقیح	۲۷۴	وفات
۲۷۵	۹۴) صاحب عقائد و تنقیح	۲۷۵	۹۵) صاحب عقائد و تنقیح	۲۷۵	۹۴) صاحب عقائد و تنقیح
۲۷۶	نام و نسب اور پیدائش	۲۷۶	۹۶) صاحب عقائد و تنقیح	۲۷۶	نام و نسب اور پیدائش
۲۷۷	تحصیل علم و افتادہ	۲۷۷	۹۷) صاحب عقائد و تنقیح	۲۷۷	تحصیل علم و افتادہ
۲۷۸	لطیفہ بیجو	۲۷۸	۹۸) صاحب عقائد و تنقیح	۲۷۸	لطیفہ بیجو
۲۷۹	نسبی اشعار	۲۷۹	۹۹) صاحب عقائد و تنقیح	۲۷۹	نسبی اشعار
۲۸۰	تصانیف	۲۸۰	۱۰۰) صاحب عقائد و تنقیح	۲۸۰	تصانیف
۲۸۱	غلط انتساب	۲۸۱	۱۰۱) صاحب عقائد و تنقیح	۲۸۱	غلط انتساب
۲۸۲	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح	۲۸۲	۱۰۲) صاحب عقائد و تنقیح	۲۸۲	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح
۲۸۳	وفات	۲۸۳	۱۰۳) صاحب عقائد و تنقیح	۲۸۳	وفات
۲۸۴	۱۰۳) صاحب عقائد و تنقیح	۲۸۴	۱۰۴) صاحب عقائد و تنقیح	۲۸۴	۱۰۳) صاحب عقائد و تنقیح
۲۸۵	نام و نسب اور پیدائش	۲۸۵	۱۰۵) صاحب عقائد و تنقیح	۲۸۵	نام و نسب اور پیدائش
۲۸۶	تحصیل علم و افتادہ	۲۸۶	۱۰۶) صاحب عقائد و تنقیح	۲۸۶	تحصیل علم و افتادہ
۲۸۷	لطیفہ بیجو	۲۸۷	۱۰۷) صاحب عقائد و تنقیح	۲۸۷	لطیفہ بیجو
۲۸۸	نسبی اشعار	۲۸۸	۱۰۸) صاحب عقائد و تنقیح	۲۸۸	نسبی اشعار
۲۸۹	تصانیف	۲۸۹	۱۰۹) صاحب عقائد و تنقیح	۲۸۹	تصانیف
۲۹۰	غلط انتساب	۲۹۰	۱۱۰) صاحب عقائد و تنقیح	۲۹۰	غلط انتساب
۲۹۱	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح	۲۹۱	۱۱۱) صاحب عقائد و تنقیح	۲۹۱	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح
۲۹۲	وفات	۲۹۲	۱۱۲) صاحب عقائد و تنقیح	۲۹۲	وفات
۲۹۳	۱۱۲) صاحب عقائد و تنقیح	۲۹۳	۱۱۳) صاحب عقائد و تنقیح	۲۹۳	۱۱۲) صاحب عقائد و تنقیح
۲۹۴	نام و نسب اور پیدائش	۲۹۴	۱۱۴) صاحب عقائد و تنقیح	۲۹۴	نام و نسب اور پیدائش
۲۹۵	تحصیل علم و افتادہ	۲۹۵	۱۱۵) صاحب عقائد و تنقیح	۲۹۵	تحصیل علم و افتادہ
۲۹۶	لطیفہ بیجو	۲۹۶	۱۱۶) صاحب عقائد و تنقیح	۲۹۶	لطیفہ بیجو
۲۹۷	نسبی اشعار	۲۹۷	۱۱۷) صاحب عقائد و تنقیح	۲۹۷	نسبی اشعار
۲۹۸	تصانیف	۲۹۸	۱۱۸) صاحب عقائد و تنقیح	۲۹۸	تصانیف
۲۹۹	غلط انتساب	۲۹۹	۱۱۹) صاحب عقائد و تنقیح	۲۹۹	غلط انتساب
۳۰۰	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح	۳۰۰	۱۲۰) صاحب عقائد و تنقیح	۳۰۰	تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۳۰	الباقیات الصالحات	۲۱۷	حتمی اور علوہت	۱۹۳	حماد راویہ اور من گھڑت اشعار
۲۳۱	طیہ	۲۱۸	دعوی نبوت	۱۹۶	حماد کی کہانی خود اس کی زبانی
۲۳۲	تفسیفات و تالیفات	۲۱۹	دعوی نبوت کے بعد	۱۹۷	سیدہ معلقہ
۲۳۳	مقامات نویسی، مقامات نویسی کا ابتداء	۲۲۰	حتمی لقب کے ساتھ	۱۹۸	پہلا قصیدہ
۲۳۴	مقامات حریری	۲۲۱	موسوم ہونے کی وجہ	۱۹۹	دوسرا قصیدہ
۲۳۵	زمان تالیف	۲۲۲	لطیفہ	۲۰۱	تیسرا قصیدہ
۲۳۶	طرز مقامات	۲۲۳	اخلاق و عادات	۲۰۲	چوتھا قصیدہ
۲۳۷	بظاہر غلط یا ظن صحیح	۲۲۴	آزاد لہ خیالات	۲۰۳	پانچواں قصیدہ
۲۳۸	وجہ تالیف	۲۲۵	مردم شناسی اور اہل	۲۰۴	چھٹا قصیدہ
۲۳۹	علامہ ابن جوزی کا بیان	۲۲۶	کمال کی قدر دانی	۲۰۵	ساتواں قصیدہ
۲۴۰	مؤرخ ابن خلکان کی رائے	۲۲۷	حتمی اور شعر و شاعری	۲۰۶	شر و ح تعلقات سیدہ
۲۴۱	واقعہ کادوسرا رخ	۲۲۸	بعض صنائع کا تذکرہ	۲۰۷	(۵۲) صاحب دیوان حماد
۲۴۲	افتراء پر وازی	۲۲۹	وجود لفظیہ	۲۰۸	نام و نسب
۲۴۳	مقامات حریری کی روایت	۲۳۰	حتمی کے بعض عمدہ ترین اشعار	۲۰۹	سند پیدائش
۲۴۴	مقامات حریری کوہاء کی نظر میں	۲۳۱	حتمی کی شاعری کے عجیب	۲۱۰	طیہ اور سیرت
۲۴۵	حریری اور درس مقامات	۲۳۲	حتمی کے بعض بدترین	۲۱۱	عام حالات زندگی
۲۴۶	مقامات اور اس کی خدمات	۲۳۳	اور معیوب اشعار	۲۱۲	ابو تمام کی شاعری
۲۴۷	فہرست شر و ح کتاب مقامات	۲۳۴	ابن حتمی اور حسن عقیدت	۲۱۳	اس کی شاعری
۲۴۸	(۵۵) صاحب جلیہ ابن	۲۳۵	بجمل حیات و تاریخ و اوقات	۲۱۴	کی بابت صحیح نظریہ
۲۴۹	تعارف	۲۳۶	دیوان حتمی	۲۱۵	ابو تمام اور اس کی شاعری کا وزن
۲۵۰	تحقیق شروان	۲۳۷	فہرست شر و ح دیوان حتمی	۲۱۶	ابو تمام کی شاعری کا نمونہ
۲۵۱	دقات =	۲۳۸	(۵۳) صاحب مقامات حریری	۲۱۷	ایک قصیدہ پر پچاس ہزار کا انعام
۲۵۲	تصانیف	۲۳۹	نام و نسب	۲۱۸	اشعار کی مثال اولاد کی سی ہے
۲۵۳	(۵۶) صاحب مفید الطالبین	۲۴۰	تحصیل علوم	۲۱۹	حاضر جوابی
۲۵۴	نام و نسب اور سکونت	۲۴۱	اولی مطالعہ	۲۲۰	زود فہمی و حاضری دماغی
۲۵۵	خانہ دان	۲۴۲	شر و ح مال داری اور اونچا مقام	۲۲۱	دریادابی
۲۵۶	تاریخ پیدائش	۲۴۳	علی فضل و کمال	۲۲۲	ابو تمام اپنے فن کا کامل انسان تھا
۲۵۷	تحصیل علوم	۲۴۴	نثر نگاری	۲۲۳	دقات
۲۵۸	فضل و کمال اور علوم مقامات	۲۴۵	شعر گوئی	۲۲۴	تالیف دیوان حماد
۲۵۹	تعارف احسن بربان حسین	۲۴۶	حریری کے حکیمانہ اشعار	۲۲۵	جمع و ترتیب حماد
۲۶۰	قیام بیدار	۲۴۷	حریری کے علم و فضل کا اعتراف	۲۲۶	فہرست شر و ح خواش دیوان حماد
۲۶۱	من احیا سنتی	۲۴۸	خاکساری و بردباری	۲۲۷	(۵۳) صاحب دیوان حتمی
۲۶۲	نکاح نامہ حیاتی	۲۴۹	اور اعتراف حق	۲۲۸	نام و نسب
۲۶۳	بریلی کا کالج سے تعلق	۲۵۰	ظرافت طبع	۲۲۹	سند پیدائش
۲۶۴	قیام بریلوی اور انقلاب ۱۸۵۷ء	۲۵۱	زبردور و ح اور معاشی سے نفرت	۲۳۰	نشو و نما اور تحصیل ادب
۲۶۵	بریلی کو واپسی	۲۵۲	دقات	۲۳۱	خیر علمی و اقتصاد
۲۶۶	مطبع صدیقی بریلی	۲۵۳		۲۳۲	قوت حافظہ
۲۶۷	احسن الاخیار بریلی	۲۵۴		۲۳۳	جلالت شان اور استاد اشعار کا اعتراف

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۵۷	(۲۷) صاحب کافیہ	۲۵۱	(۵۸) صاحب میزان الصرف	۲۳۰	حج بیت اللہ
۲	نام و نسب	۲	پلا قول	۲	مدرسہ مصباح الہدیہ بریلی
۲	سند پیدائش	۲	دوسرا قول	۲۳۱	دور مخالفت
۲	تحصیل علم	۲	تیسرا قول	۲	ترک سکونت بریلی
۲	جلالت شان	۲	چوتھا قول	۲	قیام ہانوتہ
۲۵۸	درس و تدریس	۲۵۲	پانچواں قول	۲۳۲	احسن المدارس ہانوتہ
۲	شعر و شاعری	۲	چھٹا قول	۲	بیعت و خلافت
۲	وفات	۲	شروع و حواشی میزان الصرف	۲	ذکر و شغل لوریاد الہی
۲	تصانیف	۲۵۳	۵۹ صاحب مشعب	۲	ذوق شعر و شاعری
۲	کافیہ	۲	۶۰ صاحب شافیہ	۲۳۳	فن تاریخ گوئی
۲۵۹	کافیہ اور علم تصوف	۲	۶۱ صاحب صرف میر	۲	وصال پر مال
۲	فہرست شروع و حواشی کافیہ	۲	۶۲ صاحب شیخ	۲	حلیہ
۲۶۱	معربات کافیہ	۲	۶۳ صاحب علم الصیغہ	۲	لباس و پوشاک
۲	مختصرات کافیہ	۲	نام و نسب لوریاد الہی	۲	اولاد و امجاد
۲	مخطومات کافیہ	۲	سکونت کا گوری	۲	تصانیف و تراجم
۲	(۶۸) صاحب ہدایہ الخو	۲	تحصیل علم	۲۳۵	مفید الطالبین
۲	تعارف	۲۵۴	ملازمت	۲	حواشی و تصحیح
۲	ابتدائی حالات	۲	اجلاس میں سنی	۲۳۶	صاحب فقہ العرب
۲۶۱	آغاز تعلیم	۲	قیام بریلی	۲	نام و نسب لوریاد الہی وطن
۲۶۲	تعلیم صرف	۲	انتخاب ۱۸۵۷	۲	تحصیل علوم
۲	تعلیم خود بخود	۲	قیام اٹمان	۲	دارالعلوم دیوبند میں
۲	عطاء خرچہ خلافت	۲	قیام کانپور	۲	بھائی پور میں درس و تدریس
۲	اخی سران اور خدمت دین	۲۵۵	سرنج =	۲	افضل المدارس شاہجہانپور
۲۶۳	وفات	۲	شہادت	۲	میں مدرسہ
۲	تصانیف	۲	تصانیف	۲۳۷	بحیثیت مدرس دارالعلوم
۲	شروع و حواشی ہدایہ الخو	۲	علم الصیغہ	۲	دیوبند میں
۲	(۲۹) صاحب نحو میر	۲	(۶۳) صاحب مراح الارواح	۲	ریاست حیدر آباد
۲	نام و نسب	۲	(۶۵) صاحب فضول اکبری	۲	درسی خصوصیات
۲	سند پیدائش	۲	نام و نسب	۲	وقت کی پابندی
۲	تحصیل علم	۲۵۶	حالات زندگی	۲۳۸	عادات و عطا
۲	علی حکمران سے استاذ پرورد	۲	تصانیف	۲	استقامت و خوداری
۲۶۳	اساتذہ و شیوخ	۲	فہرست شروع فضول اکبری	۲	زہد و ورع
۲	میر صاحب اور ستر قرآن	۲	(۶۶) صاحب مائتہ حال	۲	سادگی مزاج
۲	علم باطن	۲	تعارف	۲۳۹	شعر و شاعری
۲	شاہ شجاع الدین تک رسائی	۲	تحصیل علوم	۲۵۰	وفات حسرت آیت
۲	اور درس و تدریس	۲۵۷	وفات	۲	حلیہ مبارک
۲	جرجانی و تفتازانی	۲	تصانیف	۲	تحلیقات و تالیفات
۲	میر صاحب کے پوتے	۲	شروع و تعلقات ملتہ حال	۲	فقہ العرب
۲	ہندوستان میں	۲		۲	

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۲۸۳	(۷۹) صاحب صغری و کبری	۲۷۵	فضل و کمال میں تھنا زانی	۲۶۵	یوم و فوات
۲۸۴	حواشی و شروح	۲۷۶	قائمی بیجا جرنالی	۲۶۶	علمی کارنامے
۲۸۵	(۸۰) صاحب شروح تہذیب	۲۷۷	تھنا زانی و جرنالی کے باہمی مناظرے	۲۶۷	(۷۰) صاحب شروح ملت عام
۲۸۶	تعارف	۲۷۸	دقات	۲۶۸	شروع و حواشی شرح مکتبہ
۲۸۷	فہرست حواشی تہذیب	۲۷۹	مسلک	۲۶۹	(۷۱) صاحب شرح جابی
۲۸۸	(۸۱) صاحب سلم العلوم	۲۸۰	الباقیات الصالحات	۲۷۰	ہام و نسب
۲۸۹	ہام و نسب اور پیدائش	۲۸۱	علمی کارنامے	۲۷۱	پیدائش اور وطن عزیز
۲۹۰	تحصیل علوم	۲۸۲	فہرست حواشی کتاب مطول	۲۷۲	تحصیل علوم
۲۹۱	قاضی صاحب کا اخترا اقبال	۲۸۳	فہرست حواشی کتاب مختصر المعانی	۲۷۳	تصرف اور سلوک
۲۹۲	براون جہول	۲۸۴	(۷۳) صاحب ایسا غومی	۲۷۴	سفر ج =
۲۹۳	محبت اللہ کی علمی یادداشت	۲۸۵	تعارف	۲۷۵	علیہ حال
۲۹۴	محبت اللہ دلمان اللہ میں مباحث	۲۸۶	تصانیف	۲۷۶	شعر و شاعری
۲۹۵	علمی کارنامے	۲۸۷	تحقیق ایسا غومی	۲۷۷	مشنوی جابی
۲۹۶	علمی کارناموں نے ملا کو	۲۸۸	دقات	۲۷۸	دقات
۲۹۷	عمسودا قرآن بتلایا	۲۸۹	فہرست حواشی و شروح	۲۷۹	تصانیف
۲۹۸	لطیفہ	۲۹۰	کتاب ایسا غومی	۲۸۰	شرح جابی
۲۹۹	دقات	۲۹۱	مخطوطات کتاب ایسا غومی	۲۸۱	فہرست حواشی شرح جابی
۳۰۰	شروع و حواشی سلم	۲۹۲	(۷۵) صاحب رسالہ شمس	۲۸۲	(۷۲) صاحب مختصر المعانی
۳۰۱	(۸۲) ملا احمد اللہ	۲۹۳	تعارف	۲۸۳	ہام و نسب اور پیدائش
۳۰۲	ہام و نسب	۲۹۴	تصانیف	۲۸۴	عام حالات زندگی
۳۰۳	درس و تدریس	۲۹۵	دقات	۲۸۵	شعر و شاعری
۳۰۴	علمی مقام	۲۹۶	ایک اہم اشتباہ	۲۸۶	دقات =
۳۰۵	قدردن و عزت	۲۹۷	فہرست حواشی و شروح رسالہ شمس	۲۸۷	تصانیف
۳۰۶	دستبردیل برادرانہ کا مطلب	۲۹۸	(۷۶) صاحب قطبی	۲۸۸	مختصر المعانی
۳۰۷	ملا کا مذہب	۲۹۹	ہام و نسب	۲۸۹	شروع و اختتام المصلحت
۳۰۸	دقات	۳۰۰	قطب الدین کے ساتھ	۲۹۰	توضیح الیہ
۳۰۹	تصانیف	۳۰۱	اختتامی کی وجہ تہذیب	۲۹۱	مختصرات الشخص
۳۱۰	فہرست حواشی کتاب محمد اللہ	۳۰۲	تحصیل علوم	۲۹۲	مخطوطات المخطیص
۳۱۱	(۸۳) قاضی مبارک	۳۰۳	علمی مقام	۲۹۳	(۷۳) صاحب مختصر المعانی
۳۱۲	ہام و نسب	۳۰۴	درس و تدریس	۲۹۴	ہام و نسب
۳۱۳	تحصیل علوم	۳۰۵	دنیا سے رحلت	۲۹۵	ابتدائی حالت
۳۱۴	مختصر مگر جامع تعارف	۳۰۶	تصنیفات	۲۹۶	تحصیل علوم
۳۱۵	دقات	۳۰۷	قطبی	۲۹۷	درس و تدریس
۳۱۶	تصانیف	۳۰۸	حواشی قطبی	۲۹۸	تصنیف و تالیف
۳۱۷	فہرست حواشی قاضی مبارک	۳۰۹	(۷۸) صاحب تہذیب المعانی	۲۹۹	قبولیت عامہ
۳۱۸	(۸۴) ملا حسن	۳۱۰	فہرست شروع و حواشی	۳۰۰	شعر و شاعری
۳۱۹	ہام و نسب	۳۱۱	کتاب تہذیب المطلق	۳۰۱	تھنا زانی کی شخصیت علماء کی نظر میں
۳۲۰	تحصیل علم			۳۰۲	تھنا زانی کی حالات شان
				۳۰۳	تھنا زانی بارگاہ تیوریہ میں

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۰۰	درس و تدریس	۲۹۴	فہرست حواشی و شروع	۲۸۹	وقت حافظ
"	خلافت	"	ہدایۃ الحکمت	"	درس و تدریس
"	ملازمت	۲۹۵	(۸۹) فاضل بیہدی	"	سفر شاہجہانپور
۳۰۱	دہلی سے ہجرت وغیرہ	"	نام و نسب	"	ضابطہ خاں کے یہاں
"	ہر دلعزیزی	"	تحقیق بیہدی	"	با ضابطہ قیام
"	گر فداوی و قید و بند	"	مختصر تعارف	۲۹۰	شرر اپوری کو داپسی
"	کسی قدر سہولت	"	فارسی شعر و شاعری	"	وفات
"	پرولہ رہائی اور موت کا پیغام	"	تصانیف	"	الباقیات الصالحات
۳۰۲	تصانیف	"	وفات =	"	تصانیف
"	حدیہ سعیدیہ	"	فہرست حواشی کتاب بیہدی	"	ملاحسن
"	حواشی پر سعیدیہ	۲۹۶	(۹۰) صاحب مدارا	"	حواشی ملاحسن
"	(۹۳) صاحب فہم چغتائی	"	نام و نسب	"	(۸۵) صاحب مرقات
"	نام و نسب اور سکونت	"	تحصیل علوم	"	نام و نسب
"	تعارف	"	شای تقریب	"	پیدائش اور وطن عزیز
"	وفات	"	زیارت حرمین شریفین	۲۹۱	آباء و اجداد
"	فہرست شروع کتاب فہم	"	عقیدہ اور مسلک	"	واجد ماجد
۳۰۳	(۹۳) شہارچ چغتائی	"	وفات	"	تحصیل علم
"	نام و نسب	"	تصانیف	"	درس و تدریس
"	تحصیل علوم	۲۹۷	فہرست حواشی کتاب مدارا	"	طلباء کے ساتھ حسن سلوک
۳۰۴	شای دربار یک رسائی	"	(۹۱) صاحب شمس بازنہ	"	شفقت کا ساتھ ادبی نمونہ
"	درس و تدریس	"	نام و نسب	"	علمی قابلیت
"	خیر خواہی اور ہمدردی	"	تحصیل علوم	۲۹۲	ایک خواب اور اس کی
"	قاضی زادہ اور شوق ریاضی	"	علوم مقام	"	عجیب و غریب تعبیر
"	وفات	"	چنگی علم	"	وفات
"	تصانیف	"	فن ناکامیہ	"	تصانیف
"	فہرست حواشی شرح چغتائی	"	شای تقریب	"	شروع و حواشی مرقات
۳۰۵	(۹۵) صاحب تشریح الا فلاک	۲۹۸	تحریک قیام و مدخلہ	۲۹۳	(۸۶) صاحب شریفیہ
"	نام و نسب	"	درس و تدریس	"	(۸۷) صاحب رشیدیہ
"	تحقیق نسب	"	تحصیل طریقت	"	نام و نسب
"	تاریخ پیدائش	"	وفات	"	سنہ پیدائش
"	آباء و اجداد	"	تصانیف	"	تحصیل علوم
"	عام حالات زندگی	"	فہرست حواشی کتاب شمس بازنہ	"	درس و تدریس
"	درس و تدریس	۳۹۹	(۹۲) صاحب ہدایہ سعیدیہ	"	وقار علم و خودداری
۳۰۶	وفات	"	نام و نسب اور پیدائش	۲۹۴	طریقت و سلوک
"	تصانیف	"	تحصیل علوم	"	وفات
"	حواشی تشریح الا فلاک	"	ظلمات و زہانت	"	تصانیف
۳۰۶	(۹۶) صاحب تصریح	۳۰۰	ذوق شعر و شاعری	"	حواشی رشیدیہ
"	تعارف	"	حقانی سینہ اشعار کا خزینہ	"	(۸۸) صاحب ہدایۃ الحکمت

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۲۲	تالیفات و تصنیفات اور تحقیق و تنقید کی مقالات	۳۱۳	الغالب و صفات	۳۰۷	تصانیف
۳۲۳	(۱۱۳) صاحب لفظیہ المخط	۳۱۴	ابن خلدون لقب کی وجہ	۳۰۸	وفات
۳۲۴	مصفین کتب احسان عالم	۳۱۵	بعض مسودہ عین کی نگین غلطی	۳۰۹	(۹۷) صاحب بست باب
۳۲۵	(۱۱۴) صاحب مفصل	۳۱۶	تاریخ پیدائش	۳۱۰	نام و نسب
۳۲۶	نام و نسب اور سہ پیدائش	۳۱۷	عظمت خاندان	۳۱۱	وطن عزیز
۳۲۷	تحصیل علم	۳۱۸	تعلیم و تربیت	۳۱۲	تحصیل علوم
۳۲۸	ایک فخر ترین غلطی	۳۱۹	رحلت والدین	۳۱۳	اخلاق و عادات
۳۲۹	قوت حافظہ اور علمی مقام	۳۲۰	کوچ از وطن بلوف	۳۱۴	بنامہ و صد خانہ و تعمیر کتب خانہ
۳۳۰	اعرج لقب کے ساتھ	۳۲۱	سیر و سیاحت	۳۱۵	لطیفہ عجیبہ
۳۳۱	ملقب ہونے کی وجہ	۳۲۲	ازدواجی زندگی	۳۱۶	وفات =
۳۳۲	شعر و شاعری	۳۲۳	درس و تدریس	۳۱۷	الباقیات الصالحات
۳۳۳	قانون خداوندی کا مشاہدہ	۳۲۴	تصنیف و تالیف	۳۱۸	تصنیفات و تالیفات
۳۳۴	حکایت عجیبہ و ہیبت	۳۲۵	مقدمہ اور تاریخ پر نظر ثانی	۳۱۹	شروع و دعائی بست باب
۳۳۵	رحلت و وفات	۳۲۶	مقدمہ ابن خلدون	۳۲۰	(۹۸) صاحب خلاصہ الحساب
۳۳۶	علمی کارنامے	۳۲۷	رحلت و وفات	۳۲۱	(۹۹) صاحب تحریر اقلیدس
۳۳۷	مفصل	۳۲۸	مصفین کتب احسان مولوی	۳۲۲	(۱۰۰) صاحب القانون
۳۳۸	کشف	۳۲۹	(۱۰۵) صاحب لسانی الادب	۳۲۳	نام و نسب
۳۳۹	لطیفہ عجیبہ	۳۳۰	(۱۰۶) صاحب درس البیان	۳۲۴	تحصیل علوم
۳۴۰	(۱۱۵) صاحب الجلی	۳۳۱	نام و نسب اور جائے پیدائش	۳۲۵	تحصیل طب
۳۴۱	نام و نسب	۳۳۲	تحصیل علم اور حالات زندگی	۳۲۶	درس و تدریس
۳۴۲	سہ پیدائش اور تحصیل علم	۳۳۳	اخلاق و عادات	۳۲۷	شوق مطالعہ
۳۴۳	عام حالات زندگی	۳۳۴	نثر نگاری اور شاعری	۳۲۸	المناسبات اور خاک مرصع
۳۴۴	اخلاق و عادات	۳۳۵	حق شاعری کا نمونہ	۳۲۹	شاعری و بارک رسائی
۳۴۵	علمی مقام اور قوت حافظہ	۳۳۶	وفات	۳۳۰	قدردان اور مصائب و محن
۳۴۶	ابن زریں کی شاعری	۳۳۷	تالیفات	۳۳۱	وفات =
۳۴۷	تصانیف	۳۳۸	(۱۰۷) صاحب الکافی	۳۳۲	لطیفہ =
۳۴۸	وفات	۳۳۹	(۱۰۸) صاحب اصول حدیث	۳۳۳	ملک شیخ
۳۴۹	(۱۱۶) صاحب دول العرب	۳۴۰	(۱۰۹) صاحب زبدۃ الاول	۳۳۴	کمال شیخ و کرامت ولی
۳۵۰	(۱۱۷) صاحب محیط الدار	۳۴۱	(۱۱۰) صاحب الموز	۳۳۵	تصانیف
۳۵۱	(۱۱۸) صاحب نقد الفہم	۳۴۲	(۱۱۱) صاحب کامل الصنام	۳۳۶	القانون
۳۵۲	نام و نسب اور سہ پیدائش	۳۴۳	(۱۱۲) صاحب ازہار العرب	۳۳۷	(۱۰۱) صاحب قانونیہ
۳۵۳	علمی مقام	۳۴۴	نام و نسب اور حالات زندگی	۳۳۸	(۱۰۲) صاحب شرح اسباب
۳۵۴	شعر و شاعری	۳۴۵	جلالت شان و علمی مقام	۳۳۹	(۱۰۳) صاحب فہمی
۳۵۵	رحلت و وفات	۳۴۶	اخلاق و عادات	۳۴۰	تعارف
۳۵۶	تصنیفات	۳۴۷	علمی خدمات	۳۴۱	تصانیف
۳۵۷	(۱۱۹) صاحب الوجہ	۳۴۸	شعر و شاعری	۳۴۲	وفات
۳۵۸	(۱۲۰) صاحب مدح الاسلام	۳۴۹	نمونہ شاعری	۳۴۳	(۱۰۴) صاحب مقدمہ ابن خلدون
۳۵۹		۳۵۰	وفات حسرت آیات	۳۴۴	نام و نسب

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۳۷	سلاطین وقت کی قدروانی	۳۳۰	ایک عجیب قصہ	۳۳۲	(۱۲۱) صاحب جوہر نمبرہ
۳۳۸	درس و تدریس	"	وفات	"	(۱۲۲) صاحب شرائع الاسلام
"	مشہور علامہ	"	تصانیف	۳۳۳	(۱۲۳) صاحب حکیمہ العین
"	شان درس	"	حواشی مفتاح العلوم	"	مصنفین کتب امتحان فاضل
"	وعدہ و تکبر	"	(۱۲۹) صاحب نقد الشعر	"	(۱۲۴) صاحب الکامل
"	پر شکوہ مجلس و عہدہ	۳۳۱	(۱۳۰) صاحب الحشرات	"	نام و نسب اور تحصیل علم
۳۳۹	کتب خانہ فخریہ	"	(۱۳۱) صاحب تاریخ تمدن الاسلامی	"	علمی مقام
"	شیخ محمد الدین کبری سے ملاقات	۳۳۲	(۱۳۲) صاحب تاریخ ادب	۳۳۳	میر و لقب کے ساتھ
"	رجوع الی اللہ	"	اللائعہ المریۃ	"	مطب ہونے کی وجہ
"	شعر و شاعری	"	(۱۳۳) صاحب المقدمہ	"	میر و اور مطلب
۳۵۰	رحلت و وفات	"	نام و نسب اور سہ پیدائش	"	تصانیف
"	مدفن و مزار	"	تحصیل علم	"	وفات
۳۵۱	سبب وفات	"	درس و تدریس	"	(۱۲۵) صاحب البیان والتبيين
"	تاریخی لحاظی	"	زہر و درج	"	نام و نسب اور تحصیل علم
"	حلیہ	"	تصانیف	"	شوق مطالعہ
"	لوصاف و عقائد	"	وفات و مدفن	"	عام حالات زندگی
"	آل و ولاد	۳۳۳	(۱۳۴) صاحب بدایہ النہج	"	اخلاق و عادات
۳۵۲	تصنیف و تالیف	"	نام و نسب اور جائے پیدائش	"	مسک
"	علمی کارنامے	"	تحصیل علم	"	شعر و شاعری
۳۵۳	کتاب المحصل	"	علمی کمال	"	حلیہ
"	مآخذ تصنیفات	"	حالات زندگی	"	علمی مقام
"	خصوصیات تصنیف	"	شہرہ آفاق	۳۳۶	تصانیف
۳۵۵	(۱۳۹) صاحب الملل و الملل	۳۳۴	واقعہ قید و بند	"	البیان والتبيين
"	(۱۳۰) صاحب کتاب المعیر	"	وفات	"	وفات
۳۵۶	(۱۳۱) صاحب شرح اشارات	"	فلسفہ ابن رشد	"	(۱۲۶) صاحب نخب البلاغہ
"	(۱۳۲) صاحب شرح مواقف	۳۳۵	تصانیف	"	نام و نسب اور پیدائش
"	(۱۳۳) صاحب شرح تجرید	"	بدایہ النہج	"	تحصیل علم و عام حالات زندگی
"	تعارف مع تحقیق توحیدی	"	(۱۳۵) صاحب منہاج الاصول	۳۳۶	اخلاق و عادات
"	صاحب اسیر کی غلطی	"	(۱۳۶) صاحب اسیرۃ	"	خودداری و خودی
"	تحصیل علوم	۳۳۶	(۱۳۷) صاحب تاریخ	۳۳۷	شعر و شاعری
"	مجمل حیات	"	المستزاد بالاسلامی	"	شرعی شاعری کا نمونہ
۳۵۷	وفات	"	(۱۳۸) صاحب المحصل	۳۳۸	وفات
"	تصانیف	"	نام و نسب اور پیدائش	"	انجمن شریفہ
"	(۱۳۴) صاحب رسالہ قصیریہ	"	دفعہ شہید	"	تصانیف
۳۵۸	(۱۳۵) صاحب ادب الکاتب	"	تحقیق رائے	۳۳۹	(۱۲۷) صاحب مفتی المریب
"	(۱۳۶) صاحب الاقناع	۳۳۶	تحصیل علوم	"	(۱۲۸) صاحب مفتاح العلوم
"	(۱۳۷) صاحب مجمع البیان	۳۳۷	سیاحت و سفر	"	نام و نسب اور تحقیق نسبت
"	(۱۳۸) صاحب معالم الاصول	"	حصول دولت و جاہ	۳۴۰	سہ پیدائش و تحصیل علم

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۷۲	پہو نسب اور پیدائش	۳۶۵	(۱۶۱) صاحب بلا جلال	۳۵۹	(۱۳۹) صاحب علل الشرائع
"	تحقیق مہمان	"	پہو نسب اور پیدائش	"	(۱۵۰) صاحب مردن الذہب
"	اصول الی کا ماحول	"	تحصیل علوم	"	(۱۵۱) صاحب الدیوان
"	استفادہ علوم	"	درس و تدریس اور	"	(۱۵۲) صاحب شرح حکمہ ملا شرق
"	اصول فی دور حیات	"	اصحاب خلافت	"	پہو نسب اور تحصیل علم
۳۷۳	جلالت شان و علو مقام	"	علمی مقام	۳۶۰	درس و تدریس
"	قوت حافظہ	۳۶۶	تصانیف	"	جامعیت
"	اخلاق و عادات اور کردار	"	وفات	"	زہد و عبادت
"	مذہب مسلک	"	حواشی حاشیہ بلا جلال	"	تقیفات
"	ابوالفرج بن حبیب شاعر	۳۶۷	(۱۶۲) صاحب سچ شداد	"	وفات
۳۷۴	وصفہ شاعری	"	(۱۶۳) صاحب الفرج الماشدہ	"	معصن کتب متفرقہ
"	مدح سرائی	"	(۱۶۳) صاحب قلیبی	"	(۱۵۳) صاحب دستور البندی
"	واقعہ بھوکوئی	"	(۱۶۵) صاحب اخوان السفا	"	(۱۵۳) صاحب شذاعرف
۳۷۵	واعلیٰ اور ودیانی شاعری	۳۶۸	(۱۶۶) صاحب مقامات بدیع	۳۶۱	(۱۵۵) صاحب اللہ الواسع
"	ابوالفرج بن حبیب شاعر	"	پہو نسب اور تحصیل علوم	"	(۱۵۶) صاحب الفیہ
"	حکایت نگاری	"	عام حالات زندگی	"	پہو نسب اور تحقیق کی نسبت
"	سراج نویسی	"	اخلاق و عادات اور	"	تحصیل علوم
۳۷۶	حالات و زندگی کی تصویر کشی	"	خدا اور صلاحیتیں	"	علمی مقام و جلالت شان
"	تہذیب نگاری	"	بدیہ گوئی	۳۶۲	درس و تدریس
"	اسلوب نگارش	"	بدیع اثر الی کی شاعری	"	تقیفات و تالیفات
"	اصول کی وفات	۳۶۹	مقامات بدیع	"	رحلت و وفات
"	اصول کے لوبی نگارے	"	بدیع اثر الی کی دیگر تصانیف	"	فہرست حواشی و شروع کتب الفیہ
۳۷۷	کتب الاغانی	"	وفات	۳۶۳	(۱۵۷) صاحب شرح الفیہ
"	مدت تالیف	"	وفات کا عجیب	"	پہو نسب اور پیدائش
"	کتب الاغانی کی قدر و قیمت	"	و غریب واقعہ	"	تحصیل علوم
۳۷۸	اغانی کی اہم خصوصیات	"	(۱۶۷) صاحب دیوان (حزری)	"	درس و تدریس
"	اغانی کا سلسلہ استاد	"	پہو نسب اور پیدائش	۳۶۴	علمی مقام و عمدہ تقاضا
"	اغانی کے اختیارات	۳۷۰	حالات زندگی	"	وفات
"	(۱۶۹) صاحب جبر و شہد العرب	"	حزری کا ادبی مقام	"	تصانیف
"	(۱۷۰) صاحب تعلیم اعظم	"	بڑے بڑے شعراء کا حسن اعتراف	"	شروع و تعلیمات شروع ابن عقل
"	تعارف	"	اخلاق و عادات	"	(۱۵۸) صاحب شرح شذو الذہب
۳۷۹	شعر و اشعار	"	لل کمال کی فضیلت کا اعتراف	"	(۱۵۹) صاحب نقد النصوص
۳۸۳	تصانیف	۳۷۱	حزری شاعری	"	(۱۶۰) صاحب عیبر المنطق
۳۷۹	شروع و حواشی کتب	"	حزری شاعری کا نمونہ	"	پہو نسب اور پیدائش
"	تعلیم اعظم	"	حزری کے معاشی حالات	"	تحصیل علم
"	(۱۷۱) صاحب بیہ المصنوع	۳۷۲	حزری کی وفات	۳۷۵	درس و تدریس
"	(۱۷۲) صاحب یون المرام	"	تصانیف	"	وفات
"	(۱۷۳) صاحب بیاض الصالحین	"	(۱۶۸) صاحب الاغانی	"	تصانیف

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
۳۸۷	ہامونب اور پیدائش	۳۸۹	ہامونب اور پیدائش	۳۸۷	ہامونب اور پیدائش
۳۸۸	تحصیل علوم	۳۸۰	تحصیل علوم	۳۸۸	تحصیل علوم
۳۸۹	حالات زندگی	۳۸۱	حالات زندگی	۳۸۹	حالات زندگی
۳۹۰	افضل الجہاد کردہ الحق	۳۸۲	افضل الجہاد کردہ الحق	۳۹۰	افضل الجہاد کردہ الحق
۳۹۱	عند سلطان الجبار	۳۸۳	عند سلطان الجبار	۳۹۱	عند سلطان الجبار
۳۹۲	تصانیف	۳۸۴	تصانیف	۳۹۲	تصانیف
۳۹۳	دقات	۳۸۵	دقات	۳۹۳	دقات
۳۹۴	۱۷۳) صاحب تہذیب الابد	۳۸۶	۱۷۳) صاحب تہذیب الابد	۳۹۴	۱۷۳) صاحب تہذیب الابد
۳۹۵	ہامونب اور تحقیق نسبت	۳۸۷	ہامونب اور تحقیق نسبت	۳۹۵	ہامونب اور تحقیق نسبت
۳۹۶	تحصیل علوم	۳۸۸	تحصیل علوم	۳۹۶	تحصیل علوم
۳۹۷	تصانیف	۳۸۹	تصانیف	۳۹۷	تصانیف
۳۹۸	دقات	۳۹۰	دقات	۳۹۸	دقات
۳۹۹	۱۷۵) صاحب درخت	۳۹۱	۱۷۵) صاحب درخت	۳۹۹	۱۷۵) صاحب درخت
۴۰۰	۱۷۶) صاحب مشارق الانوار	۳۹۲	۱۷۶) صاحب مشارق الانوار	۴۰۰	۱۷۶) صاحب مشارق الانوار
۴۰۱	ہامونب اور تحقیق نسبت	۳۹۳	ہامونب اور تحقیق نسبت	۴۰۱	ہامونب اور تحقیق نسبت
۴۰۲	حالات زندگی	۳۹۴	حالات زندگی	۴۰۲	حالات زندگی
۴۰۳	علمی مقام	۳۹۵	علمی مقام	۴۰۳	علمی مقام
۴۰۴	دقات	۳۹۶	دقات	۴۰۴	دقات
۴۰۵	تفصیلات و تالیفات	۳۹۷	تفصیلات و تالیفات	۴۰۵	تفصیلات و تالیفات
۴۰۶	۱۷۷) صاحب نظرات و جہرات	۳۹۸	۱۷۷) صاحب نظرات و جہرات	۴۰۶	۱۷۷) صاحب نظرات و جہرات

شعر: اے نام تو بہترین سر آغاز
بے نام تو نامہ چوں کھم باز

دیباچہ

زواہر نطق بلوح انوار الطافہ من مطالع الكتب والصحائف، وبواہر کلام یفوح ازہار اعطافہ علی صفحات العلوم والمعارف، حمد اللہ الذی نور انوار الکمالات فی حدائق الاذهان وازہر فی ریاض الخیالات ازہار العرفان والصلوۃ والسلام علی من ہوا افضل الوسائل للفوز الی الدرجات، والایمان بہ اجل الذخائر والسعادات باللہم فصل وسلم وبارک علی نیک محمد سید الرسل ولا برار، وعلی الہ الاطہار وصحبہ الاخیار ما طلع شمس المعانی من وراء حجاب السطور والدفاتر، واشرفت انوار المزیامن اشعت شحات الادلاموالمحابر۔

المابعد انداز بیان گرچہ بہت شوخ نہیں ہے شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات (اقبال)
آج کل مسلمانوں کی علمی دنیا میں جو افسردگی اور تحصیل علم کے سلسلہ میں عزائم و ہم میں جو پشیمردگی چھائی ہوئی ہے اس کو دیکھتے ہوئے مشکل سے باور آسکتا ہے کہ بھی ہم میں بھی ایسے لوگ تھے جو علم کی دھن میں براعظم اور سمندر کا طے کرنا، ایک ایک کتاب کی خاطر صدمہ امیل پیادہ یا چلنا، صرف نباتات کے حالات تحقیق کرنے کیلئے ملکوں ملکوں پھرنا، مطالعہ کے شغف میں پوری پوری رات کھڑے ہو کر گزار دینا، پچھلی، علم کی خاطر مختلف مشائخ اور اساتذہ کی خدمت میں زانوئے ادب طے کرنا ایک بات سمجھتے تھے۔

اگر ان کے دلوں میں یہ جوش اور دماغوں میں یہ ولولہ نہ ہوتا تو ہم کو ابن برطار اور جرجانی و تفتازانی نصیب نہ ہوتے اور نہ ابو حاتم رازی و حافظ ابن طاہر کے کارنامے ہمارے قومی خیالوں میں فخر پیدا کرتے۔

اگر آج ہمارے دلوں میں اس کا ایک شہہ بھی ہوتا تو ہم علم و فن میں ہر قوم و ملت کے مقابلے میں پست نہ ہوتے اپنا کیا حال ہے اسلاف کی حالت کیا تھی اپنی توقیر ہے کیا ان کی وجاہت کیا تھی
حقیقت یہ ہے کہ جب ہمارے ارادے پست، ہماری ہمتیں قاصر ہیں تو ہمارا اسلاف کے کارناموں پر اترنا ان بزرگوں کے روشن نام کو دھبہ لگانا ہے اور اپنے آپ کو حقیر کرنا ہے

تو کے بدولت ایشیاں رسی کہ نہ توانی جزیں دور کنت و آنہم بعد پریشانی
فضل و ہنر بڑوں کے گرم میں ہوں تو جانیں گریہ نمی تو بابادہ سب کہانیاں ہیں (حالی)
جس ملت کے پیشوا کا یہ مقولہ چلوا طلبوا العلم ولو بالصین اس ملت کے افراد کو سفر کا نام سن کر لرزہ چڑھے ع هذا، العمری فی القیاس بدیع۔ اور جس قوم کے بچے بچے کے کان اس حکیمانہ مقولہ سے آشنا ہوں۔
تا بد کان خانہ در گروی ہر گز اے خام آوی نہ شوی

وہ گھر سے باہر قدم نہ نکالے ان هذا الشی عجاب ترسم کزیں چمن نہ بری آستین گل
کز گلشن خجل خارے نمی کنی ایک وہ گروہ قدسی تھا جس نے سیاحت کرتے کرتے خود لفظ میں تقدس پیدا کر دیا اور ایک ہم ہیں کہ گھر میں گھسے گھسے سارے عالم کے یہ ذہن نشین کر دیا کہ مسلمان اور سفر کن دونوں لفظوں میں کوئی مناسبت ہی نہیں
عبد میں نقاد رہا از لجاست تا بہ کجا۔ اند کے بانگو پیم از بسیار۔
صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری نے چودہ برس کے سن میں سیاحت شروع کر دی، ان کی والدہ اور خواہر سفر میں

مگر اس قصہ بخدا اسے لے کر مصر تک سارے ممالک اس امام عالی مقام کے سفر میں ہیں، دور اسلام کا مشہور سیاح ابن حوقل بغداد سے سیاحت کیلئے اٹھتا ہے اور بلاد اسلامیہ بغداد پر بر، اندلس، عراق اور فارس کو سٹے کرتا ہوا اپنی عمر کے اٹھائیس سال صرف کر دیتا ہے یہی وہ ابن حوقل ہے جس کو آج پوز کی دنیا صاحب المسالک والممالک والمغادر والممالک سے یاد کرتی ہے۔
دور حقیقت ہیں زمانہ میں وہی خوش تقدیر نام مر نے پہ بھی ختا نہیں جن کا زہار (عشرت)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی سن ۳۶۰ھ صاحب معجم ثلاثہ طلب حدیث میں تینتیس ۳۳ سال گھومتے رہے اور ایک ہزار مثلث سے علم حاصل کرنے کے باوجود علمی تحقیقی دور نہ ہوئی۔
امام ابو حاتم رازی نے اپنی سرگذشت خود بیان کی ہے کہ میں نے تین ہزار فرسخ سے زیادہ مسافت پیادہ پاٹے کی تھی۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا ان کی پیادہ روی نو ہزار میل سے زیادہ ہوئی یہ ان کی سیاحت کی انتہاء تھیں بلکہ شمار کی حد ہے کیونکہ امام ممدوح فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے میلوں کا شمار چھوڑ دیا۔

مل ہی جائے گی کبھی منزل لیے اقبال کوئی دن اور ابھی باد پہ پناہی کر

ابن المقری بیان فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ ابن فضاء کے خاطر ستر منزل کا سفر کیا تھا۔ اس نسخہ کی ظاہری حیثیت یہ ہے کہ اگر کسی نان بانی کو دیا جائے تو وہ ایک روٹی بھی اس کے عوض میں دینا گوارا نہ کرے گا۔ ایک منزل معمولی طور پر بارہ میل کی قرار دی گئی ہے بس اگلے علماء آٹھ سو چالیس میل ایک ایک کتاب کی خاطر طے کر ڈالتے تھے۔
بے محنت پیہم کوئی جو ہر نہیں کھلتا روشن شریعت سے ہے خانہ فرہاد (اقبال)

حافظ ابن طاہر مقدسی نے جتنے سفر طلب حدیث میں کئے ان میں کبھی انہوں نے سواری کا سارا انہیں لیا سواری اور بار برداری دونوں کا کام وہ اپنے نفس ہی سے لیتے تھے سفر پیادہ پا کرتے اور کتابوں کا پشتاؤ پشت پر ہوتا، مشقت پیادہ روی بھی کبھی یہ رنگ لاتی تھی کہ پیشاب میں خون آنے لگتا تھا۔

ضعف ہو لاکھ مگردشت نوردی نہ چھٹے حشر تک چاہیے مجنوں کی طرح نام چلے (راشد)

اس جفاکشی سے جو سیاحت حافظ ممدوح نے کی اس میں حسب ذیل مقامات مجملہ اور مقاموں کے تھے بغداد مکہ مکرمہ، جزیرہ، تونس، دمشق، حلب، جزیرہ اصفہان، نیشاپور، ہرات، مروجہ، لوقان، مدینہ طیبہ، نہاوند ہمدان، واسط، ساوا، اسد آباد، اسفرائن، آمل، اہواز، بسطام، خسرو جرد، جرجان، آمد، استر آباد، بولنجر، دیور، برے، سرخس، شیراز، قزوین، کوفہ۔
حافظ ابو عبد اللہ اصفہانی ایک مرتبہ اپنے مقامات رحلت کی تفصیل بیان کرنے لگے کہ میں حدیث حاصل کرنے گیا ہوں طوس، ہرات، بلخ، بخارا، سمرقند، کرمان، نیشاپور، جرجان غرض اسی طرح ایک سو بیس مقامات کے نام لے ڈالے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ان کے نام مسلسل لئے جائیں تو سننے والے گھبرا جائیں گے۔ آفریں اس باہمت جواں مرد پر جو اتنے مقاموں کا سفر کرتے کرتے نہیں گھبرایا۔

مکن زغمہ شکایت کہ در طریق طلب براحتہ رسید آنکہ زحمت نہ کشید

امام لوب سیبویہ ابتداء طالب علمی میں فقہ اور حدیث پڑھا کرتے تھے نحو سے اس وقت تک ان کو چنداں مناسبت نہ تھی۔ اس زمانہ میں وہ حملوں سلسلہ کے مستعد بھی تھے ایک روز کسی حدیث کی روایت میں حملوں نے الفاظ ”کیس ابا الدرداء“ الملاء کے سیبویہ نے ان کو ادا کرتے وقت ”کیس ابو الدرداء“ سامعین کو ستایا۔ انہوں نے کہا غلط لفظ مت بتاؤ۔ ”کیس ابا الدرداء“ کو اس گرفت سے سیبویہ کو نہایت انفعال ہوا اور انہوں نے دل میں کہا کہ میں وہ علم کیوں نہ سیکھوں جو ایسی غلطیوں سے محفوظ رکھے چنانچہ انہوں نے علم نحو سیکھنا شروع کیا اور اس جدوجہد سے سیکھا کہ سینکڑوں برس سے طلبہ ان کا نام لے کر نحوی ہو رہے ہیں۔

ہر محنت۔ مقدمہ راجعہ بود اشد ہزبان حق چو زبان کلیم سوخت

سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا (شیخ ابن جوزی) کو ایک بار سر منبر یہ کہتے سنا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ جس شیخ وقت نے ڈھائی سو کتابیں تصنیف کر ڈالی ہوں اس کا دو ہزار جلدیں لکھ لینا ناممکن نہیں۔ جن قلموں سے شیخ ابن جوزی نے حدیث شریف کی کتابیں لکھی تھیں ان کا تراشہ جمع کرتے گئے تھے جب وہ وفات پانے لگے تو وصیت کی کہ میرے غسل کا پانی اسی تراشہ سے گرم کیا جائے چنانچہ جس پانی سے ان کو غسل دیا گیا اس کے نیچے وہی پاک ایندھن جلایا گیا تھا۔

عاشقالت پر بسر کی زندگی تو نے تو کیا کچھ تو کر ایسا کہ عالم بھر میں افسانہ رہے۔ (بکر)
امام ادب ثعلب ناقل ہیں کہ پچاس برس سے برابر میں ابراہیم حربی کو اپنی ہر مجلس لغت و ادب میں موجود پاتا ہوں امام رازی کو تاسف ہوتا تھا کہ کھانے کا وقت کیوں علمی مشاغل سے خالی جاتا ہے چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ انی اتاسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم فی وقت الاکل فان الوقت والزمان عزیز۔ بخدا مجھ کو کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے پر افسوس ہوتا ہے کیونکہ فرصت وقت عزیز ہے۔

در بزم وصال تو بہ کام تراشہ نظارہ زنجیدان، مژگاں گلہ دار
امام رازی اگر اوقات کو عزیز نہ سمجھتے تو نہ ان پر علوم کے راز کھلتے اور نہ کوئی ان کو امام کہتا۔
خاک درد ستش بود چوں باد بہ کام اجل ہر کہ اوقات گرامی صرف آب و گل کند
نقصان کا عوض ہو زمانے میں کس طرح جودن گذر گیا نہ کبھی عمر بھر ملا (منیر)
امام ادب ابو العباس ثعلب کی عمر اکانوے برس کی ہو چکی تھی کہ ایک دن جمعہ کے بعد مسجد سے دکان کو جانے لگے راستے میں کتاب دیکھتے جاتے تھے کتاب میں محویت اور نقل سماعت پھر اس پر آواز کیا سنتے ایک ٹھوڑے کا دھکا لگا اور اس کے صدمہ سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے، لوگ غشی کی حالت میں اٹھا کر مکان پر لائے ضعف پیری اتنے بڑے صدمہ کو کب برداشت کر سکتا تھا اسی حالت میں رحلت ہو گئی۔

نتیجہ زندگیانی کا ہے کچھ دنیا میں کر جانا خیال موت بے جا ہے وہ جب آئے تو مر جانا (بکر لکھنوی)
جیتے ہو تو کچھ کیجئے زندوں کی طرح مردوں کی طرح جئے تو کیا خاک جئے۔ (خالی)
انتہائی پیری پر بھی ان کا شوق طلب اتنا قوی تھا کہ وہ نوردی میں جو وقت گذرتا اس کا جاتا رہتا بھی گوارا نہ ہوا۔
چہ حالت سنت ندائم جمال سلی را کہ پیش دید نش افزوں کند تمنارا
سچ یہ ہے کہ اگر یہ تھلمی تفکمی نہ ہوتی تو ابو العباس ادب میں امامت کے درجہ کو نہ پہنچتے۔

قدیم زمانہ میں درس کا یہ قاعدہ تھا کہ استلا مطالب علیہ پر جو تقریر کرتا تھا شاگرد اس کو قلم بند کرتے جاتے تھے اور نہایت احتیاط سے محفوظ رکھتے تھے ان یادداشتوں کو تعلیقات کہتے تھے۔ امام غزالی نے بھی تعلیقات کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا چند روز کے بعد وطن کو واپس آئے اتفاق سے راہ میں ڈاکہ پڑا اور آپ کے پاس جو کچھ سامان تھا سب لٹ گیا اس میں وہ تعلیقات بھی تھیں جو ان کو امام ابو نصر اسماعیلی نے لکھوائی تھیں۔ امام غزالی کو اس کے لٹنے کا نہایت صدمہ تھا چنانچہ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور کہا میں اپنے اسباب میں سے صرف اس مجموعہ کو مانگتا ہوں کیونکہ میں نے انہیں کے سننے لور یاد کرنے کیلئے یہ سفر کیا تھا۔ وہ ہنس پڑا اور کہا کہ۔ ”تم نے خاک سیکھا جب کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کو رے رہ گئے۔“ یہ کہہ کر اس نے وہ کاغذ واپس دے دئے امام صاحب پر اس کے طعنہ آمیز فقرے نے ہاتھ غیبی کی آواز کا اثر کیا۔ چنانچہ وطن پہنچ کر وہ یادداشتیں زبانی یاد کرنی شروع کیں یہاں تک کہ پورے تین برس صرف کر دئے اور ان مسائل کے حافظ بن گئے۔

ع دست از طلب نہ دارم تا کام من بر آید

قصہ مختصر اس قسم کے سینکڑوں نہیں ہزاروں واقعات سلف۔ تاریخی صفحات پر ثبت ہیں جن سے ان حضرات کی سیر و سیاحت، پیادہ روی و صحرا نوردی، تحصیل علم کی خاطر عرق ریزی و جفاکشی، شوق طلب و تخیل کتب بنی کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ یہی وہ چیز تھی جس کے نتیجے میں یہ حضرات ہر علم و فن میں اپنے وقت کے شیخ و امام بنے اور اقلیم شہرت و عظمت کے تاجدار بن کر نمودار ہوئے۔

روئے زمیں بہ طلعت ایشاں منور است چوں آسمان بزم ہر ہو خورشید و مشتری
اگر آج ہمارے دلوں میں اس کا ایک شمع بھی ہو تا تو ہم بدنام کتندہ ٹکنا مے چند۔ کا مصداق نہ ہوتے۔
ہر چہ ہست از قامت ناساز و بے اندام باست ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کو تاہ نیست
عام ہیں اس کے تو اظاف شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا
طالب لعل و مگر نیست و گرنہ خورشید ہچمال در عمل معدن و کان است کہ بود

علم تاریخ (جس کا ایک شعبہ تراجم الکبار و اخبار لاخیر بھی ہے۔ ہم کو اسلاف کے حالات و واقعات، مناقب و اوصاف، اقوال و افادات، آثار و فیوض، ان کی نہایت و جلالت شان، موالید و وفیات اور ان کے اعصار و ازمان سے واقف کر کے دل و دماغ میں ایک پر جوش حرکت پیدا کرتا، حوصلہ کو دینگ، ہمت کو بلند کرتا، نیکیوں کی ترغیب دیتا اور برائیوں سے روکتا ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے بصیرت و دانائی میں افزونی، خرم و احتیاط میں فراوانی، دل سے رنج و غم دور ہو کر مسرت و شادمانی اور دل و دماغ میں ہر وقت تازگی میسر ہوتی ہے۔ نیز تاریخی مطالعہ سے صبر و استقلال کی صفت میں اضافہ ہوتا ہے اور احتیاق حق و ابطال باطل کی قوت ترقی پذیر ہوتی ہے۔ حاصل یہ کہ علم تاریخ اور اسلاف کے حالات و سوانح حیات انسان کیلئے عبرت و موعظت آموزی اور میرت سازی کا بہترین ذریعہ ہے۔

ہمارے مدارس عربیہ میں جہاں مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں عموماً "مصنف کی سوانح حیات" صحیح معنی میں بیان نہیں ہوتی جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں اس موضوع پر نہ عربی میں کوئی تصنیف ہے نہ فارسی دار و دو میں کوئی تالیف جس میں مصنفین درس نظامی کے حالات کو یک جا جمع کیا گیا ہو۔

اس لئے عرصہ سے اس ضرورت کو محسوس کیا جا رہا تھا کہ ایک ایسی کتاب ہونی چاہیے جس میں مصنفین درس نظامی کا صحیح اور تفصیلی تعارف ہو۔ اس سلسلہ میں میرے چند محترم بزرگوں اور دوستوں نے مجھ سے بار بار اصرار کیا کہ یہ کام تو ہی کر سکتا ہے کبھی کبھی خود میرے دل میں بھی یہ بات آتی تھی مگر مجھ جیسے بے بضاعت انسان جس کو اپنی تہی دامن کا ہر آن احسان ہی نہیں اعتراف بھی ہے۔

نہ شگوفہ ام نہ بر گم نہ نمر نہ سایہ دارم ہمہ حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت مارا
اس اہم اور الجھے ہوئے موضوع پر خامہ فرسائی کے لئے کسی طرح بھی موزوں نہ تھا اس لئے میں ہمیشہ ٹال مٹول کرتا۔ ہاں اور آج سے کل، کل سے برسوں اور برسوں سے برسوں گزر گئے مگر احباب کا اصرار جد سے بڑھتا چلا گیا اس لئے چار، پانچ چار میں نے خدا کا نام لے کر اس اہم کام کو شروع کیا اور چار ماہ کے عرصہ میں اس کی تکمیل سے فراغت پائی۔ ربنا

تقبل منا انک انت السميع العليم

لقد غرسوا حتی اکلنا وانا لغرس حتی تاکل الناس بعدنا

والاعبداللعیف محمد حنیف گنگوھی ۱۰ رجب المرجب سن ۱۳۸۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القرآن الکریم

قرآن کریم خدائے لم یزل ولایزال وایزد متعال کا وہ انزل ابدی مقدس کلام معجز نظام ہے جو بذریعہ وحی افضل کائنات فخر موجودات سید المرسلین رحمۃ اللعالمین محمد رسول اللہ ﷺ پر حسب ضرورت تیس ۲۳ سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا نازل ہو کر ہم تک ناقابل شک تواتر کے ساتھ اس طرح پہنچا ہے کہ اس میں ایک لفظ کیا ایک نقطہ کا بھی تغیر و تبدل نہیں۔

نزول قرآن اس کے نزول کی ابتداء لیلۃ القدر میں ہوئی۔ قال اللہ تعالیٰ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر جس وقت تاجدار مدینہ سرکار دو عالم ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو بروز دو شنبہ سب سے پہلی آیت اقراء باسم ربک نازل ہوئی اس وقت آپ غار حراء میں تشریف فرما تھے (جیسا کہ شیخین و دیگر محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے) اس کے بعد حسب موقعہ آیتیں اور سورتیں نازل ہوتی رہیں جن میں مکی، مدنی، سفری، حضری، لیلی، نہاری، لرضی، سلوی مختلف حصے ہیں نزول کے لحاظ سے آیات و سورتوں کی قسمیں۔ جو حصہ ہجرت سے پیشتر نازل ہوا اس کو مکی کہتے ہیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوا اس کو مدنی کہتے ہیں۔ آیات و سورتوں کے مدنی و مکی ہونے کے بارے میں مشہور قول یہی ہے۔ دو اصطلاحیں اور بھی ہیں۔ اول یہ کہ جس کا نزول مکہ میں ہوا ہے وہ مکی ہے گو ہجرت کے بعد ہوا ہو اور جس کا نزول مدینہ میں ہوا ہے وہ مدنی ہے۔ دوم یہ کہ جس حصہ میں اہل مکہ سے خطاب ہے وہ مکی ہے اور جس کا روئے سخن اہل مدینہ کی طرف ہے وہ مدنی ہے۔

حفظ قرآن و کتابت فرقان اہل عرب کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا وہ اپنے تمام شجرائے نسب، اہم تاریخی واقعات، جنگی کارنامے، بڑے بڑے خطبے، لمبے لمبے قصیدے اور نظمیں سب زبانی یاد رکھتے تھے۔ جب قرآن پاک نازل ہوا تو عرب کی عام عادت کے مطابق خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے اس کو بزبان یاد رکھا اور ہمیشہ کیلئے یہ سلسلہ جاری فرمایا اسی لئے ارشاد ہے ہل هو آیات بینت فی صدور النین اوتوا العلم۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا کہ جس وقت کوئی آیت نازل ہوتی اسی وقت آپ لوگوں کو یاد کراتے، بلحاظ ترتیب اس کا مقام بتاتے اور کسی کتاب کو بلا کر لکھوا دیتے تھے

جمع و ترتیب مکہ چونکہ آپ کو اس کے بعض احکام یا احادیث کو ترجیح کرنے والے حکم کے نزول کا انتظار باقی تھا اس لئے عہد نبوی میں پورا قرآن ایک ہی جگہ سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع نہ تھا بلکہ مختلف ٹکڑوں میں مرتب اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا جس کی تصریح حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے جب آپ ﷺ کی وفات کے باعث سلسلہ وحی اور نزول قرآن ختم ہو گیا تو خلفاء راشدین نے اس عظیم الشان کام کو انجام دیا صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنگ یمامہ میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور کہا۔ معرکہ یمامہ میں بہت سے قاریان قرآن کریم مقتول ہو گئے اور مجھے اندیشہ ہے اگر آئندہ معرکوں میں بھی وہ اسی طرح مقتول ہوتے گئے تو قرآن کا بہت سا حصہ ہاتھوں سے جاتا رہے گا میری رائے یہ ہے کہ آپ جمع قرآن کا حکم دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے جواب دیا۔ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا میں اسے کس طرح کروں۔ حضرت عمر نے کہا واللہ یہ بات بہتر ہے۔ آپ بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق کو اس سلسلہ میں شرح صدر ہو گیا۔ آپ نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم سمجھ دار نو جوان ہو کتاب وحی بھی ہو تم قرآن کی تفتیش و تحقیق کر کے جمع کرو۔ آپ نے بھی لولا وہی عذر کیا جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا مگر بعد میں آپ کو بھی ان حضرات کی رائے سے اتفاق ہو گیا چنانچہ آپ نے اس کی جستجو شروع کی اور کھجور کی شاخوں، سفید پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا اور سورہ توبہ کی آخری آیتیں لحد جاء کم رسول لآیات صرف حضرت ابو خزیمہ

انصاری کے پاس بائیں یہ منقول صحیفے ابو بکر صدیق کے پاس رہے ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کی محافظت کی اور حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد وہ صحائف مجسمہ حضرت حصہ بنت عمرؓ کے پاس محفوظ رہے۔ جمع و ترتیب میں غایت احتیاط..... روایت میں اس کی بھی تصریح ہے کہ "حضرت عمرؓ کسی شخص سے قرآن کا کوئی حصہ اس وقت تک تسلیم نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ اپنے دو گواہ نہ لے آئے۔" پس حضرت زید بن ثابتؓ کا خود حافظ قرآن ہونے کے باوجود وہ شہادتیں بہم پہنچا کر مصحف میں تحریر کرنا حد درجہ احتیاط تھی۔

جمع قرآن بدور عثمانؓ..... امام بخاری نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ آرمینہ اور آذر باجان کی فتح کے موقع پر شامی اور عراقی دونوں ساتھ مل کر معرکہ آرائی میں شریک تھے وہاں حضرت حذیفہؓ ان دونوں ممالک کے مسلمانوں کا قرأت میں اختلاف دیکھ کر سخت پریشان ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے پاس آکر عرض کیا آپ امت مسلمہ کے یہود و نصاریٰ کی طرح باہم مختلف ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر لے لیجئے۔ یہ سن کر آپؓ نے حضرت حصہؓ کے پاس کھلا بھیجا کہ جو صحیفے آپ کے پاس لائے رکھے ہیں انہیں بھیج دیجئے تاکہ میں ان کو مصحفوں میں نقل کرانے کے بعد پھر آپ کے پاس واپس ارسال کر دوں۔ حضرت حصہؓ نے وہ صحائف حضرت عثمانؓ کو بھجوا دیے اور آپؓ نے حضرت زید ابن ثابتؓ عبد اللہ بن مسعودؓ سعد بن العاصؓ اور عبد الرحمن بن الحارثؓ بن ہشام کو ان کے نقل کرنے پر مامور کیا اور کہا کہ جہاں کہیں قرآن کے تلفظ میں تمہارے اور زید بن ثابتؓ کے درمیان اختلاف ہو وہاں اس لفظ کو خاص قریش ہی کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ قریشوں کی اس جماعت نے مل کر حضرت عثمانؓ کے حکم کی تعمیل کی اور جب وہ ان صحیفوں کو مصاحف میں نقل کر چکے تو حضرت عثمانؓ نے وہ صحائف بدستور حضرت حصہؓ کے پاس واپس بھیج دئے اور اپنے لکھوائے ہوئے مصحفوں میں سے ایک ایک مصحف ممالک اسلامیہ کے ہر گوشہ میں ارسال کر دیا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سن ۲۵ھ کا ہے۔ ہمارے دور کے بعض علماء نے یہ بات غالباً "سوا" کہی ہے کہ یہ واقعہ تقریباً "سن ۳۰ھ کا ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

سور قرآنی کی تعداد..... جن لوگوں کا اجماع قابل تسلیم اور معتبر ہے ان کے نزدیک قرآن کی جملہ سورتیں ایک سو چودہ ۱۱۴ ہیں اور ایک قول میں "الانفال" اور "براءۃ" کو ایک ہی سورت ماننے کے باعث ایک سو تیرہ ۱۱۳ ہی بیان کی گئی ہیں۔

قرآن کو سورتوں میں تقسیم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے ہر ایک سورہ ہی کو مجزہ ثابت کرنا مقصود ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر ایک سورہ ایک مستقل نوشتہ ہے چنانچہ سورہ یوسف حضرت یوسفؑ کا قصہ بیان کرتی ہے اور سورہ براءۃ منافقین کے حالات اور ان کے مخفی راز وغیرہ کا پردہ فاش کرتی ہے۔

آیات و کلمات اور حروف کی تعداد..... ابن الفریس نے عثمان بن عطاء کے طریق پر بواسطہ عطاء حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ قرآن کی جملہ آیتیں چھ ہزار چھ سو سولہ (۶۶۱۶) ہیں اور قرآن کے تمام حروف کی تعداد تین لاکھ پچیس ہزار چھ سو اکتھ (۳۲۳۶۱) حروف ہیں۔ الدالی کا قول ہے کہ تمام علماء سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کی آیتوں کی تعداد چھ ہزار ہے مگر پھر اس تعداد پر اضافہ کے متعلق ان میں باہم اختلاف ہے علماء تعداد مذکورہ پر اضافہ کے قائل نہیں۔ اور کچھ علماء کا خیال ہے کہ دو سو چار آیتیں زیادہ ہیں اور دو سو سے اوپر والی آیتوں کی نسبت چودہ۔ انیس۔ پچیس۔ اور چھتیس کے اقوال موجود ہیں۔ "بہت سے علماء نے قرآن کے کلمات کا شمار ہزار نو سو تینتیس (۷۹۳۳) بتلایا ہے اور بعض مفسرین نے ستر ہزار چار سو سینتیس (۷۴۳۵) اور کچھ علماء نے ستر ہزار دو سو ستر (۷۷۲۷) ان کے علاوہ اور بھی کئی اقوال ہیں۔ تعداد میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کلمہ کی ایک حقیقت ہوتی ہے پھر اس کا مجاز بھی ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اس کے لفظ اور رسم الخط کی بھی رعایت رکھی جاتی ہے اور ان سب ہی امور کا اعتبار کرنا جائز ہے چنانچہ ان علماء

میں سے جو باہم اختلاف رکھتے ہیں ہر ایک نے انہی میں سے کسی ایک بات کا اعتبار کیا ہے۔

(۱) صاحب تفسیر بیضاوی

نام و نسب اور سکونت :- نام عبد اللہ لقب ناصر الدین کنیت ابو الخیر لور ابو سعید ہے باپ کا نام عمر بن محمد بن علی ہے۔ بیضاء نامی بستی آپ کا اصلی مسکن ہے یہیں آپ پیدا ہوئے اور اسی کی طرف منسوب ہو کر بیضاوی کہلاتے ہیں۔
میں کا آپ شافعی للہ ہب تھے۔

تحقیق بیضاء ولایت فارس میں ایک شہر ہے جس کا علاقہ نہایت خوشگوار اور سرسبز و شاداب ہے جس میں سانپ بچھو وغیرہ موذی جانوروں کا نام تک نہیں ہے یہاں کے انگور کا ایک ایک دانہ دس دس مثقال کا ہوتا ہے اور ایک خاص قسم کا سبب ہوتا ہے جس کا دور ان دو بلاشت کا ہوتا ہے۔ اس کو شاہ گشتاب نے لور بقول بعض حضرت سلیمانؑ کے حکم سے جنات نے تعمیر کیا تھا۔ فارس میں اس کو ”در اسفید“ کہتے تھے تعزیر کے بعد بیضاء ہو گیا۔ اصطخری کا قول ہے کہ یہاں ایک قلعہ تھا جو دور سے سفید نظر آتا تھا اس لئے اس کو بیضاء کہنے لگے مشہور زائد حسین بن منصور الخلاج اسی شہر کے باشندے تھے علمی مقام و جلالت شان علامہ تاج الدین سبکی نے ”طبقات کبریٰ“ میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ قاضی صاحب عابد و زاہد، نیک و صالح اور یگانہ روزگار امام تھے۔ ابتداء میں قضاء شیراز کے عہدہ پر فائز رہے پھر وہاں سے معزول ہو کر تبریز تشریف لائے اتفاق سے کسی فاضل کے حلقہ درس میں حاضری کا موقع ملا تو آپ سب سے آخر میں اس طرح خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے کہ حاضرین میں سے کسی کو بھی آپ کی آمد کی خبر نہ ہوئی۔ ابتداء تقریر میں فاضل مذکور نے کوئی اشکال پیش کیا اور حاضرین سے اس کا حل چاہا اور یہ بھی اعلان کر دیا کہ اگر کوئی حل کر سکتا ہو تو حل کرے ورنہ کم از کم میرے طرز پر نفس اشکال کا اعادہ ہی کر دکھائے یہ سن کر قاضی صاحب سے رہانہ گیا اور جواب کی تقریر شروع کی۔ فاضل مذکور نے کہا کہ جب تک مجھے تم یہ باور نہ کرادو کہ میرا اشکال صحیح معنی میں سمجھ گئے ہو اس وقت تک میں جواب نہیں سننا چاہتا لہذا پہلے میرے اشکال کا اعادہ کرو۔ قاضی صاحب نے بلا تاویل انہی الفاظ میں اشکال کا اعادہ کیا اس کے بعد اس کا تشفی بخش جواب دیا پھر فوراً اس پر اشکال قائم کر کے فاضل مذکور سے جواب طلب کیا وہ بیچارہ قاضی صاحب کے اشکال کا کہاں جواب دے سکتا تھا بخلیں جھانکتا رہ گیا۔

ہائے کیسی اس بھری مجلس میں رسوائی ہوئی
شاخ سعدی نے بچ کہا ہے
ہر پیشہ گماں مبرکہ خالی ست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اسی مجلس میں وزیر بھی موجود تھا وہ قاضی صاحب کے فضل و کمال کو باڑ گیا چنانچہ اس نے قاضی صاحب کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا آپ کون ہیں۔ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا میں بیضاوی ہوں طلب قضا کی خاطر شیراز سے حاضر ہوا ہوں۔ وزیر نے نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ خلعت فاخرہ سے نواز کر رخصت کیا۔ بعض حضرات نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایک عرصہ تک آپ وہیں رہے اور شیخ محمد بن محمد تھانی سے سفارش کی درخواست کی شیخ نے موقع پا کر ان کے متعلق سفارش بھی کی مگر قاضی صاحب کا ارادہ بدل گیا اور منصب دینیوہ ترک کر کے شیخ کی خدمت میں رہ پڑے اور انہی کے ایماء سے آپ نے بیضاوی جیسی عظیم الشان کتاب تصنیف کی۔

علمی کارنامے قاضی صاحب کو علوم دینیہ و فنون یقینیہ، حکمت و میزان، معانی و بیان غرض جملہ علوم میں مہارت تامہ اور کامل و دسترس حاصل تھی، مختصر الوسیل یعنی الغایۃ الفھوی (فقہ شافعی میں) منہاج الوصول الی علم الاصول اور شرح منہاج اور مرصاد الافہام الی مبادی الاحکام لایں حاجب اور شرح منتخب (اصول فقہ میں) طوابع الانوار (علم کلام میں) مصباح

الارواح (اصول دین میں) شرح مصابیح (حدیث میں) اور شرح کافیہ (نحو میں) اور شرح مطالع (منطق میں) قسطنطینی الحی بشرح اسماء الحنفی، لب الالباب فی علم الاعراب، نظام التواریخ آپ کے بحر علمی کا تین ثبوت ہے اور آپ کی عظیم الشان تفسیر انوار العزیز و سمر التوکیل مستغنی عن البیان ہے، شرح تنبیہ اور تہذیب الاخلاق بھی آپ ہی کی ہے۔

تفسیر بیضاوی اور اس کا ماخذ..... قاضی صاحب کی یہ تفسیر حقائق کلام و حکمت، دقائق حدیث و سنت، اسرار معانی و بیان، رموز فلسفہ و میزاج، وجوہ قرأت و تفسیر آیات، مقبول و معقول تاویلات، غوامض صرف و نحو، مباحث لغات محاسن نظم قرآن، تمییز مقاصد تنزیل، کشف معانی مصحف جلیل۔ غرض صدا باعلوم و معارف کا خزینہ ہے جس میں اعراب و معانی اور امور بیان علامہ جلال اللہ زکریا کی تفسیر کشاف سے ماخوذ ہیں بلکہ قاضی بیضاوی کی تفسیفات کی فہرست میں ہم اس کتاب کا نام عموماً "مختصر الکشاف" ہی پاتے ہیں تفسیر بیضاوی کا نام تو طاش کبریٰ زادہ نے الاسوی کی طبقات سے نقل کیا ہے (دیکھو مفتاح السعادة صفحہ ۳۳۶) تاہم بیضاوی نے کشاف کے سوا دیگر تفاسیر سے بھی چیزیں چنی ہیں چنانچہ حقائق کلام و حکمت امام فخر الدین رازی کی تفسیر "مفتاح الغیب" اور غوامض اشتقاق و لطائف اشارات تفسیر راغب اصفہانی سے ماخوذ ہیں اور وجوہ مقبولہ و تصرفات مقبولہ سونے پر سہاگہ ہے جو اس مرد میدان کا کام ہے

قال المولیٰ الحنفی

اولو الالباب لم یاتوا بکشف قناع ماتبلی

ولکن کان للقاضی

بد بیضا لاتبلی

تفسیر بیضاوی کی اہمیت..... اگر کوئی شخص ایک فقرہ کے مختلف پہلوؤں پر ادبی نقطہ نظر سے ذہن کو منتقل کرنے کی مشق بہم پہنچانا چاہے تو اس کے لئے کشاف کے بعد قاضی بیضاوی ہی کی تفسیر ہے جس کی گرم پازاری کا حال شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد تک تو یہ رہا ہے کہ بعض لوگ قرآن کے ساتھ پوری بیضاوی کو بھی زبانی یاد کر لیتے تھے، ملا عبد الحکیم سیالکوٹی جن کا بیضاوی پر مشہور حاشیہ ہے ان کے ایک شاگرد مولانا محمد معظم ساکن ہنہ تھے تذکرہ علمائے ہند کے مصنف نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ "قرآن مجید مع تفسیر بیضاوی حفظ گرفتہ" مگر جب سے عقلی اور ذہنی کتابوں کا بوجھ بڑھا ہے اس وقت سے عام مدارس میں بیضاوی کے صرف ڈھالی پارے رہ گئے اور آج کل تو صرف سوا پارہ ہی کو کافی سمجھ لیا گیا۔

قاضی صاحب کی تعریف پر نواب صاحب کا بیجا اعتراض..... ملا کا تب چلی نے "کشف الظنون" میں قاضی صاحب اور آپ کے کارناموں کو پر زور الفاظ میں سراہا ہے اس پر نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب "اکسیر فی اصول التہذیب" میں حد سے زیادہ برا بیچتے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ ملا کا تب چلی کا مدح بیضاوی میں مبالغہ اور تفسیر بیضاوی کی ثناء و توصیف میں غلو از قبیل حبك الشی یعمی و یصم ہے ورنہ ظاہر ہے کہ قاضی بیضاوی کا فضائل سور کے سلسلہ میں بہت سی ضعیف بلکہ موضوع احادیث درج کرنا نیز اہل کلام و حکمت کی پیروی میں آکر نصوص کو ان کے خواہر سے پھراتے ہوئے معقولوں کے مذاق پر ڈھالنا ایک ایسی بات ہے جس میں موافق و مخالف سب یک زبان ہیں میں کہتا ہوں اس میں ملا صاحب کا تصور نہیں، اس واسطے کہ علوم دینیہ و فنون یقینیہ ہر دو میں قاضی صاحب کی مہارت افاضل فنون اور علماء مقبول سب کے نزدیک مسلم ہے رہا اعتراض سواول تو اس کا جواب خود ملا کا تب کے کلام میں مذکور ہے دوم یہ کہ اگر یہی بات ہے تو پھر قاضی شوکانی کی شرح التقدیر یعنی کون سی پاک ہے جس کے مطالعہ کی وصیت نواب صاحب کر رہے ہیں بلکہ خود نواب صاحب کی تفسیر خصوصاً اور جملہ تصانیف عموماً طب دیابلس سے بھر پور ہیں۔ سوم یہ کہ جملہ عیوب و نقائص سے پاک صاف تو صرف ذات ایزد متعلیٰ ہے اس قسم کی قدر لیبر چیزوں کو سامنے رکھ کر جملہ خوبیوں کو پانی کی نذر کرنا عین نا انصافی ہے۔

دنیا عاقبتی سے رحلت..... تاج الدین سبکی نے "طبقات کبریٰ" میں کہا ہے کہ قاضی صاحب نے سن ۶۸۵ھ میں تبریز

مقام میں وفات پائی، صلاح صفدی نے بھی اپنی تاریخ میں یہی سن مانا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ تبریزی میں مدفون ہیں۔
شکول بہائی میں بھی یہی مذکور ہے۔ بعض حضرات نے سنہ وفات سن ۶۸۲ھ ذکر کیا ہے مگر پہلا قول رائج ہے۔
و بعضہم فی تاریخہ

نصرت حق ناصر دین نبی

شد چو از دنیا فر دوس بریں

گو فرید

تاریخش دگر

العصر

۶۸۵

یقین

اہل

سید

دین

ناصر

۶۸۵

حواشی بیضادی..... (۱) حاشیہ محی الدین محمد بن شیخ مصلح الدین مصطفیٰ قوجوی متوفی سن ۹۵۱ھ، یہ حاشیہ عظیم المنافع کثیر الفوائد اور بہت سہل العبدۃ ہے یہ پوری تفسیر پر آٹھ جلدوں میں ہے، بعد میں موصوف نے اس میں کچھ ترمیم بھی کی ہے۔
(۲) حاشیہ ابن التجدید مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم، استاذ سلطان محمد خاں فارغ قسطیلینہ، یہ تین جلدوں میں ہے جو حواشی کشاف سے مختص ہے یہ بھی مفید اور جامع ہے۔

(۳) فتح الجلیل بیان حنفی انوار التنزیل، لڑکریا بن محمد انصاری مصری متوفی سن ۹۱۰ھ، ایک جلد میں ہے آغاز بایں الفاظ ہے۔ ”الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب اه“ اور آخر بیضادی میں جو احادیث موضوعہ ہیں موصوف نے ان پر بھی تنبیہ کی ہے۔

(۴) حاشیہ کمال الدین اسماعیل بن بابی القرمانی مشہور بقرہ کمال۔

(۵) نوابد الابرار فی شواہد الافکار، شیخ جلال الدین سیوطی متوفی سن ۹۱۱ھ یہ بھی ایک جلد میں ہے۔

(۶) حاشیہ ابوالفضل صدیقی قریشی مشہور بگا زردی متوفی سن ۹۳۰ھ۔ اس کا آغاز بایں الفاظ ہے ”الحمد لله الذي

انزل آیات بینات محکمات“ یہ بھی ایک جلد میں ہے مگر حقائق و دقایق سے بھرپور ہے۔

(۷) حاشیہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید کرمانی شافعی متوفی سن ۸۶۷ھ اس کی بھی سورۃ یوسف تک

ایک جلد ہے آغاز بایں الفاظ ہے ”الحمد لله الذي وفقنا للخوضي اه“

(۸) حاشیہ محمد بن جلال الدین بن رمضان شروانی متوفی سن ۹۰۰ھ اس کی دو جلدیں ہیں آغاز بایں الفاظ ہے۔ ”قال

الفقیہ بعد حمد لله العظیم العلام اه“

(۹) حاشیہ جمال الدین اسحاق قرمانی متوفی سن ۹۳۳ھ

(۱۰) حاشیہ بابانعت اللہ بن محمد متوفی سن ۹۰۰ھ

(۱۱) حاشیہ مصطفیٰ بن شعبان سروری متوفی سن ۹۶۹ھ آغاز بایں الفاظ ہے ”الحمد لله الذي جعلني كشاف القرآن اه“

(۱۲) حاشیہ ملا عوض متوفی سن ۹۹۴ھ کافی ضخیم ہے تقریباً تیس جلدوں میں ہے۔

(۱۳) الحام المباحی ایضاح غریب القاضی شیخ ابی بکر بن احمد بن صاحب الحلیم متوفی سن ۷۱۴ھ۔

(۱۴) حاشیہ شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین علوی گجراتی متوفی سن ۹۹۸ھ۔

(۱۵) حاشیہ شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان رومی (ابن کمال پاشا) متوفی سن ۹۴۰ھ۔

(۱۶) حاشیہ شیخ اسماعیل شروان متوفی سن ۹۴۲ھ۔

(۱۷) حاشیہ شیخ محمد الدین محمد آفندی بن پیر علی برکلی رودی متوفی سن ۹۸۱ھ۔

(۱۸) حاشیہ ملا عبد السلام دیوبی (البادھی)۔

(۱۹) حاشیہ لسان اللہ بن نور اللہ بن حسین بناری متوفی سن ۱۱۳۳ھ۔

(۲۰) حاشیہ شیخ محمد بن علی حصکلی متوفی سن ۱۰۸۸ھ۔

(۲۱) حاشیہ شیخ ابی یوسف یعقوب البیانی متوفی سن ۱۰۹۸ھ۔

(۲۲) حاشیہ علامہ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی متوفی سن ۱۱۵۵ھ۔

(۲۳) ہدایۃ الرواہ الی القادوق المدلوی للجز عن تفسیر المیزان شیخ محمود بن حسن انضلی مشہور بصاق گیلانی متوفی

سن ۹۷۰ھ سورۃ اعراف سے آخر قرآن تک ہے۔

(۲۴) حاشیہ محمد بن فراموز مشہور بسلاخرد متوفی ۸۸۵ھ صرف سیقول السفہاء تک ہے مگر نہایت عمدہ ہے۔

(۲۵) حاشیہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ سیقول کے ثلث تک ہے۔

(۲۶) حاشیہ محمد عبد الملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۰۶ھ یہ ملاخرد کے حاشیہ کا ذیل ہے جو آخر بقرہ تک ہے۔ آغاز

بایں الفاظ ہے الحمد لله هادی المتقين ۵۱

(۲۷) تفسیر التفسیر لنور الدین حمزہ قرمانی متوفی ۸۷۱ھ یہ صرف زہر الدین پر ہے۔

(۲۸) حاشیہ عصام الدین ابراہیم بن محمد عرب شاہ اسفرائی متوفی ۹۴۳ھ اول سے آخر اعراف تک ہے اور

تصرفات لائقہ و تحقیقات فائقہ سے مشہور ہے آغاز بایں الفاظ ہے۔ ”الحمد لله الذي غم بارفاد او شاد الفرقان كل لسان“ اس کو سلطان سلیم خان کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا۔

(۲۹) حاشیہ سعد اللہ بن عیسیٰ مشہور لسجدی آفندی متوفی ۹۴۵ھ سورۃ ہود سے آخر تک ہے اور اس کے اول کے

حصہ ان کے فرزند پیر محمد کا ہے جو حواشی کشاف سے اخذ کردہ تحقیقات لطیفہ و مباحث شریفہ سے مزین ہے۔

(۳۰) حاشیہ استاد سان الدین یوسف بن حسام الدین متوفی ۹۸۶ھ سورۃ انعام سے کف تک اور سورۃ ملک و مدثر

اور قمر مختلف مقامات پر عمدہ حاشیہ ہے جو سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔

(۳۱) حاشیہ محمد بن عبد الوہاب مشہور بید الکرم زادہ متوفی ۹۷۵ھ اول سے آخر تک ہے۔

(۳۲) حاشیہ شیخ احمد شہاب بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ آٹھ جلدوں میں ہے اور اچھا ہے۔

(۳۳) حاشیہ شیخ عثمان بن عیسیٰ بن ابراہیم السدی برہانپوری متوفی ۱۰۰۸ھ

(۳۴) حاشیہ شیخ ابویوسف یعقوب البیانی لاہوری متوفی ۱۰۹۸ھ

(۳۵) التقریر الجوی شرح اردو بیضادی۔ از حضرت الاستاذ مولانا سید فخر الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند

بیضادی پر تعلیقات (۳۶) تعلیق سان الدین یوسف بردعی مشہور نجم سان محشی شرح فرائض اول سے ”وما کادو

ایقلون“ تک ہے۔

(۳۷) تعلیق شیخ محمد الدین محمد الہی متوفی ۹۲۲ھ

(۳۸) تعلیق مصطفیٰ بن محمد مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ صرف سورۃ انعام پر ہے۔

(۳۹) تعلیق محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن متوفی ۹۱۱ھ یہ بھی صرف سورۃ انعام پر ہے۔

(۴۰) تعلیق شیخ اصح الدین محمد متوفی ۹۷۷ھ آخر زہر الدین تک ہے اور مباحث دقیقہ پر مشتمل ہے۔

(۴۱) تعلیق ملا حسین خلجانی متوفی ۱۰۱۴ھ سورۃ سین سے آخر تک ہے آغاز بایں الفاظ ہے۔ الحمد لله الذي

تولہ لعر فاء فی کبرياء ذالہ

(۴۲) تعلیق نصر اللہ روی

(۴۳) تعلیق غرس الدین حبیبی طیب

(۴۴) تعلیق محی الدین محمد بن قاسم مشہور باخوین متوفی ۹۰۴ھ صرف زہر الدین پر ہے۔

(۴۵) تعلیق سید احمد بن عبد اللہ قرہی متوفی ۹۵۰ھ

(۴۶) تعلیق محمد کمال الدین تاشقندی صرف سورۃ انعام پر ہے۔

(۴۷) تعلیق محمد بن عبد الغنی متوفی ۱۰۳۶ھ نصف بقرہ تک پچاس جزو ہیں۔

(۴۸) تعلیق محمد امین مشہور بابن صدر الدین شروانی متوفی ۱۰۳۶ھ صرف ”لم ذک الکتاب“ تک ہے۔

(۴۹) تعلیق ہدایۃ اللہ علانی متوفی ۱۰۳۹ھ

(۵۰) تعلیق محمد سرانی

(۵۱) تعلیق محمد بن ابراہیم حنبلی متوفی ۹۷۱ھ

(۵۲) تعلیق محمد امین مشہور بابیر بادشاہ بخاری حسینی، سورۃ انعام تک ہے۔

(۵۳) تعلیق محمد بن موسیٰ بسوی متوفی ۱۰۳۶ھ آخرہ سورۃ انعام تک ہے۔ آغاز بایں الفاظ ہے ”الحمد

لله الذی فضل بفضلہ العالمین علی الجاہلین ۱“ اس میں بہت زیادہ ایجاز ہے۔

(۵۴) تعلیق شیخ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ

(۵۵) تعلیق احمد بن روح اللہ انصاری متوفی ۱۰۰۹ھ آخر اعراف تک ہے۔

(۵۶) الاتحاف بتیز ماتج فیہ البیضا دی صاحب الکشاف، تعلیق محمد بن یوسف شامی، آغاز بیاں الفاظ ہے۔

”الحمد لله الهادی للصواب ۱“

(۵۷) تعلیق کمال الدین محمد بن ابی شریف قدسی متوفی ۹۰۳ھ

(۵۸) تعلیق الحادی علی تفسیر البیضا دی شیخ ابی الجعد عبد الحق بن سیف الدین الحدیث الدہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

(۵۹) تعلیق سید شریف علی بن محمد جانی متوفی ۸۱۶ھ

(۶۰) تعلیق شیخ رضی الدین محمد بن یوسف مشہور بابن ابی اللطف قدسی متوفی ۱۰۳۸ھ

(۶۱) تعلیق محمد بن محمد بن عبد الرحمن معروف بابالم الکالمیہ قاہری متوفی ۸۷۲ھ

تخارج احادیث بیضاوی..... (۶۲) تحفۃ الراوی فی تخرج احادیث البیضاوی، شیخ محمد بن الحسن المعروف بہ ”ابن

ہبات“ حنفی متوفی ۱۱۷۵ھ (۶۳) لؤلؤ السماوی تخرج احادیث البیضاوی شیخ عبد الرؤف المنادی

حل ایات بیضاوی..... از مولانا فیض الحسن بن فخر الحسن سارنپوری متوفی ۱۳۰۷ھ

(۲) صاحب تفسیر ابن کثیر

نام و نسب اور پیدائش..... اسماعیل نام عماد الدین لقب ابو اللہ اء کنیت اور باپ کا نام عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر ہے اور قیس الاصل میں ۷۷۰ھ ۷۷۱ھ اطراف بصری شام کی بستی ”مجدل“ میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد عمر خطیب تھے، زندگی کا اکثر حصہ دمشق میں گزرا اس لئے دمشق کہلاتے ہیں، یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ابن کثیر کے ساتھ

۱۔ از مفتاح السعاده، طبقات کبری، کش الطنون، دائرۃ المعارف، نظام تعلیم وغیرہ ۱۲

ایک اور شخصیت بھی مہم ہے۔ یعنی صاحب ”الحقیر فی اخبار البشر“ و صاحب ”تقویم البلدان“ وغیرہ۔ ان کا نام بھی اسماعیل ہے اور ابو الفطوح کنیت ہی سے مشہور ہیں لیکن یہ صاحب ترجمہ کے علاوہ ہیں جو دمشق کے امیر و حاکم تھے۔ ان کی وفات ۷۳۲ھ میں ہے۔

تحصیل علوم..... ۷۰۶ھ میں جب کہ آپ کی عمر چھ سال سے بھی کم تھی اپنے بھائی شیخ عبد الوہاب کے ساتھ دمشق آئے اور ان سے تعلیم لی اس وقت والد ماجد وفات پا چکے تھے۔ (دوسری روایت یہ ہے کہ ۷۰۶ھ میں اپنے والد ہی کے ہمراہ دمشق پہنچے تھے) یہاں آپ نے کتاب التبیہ اور مختصر ابن حابط حفظ یاد کی۔ برہان فزاری اور کمال الدین ابن قاضی شہبہ سے فقہ حاصل کیا۔ اصہبانی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، ابن السوید اور قاسم بن عمار وغیرہ شیوخ حدیث سے سماع اور روایت حدیث حاصل کی اور شیخ ابوالحجاج مزی شافعی سے تکمیل کی جو آپ کے خسر بھی ہوئے تھے۔ علامہ نقی الدین ابن تیمیہ کی بھی شاگردی کی ہے اور باوجود شافعی المسلک ہونے کے علامہ موصوف سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ حتیٰ کہ طلاق اور دیگر مسائل میں علامہ ہی کے خیالات کی تائید کی۔ جس کی وجہ سے تکالیف بھی اٹھائیں، جب علامہ کا انتقال ہوا تو اپنے خسر کے ساتھ قید خانہ جا کر ان کے چہرے سے پادراٹھائی اور پیشانی کو بوسہ دیا۔

علمی مقام اور درس و تدریس..... حافظ ابن کثیر اپنے زمانہ کے مشہور و معروف محدث، مفسر اور مورخ تھے۔ تفسیر و حدیث فقہ و نحو میں کمال اور فن رجال و علل حدیث میں گہری نظر رکھتے تھے۔ حافظ ذہبی نے معجم میں آپ کو امام، مفتی، بارع، فقیہ، مٹھن، مفسر اور صاحب تصانیف مفیدہ لکھا ہے، آپ کی زندگی افتاء و مناظرہ، تصنیف و تالیف اور درس و تدریس میں گزری۔ ایک عرصہ تک مدرسہ ”ام الصالح“ میں درس دیتے رہے اور علامہ ذہبی کی وفات کے بعد مدرسہ ”مستحزیہ“ میں بھی درس دیا ہے۔ علماء احناف کے مشہور فاضل صدر الدین علی بن محمد بن العز الازرقی الدمشقی المتوفی ۷۴۶ھ صاحب شرح عقیدہ الطحاوی اور شیخ محمود بن احمد بن مسعود قونوسی دمشقی متوفی ۷۷۰ھ شارح عقیدہ الطحاوی آپ کے شاگرد و شید ہیں۔ علمی خدمات..... آپ نے بہت سی کتب جلیلہ نافعہ تصنیف کیں جو آپ کی زندگی ہی میں دور دراز مقامات میں پھیل چکی تھیں۔

(۱) ”التکمیل فی معرفۃ الثقات والعقلاء والنجاہیل“ یہ پانچ ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۲) جامع المسانید والسنن الہادی لا قوم سنن۔ اس میں مسند امام احمد کو بترتیب حروف مدون کر کے ہر صاحب روایت صحابی کا ترجمہ ذکر کرتے ہوئے اس کی تمام روایات مرویہ اصول ستہ، مسند احمد، مسند بزاز، مسند ابی یعلیٰ، معجم کبیر وغیرہ جمع کی ہیں اور بہت سے علمی حدیثی فوائد بڑھائے ہیں اور بزوائد طبرانی وزوائد ابویعلیٰ کو بھی شامل کیا ہے۔

(۳) الاجتہاد فی طلب الجہاد۔ یہ ایک رسالہ ہے جو امیر حنبل کے لئے اس وقت تصنیف کیا تھا جب فرنگیوں نے قلعہ لیاں کا محاصرہ کیا۔

(۴) تحزین الاولیۃ التبیہ

(۵) مسند الشیخین

(۶) طبقات الشافعیہ

(۷) مختصر علوم الحدیث

(۸) الکوکب الدراری

(۹) الاحکام الصغری، فروع و احکام میں ایک مبسوط کتاب کی تالیف بھی شروع کی تھی جو مکمل نہ ہو سکی۔

(۱۰) تاریخ الکامل۔ اس میں ۶۲۸ھ تک کے حالات ہیں۔

(۱۱) کتاب فضائل القرآن۔ یہ تفسیر ابن کثیر کا ذیل ہے جس پر تفسیر کی تکمیل ہے۔

(۱۲) تفسیر ابن کثیر..... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت دو کتابوں کو حاصل ہوئی۔ ایک تفسیر ابن کثیر کو جس کے متعلق حافظ سیوطی لکھتے ہیں ”لم یولف مثله“ کہ اس جیسی تفسیر نہیں لکھی گئی، اس واسطے کہ آپ سے پہلے تفسیر نگار لوگ احادیث صحیحہ کے ساتھ روایات ضعیفہ بلکہ اسرائیلیات کو بھی جگہ دے دیتے تھے، حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب محدثین کے طرز پر تصنیف کی اور احادیث صحیحہ کو روایات ضعیفہ سے ممتاز کرنے میں بڑی حد تک کامیاب رہے، یہ کتاب مصر سے چار ضخیم جلدوں میں طبع ہوئی ہے اور اس کا کچھ حصہ داخل درس بھی ہے، آپ کی دوسری اہم کتاب (۱۳) البدایہ والنہایہ ہے جو چودہ ضخیم جلدوں میں مصر سے طبع ہوئی ہے، رالم الحدوف نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ نہایت مفید علمی ذخیرہ ہے۔ جس میں ابتداء تخلیق سے ۷۶۷ھ تک کی تاریخ ہے۔ پس اس میں آپ کی کتاب الکامل کے لحاظ سے ایک سو اسی سال کی مزید تاریخ ہے۔

وفات..... آپ نے ۵ شعبان ۷۷۷ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اب آپ دمشق کے مقربہ صوفیہ میں ابن تیمیہ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

ہر آنکہ زادناچار باید ش نو شید ز جام دہرئے ”کل من علیہا فان“

(۳) صاحب مدارک التنزیل

ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی کی تصنیف ہے۔ جن کے حالات کنز الدقائق کے ذیل میں آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ

(۴) صاحب جلالین

(نصف ثانی)

نام و نسب اور سکونت..... نام محمد، لقب جلال الدین اور والد کا نام احمد ہے۔ پورا نسب یوں ہے جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابرہیم بن احمد بن ہاشم الجلال ابی عبد اللہ بن الشہاب ابی العباس بن الکمال الانصاری الحلی، محلہ کبریٰ کی طرف منسوب ہیں جو مغربی مصر کا ایک شہر ہے، آپ ماہ شوال ۷۹۱ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی۔

تحصیل علوم..... پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور ابتدائی چند کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد فقہ علامہ بیجوری، جلال بلقینی، دلی عراقی، شمس برماوی سے اور اصول عز بن جماعہ سے اور نحو شہاب بخمی، شمس شطونی سے اور فرائض و حساب ناصر الدین بن انس مصری حنفی سے اور منطق، جدل، معانی، بیان، عروض، اصول فقہ بدر محمود اقصرائی سے اور اصول دین اور تفسیر عالمہ شمس بساطی وغیرہ سے حاصل کیا۔ نظام صیرامی حنفی، شمس بن الدیری حنفی، مجد برماوی شافعی، شہاب احمد مغراوی مالکی اور بقول بعض کمال دمیری، شہاب بن العباد، بدر طنبیدی وغیرہ کے حلقہائے درس میں بھی شریک ہوئے اور حدیث دلی عراقی وغیرہ سے حاصل کی، بقول بعض علامہ بطنی، ابن الملقن انہاسی سے بھی روایت رکھتے ہیں۔

درس و تدریس..... شروع میں آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص کو اپنی جگہ قائم مقام کیا اور خود درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور خلق کثیر نے آپ سے علم حاصل کیا۔ بلکہ بہت سے فضلاء تو آپ کی زندگی

۱۔ از مفتاح السعادة، کشف الظنون، در و کاسہ ذیل تذکرہ الحفاظ، شذرات الذہب وغیرہ ۱۴۰

ہی میں مدرس ہو گئے تھے۔ ۸۴۲ھ میں کچھ عرصہ تک برقوقیہ میں شہاب کورانی کی جگہ بھی درسی خدمات انجام دیں۔ آپ پر عمدہ قضاء بھی پیش کیا گیا تو اس سے انکار کر دیا۔

تصانیف..... آپ نے جمع الجوامع، درقات (لامام الحرمین) منہاج فرعی، بردہ وغیرہ کی بہترین شرحیں لکھیں۔ مناسک حج پر کچھ کام کیا اور تفسیر قرآن نصف آخر سے فارغ ہوئے۔ نصف اول کا ارادہ تھا مگر عمر نے وفات کی، اسی طرح شرح اعراب بھی مکمل نہ ہو سکی اور شرح شیبیہ بھی نامکمل رہی۔

وفات..... مرض اسہال میں مبتلا ہو کر ۱۵، رمضان کو سنہ ۸۶۴ھ میں طائر ملکوتی سے قفس قالب ناسوتی سے نجات پائی۔ باب نصر میں ایک عظیم جمع کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی گئی اور اپنے آباء کے قریب اس قبرستان میں مدفون ہوئے جو جو شہنشاہ کے سامنے بنایا تھا۔ آپ اپنی زندگی میں متعدد بار بیت اللہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

جلالین شریف..... فن تفسیر کی ایک مختصر سی کتاب ہے۔ جس کے الفاظ قریب قریب قرآنی الفاظ کے ہم عددی ہیں۔ بلکہ یہ دراصل قرآن کے عربی ترجمہ کی ایک شکل ہے کہ مشکل الفاظ اور مشکل ترکیبوں کا حل اور آیات کے ساتھ مختصر سے جملے ایضاً مطالب کیلئے زیادہ کر دیئے جاتے ہیں۔ کہیں کہیں کوئی قصہ طلب بات ہوتی ہے تو اس کو بھی اجمالاً ذکر کر دیا جاتا ہے، جلالین اور اس جیسی دیگر کتابوں کو نصاب میں داخل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ میں ایسی استعداد اور ملکہ راسخہ پیدا ہو جائے کہ تعلیمی زندگی سے الگ ہونے کے بعد اپنے متعلقہ فنون کے حقائق و مسائل تک استاد کی اعانت کے بغیر رسائی ہونے لگے۔ اس مقصد کے لئے جلالین شریف بہت کامیاب تفسیر ہے۔

عامتہ الورود مغالطہ اور بجاؤ کی شکل..... تفسیر مذکور کو جلالین اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دو بزرگوں کی تصنیف ہے۔ ایک جلال الدین محلی دوسرے جلال الدین سیوطی۔ مگر اس میں عام طور سے مغالطہ ہو جاتا ہے اور یاد نہیں رہتا ہے کہ کون سا حصہ کس کا ہے۔ حتیٰ کہ ملاکات چلی جیسا شخص بھی اس غلطی کا شکار ہو گیا، اس مغالطہ سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی نسبتوں کے پہلے حرف کو دیکھا جائے کہ سیوطی میں پہلا حرف سین ہے اور محلی میں پہلا حرف میم ہے اور حروف تہجی میں پہلے سین ہے پھر میم۔ پس پہلا حصہ سین والے کا ہے یعنی جلال الدین سیوطی کا اور آخری حصہ میم والے کا ہے یعنی جلال الدین محلی کا۔

جلالین اور اس کا ماخذ..... شیخ موفق الدین احمد بن یوسف بن حسن بن رافع کواشی نے دو تفسیریں لکھی ہیں۔ ایک کبیر جس کو تبصرہ کہتے ہیں، دوسری صغیر جس کو تلخیص کہتے ہیں۔ اس میں موصوف نے وجوہ اعراب اور انواع و قوف کو جمع کیا ہے، شیخ جلال الدین محلی کا اعتماد اسی تفسیر صغیر پر رہا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ تفسیر وجیز، تفسیر بیضاوی اور ابن کثیر بھی پیش نظر رہی ہے۔

حواشی جلالین..... (۱) جمالین لملا نور الدین علی بن سلطان محمد الہمدی مشہور مہمل علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ بہت مفید حاشیہ ہے۔ آغاز بایں الفاظ ہے ”الحمد لله ذي الجلال والجمال والكمال“ یہ ۱۰۰۳ھ کی تالیف ہے۔

(۲) قیس البیرین شیخ شمس الدین محمد بن ابی القاسم ۹۵۲ھ کی تالیف ہے۔ آغاز بایں الفاظ ہے۔ ”أحمدك اللهم

حمد الانقطاع اه“

(۳) جمع البحرین و مطلع الدرین، جلال الدین محمد بن محمد الکرخی، کئی جلدوں میں ہے۔

(۴) الفتوحات الالہیہ توضیح تفسیر الجلالین للذات القائل الخفیہ شیخ سلیمان الجمل التونی ۱۲۰۴ھ میں علماء الازہر بہترین

حاشیہ ہے چار جلدوں میں ہے۔

۱۔ قال بعض علماء اليمن عدوت حروف القرآن وتقسيمه جلالين فوجدتهما قساولين الى سورة المزمل ومن سورة المدثر التفسير زائد على القرآن فعلى هذا يجوز حمله بغير الوضوء ۱۲۔

(۵) کمالین شیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن عبد الصمد فخر الدین حنفی متوفی ۱۲۲۹ھ (از احمد شیخ عبدالحق محدث دہلوی)
(۶) تظلیق بر جلالین از مولوی وصی علی بن حکیم محمد یوسف تلیق آبادی لہ

(۵) صاحب جلالین (نصف اول)

نام و نسب اور سکونت..... نام عبد الرحمن، لقب جلال الدین، کنیت ابو الفضل ہے۔ پورا نسب یوں ہے۔ عبد الرحمن جلال الدین بن ابی بکر محمد کمال الدین بن سابق الدین بن عثمان فخر الدین بن محمد ناظر الدین بن سیف الدین خضر بن ابی الصلاح ایوب نجم الدین بن محمد ناصر الدین بن شیخ ہمام الدین السیوطی۔ سیوط کی طرف منسوب ہیں۔ جس کو اسیوط بھی کہتے ہیں۔ نواح مصر میں دریائے نیل کے مغربی جانب ایک شہر ہے۔ ۲۔ یہیں محلہ خضریہ جو سوق خضر کے ساتھ مشہور ہے۔ بعد مغرب یکم رجب ۸۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے عہد کے نہایت باکمال ائمہ فن میں سے تھے۔ قدرت کی طرف سے ان کی ذات میں بہت سی خصوصیات اور خوبیاں ودیعت کی گئی تھیں۔

تحصیل علوم..... آپ پانچ سال سات ماہ کے تھے کہ ۸۵۵ھ میں سایہ پداری سے محروم ہو گئے۔ حسب وصیت والد ماجد چند بزرگوں کی سرپرستی میں آئے جن میں شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی بھی تھے۔ انہوں نے آپ کی طرف پوری توجہ کی۔ چنانچہ آپ نے آٹھ سال سے کم عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہو کر عمدہ، منہاج، اصول الفیہ، ابن مالک وغیرہ کتابیں حفظ کیں۔ شیخ شمس سیرای اور شیخ شمس مرزانی حنفی سے بہت سی درسی وغیر درسی کتابیں پڑھیں۔ شیخ شہاب الدین الشارح مساجی سے فرائض کی تحصیل کی۔ شیخ الاسلام علم الدین علامہ بلقینی، علامہ شرف الدین البنادی اور محقق دیار مصر سیف الدین محمد بن محمد حنفی کے حلقہائے درس سے بھی مدد توں استفادہ کیا۔ علامہ محی الدین کاشانی کی خدمت میں چودہ سال تک رہے۔ ۳۔

علمائی تحول کی فحش ترین غلطی..... صاحب ”حصول المامول من علم الاصول“ و ”الجنة فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ“ یعنی نواب صدیق حسن خاں نے ذکر کیا ہے کہ علامہ سیوطی، حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد ہیں، لیکن یہ از روئے تاریخ بالکل غلط ہے کیونکہ اصحاب توارخ و طبقات کی تصریح موجود ہے کہ حافظ ابن حجر کی وفات ۸۵۲ھ میں ہوئی ہے اور حافظ سیوطی کی پیدائش ۸۳۹ھ میں ہے تو حافظ ابن حجر کی وفات کے وقت حافظ سیوطی تین سال کے تھے۔ فانی یصح التلمذ، دراصل موصوف کو قاضی شوکانی اور ملا علی قاری کی عبارت سے دھوکا ہوا ہے۔ ملا علی قاری نے مرقاة مشکوٰۃ کے شروع میں لکھا ہے قد حصل لی اجازت تامت و رخصت عامت من الشیخ العلامة علی بن محمد بن احمد الخبانی الازہری الاشعری الانصاری وقد قال قرات علی شیخ الاسلام و امام الائمت الاعلام الشیخ جلال الدین السیوطی کتابن

۱۔ از مفتاح السعادة، الضوء اللامع، كشف الظنون وغیرہ۔ ۱۲۔

۲۔ فی المعجم العلمی سیوطی ہی مدینتہ بعد قلیلا عن الشاطی الغریبی للنیل وہی ذات تجارة وصناعت و ثروة وعمران یصنع فیہا الآبنوس وقرن الخربین ومن الفیل وفیہا آثار قدیمت وہی عاصمتہ مدینتہا یسکنہا نحو من ستین الفامن النفوس (مدینتہ اسیوط مساحہا) (۴۳۰۰۰) فدان ویسکنہا اکثر من نصف ملیون نسمت، عدمدراکترہا سبت اسیوط وانبوب وابوتج البداری ومتعلوط ودیروط وملوی، اشہر محصور لانہا القطن والکناں والعدس والفول وقصب السكر والحبوب ۱۲۔

۳۔ حاطب لیل وجارف سیل میں آپ نے اپنے اساتذہ کی تعداد ۱۵۱ گنتی ہے۔

الحديث وغيره من العلوم كالبخارى ومسلم وغيرهما من الكتب الست وغيرها البعض قراءة والبعض سماعا وقد اجازنى بجميع مرفقاته وبما اجاز به خاتمت المحدثين مولانا الشيخ ابن حجر المستقلانى "موصوف نے حج الوصول الى اصطلاح احاديث الرسول" کے بعض مواضع میں ملا علی قاری کی مذکورہ بالا عبارات کے ساتھ منہیہ لکھ کر اس کے آخر میں کہا ہے۔ "وهذا يدل على ان السيوطى اخذ عن الحافظ ابن حجر صاحب الفتح فليعلم۔" حالانکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ از روئے تاریخ بالکل محال ہے اس لئے ملا علی قاری اور قاضی شوکانی کے کلام کو تلمذ بالواسطہ پر محمول کیا جائے گا کہ کبھی تلمیذ کا اطلاق تلمیذ التلمیذ پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ خود فاضل موصوف نے "هدايه السائل الى ادلة المسائل" میں سیوطی کو ابن حجر کا تلمیذ بتانے کے بعد جو منہیہ لکھا ہے اس کا حاصل یہی ہے۔ انہ ہکذا ذكره الشوكاني ولعل التلمذ بالواسطه او بالا جازة، انه على ذلك كله للولى عبدالحى اللكنوى فى التعليقات السنية۔"

درس و تدریس اور افتاء..... تحصیل و تکمیل کے بعد ۸۷۱ھ میں افتاء کا کام شروع کیا اور ۸۷۲ھ سے الماء حدیث میں مشغول ہوئے اور تدریس عربی کی اجازت تو آپ کو ۸۶۶ھ ہی میں مل گئی تھی۔ موصوف نے "حسن المحاضرہ" میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے سات علوم تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے حج کے موقع پر آب زمزم پی اور یہ نیت کی کہ فقہ میں شیخ سراج الدین بلقینی کے رتبہ کو اور حدیث میں حافظ ابن حجر کے رتبہ کو پہنچ جاؤں، شمس الدین محمد بن علی بن احمد الداؤدی المالکی علامہ علی ابن محمد بن احمد البانی الاندلسی نے آپ پر سلسلے قوت حافظہ..... آپ اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ نے خود فرمایا ہے کہ "مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر مجھے اس سے زیادہ ملتیں تو ان کو بھی یاد کر تا۔ شاید اس وقت اس سے زیادہ دنیا میں موجود نہیں۔" عزت و گوشہ نشینی..... جب چالیس سال کی عمر ہوئی تو آپ نے درس و تدریس، افتاء و قضا اور تمام دنیوی تعلقات ختم کر کے تجرد و گوشہ نشینی اختیار کی اور ریاضت و عبادت و رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔

صلوئے خواہم کہ دور سے کس طرح چوں مرد یاد ۛ خاکدان دہرا بہر دنیا بہر مرد من
استغناء و بے نازی دنیاوی مال و دولت کا طوط سے آپ کی طبیعت میں اس قدر استغناء تھا کہ اسراء و اغنیاء آپ کی زیارت کو آتے اور کئے تحائف لائے
بدایا اسماں پیش کرتے مگر آپ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرتے۔

حالی دل انساں میں ہے ہم دولت کو نین
شرمندہ ہوں کیوں غیر کے احسان و عطا سے
سلطان غوری نے ایک کھسی غلام اور ایک ہزار اشرفیاں بھیجیں آپ نے اشرفیاں واپس کر دیں اور غلام کو آزاد کر کے حجرہ نبویہ (علی صاحبہ الف سلام و تحیۃ) کا خادم بنا دیا، اور خادم سے کہا کہ آئندہ ہمارے پاس کوئی ہدیہ نہ آئے خدا نے ہمیں ان بدایا و تحائف دنیوی سے مستغنی کر دیا ہے۔
کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا
بادشاہ نے کئی بار ملاقات کے لئے بلایا مگر آپ نہیں گئے

مرد بخاندان باب بے مرد و دہر
کہ کج عافیت در سرائے خویشین ست (حافظ)
کر لہات و خرق عادات..... آپ کے غلام خاص محمد بن علی حاک کا بیان ہے کہ ایک روز قیلولہ کے وقت فرمایا۔ اگر تم میرے مرنے سے پہلے اس رات کا افتاء نہ کرو تو آج عصر کی نماز مکہ معظمہ پر دھو لوں۔ عرض کیا ضرور! فرمایا! آنکھیں بند کر لو اور ہاتھ پکڑ کر تقریباً ۲ قدم چل کر فرمایا، آنکھیں کھول دو۔ دیکھا تو ہم باب محلہ پر تھے، حرم پہنچ کر طواف کیا۔ زمزم پی، پھر فرمایا کہ اس سے تعجب مت کرو کہ ہمارے لئے طی الارض ہو بلکہ زیادہ تعجب اس کا ہے کہ مصر کے بہت سے مجاورین حرم ہمارے متعارف یہاں موجود ہیں مگر ہمیں نہ پہچان سکے۔ پھر فرمایا۔ چاہو تو ساتھ چلو ورنہ حاجیوں کے ساتھ آجانا۔ عرض کیا ساتھ ہی چلوں گا۔ باب محلہ تک گئے اور فرمایا آنکھیں بند کر لو اور مجھے سات قدم دوڑ لیا۔ آنکھیں کھولیں تو ہم مصر میں تھے۔

ۛ قال السيوطى فى توير الحوالك وقد الفت فى الاعتذار عن تركه الا افتاء والتدریس کتابا سمیہ التفتیس ومقامہ تسمی المقام اللولویہ ووصف فیہا العزیزى وکذا

بعد منزل نبود در سفر روحانی

زیارت رسالت مآب ﷺ اور شیخ السنہ کا خطاب..... آپ نے اور دوسرے لوگوں نے کئی بار حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے آپ کو یا شیخ السنہ یا شیخ الحدیث کہہ کر خطاب فرمایا۔ شیخ شاذلی فرماتے ہیں ”میں نے دریافت کیا کہ آپ کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ کتنی مرتبہ ہوئی۔“ فرمایا ”ستر مرتبہ سے زیادہ۔“ علمی کارنامے..... جن کی شمار بقول داؤد مالکی پانچ سو سے بھی اوپر ہے۔ آپ کی مجتہدانہ بصیرت، وسعت نظر اور کثرت معلومات کے شاہد عدل ہیں۔ علامہ نووی نے بستان میں ایک مستند شخص سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام غزالی کی تصنیفات اور ان کی عمر کا حساب لگایا تو روزانہ اوسط چار کر اسہ پڑا، کر اسہ چار صفحوں کا ہوتا ہے اس حساب سے ۱۶ صفحے روزانہ ہوئے۔ لیکن علامہ طبری یا ابن جوزی اور علامہ سیوطی کی تصنیفات کا روزانہ اوسط اس سے بھی زیادہ ہے۔

سب سے پہلے آپ نے شرح استعاذہ وبسملة تالیف کی۔ اس کے بعد مسلسل لکھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہر فن میں آپ کی تصنیف بلکہ بعض علوم میں کئی کئی تالیف موجود ہیں، علوم قرآن پر آپ کی تالیف ”الاقان فی علوم القرآن“ نہایت اہم اور مشہور کتاب ہے جو آپ نے سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد کم و بیش چار سال کی طویل مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچائی ہے۔ جس میں سینکڑوں منتشر اہم مفید اور نادر معلومات جمع کی ہیں۔ رالم الحروف نے اس کا کئی بار بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ (فہرست تصانیف کے کیلئے ”حسن المحاضرہ“ تالیف سیوطی از صفحہ ۱۵۶ تا ۱۶۱ ملاحظہ ہو)۔ سیوطی کا دامن سرفہ کلامیہ سے بے داغ ہے..... علامہ سیوطی کی جلالت شان و علو مقام سے بعض نادانف لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جب موصوف مدرس کے کتب خانوں کی غیر مشہور اور نادر الوجود کتابوں پر مطلع ہوئے تو انہوں نے ان کتابوں سے بہت سے نادر مضامین نکال کر مستقل رسائل میں اپنے نام سے شائع کر کے شہرت عامہ حاصل کی ہے۔ لیکن علامہ سیوطی کی جانب سے اس طعن شنیع کی نسبت نہایت قبیح حرکت ہے کیونکہ موصوف تو اس قسم کی حرکت پر خود دوسروں سے نالاں رہتے تھے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بستان الحدیث میں شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی صاحب ارشاد السدی (شرح بخاری کے متعلق لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی کو ان سے بڑی شکایت تھی کہا کرتے تھے کہ انہوں نے مواہب لدنیہ میں میری کتابوں سے مدد لی ہے اور اس میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ میری کتابوں سے نقل کر رہے ہیں اور یہ بات ایک قسم کی خیانت ہے جو نقل میں معیوب ہے اور کچھ حق پوشی بھی ہے جب اس شکایت کا چرچا ہوا اور یہ شیخ الاسلام زین الدین زکریا الانصاری کے حضور میں محاکمہ کی شکل میں پیش ہوئی تو علامہ سیوطی نے قسطلانی کو بہت سے مواضع میں الزام دیا۔ ان میں سے ایک یہ کہ مواہب کے وہ کتنے مواقع ہیں جو بھیجی سے نقل کئے گئے ہیں اور بھیجی کی مؤلفات اور تصنیفات میں سے کس قدر تصانیف ان کے پاس موجود ہیں اور ذرا یہ بتائیں کہ ان میں سے کن کن تصنیفات سے انہوں نے نقل کی ہے۔ جب قسطلانی مواضع نقل کی نشاندہی سے عاجز رہے تو سیوطی بولے کہ آپ نے میری کتابوں سے نقل کیا ہے اور میں بھیجی سے پس آپ کے لئے مناسب اور ضروری تھا کہ آپ اس طرح کہتے ”نقل السیوطی عن ابی بکر کذا“ تاکہ مجھ سے استفادہ کا حق بھی ادا ہوتا اور صحیح نقل کی ذمہ داری سے بھی بری ہو جاتے، قسطلانی طرہ نام ہو کر مجلس سے اٹھے اور یہ بات ہمیشہ دل میں رکھی کہ شیخ جلال الدین سیوطی کے دل سے اس کدورت کو دھویا جائے مگر ناکام رہے، ایک روز اسی ارادہ سے شہر مصر (قاہرہ) سے روضہ تک سیاہ پارونہ ہوئے جو دراز مسافت پر واقع تھا، شیخ سیوطی کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی۔ شیخ نے اندر سے دریافت کیا کون شخص ہے۔ قسطلانی نے عرض کیا، میں احمد ہوں برہنہ پالور برہنہ سر آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوں کہ آپ کے دل سے کدورت دور کروں اور آپ راضی ہو جائیں، یہ سن کر شیخ جلال الدین نے اندر ہی سے کہا کہ میں نے دل سے کدورت کا زوالہ کر دیا، لیکن نہ دروازہ کھولا اور نہ ان سے ملاقات کی۔

سیلاب صاف شد زہم آغوشی محیط بایں کشادہ کدورت چمی کند
 علاوہ ازیں علامہ سیوطی اپنی کتاب الاشباہ والنظائر ص ۱۲۶۳ میں شیخ بہاء الدین ابن الخاس کی عبارت ”وجدت ذلك بخط لي بن عثمان بن جني عن ابيه قال“ نقل کرنے کے بعد موصوف کی دیانت داری کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
 والنظر الى دين الشيخ بهاؤ الدين وامانته كيف وجد فائدة بخط ولد ابن جني نقلها عن ابيه ولم
 تسطر في كتاب فنقلها عنه ولم يستجز ذكرها من غير عزو اليه لا كالساق الذي اغار على تصانيفي التي
 اهتم في تتبعها سنين وهي كتاب المعجزات الكبير و كتاب الخصائص الصغرى وغير ذلك نسرقها
 رضعها وغيرها مما سرقه من كتب الخيزرى والسخاوى فى مجموع وادعاه لنفسه ولم يعز الى كسبي
 و كتب الخيزرى والسخاوى شيئا مما نقله منها وليس هذا من اداء الامانت فى العلم.

شیخ بہاء الدین کی دیانت داری اور امانت داری دیکھو کہ انہوں نے بخط صاحبزادہ ابن جنی ایک فائدہ پایا جو اس
 نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے اور وہ کسی کتاب میں بھی مسطور نہ تھا کہ اس سے نقل کیا ہوا اس کے باوجود شیخ
 نے ابن جنی اور اس کے صاحبزادے کی طرف منسوب کئے بغیر اس کے ذکر کو جائز نہیں سمجھا ان کلام
 چوروں کی طرح نہیں جنہوں نے میری تصانیف معجزات الکبیر اور خصائص صغریٰ وغیرہ پر جن کے تتبع
 میں، میں نے سالہا سال صرف کئے غارت گری کی ہے اور ان کو چر اگر خمیرى وسخاوى وغیرہ کی کتابوں سے
 کچھ مضامین منضم کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا نہ میری کتابوں کا حوالہ دیا اور نہ خمیرى وسخاوى کی طرف
 نسبت کی۔ جن کی کتابوں سے مضامین بڑھائے ہیں اور یہ چیز علمی دیانتداری کے بالکل خلاف ہے۔

نہیں خالی ضرر ہے: خشیوں کی لوٹ بھی لیکن خدا اس لوٹ سے جو لوٹ ہے علی و اخلاق (حالی)

جلالین شریف درس نظامی میں آپ کی تصنیف یعنی جلالین (کا نصف اول) داخل ہے جو آپ نے علامہ محلی کی وفات
 کے چھ سال بعد مدت کلیم یعنی صرف ایک چلہ کے اندر بیس بائیس سال کی عمر میں تصنیف کی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا
 ہے کہ آپ کتنے سریع التالیف تھے۔ سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ ازل تا آخر بالکل علامہ محلی کے طرز و انداز پر ہے۔
 وفات ہاتھ کے درم میں مبتلا ہو کر آخر شب جمعہ ۱۹ جمادی الاول ۹۱۱ھ میں مرغ روح قفس غصری سے پرواز
 کر کے آشیانہ قدس میں پہنچ گیا۔ ۱

جانیت بعاریت مراد اوہ خدا تسلیم کم چووقت تسلیم آید

(۶) صاحب تفسیر مظہری

نام و نسب اور سن پیدائش قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کے خاندان میں تقریباً
 ۱۱۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب سیدنا حضرت عثمان غنی ؓ تک پہنچتا ہے۔ یہ خاندان ہمیشہ علم و فضل کا گوارہ رہا اور اس
 خاندان میں یکے بعد دیگرے بہت سے افراد زینت آراء منصب قضاء رہے جیسا کہ خود قاضی صاحب نے لکھا ہے۔ ”فقیر و
 پور فقیر و پدر فقیر و جد فقیر بخد مت قضاء مبتلا شد نہ۔“
 تحصیل علوم قاضی صاحب پر آغاز زندگی ہی سے وہ آثار نمایاں تھے جو ان کے علوم و فضل کا پتہ دے رہے تھے۔
 ذہانت و ذکاوت، قوت فکر، سلامتی عقل میں قدرت نے آپ کو غیر معمولی حصہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے صرف
 سات سال کی عمر میں قرآن پاک سینہ میں محفوظ کیا اور سولہ سال کی عمر میں قاضی صاحب تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ

۱۔ حسن الحاضرہ، شذرات الذہب، مقدمہ انوار الباری مقدمہ تدریب الراوی، بستان الحدیث، الاشباہ والنظائر ۱۲۔

اور تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کے عالم با عمل تھے۔ آپ نے حدیث کی تکمیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے کی تھی۔ مطالعہ کتب..... صرف یہی نہیں کہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل کر لی بلکہ طالب علمی کے زمانہ ہی میں کتب پرچہ کے علاوہ محقق مصنفین کی تقریباً ساڑھے تین سو خارجی کتابوں کا مطالعہ بھی فرمایا۔

تحصیل علوم باطنی..... علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت کے بعد باطنی علوم کی طرف توجہ فرمائی اور ابتداً شیخ محمد عابد سنائی سے بیعت سلوک کی اور انہوں نے اگرچہ جلد ہی سلوک کے تمام مراحل پچاس توجہ میں طے کر دیے اور فناء قلب کے ذریعہ سے شرف بقایا تاہم علوم ابھی تشنہ تکمیل تھے کہ شیخ موصوف کی وفات ہو گئی، قدرت ایسے طالبان حق کی تشنگی کب برداشت کرتی ہے، مرزا جان جاناں جنیب اللہ مظہر شہید کا چشمہ فیض طالبان حق کیلئے چشمہ حیوان بنا ہوا تھا، قدرت نے اس کی طرف قاضی صاحب کی رہنمائی کی اور قاضی صاحب اس شیخ وقت کے دربار میں حاضر ہو کر آخری مقامات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ تک پہنچ گئے۔ قاضی صاحب کی تفسیر مظہری اس تعلق کی آئینہ دار ہے، منامات مبارکہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی اور اپنے جد امجد شیخ جلال الدین عثمانی سے بھی روحانی تربیت و بشارات ملیں۔

جلالت شائے علوم مقام..... ایک طرف صلاحیت کے ساتھ طلب صادق دوسری طرف شیخ وقت کی توجہ کامل، مراتب کا اندازہ وہی اصحاب باطن لگا سکتے ہیں جن کا نفس مطہرہ خود عالم ملکوتی کی سیر کا شہساز رہا ہو، ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ خود شیخ نے قاضی صاحب کو ”علم الہدی“ کا لقب عنایت فرمایا اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے آپ کو ”ہستی“ وقت“ قرار دیا، مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں ثناء اللہ کی بڑی ہیبت ہے۔ اس میں ملکوتی صفات ہیں، فرشتے اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اگر خدا مجھ سے پوچھے گا کہ دنیا سے کیا تحفہ لایا تو میں ثناء اللہ کو پیش کر دوں گا۔

طاعت و زہد و خدمت خلق..... آپ کا بیشتر وقت طاعت و عبادت اور یاد خداوندی میں گذرتا، روزانہ سو رکعت نماز اور منزل تجد میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا معمول تھا، پوری عمر عمدہ قضاء کی مصروفیتوں کے ساتھ ظاہری و باطنی علوم کی نشر و اشاعت میں صرف کرتے اور خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔ چنانچہ پیر محمد اور سید محمد وغیرہ نے سلوک و طریقت میں آپ سے تکمیل کی۔

تصنیفات و تالیفات..... تیس کے لگ بھگ ہیں جن میں سے فقہ میں ایک نہایت مفصل و مبسوط کتاب ہے۔ جس میں ہر مسئلہ کے ماخذ و دلائل اور مختصات ائمہ اربعہ جمع کئے ہیں، نیز جو مسئلہ آپ کے نزدیک زیادہ قوی ہو اس کو ایک مستقل رسالہ میں ”الاخذ بالا قوی“ کے نام سے جمع کیا ہے، دیگر تصنیفات یہ ہیں۔

(۳) تفسیر مظہری۔ نہایت عمدہ کتاب ہے جس میں قدیم مفسرین کے اقوال اور جدید تاویلات اور فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ ندوۃ المصنفین دہلی سے دس ضخیم جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(۴) مالا بد منہ۔ یعنی وہ چیز جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ یہ فن فقہ میں فارسی زبان میں ہے اور چونکہ اس کتاب کے مسائل ہر مسلمان کے لئے جاننا ضروری ہیں اس لئے مصنف نے اس کتاب کا یہ نام رکھا ہے۔ یہ کتاب تمام مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

(۵) السیف المسلموک۔ یہ شیعہ کے رد میں ہے۔

(۶) ارشاد الطالبین۔ سلوک میں ہے۔

(۷) تذکرۃ الموتی و القبور

(۸) تذکرۃ المعاد

(۹) حقوق الاسلام

(۱۰) الشہاب الثاقب

(۱۱) سالہ در حرمت متعہ

(۱۲) سالہ در حرمت و اباحت سرور

(۱۳) وصیت نامہ وغیرہ

وفات..... ۱۲۲۵ھ میں آپ کی روح واصل تھی ہوئی اور آپ کا جسم ہمیشہ کے لئے پانی پت کی پاک سرزمین کے سپرد کر دیا گیا۔ ”فہم مکر مون فی جنت النعیم“ وفات کا تاریخ نامہ ہے۔

بابر گت کفن..... کفن تبرک کپڑے میں کفن دینا سنت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں ڈلوائی تھی، اسی کے پیش نظر قاضی صاحب نے وصیت کی تھی کہ جو چادر اور رضائی حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ ہے اس کو میرے کفن میں شامل کیا جائے۔

الباقیات الصالحات..... آپ کے تین صاحبزادے تھے۔

(۱) احمد اللہ۔ یہ آپ کے بڑے صاحبزادے تھے جو بہت بڑے عالم تھے اور قاضی صاحب کی حیات ہی میں وفات پا گئے تھے، قاضی صاحب نے وصیت نامہ میں ان کے متعلق لکھا ہے۔ ”در خاندان فقیر ہمیشہ علماء آمدہ اند کہ در ہم عصر ممتاز بودند از فرزندان فقیر احمد اللہ این دولت رسانیدہ بود خدایش بیامر زور حلت کرد۔“

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو

(۲) کلیم اللہ

(۳) دلیل اللہ۔ یہ قاضی صاحب کے چھوٹے بیٹے تھے۔

(۷) صاحب القوازلکبیر

بدل دیتا ہے جو بگڑا ہو اور ستور میخانہ

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا فرزند

بہ بیداء الذکر الجمیل ویختم

لحب ولی اللہ خیر فائہ

نام و نسب اور کنیت..... احمد نام، ابو الفیاض کنیت، ولی اللہ عرف، بشارتی نام قطب الدین اور تاریخی نام عظیم الدین مشہور ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب والد ماجد کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک اور والدہ محترمہ کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ خالص عربی النسل اور تبا فاروقی ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ ولی اللہ احمد بن شاہ عبد الرحیم بن وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین (عرف قاضی قازن) بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر (عرف بدھا) بن عبد الملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک بن عطا ملک بن ابوالفتح ملک بن عمرو الحاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جریم بن احمد بن محمد شریار بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ولادت باسعادت..... آپ کی ولادت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اسی سال بعد اور شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چار سال قبل ۳ شوال ۱۱۱۴ھ میں (۱۷۰۲ء) بروز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب آپ کے نانہال قصبہ بھلت ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔

والد ماجد..... شاہ عبد الرحیم صاحب ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۴ء میں پیدا ہوئے اور فطری طور پر ذہین ہونے کے باعث

۱۔ از حدائق حنفیہ، زمزمہ الخواطر، پیش لفظ از قاضی سجاد حسین ۱۲۔

مردہ کتابیں بہت جلد ختم کر لیں، انفاس العارفین میں حضرت شاہ صاحب نے تحریر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ”میں نے عربی کے ابتدائی رسائل سے لے کر شرح عقائد اور حاشیہ خیالی تک کی جملہ کتب اپنے (بڑے) بھائی شیخ ابوالرحمان محمد دہلوی (مولود ۱۰۳۵ھ یا ۱۰۳۶ھ متوفی ۱۱۰۱ھ یا ۱۱۰۳ھ) سے پڑھی ہیں اور چند دیگر کتب مرزا زاہد ہروی سے۔“

شاہ عبد الرحیم صاحب فقہ حنفی کے جید علماء میں شہد کئے جاتے ہیں اور فقہی جزئیات پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، آپ کے ایک دوست شیخ حامد جن کو اورنگزیب نے فتویٰ عالمگیری کی تدوین کا نگران مقرر کیا تھا وہ آپ کی تنگدستی سے واقف تھے۔ ازراہ دوستی فتویٰ کی تدوین میں اپنا شریک کار بنانا چاہا اور تنخواہ کی امید دلائی۔ آپ نے قبول نہ کیا اور صاف انکار کر دیا۔ لیکن جب اس کی خبر آپ کی بیویوں کو ہوئی تو برہم ہوئیں اور نوکری کر لینے کا حکم دیا۔ آپ نے محض بیویوں کی دلجوئی اور خاطر داری کیلئے شیخ حامد کا شریک بننا منظور فرمایا۔ جب اس ملازمت کی خبر آپ کے مرشد کو ہوئی تو انہوں نے نہ صرف اظہارِ اندام کی بلکہ اس کے ترک کر دینے پر اصرار کیا، آپ نے والدہ کا عذر کیا مگر انہوں نے اس کا بالکل خیال نہ کیا اور برابر اصرار کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ملازمت چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔ آپ نے اس موقع پر بڑی ہوشمندی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ آپ نے مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت آپ ہی دعا فرمادیں کہ نوکری خود بخود چھوٹ جائے کیونکہ میرے چھوڑنے سے والدہ کی آزرگی کا اندیشہ ہے، چنانچہ انہوں نے دعا فرمائی اور وہ عاں طرح قبول ہوئی کہ ایک روز عالمگیری رحمۃ اللہ علیہ نے خلاف معمول اچانک تدوین فتوے کے ملازمین کی فہرست طلب کی اور بلا وجہ شاہ عبد الرحیم کا نام قلم زد کر دیا اور پھر حکم دیا کہ ”اگر خواست باشد میں قدر زمین بدھید“ یعنی اگر شاہ عبد الرحیم چاہیں تو ان کو اتنی زمین دے دی جائے، گویا نوکری چھڑا کر اب جاگیر دار بنائے جانے کی تجویز ہوئی مگر آپ اس امتحان میں بھی کامیاب ہوئے، فرمان شاہی کے بموجب جب آپ سے رائے پوچھی گئی تو باوجود تنگی معاش کے جو جواب دیا وہ آپ کی شان توکل کا آئینہ دار ہے۔ فرماتے ہیں ”قبول نہ کر دم و شکر نہ بجا آور دم و حمد خدائے تعالیٰ مقسم۔“ نوکری چھوڑی جاگیر کو نظر انداز کیا اور صبر و شکر کے ساتھ اپنی اسی نان جوئیں پر خدمتِ خلق کرتے ہوئے زندگی گزار دی۔

چوں طمع خواہد ز من سلطان دین خاک بر فرق قناعت بعد ازین (خسر)

تعلیم و تربیت..... جب آپ نے اپنی عمر کے پانچویں سال میں قدم رکھا تو والد ماجد نے تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا اور آپ نے سات سال کی عمر میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت اراکان و فرائض بھی معلوم کر لئے۔ اسی سال والد بزرگوار نے نماز روزہ شروع کر دیا تاکہ پابندی فرائض کی عادت پڑے۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ رسم سنت بھی اسی سال عمل میں آئی۔ ساتویں سال کے آخر میں آپ نے فارسی اور عربی کے ابتدائی رسائل پڑھنا شروع کر دیئے اور ایک سال کے اندر ان کو مکمل کر لیا، اس کے بعد آپ نے صرف و نحو کی طرف توجہ فرمائی اور دس برس کی عمر میں علم نحو کی معرکہ آراء کتاب شرح ملا جامی تک پہنچ گئے اور نہ صرف فارسی کی نوشت و خواند میں مہارت پیدا کر لی بلکہ عربی کی صرف و نحو پر بھی عبور حاصل کر لیا۔ شاہ صاحب نے خود ہی ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ ”دس سال کی عمر میں ایک حد تک مطالعہ کی راہ کھل گئی تھی۔“ صاحب ”حیات ولی“ نے تو آپ کے متعلق یہاں تک لکھا ہے کہ ”دس سال کی عمر میں صرف و نحو میں آپ کو اس درجہ قوت حاصل ہو گئی تھی کہ بڑے بڑے صرف و نحو جو کتاب کے کیڑے کھلائے جاتے تھے اور جنہوں نے ان علوم میں نہایت شہرت و نامور کے ساتھ عزت و رفعت کے تمنے حاصل کئے تھے وہ آپ سے مسائل صرفیہ و نحویہ میں گفتگو کرتے ہوئے بھٹکتے تھے۔ بقول بعض اسی عمر میں آپ نے کافیہ کی شرح لکھنی شروع کر دی تھی۔“

صرف و نحو سے فراغت کے بعد آپ نے معقولات کی طرف توجہ فرمائی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان سے فراغت پائی۔ پندرہ سال کی عمر میں تمام متداولہ درسی علوم کی تکمیل کر کے ارباب فضل و کمال کے زمرہ میں شامل ہو کر ایک مقام خاص کے مالک ہو گئے۔

تحصیل علوم کی تفصیل..... شاہ صاحب کی تعلیم اکثر اپنے والد بزرگوار کے پاس ہوئی جس کی تفصیل آپ نے اس طرح بیان کی ہے کہ علم حدیث میں مشکوٰۃ شریف تمام و کمال پڑھی لیکن چند روز علالت کی وجہ سے کتاب البیع سے کتاب الادب تک کا حصہ چھوٹ گیا، صحیح بخاری شروع سے کتاب الطہارت تک، شمائل ترمذی اول سے آخر تک پڑھی۔ علم تفسیر میں بیضاوی اور تفسیر مدارک کے کچھ حصے باقاعدہ پڑھے اور باقی حصوں کا خود مطالعہ کیا۔ اس کے علاوہ کامل غور و فکر اور مختلف تفاسیر کے مطالعہ کے ساتھ والد ماجد کے درس قرآن میں مجھے حاضری کی توفیق ملی اور اس طرح کئی بار میں نے حضرت سے متن قرآن پڑھا اور یہی میرے حق میں ”فتح عظیم“ کا باعث ہوا۔ فالحمد لله علی ذلک۔ علم فقہ میں شرح وقایہ اور ہدایہ کی دو جلدیں تھوڑے حصے کے علاوہ پوری پڑھیں۔ اصول فقہ میں حسامی اور توضیح و تلوین کا درس لیا۔ منطق میں شرح شرمیہ کامل اور شرح مطالع کا کچھ حصہ پڑھا، علم کلام میں شرح عقائد کامل اور خیالی و شرح مواقف کا کچھ حصہ پڑھا، علم طب میں موجز، فلسفہ میں شرح ہدایۃ الحکمتہ وغیرہ علم نحو میں کافیہ، شرح ملا جامی، علم معانی میں مطول کا اکثر حصہ اور مختصر المعانی کا وہ حصہ پڑھا جس پر ملا زادہ کا حاشیہ ہے۔ ہیئت و حساب میں بعض رسائل پڑھے۔ تصوف و سلوک میں عوارف المصطفیٰ اور رسائل نقشبندیہ پڑھے، علم الحقائق میں شرح رباعیات، مولانا جامی، مقدمہ شرح لمعات، مقدمہ نقد النصوص، خواص اسماء و آیات میں والد صاحب کا ایک خاص مجموعہ پڑھا۔ جس کی انہوں نے چند مرتبہ اجازت بھی دی۔ انشاء تحصیل میں اپنے زمانہ کے امام حدیث شیخ محمد افضل سیالکوٹی کی خدمت میں بھی آتے جاتے اور علوم حدیث میں ان سے استفادہ کرتے رہے۔

عقد نکاح..... چودہ سال کی عمر میں آپ کی شادی آپ کے ماموں شیخ عبید اللہ پھلتی کی صاحبزادی سے ۱۱۲۸ھ میں ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادے شیخ محمد اور ایک صاحبزادی امۃ العزیز پیدا ہوئیں۔ اس معاملہ میں آپ کے والد صاحب نے بڑی عجلت سے کام لیا اور سرال والوں کے سامان چیز فراہم نہ ہو سکنے کے عذر کو بھی نہ سنا اور کہلا بھیجا کہ یہ عجلت بے وجہ نہیں۔ اس کی مصلحت بعد میں ظاہر ہو گئی۔ اصرار پر سرال والے راضی ہو گئے اور اسی سال آپ کی شادی ہو گئی اور وہ مصلحت بعد میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ شادی کے چند ہی روز بعد شاہ صاحب کی خوش دامن کا انتقال ہو گیا۔ پھر تھوڑے ہی دن بعد خوش دامن کے والد کا وصال ہو گیا، ان کے غم سی فارغ بھی نہ ہو پائے تھے کہ شاہ صاحب کے بڑے چچا شیخ ابوالرضاء کے صاحبزادے شیخ فخر عالم رحلت کر گئے، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کی سوتیلی ماں وفات پا گئیں، ان متواتر صدمات کے بعد سبھی کو معلوم ہو گیا کہ اگر اس وقت شادی نہ ہو جاتی تو کئی سال بعد تک اس کا ہونا ممکن نہ تھا۔

بیعت و دستار بندی..... عقد نکاح کے تقریباً ایک سال بعد شاہ صاحب نے اپنے والد کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کی زیر نگرانی اشغال صوفیہ میں مشغول ہوئے۔ خصوصاً نقشبندیہ سلسلہ کے اذکار کو از اول تا آخر پورا فرمایا اور کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ آپ نے فن تصوف میں ودھ رک حاصل کر لیا کہ اس کے فنی غوامض آپ کیلئے پانی ہو گئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جس میں والد صاحب سے تفسیر بیضاوی کا درس لیتے تھے، ہلن موقع پر والد ماجد نے بڑے پیمانہ پر شر کے علماء، مشائخ، قضا، فقہاء اور دیگر عوام کی ایک شاندار دعوت کی اور دستار بندی کی رقم ادا ہوئی، مصنف ”حیات ولی“ نے لکھا ہے کہ حاضرین مجلس نے اس زور سے مبارک باد دی کہ ساری مجلس گونج اٹھی۔

اجازت بخوید و قرات..... شاہ صاحب نے فن قرات و تجوید کی تکمیل مشہور قاری مولانا محمد فاضل صاحب سندھی سے کی تھی جو دہلی کے شیخ القراء اور اپنے زمانہ کے ماہر فن شاعر کہے جاتے تھے۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں نے قرآن کو اوّل سے آخر تک بروایت حفص عن عاصم (صالح، ثقہ) حاجی محمد فاضل سندھی سے ۱۱۵۳ھ میں پڑھا اور انہوں نے دار السلطنت دہلی کے شیخ القراء شیخ عبدالحق سے پڑھا۔

اجازت بیعت و وفات والد..... آپ کی عمر کے ستر ہویں سال والد ماجد سخت بیمار ہوئے اور اسی حالت مرض میں

آپ کو بیعت دارشاد کی اجازت عطا فرمائی، مدرسہ رحمیہ اور خانقاہہ رحمیہ کی جو بساط بچائی تھی اس کا انتظام شاہ صاحب کے سپرد فرمایا اور ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں بروز بدھ اس مرتاض صوفی اور فقید المثال عالم نے درس وارشاد کی مسند اپنے بلند اقبال بیٹے (شاہ ولی اللہ) کے لئے خالی کر دی۔

درس و تدریس..... والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ نے مستقل طور پر مسند درس وارشاد کو رونق بخشی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے علم و فضل اور کمالات ظاہری و باطنی کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ ہر طرف سے تشنگان علوم و معارف جوق در جوق آتے اور زانوئے تلمذ بچھاتے، تقریباً بارہ سال تک آپ کتب دبیحہ اور معقولات کا درس دینے میں مشغول رہے۔

طریقہ تعلیم..... شاہ صاحب کے زمانے میں جو طریقہ تعلیم رائج تھا آپ نے اس کے برخلاف دوسرا طریقہ اختیار فرمایا۔ کیونکہ جو ذہنی اور فکری انقلاب آپ لانا چاہتے تھے وہ اسی طریقہ تعلیم سے آسکتا تھا، پہلے آپ تین تین چار چار صرف و نحو کے ابتدائی رسائل حفظ کراتے اس کے بعد تاریخ یا حکمت کی کوئی عربی کتاب پڑھاتے۔ پھر موطا امام مالک کا درس دیتے اور قرآن مجید کا ترجمہ بلا تفسیر کے پڑھاتے۔ البتہ جہاں کہیں کسی قاعدہ نحوی کی مشکل یا شان نزول کی ضرورت پیش آتی اسے بخوبی حل فرمادیتے جس سے طالب علم کو اطمینان ہو جاتا اس کے بعد تفسیر جلالین پڑھاتے پھر ایک وقت حدیث کتب، فقہ اور عقائد و سلوک کا درس دیتے اور دوسرے وقت کتب حکمت کا، اس طریقہ تعلیم سے طلباء کے اندر غور و فکر کا مادہ پیدا ہو جاتا تھا اور وہ صحیح معنوں میں علم فقہ، علم حدیث اور علم تفسیر کے عالم بن کر نکلتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ علوم عقلیہ سے بہرہ مند ہوتے تھے کہ شکوک ہام باطلہ کا رادہ چھی طرح حدیث و قرآن کی روشنی میں کر سکتے تھے۔

طریق سرحد حدیث..... ابتداء حدیث کی تعلیم کا طریقہ استملائی تھا جس میں علم حدیث کی تعظیم کے خیال سے درس دیتے وقت بہتر پوشاک پہننا، وضو کرنا، خوشبو لگانا، بلند جگہ پر کھڑے ہو کر حمد و ثناء کے بعد حدیث کی سند بیان کرنا پھر اس کے متن کا ایک ایک فقرہ نہایت فصاحت سے ادا کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا لیکن جب شاہ صاحب مدینہ منورہ سے ہندوستان آئے تو آپ نے وہاں کے مطابق صحاح ستہ کی مشہور و مسلمہ کتابوں کو ایک سال میں ختم کرانے کا طریقہ جاری کیا، آپ ایک دن مشکوٰۃ شریف کی حدیثیں پڑھاتے اور دوسرے دن انہی حدیثوں کے متعلق علامہ طیبی کی شرح کا درس طلبہ کو دیتے، اس طرح جب مشکوٰۃ شریف ختم ہو جاتی تو دوسرے سال رسول اللہ ﷺ سے صحاح ستہ کی حدیثوں کی سند کو متصل کرنے کیلئے مشکوٰۃ ہی کی حدیثوں کو جو اس میں سند کے بغیر پڑھائی گئی تھیں سند کے ساتھ اس طرح پڑھاتے کہ طالب علم حدیثوں کو پڑھتا جاتا اور استاد سنتا جاتا، درمیان میں خاص خاص نکات بھی بیان فرماتے جاتے۔

اس طرح ایک دن میں پانچ چھ ورق ہو جاتے تھے، حضرت شاہ صاحب نے درس حدیث کے اس طریق کا نام سرحد رکھا تھا۔ لیکن حضرت شاہ صاحب کے زمانہ ہی میں طریقہ سرحد میں ترمیم کر دی گئی تھی۔ (حیات انور صفحہ ۲۷ مضمون مولانا مناظر احسن گیلانی)

علمی استغراق..... دوران درس و تدریس میں آپ کو ہر علم و فن میں غور کرنے کا موقع ملا، اسی زمانہ میں آپ نے مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کے اصول فقہ کی کتابوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا اور ان احادیث کو بھی بامعان نظر دیکھا جن سے یہ حضرات ائمہ اپنے اقوال و مذاہب کی سند لاتے ہیں اور اسی وقت سے فقہائے محدثین کا طریقہ بھی آپ کے دلنشین ہوا آپ کا یہ زمانہ نہایت استغراق اور تجویث کا گذرا، آپ نے نہایت تحقیق و کاوش سے کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور رات دن انتہائی اٹھناک و استغراق کے ساتھ کتب بینی میں مشغول رہے، آپ ان دنوں کھانا بھی کم کھاتے اور آرام بھی کم کرتے اور درس و تدریس کے بعد جو وقت ملتا اسے صحت کتب میں صرف کرتے۔

سفر حجاز..... جب شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہ محسوس کیا تھا کہ اسلام کے ہندوستان آئے ہوئے صدیاں بیت چکیں مگر علم حدیث آج بھی ضرورت سے بہت کم ہے تو موصوف نے اس کمی کو محسوس کر کے مسلسل تین سال حجاز مقدس میں رہ کر علم حدیث حاصل کیا تھا اور پھر ہندوستان واپس آکر انہوں نے اور ان کے بعد ان کی اولاد نے اس کی اشاعت میں بڑی کوشش فرمائی تھی مگر نامساعدت حالات کی وجہ سے اپنے مقصد میں ناکام ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب نے دیکھا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی استوار کردہ بنیادوں کے کچھ مٹے ہوئے نشانات ابھی باقی ہیں اگر جدوجہد کر کے ان بنیادوں پر مضبوط عمارت نہ تعمیر کی گئی تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قائم بھی رہ سکیں گی۔ غور و فکر کے بعد آپ اس نتیجے پر پہنچے کہ علم و حدیث اس کے معدن یعنی حجاز مقدس سے حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ زیارت حرمین شریفین کا شوق دامن گیر ہوا اور ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۷۷۱ء کے آخر میں حجاز روانہ ہو گئے۔

فیوض حرمین..... خانہ کعبہ اور روضہ الطہر علیہ السلام پر روحانی مشاہدات و مکاشفات کی صورت میں شاہ صاحب پر جو فیضان ہوا اس کو آپ نے ”فیوض الحرمین“ میں قلمبند کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”اللہ پاک کی سب سے بڑی نعمت جس سے اس نے مجھے سرفراز فرمایا ہے کہ ۱۲۳۳ھ اور اس کے بعد کے سال میں مجھے اپنے مقدس گھر کے حج کی اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی توفیق عطا فرمائی، لیکن اس سلسلہ میں اس نعمت سے بچی کہیں زیادہ بڑی سعادت جو مجھے میسر آئی وہ یہ تھی کہ اللہ پاک نے اس حج کو میرے لئے مشاہدات باطنی اور معرفت حق کا ذریعہ بنایا اور اسی طرح اس نے نبی علیہ السلام کی اس زیارت کو میرے لئے بصیرت افروز بنایا۔“

شاہ صاحب نے حرمین شریفین میں کل چودہ ماہ قیام فرمایا اور اس زمانہ قیام میں آپ نے اپنی اثراتی قوت سے روضہ انور علیہ السلام سے کسب فیض کیا اور بڑے بڑے علماء و مشائخ سے استفادہ بھی۔

شاہ صاحب کے حجازی اساتذہ..... یوں تو شاہ صاحب نے حجاز مقدس میں متعدد علماء و مشائخ سے علم حدیث اور باطنی فیض حاصل کیا۔ مثلاً شیخ سنائی، شیخ احمد قضاشی، سید عبدالرحمن اور سی، شمس الدین محمد بن علا باطلی، شیخ عیسیٰ جعفری، شیخ حسن عجمی، شیخ احمد علی اور شیخ عبداللہ بن سالم بصری۔ لیکن اس سلسلہ میں جن مشائخ سے آپ بہت زیادہ قریب ہوئے وہ یہ ہیں۔

(۱) شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی۔ انہوں نے آپ کو سند حدیث بھی عطا فرمائی اور ایک خرقہ خلافت و اجازت بھی جو سارے سلاسل کو جامع تھا اور اپنے دست مبارک سے پہنایا۔ موصوف حضرت شاہ صاحب کی فطری ذہانت اور خداوند بصیرت کے بڑے مداح تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”ولی اللہ الفاظ کی سند مجھ سے لیتے ہیں اور میں معنی کی سند ان سے لیتا ہوں۔“ جب شاہ صاحب نے حجاز سے واپسی کا ارادہ کیا اور آخری بار خدمت میں حاضر ہوئے اور الہامانہ انداز میں یہ شعر پڑھا۔

نسمیت کل طریق كنت اعرفه الا طريقا يوديني الي ربكم

تو شیخ برائیک کیفیت طاری ہوئی، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ”سبحر دشیدان آں بکار شیخ غالب و بغایت متاثر شدہ۔“ (سننے ہی شیخ برائیک کیفیت گریہ طاری ہوئی اور بہت متاثر ہوئے۔)

(۲) شیخ وفد اللہ بن شیخ سلیمان مغربی۔ شاہ صاحب نے ان کی مجلس درس میں موطا امام مالک بروایت حمی بن حمی لول سے آخر تک پڑھ کر تمام مردیات کی سند نہایت قلیل عرصہ میں حاصل فرمائی۔

(۳) مفتی مکہ شیخ تاج الدین بن قاضی عبدالحسن قلعی حنفی۔ ان کی مجلس درس میں شاہ صاحب نے صحیح بخاری، کتب صحاح کے مشکل مقامات موطا امام مالک، موطا امام محمد، کتاب آثار اور مسند دارمی کی سماعت، شیخ نے مصویت کے ساتھ شاہ صاحب کو تحریری اجازت نامہ عنایت فرمایا۔

فراہمی کتب..... شاہ صاحب نے حجاز مقدس میں اس بات کی طرف خاص توجہ فرمائی کہ جو کتابیں ہندوستان میں نایاب تھیں آپ نے ان کو جس قیمت سے بھی دستیاب ہو سکیں خرید فرمائیں اور اس سلسلہ میں آپ نے نہایت فراخ دلی کا ثبوت دیا، علامہ ابن کثیر کی کتاب ”التمایہ فی غریب الحدیث والاثر“ مشہور ہے اس کا ایک قلمی نسخہ دارالعلوم دیوبند کے نادر کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ نسخہ حضرت شاہ صاحب کی ملکیت رہ چکا ہے۔ اس کو آپ نے مکہ مکرمہ میں خرید ا تھا۔ چنانچہ اسی کتاب کے آخری صفحہ پر حضرت شاہ صاحب کے دستخط کے ساتھ یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ ”اس کتاب درمہ مکرمہ قیمت ۳۰۰ روپہ از عبداللہ دمشق خرید شد۔“ یعنی یہ نسخہ مکہ مکرمہ میں عبداللہ دمشق سے تین سو روپہ میں خرید آگیا۔ حجاز سے واپسی..... حجاز مقدس کے چودہ ماہ قیام میں علمی صحبتوں اور عمیق مطالعہ کتب و اہل دینی سے آپ نے حدیث و فقہ میں مجتہدانہ کمال پیدا کیا اور آخر ۱۲۴۲ھ مطابق ۱۷۳۲ء میں آپ نے دوبارہ ارکان حج کو افرمائے اور ۱۲۴۵ھ کے لوائل میں وطن مالوف دہلی کا رخ کیا۔ پورے چھ ماہ آتے آتے راستہ میں لگ گئے اور بتاریخ ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ ٹھیک جمعہ کے دن بھکت و عافیت دہلی رونق افروز ہوئے۔ واپسی کی خبر سن کر تمام اہل شہر، علماء و فضلاء اور صوفیاء کرام نے آپ کا خیر مقدم کیا یہاں کچھ روز آرام کرنے کے بعد آپ نے سلسلہ درس شروع فرمادیا۔ مدرسہ رحیمیہ کو آپ نے جدوجہد کامرگز بنایا۔ طلباء جوق درجوق اطراف ہند سے آکر مستفید ہونے لگے۔

اصحاب و تلامذہ..... شاہ صاحب کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ملک کے اطراف و اکناف سے صد ہا طالب علم آتے اور آپ سے مستفید ہوتے۔ حرمین شریفین سے بھی باہدق عالم آپ سے علم حاصل کرنے کیلئے آتے تھے اس لئے آپ کے تلامذہ کی بسیط فہرست ملنا مشکل ہے۔ البتہ چند ممتاز شاگردوں میں آپ کے چاروں صاحبزادوں کے علاوہ مندرجہ ذیل اسماء پیش کئے جاسکتے ہیں جو آپ کے رفقاء کار بھی رہے ہیں اور جنہوں نے آپ کے علوم و معارف کو ملک ویران ملک میں عام بھی کیا ہے۔

(۱) شیخ محمد عاشق بھٹائی (شاہ صاحب کے ماموں زاد بھائی) متوفی ۱۱۸۷ھ

(۲) شاہ نور اللہ بڑھانوی

(۳) شاہ جمال الدین بن مولوی کفایت علی لاہوری متوفی ۱۱۴۱ھ

(۴) خواجہ محمد امین کشمیر متوفی ۱۱۸۷ھ

(۵) شاہ ابو سعید بریلوی متوفی ۱۱۹۳ھ

(۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ

(۷) شاہ محمد نعمان بن سید محمد نور نصیر آبادی متوفی ۱۱۹۳ھ

(۸) علامہ مرتضیٰ حسینی متوفی ۱۲۰۵ھ

(۹) شیخ رفیع الدین بن فرید الدین مراد آبادی متوفی ۱۲۲۳ھ

(۱۰) شفیع محمد سعید افغانستان متوفی ۱۱۸۸ھ

(۱۱) علامہ محمد معین بن محمد امین سندھی متوفی ۱۱۶۱ھ

(۱۲) میر قمر الدین منت دہلوی متوفی ۱۲۰۸ھ

ان کے علاوہ بابا فضل اللہ کشمیری، مولانا سید شاہ محمد معین رائے بریلوی، شاہ محمد واضح، مولانا چراغ محمد وغیرہ جیسی معمولی شخصیات نے آپ سے استفادہ کیا۔

شاہ صاحب کے ہم عصر سلاطین مغلیہ..... شاہ صاحب کی ولادت ۱۱۱۳ھ میں ہے اور وفات ۱۱۷۶ھ میں اس مدت میں مندرجہ ذیل شاہان مغلیہ سریر آرائے حکومت ہوئے۔

۱	اورنگ زیب عالمگیر	۱۶۵۷ء	۱۷۰۷ء
۲	بہادر شاہ اول	۱۷۰۷ء	۱۷۱۲ء
۳	معز الدین جہاندار شاہ	۱۷۱۳ء	۱۷۱۳ء
۴	فرخ سیر	۱۷۱۳ء	۱۷۱۹ء
۵	نیکو سیر	۱۷۱۹ء	
۶	رفیع الدرجات		=
۷	رفیع الدولہ	۱۷۱۹ء	
۸	محمد شاہ	۱۷۱۹ء	۱۷۴۸ء
۹	احمد شاہ	۱۷۴۸ء	۱۷۵۳ء
۱۰	عالمگیر ثانی	۱۷۵۳ء	۱۷۵۹ء
۱۱	شاہ عالم	۱۷۵۹ء	۱۸۰۶ء

شاہ صاحب کے زمانہ میں ہندوستان کی عام حالت..... ہر لحاظ سے ابتر تھی۔ مذکورہ بالا سلاطین کے عہد میں ہندوستان کو جن مہیب اور خونی واقعات اور لرزہ خیز حوادث و انقلابات سے گزرنا پڑا وہ سب پر عیاں ہیں۔ سادات بارہہ کا تسلط، فرخ سیر کا ان کے ہاتھوں بھد نیکیسی قید میں مرنا، پھر توراتی امر اور مار کے ہاتھوں ان سادات بارہہ کا زوال، مرہٹوں کی بغاوت اور ان کا عروج، سکھوں کا خونی فتنہ، نادر شاہ کی یلغار اور دہلی میں قتل عام، احمد شاہ ابدالی کی معرکہ یابی پت میں فتح، روہیلوں کا ہندوستان کی سیاست میں شریک ہونا، ایرانی و توراتی امراء کی باہمی کش مکش، مغربی اقوام کا ملکی سیاست میں بتدریج داخل ہوتے جانا، انگریزوں کا بنگال و بہار وغیرہ پر اقتدار اور عمل دخل، تقریباً "یہ تمام واقعات شاہ صاحب کی زندگی ہی میں پیش آئے۔

غرض پورا ملک عجیب بے کلی و بے چینی میں مبتلا تھا، قتل و غارت گری کا طوفان برپا تھا۔ بد امنی و بد نظمی ہر طرف آشکار تھی۔ ایک طرف شاہان وقت اپنے اسلاف کی دولت و رقص و سرور کی محفلوں اور حسن و جمال کے بازاروں میں لٹا رہے تھے تو دوسری طرف رعایا بد حال و پریشان، غربت و افلاس کے ہاتھوں برباد اور سنگروں کے مظالم سے پامال ہو رہی تھی۔ عوام کی اخلاقی حالت بھی نہایت درجہ گری ہوئی تھی۔ بد عقیدگی و عملی کے تمام جرائم ان میں پیدا ہو چکے تھے۔ دینی لحاظ سے بھی ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کتاب و سنت سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا۔ اہل ہنود کے تمام مراسم قبیحہ اور لیاام جاہلیت کے تمام افعال شنیعہ انہوں نے اپنا لئے تھے، تقلید و جہود میں منہمک علماء و صوفیاء کا دور دورہ تھا۔ جنہیں نہ دینی امور سے ذوق تھا، نہ دین کا درد، نہ حق کا خیال نہ احقاق حق سے واسطہ، عوام و جدان پرستی، پیری مریدی اور خانقاہ پرستی میں پھنسے ہوئے تھے۔ پیر زادے مذہبی پیشواؤ بن کر لوگوں کو لوٹ رہے تھے۔ گدی نشین صوفیہ اور مسند آراء مشائخ سب اسی قسم کی دھڑے بندیوں میں مصروف تھے۔ متقشف و اعظمین، گمراہ صوفیہ خانقاہ نشین لوگوں کو موضوعات و باطل کی طرف ذکوت دے کر ان کے مال اور ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے تھے۔

مسلمانوں کی علمی و تعلیمی حالت بھی حد درجہ انحطاط پذیر تھی، درسگاہوں میں صدا، قاضی مددک، شمس باغہ اور شرح مطالعہ کے حواشی و خروج بکثرت رائج تھے اور اصل علوم (کتاب و سنت) کی طرف کوئی توجہ نہ تھی، دینیات میں فقہ کے سوا کچھ نہ تھا، حدیث میں صرف بطور تبرک مشکوٰۃ شریف اور مشارق الانوار پڑھا دینا کافی سمجھتے تھے۔ قرآن مجید خارج از انصاب تھا۔

شاہ صاحب کے اصلاحی کارنامے خیراتِ مرابعتِ حرمین کے بعد آپ نے مسلمانوں کی یہ صورت حال دیکھ کر اپنی جدوجہد سے تقریر و تحریر پر ہر دو طریق پر جو انجام دیں وہ رہتی دنیا تک فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ آپ نے اس زمانہ کے طریقہ تعلیم کو کجبل کرنے کا سبب پر درس دیا، تعلیمات اسلام میں جو خرافات اور بے سر دیا باتیں شامل کر دی گئیں تھیں ان کو الگ کیا اور دین کو ایک منظم و مرتب نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کیا۔ معاندین کے اعتراضات کا کماحقہ رد کیا اور مشتبہ مقامات کی صراحت فرمائی۔ عقل و نقل دونوں اعتبار سے دین اسلام کو مطابق فطرت ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ نجی تصوف اور اس کی بے سر دیا خرافات کی بزد قلم دھجیاں بکھیر دیں، معصوب فرقہ پرستوں اور مختلف مکتب خیال کے لوگوں کو ایک نقطہ عدل پر لا کر ان میں ہم آہنگی اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش فرمائی، کتاب و سنت کے احکام عوام تک پہنچانے کا انتظام بذریعہ ترجمہ قرآن فرمایا، شاہ صاحب ہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ساڑھے گیارہ سو برس کے بعد سر زمین ہند میں قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اور اسی کے بعد ترجمہ قرآن کی بنیاد پڑی، آپ ہی کی انتھک کوشش اور مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ آج کل ہم اس ملک میں علوم قرآن وحدیث کا چرچا دیکھ رہے ہیں۔

”جہانے را در گروں کو دیک مرد خود آگاہے“

مولانا نسیم احمد فریدی نے بالکل صحیح کہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”حضرت شاہ صاحب کے فیوض و برکات جو آج بھی پوری تابانی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ کمال تک شاکر دوں بس اس شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔

یک چراغی ست دریں بزم کو از پر تو آں ہر کجائی نگر م انجئے ساختہ اند

شاہ صاحب موجد علوم ہیں..... حضرت مولانا ممدوح چند علوم کے موجد ہیں۔ آپ سے پیشتر ان کو کسی نے مدون نہیں کیا تھا اول علم اسرار الدین۔ شاہ صاحب نے ”الجزء اللطیف“ میں اپنے دلائل اعمال کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”جو کام مجھ سے لئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ فقہ میں جو مرضی (پسندیدہ نظریات) ہیں ان کو جمع کر دوں اور اس کے لئے فقہ حدیث کی از سر نو بنیاد رکھ کر اس فن کی پوری عمارت تیار کی گئی اور آنحضرت ﷺ کے تمام احکام و ترغیبات اور ان تعلیمات کے اسرار و مصائب کو اس طرح مضبوط کیا گیا کہ اس فقیر سے پہلے اس کا کام عشر عشر بھی نہیں کیا گیا تھا۔ دوم علم کمالات اربعہ یعنی ابداع، خلق، تدبیر اور تدلی سوم علم استعدادات نفوس انسانیہ و کمال و مال ہر شخص،

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کمالات اربعہ ابداع، خلق، تدبیر، اور تدلی کی حقیقت اور نفوس انسانیہ کی استعدادات کا علم مجھے عطا فرمایا گیا اور یہ دونوں ایسے علم ہیں کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے ان کے کوچہ میں قدم نہیں رکھا۔ شانِ مجددیت..... حضرت شاہ صاحب بارہویں صدی کے مجدد تھے۔ چنانچہ ”تہمات“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”جب میرا دورہ حکمت یعنی علم اسرار دین پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعتِ مجددیت پہنائی۔ پس میں نے مسائل اختلافی میں جمع (و تطبیق) کو معلوم کر لیا۔“ ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”مجھے خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اس زمانہ کا مجدد، وصی اور قطب ہوں، اگر خدا نے چاہا تو میری کوششوں سے مسلمانوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی۔“ مجدد کے منصب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شریعت کے قوانین کی توجیہ و تفسیر کتاب و سنت کے مطابق کرے اور اس میں قیاس کو ہرگز دخل نہ دے۔ تعلیمات و نظریات کو پیش کرتے وقت صحابہ و تابعین کے اعمال و افعال کو سامنے رکھے۔ وصی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے ان قوانین کو جو بتاتے ہیں کہ حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور ان کے ارشادات کی روشنی میں ترتیب دے۔ قطب وہ ہے جو خدا کی مرضی کو موجودہ حالات و ضروریات میں بنی نوع انسان پر ظاہر کر دے۔

شاہ صاحب کا مقام عظمت..... بقول مولانا نسیم احمد فریدی بلاشبک و شبہ حضرت شاہ صاحب اپنے وقت کے مجدد،

حکیم الامتہ، امام علم و فن، مصلح امت اور ہمدرد انسانیت ہیں۔ وہ ایک وقت ایک عظیم الشان عالم دین بھی ہیں اور درویش باصفا بھی، مفسر و محدث بھی ہیں اور مفکر و متکلم بھی۔ مدرس و معلم بھی ہیں اور مولف و مصنف بھی۔ ماہر سیاسیات بھی ہیں اور رموز آشنائے معاشیات بھی، دریائے حکمت و معرفت کے غواص بھی ہیں اور اسرار شریعت کے محرم خاص بھی۔

ولیس علی اللہ بمستکر ان یجمع العالم فی واحد

آپ کے معاصر علماء نے جو علوم و معارف میں اپنی مثال آپ تھے آپ کے مقام عظمت کا اعتراف کیا ہے اور بڑی قدر و منزلت سے آپ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت مرزا جان جاناں فرماتے ہیں۔
مثلاً ایٹان در محققان صوفیاء کہ جامع اندوز علم ظاہر و باطن و علم نوییان کردہ اند چند کس گزشتہ باشند (کلمات طبیات صفحہ ۸۳)

ان اہل تحقیق صوفیاء میں جو ظاہری اور باطنی علوم کے جامع ہیں اور نیا علم بیان کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب جیسے بس چند ہی لوگ گزرے ہوں گے۔

مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی اپنے رسالہ ”فخر الحسن“ میں آپ کو اس طرح یاد فرماتے ہیں۔ شیخ صاحب المقامات العالیہ والکرامات الجلیلیہ الشیخ ولی اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ والبقا۔

سراج البند حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں۔ آیت من آیات اللہ و معجزۃ النبی الکریم ﷺ یعنی شاہ صاحب اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت اور اس کے نبی ﷺ کا معجزہ ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں ”اتحاف النبلاء“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر وجود لہو در صدر اول در زمانہ ماضی فی بود امام الامتہ و تاج المجتہدین شہرہ شد

اگر شاہ صاحب کا وجود گزشتہ زمانہ میں صدر اول میں ہوتا تو تمام مجتہدوں کے پیشوا اور مقتدا مانے جاتے بلکہ ان کے سر تاج بنائے جاتے اور امام الامتہ کا اگر انقدر خطاب پاتے۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ ”ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہیں کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہوگا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانہ میں شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی و ابن رشد کے کارنامے ماند پڑ گئے۔“

یہ تو آپ کے حلقہ نگوشوں اور عقیدت مندوں کا اظہار خیال تھا، ان کے علاوہ مولانا فضل حق خیر آبادی نے بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بجائے عقیدت و نیاز کے اپنے آپ کو علم کے اس خالوادہ کا حریف مقابل سمجھا کرتے تھے، چنانچہ ان کے شاگرد رشید مولانا محسن بھاری اپنی کتاب ”البلغ الاچن“ میں خود اپنی سنی ہوئی شہادت بیان کرتے ہیں جب کہ وہ اور میں مولانا سے درس لیا کرتے تھے فرماتے ہیں۔ ”مولانا فضل حق کے ہاتھ ”ازالہ الخفا“ کا ایک نسخہ کہیں سے لگا، مولانا اس کے مطالعہ کے بڑے خواہشمند تھے۔ جب درس و تدریس یاد دوسرے مشاغل سے فرصت ملتی تو بکثرت اسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ جب مولانا اس کتاب کا بیشتر حصہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے سب کے سامنے جن میں، میں بھی شریک تھا، فرمایا کہ جس شخص نے یہ کتاب لکھی ہے وہ تو ایک بزرگ بیکراں ہے۔ جس کے ساحل کا پتہ نہیں چلا۔ تحذیر ثنمت و تحمید الہی..... جس مقام و منصب اور عظمت و رفعت سے آپ کو سرفراز کیا گیا تھا اس سے آپ بخوبی آگاہ تھے۔ جس کا اظہار بطور تحذیر ثنمت آپ نے متعدد جگہ فرمایا ہے۔ چند اقتباسات بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خاص احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مجھے اس آخری دور کا ”ناطق“، حکیم، قائد اور

زعیم بنایا۔ (تہمات)

(۲) میرے ذہن میں ڈالامیہ کہ میں لوگوں تک یہ حقیقت پہنچاؤں کہ یہ زمانہ تیرا زمانہ ہے اور یہ وقت تیرا وقت ہے، افسوس اس پر جو تیرے جھنڈے کے نیچے نہ ہو۔ (ایضاً)

(۳) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں یعنی اللہ تعالیٰ جب خبر کے کسی نظام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اپنے اس ارادہ کی تکمیل کیلئے مجھے آلہ کار بتاتے ہیں۔ (فیوض الحرمین)

(۴) حق تعالیٰ کا عظیم ترین انعام اس بندہ ضعیف پر یہ ہے کہ اس کو خلعت فاتحہ بخشا گیا ہے اور اس آخری دور کا افتتاح اس سے کر لیا گیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

(۵) خداوند تعالیٰ نے ایک وقت میں میرے قلب میں میزان پیدا کر دی جس کی وجہ سے میں ہر اس اختلاف کا سبب پہچان لیتا ہوں جو امت محمدیہ میں واقع ہوا اور اس کو بھی پہچان لیتا ہوں جو خدا اور اس کے رسول کے نزدیک حق ہے، اور خدا نے مجھے یہ بھی قدرت دی ہے کہ امر حق کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس طرح ثابت کر دوں کہ اس میں کسی قسم کا شبہ اور اشکال باقی نہ رہے۔ (ایضاً)

اس قسم کے بیسیوں اقوال آپ کی تصانیف میں ملتے ہیں جو نہ بطور تعالیٰ و خود ستائی ہیں نہ بطریق فخر و غرور بلکہ یہ بطور تحدیث نعمت و تحمید الہی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ و اما بنعمت ربک فحدث

آہ اے ظالم یہ تو نے کیا کیا..... حجۃ اللہ البالغہ مترجم کے شروع میں مولوی معراج محمد باری کی تحریر کردہ مختصر سوانح حیات لگی ہے اس میں موصوف نے لکھا ہے کہ آپ کی آخری عمر میں دہلی پر ایک معصب شیعہ نجف علی خان کا تسلط ہو گیا تھا یہ مغل دربار کا آخری امیر تھا اس نے بہت سے علماء کو دردناک سزائیں دیں، امیر شاہ خاں "امیر الروایات" میں بیان فرماتے ہیں کہ اس نے شاہ ولی اللہ کے بھتیجے اتروا کو ہاتھ بیکار کر دیئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کر سکیں۔ وفات حسرت آیات..... آپ بڑھاپہ ضلع مظفر نگر میں قیام پذیر تھے کہ مرض الموت میں گرفتار ہو گئے۔ قلت غذا کی وجہ سے ضعف و نقاہت پہلے ہی لاحق تھی۔ اب اس میں اضافہ ہو گیا۔ ۹ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ کو بغرض علاج دہلی تشریف لائے لیکن تقدیر، تدبیر پر غالب ہوئی اور ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۳ء کو بوقت ظہر یہ علم و معرفت کا آفتاب جہاں تاب افق دہلی میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور اپنے پیچھے بے شمار کواکب و نجوم کو چمکاتا چھوڑ گیا جو اس کی مستطرد روشنی سے اب تک منور ہیں۔ تاریخ وفات "لوہود الامام اعظم دیں" ہے حضرت شاہ عبدالرحیم کے مزار سے متصل "مندیال" کے قبرستان میں آپ کے جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔

اربابِ چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے ہر شاخ پر اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے

الباقیات الصالحات..... حضرت شاہ صاحب کی پہلی اہلیہ کے بطن سے ایک صاحبزادے شیخ محمد اور ایک صاحبزادی بی بی امہ العزیز تھیں اور دوسری اہلیہ یعنی شاہ شفاء اللہ کی صاحبزادی کے بطن سے چار صاحبزادے تھے ان چار میں سب سے بڑے شاہ عبدالعزیز صاحب متوفی ۱۲۳۹ھ پھر شاہ رفیع الدین صاحب متوفی ۱۲۳۳ھ پھر شاہ عبدالقادر صاحب متوفی ۱۲۳۰ھ پھر شاہ عبدالغنی صاحب۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی وفات کے بعد شاہ عبدالعزیز صاحب آپ کے جانشین ہوئے اور اپنے موخر الذکر بیٹیوں حضرات کی تربیت کی مگر بیٹیوں حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب کی زندگی ہی میں وفات پا گئے۔ یہ سب حضرات تبحر علم و فضل اور افتادہ و افاضہ کی جہت سے نامور فضلاء عصر ہوئے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے اس خاندان کی بابت "اتحاف النبلاء" میں کیا خوب کہا ہے۔ ہر یکے از ازاں بے نظیر وقت و فرید دہر و وحید عصر در علم و عمل و عقل و فہم و قوت تقریر و فصاحت و تحریر و تقویٰ و دیانت و ملت و مراتب و ولایت بود، وہم جنیں لولاد اولاد اس سلسلہ از لائے ناب است۔

اخلاق و عادات..... شاہ صاحب نہایت سادہ طبیعت، منکر المزاج، نفیس الطبع، بلند ہمت، فرخ خواصہ، جفاکش، بہادر و

شجاع، مستقل المزاج، ہمدرد و غرباء، ریاد نمود سے عاری، ظاہری نمائش و شان و شوکت سے گریزاں اور بڑے مہمان نواز و فیاض تھے، متحمل ہونے کے باوجود نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، اکثر لوقات آپ کے خوان پر سادہ روٹی اور بعض اوقات معمولی سبزی ہوتی تھی۔ شان بے نیازی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے کبھی شاہان وقت کی طرف چشم ارادت سے نہ دیکھا۔

نظر ہے اگر کم پہ درخت صحر اہوں
کیا خدا نے نہ محتاج باغباں مجھ کو (اقبال)

شاہ صاحب کا مسلک..... حضرت شاہ صاحب اپنی وسعت علم، وقت نظر، قوت استدلال، ملکہ استنباط، سلامت فہم صفائی قلب، اتباع سنت، جمع بین العلم والعمل وغیرہ کمالات ظاہری و باطنی کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کی وجہ سے اپنے لئے تقلید کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، اس کے باوجود فرماتے ہیں۔

استغذت منه صلے اللہ علیہ وسلم ثلاثا مامور خلاف ما كان عندی وما كانت طبعی لمیل الیہ استدلیل
فصارت هذه الاستفادة من براہین الحق تعالیٰ علی احدها الوصاة بترك الالتفات الی التسبب واثانہا
الوصاة بالتقلید بهذه المذاهب الاربع لا اخرج منها التوفیق ما استطعت وجبلی تابی التقلید وتالف منه
راسا ولكن شئ طلب التعبد به بخلاف نفسی وههنا نكتة طوبی ذكرها وقد تفتطنت بحمد اللہ بستر
هذه الحيلة وهذه الوصاة (فیوض الحرمین)

میں نے اپنے عندیہ اور اپنے شدید میلان طبع کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے تین امور استفادہ کئے تو یہ استفادہ میرے لئے برہان حق بن گیا۔ ان میں سے ایک تو اس بات کی وصیت تھی کہ میں اسباب کی طرف سے توجہ ترک کر دوں اور دوسری وصیت یہ تھی کہ میں ان مذاہب اربعہ کا اپنے آپ کو پابند کر دوں اور ان سے نہ نکلوں اور تاہم امکان تطبیق و توفیق کروں لیکن یہ ایسی چیز تھی جو میری طبیعت کے خلاف مجھ سے بطور تعبد طلب کی گئی تھی اور یہاں پر ایک نکتہ ہے جسے میں نے ذکر نہیں کیا ہے اور الحمد للہ مجھے اس حیلہ اور اس وصیت کا بھید معلوم ہو گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ کو آپ کی طبیعت اور جبلت کے خلاف نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک کی جانب سے تقلید کرنے پر مامور کیا گیا اور دائرہ تقلید سے خارج ہونے سے منع کیا گیا۔ لیکن کسی خاص مذہب کو معین نہیں کیا گیا۔ بلکہ مذاہب اربعہ میں دائرہ متخصر رکھا گیا، البتہ مذاہب اربعہ کی تحقیق و تفتیش اور چھان بین کے بعد جب ترجیح کا وقت آیا اور اس کی جستجو کے لئے آپ کی روح مضطرب ہوئی تو دربار رسالت سے اس طور پر رہنمائی کی گئی۔

عرفنی رسول اللہ ﷺ ان فی المذهب الحنفی طریقتہ انیقتہ می اوفق الطرق بالسنتہ المعروفہ
التي جمعت ونقحت فی زمان البخاری واصحابہ وذلك ان یؤخذ من اقوال الثلث (ای الامام وصاحبہ)
قول اقربہم بها فی المسئلہ ثم بعد ذلك یتبع اختیارات الفقہاء الحنفین الذین کانوا من علماء
الحديث فرب شئ سکت عنه الثلث فی الاصول وما یعرضو الفیہ ودلت الاحادیث علیہ فلیس بدمن
اثباتہ والکل مذهب حنفی (فیوض الحرمین)

آنحضرت ﷺ نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریق ہے جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی اور وہ یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ یعنی یعنی امام ابو حنیفہؒ ابو یوسفؒ محمدؒ میں سے جس کا قول سنت معروفہ سے قریب تر ہو، لے لیا جائے پھر اس کے بعد ان فقہاء حنفیہ کی پیروی کی جائے جو فقہیہ ہونے کے ساتھ حدیث کے بھی عالم تھے۔ کیونکہ بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ آئمہ ثلاثہ نے اصول میں ان کے متعلق کچھ نہیں کہا اور نفی بھی نہیں کی۔ لیکن احادیث انہیں بتلا رہی ہیں تو لازمی طور پر اس کو تسلیم کیا جائے اور یہ سب مذہب حنفی ہی ہے۔

اس عبارت سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ حضرت شاہ صاحب کو دربار رسالت سے کس مذہب کی طرف رہنمائی کی گئی۔ نیز سارے مذاہب میں کون اونیق بالسنۃ المعروف ہے ظاہر ہے کہ وہ مذہب حنفی ہی ہے جیسا کہ فیوض الحرمین کی اس عبارت سے معلوم ہوا تو بلاشبہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک وہی قابل ترجیح اور لائق اتباع ہے۔

تقلید حنفیت کا واضح ثبوت..... خدا بخش لاہوری (پٹنہ) میں بخاری شریف کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو شاہ صاحب کے درس میں رہا ہے۔ اس میں آپ کے تلمیذ محمد بن پیر محمد بن شیخ ابوالفتح نے پڑھا ہے، تلمیذ مذکور نے درس بخاری کے ختم کی تاریخ ۶ شوال ۱۱۵۹ھ لکھی ہے اور جنما کے قریب جامع فیروز دی میں ختم ہونا لکھا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے اپنی سند امام بخاری تک تحریر فرما کر تلمیذ مذکور کے لئے سند اجازت تحدیث لکھی اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات تحریر فرمائے۔ ”العمری سبا، الدہلوی دھنا، الاشعری عقیدہ، الصوفی طریقہ، احنلی عملا والشافعی تدریسا خادام التفسیر والحدیث والفہم والعریۃ والکلام۔“ ۲۳ شوال ۱۱۵۹ھ

اس تحریر کے نیچے شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے یہ عبارت لکھی ہے کہ ”بیشک یہ تحریر بالامیرے والد محترم کے قلم کے لکھی ہوئی ہے۔ نیز شاہ عالم کی مہر بھی بطور تصدیق ثبت ہے۔“

طرز تحریر اور تصنیفی خصوصیات..... ایک مصنف کی حیثیت سے بھی شاہ صاحب کا درجہ نہایت بلند ہے۔ آپ نے مروجہ طرز نگارش کو جو محض نانائوس اور ہر شکوہ الفاظ کے طلسم اور فضول قافیہ پیمائی کے افسوں میں گھرا ہوا تھا وسعت بخشی اور اس قابل کر دیا کہ وہ ان لفظی گورکھ و دھندوں اور بیجا ثنائیات کی پابندیوں سے آزاد ہو کر حکیمانہ خیالات اور علمی مضامین کو بطریق احسن پیش کر سکے۔ زمانہ ماضی میں سب سے پہلے ابن خلدون نے یہ خدمت انجام دی تھی۔ ان کے بعد آپ ہی ایک ایسے مصنف ہیں جنہوں نے اس اسلوب کو زندہ کیا۔

باوجود محنتی اور ہندوستانی ہونے کے آپ نے عربی فصاحت و بلاغت کا بے نظیر نمونہ پیش کیا جس کی عظمت کا اعتراف اہل زبان نے بھی کیا ہے، مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ ”شاہ ولی اللہ صاحب پہلے ہندوستانی مصنف ہیں جن کی عربی تصانیف میں اہل زبان کی اسی روانی و قدرت اور عرب کی اسی عربیت ہے اور وہ ان بے اعتدالیوں سے پاک ہیں جو عجمی علماء کی عربی تحریر میں پائی جاتی ہیں۔“

اس کے علاوہ آپ ایک نئے اسلوب اور جداگانہ طرز کے بانی و موجد تھے جو جامعیت، زور بیان، تحکم و اعتماد اور فصاحت و بلاغت میں نبی کریم ﷺ کے طرز تکلم سے مشابہ ہے، مولانا مناظر احسن گیلانی اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”عربی زبان میں انہوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان میں ایک خاص قسم کی انشاء کی جوان کا مخصوص اسلوب ہے پوری پابندی کی ہے، شاہ صاحب پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی عبارتوں میں زیادہ تر ”جوامع الکلم“ النبی القاتم ﷺ کے طرز گفتگو کی پیروی کی ہے، حتیٰ الوسع وہ اسی کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے مدعا کا اظہار انہی لغات اور انہی محاورات سے کریں جو لسان نبوت اور زبان رسالت سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔“

آپ کی تحریر میں تحقیق و علم اور فکر و نظر کے ساتھ ساتھ سوز و اخلاص اور درمندی کے جوہر بھی پائے جاتے ہیں۔ جس کے باعث وہ محض ایک تحقیقی تصنیف ہی نہیں رہتی بلکہ ایک دینی مصلح کا پیغام اور اخلاقی معلم کا درس بن جاتا ہے۔ آپ نے اپنی اکثر کتب نہایت پر فتن و پر آشوب زمانہ میں تصنیف فرمائی ہیں۔ لیکن آپ حالات گرد و پیش سے متاثر ہو کر جذبات کی رو میں نہیں بہہ جاتے اور نہ عام مصنفین کی طرح اپنی کتب میں زمانہ کار و بار دہاتے ہیں بلکہ نہایت توازن و اعتدال کے ساتھ قلم کو رواں رکھتے ہیں اور مرکزی نقطہ خیال سے تجلوز نہیں فرماتے۔ آپ کی اسی خصوصیت کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں کہ ”شاہ صاحب کی تصنیفات کے ہزاروں صفحے پڑھ جائیے آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہو گا کہ یہ بارہویں صدی ہجری کے پر آشوب

زمانہ کی پیدوار ہے جب ہر چیز بے اطمینانی اور بد امنی کی نذر تھی صرف یہ معلوم ہو گا کہ فضل و علم کا ایک دریا ہے جو کسی شور و غل کے بغیر سکون و آرام کے ساتھ بہہ رہا ہے جو زمان و مکان کے خس و خاشاک کی گندگی سے پاک صاف ہے۔
شعر و شاعری..... شاہ صاحب جس طرح نثر نگاری میں یکپائے زمانہ تھے اسی طرح نظم لکھنے میں وہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ عربی نظم میں ”اطیب النظم فی مدح سید العرب و انجم“ کے نام سے نبی کریم ﷺ کی مدح و نعت میں ایک بیسٹ قصیدہ ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

کان نجوما او مضت فی الغیاب عیون الفاعی اور زوس العقارب

اس کے علاوہ تین قصیدے اور ہیں، دیوان عربی کا بھی پتہ چلتا ہے جس کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے جمع اور شاہ رفیع الدین صاحب نے مرتب کیا تھا، ہم یہاں ہر قصیدے کے پہلے شعر پر اکتفا کرتے ہیں۔

الا کل شئی ماخللہ زائل وکل وجود دون مجلاہ باطل

الا انما هو للسلوب طعائن ومنہم انانین الوجود مبائن

اشم عرف الرضا من نسمة السحر لعلہا کسیت من نشرہ العطر

کلمات طیبات اور حیات دلی وغیرہ میں آپ کی فارسی غزلیں اور رباعیاں موجود ہیں جو تمام تر آپ کے قلبی التراب اور سوز و گداز کا عکس ہیں، فارسی میں آپ امین مخلص فرماتے تھے۔ ایک عربی کا مطلع ہے۔

دلے دارم ز خود خالی حبائش می توان گفتن در کیفیے جوش شربائش می توان گفتن
ایک دوسری غزل کا شعر ہے۔

جہاں و جاں فدائے وضع شوخ شر آشوبت قیامت می نمائی دوم عیسی دمر ہم ہم
ایک اور غزل کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

بہ زلف پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خود را خروش در دول شبہائی کردم چہ کردم
دلے پرورد، جاں افکار، بیار تند خودارم جہاں را پر زیار یہائی کردم چہ کردم

ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

در عشق تو از جملہ جہاں بچند شتم وز ہر چہ بجز یاد تو از اں بچند شتم
مقصود من بندہ بجز وصل تو نیست اندر طلبت از دل و جاں بچند شتم

ایک اور رباعی ملاحظہ ہو۔

ہر در کہ شد منظر آل یار عجیب ظاہر شدہ از صور تش آثار عجیب
در لوح دل ارشیت کئی صورت او پیدا شد از لوح دل اسرار عجیب

علمی خدمات..... حضرت شاہ صاحب نے ایک طرف مدرسہ و خانقاہ کی بساط بھجائی جس سے ہزاروں تشنگان علوم و معرفت نے استفادہ کیا اور پھر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر سارے ہندوستان میں فیوض کو تقسیم کیا۔ دوسری طرف اپنی پیش بہ تصنیفات کے ذریعہ ایک ایسا عظیم اور بے مثال علمی سرمایہ بہم پہنچایا جس کی مثال تاریخ ملت میں شاذ و نادر ہے۔

آپ کی تصانیف بے شمار ہیں۔ بعض مورخین دو سو سے زائد جانتے ہیں، مصنف ”حیات ولی“ نے ان کی تعداد اکیاون بتائی ہے۔ لیکن آگے لکھا ہے کہ آپ کی تالیفات میں اور بھی بہت سی کتابیں قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں مگر ہم نے صرف انہی کتابوں کا ذکر کیا ہے جو مطبوع ہو کر مشرق سے غرب تک نہایت وقعت کے ساتھ مشہور ہو چکی ہیں۔
شاہ صاحب کی تصنیفات کے سلسلہ میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ آپ نے یہ تمام کام جیسا کہ حساب لگانے سے

معلوم ہوتا ہے کل ستائیس اٹھائیس برس سے بھی کم مدت میں انجام دیا ہے اور وہ بھی نہایت پر آشوب اور پر فتن زمانہ میں جو آپ کی منزلت علمی اور کمال فن کا ایک واضح ثبوت ہے، آپ کی چند مشہور اور متداول تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن۔ قرآن پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے جو سب سے پہلے ہندوستان میں ہوا، یہ نہایت جامع مانع اور مطلب خیز ترجمہ ہے۔ ترجمہ کے ساتھ جابجا نوآند بھی ہیں جو نہایت مختصر مگر جامعیت اور اشکال کی گرہ کشائی میں بے مثل ہیں۔ اتنی مدت گزر جانے کے باوجود اب تک اس کے مقابل کا کوئی ترجمہ نہیں ہو سکا۔

(۲) فتح النجیر بمالایہ من حلال فی علم التفسیر۔ عربی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر کا نہایت مختصر اور بے نظیر رسالہ ہے جس میں شرح غریب القرآن اور اسباب نزول پر جابجا روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۳) مصنف شرح موطا، موطا امام مالک کی فارسی زبان میں بہترین شرح ہے۔ جس کے دیکھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ مصنف کو حدیث و فقہ نیز استخراج مسائل میں کتنا ملکہ تھا۔

(۴) موسیٰ شرح موطا۔ یہ عربی زبان میں ہے اور آپ کے اختیار کردہ طریقہ درس حدیث کا نمونہ ہے۔

(۵) عقد البیہ فی احکام الاجتہاد والتقلید۔

(۶) تاویل الاحادیث۔ مکذبین انبیاء پر جو عذاب آئے اور رسولوں کے ذریعہ جن معجزات کا ظہور ہوا اس کتاب میں ان کو مطابق فطرت ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ مخفی اسباب مادیہ کے باعث ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ان کا خارق عادت ہونا محض ہماری کوتاہ نظری کی بناء پر ہے اور خدا تعالیٰ کا نظام کائنات ناقابل تغیر ہے۔

(۶) چہل حدیث

(۸) حجتہ اللہ البالغہ۔ اس کا تعارف مستقل طور پر بعنوان ”صاحب حجتہ اللہ البالغہ“ آ رہا ہے۔

(۹) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف

(۱۰) الارشاد الی سمات الاسناد

(۱۱) شرح تراجم ابواب صحیح البخاری

(۱۲) از الہ الحقاء عن خلافتہ الخلفاء۔ حجتہ اللہ البالغہ کی طرح یہ آپ کی دوسری معرکتہ الآراء تصنیف ہے، اس میں آپ نے خلفاء راشدین کی خلافت قرآن مجید، احادیث، تاریخ وغیرہ دلائل و براہین پیش کر کے حق ثابت کی ہے اور شیعہ و سنی کے باہمی اختلاف کو نہایت عدل و انصاف سے حل کیا ہے۔ جس سے جانبین کی غلط فہمیاں اور شدت و تعصب دور ہو جاتا ہے۔ اثبات خلافت کے ساتھ ساتھ سیرت، تاریخ اور سیاست و خلافت کے بارے میں دیگر بیش بہا نکات بھی بیان ہوئے ہیں۔ انداز بیان نہایت شگفتہ اور سلیس ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں کہ ”اس موضوع پر پورے اسلامی لٹریچر میں ایسی کوئی کتاب موجود نہیں۔ مولانا فضل حق خیر آباد کا تاثر ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔“

(۱۳) ترہ العینین فی تفہیل الحنین۔ اس میں خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی افضلیت کا بڑے حسین انداز میں بیان ہے اور اس سلسلہ میں آپ نے عقلی و نقلی دلائل سے کام لیا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں۔

(۱۴) فیوض الحرمین۔ قیام حرمین کے دوران جو فیوض و برکات بصورت خواب یا بطریق القاء آپ کو حاصل ہوئے یہ ان ہی کا مجموعہ ہے، بعض جگہ بحثیں گویاں، علم تصوف کی تصوف کی تحقیقات دوسرے مسائل کا بھی ذکر ہے۔ یہ عربی کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

(۱۵) تراجم بخاری (۱۶) مسلسلات

(۱۷) الانبیا فی احادیث رسول اللہ۔ یہ تینوں عربی رسائل فن حدیث سے متعلق ہیں۔

(۱۸) الطاف القدس۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔ جس میں اپنے الہامات کو بیان کیا ہے۔

(۱۹) الدار الثمین فی بشرات النبی الامین۔ عربی زبان میں ہے۔ جس میں ان بشارتوں کا بیان کیا ہے جو آپ کو یا آپ کے نسب یا روحانی بزرگوں کو نبی کریم ﷺ کی ہوئی ہیں۔

(۲۰) شرح رباعین اس میں خواجہ باقی باللہ کی دور باغیوں کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ فرمائی ہے۔

(۲۱) معجمات (۲۲) سطحات (۲۳) لمعات

یہ تینوں رسالے فارسی زبانوں میں فن تصوف میں ہیں اور شاہ صاحب کی علمی بلندی کے آئینہ دار ہیں۔ مضامین اتنے اونچے اور قاصد ہیں کہ عام افہام سے بالاتر ہیں۔

(۲۴) ہوامع شرح حزب البحر

(۲۵) انفاس العارفین۔ اس میں اپنے بزرگوں کے حالات درج کئے ہیں۔ کتاب فارسی زبان میں ہے۔

(۲۶) الطیب النعم فی مدح سید العرب والنجم۔ نبی کریم ﷺ کی مدح میں عربی قصیدہ ہے۔

(۲۷) سرور الخزون۔ ابن سید الناس نے سیرت نبوی پر ایک ضخیم کتاب ”عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسير“ تالیف کی اور پھر اس کا ایک جامعہ خلاصہ ”نور العیون فی تلخیص سیر الامین والمأمون“ کے نام سے لکھا، شاہ صاحب نے بعض دوستوں اور بزرگوں کے اسرار پر اس خلاصہ کا فارسی میں ”سرور الخزون“ کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔

(۲۸) الانبیا فی سلاسل اولیاء اللہ۔ عربی زبان میں ہے جس میں اولیاء اللہ کے حالات ہیں۔

(۲۹) الخیر الكثير۔ تصوف و سیاست اور اسرار و حقائق پر بلند پایہ عربی تصنیف ہے۔

(۳۰) البدور البازغۃ۔ اس دقیق کتاب میں فلسفہ اور تصوف کے حقائق و معارف بیان کئے ہیں اور بعض ابواب

حجتہ اللہ البالغہ کے مضامین کا خلاصہ ہے۔

(۳۱) التہنمات الالہیہ یہ کتاب بقول مولانا منظور صاحب نعمانی ”ولی الہی شکول“ ہے۔ اس میں زیادہ تر تصوف و سلوک سے متعلق مقامات ہیں اور علوم شریعت کے بارے میں بھی مضامین ملتے ہیں۔ بعض باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ بعض مقامات پر اپنے دہر میں پیدا شدہ خرابیوں اور لوگوں کے عیوب و نقائص کی نشاندہی کی ہے اور معاشرہ کے ہر طبقہ کو مخاطب کر کے اصلاح پر ابھارا ہے۔ اصل کتاب کہیں عربی میں ہے اور کہیں فارسی میں، پوری کتاب دو جلدوں میں ہے۔

(۳۲) مکتوبات مع فضائل ابوالعبد اللہ الجلازی و ابن تمیہ چند اہم مکاتیب اور امام بخاری و ابن تیمیہ کے حالات پر

مجموعہ ہے۔

(۳۳) مکتوب المعارف

(۳۴) الجبر اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف۔ فارسی رسالہ ہے جس میں آپ نے اپنی سوانح لکھی ہے۔

(۳۵) المقالۃ الوضیۃ فی الصحیۃ والوصیۃ۔ اس میں اپنی اولاد، دوستوں، عقیدت مندوں اور شاگردوں کو آٹھ

نصیحتیں فرمائی ہیں۔

(۳۶) شفاء القلوب۔ (۳۷) زہر اوین

(۳۸) القول الجلیل۔ (۳۹) حسن العقیدہ

(۴۰) المقدمۃ السنیۃ۔ (۴۱) فتح الودود فی معرفۃ الجود

(۱۴۴) اعراب القرآن

(۴۳) ماثر الاجداد

(۴۲) مسلسلات

(۴۵) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ فarsi زبان میں اصول تفسیر کا ایک مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ہے۔ جس میں قرآن مجید کے علوم خمسہ، تاویل حروف مقطعات، رموز قصص انبیاء اور اصول تاریخ و منسوخ پر نہایت مفید اور بصیرت افروز مقالات جس خوش اسلوبی سے بیان کئے ہیں وہ حضرت شاہ صاحب ہی کا حق ہے۔

مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کو جب اس خاص فن سے دلچسپی ہوئی تو اس فن کی بعض بڑی بڑی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ لیکن جگہ جگہ وہ مشکلات میں پڑے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس بات کی شکایت حضرت النذ سے کی۔ انہوں نے مجھے الفوز الکبیر کے مطالعہ کا مشورہ دیا۔ اس کے مطالعہ کے بعد میری تمام مشکلات آسان ہو گئیں۔ آپ کی یہ اصل تصنیف فارسی زبان میں ہے، علامہ محمد منیر الدین دمشقی نے افادیت کے پیش نظر اس کا عربی میں سلیس ترجمہ کیا ہے جو آج کل عام طور پر مدرس میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ اردو میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ہم نے اردو میں ”الروض البصیر شرح الفوز الکبیر“ کے نام سے شرح لکھی ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرما کر باعث نفع بنائے۔ (آمین) ل

(۸) صاحب شاطبیہ

نام و نسب اور پیدائش..... نام محمد قاسم، کنیت ابو القاسم اور ابو محمد ہے۔ والد کا نام فیروز اور دادا کا نام خلف بن احمد ہے۔ شاطبیہ کے باشندے ہیں جو مشرقی اندلس کا بڑا مردم خیز شہر تھا۔ ۵۳۸ھ کے آخر میں پیدا ہوئے۔ آنکھوں سے معتد تھے لیکن کمال درجہ بین و فہیم ہونے کے سبب سے ناپیدائوں کی سی حرکات آپ سے ظاہر نہیں ہوتی تھیں۔

دل جو پیناست چہ غم دیدہ اگر نابیناست خانہ آئینہ راز و نشانی از روزن نیست

تحصیل علوم..... آپ فن قرأت کے مشہور لام، تفسیر و حدیث کے زبردست عالم، لغت و نحو میں بے نظیر اور علم تعبیر میں ماہر تھے۔ فن قرأت قاری عبد اللہ بن محمد بن ابی العاص مرقی اور ابو الحسن علی بن محمد بزیل (ہذیل) اندلسی سے اور علم حدیث ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن سعاده، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحیم خزرجی اور حافظ ابو الحسن ابن الصمد وغیرہ سے حاصل کیا تھا۔ قوت حافظہ..... صحیح بخاری و صحیح مسلم اور موطا پر ایسا کامل عبور تھا کہ جب طلباء پڑھتے تو آپ قوت حافظہ سے ان کے نسخوں کی صحبت کراتے جاتے اور کثرت سے نکات بیان کرتے تھے۔

احترام علوم و کثرت فیض..... علم قرأت بادو ہو کر پر تکلف لباس میں نہایت خشوع و خضوع اور انکسار کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کی ذات سے ایک عالم کو فیض پہنچایا۔ میں نے مصر میں ان کے بہت سے شاگرد دیکھے ہیں۔

سفر مصر اور شاہی اعزاز..... ۵۷۲ھ میں مصر گئے اور سلطان صلاح الدین کے باکمال وزیر قاضی فاضل کے مہمان ہوئے وزیر نے عزیز مہمان کی یہ ضیافت کی کہ خاص ان کے لئے ایک مدرسہ تعمیر کر لیا اور آپ یہاں کلام مجید، قرأت، نحو لغت پڑھاتے رہے کشف و کرامات..... آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے بغیر کسی موزن کے (نبی طور پر) نوزان کی آواز سن لیتے تھے۔ کشف کے سبب سے اپنے شاگردوں کو بہت سی پوشیدہ باتیں بھی بتا دیتے تھے، علامہ جزری نے اپنے شیخ الشیوخ سے نقل کیا ہے کہ لام شاطبی نماز فجر فاضلیہ میں خوب سویرے پڑھ کر پڑھانے کے لئے

۱۔ شاہ صاحب کے حالات الجزر اللطیف ”مصنف شاہ صاحب“، القوال الجلی فی مناقب الولی“ مصنف شیخ محمد عاشق پھلتی۔ ”حیات دلی“ مصنفہ حافظ رحیم بخش دہلوی۔ ”تذکرہ شاہ ولی اللہ“ مصنف مولانا محمد منظور نعمانی۔ ”شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک“ مصنف پروفیسر ظیق نظامی۔ ”شاہ ولی اللہ اور رد شیعہ“ مصنف مولانا محمد میاں، شاہ ولی اللہ“ مصنف عبد القیوم مظاہری وغیرہ میں سر قوم ہیں۔ ہمارے مضمون موخر الذکر کتاب اور حیات دلی اور حجتہ اللہ مترجم کے پیش لفظ سے مختص ہے۔ ۱۲

بیٹھ جاتے اور صرف یہ کہہ کر کہ ”جو پہلے آیا ہے وہ پڑھے“ شروع کر دیتے تھے۔ اس کے بعد الاسبق فالاسبق قرأت ہوتی تھی۔ ایک روز موصوف نے خلاف عادت یوں کہا کہ ”جو دوسرے نمبر پر آیا ہے وہ پڑھے۔“ اس نے قرأت شروع کر دی اور جو پہلے آیا تھا وہ پڑھنے سے رہ گیا۔ اب حاضرین میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ اس سے کونسا قصور سرزد ہوا ہے، مگر اسے یاد آیا کہ رات احتلام ہو گیا جو شرکت درس کی تبدیلی کے باعث یا نہیں رہا۔ وہ پیچاڑ فوراً غسل کر کے حاضر ہوا تو امام صاحب نے کہا جو سب سے پہلے آیا تھا وہ پڑھے، سبحان اللہ کتنی عجیب کرامت ہے، امام ترمذی نے حضرت ابوسعیدؓ سے روایت کیا ہے۔ ”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال القوافراست المعومن فانه ينظر بنور اللہ“ کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور الہی سے دیکھتا ہے تصنیفات..... آپ کی تصانیف میں سے شاطبیہ اور راسیہ داخل درس ہیں، شاطبیہ میں ایک ہزار ایک سو تتر اشعار ہیں۔ جن میں علامہ دہلوی کی تیسیر کو اضافہ کے ساتھ زراے طرز پر نظم کیا ہے، قصیدہ راسیہ جو صحف عثمانی کے رسم الخط میں ہے۔ اس میں دو سو اٹھانوے اشعار ہیں۔ تیسرا ناظم الزہر ہے جس میں آیات کا شمار اور ان کا اختلاف بیان کیا ہے۔ یہ دو سو ستانوے شعروں میں سے ہے۔ چوتھا قصیدہ دالیہ ہے جس کے پانچ سو اشعار ہیں۔ اس میں آپ نے ابن عبد البر کی تمہید کا خلاصہ کیا ہے جو بارہ جلدوں میں تھی، قرطبی سے منقول ہے کہ جب آپ قصیدہ شاطبیہ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اس کو ساتھ لے کر بیت اللہ کے گرد بارہ ہزار طواف کئے۔ جب دعا کے مقامات پر پہنچتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اللهم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشهادة رب هذا البيت العظیم انفع بها کل من قراہا۔ آپ فرماتے تھے جو شخص بھی میرا یہ قصیدہ پڑھے گا حق تعالیٰ اس کو ضرور نفع دیں گے۔ کیونکہ میں نے یہ خالص اللہ نظم کیا ہے۔

زیارت نبی کریم ﷺ..... ناظم سے منقول ہے کہ آپ کو نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی تو سامنے کھڑے ہوئے خدمت بابرکت میں سلام عرض کیا اور کہا ”یاسیدی یا رسول اللہ! اس قصیدے پر نظر فرمائیے۔“ آپ نے اس کو دست مبارک میں لیا اور فرمایا ”ہی مبارکست من حفظها دخل الجنة۔“

وفات ودفن..... ۲۸ جمادی الاول (یا جمادی الثانی) بروز یکشنبہ ۵۹۰ھ میں بعد العصر بادنیا ترپین برس کی عمر میں مصر کے شہر قاہرہ میں وفات پائی۔ ابواسحاق خطیب جامع مصر نے نماز پڑھائی، وزیر مذکور قاضی فاضل نے بعد وفات بھی باکمال مہمان کی مفاہرت گوارا نہیں کی۔ یعنی امام شاطبی پیر کی دن مقلم پہاڑ کے قریب قراقہ صغریٰ میں اسی مقبرہ میں دفن ہوئے جو قاضی فاضل نے اپنے لئے بنوایا تھا۔ علی صباغ اپنی شرح ”ارشاد المرید“ میں فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر اب بھی مشہور و معروف ہے، ملا علی قادری فرماتے ہیں کہ لوگ اب بھی آپ کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوتے اور برکات حاصل کرتے ہیں، علامہ جزری فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا آپ کی قبر کی زیارت کی ہے وہاں دعا بڑی جلدی قبول ہوتی ہے۔

مشہور برگ زادہ اوائل دل نو مید کہ خواب مردم آگاہ عین بیداریت

جو ہر انساں عدم سے آشنا ہو تا نہیں آنکھ سے غائب تو ہو تا ہے فنا ہو تا نہیں (اقبال)

قصیدہ لامیہ وراسیہ..... قصیدہ لامیہ جو شاطبیہ کے ساتھ مشہور ہے اور قصیدہ راسیہ دونوں ایسے مشہور و متداول ہیں کہ ان کے تعارف کی ضرورت نہیں۔ شاطبیہ کے متعلق طاش کبریٰ زادہ لکھتے ہیں۔

ہی قصیدہ التی سبارت فی الامصار و طارت فی الاقطاد و صار الی قبولها علماء الاعصار

یہ وہ قصیدہ ہے جو تمام ملکوں اور شہروں میں پھیلا اور ہر زمانہ کے علماء نے اس کو قبول کیا۔

علامہ جزری فرماتے ہیں کہ جس شخص نے آپ کے دونوں قصیدے پڑھے اس نے آپ کے وہی علوم سے غیر معمولی

فائدہ اٹھایا۔

شروح شاطبیہ..... (۱) شرح شاطبیہ۔ علم الدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبد الصمد سخاوی متوفی ۶۴۳ھ کی ہے اور سب

سے پہلی شرح ہے۔

(۲) کنز المعانی۔ کمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد موصلی متوفی ۶۵۶ھ کی مختصر سی شرح ہے۔

(۳) المفید۔ علم الدین ابو محمد قاسم بن احمد بن موفق اندلسی متوفی ۶۶۱ھ کی مختصر سی شرح ہے۔

(۴) ابراز المعانی

(۵) شرح شاطبیہ (کبیر) یہ دونوں ابو القاسم عبد الرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان مقدسی معروف

بابو شامہ متوفی ۶۶۵ھ کی نقیص شرحیں ہیں۔

(۶) شرح شاطبیہ از ابو العباس احمد بن علی اندلسی متوفی ۶۲۰ھ

(۷) شرح شاطبیہ۔ از مجیب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن نجار متوفی ۶۳۳ھ

(۸) شرح شاطبیہ۔ از منتخب الدین حسین بن ابی القریب رشید ہمدانی متوفی ۶۳۳ھ

(۹) شرح شاطبیہ از ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن محمد فارسی متوفی ۶۷۲ھ

(۱۰) شرح شاطبیہ از عماد الدین ابو الحسن علی بن یعقوب بن شجاع بن زہران موصلی متوفی ۶۸۲ھ

(۱۱) شرح شاطبیہ از تقی الدین یعقوب بن بدران جرائندی متوفی ۶۸۸ھ

(۱۲) شرح شاطبیہ از علامہ جعفری برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن غلیل متوفی ۷۳۲ھ

شاطبیہ کی سب سے بہتر شرح ہے جو ۶۹۱ھ میں لکھی گئی ہے۔

(۱۳) شرح شاطبیہ۔ از شرف الدین ابو القاسم ہیبت اللہ بن عبد الرحیم بارزی حموی متوفی ۷۳۸ھ

(۱۴) سراج القاری۔ از نور الدین ابو الققاء علی بن عثمان بن محمد بن احمد بن حسن عذری متوفی ۸۰۱ھ

(۱۵) شرح شاطبیہ از جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

(۱۶) شرح شاطبیہ۔ از شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ

(۱۷) الغایہ شرح شاطبیہ از جمال الدین حسین بن علی حصنی متوفی ۹۶۲ھ

(۱۸) شرح شاطبیہ از ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ عجب اور محققانہ شرح ہے اس کے مضامین سخاوی، جعفری اور ابو

شامہ کی شرح سے لئے گئے ہیں۔ ہر شعر کی صریح اور نحوئی تحقیق کے بعد فن کے لحاظ سے اس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

(۱۹) ارشاد البرید۔ از علی بن محمد معروف بصبغ، مختصر اور محققانہ شرح ہے۔

(۲۰) عنایات رحمانی۔ از قاری فتح محمد بن محمد اسماعیل پانی پتی۔ اردو زبان میں بہترین مفصل شرح ہے۔

شاطبیہ پر تکمیلے..... (۱) التکملة المفیده از ابو الحسن علی بن عمر بن ابراہیم کتانی متوفی ۷۲۳ھ اس میں کئی کی تبصرہ امین

شرح کی کافی اور اہوازی کی وجہ سے منتخب کر کے زیادات نظم کی ہیں۔

(۲) کملہ شاطبیہ۔ از شہاب الدین احمد بن محمد بن سعید یحییٰ متوفی بعد از ۸۲۰ھ

مختصرات شاطبیہ اور اس کے خلاصے..... (۱) اختصار شاطبیہ۔ از عبد الصمد تبریزی متوفی ۷۶۵ھ

(۲) الدرر الجلائیہ خلاصہ شاطبیہ۔ از امین الدین عبد الوہاب بن احمد بن دہبان دمشقی متوفی ۷۶۸ھ

(۹) صاحب طیبہ

فن قرأت میں دوسری داخل درس کتاب ”طیبہ“ ہے جو علامہ ابو الخیر شمس الدین جزری کی تصنیف ہے۔ ان کے

حالات ”مقدمہ جزریہ“ کے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ از مفتاح السعادة، ابن حکان، کشف الظنون، مقدمہ عنایات رحمانی ۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

- (۱) حصن حصین
- (۲) مفتاح الحصن (حاشیہ حصن)
- (۳) عدة الحصن الحصین (مختصر الحصن)
- (۴) النشر فی قرات الشعر
- (۵) تقریب الشعر
- (۶) طبیۃ الشعر (منظومہ نشر)
- (۷) الادلہ الواضحة فی تفسیر سورۃ الفاتحہ
- (۸) الجہال فی اسماء الرجال
- (۹) توضیح المصانح (مصانح کی شرح تین جلدوں میں ہے۔)
- (۱۰) المسند فیما تعلق بحمد احمد
- (۱۱) فی مناقب علی ابن ابی طالب
- (۱۲) ہدایۃ الہدایہ فی علوم الحدیث والروایہ مقدمہ جزریہ اور طبیہ دونوں متداول و مردج اور داخل درس ہیں۔

طبقات القراء
شعر و شاعری..... شعر و شاعری سے بھی کافی دلچسپی تھی اور قصائد لکھتے تھے۔ قصیدہ نبویہ کے دو شعر یہ ہیں۔

فبیضت السنون سواد شعری
خبردار ہو کہ میرے چہرے کو میری خطاؤں نے سیاہ کر دیا

وما بعد المصلی غیر قبری
تقویٰ کے بعد مصلیٰ کے سوا کچھ نہیں
اور مصلیٰ کے بعد میری قبر کے سوا اور کچھ نہیں
ایک روز ان کی مجلس میں جب شاکل ترمذی کا ختم ہوا اور شاگرد اس کے پڑھنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دو لطیف شعر نظم فرمائے۔

اخلاقی وان شط الحیب وربعہ
وعز تلاقیہ و ناعت منازلہ

دوستو اگر حبیب اور مکان دور ہو گیا
اس سے ملاقات کرنا دشوار ہو گیا اس کی منزلیں بعید ہو گئیں

فان فاتکم ان تبصروہ بعینہ
فما فاتکم بالسمع ہذی شمائلہ

اگر تم سے اس کا دیکھنا فوت ہو گیا
تو اس کی خبروں کا سننا تو فوت نہیں ہوا یہ ہیں اس کی پاک عادتیں
وفات..... ۸۲۷ھ میں شیراز واپسی ہوئی اور شیرازی میں ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ میں جمعہ کے دن آفتاب عمر شریف
آفل مغرب عدم ہو گیا اور دارالقرآن میں مدفون ہوئے۔ آپ کے جنازہ کو بہت سے اشراف نے برکت کے خیال سے بوسہ
اور کاندھا دیا۔

باقیات صالحات..... آپ کی اولاد میں پانچ صاحبزادے ہیں۔ یعنی ابوالفتح محمد، مولود ۷۷۷ھ، ابوبکر احمد، مولود ۸۰۰ھ،
ابوالخیر محمد، مولود ۸۰۹ھ، ابوالقواء اسمعیل، ابوالفضل اسحاق اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ فاطمہ، عائشہ، سلیمی، احمد بن مصطفیٰ
مشہور بطاش کبری زادہ نے ”الشفائق العثمانیہ“ میں لکھا ہے۔ ”وکلہم کانوا من القراء المعجودین والحفاظ المحدثین۔“

شروح و حواشی جزریہ..... (۱) الحواشی المفہمہ لشرح المقدمہ۔ از ابوبکر احمد بن محمد بن محمد ابن الجزری
(۲) الدقائق المحکمہ فی شرح المقدمہ۔ از شیخ الاسلام زین الدین ابوحمی زکریا بن محمد خزرجی متوفی ۹۲۶ھ

- (۳) لحدود السیہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ از شیخ ابوالعباس احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۳۳ھ
- (۴) الفوائد السریہ فی شرح المقدمۃ الجزریہ۔ از شیخ رضی الدین محمد بن ابراہیم معروف بابن الحلّی متوفی ۹۷۱ھ
- (۵) مخ الشکر فی شرح المقدمۃ الجزریہ از ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ
- (۶) شرح الجزریہ از شمس الدین محمد بن محمد دہلی شارح تضاء متوفی ۹۳۷ھ
- (۷) شرح الجزریہ۔ از شیخ محمد بن عمر معروف بقدر آفندہ متوفی ۹۹۶ھ (شرح فی السریہ)
- (۸) شرح الجزریہ۔ از عصام الدین احمد بن مصطفیٰ معروف بطاس کبریٰ زلّوہ متوفی ۹۶۸ھ
- (۹) شرح الجزریہ۔ از شیخ زین الدین عبدالداؤد بن علی الجیدی متوفی ۸۷۰ھ
- (۱۰) شرح الجزریہ از شیخ خالد بن عبداللہ ازہری متوفی ۹۰۵ھ
- (۱۱) التلک اند الجوزیہ لشرح المقدمۃ الجزریہ از سعید احمد
- (۱۲) فوائد مرضیہ شرح جزریہ۔ از قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی
- (۱۳) شرح ہندی جزری از مولانا کرامت علی جونپوری۔ ل

(۱۱) صاحب فوائد مکیہ

نام و نسب اور اصل وطن..... آپ کانام عبدالرحمن ہے اور والد کانام محمد بشیر خان، شیخ الشیوخ، محقق وقت اور امام فن تھے۔ آپ کا اصلی وطن قائم گنج ہے جو ضلع فرخ آباد کا ایک قصبہ ہے۔

تعلیمی حالات..... جب آپ کے والد ماجد ہجرت کر کے عرب تشریف لے گئے تو ان کے ساتھ آپ اور آپ کے بڑے بھائی قاری عبداللہ صاحب مکہ پہنچے۔ آپ اپنے بھائی سے تجوید و قرأت کی تکمیل کر کے ہندوستان تشریف لائے اور کانپور مولانا احمد حسین صاحب کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور کئی سال تک اسی مدرسہ میں تجوید و قرأت کے مدرس رہے۔ پھر شیخ عبداللہ رئیس الہ آباد آپ کو الہ آباد لے گئے وہاں ان کے مدرسہ احیاء العلوم میں سالہا سال درس و تدریس فرماتے رہے۔ یہ مدرسہ طویل عرصہ علم قرأت کا مرکز رہا۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں میں آپ کے شاگرد بہت سے ہیں۔ ان میں سے مشہور و معروف یہ ہیں۔ مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی اور مولانا قاری عبدالوہید صاحب،

وفات..... کسی رنجیدگی کی وجہ سے مولانا عین القضاۃ صاحب کی طلبی پر احیاء العلوم سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لے آئے تھے۔ یہاں ایک ہفتہ علیل رہ کر ۱۳۳۹ھ میں وفات پا گئے۔ یہاں کے قیام کی مدت تقریباً دو سال ہے۔ علمی یادگار..... تجویز کی مشہور و معروف اور جامع کتاب ”فوائد مکیہ“ آپ ہی کی تصنیف ہے جو اکثر جگہ داخل نصاب ہے۔ دوسری تصنیف ”فضل الدرر“ ہے جو علامہ شاطبی کے قصیدہ راہیہ کی نہایت نفیس اور محققانہ شرح ہے۔ حواشی فوائد مکیہ..... تعلیقات مکیہ۔ از مولانا قاری عبدالملک صاحب علی گڑھی، حواشی مرضیہ۔ از مولانا قاری حافظ محبت الدین احمد بن قاری ضیاء الدین احمد الہ آبادی

(۱۲) صاحب خلاصۃ البیان

۱۔ از مفتاح السعاده، الشقائق العناویہ، الصلیات السنیہ، یستان الحدیث، مقدمہ عنایات رحمانی ۱۲

نام و نسب اور اصل وطن..... اسم گرامی ضیاء الدین احمد بن شیخ عبدالرزاق ہے۔ بارہ مقام کے رہنے والے ہیں۔ حوالہ
آباد کا ایک قصبہ ہے، سن پیدائش ۱۲۹۰ھ ہے۔
تحصیل علوم..... پہلے قرآن پاک حفظ کیا، حفظ قرأت سے فراغت کے بعد قاری عبدالرحمن صاحب کی خدمت میں
کانپور حاضر ہوئے اور تجوید و قرأت کی تکمیل کے ساتھ ہی اپنے چچا مولانا منیر الدین صاحب سے درس نظامی کی کتابیں
متوسّطات تک پڑھیں۔ پھر امر وہہ تشریف لے گئے اور مدرسہ عربیہ جامع مسجد میں مولانا احمد حسن صاحب امر وہوی سے
درسیات کی تکمیل کی۔ یہاں طلباء آپ سے قرأت اور تجوید کی تکمیل کرتے رہے اور یہیں سے آپ کو کافی شہرت حاصل
ہوئی۔

درس و تدریس..... مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور، مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ، قراء القرآن کانپور، مدرسہ فاروقیہ جامعہ مسجد
جونپور، ان مختلف مدارس میں کتاب اللہ کی خدمت انجام دیتے رہے، مولانا عبدالکافی صاحب کی طلبی پر مدرسہ سبحانیہ الہ
آباد میں بھی ایک عرصہ تک اس خدمت پر فائز رہے اور یہاں سے بہت سے طلباء فارغ ہو کر جامعہ مدرس بنے۔ پھر مولانا
ابوبکر صاحب کی طلبی پر علی گڑھ کالج میں تشریف لے گئے اور یہاں انگریزی کے طلباء ایک عرصہ تک فیض حاصل کرتے
رہے، یہاں مغرب بعد ایک گھنٹہ تعلیم ہوتی تھی۔

حلقہ تلامذہ..... آپ کے خوشہ چندان علم کی فہرست بڑی طویل ہے۔ چند مشہور تلامذہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔
قاری عبدالملک صاحب، علی گڑھی، قاری عبداللہ صاحب، قاری محمد صدیق صاحب، بنگالی، قاری عبدالملعبود
صاحب، قاری محمد عنایت اللہ صاحب، قاری محمد نذر صاحب، قاری محمد سلیمان صاحب، شیخ القراءہ مظاہر العلوم سہارنپور،
قاری غلام مصطفیٰ صاحب جیلپوری (پروفیسر سندھ یونیورسٹی پاکستان)

وفات..... آخر عمر میں معذور ہو جانے کی بناء پر گوشہ نشینی اختیار کی اور راسیہ و خلاصہ البیان کی شرح کے مکمل کرنے کی
کوشش فرماتے رہے۔ لیکن پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ بینائی بھی نہیں رہی تھی۔ عرصہ تک علیل رہ کر ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
میں شنبہ کے دن قبل مغرب وفات پائی اور دوسرے دن تجنیز و تکفین ہوئی اور نماز جنازہ حکیم سید محمد احسن نے پڑھائی۔

(۱۳) صاحب موطا

نام و نسب..... مالک نام، کنیت ابو عبداللہ، امام دار الجرحہ لقب اور والد کا نام انس ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ مالک بن انس بن
مالک بن انس ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غنیم بن خثیل الابھی۔ حافظ سوطی فرماتے ہیں کہ آپ کا نسب عرب بن شجب بن
قحطان پر بنتی ہوتا ہے۔ و سابقہ بعضہم کہند ان ذوالحجۃ الحارث بن مالک بن زید بن غوث بن سعد بن عوف بن عدی بن مالک بن زید بن
سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن الغوث بن قطن بن عریب بن ذہیر بن امین بن یحییٰ بن حمیر
بن سبا بن شجب بن عرب بن قحطان، آپ کی والدہ کا نام عالیہ بنت شریک بن عبدالرحمن الازدیہ ہے۔
بزرگوں کا وطن یمن تھا۔ سب سے پہلے ان کے پردادا ابو عامر نے مدینہ النبی ﷺ میں آکر سکونت اختیار کی۔ چونکہ

۱۔ و لیس فی الرواۃ مالک بن انس غیرہ سوی مالک بن انس المکونی ردی عنہ حدیث واحد عن ہانی بن حرام
و غلط من ادخل حدیثہ فی حدیث الامام بہ علیہ الخطیب فی کتابہ المتفق والمفترق ۱۲۔ و قیل عثمان واختار ابن
فرحون الاول وقال ذکرہ غیر و احدوہ کذا ضبطہ ابن ماکولا ۱۲۔ و قیل جنیل جرم بہ ابن خلکان قال ابن فرحون
دھکذا قالہ الدار قطنی وحکاء عن الزبیر، والاول ضبط الحافظ فی الاصابۃ قال ابن فرحون کذا قیہ الامیر ابونصر
وحکاء عن محمد بن سعید عن ابی بکر بن ابی اویس قال و اما من قال عثمان بن جمیل او ابن جنیل فقد صفح ۱۲
(۱) از مقدمہ عنایات رحمانی .

یمن کے شاہی خاندان حمیر کی شاخ ”اصح“ سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے مورث اعلیٰ حادث اس خاندان کے شیخ تھے اس لئے حادث کا لقب دواصح تھا۔ اسی وجہ سے امام مالک کو اصحی کہتے ہیں۔ آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے پردادا ابو عامر مشرف باسلام ہوئے، قاضی ابو بکر بن علاء نقعیری نے ان کو جلیل القدر صحابی بتایا ہے۔ وقال السیوطی ”ابو عامر صحابی جلیل شہد المغازی کلھا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلا بدر“ لیکن ذہبی فرماتے ہیں ”لم ارا احدا ذکرہ فی الصحابۃ“

کن سید الش..... حافظ ذہبی، سمعانی اور ابن فرحون وغیرہ کے نزدیک صحیح و معتبر روایات کے لحاظ سے امام مالک ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ محیی بن بکیر نے جو امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں یہی بیان کیا ہے۔ بعض حضرات نے ۹۰ھ اور بعض نے ۹۵ھ ذکر کیا ہے اور یافعی نے طبقات الفقہاء میں ۹۲ھ لکھا ہے۔ امام مالک علم مادر میں معمول سے زیادہ رہے اس مدت کو بعض نے دو سال بیان کیا ہے اور بعض نے تین سال کہا ہے۔

حلیہ مبارک..... مطرف بن عبد اللہ الیسانی کہتے ہیں کہ آپ دراز قد، فربہ جسم، سفید رنگ مائل بہ زردی، کشادہ چشم، بلند و خوبصورت ناک رکھتے تھے، ان کی پیشانی میں سر کے بال کی کے ساتھ تھے۔ جس کو عربی میں اصلح کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ بھی اصلح تھے ڈاڑھی گنجان اور اس قدر لمبی تھی کہ سینہ تک پہنچتی تھی۔ مونچھوں کے بال جو لبوں کے کنارے ہوتے تھے ان کو کترواتے تھے اور منڈوانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس بارے میں حضرت عمرؓ کی تقلید فرماتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے حالات میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ کسی معاملہ میں متشکر ہوتے تو اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی مونچھوں کے دو طرفہ بال دراز تھے۔ امام مالک نہایت خوش پوشاک عدن کے پہنے ہوئے نہایت نفیس اور بیش قیمت کپڑے پہنتے تھے۔ لباس اکثر سفید تھا اور اکثر اوقات عطر لگایا کرتے تھے۔ تحصیل علم..... امام مالک نے آنکھ کھولی تو مدینہ باغ و بہار تھا۔ آپ کا گھر انہ خود علوم کا مرجع تھا۔ آپ نے قرآن مجید کی قرات و سند مدینہ کے امام القراء نافع بن عبد الرحمن متوفی ۱۶۹ھ سے حاصل کی۔ جن کی قرات پر آج تمام دنیا اسلام کی بنیاد ہے۔ دیگر علوم کی خواہش کے جذبات غیر معمولی طور پر ودیعت تھے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کے پاس ظاہری سرمایہ کچھ نہ تھا۔ مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب وغیرہ کے صرف میں خرچ کرتے تھے۔ اس کے بعد دولت کا دروازہ کھل گیا۔ حافظ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کر لیا اس کو پھر بھی نہیں بھولتا۔

اساتذہ و شیوخ..... امام مالک نے صرف انہیں شیوخ سے استفادہ کیا جو صدق و طہارت میں معروف اور حفظ و فقہ میں ممتاز تھے۔ آپ نے جن شیوخ سے موطا میں روایت کی ہے ان کی تعداد پچانوے ہے۔ یہ سب اساتذہ مدنی ہیں۔ اس طرح مدینہ کا جو علم متفرق سینوں میں پرانندہ تھا وہ اب صرف ایک سینہ میں مجتمع ہو گیا۔ اسی لئے آپ کا لقب ”امام دارالجرہ“ ہوا۔ آپ کے شیوخ میں صرف چھ حضرات غیر مدنی ہیں۔ یہ صرف موطا کے شیوخ کی تعداد ہے ورنہ علامہ زر قانی و دولتی نے لکھا ہے کہ آپ نے نو سو سے زائد شیوخ سے اخذ علم کیا ہے۔ نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کہ امام مالک کے شیوخ کی تعداد نو سو تھی۔ جن میں تین سو تابعین اور چھ سو تابعین تھے۔ حضرت نافع جو حضرت ابن عمرؓ کے غلام اور حدیث و روایت کے شیخ تھے جب تک وہ زندہ رہے تقریباً بارہ برس تک امام مالک ان کے درس میں شریک رہے۔ موطا میں بکثرت روایات انہیں سے ہیں۔ نیز اصح الاسانید میں سے ”مالک عن نافع عن ابن عمرؓ“ کو قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کو سلسلۃ الذہب کہا گیا ہے، شاہ ولی اللہ صاحب حریر فرماتے ہیں کہ ہارون رشید نے امام صاحب سے کہا کہ ہم نے آپ کی کتاب میں حضرت علی و ابن عباس کا ذکر بہت کم پایا۔ فرمایا وہ میرے شہر میں نہ تھے اور نہ میں ان کے اصحاب سے مل سکا (یہ فخر امام

ابو حنیفہ کو حاصل ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات ان دونوں حضرات سے بھی کم ہیں۔ مثلاً اعلام اور مشہور اساتذہ یہ ہیں۔ زید بن اسلم، زہری، ابو الزناد، عبدالرحمن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، ایوب سختیانی، ثور بن زید دلی، ابراہیم بن ابی عبیدہ مقدسی، حمید طویل، ربیعہ بن ابی عبدالرحمن، ہشام بن عروہ، محیی بن سعید انصاری، عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ

علو شان و علمی مقام..... خلف بن عمر کہتے ہیں کہ میں امام مالک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مدینہ کے قاری ابن کثیر نے امام مالک کو ایک پرچہ دیا، آپ نے اس کو پڑھنے کے بعد اپنی جا نماز کے نیچے رکھ لیا۔ جب آپ کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہی چلنے لگا تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور وہ پرچہ مجھے دیا، دیکھتا کیا ہوں کہ اس میں یہ خواب لکھا ہوا تھا کہ لوگ آنحضرت ﷺ کے ارد گرد جمع ہیں اور آپ سے کچھ مانگ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس منبر کے نیچے ایک بہت بڑا خزانہ دفن کیا ہے اور مالک سے کہہ دیا ہے وہ تمہیں تقسیم کر دیں گے۔ لہذا مالک کے پاس جاؤ، لوگ یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے، بتاؤ مالک تقسیم کریں گے یا نہیں۔ کسی نے جواب دیا جس بات کا مالک کو حکم دیا گیا ہے وہ ضرور اسے پورا کریں گے۔ اس خواب سے مالک پر گریہ طاری ہو گیا اور اتار دئے کہ میں تو انہیں رو تا ہی چھوڑ آیا۔

محمد بن ریح کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں حضور پر نور ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، بعض مسائل میں جہاں مالک اور لیث کا اختلاف ہوتا ہے وہاں کیا کیا جائے۔ ارشاد فرمایا ”مالک، مالک، مالک و درشہ جدی ابراہیم“ میرے دادا ابراہیم کا درشہ علم مالک کو ملا ہے۔

شیخ عصر بکر علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے عالم رویا میں بہشت کو دیکھا وہاں امام اوزاعی اور سفیان ثوری سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے دریافت کیا، امام مالک کہاں ہیں دونوں نے جواب دیا ”مالک یہاں کہاں، مالک تو بہت بلندی پر ہیں“ اور تین مرتبہ سر اٹھا کر یہی الفاظ دہرائے یہاں تک کہ ان کی ٹوپیاں سر سے نیچے گر گئیں۔ جامع اوصاف کمال..... حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ پانچ باتیں جیسی امام مالک کے حق میں جمع ہو گئیں ہیں۔ میرے علم کے مطابق کسی اور شیخ میں جمع نہیں ہوئیں۔

(۱) اتنی دراز عمر اور ایسی عالی سند

(۲) ایسی عمدہ فہم اور اتنا وسیع علم

(۳) آپ کے حجت اور صحیح الروایۃ ہونے پر ائمہ کا اتفاق

(۵) آپ کی خدمت، اتباع سنت اور دینداری پر محدثین کا اتفاق

(۶) فقہ اور فتویٰ میں آپ کی مسلمہ مہارت

تجربہ علمی کے باوجود لا علمی کا اعتراف..... عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ ہم امام مالک کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا میں چھ ماہ کی مسافت سے ایک مسئلہ دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا، کہو کیا ہے۔ اس نے بیان فرمایا، آپ نے فرمایا۔ مجھے اچھی طرح علم نہیں۔ وہ حیران ہو کر بولا۔ اچھا تو اپنے شر والوں سے کیا کہوں۔ آپ نے فرمایا کہہ دینا کہ مالک نے اپنی لا علمی کا اقرار کیا ہے۔

درس و تدریس..... مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بعد ان کی علمی درسگاہ کے جانشین حضرت نافع ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد امام مالک ان کے جانشین ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں مجلس افتادہ و تعلیم کی ابتداء فرمائی اور تقریباً ساٹھ سال مسلسل فقہ و فتاویٰ، درس و تدریس میں مشغول رہے۔ جب حدیث نبوی کے املا کا وقت آتا تو پہلے وضو یا غسل کر کے عمدہ اور بیش قیمت پوشاک زیب تن فرماتے۔ بالوں میں کھنکھی کرتے، خوشبو لگاتے اور اس اہتمام کے بعد مجلس

علی کی صدارت کے لئے باہر تشریف لائے اور جب تک اس مجلس میں حدیث کا ذکر رہتا تھا یعنی انگلیٹھی میں عود و لوبان ڈالتے تھے۔

وقار مجلس..... امام صاحب کی مجلس درس ہمیشہ پر تکلف فرش اور بیش قیمت قالینوں سے آراستہ اور ایسی ہیبت و وقار کی ہوتی تھی کہ اس میں شور و شغب ہونا تو دور کنار کسی شخص کو با آواز بلند گفتگو کرنے کی مجال اور طاقت نہ ہوتی تھی۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے مجلس درس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

”جاہ و جلال اور شان و شکوہ سے کا شانہ لامت پر بارگاہ شاہی کا دھوکہ ہوتا تھا، طلبہ کا ہجوم، مستغنیوں کا ازدہام، امراء کا ورود، علماء کی تشریف آوری، سیاحوں کا گذر، حاضرین کی مودب نشست، درخانہ پر سوار یون کا انبوه دیکھنے والوں پر رعب و وقار طاری کر دیتا تھا۔“ ایک روز سفیان ثوری آپ کی مجلس میں تشریف لائے تو مجلس کی عظمت و جلال اور اس کی شان و شوکت دیکھ کر امام صاحب کی مدح میں یہ قطعہ نظم فرمایا۔

یابى له الجواب فلا يراجع هيبته
والسائلون نواكس الاذقان

ادب الوقار و عز سلطان التقى
فهو المطاع وليس ذا سلطان

علامہ و اصحاب..... آپ کے تلامذہ کی فہرست بڑی طویل ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ ”حدث عنه خلق من الامهہ“۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ ”وحدث عنه اعم لایکادون یحصون“ (آپ سے اتنے لوگوں نے روایت کی ہے جن کا شمار تقریباً ناممکن ہے۔ قاضی عیاض نے اپنے ایک رسالہ میں آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد تیرہ سو سے بھی زیادہ گنائی ہے۔ حافظ دارقطنی نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں امام مالک سے روایت کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ حافظ ابو بکر خطیب بغدادی کے ایک رسالہ میں نو سو ترانوے روایت کو درج ہیں۔ خود آپ کے بعض شیوخ نے آپ سے روایت کی ہے۔ مثلاً زہر، ابو الاسود، ایوب سختیانی، ربیعہ الرائی، حمی ابن سعید انصاری، محمد بن ابی ذئب، ابن جریج، اعش، وغیرہ اہل علم و فضل تلامذہ میں سے امام محمد، امام شافعی، عبد اللہ ابن مبارک، لیث بن سعد، شعبہ، سفیان ثوری، ابن جریج، ابن عیینہ، حمی القطان، ابن ہمدی، ابو عاصم النبیل، عبد الرحمن لوزاعی میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ حافظ دارقطنی نے ایک رسالہ میں امام مالک سے امام ابو حنیفہ کی روایت کو جمع کیا ہے لیکن شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ امام مالک سے امام ابو حنیفہ کھڑی روایت کرنا ثابت نہیں۔

سنت نبویہ کی تعظیم و توقیر..... عبد اللہ بن مبارک جو امام مالک کے شاگرد ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ روایت حدیث فرما رہے تھے۔ ایک بچھو نے نیش زنی شروع کی اور اس نے آپ کو تقریباً اس مرتبہ کاٹا۔ اس تکلیف کی وجہ سے آپ کا چہرہ کچھ متغیر ہو کر مائل برزودی ہو جاتا تھا۔ مگر آپ نے حدیث کو قطع نہیں فرمایا اور نہ آپ کے کلام میں کوئی لغزش ظاہر ہوئی۔ جب مجلس ختم ہو گئی اور سب آدمی چلے تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ فرمایا کہ میرا اس قدر صبر کرنا اپنی طاقت و شکیبائی کی بناء پر نہ تھا بلکہ پیغمبر ﷺ کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔ باوجود ضعف و کبر سن بھی مدینہ طیبہ میں بھی سوار ہو کر نہیں چلے۔ جس ارض مقدس کے اندر جسم مبارک ﷺ ہو اس کے اوپر سوار ہو کر چلنا خلاف ادب جانتے تھے امام شافعی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے دروازہ پر خراسانی گھوڑے اور مصری چمچر دیکھے تو میں نے امام صاحب سے کہا بہت عمدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہیں یہ سب ہدیہ کر دیئے ہیں۔ میں نے کہا سواری کے لئے آپ بھی رکھ لیجئے۔ فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ جس ارض مقدس میں حضور ﷺ ہوں میں اس کی مٹی کو سواری

لے (اگر امام مالک) جواب دینا چھوڑ دیں تو سب مسائل اپنا سر نیچا کئے بیٹھے رہیں اور آپ کی ہیبت سے دوبارہ نہ پوچھ سکیں۔ وقار آپ کا ادب کرتا ہے اور پرہیز گاری کی بادشاہت پر عزت کے ساتھ ممکن ہیں (عجیب بات یہ ہے کہ) آپ کی اطاعت کی جاتی ہے حالانکہ آپ بادشاہ نہیں ہیں۔ ۱۲ لے بن یعل ان ملکا لادوی عن احد الارادی عن ذک ابیخ بعد ذلک الانافع بن ابی نعیم المقری ۱۲

کے کھروں سے روندوں۔

حب مدینہ..... ایک مرتبہ ہارون الرشید نے آپ سے دریافت کیا، آپ کے پاس مکان ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تو اس نے آپ کو تین ہزار اشرفیاں دے کر کہا ”مکان خرید لیجئے۔“ آپ نے اشرفیاں لے لیں۔ جب ہارون الرشید مجلس سے اٹھنے لگا تو اس نے کہا ”اگر آپ ہمارے ساتھ چلیں تو بہت اچھا ہو کیونکہ میں نے یہ عزم کر لیا ہے کہ لوگوں کو موطا کا حامل بنادوں جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حامل قرآن بنایا تھا۔“ آپ نے فرمایا کہ ”اس کی کوئی صورت نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ مختلف شہروں میں اقامت پذیر ہوئے اور ہر اہل شہر کے پاس علم ہے، رہا میرا تمہارے ساتھ چلنا سو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”المدینۃ خیر لہم لو کانوا یعلمون۔“ یہی اشرفیاں سو یہ موجود ہیں چاہو لے لو۔“ یعنی تم جو یہ احسان کر کے مدینہ سے جدا کرنا چاہتے ہو یہ نہیں ہو سکتا۔

و نحن من طرب الی ذکرہا

دار الحبيب احق ان تھواھا

آپ کے فضل و کمال کا اعتراف..... مصعب زبیری فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، مامون، حبت، عالم فقیہ، حجت، درخ ہیں۔ حمی بن معین، اور حمی بن سعید القحطان جو حدیث و رجال کے ناقد ہیں وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ روئے زمین پر امام مالک سے بڑھ کر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی لانت وار نہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری امام حدیث ہیں امام سنت نہیں اور اوزاعی امام سنت ہیں امام حدیث نہیں اور امام مالک امام سنت بھی ہیں اور امام حدیث بھی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے زیادہ جلد اور صحیح جواب دینے والا اور اچھی پرکھ والا نہیں دیکھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ تابعین کے بعد امام مالک مخلوق پر خدا کی حجت تھے۔ نیز فرماتے ہیں کہ علم تین آدمیوں پر دائر ہے۔ مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، اور لیث بن سعد۔ امام احمد سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر کوئی کسی کی حدیث زبانی یاد کرنا چاہے تو کس کی کرے۔ فرمایا مالک بن انس کی۔ امام بخاری سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ صحیح سند کو کسی ہے۔ فرمایا مالک عن نافع عن ابن عمر۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ تابعین کے بعد میرے نزدیک امام مالک سے زیادہ دانشمند، بزرگ، قابل وثوق اور ضعفاء سے کم روایت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ موصوف نے ابو امیہ عبد الکرم کے علاوہ کسی مترک سے روایت کی ہو۔ امام احمد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ ”یوشک ان یضرب الناس راکیبا والابل یطلبون العلم فلا یجدون عالما علم من عالم المدینت تقریب ہے کہ لوگ طلب علم کے لئے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں اور عالم مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ پائیں۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ عالم مدینہ کے مصداق امام مالک ہیں۔

امام مالک کا ابتلاء..... والی مدینہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کر دی کہ امام مالک آپ لوگوں کی بیعت کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اس پر اس کو غصہ آیا اور آپ کو بلوا کر کوڑے لگوائے، آپ کو کھینچا گیا۔ دونوں ہاتھوں کو کھنچوا کر مونڈھے سے اتروا دیئے گئے، ان باتوں سے آپ کی عزت و وقعت اور شہرت اور بڑھ گئی۔ بعض حضرات نے وجہ ابتلاء طلاق مکہ کا مسئلہ بیان کیا ہے اور بعض نے تقدیم عثمان بر علیؓ، جب خلیفہ منصور حج کے لئے حرمین حاضر ہوا تو اس نے جعفر سے امام مالک کا قصاص لینا چاہا مگر آپ نے روک دیا اور فرمایا، واللہ، جب بھی مجھ پر کوڑا پڑتا تھا تو میں اس کو اسی وقت حلال اور جائز کر دیتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کے سبب۔

وفات..... امام صاحب کی عمر چوراسی یا چھیاسی یا ستاسی یا نوے برس کو پہنچی تھی کہ اتوار کے روز بیمار پڑ گئے اور تقریباً تین ہفتے بیمار رہے۔ مرض کی شدت میں کوئی تخفیف نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ۱۱۴۱ھ رجب الاول ۷۹ھ میں یہ نفس قدی صفات معین زمان و مکان سے سعت اعلیٰ علیین و جوار قدس رب العالمین کی طرف انتقال کر گیا۔ جسد مبارک جنت البقیع میں

بدفون ہوا آپ کی پیدائش اور انتقال کی تاریخ کو ایک بزرگ نے اس قطعہ میں نظم کیا ہے اور اسی سے آپ کی عمر کی مدت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

نعم الامام المالك

فخر الائمتہ مالک

وفاته فاز مالک

مولدہ نجم عدی

وفات کے بعد..... قاضی عیاض نے ”المدارک“ میں ذکر کیا ہے کہ جس رات امام صاحب کا انتقال ہوا اسی رات عمر بن سعد انصاری نے خواب دیکھا کہ ایک کسے والا کہہ رہا ہے۔

ثوی

غداة الهادی لدى ملحد القبر

لقد أصبح الاسلام زعزع وكن

عليه سلام الله في آخر الدهر

امام الهدى لا زال للعلم صينا

آپ کے انتقال پر ابو محمد جعفر بن احمد بن الحسین السراج نے ذیل کے اشعار میں مرثیہ پڑھا۔

من المزن مرعاد السحاب مبراق

سقى جلتا ضم البقيع لمالك

اقليم في الدنيا فساح و آفاق

امام موطاه الذي طبقت به

له حذر من ان يضام واشفاق

اقام به شرع النبي محمد ﷺ

فللكل منه حين يرويه اطراق

له سند عال صحيح و هيئته

بهم انهم ان انت سالت حذاق

واصحاب صدق كلهم علم نسل

كفاه الا ان السعادة اوزاق

ولولم يكن الا ابن ادریس وحده

الباقيات الصالحات..... آپ نے اپنے اولاد اجداد میں تین صاحبزادے چھوڑے۔ حنی، محمد اور حماد۔ آپ کا ترکہ تین ہزار تین سواشر فیاں تھیں۔

تصنیفات..... موطا کے علاوہ امام صاحب کے بہت سے رسائل ہیں۔ جن کی تفصیل مقدمہ اوجز المبالک میں موجود ہیں۔ ہم یہاں صرف موطا کا جو ان کی سب سے اہم اور مشہور اور مقبول ترین کتاب ہے تفصیلی تعارف کراتے ہیں۔

موطا امام مالک..... کتب خانہ اسلام کی وہ دوسری کتاب جو قرآن مجید کے بعد باقاعدہ طور پر فقہی ترتیب سے موطا و مرعہ ہو کر منصفہ شہود پر آئی، علامہ ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں ”موطا ہی نقش اول اور بنیادی کتاب ہے، بخاری کی حیثیت تو اس باب میں نقش ثانی کی ہے اور انہیں دونوں کتابوں پر مسلم و ترمذی جیسے بعد کے مولفین نے اپنی کتابوں کی بنیاد رکھی ہے۔“

زمانہ تالیف..... اس کی تالیف کا مقام مدینہ طیبہ ہے۔ کیونکہ امام مالک کا قیام ہمیشہ وہیں رہا۔ البتہ تالیف کا صحیح زمانہ معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف قرائن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، محدث قاضی عیاض نے مدارک میں امام مالک کے شاگرد خاص ابو مصعب کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ موطا کی تالیف خلیفہ ابو منصور عباسی کی فرمائش پر خود اسی کے عہد میں شروع ہوئی تھی۔ لیکن پایہ تکمیل کو اس کی وفات کے بعد پہنچی۔ منصور نے ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مہدی مسند خلافت پر متمکن ہوا اور اس کی خلافت کے ابتدائی دور میں اس کی تالیف پوری ہوئی۔ ابتداء تالیف کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ ابن حزم نے صراحت کی ہے کہ امام مالک نے موطا کی تالیف حنی بن سعید انصاری متوفی ۱۳۳ھ کی وفات کے بعد کی ہے۔

وجہ تسمیہ..... لفظ ”موطا“ توطیہ کا مفعول ہے۔ صاحب قاموس نے اس کے لغوی معنی ”روندنے، تیار کرنے، نرم و سل بنانے“ کے بیان کئے ہیں تو موطا کے لغوی معنی روندنا ہوا، تیار کیا ہوا، نرم و سل بنایا ہوا کے ہیں۔ یہاں یہ تمام معانی بطور استعارہ مراد لئے جاسکتے ہیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم اسمعہلی کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاتم سے دریافت کیا کہ اس کا نام

موطا کیوں رکھا گیا۔ فرمایا کہ امام مالک نے اس کو مرتب کر کے لوگوں کے لئے سہل اور آسان بنوایا ہے اس لئے اس کو موطا مالک کہتے ہیں۔ کما قائل۔ جامع سفیان..... امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو لکھ کر میں نے فقہاء مدینہ میں ستر تھپوں کے سامنے پیش کیا۔ سب نے ہی مجھ سے اتفاق کیا اس لئے میں نے اس کا نام موطا رکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنی شرح مسوی میں اس معنی کو رائج قرار دیا ہے کیونکہ یہ معنی صاحب کتاب سے منقول ہیں۔ ابن فرکتے ہیں کہ امام مالک سے پہلے کسی نے یہ نام نہیں رکھا۔ بلکہ آپ کے ہم عصر مصنفین میں سے بعض نے جامع کے ساتھ بعض نے مصنف کے ساتھ اور بعض نے مولف کے ساتھ مؤلف کیا ہے۔

کتب حدیث میں موطا کا مقام..... حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز صاحب نے کتب حدیث کے پانچ طبقات قائم کئے ہیں جن میں موطا کو طبقہ اولیٰ میں رکھا ہے۔ جمہور علماء کی رائے بھی یہی ہے۔ بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب تو موطا کو تمام کتابوں میں مقدم اور افضل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب مصنفی شرح موطا کے مقدمہ میں اس کی ترجیح کے دلائل دو جہ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

صاحب مفتاح السعاده نے بیان کیا ہے کہ جمہور کہتے ہیں کہ اس کا درجہ ترمذی کے بعد ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس کو مسلم کے بعد تیسرے درجہ پر رکھنا چاہئے۔ موطا کی صحت اور اس کے مرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں ”روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد موطا مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔“ اگرچہ خود علماء شوافع میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امام موصوف کا قول صحیحین کے عالم وجود میں آنے سے پہلے کا ہے۔ موطا کی مقبولیت..... امام مالک کے شیوخ اور آپ کے معاصرین نے موطا کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اوپر گزر چکا ہے کہ امام صاحب نے فقہائے مدینہ کے سامنے پیش کیا تو سب نے داد و تحسین دی اور بعد کے علماء کے نزدیک انتہائی مقبول رہی ہے۔ علامہ نووی شرح مسلم کے مقدمہ میں اپنے استاد کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”ایک کتاب مجھ کو ایسی ملی جو ان کتابوں (صحیحین، ترمذی وغیرہ) سے بہتر ہے۔ اگرچہ یہ کتابیں بھی اچھی ہیں اور وہ موطا ہے جس کے مصنف کا نام مالک ابن انس ہے جو تمام محدثین کے شیخ الشیوخ ہیں۔“

علامہ زر قانی شارح موطا فرماتے ہیں کہ جب امام مالک نے اس کتاب کو تصنیف کیا تو دوسرے علماء نے اسی طرز سے احادیث کے مجموعے تیار کئے۔ لوگوں نے امام مالک سے جا کر بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ صرف اخلاص و حسن نیت کو بقاء ہے۔ یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ آج ان کی تصانیف کا سوائے موطا ابن ابی ذئب کے نام و نشان بھی معلوم نہیں ہوتا۔

اقول لمن يروى الحديث ويكتب

ان اجبت ان تدعى لدى الحق عالما

اترك دارا كان بين بيوتها

ومات رسول الله فيها وبعده

وفرقت عمل العلم في تابعهم

فخلصه بالسك للناس مالك

فابري تبصيح الروايت كداءه

ولو لم يلح نور الموطا لمن سري

فبادر موطا مالك قبل قوته

ودع للموطا كل علم تريده

ولنعم مقال السعدون الورجيني في الموطا

ويسلك سبل الفقه فيه ويطلب

فلو تعد ماتحوى من العلم يشرب

يروح ويغلو جبرئيل المقرب

بسنت اصحاب قد تادبوا

وكل امرئ منهم له فيه مذهب

ومنه صحيح في المجلس واجرب

وتصيحها فيه دواء مجرب

بليل عماء مادري اين يذهب

فما بعده ان فات للحق مطلب

فان الموطا الشمس والعلم کوکب
ولم لا يطيب الفرع والاصل طيب
وفيه لسان الصديق بالحق معرب
فليس لها في العالمين مكذب
بان الموطا بالعراق مجب
لذاك من التوفيق بيته منجيب
تعالیه من بعد المنیت اعجب
بافضل مايجزى اللبيب المهذب
كلنا قل من يخشى الاله ويرهب
فاضحت به الامثال في الناس تضرب،
واذا كان يرضى في الاله ويقضب
لقد احسن التحصيل في كل ماروی
لقد فاق اهل العلم حیا مینا
وما فاقهم الا بقوی وخشیه
فلالزال يسقى قبره كل عارض

بمنقبط طلت عزاليه تسكب

روایات کی تعداد..... ابن الہیاب نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کی تھیں۔ ان میں سے دس ہزار منتخب کر کے موطا میں درج کیں۔ پھر برابر ان کو کتاب و سنت اور آثار و اخبار صحابہ پر پیش کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان سب کو قلمزد کر دیا اور صرف پانچ سو پانی رہ گئیں۔ ابو بکر ابہری کہتے ہیں کہ موطا کی کل احادیث ایک ہزار سات سو بیس ہیں جن میں مسند اور مرفوع چھ سو اور مرسل دو سو پانچ، موقف چھ سو تیرہ اور تابعین کے اقوال و فتاویٰ دو سو پچاس ہیں۔ ابن حزم نے کتاب ”مراتب الدیامہ“ میں کہا ہے کہ میں نے احادیث موطا کو شمار کیا تو میں نے مسند احادیث کچھ اوپر پانچ سو اور احادیث مرسلہ کچھ لوپر تین سو پانچ۔ جن میں سے تقریباً ستر احادیث پر خود امام مالک نے بھی عمل نہیں کیا۔ موطا کے رواۃ..... امام مالک سے تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے موطا کو سن کر جمع کیا ہے اور لوگوں کے طبقہ سے فقہاء، محدثین، صوفیاء و امراء اور خلفاء نے تبرکاً اس امام عالی مقام سے اس کی سند حاصل کی ہے۔ اسی لئے اس کے بہت سے نسخے ہیں۔ چنانچہ امام صاحب سے تیس طریقوں سے مروی ہے۔ جن میں سولہ نسخے مشہور ہیں اور ان میں بھی چار نسخے زیادہ اہم ہیں۔ یعنی محبی، ابن کبیر، ابو مصعب اور ابن وہب کے نسخے۔

(۱) ابو محمد محبی بن کثیر بن دسلاس (یا دسلاس) بن شملل (یا شملل) بن مناکلیا (یا منقلیا) مسمودی اندلسی مولود ۱۵۲ھ متوفی ۲۳۴ھ کا نسخہ، یہ سب سے زیادہ مشہور و متداول ہے۔ علامہ سیوطی زرقانی، جلیلی اور شاہ صاحب نے اسی نسخہ کی شرح لکھی ہے۔ موصوف برابر کے مشہور قبیلے مسمودہ کی طرف منسوب ہو کر مسمودی کہلاتے ہیں۔

(۲) عبد اللہ بن وہب بن مسلم القہری مصری مولود ۱۲۵ھ متوفی ۱۹۷ھ کا نسخہ، چار سو محدثین سے روایت کرتے ہیں جن میں سے امام مالک، لیث بن سعد، ابن ابی ذئب، سفیان بن عیینہ، ابن جریر اور یونس وغیرہ ہیں۔

(۳) ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن مسلم بن قعقب الحارثی متوفی ۳۲۱ھ کا نسخہ، امام مالک، لیث بن سعد، ابن ابی ذئب، حماد بن شعبہ، سلمہ بن وردان وغیرہ بہت سے مشائخ سے روایت کرتے ہیں۔

(۴) ابو عبد اللہ عمر بن الحسن بن القاسم بن خالد بن جنادہ الحنفی مصری مولود ۱۳۰ھ متوفی ۱۹۱ھ کا نسخہ علم حدیث کی طلب میں بہت سامان صرف کیا۔ پریمزگاری اور تقویٰ میں عجائب روزگار تھے۔ صحت حدیث اور حسن روایت میں یگانہ آفاق اور بار زمانہ تھے۔ اکثر لوگ اُفت آپ کی یہ دعا ہوتی تھی، اللھم انع الدنیا منی وامنن منھا۔

(۵) ابو حمی معن بن عیسیٰ بن دینار المدنی الانصاری القرازی متوفی ۱۹۸ھ کا نسخہ امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ نے امام صاحب سے چالیس ہزار مسئلے سنے تھے۔ اپنے زمانہ کے محقق اور مفتی تھے۔ جب امام مالک اتنے بوڑھے ہو گئے کہ لاشعری رکھنے کی ضرورت پڑی تو بجائے لاشعری کے معن بن عیسیٰ ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو عصائے مالک بھی کہتے تھے۔

(۶) ابو محمد عبداللہ بن یوسف الکلاعی الدمشقی التیمیسی کا نسخہ۔ نہایت بزرگ و پرہیز گار و مختصر تھے۔ امام بخاری نے ان سے بہت سی روایات بلا واسطہ کی ہیں۔ بخاری اور ابو حاتم نے ان کے ثقہ و عادل ہونے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

(۷) ابو زکریا۔ حمی بن عبداللہ بن بکیر مخزومی متوفی ۲۳۱ھ کا نسخہ، بخاری نے بے واسطہ اور مسلم نے ایک واسطہ سے اپنی تصحیح میں ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں، جس محدث نے ان کی توثیق نہیں کی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کو حال کی اطلاع نہیں ہو سکی۔ ورنہ صدق و امانت میں وہ مانند آفتاب ہیں۔

(۸) ابو عثمان سعید بن کثیر بن غفیر بن مسلم انصاری مولود ۱۲۶ھ متوفی ۲۲۶ھ کا نسخہ بخاری اور دوسرے معتبر محدثین ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کو علم حدیث کے علاوہ دیگر علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ انساب، علم تاریخ اور واقعات عرب اور گزشتہ اخبار میں خصوصیت کے ساتھ دخل رکھتے تھے۔ فصاحت اور علوم ادبیہ میں بھی اپنے زمانہ کے سربر آوردہ علماء میں تھے۔ بہت زیادہ خوش کلام اور نیک صحبت تھے۔

(۹) ابو مصعب احمد بن ابی بکر القاسم بن الحارث بن زرارہ بن مصعب بن عبدالرحمن بن عوف ذہری عوفی مولود ۵۰ھ متوفی ۲۴۲ھ کا نسخہ، مدینہ منورہ کے قاضی و مفتی تھے، اصحاب صحابہ سے ان سے روایت کرتے ہیں، البتہ نسائی نے ان سے بواسطہ روایت کی ہے، اہل مدینہ کو آپ پر بہت اعتماد تھا، ان کا نسخہ عام نسخوں سے ضخیم ہے۔ چنانچہ ابن حزم کہتے ہیں کہ ان کے نسخہ میں تقریباً ایک سوا حدیث زائد ہیں۔

(۱۰) مصعب بن عبداللہ زہیری کا نسخہ

(۱۱) محمد بن مبارک صوری کا نسخہ

(۱۲) سلیمان بن بردکاشی کا نسخہ

(۱۳) حمی بن حمی بن بکیر بن عبدالرحمن تیمیسی حنظلی نیشاپوری متوفی ۲۲۲ھ کا نسخہ۔ صحیحین میں ان کی روایت موجود ہے۔

(۱۴) ابو احذافہ احمد بن اسماعیل سہمی متوفی ۲۵۹ھ کا نسخہ، شرائط کے لحاظ سے چنداں معتبر نہ تھے۔ اسی وجہ سے دہر قطنی ان کی تصنیف کرتے تھے، خطیب فرماتے ہیں کہ دانستہ جھوٹ نہیں بولتے تھے لیکن غفلت اور سادگی کی بناء پر اس بلا میں پڑ جاتے تھے۔

(۱۵) ابو محمد سوید بن سعید ہروی متوفی ۲۴۰ھ کا نسخہ، مسلم اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے اور وہ انکو معتبر جانتے ہیں۔ ابو القاسم لغوی تو ان کو حفاظ حدیث میں شہرہ کرتے تھے۔ لیکن امام احمد ابن حنبل بعض امور میں ان پر گرفت فرمایا کرتے تھے۔ آخر عمر میں کبر سن، ضعف بصارت اور حافظہ میں خلل ہونے کے سبب سے قابل اعتماد نہیں رہے تھے۔

(۱۶) امام محمد بن الحسن شیبانی کا نسخہ، ان کے حالات عنقریب آرہے ہیں۔ قاضی عیاض نے "الدر المنثور" میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ جس میں مذکورہ بالا رواہ کے علاوہ ذیل کے اشخاص کو بھی رد و بیان موطا میں شہرہ کیا ہے۔ امام شافعی، مطرف بن عبداللہ، عبداللہ بن عبدالحکم، بکیر بن عبداللہ زہیری، زبید بن عبدالرحمن اندلسی، سبطون بن عبداللہ اندلسی، محمد بن شروس مغانی، ابو قرہ سکسی، احمد بن منصور تاملی، کتیبہ بن سعید، یحییٰ بن یعقوب زہیری، اسد بن القرات قرطبی،

اسحاق بن عیسیٰ صباغ، بدیرۃ المثنیٰ بغدادی، حفص بن عبدالسلام اندلسی، حسان بن عبدالسلام اندلسی، حبیب بن ابی حبیب، خلف بن جریر بن فضالہ قردی، خالد بن حزام ایللی، عازی بن قیس اندلسی، فرعوس بن عباس الاندلسی، محر زندی، الاء بن بدرون بن عبداللہ ہدیری، سعید بن عبدالکرم اندلسی، سعید بن ابی ہند اندلسی، سعید بن عبدس اندلسی، عبدالاعلیٰ بن مسرود مشقی، عبدالرحیم بن خالد مصری، اسماعیل بن ابی اویس، عیسیٰ بن شجرہ تونس، ایوب بن صالح ندنی، عبدالرحمن بن ہند طانیسی، عبدالرحمن بن عبداللہ اشبوسی، عبید بن حیان دمشقی، سعید بن داؤد بن سعید بن ابی زبیر ندنی، محیی بن معین، ابن الدینی اور امام نسائی نے عبداللہ بن مسلمہ قصبی کو رواہ موطا میں اثبت الناس مانا ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن یوسف تھیمی کا درجہ ہے اور ابو معین نے معن بن عیسیٰ کو اثبت اصحاب مالک کہا ہے۔ بعض حضرات کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں روایت عبدالرحمن بن مہدی کو، امام بخاری نے روایت عبداللہ بن یوسف تھیمی کو، امام مسلم نے روایت محیی بن محیی تھیمی غیشاپوری کو، امام ابوداؤد نے روایت قصبی کو اور امام نسائی نے روایت تھیمی بن سعید کو اختیار کیا ہے۔

شروح و حواشی موطا مالک..... موطا کی مقبولیت و ہر دلعزیزی کا یہ عالم ہے کہ اس کو شارحین معلقین و محبین کی ایک بڑی جماعت ہاتھ آئی ہے۔ قاضی عیاض نے اپنی معلومات کے مطابق ان کی تعدد ۹۶ بتائی ہے۔ ان کے بعد بھی اس میں ہر زمانہ میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ہم یہاں چند شروع و تعلیقات ذکر کرتے ہیں۔ تفصیل کیلئے مقدمہ اوجز المساک ملاحظہ ہو۔
(۱) المثنیٰ۔ ابوالولید باجی متوفی ۴۷۳ھ کی شرح ہے، صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ یہ ابن عبدالبر کی شرح "التمہید" کا اختصار ہے۔

(۲) الاسماء

(۳) الاستیفاء۔ یہ دونوں بھی ابوالولید باجی کی ہیں۔

(۴) کتاب التہمید لمائی الموطا من المعانی والاسانید۔ حافظ بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ کی ہے۔ موطا کے معانی کی تشریح اور اس کے اسانید کی تحقیق نیز اس کے ضمن میں فقہ و حدیث کی بے شمار معلومات ترتیب رواہ اور بہ لحاظ حروف حجتی درج ہیں۔

(۵) الاسد کار۔ خود حافظ صاحب موصوف ہی نے اپنی شرح التہمید کا اختصار کیا ہے۔

(۶) القبس۔ ابو محمد بن السمید بطلیوسی نحوی کی ہے۔

(۷) الموعب۔ ابوالولید بن صفاء کی ہے۔

(۸) المتنبس فی شرح موطا مالک بن انس۔ قاضی ابوبکر ابن العربی متوفی ۵۴۶ھ کی شرح ہے۔

(۹) کشف المعطاء عن الموطا۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے۔ (۱۰) تنویر الحواکک حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کے کشف المعطاء کا اختصار ہے۔

(۱۱) تجرید احادیث الموطا حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے۔

(۱۲) المعرب۔ محمد بن ابی زمنین کی ہے۔

(۱۳) المستھیہ۔ محیی بن مزین کی ہے۔

(۱۴) المالک۔ ابوبکر بن سابق صفطی کی ہے۔

(۱۵) شرح موطا۔ محمد ابن عبدالباقی زر قانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ کی نفیس شرح ہے، اکثر حصہ فتح الباری سے ماخوذ ہے، مصنف نے ۱۰۹۷ھ میں شروع کر کے ۱۱۱۲ھ میں مکمل کیا ہے۔

- (۱۶) المصنف۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ کی فارسی زبان میں تالیف ہے۔
- (۱۷) المصنف۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ مصنف کا عربی میں اختصار ہے۔
- (۱۸) الفتح الرحمانی۔ ابو محمد ابراہیم بن حسین معروف بہ شیخ بیری زادہ حنفی متوفی ۱۲۹۲ھ کی شرح ہے۔ انہوں نے اکثر علامہ عینی کی شرح سے استفادہ کیا ہے۔
- (۱۹) المصنفی شرح الموطا از شیخ ابو یوسف یعقوب البیہقی الماہوری متوفی ۱۰۹۸ھ
- (۲۰) شرح موطا مالک۔ از ابو جعفر احمد بن سعید الدؤدی الماسدی متوفی ۲۰۲ھ
- (۲۱) المحلی۔ شیخ سلام اللہ حنفی متوفی ۱۲۲۹ھ کی ہے جو حضرت عبدالحق محدث دہلوی کی لولاد میں سے ہیں۔
- (۲۲) لوجز المسالک الی موطا مالک۔ حضرت مولانا زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور کی مگر انقدر شرح ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ حقد میں کی شروح کا خلاصہ ہے، ہر باب میں ائمہ اربعہ کا مذہب معتبر کتب سے نقل کیا گیا ہے، حل لغات و مطالب اور مشکل مقامات کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔
- (۲۳) المصلحین المصجد علی موطا محمد۔ مولانا عبدالحق لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ کا حاشیہ ہے۔

(۱۴) امام محمدؒ

ہزاروں سال نرس اپنی بے نوری پہ روتی ہے بہت مشکل سے ہوتا ہے جن میں دیدہ وری پیدا نام و نسب..... ابو عبد اللہ کنیت، محمد نام ہے، والد کا نام حسن اور دادا کا نام فرقد ہے اور شیبانی نسبت ہے۔ اصل مسکن جزیرہ شام ہے۔ آپ کی ولادت واسط میں ۳۲ھ میں ہوئی، آپ کے والدین وغیرہ مستقل طور پر کوفہ منتقل ہو گئے تھے۔ یہیں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔

تحصیل علوم..... چودہ سال کی عمر میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا۔ چار سال تک خدمت میں رہے۔ پھر امام ابو یوسف سے تکمیل کی۔ ان کے علاوہ مصر، اوزاعی، سفیان، ثوری اور امام مالک وغیرہ سے بھی علم حدیث وغیرہ میں استفادہ فرمایا۔ یہاں تک کہ باقی اہل علم فقہ کے بلند پایہ امام، تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق اور لغت و ادب کے نازش روزگار مسلم استاد بنے، آپ نے خود فرمایا ہے کہ مجھے آبائی ترکہ سے تیس ہزار درہم یادناں ملے تھے۔ جن میں سے آدھے میں نے لغت و شعر کی تحصیل میں صرف کئے اور آدھے فقہ و حدیث کی تحصیل میں صرف کئے۔

شب بیداری اور لذت علم..... امام محمدؒ اتوں کو بالکل نہیں سوتے تھے، ان کے پاس کتابوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جب ایک فن کی کتابوں سے طبیعت گھبرا جاتی تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع کر دیتے تھے۔ آپ راتوں کو جاگتے اور کوئی مشکل مسئلہ حل ہو جاتا تو فرماتے کہ بھلا شاہزادوں کو یہ لذت کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔

شیوخ و اساتذہ..... امام محمدؒ نے علماء کوفہ کے علاوہ مدینہ، مکہ، بصرہ، واسط، شام، خراسان اور یرامہ وغیرہ کے سینکڑوں مشائخ سے علوم کا استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

اہل کوفہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ، سفیان ثوریؒ، مصر بن کدامؒ، مالک بن مغولؒ، حسن بن علیہؒ وغیرہ۔ اہل مدینہ میں امام مالکؒ، ابراہیمؒ، ضحاک بن عثمانؒ وغیرہ۔ اہل مکہ میں سفیان بن عیینہؒ، طلحہ بن عمروؒ، زمعہ بن صالحؒ اہل بصرہ میں سے ابوالعوامؒ وغیرہ۔ اہل واسط میں سے عباد بن العوامؒ، شعبہ بن الحجاجؒ، ابومالک عبد الملکؒ مثنیٰ اہل شام میں سے ابو عمرو عبد الرحمنؒ اوزاعیؒ وغیرہ۔ اہل خراسان میں سے عبد اللہ بن مبارکؒ۔ اہل یرامہ میں سے ایوب بن عقبہؒ مثنیٰ وغیرہ۔

۱۔ از محمد بن عظام، بستان الحدیث، مقدمہ انوار الباری، مقدمہ تنویر الحوالک وغیرہ ۱۲

درس و تدریس..... آپ نے بیس سال کی عمر میں درس دینا شروع کیا اور ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کیا۔ جب آپ کو فہم میں موطا کا درس دیتے تھے تو اس کثرت سے لوگ آتے کہ راستے بند ہو جاتے تھے۔ اسی کو دیکھ کر سعدون مالکی نے کہا تھا۔

ومعاہ اهل الحجاز تفاخروا ان الموطافی العریق محب

(اور بخملاہ ان باتوں کے کہ جن پر اہل حجاز کو فخر ہے۔ ایک چیز یہ بھی ہے کہ موطا عراق میں محبوب ہے۔) علمی تعمق..... کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کو غیر معمولی تنگدستی پیش آئی۔ جس کی وجہ سے فتاویٰ کے پاس جانا پڑا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اگر تو میرا مطالبہ پورا کرے تو میں تجھے فقہ کے دو مسئلے بتاؤں گا۔ اس نے انکار کر دیا۔

قیمت در گرانمایہ چہ داند عوام حافظ گوہر یکدہ اندہ جز خواص

اتفاق کی بات فتاویٰ نے قسم کھائی کہ اگر میں اپنی لڑکی کے جیز میں تمام وہ چیز نہ دوں جو دنیا میں ہے تو میری بیوی کو تین طلاق، اس کے بعد اس نے علماء سے حکم دریافت کیا تو سب نے یہی جواب دیا کہ حادث ہو گیا۔ کیونکہ یہ چیز ممکن ہی نہیں۔ اب وہ مجبور ہو کر امام محمد کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ بوقت سوال میرا ردہ بھی تھا کہ میں تجھے یہ مسئلہ اور اس کے ساتھ ایک اور مسئلہ بتاؤں گا۔ لیکن اب تو ایک ہزار اشرفیاں لوں گا تب بتاؤں گا۔ تعظیماً الشان المسئلہ فتاویٰ نے ایک ہزار اشرفیاں دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ جیز میں قرآن پاک دے دے تو قسم سے نکل جائے گا۔ علماء نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”ولا تطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔“

فوقع هذا الجواب عند هم فی حیز القبول

علم در یست نیک باقیمت

جہل در دیست سخت بر در مان

تفہم و استنباط..... امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے یہاں رات میں قیام کیا اور صبح تک نماز پڑھتا رہا۔ لیکن امام محمد رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح ہونے پر بلا تجدید وضو نماز فجر کو اڑ آئے۔ مجھے بات سنبھل گئی تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں سو گیا تھا۔ نہیں بلکہ میں نے کتاب اللہ سے تقریباً ایک ہزار مسائل کا استنباط کیا ہے۔ پس آپ نے رات بھر اپنے لئے کام کیا اور میں نے پوری امت کے لئے۔

اصحاب و تلامذہ..... آپ کے تلامذہ کی تعداد حد سے زیادہ ہے۔ بہت سے اکابر کے اسماء گرامی علامہ کوثری نے درج کئے ہیں۔ چند مخصوص تلامذہ کے نام یہ ہیں۔ ابو حفص کبیر احمد بن حفص علی، ان سے امام بخاری نے امام اعظم اور ان کے اصحاب کا فقہ حاصل کیا ہے۔ ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان جوزجانی، ان سے صحاح ستہ کا سلسلہ مشرق سے مغرب تک پہنچا ہے ابو عبید القاسم بن سلام ہروی مشہور مجتہد کبیر ہیں۔ علی بن معبد جامع کبیر و جامع صغیر کے راویوں میں سے ہیں اور اصحاب صحاح ستہ کے استاذ ہیں۔ موسیٰ بن نصیر رازی، محمد بن ساعد، معلیٰ بن منصور، محمد بن مقاتل رازی، شیخ ابن جریر، یحییٰ بن معین غطفانی، جرح و تعدیل کے مشہور امام ہیں۔ ابو ذکریا، یحییٰ بن صالح و حاطی حمصی امام بخاری کے شیوخ شام میں سے ہیں۔ ابو جعفر علی بن صالح جرجانی، شعیب بن سلیمان کیسانی، ابراہیم بن رستم، ہشام بن عبید اللہ، عیسیٰ بن ابان، شداد بن حکیم وغیرہ خصوصی تلامذہ..... امام محمد کے خصوصی تلامذہ میں سے اسد بن الفرات متوفی ۲۱۳ھ ہیں جن کی امام محمد نے خصوصی اوقات میں تعلیم و تربیت کی ہے۔ ساری ساری رات ان کو تنالے کر بیٹھتے، پڑھاتے اور مالی امداد بھی کرتے تھے۔ آپ نے امام محمد سے امام ابو حنیفہ کے مسائل اور ابن القاسم سے امام مالک کے مسائل حاصل کر کے ۶۰ کتابوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام اسدیہ رکھا۔ علماء مصر نے اس مجموعہ کی نقل لینی چاہی اور قاضی مصر کے ذریعہ سفارش کی۔ آپ نے اس کی اجازت دی اور چڑے کے تین سو ٹکڑوں پر اس کی نقل کرائی گئی جو ابن القاسم کے پاس رہی۔ مدونہ نسخوں کی اصل بھی یہی اسدیہ۔ اسد

یہ ہے ان ہی اسد ابن الفرات نے افریقہ میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب پھیلایا اور یہی فاتح مصفیہ ہیں۔ انہوں نے ہی وہاں اسلام کو پھیلایا ہے۔

دوسرے خصوصی تلمیذ شافعی ہیں۔ جن کو عام لوقات درس کے علاوہ بھی امام محمد نے خاص طور سے تعلیم دی ہے اور قسم قسم کے احسانات سے نوازا ہے۔ آپ نے امام محمد سے ایک سختی لونٹ کے بوجھ کی برابر کتابوں کا علم حاصل کیا ہے۔ مالی امداد..... حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ کبیر میں ابو حنیفہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد نے ان کو پچاس اشرفیاں دیں اور اس سے پہلے پچاس روپے اور دے چکے تھے اور کہا کہ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہیں تو میرے ساتھ رہیں۔ ابن سماء کا بیان ہے کہ امام محمد نے امام شافعی کے لئے مئی بار اپنے اصحاب سے ایک ایک لاکھ روپے جمع کر کے دیئے۔ امام مزنی سے منقول ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں عراق میں قرضہ کی وجہ سے مجبور ہو گیا۔ امام محمد کو معلوم ہوا تو آپ نے مجھ کو چھڑا لیا۔ ایک دفعہ امام شافعی نے امام محمد سے کچھ کتابیں عاریتہ طلب کیں آپ نے دینے میں دیر کی تو امام شافعی نے یہ اشعار لکھ کر آپ کے پاس بھیجے۔

ولمن كان راه قد راى من قبله

قل لمن لم يرفع من راه مثله

لعله يذله لاهله لعله

العلم يهوى اهله ان يمتوه اهله

ابن جوزی نے ”منتظم“ میں نقل کیا ہے کہ امام محمد ان اشعار کو پڑھ کر اتنے مسرور و متاثر ہوئے کہ مطلوبہ کتابیں عاریتہ نہیں بلکہ ہدیہ امام شافعی کے پاس بھیج دیں۔ اس واقعہ کو مع ابیات ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں اور صمیری وغیرہ نے بھی مع سند کے نقل کیا ہے۔

یہی ہے عبادت الہی دین و ایمان کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انساں (اقبال)

حسن اعتراف..... یہی وجہ تھی کہ امام شافعی امام محمد کی حد سے زیادہ تعظیم اور نہایت واضح الفاظ میں ان کے علمی احسانات کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ محدث خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں امام شافعی سے ناقل ہیں۔ ”امن الناس على في الفقه محمد بن الحسن“ فقہ کے بارے میں مجھ سے زیادہ احسان محمد بن حسن کا ہے، حافظ سمعانی بولطینی کی زبانی امام شافعی کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔ اعاننى الله برجلين بامن عينه في الحديث وبمحمد في الفقه“ اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کے ذریعہ میری معاونت فرمائی، ابن عیینہ کے ذریعہ حدیث میں اور امام محمد کے ذریعہ فقہ میں۔“ علامہ کروری نے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”علم اور اسباب دنیوی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں جس قدر امام محمد کا ہے۔“

عام طلباء کے ساتھ حسن سلوک..... امام محمد کے پاس مال کی اتنی فراوانی تھی کہ تین سو فیہ مال کی نگرانی کے لئے مقرر تھے۔ لیکن اس جلیل القدر امام نے اپنے تمام مال و متاع محتج طلباء پر لٹا دیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس صاف ستھری پوشاک بھی نہ رہی۔ امام ابو یوسف نے جب ان کو میلے کچیلے کپڑوں میں دیکھا تو ان کیلئے ایک نئی پوشاک بھیج دی۔ لیکن امام محمد کی بلند ہمتی نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ نعمتیں تم کو پہلے دے دی گئیں اور مجھ کو بعد میں ملنے والی ہیں معمولات زندگی..... محمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ امام محمد نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے۔ ایک حصہ سونے کیلئے، ایک نماز کیلئے اور ایک درس کیلئے۔ وہ بہت زیادہ جاگتے تھے۔ کسی نے کہا، آپ سوتے کیوں نہیں۔ فرمایا، میں کس طرح سو جاؤں جب کہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم لوگوں پر بھروسہ کر کے سوئی ہوئی ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ قاضی ابن ابی عمر ان سے سنا ہے کہ امام محمد رات دن میں تہائی قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

وفات..... امام محمد ستون سال کی عمر پا کر ۸۹ھ میں بزبان خسرویہ کہتے ہوئے

زدنیامیر و خسرو بزرگ ہی گوید

دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جائے وفات شہر ری ہے۔

وفات کے بعد..... کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ نزع کے وقت آپ کی کیا حالت تھی۔ فرمایا میں اس وقت عبد مکاتب کے مسئلہ پر غور کر رہا تھا۔ اسی حالت میں میری روح نکل گئی اور مجھے محسوس بھی نہ ہو سکا۔ آپ سے جو یہ منقول ہے کہ آپ اپنی آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ مکاتب کے مسئلہ نے مجھے اس دن کی تیدی سے محروم رکھایا ہے تو اعضا فرماتے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ جیسے متقین کی ساری زندگی آخرت دعاقت کی تیدی ہی میں گذرتی ہے۔ حسن خدا داد..... قدرت نے امام محمد کو جس طرح باطنی اور معنوی محاسن سے مزین کیا تھا اسی طرح ان کو حسن ظاہری کی دولت سے بھی بافرامانواز تھا۔ نہایت ثقیل و جمیل اور انتہائی حسین و خوبصورت گویا قول صائب کے صحیح مصداق تھے۔

ہلاک حسن خداوار او شوم کہ سر لیا
چو شعر حافظ شیرازی انتخاب ندارد

اسی غایت حسن کی وجہ سے امام ابو حنیفہ ان کو مجلس درس میں اپنے پیچھے بٹھایا کرتے تھے۔

تصانیف..... آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار کے قریب کہی جاتی ہے۔ اپنے کمرہ میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے رہتے اور رات دن کتابیں لکھتے تھے۔ دس رومی عورتیں نقل کتب پر مامور تھیں۔ اس طرح آپ نے ایک ادارہ کی برابر تصنیفی خدمت انجام دی ہے۔ آپ کی تصانیف میں حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور یہی کتابیں فقہ حنفی کی اصل اصول خیال کی جاتی ہیں۔ کیونکہ امام صاحب کے مسائل روایت ان میں مذکور ہیں۔ کل مسائل جو آپ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں استنباط کئے ہیں (۱۰۷۰۱۰۰) ہیں۔

مبسوط

اس میں آپ نے امام ابو یوسف کے جمع کردہ مسائل کو خوبی و وضاحت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اس کو اصل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے اس کو سب سے پہلے تصنیف کیا ہے۔

جامع صغیر

اس میں آپ نے امام ابو یوسف کی روایت سے امام اعظم کے تمام اقوال لکھے ہیں۔ کل (۱۵۳۲) مسائل ہیں۔ جن میں سے (۱۷۰) مسائل میں اختلاف رائے بھی کیا ہے۔ اس کی تقریباً چالیس شروح لکھی گئیں۔ متقدمین کے یہاں فقہ میں یہی کتاب درس میں پڑھائی جاتی تھی۔

جامع کبیر

اس میں آپ نے امام صاحب کے اقوال کے ساتھ امام ابو یوسف اور امام زفر کے اقوال بھی ذکر کئے ہیں اور ہر مسئلہ کی دلیل لکھی ہے۔ یہ جامع صغیر سے زیادہ شواہد ہے۔ بعد کے فقہاء نے اصول فقہ کے مسائل بھی زیادہ تر اسی کتاب کی روشنی میں اخذ کئے ہیں۔ بڑے بڑے نامور فقہاء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ۴۲ کا ذکر کشف الظنون میں ہے۔

زیادات

جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروغ یاد آتے رہے وہ اس میں درج کئے ہیں۔ اس لئے اس کو زیادات کہتے ہیں۔

کتاب الحج

امام محمد امام اعظم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور تین برس امام مالک کی خدمت میں رہے۔ ان سے موطا بھی پڑھی۔ اہل مدینہ کا طریق تھا جدا تھا۔ بہت سے مسائل میں وہ لوگ امام ابو حنیفہ سے اختلاف رکھتے تھے امام محمد نے مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر یہ کتاب لکھی، اس میں پہلے فقہی باب باندھتے ہیں۔ پھر اہل مدینہ کا قول نقل کرتے ہیں اور احادیث و آثار اور قیاس ثابت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب راجح اور صحیح ہے۔

سیر صغیر

یہ کتاب سیر پر ہے۔ امام لوزاعی نے اس کو دیکھا تو تعریف کی مگر بطور طنز یہ بھی کہا کہ ”لعل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت۔“ امام محمد نے یہ جملہ سنا تو سیر کبیر لکھنی شروع کی۔

سیر کبیر۔ اس کو ساٹھ ضخیم اجزاء میں مرتب کیا اور تیار کی بعد ایک خچر پر لدوا کر خلیفہ ہارون الرشید کے پاس لے جانے کا ارادہ کیا۔ خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے ازراہ قدر دانی شہزادوں کو استقبال کے لئے بھیجا اور فن کو ہدایت کی کہ امام محمد سے اس کی سند حاصل کریں۔ امام لوزاعی نے بھی اس محققانہ کتاب کی بہت تعریف کی۔

رقيات وغیرہ۔ رق کے قیام میں جو فقہ کا مجموعہ تیار کیا وہ رقيات کہلاتا ہے۔ اسی طرح اور کتابیں کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات وغیرہ۔ لیکن یہ کتابیں اصطلاح فقہاء میں ظاہر الروایۃ میں داخل نہیں۔ بلکہ کتاب لریح اس سلسلہ سے خارج ہے۔ الاحتجاج علی مالک

موطامام محمد..... حدیث کی مشہور کتاب ہے جو امام مالک کی دوسری موطاؤں سے علمی و فنی اعتبار سے زیادہ بلند پایہ ہے۔ اس میں احادیث مرفوعہ اور موقوفات صحابہ مسند و مرسل روایات کی مجموعی تعداد (۱۱۸۵) ہے۔ جس میں (۱۰۰۵) تو امام مالک سے اور (۱۷۵) کو دوسرے طریق سے ہیں۔ جن میں (۱۳) امام ابو حنیفہ سے ہیں اور (۴) قاضی ابو یوسف سے اور بقیہ دیگر حضرات سے مروی ہیں۔

چونکہ امام محمد نے اپنی موطا میں بہت سے آثار و روایات اور مسائل کو امام مالک کے علاوہ دوسرے حضرات سے نقل کیا ہے اس لئے مجاز اس کا انتساب امام محمد ہی کی طرف ہونے لگا۔

(۱۵) صاحب الجامع الصحیح

سالم الباید کہ تاجک سنگ اصلی ز آفتاب
لعل باشند در بدخشیں یا عقیق اندر یمن

نام و نسب..... ابو عبد اللہ کنیت، محمد نام، امیر المؤمنین فی الحدیث لقب ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن اسماعیل، بن ابراہیم، بن المغیرہ، بن البرزجیہ الجعفی، برزجیہ فارسی کلمہ ہے۔ دہقان بخارا کی لغت میں کاشنگاریا کا لفظ نہ کو کہتے ہیں۔ امام بخاری کو دلاء کی طرف نسبت کر کے جعفی کہتے ہیں۔

تحقیق برزجیہ..... برزجیہ فتح بلاء و سکون راء و سکون ذاء و فتح بلاء ہے۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اسی طرح ضبط کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی مشہور ہے، ابن ماکولانے بھی اسی پر جزم ظاہر کیا ہے، مولانا بدر عالم صاحب ترجمان المسند کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ عام طور پر مورخین و شارحین نے اس لفظ کو اسی طرح (برزجیہ) ضبط کیا ہے اور اس کے معنی کسان لکھے ہیں لیکن روس کے ایک مشہور عالم سے میری مکاتبت ہوئی تو انہوں نے اس لفظ کی صحیح تقریب برزجیہ قرار دی۔ یعنی دال کے بعد الف اور زائد ہے اور اس کے معنی صیقل و ماہر کے بتدو یہ تشریف و نحو کے بہت بڑے عالم ہیں اور فن بلاد کی زبانوں سے پورے طور پر واقف ہیں اس لئے ان کی تحقیق قابل اعتماد ہے۔ ابن خلکان نے بعض لوگوں سے برزجیہ کا نام ”ماگولانہ“ بھی نقل کیا ہے۔

خاندانی حالات..... امام صاحب کا نسب ایک پارسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے اراکین خسروان ایران کے عہد حکومت میں ممتاز اور جلیل القدر عہدوں پر مامور ہوتے رہے۔ آپ کے والد بزرگوار کے پردوا ”برزجیہ“ مجوسی مذہب

۱۔ ملخص از محدثین عظام و مقدمہ انور الباری، ابن خلکان، فوائد ہیہ، حدائق حنفیہ، شذرات الذیہ۔ ۱۲
۲۔ فی التہذیب المغیرہ بن برزجیہ و نقل لکھنؤیہ و نقل ابن الاصحاح ۱۲

کے قبیح تھے اسی مجوسیت پر انہوں نے انتقال کیا۔ اے ان کے صاحبزادے مغیرہ پہلے شخص ہیں جو حاکم بخارا ایمان بن اخص جعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ چونکہ اس زمانہ کا دستور تھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تھا اس کو اسی کے قبیلہ سے منسوب کرتے تھے۔ اس لئے امام موصوف جعفی مشہور ہوئے ورنہ جعفی خاندان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

والد بزرگوار اور جد امجد..... امام صاحب کے دادا اور ان کے والد کا حال بھی ”بردزبہ“ کے تفصیلی حالات کی طرح سے تاریکی میں ہے، آپ کے پردادا مغیرہ کے فرزند ”ابراہیم“ کے متعلق حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اور انہی کی پیروی کرتے ہوئے علامہ قسطلانی شارح مقدمہ نے لکھا ہے کہ مجھے ان کی زندگی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے البتہ ابراہیم کے صاحبزادے، امام موصوف کے والد ”اسماعیل“ کے بارے میں حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ وہ علماء اقیام میں سے ایک متمول و متورع اور جید عالم تھے جو ابو معاویہ سے راوی ہیں اور ان سے احمد بن جعفر اور نصر بن حسین وغیرہ راوی ہیں۔ حافظ نے ابن حبان کی کتاب الثقات سے نقل کیا ہے کہ طبقہ رابعہ کے مشہور محدثین میں سے تھے، ان کے شیوخ میں امام مالک اور حماد بن زید وغیرہ ہیں لیکن عبداللہ بن مبارک کی خدمت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا تھا۔ امام بخاری تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں کہ میرے والد اسماعیل نے امام مالک اور حماد بن زید کو دیکھا، ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور امام مالک سے حدیث سنی۔ علامہ قسطلانی نے احمد بن حفص سے نقل کیا ہے وہ آپ کے تورع کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں ابو الحسن اسماعیل بن ابراہیم کی خدمت میں ان کی حالت نزاع کے وقت حاضر ہوا تو آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا ”لا أعلم فی جمیع مالی درهما من شہتہ“ کہ خدا کا شکر ہے میرے پاس ایک بھی مشکوک درہم نہیں ہے۔ اس پر احمد بن حفص کہتے ہیں ”فصا عزت الی نفسی عند ذلک۔“

سن پیدائش..... امام بخاری ۱۳ شوال ۹۴ھ میں جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔

زندگی گفت کہ در خاک تجدید ہمہ عمر تا ازین گنبد دیرینہ درے پیدا شد

جائے پیدائش شہر بخارا ہے جو بقول علامہ قرمانی مجمع الفقہاء، معدن الفضلاء، منشاء العلماء، قبیۃ الایمان، کرسی ملوک بنی سامان اور بلاد اسلام کا حسین ترین شہر ہے۔ آپ کمزور جسم کے تھے، نہ دراز قامت نہ کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قدر رکھتے تھے۔

والد کی مستجاب دعا..... مورخ غبار نے تاریخ بخارات میں اور لا کانی نے شرح السنہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ بچپن ہی سے نابینا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ان کی والدہ کو سخت قلق رہتا تھا اور وہ نہایت گریہ و زاری سے خدائے تعالیٰ کی جناب میں ان کی بصارت کے لئے دعا کیا کرتی تھیں، ایک مرتبہ شب کو ان کی والدہ نے حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ حق تعالیٰ نے تیری گریہ و زاری اور کثرت دعا کے سبب سے تیرے فرزند کو بصارت عطا فرمادی، جب وہ صبح کو انھیں تو اپنے تخت جگر کی آنکھوں کو روشن اور پیلایا۔

۱۔ صاحب مشاہید اسلام نے لکھا ہے کہ آفتاب اسلام کی شعاعیں نے جب ایران کی سرزمین کو اپنی خورشید سے روشن کر دیا تو آپ کا سینہ بھی اس خورشید عالیشان کے الواء سے مستحیر ہوا اور آپ حلقہ بکوش ملت بیضاء ہو گئے۔ لیکن موصوف نے اس کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ ۱۲

قال الحافظ اسلم ولده المغیره علی یدالیمان الجعفی والی بخارا تنسب الیہ نسبتہ ولاء عملاً بمنہب من یری ان من اسلم علی یدہ شخص کان ولاءہ وانا قیل لہ الجعفی لذلك ۲۱ ص

عبداللہ بن المبارک امام ابو حنیفہ کے حلقہ میں سے ہیں لیکن تعجب ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ وقد ذکرہ فہم صاحب تہذیب الکمال ۱۲

بلذلک جزم النووی فی الشرح والحافظ فی المقلمتہ وجماعتہ من العلماء وقال ابن کثیر ”لیلتہ الجمعۃ“ وقال ابو یعلی الخلیلی فی کتاب الارشاد ”لا تلتی عشرہ لیلۃ“

امام صاحب کا بچپن..... امام بخاری ابھی کم عمر ہی تھے کہ سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا اور آپ درمیتیم بن کر والدہ کے آغوش عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ آپ کے وہ افعال و حرکات جو عالم طفولیت میں صادر ہوئے ان تمام ہم جولیوں سے بالکل جدا تھے جن میں آپ لہو و لعب کی غرض سے شرکت فرماتے تھے۔ گویا شیخ سعدی نے یہ شعر آپ ہی کے حق میں کہا تھا۔

بالائے سرش زہو شمندی
نی تافت ستارہ بلندی

آغاز تعلیم اور ابتدائی دور..... آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ محترمہ کی تربیت و نگرانی میں حاصل کی۔ احادیث یاد کرنے کا شوق و شغف بچپن ہی سے تھا۔ جب عمر کے نور بجے طے کر چکے اور دسویں سال میں قدم رکھا تو تحصیل علم کا شوق آپ کو کشاں کشاں علمی درمگاہوں میں لے گیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ بخارا میں امام داخلی علماء حدیث میں سے ہیں تو ان کی خدمت میں آمد و رفت شروع کی، ایک روز کا واقعہ ہے کہ امام داخلی اپنے نسخے میں سے لوگوں کو احادیث سنارہے تھے۔ اثناء درس میں ان کی زبان سے نکلا ”سفیان عن ابی الزبیر عن ابراہیم۔“ بخاری فوراً بول پڑے، حضرات ابو الزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے، داخلی نے ان کی بات کو تسلیم نہ کیا تو آپ نے کہا کہ اصل بیاض ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ امام داخلی اپنے مکان تشریف لے گئے اور اصل نسخہ پر نظر ڈالی پھر بخاری کو بلا کر کہا کہ میں نے اس وقت جو پڑھا تھا بے شک وہ غلط تھا۔ اب آپ بتلائیں کہ صحیح کس طرح ہے۔ بخاری نے کہا، صحیح سفیان عن الزبیر بن عدی عن ابراہیم ہے۔ امام داخلی یہ سن کر حیران رہ گئے اور کہلاتی ایسا ہی ہے پھر قلم اٹھا کر داخلی نے قرآن کے نسخے کی تصحیح کی۔ یہ واقعہ امام بخاری کی عمر کے گیارہویں سال کا ہے۔

دیکھ چھوٹوں کو بے اللہ بڑائی دیتا
آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا (ذوق)

جب آپ سولہ سال کے ہوئے تو عبد اللہ بن المبارک کی تمام کتابیں یاد کر لیں اور وسیع کے نسخے بھی ازبر کر لئے۔ زیارت حرملین..... پھر اپنی والدہ محترمہ اور بھائی احمد کے ہمراہ برائے حج مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت پائی تو ان کی والدہ اور بھائی وطن واپس ہو گئے اور خود بلاد حجاز میں طلب حدیث کیلئے رک گئے۔ علامہ کرمانی نے جو یہ کہا ہے ”حج یہ ابوہ و ہوا قام بمکتہ فی طلب العلم“ یہ سبقت قلم یا تحریف ناخین ہے و کذا مافی تذکرۃ الحفاظ۔ جمع مع امہ و اخہ سماع حدیث و طلب فقہ کیلئے اسفار..... امام بخاری نے تحصیل حدیث اور زیارت علماء کے لئے دور دراز کے سفر کئے اور ہمیشہ سخت سے سخت مصیبتوں کو برداشت کرتے رہے لیکن آپ کی ہمت عالی نے راحت جسمانی کو علمی شوق پر غالب نہ ہونے دیا اور ایک روز ان مصائب کے معاوضہ میں انہیں آسمان علم و فضل کا روشن آفتاب بنا کر چھوڑا جس کی منور شعاعوں سے یہ دنیا قیامت تک روشن رہے گی۔

قاضی ابن خلکان اپنی مشہور تصنیف ”وقیات الاعیان“ میں رقم طراز ہیں کہ امام صاحب مصر و شام میں استفادہ حدیث کی غرض سے دوبارہ گئے۔ حجاز میں متواتر چھ سال تک قیام کیا، کوفہ اور بغداد میں جو علماء کا مسکن تھا بارہا گئے۔ بصرہ چار مرتبہ گئے اور بعض مرتبہ پانچ پانچ برس تک اقامت پذیر رہے۔ صرف یام حج میں زیارت کعبہ کی غرض سے سفر کرتے اور بعد فراغت پھر بصرہ چلے آتے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے سفر کا آغاز ۲۱۰ھ سے ہوا اور انہوں نے تحصیل علم حدیث و فقہ کیلئے مختلف دور دراز مقامات کے سفر طے کئے اور بڑے بڑے محدثین و فقہاء سے علم حاصل کیا۔ چنانچہ صحیح گئے اور مکی بن ابراہیم کے شاگرد ہوئے جو امام اعظم کے تلمیذ خاص تھے۔ ان سے اپنی صحیح میں گیارہ ثلاثی احادیث روایت کی ہیں۔ بغداد میں معلی بن منصور کے شاگرد ہوئے جو بقول امام احمد امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد کے تلمیذ تھے۔ محیی بن سعید الطحان (تلمیذ امام اعظم) کے تلمیذ خاص امام احمد اور علی بن المدینی کے شاگرد ہوئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں علی بن المدینی سے بہ کثرت روایات موجود ہیں۔ بصرہ پہنچ کر ابو عاصم النبیل کے شاگرد ہوئے۔ جن سے امام بخاری نے چھ روایات اعلیٰ درجہ کی روایت کی

ہیں جو ثلاثیات کہلاتی ہیں، ان کے علاوہ تین ثلاثیات محمد بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہیں جو بتصریح خطیب بغدادی صاحبین کے تلمیذ اور حنفی تھے۔ ان کے علاوہ مرد میں علی بن شقیق وغیرہ سے، کوفہ میں عبید اللہ بن موسیٰ وغیرہ سے، مکہ میں ابو عبد الرحمن المقرئ وغیرہ سے، مدینہ میں عبد العزیز اولیٰ وغیرہ سے، واسط میں عمرو بن محمد وغیرہ سے، مصر میں معبد بن ابی مریم وغیرہ سے، دمشق میں ابو مسر وغیرہ سے، قساریہ میں محمد بن یوسف فریابی وغیرہ سے، عسقلان میں آدم بن ابی یاس وغیرہ سے اور حمص میں ابو المغیرہ وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری آٹھ مرتبہ بغداد آئے ہر مرتبہ امام احمد بن حنبل بغداد کے قیام پر اصرار کرتے رہے۔

اخذ حدیث میں غایت احتیاط..... صاحب نزہۃ المجالس نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام بخاری طلب حدیث کی خاطر کسی محدث کے پاس گئے، دیکھا کہ ان کا گھوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ نکلا تو محدث نے اس کو اپنی چادر کا پلہ اس طرح دکھلایا جیسے اس میں دل نہ ہے۔ چنانچہ گھوڑا یہ دیکھ کر واپس آگیا اور محدث نے اس کو آسانی سے پکڑ لیا، امام بخاری نے یہ تماشا دیکھ کر محدث سے پوچھا، کیا آپ کی چادر کے پلہ میں دل نہ تھا۔ محدث نے کہا نہیں بلکہ اس تدبیر سے گھوڑے کو واپس کرنا تھا امام بخاری نے فرمایا، لا آخذہ الحدیث عن یکتذب علی البہائم کہ میں اس شخص سے حدیث نہیں لے سکتا جو چوہاؤں کو دھوکا دیتا ہے۔

شیوخ و اساتذہ..... شیوخ و اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے اساتذہ کی کل تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ خود امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے ایک ہزار اسی آدمیوں سے حدیثیں سیکھیں۔ ان میں سب کے سب محدث تھے۔

وقال ایضاً لکتاب الاعمین قال الایمانہ قول وعمل

اگرچہ اس امر کا تفصیلی حال معلوم نہیں ہو تا کہ امام صاحب نے ابتداء میں کن کن مشائخ سے فن حدیث حاصل کیا تھا لیکن اس قدر مسلم ہے کہ ان کا فضل و کمال اسحاق بن راہویہ اور علی ابن المدینی کے تدریس کا زیادہ رہن منت ہے، حافظ ابن حجر نے ان کے شیوخ کے پانچ طبقے قائم کئے ہیں۔

(۱) تبع تابعین۔ مثلاً محمد بن عبد اللہ انصاری، ابو عاصم النبیل، یحییٰ بن ابراہیم، عبید اللہ بن موسیٰ، ابو نعیم خلاز بن محیی، علی بن عیاش، عصام بن خالد وغیرہ۔

(۲) تبع تابعین کے وہ معاصر جنہوں نے کسی ثقہ تابعی سے حدیث کی روایت نہیں کی جیسے آدم بن ابی یاس ابو مسر عبد الاعلیٰ بن مسر، سعید بن ابی مریم، ایوب بن سلیمان بلال وغیرہ۔

(۳) امام صاحب کے اساتذہ۔ ان میں وہ لوگ شمار ہیں جن کو کبار تبع تابعین سے اخذ حدیث کا موقع ملا۔ جیسے تنبیہ بن سعید، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، سلیمان بن حرب، نعیم بن حماد، علی بن المدینی، محیی بن معین، ابو بکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ، اس طبقہ سے اخذ تحصیل میں امام مسلم بھی شریک ہیں۔

(۴) بمعصر رفقا جیسے محمد بن حمی زبلی، ابو حاتم رازی، محمد بن عبد الرحیم صاعقہ، عبد بن حمید، احمد بن النضر وغیرہ۔

(۵) وہ معاصرین جو امام صاحب کے تلامذہ کی صف کے تھے، ان سے بھی بعض مرتبہ انہوں نے روایت کی ہے۔ جیسے عبد اللہ بن حماد آملی، عبد اللہ بن ابی العاص خوارزمی، حسین بن محمد قبانی وغیرہ کہ امام بخاری نے ان سی بھی قدر تیسر

روایت کیا ہے جس میں حضرت ربیع کے قول پر عمل کیا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں ”لایکون الرجل عالماً حتی یحدث عن ہوفوقہ وعن مظلہ وعن ہودونہ۔“ کہ آدمی اس وقت عالم (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے سے با ذوق اور اپنے برابر اور اپنے سے کم درجہ کے لوگوں سے روایت نہ کرے، خود امام بخاری کا قول ہے ”لایکون المحدث کاملاً حتی یکتب

عن ہوفوقہ وعن مظلہ وعن ہودونہ۔“

الغرض امام بخاری کے شوق علم کا یہ عالم تھا کہ شام، عراق، مصر، بغداد، خراسان وغیرہ میں کوئی محدث ایسا نہ تھا جس کے خرمن فیض سے آپ نے خوشہ چینی نہ کی ہو، ہم نے اصحاب صحاح کے ان اساتذہ و شیوخ کی فرست مرتب کی تھی جن سے صحاح ستہ میں روایات کی تخریج ہے۔ لیکن طوالت کے خوف سے قلم برد کردی۔

درس و تدریس امام بخاری ۸۱ سال کی عمر میں فاضل اجل ہو گئے تھے اور آپ کے علمی تجربہ کی شہرت ایسی عام ہو چکی تھی کہ مسافت بعیدہ سے لوگ بغرض سمع حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے، شروع میں آپ نے بغرض رفاہ عام محمد بن یوسف کی ڈیوڑھی میں درس کے لئے نشست اختیار کی تھی، بقول آپ کے شاگرد کے یہ زمانہ آپ کے عقوان شباب کا تھا۔ اس کے بعد جہاں بھی گئے درس کا ڈنکا بجا دیا۔ چنانچہ آپ نیشاپور پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ علمائے وقت اکثر اوقات خدمت میں موجود رہتے۔ بالخصوص امام مسلم توروزانہ حاضر خدمت ہو کر آپ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کرتے تھے، ایک روز امام صاحب کی جامعیت علمی و کمال قابلیت سے متاثر ہو کر بے اختیار آپ کی پیشانی کا بوسہ لے لیا اور کہا کہ اے ملک حدیث کے بادشاہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے قدم چومنے کی عزت حاصل کروں۔ امام ذہبی نے جو امام مسلم کے استلا اور نیشاپور کے باوقار محدث تھے اپنے شاگردوں کو اجازت دے دی تھی کہ امام صاحب کے انوار کمالات سے مستیز ہوں، امام صاحب کے حسن خلق اور کمال علم نے انہیں اس قدر گردیدہ کر لیا کہ امام ذہبی اور دوسرے محدثین نیشاپور کی مجلسوں کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ جس حلقہ میں چند روز پہلے کئی کئی سو محققین ہوتے تھے وہاں صرف دس بارہ ہی حاضر ہونے لگے۔ حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں کہ آپ نے بصرہ میں فروغش ہو کر معاصرین کے لئے بدران رحمت کا کام دیا اور اخلاف کیلئے بھی اپنی تصانیف کا ایک بیش بہا ذخیرہ، مذہبی کتب خانہ میں چھوڑ گئے۔ یوسف بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے بصرہ کی گلیوں میں کسی شخص کو پکارتے ہوئے سنا کہ اے شائقان علم ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری آج کل بصرہ میں تشریف فرما ہیں جو شخص آپ کی زیارت کا مشتاق ہو وہ جامع مسجد بصرہ میں حاضر ہو جائے۔ یہ سنتے ہی میں جامع مسجد میں آ گیا۔ امام صاحب کی زیارت کیلئے اس وقت بہت سے علماء و فضلاء موجود تھے۔ ایک جوان آدمی ستون کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا، دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسماعیل بخاری یہی ہیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو علماء آپ کی ملاقات سے شرف اندوز سعادت ہوئے اور حاضرین کے ایک بڑے گروہ نے درخواست کی کہ آج ہمیں اپنے علم سے مستفیض ہونے کا موقعہ دیجئے۔ آپ نے ان کی التجا قبول فرمائی تو دوبارہ مسجد میں اعلان ہوا کہ محمد بن اسماعیل بخاری بصرہ میں تشریف لائے ہیں ہم نے ان سے تدریس کی التجا کی تھی جو منظور کر لی گئی کل فلاں مقام پر امام صاحب حدیثیں لکھوانے کیلئے تشریف لائیں گے۔ شائقین حدیث وہاں حاضر ہوں۔ چنانچہ دوسرے روز مقام مقررہ پر محدثین، فقہاء اور اہل مناظرہ کئی ہزار کی تعداد میں جمع ہو گئے تو امام صاحب نے فرمایا۔ اے علماء بصرہ! تم نے مجھ سے حدیثیں لکھوانے کا سوال کیا ہے جسے میں نے بسر و چشم منظور کر لیا سو آج میں تمہارے سامنے وہ حدیثیں پیش کروں گا جن کے راوی تمہارے ہی شہر کے رہنے والے ہیں مگر تم کو ان کی خبر نہیں، اس فقرہ سے حاضرین کے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی اور ان کو امام بخاری کی وسعت علم اور اپنی کم مائیگی کے موازنہ کا موقع مل گیا۔ ان کی نگاہیں اب امام بخاری کے مبدک چہرہ پر تھیں اور کان اس آواز کے سننے کے مشتاق تھے جس سے سرمایہ علم میں اضافہ ہو، اس کے بعد امام صاحب نے جو حدیثیں بیان کیں ان سب کے روا اہل بصرہ تھے۔

مال ہے نایاب پر گاہک ہے اکثر بے خبر
شہر میں کھولی ہے حالی نے دوکان سب سے الگ

اصحاب و تلامذہ آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ فریری کہتے ہیں کہ آپ سے بر اور است نوے ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کو سنا تھا، آپ کے شاگردوں میں بڑے بابہ کے علماء و محدثین تھے۔ مثلاً حافظ ابو عیسیٰ ترمذی، ابو عبد الرحمن نسائی، مسلم بن حجاج وغیرہ جو حدیث کے ارکان ستہ کے فضیل القدر رکھن ہیں، ابو زرہ، ابو حاتم، ابن خزمہ، محمد

بن نصر مردزی، ابو عبد اللہ فربری وغیرہ بھی آپ کے تلامذہ میں ہیں جو آگے چل کر خود بڑے پایہ کے محدث ہوئے۔ غیر معمولی حافظہ..... امام بخاری نہایت قوی الحافظ تھے۔ استاد سے جو حدیث بھی سنتے فوراً زبانی یاد ہو جاتی۔ جب ان کے زمانہ طالب علمی اور صرف استماع حدیث پر انکشاف کرنے پر غور کیا جاتا ہے تو تعجب ہی نہیں بلکہ حیرت ہوتی ہے کہ فیاض ازل نے انہیں کس قسم کا دماغ عطا فرمایا تھا، انسانیکلو پیڈیا کے مصنف نے امام بخاری کے کمال حفظ کے متعلق لکھا ہے کہ ”امام بخاری کا استحضار اس غضب کا تھا کہ معاصرین ائمہ تک کو وہ ایک کرامت نظر آتا تھا۔ کہتے ہیں کہ بچپن ہی میں ان کو ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں، جس کتاب پر ایک نظر ڈالتے وہ حافظہ میں محفوظ ہو جاتی تھی، ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔

بے نظیر حافظہ کے چند ہوشربا واقعات..... (۱) سلیمان بن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں محمد بن سلام بیکندی کے پاس بغرض ملاقات آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم کچھ دیر پہلے آگئے ہوتے تو میں تمہیں ایک ایسا بچہ دکھاتا جس کو ستر ہزار حدیثیں زبانی یاد ہیں۔ حسن اتفاق اسی روز امام بخاری سے ملاقات ہو گئی تو انہوں نے امام صاحب سے دریافت کیا، کیا آپ کو ستر ہزار حدیثیں حفظ ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے بھی زیادہ مرديات محفوظ ہیں اور جس قدر صحابہ اور تابعین سند حدیث کے ضمن میں مذکور ہوتے ہیں ان کے سن ولادت، مولد، مسکن اور مختصر سی سوانح عمری سے بھی واقف ہوں، نیز جن حدیثوں کو میں نقل کرتا ہوں اس کا قرآن اور دوسری حدیثوں سے بھی ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔

(۲) حاشد بن اسماعیل جو آپ کے زمانہ کے محدث ہیں کہتے ہیں کہ امام بخاری طلب حدیث کے لئے میرے ہمراہ شیوخ وقت کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے لیکن ان کے پاس قلم و دوات نہ ہوتا تھا اور نہ وہاں کچھ لکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ جب تم حدیث کو سن کر لکھتے نہیں تو تمہارے آنے جانے سے کیا فائدہ۔ سولہ دن کے بعد امام بخاری نے مجھ سے کہا آپ لوگوں نے مجھے بہت تنگ کر دیا، آداب میری یاد کا اپنی فوشتوں سے مقابلہ کرو، اس مدت میں ہم نے ہندو ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ امام بخاری نے وہ تمام حدیثیں پوری صحت کے ساتھ اس طرح سنائیں کہ میں خود اپنی لکھی ہوئی احادیث کو ان سے صحیح کرتا گیا۔ اس کے بعد آپ نے کہا، تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں بے فائدہ سرگردانی اور تصنیع اوقات کرتا ہوں، یاد رکھو کہ میرا حدیث اور سندوں کو پیرایہ تحریر میں لانے میں کو تاہی کرنا میری علمی معلومات کے لئے کسی طرح مضرت رساں نہیں ہو سکتا۔ آپ کے اس غیر معمولی حافظہ سے ہمارے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی اور ہمیں کامل یقین ہو گیا کہ آپ سے کوئی ہم سبق مسابقت نہیں کر سکتا۔

(۳) جب آپ سرقد تشریف لے گئے تو چار سو علماء نے آپ کو مغالطہ دینے کی غرض سے سات روز تک کیٹیاں کیں، جس میں یہ امر بذریعہ شوری طے پا گیا کہ سو حدیثوں کی اسناد اور متون میں تغیر کر دیا جائے چنانچہ متون اور اسناد میں غیر معمولی تغیر و تبدل کر دیا گیا اس طور پر کہ محدثین عراق میں ٹھنی اور سلسلہ شام میں مصری اور یمنی روایوں میں جہازی اور حجازیوں میں یمنی ختمط کر دئے۔ جس سے خود مغالطین کو ان احادیث کی تقلید میں دشواری پیدا ہو گئی، لیکن جب وہ حدیثیں، امام بخاری کے سامنے پیش کی گئیں تو آپ نے با آسانی اس گتھی کو منٹوں میں سلجھا دیا۔

رہے ہیں اور بھی فرعون میری گھات میں اب تک مگر کیا ہم ہے میری آستیں میں ہے ید بیضاء جب آپ بغداد تشریف لے گئے تو آپ کے بے مثال علمی تجربے نے فوراً شہرت حاصل کر لی۔ محدثین بغداد نے آپ کے معیار حافظہ اور یادداشت کا امتحان لینے کے لئے ایک سو حدیثوں کے متون اور سندوں کو تبدیل کر کے ختمط کر دیے اور دس آدمیوں نے ان حدیثوں کو پیش کرنے کی اس شرط کے ساتھ ذمہ داری لی کہ انہیں سنا کر ضعف و صحت کی نسبت بھی سوال کریں گے۔ محدثین بغداد کے اس مشورہ کی خبر مشہور عام ہوتے ہی اہل بغداد اور خراسانیوں کا جلسہ میں ازدہام ہو گیا اور ہر

فحوص نے یکے بعد دیگرے ان مختلف حدیثوں کو امام بخاری کے سامنے پڑھنا شروع کر دیا، امام بخاری ہر ایک پر لاوری کہتے اور لا علمی کا اظہار کرتے رہے۔ جب سب لوگ حدیثیں پیش کر چکے تو امام بخاری نے ہر متن کو اس کی اصلی سند اور ہر سند کو اس کے اصلی متن کے ساتھ ملتی کر کے ترتیب وار سنایا۔

اللہ ربے تیرا حافظہ کیا یاد غضب ہے۔

لوگ یہ سن کر دنگ رہ گئے اور آپ کے علم و فضل کا ان کو لوہا نانا پڑا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ تعجب اس پر نہیں ہے کہ صحیح و غلط میں امتیاز کر دیا بلکہ کمال یہ ہے کہ ان لوگوں نے جس ترتیب سے روایات کو غلط شکل میں پیش کیا تھا اس کو بھی بیان کر دیا۔

سوار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا

باطل سے دجنا لے آہاں نہیں ہم

(۵) اسحاق بن راہویہ سربر آوردہ علماء میں شمار ہوتے تھے لیکن ان کے پاس حدیث کا اس قدر سرمایہ تھا جتنا کہ امام بخاری کے خزانہ دماغ میں محفوظ تھا، ایک دفعہ ابن راہویہ نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھتے ہوئے ایک حدیث کی سند میں غلطی کی، امام بخاری بھی مسجد میں خطبہ سن رہے تھے آپ نے اسی وقت روک دیا اور انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ (۶) یحییٰ ابن راہویہ جن کو اپنی ہمہ دانی پر ایک حد تک فخر کرنا تھا امام بخاری سے اپنی نسبت کہنے لگے کہ میں ایسے شخص سے واقف ہوں جس کے خزانہ دماغ میں ستر ہزار حدیثیں ہیں۔ امام بخاری نے کہا کہ اس نگار خانہ میں ایک اور شخص ہے جو دو لاکھ حدیثوں پر عبور رکھتا ہے۔

تیرے در پر ان کے مغرور نے سر رکھ دیا

عبدہ گاہ سرکشان دہر ہے یہ آستان

علمائے اعلام کا حسن اعتراف امام بخاری کے اعتراف فضل و کمال میں علماء کے بکثرت اقوال ہیں۔ بطور نمونہ بعض بزرگان سلف کے مقولے ذیل میں درج ہیں۔

(۱) ایک مرتبہ سلیمان بن حرب نے آپ کو دیکھ کر فرمایا ”ہذا یكون له، صیت“ اس کو شرہ آفاق حاصل ہو گیا۔ احمد

بن حفص نے بھی ایک مرتبہ یہی فرمایا تھا۔

کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

نگاہیں کالوں پر پڑی جاتی ہیں زمانہ کی

(۲) قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں فقہاء، زہاد اور عباد سب کے پاس بیٹھا ہوں لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے بخاری جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ یہ اپنے زمانہ میں ایسا ہے جیسے صحابہ کرام کے مابین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۳) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سر زمین خراساں نے امام بخاری جیسا اور کوئی پیدا نہیں کیا۔

ممکن نہیں ہے دوسرا تجھ سا ہزار میں

ہوتا ہے اک بہشت کا دلہ انداز میں (آتش لکھوی)

(۴) شیخ بندار محمد بن بشر کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بخاری سب سے زیادہ فقہ ہے۔

(۵) امام بخاری کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن سلام بیکندی نے فرمایا کہ میری کتاب پر نظر ثانی کر دو اور جہاں غلطی ہو

اس کو قلمزد کر دو، اس پر ان کے اصحاب میں سے کسی نے ازراہ تعجب کہا، اس جوان سے آپ نے فرمایا یہ جوان تو وہ ہے جس کی

نظیر نہیں۔

(۶) عبد اللہ بن عبد الرحمن داری کہتے ہیں کہ میں نے حرمین، حجاز، شام اور عراق کے بے شمار علماء کو دیکھا ہے لیکن

امام بخاری جیسا جامع کسی کو نہیں پایا۔

(۷) محمد بن عبد الرحمن دعلوی کہتے ہیں کہ اہل بغداد نے ایک خط آپ کے نام بھیجا جس میں یہ شعر مر قوم تھا۔

ولیس بعلک خیر حین تفقد

المسلمون بخیر ما بقیت لهم

(۸) امام الائمہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ فرماتے ہیں ”ماحت اذیم السماء اعلم بالحدیث من محمد بن اسماعیل“ کہ آسمان تلے امام بخاری سے زیادہ حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

(۹) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے زیادہ علل و اسانید کا جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔

(۱۰) محبی بن جعفر بیکندی فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنی عمر سے امام بخاری کی عمر میں اضافہ کرنے پر قادر ہوتا تو ضرور کر دیتا کیونکہ میری موت تو شخص واحد کی موت ہے اور امام بخاری کی موت علم کی بربادی ہے۔

(۱۱) عبد اللہ بن حماد آملی فرماتے ہیں کہ مجھے بخاری کے جسم کا ایک بال ہونا زیادہ پسند تھا۔

علماء کی نظر میں بخاری کی نظر ایک کسولی ہے..... امام بخاری کے فضل و کمال کا فن حدیث بہت کچھ مرہون منت ہے۔ آپ کی آفرینش اس وقت ہوئی تھی جب دنیائے حدیث میں ایک ہنگامہ پاتھا، قریب قریب تمام حدیثیں مشتبہ لگا ہوں سی دیکھی جانی تھیں۔ آپ نے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ غایت درجہ تنقیدی نظر سے کام لیتے ہوئے صحیح احادیث کو غیر صحیح سے ممتاز کیا، اسی کے پیش نظر شیخ فلاس فرماتے ہیں کہ امام بخاری جس حدیث سے واقف نہیں وہ دائرہ حدیث سے خارج ہے، آپ کے زمانہ میں وہ علماء و فضلاء جن کے گرد و پیش تلاذہ کے بڑے بڑے حلقہ ہوتے تھے امام صاحب کے پاس اپنے مجموعے اس غرض سے ارسال کرتے تھے کہ آپ ان کے متعلق صحت و ضعف کا فیصلہ کر دیں۔ جب امام صاحب ان کے مجموعوں کو پسند کر لیتے تو بطریق فخر کہا کرتے تھے کہ ہماری حدیثوں کو محمد بن اسماعیل نے تسلیم کیا ہے۔ جس سے یہ مقصود ہوتا تھا کہ اب ان کی صحت کے متعلق کیا کلام ہو سکتا ہے۔ جب امام بخاری جیسے نقاد فن انے تسلیم کر لیں۔ استغناؤے نیازی..... امام بخاری کے کمال علم کی بدولت امراء ملک بہت کچھ قدر کرتے تھے لیکن آپ نے کبھی اس امر کی کوشش نہیں کی کہ اور علماء و فضلاء کی طرح شاہان وقت و امراء قوم کی فیاضیوں سے فائدہ اٹھائیں اور لال ٹروت کے خوان کرم کی ریزہ چینی کو آپ کی غیور اور مستغنی طبیعت نے کبھی گوارا نہ کیا۔ حالانکہ بارہا اس کے مواقع آئے۔

دل فقر کی دولت سے مرعہ اتاغنی ہے دینا کے زرد مال پہ میں تف نہیں کرتا (ذوق)

محل تہمت سے غایت احتیاط..... امام بخاری حد درجہ محتاط اور محل تہمت سے بہت دور رہنے والے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ عجلونی نے ایک خاص واقعہ نقل کیا ہے۔ امام صاحب کو تحصیل علم کے زمانہ میں ایک باردربائی سفر پیش آیا، آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں جہاز میں ایک شخص آپ سے بہت گھل مل گیا وہ خدمت میں حاضر ہوتا اور حسن عقیدت کا اظہار کرتا۔ امام صاحب کو بھی اس سے کچھ انس ہو گیا۔ آپ نے اسے اپنی اشرفیوں کی اطلاع کر دی، ایک روز ان کا رفیق سو کر اٹھا تو لگادوڑنے چلانے اور شور مچانے اس نے اپنا سر پینٹا اور کپڑے پھاڑنا شروع کر دیا، لوگ دوڑے اور پوچھنے لگے کہ کیا ہوا۔ لیکن وہ چیخا ہی رہا، پھر لوگوں کے اصرار پر اس نے کہا کہ میرے پاس ہزار اشرفیوں کی ایک تھیلی تھی وہ گم ہو گئی۔ لوگوں کو اس پر رحم آگیا اور سستی کے مسافروں کے پیچھے بڑگئے اور ایک ایک شخص کی تلاشی لی جانے لگی۔ امام صاحب نے آہستہ سے تھیلی سمندر میں پھینک دی، سب کے ساتھ آپ کی بھی تلاشی لی گئی جب کسی کے پاس تھیلی نہ نکلی تو لوگوں نے اس کو بہت ملامت کی کہ تو نے ناحق سب کو پریشان کیا، جہاز سے اترنے کے بعد وہ شخص ختمائی میں امام صاحب سے ملا اور کہا کہ آپ نے وہ تھیلی کیا کی۔ امام صاحب نے فرمایا، میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ اس نے کہا آپ کے دل کو اس قدر زکیر کا ضائع ہونا کیسے گوارا ہوا۔ آپ نے فرمایا، تیری عقل کہاں ہے۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ میری تمام عمر رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی طلب میں ختم ہوئی، میری شاہت عالم میں مشور ہے کیا میرے لئے سر قہ کا اشتباہ اپنے اوپر لینا کسی بھی طرح مناسب تھا، جس دولت (شاہت) کو میں نے تمام عمر میں حاصل کیا ہے چند اشرفیوں کے عوض ٹھوہرے۔ (کلام نبوت)

امام بخاری کا زہد و تقوی..... امام بخاری میں بعض ایسی خصوصیتیں تھیں جن سے بعض اکابر علماء بھی محروم رہے۔ بخلہ

ان خصوصیات کی ایک خصوصیت تو رع ہے۔ جس پر آپ کے متعدد واقعات شاہد ہیں، ایک شاگرد آپ کے واسطے سے بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں آدم بن ابی لیس کی خدمت میں حاضر ہوا تو خرچ کے آنے میں بڑی تاخیر ہوئی یہاں تک کہ مجھ کو گھاس کھا کر دودن گزارنے پڑے۔ میرے دن ایک صاحب نے آکر مجھے دیدار کی ایک تھیلی پیش کی جس کو میں پہچانتا ہی نہ تھا، ابو الحسن یوسف بن ابی ذر بخاری بیان کرتے ہیں کہ امام موصوف ایک مرتبہ بیمار ہوئے، ان کا قارورہ اطباء کو دکھایا گیا، انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سالن استعمال نہیں کرتے، امام موصوف نے فرمایا کہ چالیس سال سے سالن استعمال کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ایک روز امام صاحب نے ابو معشر سے کہا تم میرا قصور معاف کر دو، ابو معشر نے متحیر ہو کر کہا، کیا قصور۔ آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں نے حدیث بیان کرتے دیکھا کہ تم وجد میں ہاتھ لور سر ہلا رہے تھے پ مجھے اس پر ہنسی آگئی، ابو معشر نے کہا میں نے معاف کر دیا۔

کہ آئینہ کی شلنگ گل پہ بار نہ ہو

تمام عمر اسی احتیاط میں گذری

امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ غیبت کے سلسلہ میں حق تعالیٰ مجھ سے سوال نہ کریں گے کیونکہ جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔

محمد بن منصور کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم امام بخاری کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اثناء درس میں ایک شخص نے اپنی داڑھی سے ایک تنکا نکال (مسجد کے) فرش پر ڈال دیا۔ تو آپ کچھ دیر تک اس کو لور لوگوں کو دیکھتے رہے جب کوئی آپ کا مقصد نہ سمجھ سکا تو آپ نے تنکا اٹھا کر آستین میں رکھ لیا اور جب مسجد سے باہر تشریف لائے تو وہ تنکا باہر پھینک دیا گویا مقصد یہ تھا کہ جس چیز سے داڑھی کو پاک صاف رکھا جاتا ہے اس سے مسجد کو بھی پاک رکھنا چاہیے۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ کی مکملی تفسیر..... امام بخاری کے وراق کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی باغ والے نے آپ کی دعوت کی اور آپ باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں نماز ظہر سے فراغت کے بعد نفل پڑھنے لگے اور جب نوافل پڑھ کر فارغ ہوئے تو تمیض کا دامن اٹھا کر لوگوں سے کہا، دیکھنا تمہیں کے اندر کیا چیز ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو ایک بھڑھی (ایک روایت میں ہے بچھو تھا) جو سولہ یا سترہ جگہ ڈنک لگا چکی تھی۔ جس سے آپ کا جسم متورم ہو گیا تھا، لوگوں نے کہا، حضرت آپ نے نیت کیوں نہ توڑی۔ نفل نماز بھی بعد میں قضاء کر لیتے، آپ نے فرمایا جس سورت کی تلاوت شروع کی تھی اس میں اتنا حذر آ رہا تھا کہ اس کے مقابلہ میں یہ تکلیف کچھ بھی محبوس نہیں ہوئی۔

ارحموا من فی الارض یو حکمکم من فی السماء کا عملی نمونہ.....

خدا ہر بان ہو گا عرش بریں پر (حالی)

کر و مر بانہی تم اہل زمین پر

ایک مرتبہ آپ اپنے مکان میں تشریف فرما تھے، باندی آئی آپ کے سامنے دوات رکھی تھی وہ اس کے پاؤں سے گر گئی، آپ نے فرمایا، کیسے چلتی ہو۔ اس نے کہا جب جگہ ہی نہ ہو تو کیسے چلوں! اس جواب پر آپ نے سخت دست کہنے کے بجائے ہاتھ پھیلانے اور فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا، لوگوں نے کہا اس نے آپ کو برہم کیا اور آپ اس کو آزاد کر رہے ہیں! آپ نے فرمایا ارضیت نفسی بما فعلت

رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر

انک خواہی رحم کن بر انک بار

بر نفس خود حرام کند انتقام را

خوش طبعیے کہ شیوہ اغماض بر گزید

خود داری و عزت نفس..... فطرت نے آپ کو طبع غیور و خود دل عطا کی تھی۔ جس کا اندازہ آپ کی جلاوطنی کے واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے جو عنقریب آ رہا ہے، نیز ایک مرتبہ آپ کی صداقت آمیز خود داری نے یہ ظاہر کرنے میں بھی پاک نہیں کیا کہ میں نے اپنے استوا علی بن الدینی کے سوا کسی کے مقابلہ میں اپنے کو چھوٹا نہ سمجھا۔

گاہ کی قدر سے کچھ قیمت نہ پاؤ گے تم اپنی نظر میں ہو گا گروذن کم تمہارا (حالی)

عمر بن حفص اشتر کہتے ہیں کہ بصرہ میں ہم اور امام بخاری ساتھ ہی علم کی تحصیل کرتے تھے ایک دن امام بخاری درس میں نہ آئے ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس تن پوشی کیلئے کپڑے نہیں ہیں، لیکن امام صاحب نے اس مرحلہ پر بھی اپنی فطری غیرت کی قربانی برداشت نہیں کی اور اپنے بے تکلف رفقائے سے بھی اس راز کو راز ہی کے درجہ میں رکھا، ان کا یہ حال دیکھ کر فوراً کپڑے مہیا کئے گئے۔ اس کے بعد امام بخاری پھر اسی طرح چابندی کے ساتھ درس میں آنے لگے۔

کمال تیر اندازی..... امام بخاری کو تیر اندازی سے کافی دلچسپی تھی اور اس فن میں بھی اس قدر مہارت رکھتے تھے کہ عمر بھر آپ کے صرف دو تیروں نے خطا کی، ایک مرتبہ عبداللہ صہبانی کی معیت میں بغرض تیر اندازی گھوڑے پر سوار ہو کر شہر فربر کے باب فرضہ پر تشریف لائے، اثناء تیر اندازی میں آپ کا ایک تیر پل پر لگ جانے سے چوبی ستون پھٹ گیا، آپ نے گھوڑے سے اتر کر تیر نکال لیا اور تیر اندازی ترک کر کے شہر کی طرف واپس ہوئے، راستہ میں صہبانی سے کہا میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، عبداللہ نے کہا، فرمائیے آپ نے فرمایا کہ پل والے سے جا کر کہو کہ تمہارا پل ہم سے خراب ہو گیا ہے، اس امر کی اجازت دیکر ہمیں مسرت کا موقعہ دو کہ ہم دوسرا ستون قائم کر دیں یا اس کا معاوضہ ادا کریں، عبداللہ صہبانی نے حمید بن انضریل والے سے جا کر کہا تو اس نے کہا کہ میں امام پر تمام مال و دولت قربان کرنے کے لئے تیار ہوں، آپ کہہ دیجئے کہ میں نے معاف کیا، عبداللہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ مشرودہ سنایا تو امام صاحب کو اس قدر مسرت ہوئی کہ خوشی کے آثار چہرہ سے نمایاں ہونے لگے۔ اسی روز مکان پہنچ کر شکرانہ میں دو سو درہم خیرات کئے اور لوگوں کو پانچ سو حدیثیں املا کرائیں، اس قصہ سے جہاں آپ کا کمال تیر اندازی ظاہر ہوتا ہے وہیں آپ کے تورع پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

شعر گوئی..... امام بخاری میں جہاں اور خوبیاں تھیں وہیں آپ شاعر بھی تھے، افسوس ہے کہ دو تین شعروں کے علاوہ آپ کا زیادہ کلام دستیاب نہ ہو سکا تاہم ان حضرات کی ہدایت کے لئے کافی ہے جو فن شعر سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اسے فعل عبث اور ناجائز تصور کرتے ہیں۔

فعسى ان يكون مر تك بغتہ

ذهب نفسه الصحيحة قلت

لأعتمدوا في الفراغ فضل ركوع

كم من صحيح رأيت من سقم

ابتلاء و آزمائش

حدیث میں ہے اشبد الناس بلاء الانبياء ثم الامثل فالامل یعنی مخلوق میں سب سے شدید آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ جو افضل ہو۔ چنانچہ امام بخاری کو بھی حق تعالیٰ نے بڑے بڑے امتحان میں ڈالا، عبداللہ الحاکم نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ جب آپ ۲۵۰ میں نیشاپور تشریف لائے تو محمد بن حمی ذہلی نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ ان صالح عالم کی خدمت میں جا کر ان سے حدیثیں سنو، ان کے کہنے پر لوگ اس کثرت سے امام موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ خود محمد بن حمی کی مجلس درس ماند پڑ گئی، پھر امام صاحب جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اس کی تصویر امام مسلم نے ان الفاظ میں کھینچی ہے کہ اہل نیشاپور نے اس سے پہلے کسی والی یا عالم کا ایسا استقبال نہیں کیا تھا، ان کے استقبال کے لئے نیشاپور سے دو تین منزل باہر نکل آئے تھے امام صاحب نیشاپور پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے

یارب نگاہ بد سے چہن بچائیو بلبل بہت ہے دلچہ کے پھولوں کو باغ باغ

ایک دفعہ امام ذہلی نے اہل نیشاپور سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں کل امام محمد بن اسماعیل کی ملاقات کو جاؤنگا جس کا جی چاہے میرے ساتھ چلے، امام ذہلی نے اپنے حلقہ کی گری ہوئی حالت محسوس کر کے خیال کیا کہ شاید کوئی امام صاحب سے اہل فرصت میں عبادت کو غنیمت سمجھو، کیونکہ ہو سکتا ہے تمہاری موت اچانک آجائے، میں نے بہت سے صحیح و سالم اور تندرست لوگوں کو دیکھا کہ وہ اچھے خاصے تھے اچانک مر گئے۔

اس قسم کا سوال نہ کر بیٹھے جس کی بدولت مجھ میں اور امام بخاری میں مخالفت پیدا ہو جائے اس لئے انہوں نے سب سے کہہ دیا کہ تم لوگ امام صاحب سے کسی مذہبی اختلافی امر کے متعلق کچھ دریافت نہ کرنا کیونکہ اگر کوئی جواب ہمارے خلاف ہو تو ناصبی، رافضی، جہمی، مرجی فرقوں کو اہل سنت والجماعہ پر آویں کسے کا موقع ملے گا۔

انت ترید وانارید واللہ یفعل مایرید..... دوسرے روز جب امام ذہلی امام بخاری کی خدمت میں تشریف لائے تو کثرت زائرین کی وجہ سے تمام مکانوں بلکہ چھتوں پر بھی تل رکھنے کی جگہ نہ تھی، اتفاق سے بھجوالے الانسان حریض فیما منع، امام ذہلی کی تاکید کے خلاف ایک شخص نے اٹھ کر امام صاحب سے سوال کیا۔

ما تقول فی اللفظ بالقرآن مخلوق ہوا وغیر مخلوق۔ کہ قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ مخلوق ہیں یا نہیں۔ امام صاحب خاموش رہے لیکن جب بار بار اس نے سوال کیا تو امام صاحب نے مجبور ہو کر فرمایا۔ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ولفظی بالقرآن الفاظنا وفعالنا وفعالنا وفعالنا مخلوق ہوا لا متحان بدعتہ کہ قرآن کلام الہی اور غیر مخلوق ہے اور جو الفاظ ہماری زبان سے ادا ہوتی ہیں وہ ہمارے ہی الفاظ ہیں اور ہمارے الفاظ ہمارے افعال ہیں اور افعال مخلوق ہیں اور اس کا امتحان بدعت ہے۔
فتنہ کا آغاز اور امام ذہلی کا فتویٰ.....

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو راست گوئی میں ہے رسوائی بہت
امام صاحب نے جس بالغ نظری سے کام لے کر ان چند مختصر جملوں میں کئی سال کے متداول جھگڑے کا فیصلہ کیا تھا اس کی اہل نیشاپور کو قدر کرنی تھی، لیکن افسوس انہوں نے فہم سلیم سے کام نہ لیا اور اس نکتہ کو عوام نے ناصبی سے اس قدر طول دیا کہ امام صاحب کی ہر دلعزیزی میں فرق آگیا، امام ذہلی کو موقع ہاتھ آگیا اور انہوں نے فتویٰ جاری کر دیا کہ جو شخص (امام بخاری) اس بات کا قائل ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ غیر مخلوق ہیں وہ بدعتی ہے، ہمارا فرض ہے کہ ایسے شخص کی مجالست اور مکالمہ سے احتراز کریں، امام ذہلی کے اس بے معنی فتویٰ نے امام صاحب کی طرف سے سوء ظنی پھیلانے میں نہایت کامیابی حاصل کی۔

چیونٹیوں میں اتحاد اور کھیلوں میں اتفاق آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے
ترک اقامت نیشاپور اور واپسی بسوئے وطن..... امام بخاری نے اپنے پر معنی جواب میں جن مسائل کو طے کر دیا تھا اسے دقیقہ تنجوں نے سمجھ لیا جن میں سے اکثر تو امام ذہلی کی مخالفت کے خوف سے خاموش رہے لیکن امام مسلم نے امام ذہلی کے فتوے کو سنا تو جوش میں آکر وہ تمام مسودات اونٹوں پر لدوا کر امام ذہلی کے پاس بھیج دیئے جن میں ان کی تقریریں ورج تھیں اس واقعہ کے بعد امام بخاری کے حلقہ درس کی رونق پھٹکی پڑ گئی صرف امام مسلم اور احمد بن سلمہ نے آخر تک موافقت کی جب معاملہ اس نازک حد تک پہنچ گیا تو امام صاحب نے نیشاپور کو خیر باد کہہ کر اپنے وطن بخارا کی طرف مراجعت کی، خدا نے دو کوس تک استقبال کیا اور درہم دو دینار شمار کرتے ہوئے شہر میں لائے۔
بخارا سے خرتنگ کی طرف مراجعت..... بخارا آئے ہوئے امام صاحب کو ابھی کچھ ہی روز گزرے تھے کہ مخالفین نے یہاں بھی سکون سے رہنے نہ دیا۔

ازیں چہ سود کہ در گلستان وطن دارم مرا کہ عمر چو ز گس بنجوابی گذارد
چنانچہ آپ کی غیور طبع اور خودداری نے آخر یہاں کی سکونت بھی ترک کرادی اور مجبوراً آپ اپنے نانا مال خرتنگ چلے گئے جو سمرقند سے تین فرسخ (دس میل کے فاصلہ) پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔
وجوہ ترک وطن..... اس میں اختلاف ہے کہ بخارا سے جلا وطن ہونے کے کیا اسباب تھے، مورخ نجاد لکھتا ہے کہ شاہ

بخدا نے امام صاحب کی خدمت میں کھلا بھیجنا کہ آپ کتاب، جامع اور تاریخ کبیر لے کر دارالامارت میں تشریف لائیں میں بھی آپ کے فیضان علم سے استواء کرنا چاہتا ہوں امام صاحب نے قاصد سے کہدیا کہ مجھے علم کی تدلیل کی ضرورت نہیں اور نہ میں اپنی تصانیف لے کر دربار میں آسکتا ہوں، اگر والی بخدا کو فوق علم نے بے چین کیا ہے میری مسجد یا مکان پر تشریف لائیں اور اگر یہ ناگوار طبع ہے تو مجھے بذریعہ حکومت تعلیم دینے سے روک دیں تاکہ میں خدا کے ہاں مجبور کیا جاؤں

حاکم غیشاپوری نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ شاہ بخدا کی خواہش تھی کہ وہ قصر شاہی میں آکر شہزادوں کو تعلیم دیں، امام صاحب نے فرمایا کہ میں امیر کے لڑکوں کو کوئی خصوصیت نہیں دے سکتا میری مجلس عام ہے جس کا جی چاہے آکر شریک ہو، الغرض امیر بخدا کو امام صاحب کا استغناء ناگوار ہوا، حکم دیا کہ بخدا اچھوڑ کر چلے جائیں، اس لئے آپ خرنگ میں آگئے۔

صافقت علیم الارض بعمار حبیب..... افسوس ہے کہ آپ کو خرنگ کی ہوا اس نہ آئی چند روز ہی اقامت پذیر ہوئے گزرے تھے کہ بیمار ہو گئے اور علالت کی روز افزوں ترقی نے آپ کو بہت نحیف کر دیا۔

آپ کی اس بیماری کی وجہ ایک دعا بتلائی جاتی جو آپ جلاوطنی کے غم اور اعزاء کے نافر جام خیالات سے تنگ آکر وفود غم میں کہتے رہتے تھے، الہی باوجود وسعت کے زمین میرے لئے تنگ ہو گئی ہے اس لئے اب مجھ کو اٹھالے۔

ڈرے دلوں کے ساتھ امیدیں بھی پس نہ جائیں اے آسیائے گردش لیل و نہار بس

وفات حسرت آیات..... والی بخدا کی مخالفت اور امام بخاری کی جلاوطنی کے واقعات ایسے نہ تھے جو زیادہ عرصہ تک تاریکی میں رہتے، اہل سمرقند کو معلوم ہوا تو انہوں نے امام صاحب سے سمرقند میں قیام کی درخواست کی جسے آپ نے منظور کر لیا اور رمضان المبارک کام مہینہ گزار کر بخیاں مسافرت گھوڑے پر سوار ہونے کی غرض سے دس بیس قدم چلے، لوگ بازو تھامے ہوئے تھے فرمانے لگے میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں مجھے چھوڑ دو اس کے بعد لیٹ گئے اور راستہ ہی میں دفعتاً پیام اعلیٰ آگیا اور کچھ دن کم باسٹھ سال کی عمر پا کر ۲۵۶ میں نماز عشاء کے بعد حدیث رسول (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ آفتاب تاباں ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ دوسرے دن جب انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو سمرقند میں ایک تہلکہ مچ گیا، اس دھوم دھام سے جنازہ اٹھایا گیا کہ سارا سمرقند مشا کحت میں تھا ظہر کی نماز کے بعد اس دنیا سے علم کے بادشاہ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

افسوس ہے کہ آپ نے اپنے بعد کوئی نرینہ اولاد بھی نہ چھوڑی، کس نے آپ کا سنہ پیدائش، مدت عمر، اور سنہ وفات اس عبارت میں ظاہر کیا ہے ولد فی صدق وعاش حمیداً ومات فی نور، اس میں صدق کے اعداؤ (۱۹۴) انکی پیدائش، حمید کے اعداؤ (۶۲) انکی عمر اور لفظ نور کے اعداؤ (۲۵۶) ان کی وفات کا سال ظاہر کرتے ہیں کسی شاعر نے ان کو ذیل کے قطعہ میں نظم کیا ہے۔

جمع الصمیح مکمل التحزیر

کان البخاری حافظاً ومحدثاً

فیہا حمید وانقضی فی نور

میلادہ صدق وحدت عمرہ

حافظ نے ہمد خطیب، عبد الواحد بن آدم سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک جگہ کھڑے ہیں اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت ہے میں نے سلام کے بعد دریافت کیا یا رسول اللہ آپ یہاں کس لئے کھڑے ہیں۔ آپ نے سلام کا جواب دیکر فرمایا، محمد بن اسماعیل کا انتظار کر رہا ہوں، اس کے چند ہی روز بعد مجھے امام بخاری کے انتقال کی خبر ملی تو موصوف کی وفات ٹھیک اسی ساعت میں تھی جس میں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔

کسیں ڈھونڈے نہ پائیں گے یہ لوگ

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ

وفات کے بعد..... جو لوگ آپ کے مخالف تھے وہ آپ کے مزار پر حاضر ہوئے اور انتہائی ندامت و شرمندگی کے ساتھ توبہ کی، آپ کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک آپ کی قبر کی مٹی سے مشک کی طرح خوشبو مہکتی رہی اور لوگ بطور تبرک مٹی اٹھاتے رہے یہاں تک کہ قبر کی حفاظت مشکل ہو گئی حتیٰ کہ مزار مبارک کا نشان باقی رکھنے کے لئے اس کا انتظام کرنا پڑا کہ اس کی مٹی لوگ نہ لے جائیں، لوگوں کو اس مٹی کی خوشبو پر تعجب ہو گا لیکن ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ

جمال ہمیش در من اثر کرد
دگر نہ من ہاں خاکم کہ ہستم (سعدی)

امام بخاری کا مسلک..... امام بخاری کے مسلک کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے تقی الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں اور نواب صدیق حسن خاں نے ابجد العلوم میں ان کو شافعی لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک بخاری کے مباحث کا غالب حصہ امام شافعی کے مسلک سے ماخوذ ہے علامہ ابن قیم کی تحقیق میں آپ حنبلی تھے، علامہ طاہر جزائری کی نظر میں مجتہد مطلق ہیں۔ آپ کی جامع صحیح کے مطالعہ سے یہی واضح ہوتا ہے، علامہ انور شاہ صاحب کی رائے بھی یہی ہے واللہ اعلم تصنیفات..... امام بخاری نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں جن کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱) تفضیلا الصحابہ والتابعین۔

یہ آپ نے سن ۲۱۲ھ میں تاریخ کبیر سے پہلے لکھی ہے۔

(۲) التاریخ الکبیر۔

۸ اجزاء مسجد نبوی میں چاند کی روشنی میں لکھی ہے، ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے اس کے راوی ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس اور ابو الحسن محمد بن سہل نسوی وغیرہ ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ میری کتاب تاریخ لے کر عبد اللہ بن طاہر امیر کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا: ”الا ادیک سحرا“

(۳) التاریخ الاوسط۔

یہ کتاب اب تک نہیں چھپی، شاید اس کا قلمی نسخہ جرمنی میں موجود ہے۔ عبد اللہ بن احمد بن عبد السلام الحتاف اور زنجویہ بن محمد الباداس کے راوی ہیں۔

(۴) التاریخ الصغیر۔

اس کتاب کی ترتیب سنن سے ہے اور بہت مختصر ہے، عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن الاشقر اس کے راوی ہیں۔

(۵) الجامع الکبیر۔

ذکر ابن طاہر

(۶) خلق افعال العباد۔

اس میں عقائد کی منتخبیں ہیں، خلق قرآن وغیرہ مسائل میں امام ذہبی کو جوابات دیئے ہیں، یوسف بن ریحان بن عبد الصمد اور فریری اس کے راوی ہیں۔

(۷) السنہ الکبیر۔

(۸) السامی الصحابہ۔

اس کا تذکرہ ابو القاسم بن منہ نے کیا ہے اور موصوف نے ”المعرفہ“ میں اور ابو القاسم بغوی نے ”معجم الصحابہ“ میں اس سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔

(۹) کتاب العلل۔

اس کا تذکرہ بھی ابن منہ نے کیا ہے جس کو موصوف عن محمد بن عبد اللہ بن حمدون عن ابی محمد عبد اللہ بن اشرفی

روایت کرتے ہیں۔

(۱۰) کتاب الفوائد۔

اس کا ذکر امام ترمذی نے کتاب المناقب میں حضرت طلحہ کے مناقب میں کیا ہے۔

(۱۱) کتاب الوحدان۔

اس میں ان صحابہ کرام کا ذکر ہے جن سے صرف ایک ایک ہی حدیث مروی ہے۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ

کتاب امام مسلم کی ہے بخاری کی نہیں۔

(۱۲) الادب المفرد۔

اخلاق نبوی پر مشہور و معروف تالیف ہے، بعض مدارس میں داخل درس بھی ہے اس کے راوی احمد بن محمد بن الجلیل

البرابر ہیں۔

(۱۳) کتاب الصغائر الصغیر۔

ضعیف راویوں کے تذکرہ میں مختصر سا رسالہ ہے، جس میں عصیت کی جھلک جا بجا موجود ہے۔ اس کے راوی ابو بشر

محمد بن احمد بن حماد الدولابی، ابو جعفر شیخ ابن سعید اور آدم بن موسیٰ الخواری ہیں۔

(۱۴) کتاب البسوط۔

اس کا ذکر خلیلی نے ”الارشاد“ میں کیا ہے اور مہیب بن سلیم کو اس کا راوی بتایا ہے۔

(۱۵) الجامع الصغیر۔ (۱۶) کتاب الرقاق۔

اس کا ذکر کشف الظنون میں ہے۔

(۱۷) بر الوالدین۔

حافظ ابن حجر نے اس کا ذکر کیا ہے اور موجودات میں اس کا شمار کیا ہے اس کا راوی محمد بن دلو یہ الوراق ہے۔

(۱۸) کتاب الاثریہ۔

حافظ دارقطنی کی ”الموتلف والمختلف“ میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

(۱۹) کتاب الہیہ۔

پانچ سو احادیث کا مجموعہ بتایا جاتا ہے جو بظاہر کہیں موجود نہیں اس کا ذکر امام بخاری کے وراق نے کیا ہے۔

(۲۰) کتاب الکئی۔

اس کا ذکر ابو احمد حاکم نے کیا ہے اور اس سے انہوں نے بہت کچھ نقل بھی کیا ہے۔

(۲۱) التفسیر الکبیر۔

اس کا ذکر فربری اور وراق نے کیا ہے۔

(۲۲) جزء القراءۃ خلف الامام

(۲۳) جزء رفع الیدین۔

ان دونوں کے راوی محمود بن اسحاق الخراجی ہیں۔

(۲۴) بدء الخلق فات۔

(۲۵) الجامع الصغیر۔

یہ امام بخاری کی سب سے زیادہ مشہور، مقبول، مہتمم باشان اور رفیع المعزلت تالیف ہے جس کا پورا نام ”الجامع الصحیح

السند من حدیث رسول اللہ ﷺ وسنہ وایامہ " ہے امام بخاری کو اس پر بہت ناز تھا فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے یہاں بخاری کو میں نے نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔

وجہ تالیف امام بخاری سے پہلے زیادہ رواج مسانید و مصنفات کا تھا، چنانچہ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ جیسے عظیم القدر حفاظ حدیث نے مسانید مرتب کئے تھے اور ان سے پہلے عبد اللہ بن موسیٰ عیسیٰ کوئی، مسدد بن مسرہد بصری اور اسد بن موسیٰ اموی وغیرہ نے مسانید جمع کئے تھے، اسی طرح حافظ ابن حریج نے مکہ میں، امام اوزاعی نے شام میں، سفیان ثوری نے کوفہ میں، حماد بن سلمہ نے بصرہ میں ان کے علاوہ امام ابو یوسف، امام محمد اور عبد الرزاق وغیرہ نے مصنفات تیار کیں۔

جب ان مصنفات و مسانید کی تالیف سے تمام منتشر اور پراگندہ روایتیں یکجا ہو گئیں تو پھر محدثین نے انتخاب و اختصار کا طریقہ اختیار کیا اور صحاح ستہ کی تدوین عمل میں آئی، امام بخاری جن کا نام مصنفین صحاح ستہ میں سرفہرست ہے انہوں نے جامع صحیح تصنیف کی۔

امام بخاری بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز امام اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں حاضر تھا وہاں ہمارے اصحاب میں سے کسی کی زبان سے نکلا، کاش تم رسول اللہ ﷺ کی سنن کے بارے میں کوئی مختصر سی کتاب جمع کر دیتے یہ خطاب تمام حاضرین مجلس سے تھا مگر دل میں اسی کے اثر جس کی قسمت میں روز اول سے یہ سعادت مقرر ہو چکی تھی، امام مدوح فرماتے ہیں کہ "یہ بات میرے دل میں اتر گئی" پھر غیبی تائید یہ ہوئی کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں اور ہاتھ میں ایک پنکھا ہے جس کے ذریعہ آپ کے اوپر سے مکھیاں دفع کر رہا ہوں، بیدار ہو کر بعض معبرین سے تعبیر دریافت کی انہوں نے کہا کہ تم آنحضرت ﷺ کی احادیث سے کذب کو دفع کرو گے۔ اس خواب نے آپ کے شوق اور ہمت کو اور بلند کر دیا، اور تالیف میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

سنہ تالیف اب امام موصوف نے اس کتاب کی تالیف کا آغاز کس سنہ سے کیا اور کب اس سے فارغ ہوئے۔ یہ متعین طور سے تو نہیں بتایا جاسکتا البتہ اتنا معلوم ہے کہ تصنیف کرنے کے بعد امام بخاری نے اس کو اپنے شیوخ امام احمد بن حنبل متوفی سن ۲۴۱ھ ابن المدینی سن ۲۴۳ھ اور ابن معین کے سامنے پیش کیا ان حضرات نے اس کی تحسین کی اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی البتہ چار احادیث کی بابت اختلاف کیا لیکن عقلی کا بیان ہے کہ ان چار کے بارے میں بھی امام بخاری ہی کا فیصلہ درست ہے اور وہ چاروں بھی صحیح ہیں حمی بن معین کا سنہ وفات سن ۲۳۳ھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سنہ میں آپ تصنیف سے فارغ ہو چکے تھے گو اس میں اضافے بعد تک ہوتے رہے پھر اس کتاب کی مکمل میں بترتخام امام بخاری سولہ سال لگے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی تصنیف کا آغاز سن ۲۱۷ھ میں ہوا تھا جب کہ آپ کی عمر شریف ۲۳ سال کی تھی۔

مقام تالیف کے بارے میں متعدد جگہیں بیان کی گئیں ہیں، ابن طاہر کہتے ہیں کہ آپ نے صحیح بخاری کو بخارا میں تصنیف کیا۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں تصنیف کیا، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی تصنیف بصرہ میں ہوئی ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں تصنیف ہوئی ہے۔

لیکن خود امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے "الجامع الصحیح" کو بیت الحرام میں تصنیف کیا، ابواب و تراجم مسجد نبوی میں منبر شریف اور روضہ اقدس کے درمیان لکھے، ان اقوال مختلفہ میں حافظ ابن حجر نے یوں تطبیق دی ہے کہ تصنیف کا ابتدائی خاکہ اور ترتیب ابواب تو مسجد حرام میں ہوئی لیکن مختلف مقامات میں احادیث کی ترتیب فرماتے رہے اور تراجم ابواب کے مسودہ کو مزار مبارک اور منبر شریف کے درمیان مہیضہ میں تبدیل فرمایا۔

طریق تالیف..... صحیح بخاری کی تالیف میں سولہ سال کی طویل مدت صرف ہوئی اس پورے عرصہ میں آپ کا معمول یہ رہا کہ جب آپ کسی حدیث کو لکھنے کا ارادہ کرتے تو کتاب میں درج کرنے سے پہلے غسل کرتے حق تعالیٰ سے استخارہ کر کے دو رکعت نفل ادا کرتے۔ جب اس کی صحت پر پوری طرح اشرار ہو جاتا تب اس کو کتاب میں جگہ دیتے، اسی غایت اہتمام کی وجہ سے لوگوں کا قول ہے کہ امام بخاری نے گویا براہ راست حضور اکرم ﷺ سے سنا۔

تلقى من المصطفى ما اكتسب

كان البخاري في جمعه

جامع صحیح کی مقبولیت..... امام بخاری کی عرق ریزی و جفاکشی، التزام صحت و حسن نیت کا نتیجہ ہے کہ آپ کی جامع اس قدر مقبول ہوئی کہ آپ کی زندگی میں ہی اس کو نوے ہزار آدمیوں نے آپ سے بلا واسطہ سنا ابو زید مردزی فرماتے ہیں کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا ابو زید! امام شافعی کی کتاب کادرس کب تک دو گے میری کتاب کادرس کیوں نہیں دیتے۔ میں نے عرض کیا حضور آپ کی کتاب کو کسی ہے۔ فرمایا محمد بن اسماعیل کی جامع صحیح۔ بقول حافظ ابن کثیر وقت، شدت، خوف، دشمن، سختی مرض، قحط سالی اور دیگر بلاؤں میں اس جامع صحیح کا پڑھنا تریاق کا کام دیتا ہے۔ ایک محدث نے اس کو ایک سو بیس مرتبہ مختلف مقاصد کیلئے پڑھا اور ہر مرتبہ کامیابی ہوئی۔ شیخ برہان الدین ابوالوفا ابراہیم بن محمد بن خلیل الطرابلسی الحلبي المتوفى ۸۴۱ھ صاحب ”تفہیم“ شرح بخاری کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے صحیح بخاری ساٹھ مرتبہ سے زیادہ اور صحیح مسلم بیس مرتبہ سے زیادہ پڑھی تھی۔ بخاری کے حافظ ہندوستان میں..... مولانا عبدالحی مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء نے ”یادایام“ میں مولانا عبد الملک عباسی کے متعلق نقل کیا ہے کہ

كان حافظا لقرآن وصحيح البخاري لفظا ومعنى وكان يدرس عن ظهر قلبه.

ان کو قرآن پاک اور صحیح بخاری زبانی یاد تھی الفاظ بھی اور اس کے مطالب بھی اور یہ زبانی درس دیتے تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے تلمیذ رشید مجاز فی الحدیث مولانا ابوسعید ظہور الحق کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بخاری و مسلم اور حصن حصین کے حافظ تھے، اس کا تذکرہ مولانا عبدالغنی ندوی پھلواری نے اپنے اس مقالہ میں کیا ہے جو معارف مئی ۱۹۲۹ء میں چھپا تھا۔

نیز تذکرہ علماء صفحہ ۶۲ پر مولانا رحمت اللہ آبادی کے متعلق لکھا ہے ”کتب صحاح ستہ بزبان داشت“

تعداد روایات..... یہ کتاب حسب تصریح امام ممدوح چھ لاکھ احادیث کے ذخیرہ کا انتخاب ہے۔ کل حدیثیں جو درج کتاب ہیں ان سب کی مجموعی تعداد بشمول تکررات و تعلقات و متابعات نو ہزار بیسی ہے اور نجف تکررات کل تعداد دو ہزار سات سو اکٹھ ہے، علامہ نووی اور شیخ ابن صلاح کے نزدیک تکرار کے ساتھ بخاری کی روایات کی تعداد ۷۲۷۵ ہے اور عدم تکرار کے ساتھ ۳۰۰۰۔ ابو عبد اللہ بن عبد الملک اندلسی نے اپنے فوائد میں جو شعر نقل کیا ہے اس میں احادیث کی تعدادی اسی نظریہ کے مطابق منظم ہے۔ شعر یہ ہے۔

البخاري خمس ثم سبعون للعد

جميع احاديث الصحيح الذي روى

الى مائتين عد ذاك اولو الجد

وسبعته الاف تضاي فمامضى

لیکن ابن حجر نے پوری احتیاط سے شمار کیا تو روایات مرفوعہ کی تعداد ۷۳۹۷ اور تکرار کے ساتھ متابعات و تعلقات کی تعداد ۱۳۴۱ ہے۔ جن میں اکثر کو امام بخاری نے سند ایمان کر دیا ہے اور موقوفات صحابہ و مقطوعات تابعین کی تعداد ۳۴۱ ہے۔ اس طرح مجموعی تعداد ۸۰۷۹ ہے۔ غیر مکرر روایات مرفوعہ ۲۳۵۳ اور غیر مکرر متابع و معلق ۱۶۰ ہیں۔ اس طرح غیر مکرر مجموعہ ۲۵۱۳ ہے۔ یہ تعداد اگرچہ امام بخاری کو جس قدر صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ان کے دسویں حصہ

کے بھی برابر نہیں۔ لیکن امام موصوف کے حسن انتخاب کا بہترین نمونہ ہے۔
 ثلاثیات..... وہ احادیث کہلاتی ہیں جن میں راوی اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہوں۔ یہ احادیث اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں۔ بخاری میں صرف ۲۲ ثلاثیات ہیں جو امام بخاری کا بابہ الافتخار ہیں۔ ان میں بیس حدیثیں انہوں نے اپنے حنفی شیوخ سے روایت کی ہیں۔
 ناقلین و رواہ..... امام بخاری سے جامع صحیح کو اگرچہ ہزاروں آدمیوں نے سنا تھا لیکن امام موصوف کے جن تلامذہ سے اس کی روایت کا سلسلہ چلا وہ چار بزرگ ہیں۔

(۱) علامہ ابواسحاق ابراہیم بن معقل بن الحجاج نسلی متوفی ۲۹۴ھ یہ بہت بڑے حنفی علامہ اور نہایت نامور مصنف گذرے ہیں۔ حافظ ہونے کے ساتھ فقہ بھی تھے اور اختلاف مذاہب میں گہری بصیرت رکھتے تھے، محاسن علیہ کے ساتھ زہد و تقویٰ اور دروغ و عفاف کے زیور سے بھی آراستہ تھے۔ آپ کی تصنیفات میں المسند الکبیر اور المصمیر کا خاص طور سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۲) ابو محمد حماد بن شاہر بن سوہب نسلی حنفی متوفی ۳۱۱ھ، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نسلی کی بجائے نسوی لکھا ہے، علامہ کوثری نے تصریح کی ہے کہ صحیح نسلی ہی ہے، اسی طرح ان کی وفات کی بابت حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں ان کی وفات ۲۹۰ھ کے لگ بھگ ہوئی ہے۔ لیکن محدث کوثری نے حافظ ابن نقطہ کی ”التقید“ کے حوالہ سے جزم لکھا ہے کہ ان کا سن وفات ۳۱۱ھ ہے۔

(۳) محمد بن یوسف فربری متوفی ۳۲۰ھ انہوں نے امام بخاری سے کتاب الصحیح کا دوبار سماع کیا ہے۔ ایک بار ۲۴۸ھ میں اپنے وطن فربر میں۔ جب امام ممدوح وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور دوسری بار ۲۵۲ھ میں خود بخارا جا کر، آج کل علو اسناد کی وجہ سے انہیں کی روایت شائع و مشہور ہے۔

(۴) ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ یزودی متوفی ۳۲۹ھ

تراجم و ابواب..... جامع صحیح میں امام بخاری کے پیش نظر جس طرح احادیث صحیحہ کی تخریج ہوتی ہے اسی طرح وہ ان سے بہت سے مسائل کا استنباط و استخراج بھی فرماتے ہیں اسی لئے کبھی کبھی ایک روایت متعدد جگہوں پر نقل کرتے ہیں۔ جیسے حضرت عائشہ کی وہ حدیث جو حضرت بریرہ کے واقعہ سے متعلق ہے۔ اس کو بیس مرتبہ سے زائد نقل کیا ہے، علماء کا مشہور مقولہ ہے۔ ”فقہ البخاری فی تراجمہ“ بخاری کا سارا کمال ان کے تراجم میں ہے لیکن بہت سے مقامات پر حدیث اور ترجمہ الباب میں بے ربطی اور سوء ترتیب نظر آتی ہے۔ جس کی شکایت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنے مکتوبات میں یاں الفاظ کی ہے۔ دو عقد تراجم سوء ترتیب و تقریر از درمیان می آید و اہل علم را مطمئن نظر مطالب علمہ می باشد نہ تراجم و ترتیب۔“

شیشہ دل ار باشد گو سقال دور باش رندے آشام را بایں تظہاچہ کار

لیکن اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بعض مقامات پر امام ممدوح نے اضافہ کرنا چاہا تھا مگر اس کا موقع نہ مل سکا۔ چنانچہ کہیں باب قائم کر لیا تھا مگر اس کے تحت حدیث درج کرنے کی نوبت نہ آئی۔ کہیں حدیث لکھ لی تھی لیکن باب قائم نہ کر سکے تھے۔ بہر حال کتاب کے بہت سے مقامات اسی طرح تشنہ تکمیل تھے کہ امام بخاری نے اس دلفانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ بعد کو ناخین نے اپنی صوابدید کے مطابق جن ابواب میں چاہا ان حدیثوں کو نقل کر دیا۔ چنانچہ حافظ ابوالولید یابی اپنی کتاب ”اسماء رجال البخاری“ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ہم سے حافظ ابو ذر زہری نے بیان کیا کہ ہمیں ابواسحاق مستمیلی نے بتایا کہ میں نے صحیح بخاری کو اس کے اصل نسخہ سے جو فربری کے پاس موجود تھا نقل کیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں بعض

چیزیں تو نام تمام ہیں اور بعض چیزوں کی تشخیص ہو چکی ہے۔ چنانچہ بعض تراجم ابواب ایسے تھے کہ ان کے بعد کچھ درج نہ تھا اور بعض حدیثیں ایسی تھیں کہ ان پر ابواب نہ تھے، پھر ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیا۔

باجی کا بیان ہے کہ یہ چیزیں نے یہاں اس لئے ذکر کی کہ ہمارے اہل وطن ایسے معنی کی دھن میں لگے رہتے ہیں جس سی ترجمہ الباب اور حدیث میں باہمی ربط قائم ہو سکے اور وہ اس سلسلہ میں بیجا تاویلات کی بلا وجہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔ حواشی و شروحات..... صحیح بخاری کی اہمیت و مقبولیت کی بناء پر ہر دور کے علماء نے اس پر شروح و حواشی لکھے ہیں۔ محدثین کو چھوڑ کر نحویوں اور صرفیوں نے بھی اعراب و تصریف کی جو خدمت بن پڑی کی حتیٰ کہ جب متون و تراجم اور اعراب و نسخ کی تمام خدمتیں ختم ہو گئیں تو خدمت بخاری کی فہرست میں نام درج کرانے والے مشاققوں نے قرآن کریم کی طرح اس کے حروف حتمی ہی شمار کر ڈالے۔

لامع میں ایک سو سے زائد شروح و حواشی اور متعلقات بخاری کا تذکرہ کیا ہے۔ چند شروح یہ ہیں۔

(۱) اعلام السنن..... ابو سلیمان احمد بن محمد ابراہیم بن خطاب بستی خطابی متوفی ۳۰۸ھ کی عمدہ اور لطیف شرح ہے۔

(۲) شرح الجامع..... ابو القاسم احمد بن محمد بن عمر بن دردیمسی کی نہایت وسیع شرح ہے۔

(۳) شرح الجامع..... امام قطب الدین عبدالکریم بن عبدالنور بن میسر حلبی متوفی ۴۵ھ کی ہے، نصف تک ہے اور

دس جلدوں میں ہے۔

(۴) شرح الجامع..... ناصر الدین علی بن محمد بن منیر اسکندرانی کی ہے۔ کافی ضخیم ہے۔ تقریباً دس جلدوں میں ہے۔

(۵) التلویح..... حافظ علاء الدین مغطائی ابن سراج ترکی مصری حنفی متوفی ۷۹۲ھ کی ضخیم شرح ہے۔

(۶) فتح الباری..... شیخ الاسلام ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ جو ۸۱۷ھ سے

شروع ہو کر ۸۴۲ھ میں مکمل ہوئی۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ بخاری کی شرح کا دین امت پر بانی ہے۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ غالباً فتح الباری سے یہ دین اوا ہو گیا۔

(۷) الکوثر الجاری علی ریاض البخاری..... شیخ احمد بن اسماعیل بن محمد الکورانی الحنفی متوفی ۸۹۳ھ کی بہترین شرح ہے

جس میں کرمانی اور ابن حجر پر ہمت سی جگہ رد و قدح ہے۔

(۸) کوثر المعانی الدراری فی کشف خلیا صحیح البخاری..... شیخ محمد خضر بن عبداللہ..... شنفیطی کی ہے۔

(۹) عمدۃ القاری..... علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے جو ۸۲۱ھ سے شروع

ہو کر ۸۴۷ھ میں مکمل ہوئی۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ یہ فتح الباری سے ایک ثلث مقدار میں زیادہ ہے۔ اس میں مختلف مباحث کی ایسی وضاحت کی گئی ہے کہ قاری کو کسی دوسری شرح کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر فتح الباری کا مقدمہ نہ ہوتا تو اس کو فتح الباری پر نمایاں فوقیت حاصل ہوتی۔ بخاری کی شرح میں ان دو مشروحوں کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

(۱۰) ارشاد الساری..... شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی متوفی ۹۳۳ھ کی تصنیف ہے جو در حقیقت فتح

الباری اور عمدۃ القاری کی تلخیص ہے۔ اگرچہ مصنف نے دوسری شرحوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔

(۱۱) الکوثر الدراری..... علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی متوفی ۸۶۷ھ کی تصنیف ہے۔ حافظ ابن

حجر اور علامہ عینی نے اپنی شرحوں میں اس سے بہت کچھ لیا ہے۔ مصنف نے اس میں نحوی اعراب اور غریب الفاظ کو پوری طرح حل کیا ہے۔

(۱۲) مجمع البحرین..... شیخ تقی الدین محیی بن شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی کی ہے اور بڑے بڑے آٹھ

اجزاء میں ہے۔

(۱۳) لایع الصبح..... علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد النعم بن موسیٰ برمادی شافعی ۸۳۱ھ کی اچھی شرح

ہے چار اجزاء میں ہے۔
(۱۴) مجمع لفہم قاری الصبح..... شیخ برہان الدین ابراہیم بن محمد حلبی معروف بسبط بن النجفی متوفی ۸۴۱ھ کی ہے دو جلدوں میں ہے۔

(۱۵) مصابیح الجامع..... علامہ بدر الدین محمد بن ابی بکر دامینی متوفی ۸۲۸ھ کی ہے۔
(۱۶) شواہد التوفیح..... سراج الدین عمر بن علی بن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ کی تصنیف ہے۔ تقریباً بیس جلدوں

میں ہے۔

(۱۷) ہدایہ الباری..... شیخ الاسلام زکریا انصاری متوفی ۹۲۸ھ تلمیذ ابن حجر کی تصنیف ہے۔
(۱۸) تیسیر القاری..... علامہ نور الحق بن مولانا عبد الحق دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ کی تصنیف ہے۔ جس زمانہ میں شیخ عبد الحق نے مشکوٰۃ کی شرح لکھی تھی اسی زمانہ میں ان کے صاحبزادے نے فارسی میں بخاری کی شرح لکھنی شروع کی۔

(۱۹) التوفیح علی الجامع الصبح..... حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی لطیف شرح ہے۔
(۲۰) نجات القاری فی شرح البخاری..... شیخ عبد اللہ بن محمد اماسی حنفی متوفی ۱۱۶۷ھ کی تصنیف ہے جو تیس ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۲۱) شرح شیخ الاسلام بن محبت اللہ بخاری دہلوی کی ہے جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ مگر صرف چودہ پارے طبع ہوئے۔

(۲۲) انوار الساری علی صحیح البخاری..... از علامہ الحسن العدوی العالم الاذہری متوفی ۱۳۰۴ھ
(۲۳) فتح الباری باسحیح الصبح الجلی فی شرح صحیح البخاری..... از ابو طاہر مجد الدین محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم الشیرازی الفیر دز آدی التوفی ۸۱۶ھ

(۲۴) عون الباری..... نواب صدیقی حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ نے تجرید بخاری کی مختصر شرح لکھی ہے۔
(۲۵) نبراس الساری فی اطراف البخاری..... مولانا ابوسعید محمد بن عبد العزیز حنفی کی تصنیف ہے۔
(۲۶) فیض الباری شرح صحیح البخاری..... از مولانا عبد الاول زید پوری متوفی ۹۶۸ھ

(۲۷) نور القاری شرح صحیح البخاری..... از شیخ نور الدین احمد آبادی
(۲۸) منج الباری شرح فارسی بخاری..... از والدہ ماجدہ حافظہ دراز پشوری
(۲۹) فیض الباری..... علامہ کشمیری کے افادات ہیں جو ان کے تلمیذ رشید مولانا بدر عالم میرٹھی نے درس کے وقت لکھے تھے۔

(۳۰) حاشیہ علامہ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبد الباقی السدھی الحنفی
(۳۱) حاشیہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری ۱۲۹۸ھ اس کے آخری حصہ کی تکمیل حضرت نانائوٹی نے کی۔
(۳۲) لایع الدراری..... حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ کے درس کے افادات ہیں جن کو آپ کے مختلف تلامذہ نے جمع کیا تھا۔ اس پر حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور نے تعلیق اور ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

(۱۶) امام مسلمؒ

نام و نسب..... ابوالحسین کنیت، لقب عساکر الدین اور نام مسلم ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے، مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری۔ مولد و مسکن کے لحاظ سے گوان کے خمیر میں عجم کی خاک کا عنصر بھی شامل ہے۔ لیکن دراصل اس کا سلسلہ نسب عرب کے مشہور قبیلہ قشیر سے ملتا ہے۔ اسی بناء پر انہیں قشیری کہا جاتا ہے۔

مولد و مسکن..... امام مسلم خراسان کے مشہور و معروف شہر نیشاپورؒ میں پیدا ہوئے جس کے متعلق احمد بن طاہر کہتے ہیں لیس فی الارض مثل لیساء بود بلد طیب ورت غفود اور غسوسی شاعر کہتا ہے حبذا شہر نیشاپور کہ در ملک خدائے۔ گر بہشت ست ہمین ست و گر نہ خود نیست، اور علامہ یاقوت حموی اس کو معدن الفضل و منبع العلماء لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہاں سے اتنے ائمہ علم نکلے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور علامہ تاج الدین سبکی رقمطراز ہیں کہ نیشاپور اس قدر بڑے اور عظیم الشان شہروں میں سے تھا کہ بغداد کے بعد اس کی نظیر نہ تھی اہل تاریخ نے اسکو امہات البلاد لکھا ہے لیکن چنگیز خان کے ہنگامہ میں تباہ و برباد اور بالکل ویران ہو گیا تھا کہتے ہیں کہ چنگیز خان نے جن لوگوں کو قتل کیا ان کی شدت سترہ لاکھ سینتالیس ہزار تھی، شہر نیشاپور شاہ طہموسپ کے آباد کردہ شہروں میں سے بتایا جاتا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کو شاپور بن ارد شیر نے آباد کیا تھا فارسی میں ”نہ“ شہر کو کہتے ہیں شاپور کے ساتھ مرکب ہو کر نیشاپور ہو گیا، اس کی معدنیاتی حالت یہ تھی کہ یہاں نہایت نفیس فیروزہ کی کانیں تھیں اور اس کی علمی حالت یہ تھی کہ اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ جو تعمیر ہوا یہیں ہوا جس کا نام مدرسہ بہیقیہ تھا۔ امام الحرمین (امام غزالی کے استاد نے اسی مدرسہ میں تعلیم پائی تھی عام شہرت ہے کہ دنیائے اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ بغداد کا، نظامیہ تھا، چنانچہ ابن خلکان نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فخر بغداد کے بجائے نیشاپور کو حاصل ہے بغداد کا نظامیہ ابھی وجود میں نہیں آیا تھا کہ نیشاپور میں متعدد بڑے بڑے دارالعلوم قائم ہو چکے تھے ایک بہیقیہ، دوسرا سعدیہ، تیسرا نصریہ جسکو سلطان محمود کے بھائی نصر بن سبکتگین نے قائم کیا تھا، ان کے سوا اور بھی مدرسے تھے جنکا سر تاج نظامیہ نیشاپور تھا چچ ابو حفص حداد، ابو علی و قاق، ابو محمد مرتعش، ابو علی تقفی، فرید الدین عطار، محمد بن یحییٰ جوہری، ابن راہویہ، تھیں عمر خیام، حسین معہای، نظیری، اہلی، آگسی وغیرہ اہل علم کو اسی سر زمین نیشاپور نے پرورش کیا ہے۔

سنہ پیدائش..... میں اختلاف ہے ابن خلکان لکھتے ہیں کہ میں نے کسی حافظ حدیث کو ان کی سنہ ولادت اور عمر کو ضبط کرتے نہیں دیکھا، پھر فرماتے ہیں کہ حافظ ابن الصلاح نے غالباً (۲۰۲) بتایا تھا مگر بعد میں ابو عبد اللہ نیشاپوری کی ایک تصنیف سے معلوم ہوا کہ (۲۰۶) تھا حاکم نے سنہ وفات (۲۶۱) لکھ کر مدت عمر ۵۵ سال ذکر کی ہے اس حساب سے سنہ ولادت (۲۰۶) ثابت ہوتا ہے اسی کو ابن الاثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں راجع قرار دیا ہے۔

سماع حدیث کیلئے سفر..... علامہ ذہبی نے آپ کے سماع حدیث کی ابتداء ۲۱۸ کو قرار دیا ہے گویا چودہ برس کی عمر سے سماعت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے بھی سماعت کے مواقع حاصل تھے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف نے اس کو اس وقت کیلئے محفوظ رکھا جو ہر قسم کی اہلیت کا زمانہ ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فن کے نشیب و فراز کو پیش نظر رکھ کر اس میدان میں قدم رکھا تھا۔

شیوخ و اساتذہ..... خراسان و نیشاپور میں اسحاق بن راہویہ اور امام ذہبی جیسے امام فن موجود تھے امام مسلم نے انکے علاوہ مختلف مقامات کی خاک چھانی، عراق، حجاز، شام اور مصر وغیرہ مقامات میں متعدد مرتبہ تشریف لے گئے بغداد کو کئی بار جانا ہوا اور یہاں آپ نے درس بھی دیا بغداد کا آخری سفر ۲۵۹ میں ہوا جس کے دو سال بعد آپ انتقال فرما گئے وہاں کے محدثین

میں سے محمد بن مہران اور ابو عثمان وغیرہ سے سماعت کی عراق میں امام احمد بن حنبل اور عبد اللہ بن مسلمہ نعمتی سے استفادہ کیا تاجاز میں سعید بن منصور اور ابو مصعب سے روایتیں حاصل کیں مصر میں عمرو بن سولو اور حرملہ بن یحییٰ کے خرمن فیض سے خوش چینی کی، احمد بن مسلمہ کی رفاقت میں بصرہ اور بلخ کا بھی سفر کیا۔ امام بخاری سے نیشاپور میں بہت کچھ استفادہ کیا صحیح مسلم میں جن بزرگوں سے آپ نے احادیث درج کی ہیں ان کی تعداد ہماری شمار کے مطابق دو سو گیارہ ہے۔

اصحاب و تلامذہ..... آپ کے تلامذہ میں حافظ ابو عیسیٰ ترمذی صاحب سنن، ابو حاتم رازی، ابو بکر بن خزیمہ، ابراہیم ابن ابی طالب، ابن صاعد، ابو حامد بن اشرفی، ابو حامد احمد بن حمدان، ابراہیم بن محمد سفیان، یحییٰ بن عبد اللہ، محمد بن مخلد، احمد بن سلمہ، موسیٰ بن ہارون اور ابو عوانہ جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

اخلاق و عادات، زہد و تقویٰ..... آپ نے عمر بھر نہ کسی کی غیبت کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو برا بھلا کہا اساتذہ و شیوخ کا بے احترام فرماتے تھے نہایت پاکیزہ خور و نصاب پسند تھے امام بخاری کے نیشاپور کے زمانہ قیام میں جب وہاں کی مجالس درس بے درتق ہو گئیں اور امام بخاری پر خلق کا جھوم ہونے لگا تو حاسدین نے حسد کیا، عوام تو عوام امام ذہلی تک نے مسئلہ خلق قرآن میں امام بخاری کی مخالفت کی اور اپنی مجلس درس میں اعلان کر دیا۔ ”الامن کان یقول بقول البخاری فی مسئلۃ اللفظ بالقرآن فلیعتزل مجلسنا“ جو شخص لفظی بالقرآن غیر مخلوق قائل ہو وہ ہماری مجلس درس میں نہ آئے اس اعلان کو سن کر امام مسلم اور احمد بن مسلمہ فوراً مجلس سے اٹھے اور ان سے مسموعہ روایات کے تمام مسودے ان کو واپس کر دئے اور امام ذہلی سے بالکل روایت کرنا ترک کر دیا۔

آپ کے فضل و کمال کا اعتراف..... امام صاحب کی فطری قابلیت اور قوت حافظہ کی وجہ سے لوگ اس قدر گرویدہ ہو چکے تھے کہ اسحاق بن راہویہ جیسے امام فن نے ان مختصر الفاظ میں پیش گوئی فرمائی ”ای رجل یكون هذا“ خدا جانے یہ شخص کس بلا کا آدمی ہو گا۔

نگاہیں کاٹوں پر پڑتی جاتی ہیں زمانہ کی کہیں چھپتا ہے اکبر پھول چوں میں نہاں ہو کر اسحاق کو سج نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو مسلمانوں کیلئے باقی رکھے گا بھلائی آپ کے ہاتھ سے نہ جائے گی۔ آپ امام بخاری کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوتے تھے ایک مرتبہ ان کی حجر علمی اور زہد تقویٰ سے متاثر ہو کر بے ساختہ ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور بے خودی میں پکار اٹھے ”دعنی اقبل رجلیک یا سید المحدثین وطیب الحدیث فی عللہ“ احمد بن مسلمہ کا بیان ہے کہ میں نے شیخ ابو ذر اور ابو حاتم کو دیکھا ہے کہ وہ امام مسلم کو احادیث صحیحہ کی معرفت کے باب میں اپنے ہمعصر مشائخ پر ترجیح دیتے تھے، حافظ ابو قریش کہتے ہیں کہ دنیا میں حفاظ حدیث چار ہیں ان میں سے ایک امام مسلم ہیں۔ ابو عمرو و حمدان کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابن عقدہ سے پوچھا امام بخاری حافظ تریں یا امام مسلم۔ آپ نے فرمایا بھائی یہ دونوں عالم ہیں میں نے کئی بار یہی سوال کیا تب آپ نے فرمایا کہ امام بخاری کبھی کبھی اہل شام کی بابت غلطی کر جاتے ہیں۔ بخلاف امام مسلم کے۔

امام مسلم کا مسلک..... آپ کے مسلک کی تعیین میں بڑی دشواری ہے۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ امام مسلم و ابن ماجہ کا مذہب معلوم نہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے انہیں شافعی شمار کیا ہے۔ صاحب کشف فرماتے ہیں الجامع الصحیح امام المسلم الشافعی، مولانا عبدالرشید صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ آپ مالکی للذہب تھے۔ مگر طبقات مالکیہ میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ شیخ عبداللطیف سندی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی و مسلم کے متعلق عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں امام شافعی کے مقلد ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں مجتہد تھے۔ صاحب البیان لکھی نے لکھا ہے کہ آپ اصولی طور پر شافعی تھے۔ آپ نے امام شافعی سے بہت کم اختلاف کیا ہے۔ شیخ طاہر جزائری کی بھی رائے یہی ہے کہ کسی امام کے مقلد فضل نہیں تھے۔ البتہ امام

شافعی وغیرہ اہل حجاز کے مسلک کی طرف مائل تھے۔
وفات امام مسلم نے ۲۵۱ھ میں بروز یکشنبہ وفات پائی۔ دو شنبہ کو جنازہ اٹھایا گیا اور نیشاپور کے باہر نصیر آباد میں دفن کئے گئے۔

جان من ہر چیز را باصل خود باشد رجوع
ما چو از خاکیم آخر خاک می باید شدن
علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ان کی قبر مبارک زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔
آسمان تیری لحد پر شبنم افشائی کرے
بہرہ نور ستہ اس گھر کی تمبائی کرے

آپ کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز و عبرت خیز ہے۔ کہتے ہیں کہ مجلس درس میں ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا جو امام صاحب کو سوء اتفاق سے یاد نہ آئی۔ گھر واپس ہوئے تو انہیں خرم کا ایک ٹوکرا پیش کیا گیا۔ حدیث کی تلاش و جستجو میں اس قدر محو ہوئے کہ آہستہ آہستہ تمام چھوڑ کرے تناول فرما گئے اور حدیث بھی مل گئی۔ بس یہی چھوڑے زیادہ کھالینان کی موت کا سبب بنا۔ اس سے امام صاحب کی علمی شیفتگی اور انہماک کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وفات کے بعد ابو حاتم رازی نے خواب میں حال دریافت کیا۔ فرمایا خدا نے میرے لئے جنت کا مباح کر دیا۔

تصنیفات شیخ مسلم کے علاوہ امام مسلم کی اور بھی بہت سی تصنیفات ہیں۔ جن میں کامل طور سے تحقیق و امعان پایا جاتا ہے۔ اجمالی فہرست یہ ہے۔ مسند کبیر، الاسماء والکنی، جامع کبیر، کتاب العلل، کتاب التمزیز، کتاب الواحدان، کتاب الاقران، کتاب حدیث عمرو بن شعیب، کتاب الاتفاق، باب السباع، کتاب مشلخ مالک، کتاب مشلخ الثوری، کتاب مشلخ شعبہ، کتاب المحضرین، کتاب اولاد الصحابہ، کتاب ابوامر الحدیثین، کتاب الطبقات، کتاب افراد الشائین، کتاب رواۃ الاعتبار، کتاب السوالات از احمد بن حنبل۔

شیخ مسلم مذکورہ بالا تصنیفات میں سب سے زیادہ مقبولیت و شہرت ”الجامع الصحیح“ کو حاصل ہوئی۔ جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہمیشہ صحیح بخاری کے ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ اس میں فن حدیث کے دودھ عجائبات ہیں جس میں کلام کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ شیخ ابو علی زاغونی کو بعض ثقات نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کس چیز کے ذریعہ نجات پائی۔ کہا اس جزاء کے صدقہ میں جو میرے ہاتھ میں ہے۔ دیکھا تو وہ صحیح مسلم کا ایک جزو تھا۔

وجہ تصنیف احادیث کے ذخیرے میں سب سے پہلے امام بخاری نے احادیث صحیحہ مرفوعہ کو الگ منتخب فرمایا اور جامع صحیح تصنیف کی۔ اس کو دیکھ کر امام مسلم کو بھی اسی عنوان سے ایک دوسرے انداز میں احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا شوق ہوا۔ لیکن امام بخاری کے پیش نظر احادیث صحیحہ مرفوعہ کی تخریج اور فقہ و میرت اور تفسیر وغیرہ کا استنباط تھا۔ اس لئے انہوں نے موقوف و معلق، صحابہ و تابعین کے فتاویٰ بھی نقل کئے۔ جس کے نتیجہ میں احادیث کے متون و طرق کے ٹکڑے ٹکڑے کتاب میں بکھر گئے اور امام مسلم کا مقصد صرف احادیث صحیحہ کو منتخب کرنا ہے۔ وہ استنباط وغیرہ سے تعرض نہیں کرتے بلکہ ہر حدیث کے مختلف طرق کو حسن ترتیب سے یکجا بیان کرتے ہیں۔ جس سے متون کے اختلاف اور مختلف اسانید سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے احادیث منقطعہ وغیرہ کی تعداد نادر ہے۔

تعداد و روایات امام مسلم نے اپنی جامع صحیح کا انتخاب ایسی تین لاکھ روایات سے کیا ہے جن کو آپ نے براہ راست اپنے شیوخ سے سنا تھا۔ اس انتخابی مجموعہ کی روایات کی تعداد علامہ طاہر جزائری کے نزدیک حذف کمرات کے بعد چار ہزار ہے۔ شیخ ابن صلاح کی تحقیق میں کمرات کے علاوہ بنیادی حدیثیں چار ہزار ہیں۔ علامہ عراقی فرماتے ہیں کہ اگر کمرات کا لحاظ کیا جائے تو صحیح مسلم کثرت طرق میں بخاری سے زائد ہے۔ چنانچہ احمد بن سلمہ جو امام موصوف کے ساتھ پندرہ سال شریک رہے وہ فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار ہیں اور ابو احفص میاجی فرماتے ہیں کہ آٹھ ہزار ہیں۔ ممکن ہے دونوں کے نزدیک شہد کا معیار مختلف رہا ہو۔

تراجم ابواب..... علامہ نووی فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے اپنی کتاب کو ابواب کا لحاظ رکھتے ہوئے مرتب کیا ہے گویا فی الواقع کتاب کی تیوب کردی گئی تھی۔ لیکن شاید حجم کتاب کی زیادتی یا اور کسی وجہ سے تراجم ابواب قائم نہیں فرمائے ان کے بعد بہت سے محدثین نے تراجم ابواب قائم کئے ہیں۔ بعض مناسب اور بعض غیر مناسب ہیں یا تو ترجمہ کی عبارت میں کمی یا الفاظ میں ناموزونیت ہوتی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔ حق تو یہ ہے مصنف کی شایان شان اب تک تراجم قائم نہیں ہو سکے۔ تصنیف جامع میں امام مسلم کا اہتمام..... امام مسلم نے صحیح میں نہ صرف یہ کہ اپنی ذاتی تحقیق پر اکتفا نہ کیا (یعنی یہ نہیں کیا کہ جن حدیثوں کو خود انہوں نے صحیح سمجھا تھا نقل کر دیا) بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر صرف وہی حدیثیں درج کیں جن کی صحت پر اور مشائخ وقت کا بھی اتفاق تھا۔ چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی اس کو میں نے یہاں درج نہیں کیا۔ میں نے تو یہاں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ شیخ ابن صلاح وغیرہ نے اجماع سے اجماع عام سمجھا ہے۔ اس لئے ان کو امام مسلم کے اس دعوے کی صحت کے متعلق سخت اشکال ہوا لیکن امام مسلم کی مراد اجماع سے اجماع عام نہیں بلکہ اس دور کے بعض خاص مشہور شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ چنانچہ علامہ بلقینی نے اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور خراسانی، ان چار آئمہ کے نام گنا کر لکھا ہے کہ امام مسلم کی مراد ان چار حضرات کا اجماع ہے۔ امام مسلم نے اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ جب کتاب مکمل ہو گئی تو حافظ عصر ابو ذرعی کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا جو اس دور میں علل حدیث اور فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام مانے جاتے تھے اور جس روایت کے بارے میں انہوں نے کسی علت کی طرف اشارہ کیا اسے کتاب سے خارج کر دیا اس طرح پندرہ سال کی محنت مشاقہ میں بقول ابو الفضل احمد بن سلمہ یہ بارہ ہزار احادیث صحیحہ کا ایسا انتخاب مجموعہ تیار ہوا جس کے بارے میں خود مصنف نے جوش و اوعا میں کہا تھا کہ ”اگر محدثین دو سو سال تک بھی حدیثیں لکھتے رہیں تب بھی ان کا دار و مدار اسی السند اصح پر ہو گا۔ مردان خدا کی بات بے اثر نہیں ہوتی آج دو سو برس کیا گیارہ سو برس سے اوپر گزر گئے مگر کتاب کا حسن قبول اسی طرح پر ہے۔“ صحیح ہے ”سراج مقبال ہرگز نمبر د“ شیخ ابو عمرو وابن الصلاح نے بروایت حافظ ابو قریبہ شیخ ابو ذرعی کا قول نقل کیا ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں چار ہزار احادیث جمع کی ہیں، موصوف کہتے ہیں کہ اس سے مراد باسقاط مکررات ہے۔ صحاح ستہ میں صحیح مسلم کا مقام..... علامہ نووی فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری و مسلم کا مرتبہ ہے اور امت نے ان دونوں کی تلقین بالقبول کی ہے۔ البتہ صحیح بخاری بعض دیگر فوائد و معارف کے لحاظ سے سب سے فائق و ممتاز ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حسن ترتیب وغیرہ کے لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اسے صحیح بخاری پر بھی اچھالا ہے۔ کیونکہ سرد اسانید حسن سیاق متون، تلخیص طرق اور ضبط انتشار وغیرہ امور بخاری میں مفقود ہیں۔ حافظ مسلمہ بن قاسم قرطبی نے اپنی تاریخ میں صحیح مسلم کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام میں کسی نے ایسی کتاب تصنیف نہیں کی۔ محدث قاضی عیاض نے ”الماء“ میں ابو مردان طینی سے نقل کیا ہے کہ میرے بعض شیوخ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دیتے تھے، شیخ ابو محمد نجیب نے اپنی فہرست میں امام ابن حزم ظاہری کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ وہ مسلم کی کتاب کو بخاری کی کتاب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ حافظ ابن مندہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو علی نیشاپور کو جن سے بڑھ کر حافظ حدیث میری نظر سے نہیں گزرا، یہ کہتے سنا ہے کہ آسمان کے تلے مسلم کی کتاب سے صحیح ترکونی کتاب نہیں۔ حافظ ابن مندہ نے جس انداز میں ابو علی نیشاپوری کی یہ تصریح نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کی بھی رائے یہی ہے۔ حافظ عبد الرحمن بن علی الربیعی شافعی کہتے ہیں۔

لدی و قالوا ای ذین تقدم

تنازع اے قوم فی البخاری و مسلم

۱۔ میرے سامنے بخاری اور مسلم کے بارے میں کچھ لوگوں نے تنازع کیا اور کہا کہ ان دونوں میں سے (مرتبہ میں) کون مقدم ہے۔ میں نے کہا بخاری صحت کے اعتبار سے فوقیت رکھتے ہیں۔ جیسے مسلم ترتیب ابواب میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ۱۲

فہلت لہذا فاق البخاری صحیحہ کما فاق فی حسن الصیاعۃ مسلم جن لوگوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے اگر ان کی اس ترجیح کا منشا یہ ہے کہ امام مسلم کے پیش نظر فقط احادیث صحیحہ کا انتخاب ہے، برخلاف امام بخاری کے کہ وہ موقوفات و آثار وغیرہ کو بھی اپنی کتاب میں جگہ دیتے ہیں تب تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے صحیح مسلم کا نفس صحت میں راجح ہونا لازم نہیں آتا اور اگر یہ لوگ علی الاطلاق اصح کہنا چاہتے ہیں تو یہ ناقابل اعتبار ہے۔

راویان صحیح مسلم..... صحیح مسلم کی شہرت اگرچہ مصنف سے تو اتنی حد تک پہنچی ہوئی ہے لیکن اس کی روایت کا سلسلہ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن سفیان نیشاپوری متوفی ۳۰۸ھ سے قائم رہا۔ آپ کو امام مسلم سے خاص ربط تھا۔ اکثر حاضر خدمت رہتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ امام مسلم نے اس کتاب کی قرات سے جو انہوں نے ہمارے لئے شروع کی تھی رمضان ۲۵۷ھ میں فراغت پائی۔ بلاد مغرب میں ایک اور شاگرد ابو محمد احمد بن علی فلاںسی سے بھی صحیح مسلم کی روایت کی جاتی ہے لیکن اس کا سلسلہ حدود مغرب سے آگے نہ بڑھ سکا۔ صحیح مسلم کا آخری حصہ جو تین جز کے قریب قریب ہے ابو محمد فلاںسی نے امام مسلم سے براہ راست نہیں سنا بلکہ وہ اس کو ابراہیم کے شاگرد ابو محمد جلودی سے روایت کرتے ہیں۔

شرح و حواشی صحیح مسلم..... صحیح مسلم پر بہت سی شرح و حواشی اور مستخرجات لکھے گئے ہیں۔ جن کا تذکرہ صاحب کشف الظنون نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ چند مشہور شرح یہ ہیں۔

(۱) المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج۔

حافظ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ کی تصنیف ہے جو مشہور ہے۔

(۲) الاہتمام۔

خطیب قسطلانی شہاب الدین احمد بن محمد شافعی متوفی ۹۲۳ھ کی ہے جو نصف حصہ تک آٹھ مخنیم اجزاء میں ہے۔

(۳) شرح صحیح مسلم

ملا علی قاری ہروی کی ہے جو چار جلدوں میں ہے۔

(۴) مختصر شرح النووی۔

شیخ شمس الدین محمد بن یوسف قنوی حنفی نے منہاج نووی کا اختصار کیا ہے۔

(۵) العلم بقواعد کتاب مسلم۔

ابو عبد اللہ محمد بن علی مازری متوفی ۵۳۶ھ کی تصنیف ہے۔

(۶) اکمال المعلم فی شرح مسلم۔

علامہ قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے شرح مازری کی تکمیل کی ہے۔

(۷) المفہم لما اشتمل فی تلخیص کتاب مسلم۔

ضیاء الدین ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ کی تصنیف ہے۔ موصوف نے پہلے صحیح مسلم کی تلخیص و تبویب کی اس کے بعد اس کی شرح لکھی۔ مصنف کا بیان ہے کہ اس میں علاوہ توجیہ و استدلال کے اعراب کے نکات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

(۸) شرح زوائد مسلم۔

از سر اج الدین عمر بن علی بن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ

(۹) حاشیہ صحیح مسلم۔

از برہان الدین ابراہیم بن محمد الحلبي معروف بسط ابن النجاشي متوفی ۸۴۱ھ
(۱۰) اکمال المعلم

امام عبد اللہ محمد بن خلیفہ ابوشتانی الابی الماکلی التوفی ۸۷۷ھ کی تصنیف ہے۔ موصوف نے قاضی عیاض، نووی، قرطبی اور مازری کی شروح سے مدد لی ہے اور بہت سے فوائد کا اضافہ کیا ہے۔ یہ چار جلدوں میں ہے۔
(۱۱) المعہم فی شرح غریب مسلم۔

امام عبد الغفار بن اسماعیل فارسی متوفی ۵۱۹ھ نے الفاظ غریبہ کی شرح کی ہے۔
(۱۲) شرح صحیح مسلم۔

علامہ ابو الفرج عسّی بن مسعود زواہی متوفی ۷۴۴ھ کی تصنیف ہے جو معلم، اکمال، معہم وغیرہ شروح کا مجموعہ ہے۔ علامہ شعرانی کہتے ہیں کہ اس کا زیادہ تر مجموعہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ پانچ جلدوں میں ہے۔
(۱۳) شرح صحیح مسلم۔

عماد الدین عبد الرحمن بن عبد العلی مصری کی تصنیف ہے۔
(۱۴) الدبیان علی صحیح مسلم بن الحجاج

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی نہایت لطیف شرح ہے۔
(۱۵) المعلم فی شرح صحیح مسلم۔

از شیخ ابو یوسف یعقوب البیانی اللاہوری التوفی ۱۹۰۸ھ
(۱۶) حاشیہ بر صحیح مسلم۔

از شیخ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبد البہادی السندی الحنفی التوفی ۱۲۲۸ھ
(۱۷) عنایۃ المعلم بشرح صحیح مسلم۔

شیخ عبد اللہ بن محمد الماسی حنفی متوفی ۱۱۶۷ھ کی تصنیف سات جلدوں میں نصف مسلم تک ہے۔
(۱۸) کوثر الدبیان۔

علامہ مجموعی متوفی ۱۲۹۸ھ نے شرح سیوطی کی تلخیص کی ہے۔
(۱۹) السراج الوہاب۔

نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ کی ہے۔ جو مختصر منذری کی شرح ہے۔
(۲۰) شرح صحیح مسلم۔

از شیخ تقی الدین ابو عمرو عثمان ابن صلاح۔ اس کا ذکر سیوطی نے تقریب میں کیا ہے۔
(۲۱) فتح المعلم۔

علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کی بہترین شرح ہے جس کی صرف تین جلدیں مکمل ہو سکیں۔ غالباً یہ پانچ جلدوں میں مکمل ہوتی مگر افسوس کہ مولانا کا انتقال ہو گیا اور کتاب ناتمام رہ گئی۔ اے

(۱۷) ابوداؤد

نام و نسب ابوداؤد کثیت، سلیمان نام اور والد کا اسم گرامی اشعث ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شدا بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی۔

تحقیق بھستان..... امام ابو داؤد بھستان کی طرف منسوب ہو کر بتجانی کہلاتے ہیں۔ لیکن بھستان کہاں ہے۔ اس کی تعیین میں قدرے اختلاف ہے۔ ابن خلکان کہتے ہیں کہ ان کی نسبت بھستان یا بھستانہ کی طرف ہے جو بصرہ کے اطراف میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

شاہ عبد العزیز صاحب بستان الحدیث میں فرماتے ہیں کہ اس نسبت کی تحقیق میں ابن خلکان سے غلطی سرزد ہوئی ہے حالانکہ ان کو تاریخ دہلی اور تصحیح انساب و نسب میں کمال حاصل ہے۔ چنانچہ شیخ تاج الدین سبکی ان کی عبادت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔ ”وہنا وہم والصواب انہ، نسبتہ الی الإقليم المعروف المتناغم للبلاد الهند“ (یہ ان کا وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ نسبت اس اقلیم کی طرف ہے جو ہند کے پہلو میں واقع ہے۔) شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی یہ سیستان کی طرف نسبت ہے جو سندھ و ہرات کے مابین مشہور ملک ہے اور قندھار کے متصل واقع ہے۔ لیکن وہاں کے جغرافیہ میں اس نام کے شہر کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ یہ خراسان کے اطراف میں ہے اور اس کو سخر بھی کہتے ہیں اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ صاحب معجم علمی کہتے ہیں ”بھستان ہی مدینہ فی جنوب خراسان“ نواب صدیق حسن خان نے ”ریاض المرباع“ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ایک ولایت ہے جس کی حدود خراسان سے مغازہ کرمان تک ہے اور غزنین، افغانستان اور ہند سے ملحق ہے۔ اس کو بھستان بن فارس نے آباد کیا تھا۔ اس لئے بھستان ہی سے موسوم ہے اور یہ زابلستان اور نمرود کے ساتھ بھی مشہور ہے۔ اس میں ایک نہر ہے جس کا نام بہر من ہے۔ قاموس میں ہے کہ یہ سیستان (یعنی بھستان) میں ہو کر گذرتی ہے۔ حواجہ معین الدین چشتی اور فرخی شاعر اسی سر زمین سے ہوئے ہیں۔ علامہ شبلی ”الفاروق“ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ سیستان کو عرب بھستان کہتے ہیں۔ حدود اربعہ یہ ہیں۔ شمال میں ہرات، جنوب میں مکران، مشرق میں سندھ اور مغرب میں کوہستان۔

سن پیدائش..... امام ابو داؤد سیستان میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے لیکن آپ نے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں اپنی سنن کی تالیف کی۔ اسی لئے ان سے روایت کرنے والوں کی اس اطراف میں کثرت ہے۔ پھر بعض وجوہ کی بناء پر ۲۷۱ھ میں بغداد کو خیر باد کہا اور زندگی کے آخری چار سال بصرہ میں گزارے جو اس وقت علم و فن کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔ تحصیل علم..... آپ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔ آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً اور مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان اور جزیرہ وغیرہ میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کر کے اس زمانہ کے تمام مشاہیر اساتذہ و شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا۔ صاحب اکمال نے لکھا ہے کہ بغداد متعدد بار تشریف لائے۔ اساتذہ و شیوخ..... امام ابو داؤد تحصیل علم کے لئے جن اکابر و شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا استقصاء و شمار ہے۔ خطیب تبریزی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار لوگوں سے حدیثیں حاصل کیں، ان کی سنن اور دیگر کتابوں کو دیکھ کر حافظ ابن حجر کے اندازے کے مطابق ان کے شیوخ کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ آپ کے اساتذہ میں مشائخ بخاری و مسلم جیسے امام احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ بن سعید اور قعقی، ابولولید طحیاسی، قسطل بن ابراہیم اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

اصحاب و تلامذہ..... ان کے تلامذہ کا شمار بھی مشکل ہے۔ ان کے حلقہ درس میں کبھی کبھی ہزاروں کا اجتماع ہوتا تھا۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کے لئے سب سے زیادہ قابل فخر بات یہ ہے کہ امام ترمذی اور امام نسائی ان کے تلامذہ میں سے ہیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ خود امام احمد تو ان کے اساتذہ میں ہیں لیکن امام احمد کے بعض استادوں نے ان سے روایت کی ہے بلکہ خود امام احمد بن حنبل نے بھی حدیث غیرہ کو ان سے روایت کیا ہے اور امام ابو داؤد اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ آپ کے شاگردوں میں سے چار شخص جماعت محدثین کے سر دار و پیشوا ہوئے ہیں۔ ابو بکر بن ابی داؤد (آپ کے صاحبزادے) لودئی۔ ابن الاعرابی، ابن داسہ۔

۱۔ شخص از ابن ماجہ اور علم حدیث، محدثین عظام، بستان الحدیث، ابن خلکان، تذکرہ الحفاظ، کشف۔

فن حدیث میں کمال..... ابراہیم حربی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے ہیں جب سنن ابوداؤد کو دیکھا تو فرمایا کہ ”ابوداؤد کے لئے حق تعالیٰ نے علم حدیث ایسا نرم کر دیا ہے جیسے حضرت داؤد کے لئے لوہا ہوا تھا۔“ حافظ ابوطاہر سلفی نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا ہے۔

لامام اہلیہ ابی دائود

لان لہ الحدیث و علمہ بکمالہ

نسی اہل زمانہ دائود

مثل الذی لان الحدید و سیکہ

فقہی ذوق..... اصحاب صحاح ستہ کی نسبت امام داؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح ستہ میں صرف یہی ایک بزرگ ہیں جن کو علامہ شیخ ابواسحاق شیرازی نے طہقات الفقہاء میں جگہ دی ہے۔ امام محمود کے اسی فقہی ذوق کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام کیلئے مختص فرمایا، فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب (سنن) میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا۔ چنانچہ حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں اور احادیث فقہیہ کے حصر و استیعاب کے سلسلے میں ابوداؤد کو جو بات حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں۔ علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ حدیث و فقہ دونوں کے سرخیل تھے۔ زہد و تقویٰ..... ابو حاتم فرماتے ہیں کہ امام موصوف حفظ حدیث، اتقان روایت، زہد و عبادت اور یقین و توکل میں یکتائے روزگار تھے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ورع و تقویٰ، عفت و عبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتے کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ جب اس کا راز دریافت کیا گیا تو پتلا کہ ایک آستین میں اپنے نوشتے رکھ لیتا ہوں اس لئے اس کو کشادہ بنالیا ہے اور دوسری کو کشادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس میں کوئی فائدہ نہ تھا اس لئے تنگ ہی رکھا۔

ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ

جو گنج قاعدت میں ہیں تقدیر پر شاہ

قدر دانی اسلاف..... امام ابوداؤد اپنے دور کے بعض تنگ نظر ارباب روایات کی طرح ائمہ اہل الرائے کے مخالف نہ تھے بلکہ فقہاء کرام کی مساعی جلیلہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور بڑے ادب و احترام سے ان کا ذکر خیر کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ مغرب علامہ ابن عبد البر قرطبی بسند متصل ان سے نقل ہیں کہ امام ابوداؤد کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ شافعی پر رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالیٰ مالک پر رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے۔ آپ کے فضل و کمال کا اعتراف..... ابوداؤد کو علم و عمل میں جو امتیازی مقام حاصل تھا اس زمانہ کے علماء و مشائخ کو بھی اس کا پورا پورا اعتراف تھا۔ چنانچہ موسیٰ بن ہارون جو ان کے معاصر تھے فرماتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کیلئے اور آخرت میں جنت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا امام حاکم فرماتے ہیں کہ امام داؤد بلا شک و ریب اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تھے۔

اہل اللہ کی سچی عقیدت..... احمد بن محمد بن اللیث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری جو اس زمانہ کے اہل اللہ میں سے تھے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا۔ امام صاحب میں ایک ضرورت سے آیا ہوں۔ اگر حسب امکان پوری کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔ آپ نے وعدہ کر لیا۔ انہوں نے کہا کہ جس مقدس زبان سے آپ رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کرتے ہیں میں اس کو بوسہ دینے کی آرزو رکھتا ہوں ذرا آپ اسے باہر نکالیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی زبان مبارک باہر نکالی اور حضرت سہل نے اس کو بوسہ دیا۔

امام داؤد کا مسلک..... شاہ صاحب نے بستان المحدثین میں فرمایا ہے کہ ان کے مسلک میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا

لہ حدیث اور علم حدیث اپنے کمال کے ساتھ نرم ہو گئی، ابوداؤد کے لئے جو اہل حدیث کے امام ہیں جیسے لوہا اور اس کا لگانا سہل ہو گیا تھا داؤد کیلئے جو اپنے زمانہ کے نبی تھے۔

ہے کہ شافعی تھے۔ بعض نے ان کو حنفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے ان کو شافعی مانا ہے اور تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ شیخ ابواسحاق شیرازی نے ان کو طبقات الفقہاء میں امام احمد بن حنبل کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب نے بھی علامہ ابن حجر کے حوالے سے ان کو حنبلی فرمایا ہے۔ یہ بات ان کی سنن کے مطالعہ کے بعد بالکل آشکار ہو جاتی ہے کہ حنبل المسک ہی تھے۔ کیونکہ آپ نے اپنی سنن میں بہت سے مقامات پر دوسری ثابت و معروف روایات کے مقابلہ میں ان احادیث کو ترجیح دی ہے جن سے امام احمد کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً ترجمہ قائم کرتے ہیں ”باب کراہت استبدال القلب عند قضاء الحاجۃ“ چونکہ امام احمد کے نزدیک قضاء حاجت کے وقت استدبار قبلہ مطلقاً جائز ہے اس لئے ترجمہ الباب میں اس کو ترک کر دیا۔ مزید برآں اس کے آگے باب الرخصۃ فی ذلک کا ترجمہ قائم کر کے استدبار قبلہ کا جواز ثابت کیا ہے۔ اسی طرح ترجمہ میں ”باب البول قائم“ اس میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ”الی سبطۃ قوم اھ“ ذکر کر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اباحت ثابت کی ہے جو امام احمد کا مسلک ہے جمہور کے نزدیک بغیر عذر مکروہ ہے۔ اب یہاں دوسری مشہور حدیث ذکر نہیں فرمائی جس سے بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کی تاکید نکلتی ہے بلکہ اس کو اپنی کتاب میں دوسری جگہ ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح ترجمہ قائم کیا ہے کہ ”باب الوضوء بفضل طہور المرءۃ“ اس کے بعد ترجمہ قائم کیا ہے۔ ”باب الہی عن ذلک“ ائمہ اربعہ میں سے یہ صرف امام احمد کا مذہب ہے کہ عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی کا استعمال مرد کیلئے ناجائز ہے۔

بہر کیف اس طرح کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ کا حنبلی المسلک ہونا متعین ہو جاتا ہے۔

امام ابوداؤد کے پیچیدہ و دید واقعات..... امام صاحب فقہ و حدیث اور زہد ورع کے ساتھ ساتھ اشیاء کی تحقیقات اور نوادرات کی معلومات حاصل کرنے کا بھی خاص ذوق رکھتے تھے۔ چنانچہ ”باب ماجانی بیر بضاعۃ“ کے ذیل بیر بضاعۃ کے متعلق لکھتے ہیں کہ میں نے اس کو اپنی چادر سے بدست خود تاپ کر دیکھا تو اس کا عرض چھ ہاتھ نکلا۔ پھر میں نے باغ والے سے مزید تحقیق کرتے ہوئے پیچھا کیا اس کنویں کا حال پہلے کی نسبت کچھ بدل گیا ہے۔ اس نے کہا میں جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کے پانی کو بغور دیکھا تو اس کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ کتاب الزکوۃ کے تحت ”باب صدقۃ البررۃ“ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ میں نے مصر میں تیرہ ہاشمت کی ایک گزری پیچشم خود دیکھی ہے، نیز اونٹ پر لد اہوا ایک ترج دیکھا جس کو کات کر دو ٹکڑے کر کے دو بوجھ کر دیئے گئے تھے۔

اقامت بصرہ اور درس حدیث..... امام صاحب کی جائے پیدائش گوسیتان ہے۔ لیکن آپ کی زندگی کا اکثر حصہ بغداد میں گذر لیا اور وہیں آپ نے اپنی سنن کی تالیف کی۔ حافظ ابوسلیمان نے بواسطہ عبداللہ بن محمد سبکی ابو بکر بن جابر خلام ابوداؤد سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں بغداد میں آپ کے ساتھ تھلا شام کا وقت ہوا تو ہم نے مغرب کی نماز ادا کی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ دیکھا تو امیر ابواحمد الموفق تھے جو آنا چاہتے تھے۔ میں نے امام صاحب کو اطلاع کی کہ امیر صاحب اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ضرور چنانچہ امیر موصوف تشریف لائے۔ امام صاحب نے دریافت کیا کہ اس وقت آپ نے کیسے تکلیف کی۔ امیر نے کہا میں باتوں کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ اگر آپ منظور فرمائیں تو مجھے قسمت۔ امام صاحب نے کہا فرمائیے۔ امیر نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ بصرہ تشریف لے آئیں تاکہ وہاں بھی تشنگان علم آپ سے فیضیاب ہو سکیں۔ امام صاحب نے فرمایا، منظور ہے۔ امیر نے کہا دوسری خواہش یہ ہے کہ آپ میری ولاد کو اپنی کتاب سنن پڑھائیں، امام صاحب نے فرمایا منظور ہے۔ امیر نے کہا، تیسری گزارش یہ ہے کہ ان کیلئے درس کی کوئی مخصوص مجلس مقرر فرمائیں جس میں دیگر عام طلبہ کی شرکت نہ ہو۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ تحصیل علم کے سلسلہ میں شریف و وضع اور امر و فقراء سب برابر ہیں۔ قال ابن جابر فکانوا یحضرون ویسمعون مع العامۃ۔

وفات..... امام ابو داؤد نے ۷۳ سال کی عمر پر ۱۶ شوال ۷۵ھ میں انتقال فرمایا اور بصرہ میں امام سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے، یوم وفات روز جمعہ ہے۔

مثلاً ابوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا نور سے معمور ہو خاکِ شہستان ہو تیرا (اقبال)
تصنیفات..... امام ابو داؤد نے بہت سا علمی ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ جس کی مجمل فہرست درج ذیل ہے۔ مراثیل۔ الرد علی القدریہ۔ النسخ والنسخ۔ ما تقر بہ اہل الامصار۔ فضائل الانصار۔ مستد مالک بن انس۔ المسائل۔ معرفۃ الاوقات۔ کتاب بدء الوحی۔ سنن۔ ان میں سب سے زیادہ اہم آپ کی سنن ہے۔
سنن ابو داؤد..... پانچ لاکھ احادیث نبویہ کا وہ بہترین انتخاب اور گراں بہا مجموعہ ہے۔ جو علم دین میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ علامہ خطابی اپنی مشہور کتاب معالم السنن میں فرماتے ہیں۔ ”امام ابو داؤد کی کتاب السنن بلاشبہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ علم دین میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، یہ کتاب علماء کے تمام فرقوں اور فقہاء کے سب طبقوں میں باوجود اختلاف مذاہب کے حکم مانی جاتی ہے۔“

حافظ ابو طاہر سلفی نے اس کی مدح میں ایک عمدہ نظم لکھی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

اولیٰ لکتاب لذی فقه وذی نظر	ومن یکون من الاوزار فی وزر
ماقد تولی ابو داود محتسبا	تالیفہ فاق فی الاضواء کالقمر
لا یستطیع علیہ الطعن مبتدع	ولو تقطع من ظفن ومن ضجر
فلیس یوجد فی الدنیا اصح ولا	اقوی من السنۃ الغراء والاثر
وکل مافیہ من قول النبی ومن	قول الصحابۃ اهل العلم والبصر
یرویہ عن ثقہ عن مثله ثقہ	عن مثله ثقہ کالانجم الزهر
وکان فی نفر فیما احق ولا	اشک فیہ اماما عالی الحظر
یدری الصحیح من الآثار یحفظہ	ومن روی ذاک من انثی ومن ذکر
محققا صادقا فیما یجنی بہ	قد شاع فی البدو عنہ ذی افی الحضر
والصدق للمراء فی الدارین منقبہ	ما فیہا ایدا فخر لمفتخر

وجہ تالیف..... علامہ ابن قیم فرماتے ہیں حفاظ حدیث کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے اپنی پوری توجہ استنباط مسائل اور اس میں غور و فکر کرنے پر ہی صرف کر ڈالی۔ یہاں تک کہ ناقلین حدیث کی پہلی جماعت جو فتویٰ دینے سے بھی احتراز کرتی تھی ان کا مقصد صرف حضور ﷺ کی احادیث کو روایت کرنا تھا اور یہ حضرات آئمہ مجتہدین کی فقہی باریکیوں سے ناواقف تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے معتقدین میں سے بعد کے کچھ لوگوں نے آئمہ پر نقد کرنا شروع کر دیا جیسے حمید نے امام ابو حنیفہ اور احمد بن عبد اللہ عجمی نے امام شافعی پر سخت تنقید کی اور کہا کہ یہ لوگ قابل اعتماد تو ہیں لیکن انہیں حدیث سے واقفیت نہیں۔

پس امام ابو داؤد نے ضرورت محسوس کی کہ فن حدیث میں ایک نئے انداز کی کتاب کی ضرورت ہے جس میں ان احادیث کا استیعاب ہو جن سے آئمہ نے اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی اس کتاب میں فقہاء کے مسئلہات ہی کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ میری اس کتاب میں مالک، ثوری اور شافعی وغیرہ کے مذاہب کی بنیادیں موجود ہیں۔ اسی کے پیش نظر امام غزالی نے تصریح کی ہے کہ علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کیلئے کافی ہے۔

۱۔ تمام کتابوں میں سے فقیہ اور صاحب نظر اور اس شخص کیلئے جو گناہوں سے بچنا چاہتا ہے وہ کتاب ہے جس کو ابو داؤد نے طلب ثواب کیلئے تالیف کی۔ جو روشنی میں چاند کی طرح فوقیت لے گئی ہے۔ کوئی بدعتی اس پر طعن کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اگرچہ کینہ اور تنگ دلی (حسد) سے وہ کھڑے کھڑے ہو جائے۔

زمانہ تالیف..... متعین طور پر تو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام موصوف اپنی اس سنن کی تالیف سے کس سنہ میں فارغ ہوئے البتہ اتنا ضرور جھوٹا ہے کہ اس کی تکمیل اپنے عہد شباب ہی میں کر چکے تھے اور یہ وہ زمانہ ہے جب آپ کے شیخ امام احمد بن حنبل زندہ تھے۔ جب آپ نے یہ کتاب امام ممدوح کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے اس کو بہت پسند فرمایا اور اس کی تحسین کی امام احمد کا سن وفات ۲۴۱ھ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ۲۴ سال کی عمر میں اس کی تالیف سے فارغ ہو چکے تھے۔

تعداد اور روایات..... امام داؤد نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ میں سے صرف چار ہزار آٹھ سو احادیث کو منتخب کر کے اس سنن میں درج کیا ہے۔ مزید برآں چھ سو مراسیل بھی ہیں اور جمہور کے یہاں مرسل حدیث قابل حجت ہے۔ امام ابو داؤد اور آپ کے استاد احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام شافعی اس کے خلاف ہیں تو کل تعداد ۵۴۰۰۰ ہوئی۔

قال الامام ابو داود في رسالته الى اهل مكة وله عدد الذي في كتابي من الاحاديث قدر اربعة آلاف وثمانمائة حديث ونحو ستمائة حديث من المراسيل۔ بعض حضرات نے کل ۵۲۰۱ ذکر کی ہے۔ والا قرب الى الصواب هو الا و ل۔ عبد الغني مقدسي کے نسخہ کے آخر میں ہے کہ امام ابو داؤد کی کتاب میں چھ ہزار احادیث ہیں جن میں سے چار ہزار اصل ہیں اور دو ہزار کمر ہیں۔ والبصري يزيد على البغدادى ستمائة حديثه و نيفاو ستين حديثا والف كلمته و نيفا.

ابو داؤد کی ثلاثیات..... نواب صدیق حسن خاں نے ”الحطه في ذكر الصحاح الستة“ میں اور مولانا تقی الدین صاحب نے ”محدثین عظام“ میں ذکر کیا ہے کہ سنن ابو داؤد میں ایک حدیث ثلاثی بھی ہے اور یہ حدیث ”حدثنا مسلم بن ابراهيم ناعهد السلام بن ابی حازم ابو طالوت قال شهدت ابابرة دخل على عبدالله بن زياد فحدثني فلان سماه مسلم وكان في اسماط قال فلما راه عبدالله قال ان محمد يكلم هذا الدحراح“ لیکن اس حدیث کا ثلاثی ہونا محل بحث ہے۔ اس واسطے کہ عبد السلام بن ابی حازم گو حضرت ابو بزرہ سے بلا واسطہ بھی روایت رکھتے ہیں لیکن یہ روایت بلا واسطہ نہیں بالواسطہ ہے۔ کیونکہ انہوں نے خود تصریح کی ہے کہ حضرت ابو بزرہ عبید اللہ کے پاس تشریف لائے لیکن میں آپ کے ساتھ عبید اللہ بن زیاد کے یہاں نہیں گیا اور نہ میں نے یہ حدیث بلا واسطہ سنی بلکہ ”حدیثی فلاں“ مجھ سے یہ حدیث ایک فلاں شخص نے بیان کی جو اس جماعت میں موجود تھا جو عبید اللہ بن زیاد کے پاس تھی۔ اب یہ فلاں شخص کون ہے۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ میرے شیخ مسلم بن ابراہیم نے اس کا نام ذکر کیا تھا (مگر مجھے یاد نہیں رہا) حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں کہ ”عبد السلام بن ابی حازم حدیثی فلاں عن ابی بزرہ“ میں فلاں سے مراد ان کے چچا ہیں، امام احمد نے اپنے مسند میں حوض کوثر والی یہ حدیث عبد السلام بن ابی حازم کے طریق سے روایت کی ہے اور فلاں کا نام عباس جریری بتایا ہے۔ روایت یوں ہے۔

”حدثنا عبدالله حدثني ابی ثناء الصمد ثنا عبدالسلام ابو طالوت ثنا العباس الجريري ان عبدالله بن زياد قال لابي برة هل سمعت النبي صلى الله عليه وسلم ذكره قط يعني الحوض قال نعم لامرة ولا مرتين فمن كذب به فلا سقاها الله منه“ معلوم ہوا کہ یہ حدیث ثلاثی نہیں بلکہ عبد السلام کے بعد عباس جریری کا واسطہ ہے۔

تنبہ..... مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری نے یہاں تین غلطیاں کی ہیں اول یہ کہ موصوف نے اس حدیث کو ثلاثی مانا ہے۔ حالانکہ یہ ثلاثی نہیں ہے۔ دوم یہ کہ موصوف نے اس کو حدیث ابن الدحراح سے تعبیر کیا ہے۔ حالانکہ اس میں کہیں ابن الدحراح نہیں ہے اس میں تو صرف یہ ہے ”ان محمد یکلم هذا الدحراح“ کہ تمہارا محمد یہ موٹا ٹھکانا ہے۔ سوم یہ کہ انہوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث کتاب الجنائز میں ہے۔ حالانکہ یہ کتاب السنۃ کے تحت ”باب فی الخوض“ کے ذیل میں ہے نہ کہ کتاب الجنائز میں۔ فصحان ربی لا یضل ولا ینسی۔

سنن ابو داؤد کی طویل السند احادیث..... محدثین کے یہاں اعلیٰ اسناد کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ کیونکہ عالی اسناد اقرب الی الصحیحہ اور قلیل الخطا ہوتی ہے۔ بایں معنی کہ اسناد کے ہر آدمی میں احتمال خطا ہوتا ہے۔ پس جس قدر رواہ زیادہ ہوں گے۔

اسی قدر خطا کے احتمالات زائد ہوں گے اور جس قدر رواہ کم ہوں گے اسی قدر احتمالات خطا بھی کم ہوں گے۔ اسی لئے محدثین کے ہاں ثنائی اور ثلاثی روایت کو اعلیٰ و ارفع سمجھا جاتا ہے اور جتنے وسائل زائد ہوں اتنا ہی اس کا درجہ علو اسناد کے اعتبار سے گر جاتا ہے، سنن ابوداؤد میں میری نظر سے ایک ثنائی حدیث گزری ہے جو ”تفریج استغفار الصلوٰۃ“ کے تحت ایک خالی الترجمہ باب کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ حدثنا الحسن بن علی ناسلمان بن داود الهاشمی ناعبدالرحمن بن ابی الزنا وعن موسیٰ بن عقبہ عن عبداللہ بن الفضل بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب عن عبدالرحمن الاعرج عن عبداللہ بن ابی رافع عن علی ابن ابی طالب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا قام الی الصلوٰۃ المکتوبۃ دوسری ثنائی حدیث باب الاربع قبل الظهر وبعده“ کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ حدثنا ابن المثنیٰ ناعبدالرحمن بن جعفر ناعبداللہ بن سمعت عیدۃ یحدث عن ابراہیم عن ابن منجاب عن قرقع عن ابی ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اربع قبل الظهر لیس فیہن تسلیم فتفتح لہن ابواب السماء“ تیسری ثنائی حدیث ”باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات۔“ کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ ”حدثنا محمد بن یحییٰ بن فارس النہلی و عمر بن الخطاب قال محمد حدثنی ابو الاصبغ الجزری عبدالعزیز بن یحییٰ انا محمد بن سلمت عن ابی عبدالرحیم خالد بن ابی یزید عن زید بن ابی انیسستمع یزید بن ابی حبیب عن مرثد بن عبداللہ بن عقبہ بن عمار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔“ چوتھی ثنائی حدیث ”باب فی الطلاق علی غلط“ کے ذیل میں ہے۔ ممکن ہے ان کے علاوہ اور بھی ثنائی احادیث یا اس سے اور طویل السند حدیث ہو ہماری نظر سے پوری کتاب بالاستیعاب نہیں گزری و لعل اللہ یوفقنی۔

متن میں امام ابوداؤد کا طرز تخریج احادیث..... (۱) علامہ خطابی اپنی مشہور کتاب معالم السنن میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد کی عادت یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں احادیث متعارض ہوں تو آپ ایک باب میں احادیث کی تخریج کے بعد دوسرے باب میں اس کے معارض احادیث کو لاتے ہیں۔ لیکن ”باب الامام یصلیٰ من قعود“ کے ذیل میں حضرت انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، ابوہریرہ اور حضرت عائشہ ؓ سے جو احادیث روایت کی ہیں وہ سب اوائل کی ہیں اور جمہور علماء کے نزدیک منسوخ ہیں۔ آپ کے مرض الموت سے متعلق حضرت عائشہ ؓ کی حدیث جس میں یہ ہے کہ ”آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔“ یہ حدیث ابوداؤد کے کسی نسخہ میں نہیں ملتی۔ فلسط الحدیث کیف اغفل ذکر هذه القصصه وهی سن امهات السنن۔

(۲) امام ابوداؤد کبھی تو ایک سلسلہ سند میں مختلف اسانید کو بیان کر دیتے ہیں اور کبھی ایک ہی متن میں مختلف متون کو اکٹھا کرنے کے بعد ہر حدیث کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ”باب کیف یستاک“ کے ذیل میں شیخ مسد اور سلیمان بن داؤد عتقی دونوں حماد بن زید سے راوی ہیں لیکن ان کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ اس لئے آپ نے ”قال مسدد“ اور ”قال سلیمان“ کہہ کر ہر ایک کی حدیث کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا تاکہ الفاظ کا اختلاف ظاہر ہو جائے۔

(۳) بقول حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی جب کسی راوی کے الفاظ میں کوئی زیادتی یا کمی یا تغیر ہو یا راوی کا کوئی وصف بیان کرنا ہو تو اس کو دوسری روایت سے علیحدہ کر کے بطور جملہ معترضہ انشاء سند یا انشاء متن یا آخر سند میں بیان کرتے ہیں۔ جیسے ”باب کراہۃ استقبال القبۃ عند قضاء الحاجۃ“ کے تحت آخر حدیث میں ابو زید کے متعلق فرماتے ہیں و ابو زید ہو مولیٰ بنی ثعلبہ۔

(۴) جب ایک راوی پر دو سندیں جمع ہوں اور ایک حدیث کے ساتھ اور دوسرے نے عینہ سے روایت کیا ہو تو پہلے حدیث اولیٰ روایت کو ذکر کرتے ہیں اس کے بعد عینہ کو جیسے ”باب مقدار الرکوع والسجود“ کے ذیل میں حضرت انس کی روایت کو صاحب کتاب نے احمد بن صالح اور محمد بن رافع نیشاپوری سے روایت کیا ہے اور شیخ محمد بن رافع کی روایت میں حضرت سعید

بن جبر اور حضرت انس سے سماع کی تصریح ہے۔ اس لئے موصوف نے اس کو مقدم ذکر کر کے آخر میں کہا ہے۔ ”وہذا لفظ ابن رافع قال احمد عن سعيد بن جبر عن انس بن مالك۔“

(۵) جب آپ کی باب میں دو یا تین حدیثیں لاتے ہیں تو ان کا مقصد کسی خاص چیز کو بیان کرنا ہوتا ہے جو پہلی روایت میں واضح نہیں ہوتی یا کسی روایت میں مزید کلام کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے متعدد احادیث لاتے ہیں ورنہ اختصار ہی سے کام لیتے ہیں، امام داؤد نے اہل مکہ کے نام جو خط لکھا تھا اس میں اس کی تصریح موجود ہے حیث قال۔

”واذا عدلت الحديث في الباب من وجهين وثلاثه فانما هو من زيادة الحديث فيه ربما فيه كلمته زائدة على الاحاديث۔“

(۶) کبھی آپ ایک ترجمہ کے تحت مختلف روایات کو جمع کر دیتے ہیں جیسے ”باب كراهته استغلال القبلة عند قضاء الحاجة“ میں استدبار عند الحاجة کی روایات بھی لائے ہیں۔

(۷) کبھی طویل حدیث کو ایک باب کے تحت مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کیونکہ ترجمۃ الباب حدیث کے اسی نکلے سے مناسبت رکھتا ہے جیسے ”باب النهي عن التلقين“ کے بعد ”باب الرخصة في ذلك“ کے ذیل میں سہل نیشاپوری کی حدیث کو مختصر کر دیا ہے اور کتاب الجہاد میں ”باب فضل الحرس في سبيل الله“ کے تحت مطولاً ذکر کیا ہے۔

(۸) کبھی ترجمہ باب اس طور پر قائم کرتے ہیں کہ خود ترجمہ کے الفاظ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ احادیث سے ثابت شدہ حکم کے اندر یہ چیزیں بھی داخل ہیں جیسے ”باب المواضع التي نهى عن البول فيها“ کے تحت حدیث میں کہیں بول کا ذکر نہیں ہے۔ صرف براز کا ذکر ہے لیکن چونکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں اس لئے ترجمہ کے الفاظ سے اشارہ کر دیا کہ علت ممانعت دونوں میں ایک ہے اور حکم براز میں بول بھی داخل ہے۔

(۹) کبھی موصوف طویل حدیث کو صرف اس لئے مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کہ اگر پوری حدیث ذکر کی جائے تو بعض سننے والے اس کی فقہیت کو سمجھ نہ سکیں گے۔ موصوف نے اپنے رسالہ میں اس کی بھی تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں ”وربما اختصرت الحديث الطويل لاني لو كتبت بطوله لم يعلم بعض من سمعه ولا يفهم موضع الفقه منه فاختصرت له لذلك۔“

روایت حدیث میں غایت احتیاط..... امام داؤد روایت حدیث میں بہت محتاط ہیں جس کی شہادت موصوف کی سنن میں جا بجا موجود ہے۔ مثال کے طور پر ”باب الاما يصلى من قعود“ کے ذیل میں سلیمان بن حرب والی روایت سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے جس کے متعلق موصوف نے تصریح کی ہے کہ میں نے یہ پوری حدیث شیخ سلیمان بن حرب کی زبانی سنی ہے۔ بجز جملہ ”اللهم ربنا لك الحمد“ کے کہ اس کی خبر مجھے شیخ کے بعض اصحاب نے دی ہے یا یہ کہ شیخ نے یہ حدیث بیان کی تو میں موصوف سے اس لفظ کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکا بلکہ سماع حدیث میں جو رفقاء میرے ساتھ تھے انہوں نے مجھے سمجھایا ”وہذا بدل علی کمال الاحتیاط والافتقان علی اداء لفظ الحديث، باب الرجل يخطب علی قوس عمیزیل میں سعید بن منصور کی روایت کے آخر میں اس کی تصریح ہے۔“ قال ابو علی سمعت ابا داود قال ثبتی فی شئی منہ بعض اصحابی ”لور ”باب فی صلوة اللیل“ کے تحت حدیث محمد بن بشار نا ابو عاصم نا زہیر بن محمد عن شریک بن عبد اللہ کے آخر میں ہے۔ ”قال ابو داود خفی علی من ابن بشار بعضہ“

صحیح کے لحاظ سے صحاح ستہ میں سنن ابوداؤد کا مقام..... یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ صحت کے لحاظ سے صحیحین (بخاری و مسلم) کو سنن اربعہ پر فضیلت حاصل ہے لیکن اس کے بعد کی ترتیب میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے نسائی شریف کو تیسر اور چہ دیا ہے اور بعض نے جامع ترمذی کو، شاہ عبدالعزیز صاحب نے جمل کتب حدیث کے طبقات بیان کئے ہیں وہاں سنن ابوداؤد کو دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے لیکن صاحب مفتاح السعادة نے لکھا ہے کہ سب ہی اونچا درجہ بخاری

شریف کا ہے۔ اس کے بعد صحیح مسلم کا، پھر سنن ابوداؤد کا اور یہی ترتیب مناسب ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں رجال کے تین طبقے قائم کئے ہیں جس کے متعلق امام حاکم اور حافظ بیہقی نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صرف پہلے ہی طبقہ کی روایات کو جگہ دی ہے۔ لیکن قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ انہوں نے طبقہ ثانیہ کی روایات کو بھی اپنی کتاب میں درج کیا ہے، علامہ نووی نے ان کے قول کی تحسین کی ہے، حضرت گنگوہی نے اپنی تقریر مسلم میں فرمایا ہے کہ بعض جگہ انہوں نے طبقہ ثالثہ کی روایت کو بھی جمنوا و استشاداً بیان کیا ہے۔ بہر کیف مسلم شریف میں طبقہ اولیٰ و طبقہ ثانیہ کی روایات موجود ہیں اس پر ابن سید الناس نے لکھا ہے کہ امام داؤد نے بھی ضعیف اور ناقابل اعتبار روایات سے گریز کیا ہے اور جہاں کہیں ضعف شدید ہے اس کی وجہ بیان کر دی ہے۔ نیز قسم اول و ثانیہ کی روایات بکثرت اپنی کتاب میں لائے ہیں معلوم ہوا کہ دونوں کے شرائط ایک ہیں۔ یعنی مسلم شریف میں صحیح اور حسن دونوں طرح کی روایات ہیں، لیکن امام زین العفراتی نے اس کو حلیم نہیں کیا کہ دونوں کے شرائط ایک ہیں کیونکہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا ہے ان کی کتاب کو کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ان کے نزدیک حسن ہے اس لئے کہ حدیث حسن کا درجہ صحیح سے کمتر ہے اور امام داؤد کا مشہور قول ہے کہ ”ما سکت عنہ فوصاح“ جس حدیث سے میں سکوت اختیار کروں وہ قابل استدلال ہے اس میں حسن و صحیح دونوں کا احتمال ہے۔ امام ابوداؤد سے یہ کہیں منقول نہیں کہ جس کو میں صحیح کہوں وہ صحیح ہی ہے، علاوہ ازیں امام زہری کے تلامذہ کے پانچ طبقات ہیں۔ امام مسلم نے طبقہ ثانیہ کی روایات کو اصلانہ ذکر کیا ہے اور طبقہ ثالثہ کی روایات کو جمنوا اور امام ابوداؤد طبقہ ثالثہ کی روایات کو بھی اصلانہ لائے ہیں ان وجوہ کی بناء پر سنن ابی داؤد کا مقام صحیح مسلم کے بعد ہی رکھا جائے گا۔

تافلین و رواۃ اور سنن ابوداؤد کے نسخے..... سنن ابوداؤد کے قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں تقدیم و تاخیر اور کمی بیشی کے لحاظ سے بہت زیادہ فرق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام داؤد سے اس کتاب کو متعدد حضرات نے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن جعفر بن الزبیر نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ امام ابوداؤد سے ان کی کتاب السنن ہم تک چار حضرات کی متصل اسناد سے پہنچی ہے اور انہی کے نسخے زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) حافظ ابو بکر محمد بن بکر بن محمد بن عبد الرزاق التمار البصری متوفی ۳۴۵ھ جو ابن واسلہ سے مشہور ہیں۔ ان کی روایت اور روایتوں کی نسبت بہت مکمل اور جامع ہے اور بلاد مغرب میں زیادہ رائج ہے، حافظ ابو بکر جصاص حنفی صاحب ”احکام القرآن“ سنن ابوداؤد کو ان ہی سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایت میں کتاب الادب سے از باب بالقول لواء صحت باب الرجل یتقی الی غیر موالیہ، ساقط ہے۔ ان سے شیخ ابو سلیمان خطابی نے بصرہ میں ۳۴۵ھ میں سنن ابوداؤد سنی ہے، ان کے علاوہ ابو محمد عبد اللہ بن عبد المؤمن قرطبی (من قدام شیوخ ابن عبد البر) ابو علی حسن بن محمد روزباری، ابو عمر احمد بن سعید بن حزم، ابو حفص عمر بن عبد الملک خولانی اور ابو علی حسن بن داؤد سرقدی وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے۔ وروی عنہ بالا جازۃ ابو نعیم الاصبہانی۔

(۲) ابو علی محمد بن احمد بن عمرو لولوی بصری متوفی ۳۲۱ھ ان کا نسخہ ہند و عرب اور بلاد مشرق میں زیادہ مشہور ہے اور مصر و ہندوستان میں جو نسخے مطبوعہ ہیں وہ انہی کی روایت سے ہیں ان کے نسخے کو اس حیثیت سے بھی ترجیح حاصل ہے کہ انہوں نے کتاب السنن کا سماع محرم ۲۷۵ھ میں کیا ہے جب کہ امام ابوداؤد نے اس کا آخری الماع کر لیا تھا کیونکہ اسی سال بروز جمعہ ۱۶ شوال کو امام مدوح نے سفر آخرت اختیار کیا ہے، ابن واسلہ اور لولوی کے نسخوں میں ترتیب کے اعتبار سے تقدیم و تاخیر بھی ہے اور تعداد احادیث کے لحاظ سے کمی بیشی بھی ہے۔ نیز امام ابوداؤد نے احادیث پر جو کلام کیا ہے وہ بھی بعض نسخوں میں کم ہے اور بعض میں زائد، پھر بھی یہ نسخے قریب قریب ہیں کچھ زیادہ تفاوت نہیں ہے، ان سے ابو عمر قاسم

۱۔ قال صاحب الحطه بفتح السين وتخفيفها، لص عليه القاضي ابو محمد بن حوطه والقيه في اصل القاضي ابي الفضل عياض بن موسى اليحصي المالكي من كتاب القيت مشدداد كذا وجدته في بعضها ما قبله عن شيخنا ابي الحسن الغافلي شكلا من غير تنصيص ۲۲

بن جعفر بن عبد الوہد ہاشمی اور عبد اللہ الحسین بن بکر بن محمد الوراق معروف بہ اس وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے۔
(۳) حافظ ابو عیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید الرطبی متوفی ۳۲۰ھ یہ امام ابو داؤد کے دراق اور کاتب تھے۔ ان کا نسخہ ابن داسہ کے نسخے کے قریب قریب ہے لیکن کچھ زیادہ رائج نہیں ہے، ان سے حافظ ابو عمر احمد بن دحیم بن خلیل نے ۳۱۷ھ میں سماع کیا ہے۔

(۴) حافظ ابو سعید احمد محمد بن زیاد بن بشر معروف بابن الاعرابی متوفی ۳۴۰ھ ان کا نسخہ نہایت صغیر ہے۔ چنانچہ اس میں کتاب الفتن، کتاب الملاحم، کتاب الحروف، کتاب الخاتم اور قریب نصف کتاب اللباس اور بہت سی احادیث متعلقہ وضوء و صلوٰۃ اور نکاح نہ وارد ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ”مجموع العیون“ میں اور ابن طولون نے ”المعجم الاوسط“ میں ذکر کیا ہے۔ ان سے ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن محمد بن غالب التمدار، ابو عمر احمد بن سعید بن حزم اور ابو حفص عمر بن عبد الملک خولانی وغیرہ راوی ہیں اور ان سے علامہ خطابی نے مکہ مکرمہ میں سنن ابو داؤد سنی ہے۔ ان چار کے علاوہ کچھ اور حضرات کے نسخے بھی مروی ہیں۔ جیسے

(۵) ابو الطیب احمد بن ابراہیم بن عبد الرحمن اشجانی

(۶) ابو عمر و احمد بن علی بن الحسن یسری

(۷) ابو الحسن علی بن الحسن بن عبد انصاری۔ ان کے نسخہ میں بعض ایسے امور زائد ہیں جو نقد احادیث کے سلسلہ میں بہت زیادہ نافع ہیں۔ عبد الغنی مقدسی کے نسخہ کے آخر میں ہے کہ انہوں نے امام ابو داؤد سے انکی سنن چھ بار سنی ہے۔

(۸) ابو اسامہ بن عبد الملک بن یزید الرواس

(۹) ابو سالم محمد بن سعید الجلودی۔

سنن ابی داؤد کی مقبولیت..... امام موصوف کے شاگرد حافظ محمد بن مخلد دوری متوفی ۳۳۱ھ کا بیان ہے کہ آپ نے کتاب السنن تصنیف کی اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو محدثین کے لئے ان کی کتاب قرآن کی طرح قابل اتباع بن گئی۔ یحییٰ بن زکریا بن یحییٰ کہتے ہیں کہ اصل اسلام کتاب اللہ ہے اور فرمان اسلام سنن ابی داؤد علامہ ابن حزم کا بیان ہے کہ ایک بار حافظ سعید بن سکن صاحب الصحیح متوفی ۳۵۳ھ کی خدمت میں اصحاب حدیث کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور انہوں نے کہا ہمارے سامنے حدیث کی بہت سی کتابیں آگئی ہیں اگر شیخ اس سلسلہ میں کچھ ایسی کتابوں کی طرف ہم لوگوں کی رہنمائی کریں کہ جن پر ہم اتکاف کر سکیں تو بہتر ہے حافظ ابن السکن نے یہ سن کر کچھ جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کر سیدھے اندر گھر میں تشریف لے گئے اور کتابوں کے چار بستے لاکر اوپر تلے رکھ دیئے پھر فرمانے لگے یہ اسلام کی بنیادیں ہیں کتاب مسلم، کتاب بخاری، کتاب ابی داؤد کتاب نسائی۔

بشارت اور علیی تائید..... حافظ ابو طاہر نے بعد خود حسن بن محمد بن ابراہیم ازودی سے روایت کی ہے کہ حسن بن محمد نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص سنت سے تمسک کرنا چاہے اس کو سنن ابو داؤد پڑھنا چاہیئے۔

سنن ابو داؤد پر ابن جوزی کی تنقید..... علامہ جوزی نے جامع ترمذی کی تئیں، سنن نسائی کی دس اور سنن ابو داؤد کی نو احادیث کو موضوع قرار دیا ہے لیکن اول تو ابن جوزی نقد روایات میں تشدد مانے گئے ہیں چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب، الموضوعات، میں بہت سی ایسی حدیثوں کو موزوں کہہ دیا ہے جن کے موزوں ہونے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ صرف ضعیف ہیں، حافظ ذہبی نے بھی اپنا یہی نظریہ ظاہر کیا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ نقد روایات میں ابن جوزی کے تشدد اور حاکم کے تساہل نے ان کی کتابوں سے انتفاع کو مشکل بنا دیا ہے پس ان دونوں سے نقل کے وقت ناقل کیلئے

احتیاط ضروری ہے دوسرے یہ کہ علامہ سیوطی نے چار روایات کا جواب، القول الحسن فی الذب عن السنن، میں اور باقی کا جواب التبعیقات علی الموضوعات، میں دے دیا ہے اس لئے ابن جوزی کا ہر حدیث کے متعلق وضع کا فیصلہ صحیح نہیں۔
سنن ابی داؤد کے حواشی و شروح..... علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے تحفین پر تو بہت کچھ لکھا ہے اور منطول و مختصر اور متوسط ہر قسم کی شروح لکھی ہیں لیکن سنن ابی داؤد کے ساتھ تحفین جیسا اعتناء نہیں کیا تاہم علماء نے اس کی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔
(۱) معالم السنن۔

از ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب الخطابی البستی متوفی ۳۸۸ھ، یہ سب سے عمدہ نہایت معتبر، بہت نافع اور قدیم شرح ہے۔

(۲) مرقاۃ الصعود

از علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نہایت لطیف شرح ہے جس کی تلخیص (۳) درجات مرقاۃ الصعود کے نام سے علامہ دمشقی نے کی ہے۔

(۴) المختبی۔ از حافظ زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ المنذری البصری متوفی ۶۵۶ھ

(۵) تہذیب السنن۔

از حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن القیم الجوزی الحنبلی متوفی ۷۵۱ھ مختصر مگر تحقیقات لائقہ سے بھرا ہوا حاشیہ ہے۔

(۶) الجبالۃ۔

از حافظ شہاب الدین ابو محمود احمد بن محمد بن ابراہیم المقدسی متوفی ۷۶۹ھ علامہ خطابی کی شرح معالم السنن کی تلخیص ہے۔

(۷) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملحق الشافعی متوفی ۸۰۳ھ

(۸) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ ابو زرعدہ ولی الدین احمد بن عبد الرحیم عراقی متوفی ۸۲۶ھ

(۹) شرح سنن ابی داؤد

از حافظ علاء الدین بن شیخ مغلطائی متوفی ۷۶۲ھ مگر یہ دونوں شرحیں کامل نہیں ہوئیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے شرح عراقی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی شروع کتاب سے سجدہ سونک سات جلدیں ہیں اور ایک جلد میں صیام، حج اور جماد ہے۔ اگر یہ پوری ہو جاتی تو چالیس جلدوں سے زائد میں ہوتی۔

(۱۰) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ شہاب الدین احمد بن حسین الرملی المقدسی الشافعی متوفی ۸۴۴ھ

(۱۱) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ قطب الدین ابو بکر بن احمد بن دین المعینی الشافعی متوفی ۶۵۲ھ۔ یہ چار ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۱۲) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ شہاب بن رسلان، صاحب غایۃ المقصود نے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی نے بلاد

عرب میں ان کی شرح آٹھ ضخیم جلدوں میں دیکھی ہے۔

(۱۳) شرح سنن ابی داؤد۔

از علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفی المتوفی ۸۵۵ھ

(۱۴) شرح سنن ابی داؤد۔ از شیخ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ یہ نام تمام ہے۔

(۱۵) غایۃ المقصود۔

از شیخ شمس الحق ابو الطیب عظیم آبادی، غالباً اس کا صرف جزو اول ہی طبع ہو سکا ہے۔

(۱۶) عون المعبود۔

از شیخ محمد اشرف، یہ غایۃ المقصود کی تلخیص ہے اور چار جلدوں میں ہے، لیکن آخر کتاب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود شیخ شمس الحق ہی نے اپنی شرح کی تلخیص کی ہے۔

(۱۷) فتح الودود۔

از علامہ ابوالحسن عبدالہادی بندہ صی متوفی ۱۱۳۹ھ۔ وهو شرح لطیف بالقول

(۱۸) التعلیق المحمود۔

مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی کا نہایت عمدہ اور مشہور حاشیہ ہے۔

(۱۹) بذل الجہود۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی بہترین شرح ہے جو اہل علم میں مشہور و معروف ہے۔

(۲۰) المنہل اللورور۔

یہ جدید شرح حجاز سے آئی ہے جو مختصر اور مفید ہے۔

(۲۱) انوار المحمود۔

حضرت شاہ صاحب کے اقادات کا مجموعہ ہے۔

(۲۲) الہدی المحمود ترجمہ سنن ابی داؤد

از مولوی وحید الزماں بن مسیح الزماں لکھنوی۔

(۲۳) فلاح و بہود شرح اردو قال ابو داؤد۔

نادم تحریر کی تالیف ہے جس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ باقی زیر تالیف ہے۔ اس میں قال ابو داؤد کا بہترین حل ہے اور اقوال سے متعلقہ ابواب کی مفصل تشریح۔

(۱۸) امام ابن ماجہ

نام و نسب..... محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، الربیع القرظی بنی نسیب، ابن ماجہ عرف لور والد کانام یزید ہے۔ عام کتابوں میں داؤد کانام مذکور نہیں، لیکن شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان الحدیث میں داؤد کانام عبد اللہ لکھا ہے۔ اب شجرہ نسب یحییٰ بن ابو عبد اللہ بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ الربیع القرظی بنی۔

حقائق ماجہ..... ماجہ کے بارے میں سخت اختلاف ہے بعض اس کو داؤد کانام سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں۔ بعض کا قول ہے کہ یہ آپ کی والدہ ماجدہ کانام ہے علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے بعض علماء سے اس قول کی تصحیح بھی نقل کی ہے چنانچہ تاج العروس شرح قاموس میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں ایک لور قول بھی ہے لور اس کی بھی علماء نے تصحیح کی ہے کہ ماجہ آپ کی والدہ کانام تھا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی استان الحمدین میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”اور صحیح یہی ہے کہ ماجہ، تخفیف میم آپ کی والدہ تھیں۔ لہذا ابن میں الف لکھنا چاہیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابن ماجہ محمد کی صفت ہے نہ کہ عبد اللہ کی۔ نواب صدیق حسن خان نے بھی الخطہ بذکر صحاح ستہ اور اتحاد النبلاء المتقین باحیاء ماثر الفقہاء والحمدین میں بعینہ یہی نقل کر دیا ہے۔ مگر خود شاہ صاحب موصوف کے عجائب نافعہ میں ہے کہ ماجہ ابو عبد اللہ کے والد کا لقب ہے دادا کا نہیں اور ماں کا نام بھی نہیں ہے۔“

شاہ صاحب نے عجائب نافعہ میں جو لکھا ہے اکثر علماء کی تصریحات اسی کے مطابق ہیں۔ پھر اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ مورخین قزوین کو ہے کہ اہل البیت ادوی بمافیہ (گھر کی بات گھر والے ہی خوب جانتے ہیں) اور ان حضرات کے بیانات حسب ذیل ہیں۔

محدث رافعی تاریخ قزوین میں امام ماجہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ ”ان کا نام محمد بن یزید ہے اور ماجہ یزید کا لقب ہے۔ جس پر تشدید نہیں ہے۔ یہ فارسی نام ہے اور کبھی ان کا شجرہ نسب یوں بھی بیان کر دیا جاتا ہے محمد بن یزید بن ماجہ، لیکن یہ بات زیادہ ثابت ہے۔“

حافظ ابن کثیر نے ”البدایۃ والنہایۃ“ میں حافظ خلیلی کے حوالہ سے جو قزوین کے مشہور مورخ ہیں نقل کیا ہے کہ ماجہ یزید کا عرف تھا سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بارے میں خود امام ابن ماجہ کے مشہور ترین شاگرد حافظ ابوالحسن بن القطن کا بیان موجود ہے جس میں وہ نہایت جزم کے ساتھ تصریح کرتے ہیں کہ ماجہ آپ کے والد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے القاموس المجید میں اور ابوالحسن سندھی نے شرح ابن ماجہ میں صاف تصریح کی ہے کہ ”ماجدہ آپ کے والد ماجد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔“

ماجدہ حسب تصریح رافعی فارسی نام ہے جو غالباً ماجہ یا ماجہ کا معرب ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ عجمی نژاد ہیں عربی النسل نہیں۔ پس ربیعہ جو آپ کی نسبت ہے یہ نسلی نہیں بلکہ نسبت دلاء ہے جیسا کہ ابن خلکان نے تصریح کی ہے۔ تحقیق قزوین..... قزوین عراق بنجم کا مشہور شہر ہے۔ جس کو امام ابن ماجہ کے وطن عزیز ہونے کا فخر حاصل ہے یہ ایران کے صوبہ آذربائیجان میں واقع ہے۔ علامہ یاقوت حموی معجم البلدان میں جو عربی زبان میں قدیم جغرافیہ پر مشہور ترین کتاب ہے رقمطراز ہیں۔

”قزوین میں قاف پر زبر، زاپر سکون، واؤ پر زیر اور یاء ساکن ہے، یہ مشہور شہر ہے اس کے اور رے کے درمیان ۲۷ فرسخ کی مسافت ہے اور ابھر اس کے بارہ فرسخ پر ہے۔ یہ شہر اقلیم چہارم میں پچھتر درجہ طول بلد اور ۳۷ درجہ عرض بلد پر واقع ہے۔ ابن الفقہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے جس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی وہ شاہ پور ذوالاکتاف تھا۔ قزوین حضرت عثمان کے عہد خلافت میں فتح ہوا ہے۔ آپ نے ۲۴ھ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو رے کا والی مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اسی سنہ میں پہلے ابھر کو فتح کیا۔ پھر قزوین پر آکر اپنی فوجیں ڈال دیں۔ اہل شہر نے صلح کی درخواست کی۔ آپ نے اہالی ابھر سے جن شرائط پر صلح کی تھی وہی شرطیں ان کے سامنے رکھیں۔ قزوین والوں نے سب شرطیں منظور کر لیں مگر جزیہ دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ لیکن جب حضرت براء رضی اللہ عنہ نے صاف کہہ دیا کہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا تو سب نے اسلام قبول کر لیا۔ جس کی بدولت ان کی سابقہ حالت برقرار رہی اور قزوین کی سب اراضی عشری قرار پائیں۔ صاحب حبیب السیر نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں شہر قزوین میں ایک شخص نے ایک خربوزہ چاک کیا تو اس میں ایسی روشنی نمودار ہوئی کہ پورا مکان روشن ہو گیا اور تین روز تک برابر روشن رہا۔ لوگ جوق در جوق تماشہ دیکھنے کیلئے آتے رہے۔“

فن حدیث میں قزوین کی شہرت کا آغاز تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اس صدی میں جو مشہور محدث

یہاں کے باشندے یا تزیل تھے ان میں محمد بن سعید بن سابق ابو عبد اللہ رازی متوفی ۲۱۰ھ حافظ علی بن محمد ابو الحسن طنافسی متوفی ۲۳۳ھ حافظ عمرو بن رافع ابو حجر بجلی متوفی ۲۳۳ھ، اسماعیل بن توبہ ابو سلیمان قزوینی حنفی متوفی ۲۳۷ھ اور امام ابن ماجہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں بعد میں یہاں کی خاک سے بڑے بڑے محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے جن کے ذکر سے تواریخ قزوین مالا مال ہیں۔

ولادت باسعادت امام ابن ماجہ کی ولادت جیسا کہ خود ان کی زبانی ان کے شاگرد جعفر بن اوریس نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے ۲۰۹ھ میں واقع ہوئی جو ۸۲۴ عیسوی کے مطابق ہے۔

عمد طالب علمی امام ابن ماجہ کے بچپن کا زمانہ علوم و فنون کیلئے باغ و بہار کا زمانہ تھا۔ اس وقت بنو عباس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا اور دو دہان عباسی کا گل سرسید مامون عباسی سہر بر آرائے خلافت بغداد تھا اور قزوین میں بڑے بڑے علماء مثلاً ابو الحسن علی بن محمد طنافسی متوفی ۲۳۳ھ، ابو حجر عمرو بن رافع بجلی متوفی ۲۳۳ھ، ابو سلیمان (ابو سہل) اسماعیل بن توبہ قزوینی متوفی ۲۳۷ھ، ابو موسی ہارون بن موسی بن حبان تمیمی متوفی ۲۴۸ھ اور ابو بکر محمد بن ابی خالد یزید قزوینی وغیرہ مسند درس و افتاء پر جلوہ افروز تھے۔ امام ابن ماجہ نے پہلے ان سے حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم کیا۔ اس کے بعد تکمیل فن کیلئے بلاد اسلامیہ کی طرف رحلت کی تاکہ ایک حافظ حدیث کیلئے طرق و اسانید کا جتنا سرمایہ درکار ہے وہ فراہم ہو جائے۔

طلب حدیث کیلئے رحلت امام ابن ماجہ اکیس بائیس سال کی عمر تک وطن عزیز ہی میں تحصیل علم میں مصروف رہے۔ جب یہاں سے فارغ ہوئے تو دوسرے ممالک کا سفر اختیار کیا۔ آپ کی رحلت علیہ کی صحیح تاریخ تو معلوم نہ ہو سکی مگر علامہ صفی الدین خزر جی نے خلاصہ تہذیب الکمال میں اسماعیل بن عبد اللہ بن زرارہ ابو الحسن رتی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ ابن ماجہ نے ۲۳۰ھ کے بعد سفر کیا ہے اس سے اتنا معلوم ہوا کہ غالباً عمر عزیز کے تیسویں سال آپ نے راہ طلب میں وطن مالوف سے قدم باہر نکالا ہے اور حسب تصریح مورخین مختلف ممالک خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام اور مختلف شہروں رے، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ اور دمشق وغیرہ کی خاک چھانی ہے، چنانچہ حافظ ابو یعلیٰ خلیلی لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ نے کوفہ، بصرہ، مصر اور شام کا سفر کیا۔ حافظ ابن جوزی رقمطراز ہیں کہ مکہ، بصرہ، کوفہ، بغداد، شام، مصر اور رے کا سفر کیا۔ مورخ شمس الدین بن خلکان فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے لکھنے کیلئے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام، مصر اور رے کا سفر کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام اور دیگر بلاد میں سماع حدیث کیا۔ شیوخ و اساتذہ حافظ ابن حجر کے الفاظ ”غیر ہامن البلاد“ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فہرست انہی ناموں تک محدود نہیں بلکہ امام ابن ماجہ کے حدود سفر میں ان کے علاوہ اور شہر بھی داخل ہیں۔ چند اساتذہ کرام کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

ابو مصعب احمد بن ابی بکر زہری، ابو اسحاق ابراہیم بن المنذر خزاعی، بکر بن عبد الوہاب خواہر زادہ وادعی، ابو محمد حسن بن علی الخلال حلوانی، ابو عبد الرحمن سلمہ بن شیبہ نیشاپوری، محمد بن سحی عدنی، حسین بن حسن سلمی، محمد بن میمون الخياط، محمد بن سلمہ عدنی، یزید بن عبد اللہ یمامی، عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، عبد اللہ الاشج، محمد بن عبد اللہ ہمدانی، ابو کریب محمد بن الطاء، ہناد بن السری، ولید بن شباع سکونی، اسماعیل بن موسی فزاری، علی بن منذر رودی، عبد اللہ بن عمر حضری، حسن بن مدرک الطحان سدوسی، زید بن اخزم طائی، عباس عنبری، عباس بن یزید بحرانی، عبد اللہ بن اسحاق البدع جوہری، عقبہ بن مکرم، عمرو بن علی الفلاس، محمد بن بشار، محمد بن اثی، محمد بن معمر بحرانی، نصر بن علی جہضمی، احمد بن عبدہ ضمی، بشر بن ہلال الصواف، محمد بن غلام بابلی، احمد بن ابراہیم الدوری، ابراہیم بن سعید جوہری، ربیع بن مرجم غفاری، زہیر بن حرب نسائی، بوقلابہ عبد الملک وقاشی، فضل بن یعقوب رخاوی، محمد بن اسحاق صاعانی، ابو الاحوص محمد بن ابی شیم، احمد بن شان واسطی، اسحاق بن وہب العلاف، ایوب بن حسان الدقاق، حسین بن محمد البزار، صالح بن ابی شیم البصری، عمار بن خالد۔

اصحاب و تلامذہ..... امام ابن ماجہ کے تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے۔ حافظ جمال الدین حزی نے تہذیب الکمال میں حسب ذیل حضرات کے نام گنائے ہیں۔

علی بن سعید بن عبد اللہ عسکری، ابراہیم بن دینار جرشہ، ہمدانی، احمد بن ابراہیم قزوینی، ابو الطیب احمد بن روح شعرانی، اسحاق بن محمد قزوینی، جعفر بن لورس، حسین بن علی بن برانیہ، سلیمان بن یزید قزوینی، محمد بن عیسیٰ صفار، ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ قزوینی، ابو عمر واحد بن محمد بن حکیم مدنی اصبہانی، ان ناموں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں و آخرون یعنی ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

علماء کا آپ کی خدمت میں خراج تحسین..... امام ابن ماجہ کی امامت فن، فضل و کمال، جلالت شان، وسعت نظر، حفظ حدیث اور ثقاہت کے تمام علماء معترف ہیں اور ہر دور کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے ترجمہ میں ان چیزوں کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔ چنانچہ ابو یعلیٰ خلیلی لکھتے ہیں کہ ”ابن ماجہ بڑے ثقہ، متفق علیہ، قابل احتجاج میں آپ کو حدیث اور حفظ حدیث میں پوری معرفت حاصل ہے۔“

حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ آپ نے بہت سے شیوخ سے سماع حدیث کیا اور سنن، تاریخ، تفسیر تصنیف کی۔ آپ ان سب چیزوں کے عارف تھے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ”بیشک آپ حافظ حدیث، صدوق اور وافر العلم تھے۔“ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ حدیث کے امام، حدیث اور اس کے جمیع متعلقات سے واقف تھے۔

مسلم..... امام ابن ماجہ کا بھی مسلک متعین طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک امام احمد کے مسلک کی طرف میلان تھا۔ علامہ انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ شاید امام ابن ماجہ شافعی تھے۔ علامہ طاہر جزائری فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ وغیرہ علماء و مجتہدین میں سے کسی کے مقلد نہیں تھے بلکہ ائمہ حدیث امام شافعی، احمد، اسحاق اور ابو عبیدہ کے قول کی طرف میلان رکھتے تھے۔ یعنی اہل عراق کے مذہب کے مقابلہ میں اہل حجاز کی طرف زیادہ مائل تھے جس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے۔

وفات..... امام ابن ماجہ کی وفات خلیفہ معتمد علی اللہ عباسی کے عہد میں ہوئی ہے۔ بقیہ مصنفین صحاح ستہ نے بھی بجز امام نسائی کے اسی کے دور خلافت میں وفات پائی ہے۔ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی شروط الائمۃ السہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے قزوین میں امام ابن ماجہ کی تاریخ کا نسخہ دیکھا تھا۔ یہ عہد صحابہ سے لے کر ان کے زمانہ تک کے رجال اور احوال کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس تاریخ کے آخر میں امام ممدوح کے شاگرد جعفر بن اور لیس کے قلم سے حسب ذیل تحریر ثبت تھی۔ ”ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ نے دو شنبہ کے دن انتقال فرمایا اور سہ شنبہ ۲۲ھ رمضان المبارک ۲۷۳ھ کو دفن کئے گئے اور میں نے خود ان سے سنا، فرماتے ہیں کہ میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال تھی۔ آپ کے بھائی ابو بکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے ہر دو برادران ابو بکر اور ابو عبد اللہ اور آپ کے صاحبزادے عبد اللہ نے آپ کو قبر میں اتار اور دفن کیا۔“

امام ابو القاسم رافعی نے تاریخ قزوین میں یہ بھی لکھا ہے کہ غسل میت محمد بن علی قمران اور ابراہیم بن دینار وراق نے دیا تھا۔

تصانیف..... امام ابن ماجہ نے حسب ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

(۱) التفسیر۔

جس کے متعلق مشہور مفسر حافظ عماد الدین ابن کثیر ”الہدایۃ والنہایۃ“ میں لکھتے ہیں ”ولا ابن ماجہ تفسیر حافل“

حافظ صاحب کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ یہ ایک ضخیم تالیف ہے۔ اس میں امام ابن ماجہ نے قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں جس قدر احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال مل سکتے ہیں ان سب کو بالاسناد روایت کیا ہے۔ (۲) التاریخ

جس کا تعارف مورخ ابن خلکان نے ”تاریخ تلخیص“ اور محدث ابن کثیر نے ”تاریخ مکمل“ کے الفاظ سے کر لیا ہے۔ یہ صحابہ سے لے کر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے جس میں بلاد اسلامیہ اور روایان حدیث کے حالات ہیں۔

(۳) السنن..... امام ابن ماجہ کی وہ مایہ ناز اور شہرہ آفاق تصنیف ہے جس نے آپ کی امامت فن کا سکھ بٹھایا۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود امام ابن ماجہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے اس سنن کو جب امام ابو زرعہ کے سامنے پیش کیا تو وہ اس کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو یہ (حدیث کی موجودہ) تصنیفات یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

محدث ابو القاسم امام الدین عبد الکریم بن محمد قزوینی تاریخ قزوین میں رقمطراز ہیں کہ ”حفاظ حدیث امام ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے برابر رکھتے ہیں اور اس کی روایات سے احتجاج کرتے ہیں۔“
حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں فرماتے ہیں کہ ”یہ کتاب امام ابن ماجہ کے علم و عمر، تبصر، اطلاع اور اصول و فردع میں ان کی اتباع سنت کو بتاتی ہے۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ان کی کتاب سنن (احکام) میں ایک عمدہ اور جامع کتاب ہے۔
تعداد روایات..... امام ابن ماجہ نے لاکھوں احادیث کے ذخیرے سے چار ہزار روایات کا انتخاب کر کے بتیس کتب اور پندرہ سو ابواب کے تحت پوری مناسبت کے ساتھ درج کیا ہے۔

تألیفین و رواۃ..... آپ کی کتاب السنن کے مشہور راوی جیسا کہ امام رافعی نے تاریخ قزوین میں لکھا ہے یہ چار حضرات ہیں۔ ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بحر القحطانی نے تہذیب التہذیب میں روایان سنن میں سعد بن ابی حمزہ بن دینار و شخصوں کے نام کا اور اضافہ کیا ہے۔

ان سب لوگوں میں جس شخص کی روایت کو قبول عام نصیب ہو ہے وہ حافظ ابو الحسن القحطانی ہیں۔ ان کے نسخہ میں بہت سی روایتیں خود ان کی سند سے بھی منقول ہیں۔ چنانچہ مطبوعہ نسخوں میں جس جگہ قال ابو الحسن حدیثاً آتا ہے اس سے یہی مراد ہیں۔

یہ ابو الحسن اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، حافظ حدیث، صاحب تفسیر، عالم فقہ، ماہر نحو و لغت اور عابد و زاہد تھے۔ تیس سال تک صائم الدھر رہے۔ افطار میں صرف روٹی اور نمک پر گذران کرتے تھے۔ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے کہا کرتے تھے کہ یہ مجھے کثرت کلام کی سزا ملی ہے۔

ثلاثیات..... سنن ابن ماجہ میں پانچ حدیثیں ثلاثی ہیں جو امام بخاری کے بعد مصنفین صحاح میں سب سے زیادہ ہیں۔ یہ پانچوں روایتیں ایک ہی شخص جبارہ بن مفلس سے بواسطہ کثیر بن سلیم حضرت انس بن مالک سے مروی ہیں اور یہ اگرچہ امام ابن ماجہ کے طبقہ کے لحاظ سے بہت عالی ہیں مگر سند کے لحاظ سے ان کا کوئی خاص وزن نہیں، کیونکہ کثیر بن سلیم راوی پر محدثین عام طور پر جرح کرتے چلے آئے ہیں۔ روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) من احب ان یشکر اللہ حیر بہیۃ فلیتوضا اذا حضر غذاؤہ و اذا رفع (باب الوضوء عند الطعام)

(۲) ما رفع من مین یدی رسول اللہ ﷺ فضل شواء قط ولا حملت معہ طفلیۃ (باب الشواء)

(۳) الخیر اسرعه الی البیت الذی یغشی من الشرف الی سنام البعیر (باب الصیافۃ)

(۴) ما مررت ببلد اسری بلی سلاء الا قالوا لیا محمد مر لک بالجمامۃ (باب الجمامۃ)

(۵) ان ہذہ الامۃ مرحومۃ عذابہا باید یرافاذا کان یوم القیامۃ دفع الی کل رجل من الشرکین فیقال ہذا فداؤک

من النار (باب صفۃ امتہ محمد ﷺ)

صحت کے اعتبار سے سنن ابن ماجہ کا درجہ حافظ شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں کہ سنن ابو عبد اللہ (ابن ماجہ) اچھی کتاب ہے، کاش اس کو چند ایسی حدیثیں جو تعداد میں زیادہ نہیں خراب نہ کرتیں۔

یہ چند روایات کہ جنہوں نے سنن ابن ماجہ جیسی صاف کتاب کو گدلا اور مکدر بنادیا ان کی تعداد کیا ہے اس کے بارے میں حافظ محمد طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ میں نے شہرے میں ایک قدیم جزء کی پشت پر حافظ ابو حاتم معروف بخاموش کے قلم سے یہ لکھا دیکھا ہے۔

”ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ ابن ماجہ کی کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں بجز تھوڑی سی مقدار کے کہ جن میں کچھ خرابی موجود ہے اور کوئی بات نہ دیکھی۔ چنانچہ انہوں نے کچھ اوپر دس روایات ایسی ذکر کی ہیں۔“ لیکن حافظ ذہبی نے تذکرہ الحفاظ میں ابوزرعہ ہی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں کہ جن کی اسناد میں ضعف ہو۔

غالباً یہ تیس کے قریب وہی روایتیں ہیں جن کو حافظ ابن جوزی نے موضوعات میں داخل کیا ہے یا دیگر محدثین نے ان میں سے بعض روایات کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔ رہی عام ضعیف روایات سو واقعی اس کتاب میں بکثرت ہیں۔ حافظ ذہبی ”سیر النبلاء“ میں لکھتے ہیں کہ

”ابوزرعہ کا یہ بیان کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں جن کی سند میں ضعف ہے، اگر صحیح ہیں تو ان کی مراد ان تیس حدیثوں سے نہایت گری ہوئی اور ساقط روایتیں ہیں ورنہ جن روایتوں سے حجت نہیں قائم ہوئی وہ تو بہت ہیں شاید ایک ہزار کے قریب ہوں۔“

ایک اہم غلط فہمی حافظ ابو الحجاج مزی نے اس بارے میں ایک عام حکم لگایا ہے کہ ”ہر وہ روایت جو صرف ابن ماجہ میں ہو اور صحاح ستہ کی کسی دوسری کتاب میں نہ ہو وہ ضعیف ہے“ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کلیہ سے اتفاق نہیں کیا۔ چنانچہ وہ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ میرے تتبع کے مطابق علی الاطلاق ایسا نہیں ہے اگرچہ فی الجملہ اس میں بہت سی منکر حدیثیں ہیں۔

حافظ ابن حجر کی رائے میں احادیث کی بہ نسبت رجال کے بارے میں ایسا کننا زیادہ مناسب ہے۔ فرماتے ہیں لیکن حافظ مزی کی تصریح کو رجال پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔ حدیثوں پر محمول کرنا صحیح نہیں جیسا کہ میں نے سابق میں بتلایا کہ جن روایات میں وہ ائمہ خمسہ سے منفرد ہیں ان میں سے صحیح حدیثیں بھی ہیں اور حسن بھی۔ مولانا عبد الرشید صاحب نعمانی کی تحقیق میں، رجال کے متعلق بھی کلی طور پر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ چنانچہ موصوف نے اپنی کتاب ابن ماجہ اور علم حدیث میں ان کو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا ہے، ہر کیف سنن ابن ماجہ میں کتب خمسہ کی بہ نسبت ضعیف حدیثیں زیادہ ہیں اس لئے اس کا درجہ صحاح ستہ میں سب سے فروتر ہے۔

سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں حافظ ابن السکون نے اسلام کی بنیادی کتابیں چار بتائی ہیں۔ صحیحین، ابوداؤد، نسائی۔ حافظ ابن مندہ نے بھی اسی پر اکتفا کیا ہے۔ بعد کو حافظ ابو طاہر سلفی نے جامع ترمذی کو بھی مذکورہ کتابوں کے ساتھ شمار کر کے تصریح کی ہے کہ ان پانچوں کتاب کی صحت پر علماء شرق و غرب کا اتفاق ہے۔

سنن ابن ماجہ کو کتب خمسہ کے بالمقابل سب سے پہلے جس شخص نے جگہ دی وہ حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی

متوفی ۵۰۷ھ ہیں جنہوں نے شرط الائمۃ السنۃ اور اطراف السنۃ دو مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ پہلی کتاب میں موصوف نے ائمہ خمسہ کے ساتھ امام ابن ماجہ کی شرط پر بھی بحث کی ہے اور دوسری کتاب میں ان چھوٹی کتابوں کے اطراف لحادیث کو جمع کیا ہے۔ بعد کو تمام مصنفین اطراف درجال نے بقول حافظ سیوطی ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ ارباب رجال میں سب سے پہلے حافظ عبد الغنی مقدسی متوفی ۶۰۰ھ نے الکمال فی اسماء الرجال میں ان چھوٹی کتابوں کے رجال کو مدون کیا ہے۔ اسی عمر میں حافظ ابن طاہر کے معاصر محدث زین بن معاویہ عبد ری سرسطنی مالکی متوفی ۵۲۵ھ نے اپنی کتاب ”التجریۃ للصحاح والسنن“ میں کتب خمسہ کے ساتھ سنن ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کی حدیثوں کو درج کیا ہے۔ اس بناء پر بعد کے علماء میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب موطا کو قرار دیا جائے یا سنن ابن ماجہ کو۔ علامہ ابن الاثیر جزیری متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی کتاب ”جامع الاصول“ میں محدث زین بن علی کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ لیکن عام متاخرین کا فیصلہ ابن ماجہ ہی کے حق میں ہے۔ محدث ابوالحسن سندھی شارح ابن ماجہ لکھتے ہیں کہ ”عام متاخرین اسی طرف ہیں کہ یہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے۔“

شروح و تعلیقات..... سنن ابن ماجہ پر بڑے بڑے حفاظ اور اہل فن حضرات نے شروح و تعلیقات لکھی ہیں۔

(۱) شرح سنن ابن ماجہ۔

حافظ علاء الدین بن حجر بن حجر بن عبد اللہ مغلطائی الحنفی متوفی ۷۲۷ھ کی سب سے پہلی اور سب سے جامع شرح ہے۔ افسوس ہے کہ یہ تمام نہ ہو سکی صرف ایک حصہ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۲) شرح سنن ابن ماجہ۔

علامہ ابن رجب زہیری کی تصنیف ہے اور یہ وہ ابن رجب نہیں جو شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد اور مشہور مصنف ہیں بلکہ یہ کوئی اور ابن رجب ہیں۔ ان کی شرح کا ذکر شیخ ابوالحسن سندھی نے اپنے حواشی میں کیا ہے۔ و ذکر السیوطی فی البقیۃ من الشارحین ذین الدین عبد الرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی المتوفی ۷۹۵ھ

(۳) تلمیذ الیہ الحاجہ علی سنن ابن ماجہ

مشہور مصنف شیخ سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ نے صرف زوائد کی شرح لکھی ہے۔ یعنی ان روایات کی جو کتب خمسہ میں موجود نہیں۔ یہ شرح ۸۰۰ھ میں لکھی گئی۔

(۴) الدیباچہ فی شرح سنن ابن ماجہ۔

شیخ کمال الدین محمد بن موسیٰ دیمیری متوفی ۸۰۸ھ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں میں ہے۔

(۵) شرح سنن ابن ماجہ۔

حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد معروف بسط ابن الجیمی متوفی ۸۴۱ھ کی مختصر سی تعلیق ہے۔

(۶) مصباح الزجاجہ۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کا مختصر سا حاشیہ ہے۔

(۷) نور مصباح الزجاجہ۔

شیخ علی بن سلیمان مالکی مغربی نے سیوطی کے حاشیہ مذکورہ کا اختصار کیا ہے۔

(۸) شرح سنن ابن ماجہ۔

شیخ ابوالحسن محمد بن عبد اللہ ہادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ کی شرح ہے جو سیوطی کے حاشیہ سے زیادہ جامع ہے۔ اس میں ضبط الفاظ حل غریب اور بیان اعراب کا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔

(۹) انجاء الحاجہ بشرح سنن ابن ماجہ۔

شیخ عبدالغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی حنفی متونی ۱۲۹۵ھ کی مختصر مگر جامع شرح ہے۔

(۱۰) حاشیہ بر سنن ابن ماجہ۔

مولانا فخر الحسن گنگوہی کا ہے جو مشہور و متداول ہے۔ اس میں علامہ سیوطی اور مولانا عبدالغنی دونوں کی شرحوں کو مع مزید اضافہ کے جمع کر دیا ہے۔

(۱۱) مفتاح الحاجت۔

شیخ محمد علوی کا حاشیہ ہے۔

(۱۹) امام ترمذیؒ

نام و نسب..... محمد نام، ابو عیسیٰ کنیت اور والد کا نام عیسیٰ ہے۔ پورا نسب یوں ہے۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمیٰ۔ ترمذی، بوغی، قبیلہ بنو سلیم سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے نسبت میں سلمیٰ کہلاتے ہیں۔ بوغی، قریہ بوغ کی جانب نسوے جو ترمذ سے کچھ فرسخ کی طرف کی مسافت پر واقع ہے۔ بعض روایات کی مطابقت امام ترمذی اسی میں سوزہ خواب میں علامہ سعدی نے ان کے نسب نامہ میں موسیٰ کے بجائے شہد لکھا ہے۔ امام ترمذی کے دادا مریز لاصل ہیں لیث بن یسار کے زمانہ میں ترمذ کی طرف منتقل ہو کر رہیں اقامت گزریں ہو گئے تھے۔

سنہ پیدائش اور تحقیق ترمذ..... امام ترمذی ۲۰۹ھ میں ترمذ مقام پر پیدا ہوئے۔ ترمذ ایک قدیم شہر کا نام ہے جو امود لریا کے (جس کو جیون اور نہر بلخ بھی کہتے ہیں) ساحل پر واقع ہے۔ لفظ مادر النہر میں بھی نہر سے پیشتر یہی نہر مراد لی گئی ہے۔ کسی زمانہ میں یہ نہایت شاندار اور مشہور تھا لیکن جنگیز خان کے ہنگامہ میں تباہ و برباد ہو کر صرف ایک قصبہ کی حیثیت کا رہ گیا ہے۔ حکیم محمد بن علی اور ابو بکر وراق اسی ترمذ کے باشندے تھے۔

لفظ ترمذ کے تلفظ میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ تاء اور میم کو مفتوح کہتے ہیں اور بعض دونوں کو مضموم حافظ ابن دقین العید فرماتے ہیں کہ

خود وہاں کے لوگ نیز دوسرے اشخاص کی زبان زوان دونوں کا کسرہ ہے اور یہی لیل درس کے یہاں مشہور ہے۔ ایک جماعت تاء کو فتح اور میم کو کسرہ دیتی ہے۔ وقال موتمن الساجی سمعت عبد اللہ بن محمد الانصاری یقول هو بضم التاء۔

تحصیل علم..... امام ترمذی جس دور میں پیدا ہوئے اس زمانہ میں علم حدیث درجہ شہرت کو پہنچ چکا تھا۔ بالخصوص خراسان اور مادر النہر کے علاقے تو مرکز کی حیثیت رکھتے تھے اور امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث کی سند علم بچھ چکی تھی۔ امام ترمذی کو شروع ہی سے تحصیل علم حدیث کا شوق دامن گیر ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے طلب حدیث کیلئے مختلف حصوں، علاقوں اور ملکوں کا سفر کیا۔ بصرہ، کوفہ، واسطہ، رے، خراسان اور حجاز میں برسوں زندگی گزاری۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ ”طاف البلاد وسمع خلقا من الخراسانین والعراقین والحجازین“

شیوخ و اساتذہ..... امام ترمذی نے اپنے زمانہ کے ہر خرمن حدیث سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری، امام مسلم، علی بن حجر مروزی، ہناتہ بن سری، قتیبہ بن سعید، محمد بن بشر، ابواسحاق ابراہیم بن سعید جوہری، بشر بن آدم، جادو بن معاذ، حاتم بن سبہ، رجا بن محمد، زیاد بن ایوب، سعید بن عبد الرحمن، صالح بن عبد اللہ بن ذکوان، عباس بن عبد العظیم، فضل بن سہل، محمد بن ابان بن وزیر نصر بن علی، ہارون بن عبد اللہ، یحییٰ بن آدم وغیرہ بڑے بڑے محدثین سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ جن شیوخ سے آپ نے ”جامع“ میں حدیثیں روایت کی ہیں ان کی تعداد ہماری شدہ کے مطابق

۱۔ شخص از ابن ماجہ اور علم حدیث، بستان الحدیث، محدثین عظام ۱۲۔

۲۰۶ ہے۔ جنہیں ۳۱ حضرات کوئی ہیں۔

امام بخاری و مسلم کا امام ترمذی سے سماع حدیث..... اگرچہ امام ترمذی امام بخاری کے ارشد اور مایہ ناز تلامذہ میں سے ہیں تاہم یہ شرف ان کو بھی حاصل ہے کہ خود استاد نے ان سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ چنانچہ ”ابواب التفسیر“ سورۃ الحشر میں حسب ذیل روایات کو لکھ کر ”حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن عن ہارون بن معاویہ عن حفص بن غیاث عن حبیب بن عمرو عن سعید بن جبیر عن النبی ﷺ مرسل فرماتے ہیں۔“ مجھ سے محمد بن اسماعیل نے یہ حدیث سنی ہے۔ اور ”ابواب اللغات“ میں حدیث ”یا علی لا یحل لاحد ان یجنب لی هذا المسجد غیر وغیرک“ کے متعلق لکھا ہے۔ ”وقد سمع محمد بن اسماعیل منی هذا الحديث۔“ خود امام بخاری کو بھی اپنے لائق شاگرد پر ناز تھا۔ چنانچہ آپ نے امام ترمذی کے سامنے اس امر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا تھا۔ ”انضمت بک اکثر مما انضعت بی“ ا میں نے تم سے اس سے زیادہ نفع اٹھایا جتنا تم نے مجھ سے اٹھایا ہے۔

اسی طرح امام مسلم بھی گو امام ترمذی کے استاد ہیں لیکن ایک روایت صحیح مسلم میں بھی امام ترمذی سے مروی ہے اور وہ احصوا ہلال شعبان لرمضان والی روایت ہے۔

اصحاب و تلامذہ..... بقول حافظ محمد موسیٰ بن علق ”مات البخاری فلم یخلف بنو عرسان مثل ابی عیسیٰ فی العلم والحفظ والورع والزہد۔“ امام بخاری کے انتقال کے بعد امام ترمذی کے ہم پلہ خراسان میں کوئی محدث نہیں تھا۔ اس لئے ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی ان کے تلامذہ میں خراسان و ترکستان کے علاوہ دنیا کے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں۔ چند ممتاز تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

ابو حامد احمد بن عبد اللہ مروزی، ہشتم بن کلیب شاشی، ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب مروزی، احمد بن یوسف نسفی، عبد بن محمد بن نسفی، محمد بن محمود، داؤد بن نصر بن سہل یزودی وغیرہ۔

قوت حافظہ..... حق تعالیٰ شانہ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ امام ممدوح کو جس طرح اکابر محدثین سے استفادہ کا موقع ملا ویسے ہی خدا داد قوت حفظ بھی عطا کی گئی۔ ابو سعید اور کسی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کی قوت حفظ بھی ضرب المثل تھی۔ ان کا ایک حیرت انگیز واقعہ رجال کی سب ہی کتابوں میں مذکور ہے کہ انہوں نے ایک شیخ سے دو جزو کے بقدر بواسطہ حدیثیں سنیں اور قلمبند کی تھیں لیکن انہی ان کو بڑھ کر سنانے کا موقع نہ ملا تھا حسن اتفاق مکہ مکرمہ کے راستے میں ان سے ملاقات ہو گئی تو ترمذی نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر قرأت اجزاء کی درخواست کی۔ شیخ نے منظور کیا اور کہا، اجزاء نکال لو، میں پڑھتا ہوں تم مقابلہ کرتے جاؤ۔ ترمذی نے اجزاء تلاش کئے۔ مگر وہ ساتھ نہ تھے۔ بہت گھبرائے لیکن اس وقت ان کی سمجھ میں اس کے سوا اور کچھ نہ آیا کہ سادے کاغذ کے دو اجزاء ہاتھ میں لے کر فرضی طور سے سننے میں مشغول ہو گئے۔ شیخ نے قرأت شروع کی اور اتفاق سے ان کی نظر کاغذ پر پڑ گئی تو سادے نظر آئے۔ شیخ کو طیش آیا اور فرمایا ”میرا مذاق بناتے ہو۔“ ترمذی نے واقعہ بیان کیا اور کہا اگرچہ وہ اجزاء میرے ساتھ نہیں ہیں لیکن لکھے ہوؤں سے زیادہ محفوظ ہیں۔ شیخ نے فرمایا اچھا سناؤ۔ ترمذی نے وہ تمام حدیثیں فر فر سنائیں۔ شیخ کو خیال ہوا کہ شاید ان کو پہلے سے یاد تھیں اس لئے باور نہیں کیا ترمذی نے عرض کیا کہ آپ دوسری حدیثیں سنائیے اور امتحان لے لیجئے۔ شیخ نے اپنی خاص چالیس حدیثیں اور پڑھیں۔ ترمذی نے ان کو بھی فوراً صحت کے ساتھ دہرایا تب شیخ کو ان کے حفظ کا یقین ہوا اور نہایت متعجب ہوئے۔

زہد و تقویٰ..... امام ترمذی زہد و تورع اور خوف خدا اس درجہ کار کھتے تھے کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔ خوف الہی سے بکثرت روتے روتے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔

۱۲۔ مولانا نور شاہ صاحب کشمیریؒ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب ذہین شاگرد استاد سے سوال کرتا ہے تو اس کی نگاہ دیگر علوم کی طرف

آغاز صبح و آخر شبہا کر ستم

نور آورد بسینہ و غلٹ بردزدل

اتر گیا جو تیرے دل میں لا شریک لہ

رے گا تو ہی جہاں میں یگانہ دیکتا

بعض حضرات کی وائے ہے آپ مادر زلوا پنا تھے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے۔

ابو عیسیٰ کنیت کی کراہت..... ہم شروع میں بتا چکے ہیں کہ امام ترمذی کا نام محمد اور کنیت ابو عیسیٰ ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ اور ابو داؤد کی روایت میں ابو عیسیٰ کنیت رکھنے کی کراہت وارد ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ کے باپ نہ تھے، پھر آپ نے اس کنیت کو کیوں اختیار کیا۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ علماء نے اس کو خلاف اولیٰ پر محمول کیا ہے مگر یہ چیز امام ترمذی کی جلالت شان سے بعید ہے۔ بعض حضرات نے یہ اعتذار کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شیبہ نے اپنی کنیت ابو عیسیٰ رکھی تھی اور حضور ﷺ نے ان کو ابو عیسیٰ کہہ کر پکارا ہے۔ اس سے عدم کراہت پر استدلال ہو سکتا ہے لیکن یستان الحمد ثین میں شاہ عبد العزیز صاحب کامیلان کراہت ہی کی طرف ہے۔

وفات..... امام ترمذی کا انتقال مشہور ہے روایت کے مطابق ۳۱ رجب ۲۷۹ھ میں شب دوشنبہ کو خاص ترمذ میں ہوا اور آپ نے ستر سال کی عمر پائی۔ سنہ وفات اور مدت عمر کو کسی نے اس شعر میں ظاہر کیا ہے۔

عطر وفاۃ یحییٰ بن عیینہ

الترمذی محمد دوزین

تصانیف..... امام ترمذی نے بکثرت تصانیف کی ہیں۔ آپ کو فقہ اور تفسیر پر بھی کافی دستگاہ تھی جو ان کی سنن سے ظاہر ہے، ان کی مختلف کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

(۱) الشمائل..... اس میں آپ نے چار سو حدیثیں جمع کی ہیں۔ یہ چھپن بابوں پر منقسم ہے۔ مختلف حضرات نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ جن میں ملا علی قاری کی جمع الوسائل اور شیخ ابراہیم بخاری کی مواہب لدنیہ اور مولانا احمد علی صاحب کا حاشیہ زیادہ مقبول ہے۔ شیخ عظیم الدین قزوینی کی درر الغضاہل فی شرح الشمائل اور شیخ ابوالاداد ابراہیم اللقانی المالکی کی بکوتہ المجالل شرح الشمائل بھی اچھی شروح میں سے ہیں۔ دیگر شروح یہ ہیں۔ اشرف الوسائل از حلقہ شباب الدین احمد بن حجر مکی متوفی ۷۴۳ھ شرح حماہل عربی اور فارسی از شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح ابن جلال اللاری المتوفی ۷۹۹ھ۔ شرح شماہل از عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائینی متوفی ۹۲۳ھ۔ شرح شماہل از شیخ عبدالرؤف السنادی المتوفی ۱۰۳۱ھ۔

(۱) زہر المجالل علی الشماہل۔

از علامہ جلال الدین سیوطی۔

(۲) الحلل

اس موضوع پر آپ نے دو کتابیں لکھی ہیں ایک علل صغریٰ جو مطبوع ہے اور ایک علل کبریٰ، یہ بالکل نایاب ہے۔

(۳) المفرد

(۴) الزہد

(۵) الاسماء والکنی

(۶) کتاب التاریخ۔

اس کا تذکرہ ابن الندیم نے اپنی فرست میں کیا ہے۔

(۷) جامع ترمذی

اس میں آپ نے امام ابو داؤد سجستانی اور امام بخاری دونوں کے طریقوں کو جمع کیا ہے۔ ایک طرف آپ نے احادیث احکام میں سے صرف ان احادیث کو لیا ہے جن پر فقہاء کا عمل رہا ہے۔ دوسری طرف اس کو صرف احکام کیلئے مختص نہیں کیا

لہ ذکر اسمعانی مات فی ۵۷۵ھ۔

بلکہ امام بخاری کی طرح سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط اور مناقب سب ابواب کی احادیث کو لے کر اپنی کتاب کو جامع بنادیا ہے اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ علوم حدیث کی مختلف انواع کو اس میں اس طرح سمویا ہے کہ وہ علم حدیث کا بوقلمون زار بن گئی ہے۔ چنانچہ ابو جعفر بن الزبیر متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”امام ترمذی کو علم حدیث کے مختلف فنون کو جمع کرنے کے لحاظ سے جو امتیاز حاصل ہے اس میں کوئی اور ان کا

شریک نہیں۔“ قال ابن خلکان ”صنف کتاب الجامع والعلل تصنیف رجل متقن وبہ کان يضرب المثل جامع ترمذی چودہ علوم پر مشتمل ہے..... حافظ ابن رشد متوفی ۷۲۲ھ نے ان فنون کی حسب ذیل تفصیل دی ہے۔ (۱) تبویب۔ (۲) بیان فقہ۔ (۳) علل احادیث و بیان صحیح و ضعیف۔ (۴) بیان اسماء و کنی۔ (۵) جرح و تعدیل۔ (۶) جن سے حدیث نقل کی ہے ان کے متعلق یہ بتانا کہ ان میں سے کس نے آنحضرت ﷺ کو پایا ہے اور کس نے نہیں۔ (۷) کراویان حدیث کا شمار اس تفصیل کے بعد حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ یہ تو اس کتاب کے علوم کا اجمالی بیان ہے اور تفصیل میں جایا جائے تو اور بھی متعدد علوم ہیں۔

حافظ ابوالفتح بن سید الناس فرماتے ہیں کہ مجملہ ان علوم کو جو ترمذی کی کتاب میں موجود ہیں اور ابن رشد نے ان کو ذکر نہیں کیا یہ ہیں۔ (۸) بیان شذوذ۔ (۹) بیان موقوف۔ (۱۰) بیان مدرج، حافظ ابو بکر بن العربی متوفی ۵۴۷ھ صاحب ”عارضۃ الاحوذی“ کے بیان سے چار علوم کا اور اضافہ ہوتا ہے۔ (۱۱) بیان اسناد۔ (۱۲) متروک العمل ردایات کی توضیح۔ (۱۳) احادیث کتاب کے رد قبول کے بارے میں علماء کا جو اختلاف ہے اس کا بیان۔ (۱۴) حدیثوں کی توجیہ و تاویل کے سلسلہ میں علماء کے اختلاف اہل کا ذکر۔

ترمذی کی کتاب پر سنن و صحیح اور جامع کا اطلاق..... امام ترمذی کی کتاب آٹھ قسم کے مضامین پر مشتمل ہے جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لئے اس کو جامع کہا جاتا ہے اور چونکہ ترتیب فقہی کے اعتبار سے کمثرات احکام کی حدیثیں لائے ہیں اس لئے اس پر سنن کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلے کتاب الطہرۃ لاتے ہیں۔ اس کے بعد کتاب الصلوۃ پھر زکوۃ و صوم وغیرہ۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ جامع نیشاپوری اور خطیب بغدادی نے بھی اسے ”الجامع“ کہا ہے۔ مگر ترمذی کو حاکم کا صحیح کہنا اور نسائی و ترمذی کو خطیب کا صحیح کہنا ان کے نزدیک تساہل ہے۔ مگر فی الواقع اس کو تساہل قرار دینا مناسب نہیں کیونکہ باعتبار اغلب صحیح کہا جاسکتا ہے۔ جیسے صحاح ستہ کہنا باعتبار اظہار ہے۔ نیز امام ترمذی خود بھی اس کو صحیح کہتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو بکر بن نقطہ بغدادی متوفی ۶۶۹ھ اپنی مشہور کتاب ”التقید فی روائۃ الکتاب والمسانید“ میں خود امام ترمذی کی زبانی نقل ہیں کہ ”میں نے اس المسند (یعنی کتاب الجامع) کو تصنیف کر کے علماء حجاز کے سامنے پیش کیا۔“

جامع ترمذی بڑوں کی نگاہ میں..... حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہرات میں شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ بن محمد انصاری صوفی متوفی ۴۸۱ھ سے امام ترمذی اور ان کی جامع کا ذکر آیا تو فرمانے لگے کہ ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری و مسلم کی کتاب سے زیادہ نافع ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم کی کتابوں سے تو صرف عالم تجرعی فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن ابو عیسیٰ کی کتاب سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے۔

حافظ ابوالفتح بن سید الناس متوفی ۷۳۴ھ شرح ترمذی کے مقدمہ میں حافظ یوسف بن احمد سے نقل کرتے ہیں کہ امام عیسیٰ ایسے فضائل کے حامل ہیں کہ جن کو لکھا جاتا ہے، بیان کیا جاتا ہے اور سنا جاتا ہے۔ ان کی کتاب ان پانچ کتابوں میں داخل ہے جن کی قبولیت اور ان کے اصول کی صحت کے فیصلہ پر علماء و فقہاء اور اکابرین محدثین میں سے اہل حل و عقد اور ارباب فضل و دانش نے اتفاق کیا ہے۔

شیخ ابراہیم مجبوری کا ہر طالب حدیث کیلئے یہ مشورہ ہے کہ الجامع الصبیح کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ کتاب حدیث و

فقہی فوائد اور سلف و خلف کے مذاہب کی جامع ہے۔ پس یہ مجتہد کیلئے کافی ہے اور مقلد کیلئے نیاز کرنے والی ہے۔ (ہمارے خیال میں مجتہد کیلئے تو کافی ہو سکتی ہے لیکن مقلد کیلئے کافی نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ترمذی کی جامع ان کی کتابوں میں سب سے بہتر تصنیف ہے بلکہ متعدد وجوہ سے جمع کتب حدیث سے احسن ہے۔

ترمذی کی ثلاثیات اسناد کے لحاظ سے سب سے اونچا درجہ وحدانیت کا ہوتا ہے۔ جس میں روایت کنندہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان ایک واسطہ ہے۔ ائمہ اربعہ میں یہ شرف صرف امام ابو حنیفہؒ کو حاصل ہے۔ اس کے بعد ثلاثیات کا درجہ ہے۔ جس میں دو واسطے ہوں۔ تیسرے نمبر پر ثلاثیات ہیں جن میں تین واسطے ہوں۔

امام ترمذی کی جامع میں ایک سو اکیاون عنوان کتب اور ہر کتاب کے تحت متعدد ابواب ہیں اور اس میں ایک روایت ثلاثی بھی ہے۔

ملا علی قاری کا تسامح ملا علی قاری نے مرتبہ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ جامع ترمذی کو صحاح کے درمیان ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ اس کی ایک حدیث ثلاثی ہے اور وہ یہ ہے ”یاتی علی الناس زمان الصابر فیہم علی دینہ کالقابض علی الجمر۔ فاستادہ اقرب من اسنادی البخاری و مسلم و ابی داود فان لہم ثلاثیات۔“

امام ترمذی نے اس کو کتاب الفتن میں روایت کیا ہے۔ پوری اسنادیوں ہے۔ ”حدثنا اسماعیل بن موسیٰ الفزازی بن ابی السدی الکوفی فاعمر بن شاکر عن انس بن مالک ؓ قال، قال رسول اللہ ﷺ الخ“ میں حضور ﷺ تک تین واسطے ہیں۔ اسماعیل بن موسیٰ، عمر بن شاکر اور انس بن مالک ؓ۔ پس اس کی سند ثلاثی ہوئی نہ کہ ثلاثی۔ جامع ترمذی میں صرف یہی ایک روایت ثلاثی ہے اس کے علاوہ اور کوئی ثلاثی روایت نہیں ہے۔

جامع ترمذی کی کل احادیث معمول بہا ہیں امام ترمذی نے کتاب الحلل میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ میری اس کتاب کی کل احادیث معمول بہا ہیں اور ہر ایک پر لیل علم میں سے کسی نہ کسی کا عمل ضرور ہے۔ سوائے دو حدیثوں کے۔

(۱) حدیث ابن عباس ؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظهر والعصر بالمدينة والمغرب والعشاء من

غیر خوف ولا مطر ولا سفر۔

(۲) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال من شرب الخمر فاجلدوه فان عادی الرابعت فاعقلوه

لیکن اگر دیکھا جائے تو ان دونوں حدیثوں پر بھی بعض اہل علم کا عمل ہے۔ حنفیہ حدیث لول کو جمع صوری پر اور حدیث ثانی کو سیاست پر محمول کرتے ہیں۔ اگر حاکم وقت مصلحت سمجھے تو چوتھی بذات بھی کر سکتا ہے۔ پس اختلاف کے یہاں ان دونوں پر عمل ممکن ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ امام ترمذی نے اپنی بہت سی احادیث مزویہ کو خود ضعیف کہا ہے۔ پھر بھی ان کے معمول بہا ہونے کا اعتراف اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ عمل بالحدیث کا مدار صرف قوت سند پر نہیں ہے اور یہی صحیح حقیقت بھی ہے۔

جامع ترمذی پر ابن جوزی کی بیجا تنقید علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے جامع ترمذی کی تیس احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن ابن جوزی نقد روایات میں متشدد قرار دیئے گئے ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے بہت سی ایسی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ الواضح ضعیف ہیں۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے بہت سی قوی و حسن روایات کو بھی کتاب الموضوعات میں داخل کر لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن جوزی کا ہر حدیث کے متعلق وضع کا فیصلہ بے جا ہے۔ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب ”القول الحسن فی الذب عن السنن“ میں ان سب کا جواب دیا ہے۔

بعض اہل الکوفہ کا مصداق شیخ سراج لکھتے ہیں کہ امام ترمذی نے جہاں کہیں اہل کوفہ کا تذکرہ کیا ہے اس سے مراد امام ابو حنیفہؒ ہیں اور ایسا امام صاحب کی شان میں عایت تعصب سے کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی یہی فرمایا ہے کہ امام

ترمذی کو ائمہ مجتہدین کے ساتھ ایک طرح کا تعصب تھا۔ خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ کی ذات گرامی سے، اس لئے انہوں نے امام صاحب اور ان کے تلامذہ کی طرف ”بعض اہل الکوفہ“ سے اشارہ کیا ہے اور امام صاحب کے اسم شریف کو کہیں کتاب میں صراحتہ ذکر نہیں کیا۔

ان حضرات کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ ”بعض اہل الکوفہ“ سے حنفیہ بھی مراد ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ نہیں ہے کبھی اس کا اطلاق دوسرے علماء کوفہ پر بھی کیا ہے۔ جیسے ”باب ماجاء لنبیاء بموخر الراس“ کے تحت میں فرماتے ہیں۔ ”قد ذهب اهل الكوفة الى هذا الحديث منهم وكيع بن الجراح۔“

حضرت مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ترمذی کو امام صاحب کا مسلک کبھی قابل اعتماد سند سے نہیں پہنچا تھا۔ جیسا کہ ذعفرانی کے واسطے سے امام شافعی کا قول قدیم پہنچا۔

امام ترمذی کے نزدیک امام اعظم کی شخصیت مسلم ہے..... چنانچہ امام ترمذی نے کتاب الحلل میں امام صاحب سے ایک روایت نقل کی ہے جو مصری نسخہ میں موجود ہے اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ موجود متداول و مطبوعہ نسخوں سے غائب ہے جو معاندین کے حذف والحاق کی خطرناک پالیسی کا نتیجہ ہے روایت یہ ہے۔ ”حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو یحییٰ الحماني قال سمعت ابا حنیفہ یقول ما رأیت اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح۔“

اس روایت کا تعلق رجال کی جرح و تعدیل سے ہے اور امام ترمذی نے اس کو سند کے طور پر نقل کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام مدوح کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا شمار ان ائمہ میں ہے جن کے قول سے جرح و تعدیل کے باب میں سند پکڑی جاتی ہے۔

جامع ترمذی کے رواہ..... حافظ ابو جعفر بن الزبیر نے اپنے برہان میں تصریح کی ہے کہ اس کتاب کو امام ترمذی سے حسب ذیل حضرات نے روایت کیا ہے۔

(۱) ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب۔

(۲) حافظ ابو سعید شیم بن کلیب شاشی متوفی ۳۳۵ھ، صاحب ہدایہ نے جامع ترمذی کو ان ہی کے طریق سے روایت کیا ہے۔

(۳) ابو ذر محمد بن ابراہیم۔

(۴) ابو محمد حسین بن ابراہیم قطان

(۵) ابو حامد احمد بن عبد اللہ تاجر

(۶) ابو الحسن داؤدی

جامع ترمذی کی شروح..... اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر علماء محدثین نے اس کے ساتھ پورا اعتناء کیا اور اس کی متعدد شروح و حواشی لکھے چند مشہور و متداول شروح و حواشی یہ ہیں۔

(۱) عارضۃ الاحوذی۔

از حافظ ابو بکر بن العربی مالک متوفی ۵۶۱ھ

(۲) قوت المفتدی۔

از علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

(۳) شرح ترمذی۔

از ابو الطیب مدنی متوفی ۱۱۰۹ھ

(۴) شرح ترمذی۔

از شیخ سراج احمد سرہندی۔ یہ چاروں شرحیں یکجا ”شرح اربعہ“ کے نام سے بھی چھپی ہیں مگر صرف دو ہی جلدیں طبع ہو سکیں۔

(۵) نفع قوت المفتدی۔

علامہ دفتی نے قوت المفتدی کی تلخیص کی ہے جو کتاب کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔

(۶) شرح ترمذی۔

از حافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن سید الناس شافعی متوفی ۷۳۴ھ اس کا مکمل نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

(۷) شرح ترمذی۔

از شیخ زین الدین عبد الرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی متوفی ۷۹۵ھ

(۸) شرح ترمذی۔

از شیخ سراج الدین عمر بن رسلان الملقبی الشافعی متوفی ۸۰۵ھ

(۹) شرح زوائد ترمذی

از شیخ سراج الدین عمر بن رسلان

(۱۰) حاشیہ شیخ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبد الباقی السدی الحنبلی متوفی ۱۱۳۸ھ

(۱۱) تحفۃ الاحوذی از مولانا عبد الرحمن صاحب مبارک پوری۔ اس کے مقدمہ میں بہت سی مفید معلومات ہیں۔

(۱۲) العرف الخفی مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے افادات ان کے شاگرد نے جمع کئے ہیں۔

(۱۳) معارف السنن

مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ حضرت شاہ صاحبؒ کے افادیت کی روشنی میں نہایت محققانہ شرح تصنیف فرما رہے ہیں۔ ابھی صرف چار جلدیں طبع ہوئی ہیں۔

(۱۴) الکوکب الدودی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ کے افادات ہیں جن کو حضرت

مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی نے مرتب کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارن پور کے حواشی کے ساتھ دو جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔

(۲۰) امام نسائیؒ

نام و نسب..... احمد نام، ابو عبد الرحمن کنیت۔ والد کا نام شعیب ہے۔ پورا نسب یوں ہے احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار النسائی۔ خراسان اور ماوراء النہر کا علاقہ ہمیشہ سے علم و فن اور ارباب کمال کا مرکز رہا ہے۔ تاریخ اسلام کے سینکڑوں نامور فضلاء اس خاک سے اٹھے ہیں۔ امام نسائی بھی اسی زرخیز خاک پاک کے ایک مایہ ناز فرزند تھے۔ تحقیق نساء..... نسائی نساء کی طرف نسبت ہے۔ کبھی عرب لوگ ہمزہ کو حذف سے بدل کر نسبت میں نسوی بھی کہا کرتے ہیں اور قیاس کے مطابق بھی یہی ہونا چاہیے لیکن مشہور نسائی ہی ہے۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ یہ نساء کی طرف نسبت ہے۔ جس میں نون و سین دونوں منخوع ہیں اور اس کے بعد ہمزہ کمزور واقع ہے۔ یہ سرخس کے قریب خراسان کا ایک مشہور شہر ہے جس کو

لے لخص از ابن ماجہ اور علم حدیث۔ بستان الحدیث۔ محدثین عظام، ابن خلکان، کشف۔ ۱۵

فیروز بن بردجرد نے آپ کو کیا تھا یہاں بہت سے لرباب فن پیدا ہوئے ہیں۔ نسائی ہمزہ کے مدور قصر دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ سنہ پیدائش امام نسائی ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بعض نے آپ کا سن پیدائش ۲۱۴ھ بتلایا ہے مگر ”تہذیب“ میں خود امام نسائی کی زبانی منقول ہے۔ ”یثیہ ان یوم مولدی فی سنۃ ۲۱۵ھ“ اندازہ ہے میری پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی۔ تحصیل علم آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے شیوخ سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے قتیبہ

بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ ”رحل الی قیصبہ ولہ خمس عشرة سنت و شہوین“ سب سے پہلے امام قتیبہ کی خدمت میں سفر کر کے گئے جبکہ عمر شریف پندرہ سال کی تھی اور ان کے پاس ایک سال دو ماہ قیام رہا۔ اس کے بعد دوسرے شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کیا۔ دنیائے اسلام کے مختلف حصوں کا سفر کیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے خراسان، عراق، حجاز، جزیرہ، شام اور مصر وغیرہ بہت سے شہروں کے اکابر، شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے مصر کو اپنے علوم کی نشر و اشاعت کا مرکز بنالیا۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مصر میں مستقل طور پر سکونت اختیار کی۔ ان کی تصانیف اسی اطراف میں پھیلیں اور بہت سے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا اور حدیث کی روایت کی۔ پھر آخر میں ماہ ذیقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر سے دمشق آگئے۔

شیوخ و اساتذہ ان کے شیوخ و اساتذہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بیشمار مخلوق سے حدیث کا سماع کیا۔ اسحاق بن راہویہ، محمد بن نصر، علی بن حجر، یونس بن عبد الاعلی، محمد بن بشار، امام ابو داؤد سجستانی وغیرہ ان کے شیوخ میں داخل ہیں۔ حافظ ابن حجر نے امام بخاری کو بھی ان کے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔ ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم سے بھی روایت کرنا ثابت ہے۔

اصحاب و تلامذہ ان کے تلامذہ میں دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست نقل کرنے کے بعد لکھا ہے ”وامم لایحصول“ چند مشہور تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں۔ امام نسائی کے صاحبزادے عبدالکریم، ابو بکر بن احمد ابن الحسی، ابو علی حسن بن خضر اسبیوطی، حسن بن الطبق عکسری، ابو القاسم حمزہ بن محمد بن علی کنانی، ابو الحسن محمد بن عبداللہ، محمد بن معاویہ، محمد بن قاسم اندلسی، علی بن جعفر الطحاوی، احمد بن محمد بن مندس، ابو بشر دولابی وغیرہ۔

زہد و تقوی امام نسائی زہد و تقویٰ میں یکتائے روزگار تھے۔ صوم و اوذی پر ہمیشہ عمل پیرا رہتے تھے۔ یعنی ایک روز روزہ رکھتے تھے اور دوسرے روز افطار کرتے تھے۔ حافظ محمد بن مظفر فرماتے ہیں کہ میں نے مصر میں اپنے مشائخ سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ امام نسائی کے دن رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزرتا تھا اور اکثر حج بیت اللہ کیا کرتے تھے۔

خیالک فی عینی و ذکورک فی فمی و حبک فی قلبی فابن تطیب

شجاعت و بہادری امام نسائی بہت شجاع اور بڑے بہادر حق گوئی و بیباکی میں بہت آگے تھے جو مردان خدا کا ہمیشہ سے عام شعار رہا ہے۔

آئین جوانمردان حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو بای (اقبال)

(جہاد کا جذبہ بھی تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ امیر مصر کے ساتھ جہاد میں شرکت بھی کی۔)

عام حالات زندگی امام نسائی نے سنت نبویہ کو قائم کیا۔ تا شہادت ان کی زندگی اسی پر قائم رہی۔ سنت کی اشاعت اور بدعت سے نفرت پر ان کی شہادت کا واقعہ خود ایک واضح دلیل ہے۔ بادشاہوں کی مجالس سے آپ نے ہمیشہ گریز کیا۔ اس کے باوجود کھانے پینے میں ہمیشہ کساد و دست رہے۔ بہترین غذائیں کھاتے، مرغ خرید کر پالتے اور خوب فریہ کر کے کھاتے تھے۔ حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ روزانہ مرغ کھانے کے بعد نبیذ (شربت) پیتے تھے۔ آپ کے نکاح میں چار بیویاں تھیں

اور ہر ایک کے پاس ایک شب رہتے تھے۔ ان کے علاوہ لونڈیاں بھی تھیں لیکن آپ کی اولاد میں صرف صاحبزادہ عبدالکریم کا نام معلوم ہو سکا۔

حلیہ مبارک..... قدرت نے جس طرح امام نسائی کو معنوی اور باطنی محاسن عطا کرنے میں فیاضی سے کام لیا تھا اسی طرح ان کو حسن ظاہری کی دولت بھی بافرام عطا کی گئی تھی۔ بڑے وجہ و فہم تھے۔ چہرہ نہایت پر شکوہ اور روشن تھا۔ رنگ نہایت سرخ و سفید تھا۔ یہاں تک کہ بڑھاپے میں بھی سن و تروتازگی میں فرق نہیں آیا تھا۔ لباس نہایت نفیس اور قیمتی زیب تن فرماتے تھے۔ علماء و معاصرین کا اعتراف..... حافظ ابن حجر، علامہ ذہبی اور ابن کثیر وغیرہ نے بہت سے اہل علم کے اقوال نقل کئے ہیں جنہوں نے امام نسائی کی رفعت شان اور فضل و کمال کا اعتراف کیا ہے۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ میں حدیث کے امام تھے۔ ابو سعید عبدالرحمن نے اپنی تاریخ مصر میں لکھا ہے کہ ”آپ حدیث میں امام، ثقہ، معتبر اور حافظ تھے۔“ امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ ”اپنے زمانہ کے تمام محدثین سے (یعنی بعد کے بعد) بلند اور اونچے تھے۔“ حاکم کہتے ہیں کہ میں دارقطنی سے یہ سنا ہے کہ امام نسائی جرح رواہ، فن حدیث، فن تنقید اور احتیاط میں اپنے معاصرین سے کہیں فائق تھے۔“ ابن الحداد شافعی فرماتے ہیں کہ میں اپنے اور اللہ کے مابین امام نسائی کو واسطہ بنا چکا ہوں۔

ناقدرین فن کے نزدیک امام نسائی کا مقام..... ناقدرین فن کے نزدیک جلالہ علمی کے اعتبار سے امام نسائی کا پایہ امام مسلم سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں رقم طراز ہیں۔ ”فن رجال میں ماہرین فن کی ایک جماعت نے ان کو امام مسلم بن الحجاج پر بھی فوقیت دی ہے اور دارقطنی وغیرہ نے ان کو اس فن میں اور دیگر علوم حدیث میں امام الامام ابو بکر بن خزیمہ صاحب تاریخ پر بھی فوقیت دی ہے۔“

حافظ شمس الدین ذہبی میر اعلام العلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ ”یہ مسلم، ترمذی اور ابوداؤد سے حدیث، علل حدیث اور علم الرجال میں زیادہ ماہر ہیں اور بخاری و ابوزرہ کے ہمسر ہیں۔“ علامہ تاج الدین سبکی طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں لکھتے ہیں۔ ”میں نے اپنے شیخ حافظ ابو عبد اللہ ذہب سے سوال کیا کہ آیا مسلم بن الحجاج حدیث کے زیادہ حافظ ہیں یا امام نسائی۔ فرمایا امام نسائی۔ پھر شیخ (حافظ تقی الدین سبکی) سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے اس سے موافقت کی۔“

امام نسائی کا مسلک..... دیگر محدثین کی طرح امام نسائی کے فقہی مسلک کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ”آپ شافعی المذہب تھے جیسا کہ آپ کے مناسک سے پتہ چلتا ہے۔“

نواب صدیق حسن خاں نے بھی شاہ صاحب کی تائید کرتے ہوئے امام نسائی کو شوافع میں شمار کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک بھی ان کا انتساب مسلک شافعی کی جانب مناسب ہے۔ لیکن فیض البدی میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کا قول ہے کہ کچھ لوگوں نے امام ابوداؤد اور امام نسائی کو شافعی کہا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ حضرات حنبلی تھے۔ حافظ ابن تیمیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ امام نسائی کی سنن کے مطالعہ سے بھی ان کا حنبلی ہونا ظاہر ہے۔ مثال کے طور پر امام احمد کے نزدیک جمعہ کی نماز قبل الزوال جائز ہے۔ چنانچہ امام نسائی نے ”باب وقت الجمعہ“ ترجمہ قائم کر کے وہی روایات نقل کی ہیں۔ جن سے حنبلیہ کا استدلال ہے اور جمہور ائمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صریح روایت ”مکان بصلی الجمعة معین تعبیل الشمس“ کو ترک کر دیا ہے۔

اسی طرح جمہور کے نزدیک شوہر و بیوی ایک ساتھ غسل جنابت کر رہے ہوں تو دونوں کا غسل بالاتفاق ہو جائے گا۔ لیکن اگر عورت مرد سے پہلے غسل کرے تو اس کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے شوہر کو غسل کرنا امام احمد کے نزدیک ناجائز ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام نسائی نے ”باب اغتسال الرجل والمرأة من اناء واحد“ ترجمہ قائم کر کے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو نقل کیا ہے۔ جس سے ان کا حضور ﷺ کے ساتھ غسل کرنا ثابت ہے اس کے بعد دوسرا ترجمہ ”باب الرخصۃ فی ذلک“ قائم کیا جو فی الواقع جمہور کا مستدل بیان کرنے کیلئے لیکن یہاں جو روایت نقل کی ہے وہ جمہور کے مسلک پر صحیح دلائل نہیں کرتی۔ حالانکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت جمہور کا مستدل ہے۔ اس کو امام نسائی نے اس باب میں ترک کر دیا ہے۔

امام نسائی پر تشیع کا شبہ غلط ہے..... ملک شام میں خارجیت کا زور تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین بڑی تعداد میں موجود تھے اس لئے امام نسائی نے کتاب ”خصائص علی“ لکھی تاکہ لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت ہو اور آپ نے بر ملا حق کا اعلان کیا۔ اس پر لوگوں نے تشیع کا الزام لگادیا۔ ”پھر ناقلین اس کو نقل کرتے چلے گئے۔ چنانچہ ابن خلکان کے الفاظ میں ”کان یشیع“ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ ”فیہ شی من التشیع“ مگر یہ چیز سر اسر غلط اور کذب محض ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آپ نے فضائل صحابہ پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی جس سے خود بخود تشیع کا شبہ بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ نیز آپ کی سنن سے یہ حقیقت بالکل واضح گف ہو جاتی ہے کہ خلفاء راشدین میں امام نسائی اسی ترتیب کے قائل ہیں جو جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ امام نسائی پر دور ابتلاء.....

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے (اقبال)

امام نسائی کو مصر میں جو شہرت و عظمت اور مقبولیت حاصل ہوئی اس کی بناء پر حامدین حسد کرنے لگے۔ اس لئے آپ نے ذیقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر کو خیر باد کہا اور وہاں سے فلسطین کے ایک مقام رملہ آگئے۔ چونکہ شام میں بنی امیہ کی طویل حکومت کے سبب سے خارجیت و ناصیت کا زور تھا۔ عوام حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بدگمان تھے، اس لئے آپ دمشق تشریف لے گئے اور جامع دمشق میں ممبر پر چڑھ کر کتاب خصائل علی رضی اللہ عنہ سنائی شروع کی۔ ابھی تھوڑی ہی سی پڑھی تھی کہ کسی سائل نے سوال کیا آپ نے امیر معاویہ کے فضائل پر بھی کوئی کتاب لکھی ہے۔ آپ نے فرمایا معاویہ کے لئے یہی کافی ہے کہ برابر سر ابر چھوٹ جائیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مجھے ان کے مناقب میں بجز اس حدیث کے ”لا اشیع اللہ بطنہ“ اور کوئی حدیث نہیں پہنچی۔ اس پر عوام نے ہشتعل ہو کر زد و کوب شروع کر دی، امام صاحب کے نازک مقام پر سخت چوٹیں آئیں جن کے سبب سے امام صاحب نیم جاں ہو گئے۔

درہ حق کشیدہ اندلا ایں بلا شد سبب بقر بے ولا

اسی حالت میں لوگ آپ کو مکان پر لائے امام صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ لے چلو تاکہ میرا انتقال مکہ معظمہ میں ہو۔

وفات..... کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۱۳ صفر ۳۰۳ھ میں پیر کے دن مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی اور وہاں صفا و مردہ کے درمیان دفن کئے گئے۔

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار (اقبال)

دوسری روایت یہ ہے کہ مکہ معظمہ جاتے ہوئے راستہ میں بمقام شہر رملہ (فلسطین) انتقال ہوا۔ پھر وہاں سے آپ کی نعش مکہ معظمہ پہنچائی گئی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۸۸ سال کی تھی۔

تصانیف..... امام نسائی نے مختلف موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) السنن الکبریٰ۔

یہ ابو بکر محمد بن معاویہ معروف بابن الاحمر کی روایت سے مروی ہے۔

(۲) کتاب الصغاء والمتر وکین۔

اس میں آپ نے بہت سے ثقہ ائمہ حدیث و فقہ کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے۔ کچھ تو امام نسائی کے مزاج میں تشدد زیادہ تھا اور کچھ مزاج میں تعصبی رنگ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام نسائی کے نقد رجال میں تشدد سے فائدہ اٹھا کر دوسرے لوگوں نے الحاقی عبارتوں کا اضافہ کر دیا ہو جیسا کہ میزان الاعتدال میں امام صاحب کا ذکر الحاقی ہے۔

(۳) کتاب المجموعہ۔

اس کا تذکرہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے کیا ہے۔

(۴) عمل الیوم واللیلیۃ۔

مشہور تصنیف ہے اور مطبوعہ ہے۔

(۵) کتاب المدلسین

(۶) کتاب الاسماء والکنی

(۷) مند علی

(۸) مند منصور بن زاذان

(۹) خصائص علی۔

جس کی وجہ سے آپ پر تشیع کا الزام لگایا گیا تھا۔

(۱۰) اسنن الصغری جو حجتی کے نام سے مشہور ہے۔

(۱۱) اغراب شعبہ علی سفیان و سفیان علی شعبہ

سنن نسائی..... اس میں آپ نے امام بخاری و مسلم کی طرح صرف صحیح الاسناد روایات ہی کو لیا ہے۔ آپ کی یہ تصنیف بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کو جامع بھی جاتی ہے اور علل حدیث کا بیان اس پر موزا ہے۔ اس کے ساتھ حسن ترتیب اور جودت تالیف میں بھی ممتاز ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عبد اللہ بن رشید متوفی ۷۲۱ھ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب علم سنن میں جس قدر کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان سب میں تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے اعتبار سے بہترین ہے اور یہ بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔ نیز علل حدیث کے بھی ایک خاص حصے کا اس میں بیان آگیا ہے۔

تالیف سنن..... حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ امام نسائی جب ”سنن کبریٰ“ کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس کو امیر رملہ کی خدمت میں پیش کیا۔ امیر موصوف نے امام مدوح سے دریافت کیا کہ اس میں جو کچھ ہے وہ صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں! اس پر امیر نے فرمائش کی کہ میرے لئے صرف صحیح روایات کو جمع کر دیجئے تو امام نسائی نے ان کیلئے سنن صغری تصنیف کی جو حجتی کے نام سے مشہور ہے اور صحاح ستہ میں داخل ہے۔

لفظ حجتی تاؤ فوقانیہ کے بعد باء موحده کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔ بعض نے بجائے باء کے نون سے پڑھا ہے۔ حجتی اجتباء سے ہے جس کے معنی انتخاب اور برگزیدہ کرنے کے ہیں اور حجتی اجتباء ہے جس کے معنی درخت سے پختہ میوہ چننے کے ہیں۔ مذکورہ بالا واقعہ کا ذکر علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے اور ملا علی قاری نے بھی اس کو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں سید جمال الدین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

سنن نسائی کے بارے میں حافظ ذہبی کی رائے..... لیکن علامہ ذہبی نے ”سیر اعلام النبلاء“ میں امام نسائی کے ترجمہ میں اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں بلکہ حجتی ابن السنی کا اختصار ہے۔ جو نسائی کے شاگرد ہیں۔ مولانا عبدالرشید نعمانی کی رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ بالفعل جو کتاب سنن نسائی کے نام سے ہمارے

یہاں داخل درس ہے وہ دراصل امام موصوف کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی کتاب کا اختصار ہے۔ جو ان کے نامور شاگرد حافظ ابو بکر بن السنی کے قلم کار ہوں منت ہے اس مختصر کا نام اچھی ہے اور اس کو سنن صغری بھی کہا جاتا ہے۔ مگر امام نسائی کا خود اپنا بیان جس کو ان کے شاگرد ابن الاثیر نے نقل کیا ہے کہ ”کتاب السنن ای الکبریٰ کلمہ صحیح و بعضہ معلوم الا انہ یبینه والمنتخب المسمی بالمجیبی صحیح“ پوری کتاب السنن (الکبریٰ) کا بیشتر حصہ صحیح ہے اور بعض حدیثیں معلول ہیں تو ان کی علت کو بیان کر دیا اور اس کا انتخاب جو اچھی کے نام سے موسوم ہے وہ تمام ترجیح ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن کبری کا اختصار ابن السنی نے امام نسائی کے زیر نگرانی رہ کر کیا ہے۔

فی الایام الجنبی ممکن حملها علی ان یکون ابن السنن یا اثر اختصار رہا بامر النسائی فلنحمل علیہ هذه الروایة ولا یجوز علی شق عصا الجماعة بقول محمل۔“

امام اعظم اور امام نسائی..... حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ حافظ ابوالشیخ ابن حبان نے اپنی کتاب السنن میں اور ابن عدی نے اپنی تاریخ کامل میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور ان سے پہلے دوسرے لوگوں نے جیسے ابن شیبہ نے مصنف میں اور امام بخاری و نسائی نے ائمہ مجتہدین کے بارے میں جو کلام کیا ہے میں ان ائمہ کو اعتراضات سے برتر سمجھتا ہوں، کیونکہ ان کے مقاصد نہایت اعلیٰ تھے۔ اس لئے ان معترضین کی پیروی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

جب امام نسائی مصر آئے تو وہاں امام طحاوی سے مذاکرے رہے۔ شاید اسی زمانہ میں ایک روایت امام اعظم سے بھی کی ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام نسائی نے امام ابو حنیفہ اور آپ کے تلامذہ پر جو نقد کیا تھا اس سے رجوع کر لیا تھا۔ اس واسطے کہ اگر امام نسائی کے نزدیک امام اعظم حدیث میں قوی نہیں تھے کثیر الفاظ تھے (جیسا کہ یہ الفاظ ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں) تو سنن نسائی میں امام صاحب سے روایت کرنے کے کیا معنی روایت کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ امام صاحب کو قوی فی الحدیث اور ثقہ سمجھتے ہیں۔ روایت یہ ہے۔

”حدثنا علی بن حجر ثنا عیسیٰ هو ابن یونس عن النعمان یعنی اباحیفته عن عاصم بن ابی رزین عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لیس علی من اتی بیہمت محمد۔“

یہ حدیث ابن السنی کی روایت میں نہیں ہے لیکن ابن الاثیر، ابو علی سیوطی اور مغاربہ کے نسخوں میں موجود ہے۔ سنن نسائی کی طویل السند حدیث..... سنن نسائی میں ”الفضل فی قراۃ قل هو اللہ احد“ کے ذیل میں ایک عشری (دس واسطوں والی حدیث ہے اور یہ ہے۔ ”اخیرنا محمد بن بشر حدثنا عبدالرحمن حدثنا زائدہ عن منصور عن ہلال بن یساف عن ربیع بن خثیم عن عمرو بن میمون عن ابی لیلیٰ عن امراء عن ایوب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قل هو اللہ احد ثلاث القرآن۔“ امام نسائی فرماتے ہیں ما عرف اسنادا اطول من هذا۔“

راویان سنن نسائی..... امام نسائی سے ان کی کتاب السنن کو جن حضرات نے روایت کیا ہے ان کے اسناد گراہی حسب ذیل ہیں۔

(۱) امام ممدوح کے صاحبزادہ عبدالکریم۔

(۲) حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری معروف بابن السنن متوفی ۳۶۴

(۳) ابو علی حسن بن خضر سیوطی

(۴) حسن بن رشیق عسکری

(۵) حافظ ابوالقاسم حمزہ بن محمد علی کنانی متوفی ۳۵۷ھ

(۶) ابوالحسن محمد بن عبد اللہ بن زکریا جویہ

(۷) محمد بن معاویہ بن الاثیر

(۸) ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم بنائی، اموی، قرطبی متوفی ۳۲۸ھ

(۹) امام احمد بن محمد بن المہدی

(۱۰) امام ابوالحسن علی بن احمد طحاوی متوفی ۳۵۱ھ۔ اکابر فقہاء حنفیہ میں سے ہیں اور بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔

مشہور امام وقت ابو جعفر طحاوی کے صاحبزادہ ہیں جن کی شرح معانی الآثار بے مثل کتاب ہے۔

شرح و تعلیقات..... سنن نسائی بالافاق علماء صحاح ستہ کا ایک فرد ہے۔ مگر افسوس کہ اس کی شرح کی طرف علماء نے وہ توجہ نہیں کی جو دیگر کتب کی طرف کی گئی چھ صدی گزرنے کے بعد جلال الدین سیوطی نے اس پر ایک تعلیق لکھی جس کا نام زہر الرئی علی الخبی ہے۔ مصنف کے دیگر تعلیقات کی طرح یہ تعلیق بھی بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ دوسری تعلیق یا حاشیہ شیخ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی سندھی متوفی ۱۳۸ھ کا ہے۔ یہ سیوطی کی تعلیق سے زیادہ مفصل ہے اس میں متن کے ضروری مقامات کا حل اور اعراب کی تحقیق اور الفاظ غریبہ کی تشریح کی گئی ہے۔ تیسری شرح ابو حفص سراج عمر بن علی بن محمد معروف بابن القہر متوفی ۸۰۴ھ کی ہے۔ انہوں نے صحاح کی شرح لکھی ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے زوائد النسائی علی الاربعہ کی ایک جلد مرتب کی جس میں سنن نسائی کی ان احادیث کی شرح کی ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد میں نہیں ہیں۔ مگر یہ نایاب ہے۔

چوتھے حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور کی تعلیق ہے جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد نجی صاحبہ وغیرہم کی افادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں مشکل مقامات کا حل، اغلاط طباعت کی تصحیح اور لام نسائی کے قول ”ہذا منکر و ہذا صواب“ پر محققانہ بحث اور اس کتاب کی خصوصیات و تراجم پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔ افسوس کہ یہ بھی ہنوز پور طبع سے روشناس نہ ہو سکی۔

(۲۱) امام طحاوی

نام و نسب

احمد نام، ابو جعفر کنیت، ازوی، طحاوی نسبت اور والد کا نام محمد ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ۔ یہاں تک جمہور محدثین و مورخین کا اتفاق ہے۔ مورخ ابن خلکان نے سلمہ کے والد عبد الملک کی اور حافظ بن عساکر نے عبد الملک کے والد سلمہ اور ان کے دادا سلیم کی بھی تصریح کی ہے۔ مسلمہ بن قاسم قرطبی نے ان کے بعد کچھ اور پشتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ پورے کولما کر سلسلہ نسب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن جواب الازدی الحجری المصری الخبی۔ ازدین کا ایک طویل الذیل قبیلہ ہے اور حجر اس کی ایک شاخ ہے۔ ایک دوسرے قبیلہ ازد شہورہ سے ممتاز کرنے کیلئے ازد حجر بولا جاتا ہے۔ چونکہ امام طحاوی کا تعلق یمن کے مشہور قبیلہ ازد کی شاخ حجر سے تھا اس لئے اس کی طرف منسوب ہو کر ازدی حجری کہلاتے ہیں۔ نیز آپ کے آباؤ اجداد فتح اسلام کے بعد مصر میں فروکش ہو گئے تھے۔ اس لئے مصری بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کے والد عالم اور دیدار آدمی تھے۔ طحاوی نے ان سے سماعت بھی کی ہے۔ جس سال طحاوی کے باموں اسماعیل مزنی کا وصال ہوا یعنی ۲۶۳ھ میں اسی سال ان کے والد نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔

تحقیق طحا..... طحاء، صعید مصر کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے۔ جس کی طرف منسوب ہو کر طحاوی کہلاتے ہیں۔ اکثر مصنفین نے یہی کہا ہے۔ لیکن صاحب معجم البلدان کی تحقیق یہ ہے کہ امام موصوف طحاکے باشندے نہیں تھے بلکہ اس کے قریب ہی ایک مختصر سی آبادی جو تقریباً دس مکانات پر مشتمل تھی جس کو مخطوط کہتے ہیں اس کو امام صاحب کے

۱۔ نقل از ابن ماجہ اور علم حدیث، بستان الحدیث، محدثین عظام، ابن خلکان، کشف الظنون۔

عزیز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مگر آپ نے طحطاوی نسبت کو پسند نہیں فرمایا بلکہ اپنے وطن سے قریبی آبادی طحاوی کی طرف نسبت کی۔ علامہ سیوطی نے بھی ”لب اللباب فی تحریر الاسباب“ میں یہی ذکر کیا ہے۔

سنہ پیدائش اس میں قدرے اختلاف ہے۔ مورخ ابن خلکان ۲۳۸ھ اور حافظ ابن عساکر بروایت ابن یونس ۲۳۹ھ بیان فرماتے ہیں۔ علامہ ذہبی نے دوسرے قول کی تصحیح کی ہے اور ابو الحسن بھی اسی طرف گئے ہیں۔ مگر تخب الافکار میں علامہ عینی فرماتے ہیں کہ سمعانی نے کہا ہے کہ امام طحاوی کی ولادت ۲۲۹ھ میں ہوئی ہے۔ یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ ابو سعید بن یونس کا بیان ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ میری ولادت کا سال ۲۲۹ھ ہے۔

یہ بیان حافظ ابن عساکر کے مذکورہ بالا قول سے مختلف ہے جس کو وہ بھی بروایت ابن یونس نقل کر رہے ہیں مگر یہ اس لئے راجح معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف کے اپنے قلم سے قلمبند ہوا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ حافظ ابن تھلہ نے بھی ”التقید لمعرفۃ روائۃ المسانید“ میں یہی سال (۲۲۹ھ) بیان کیا ہے۔ دوسرے حضرات نے اتنی وضاحت اور کی ہے کہ رجب الاول کی دس تاریخ اور شب یکشنبہ تھی۔

تحصیل علم امام طحاوی علم کی طلب میں اپنے مسکن سے مصر آئے اور یہاں اپنے ماموں ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنی جو امام شافعی کے اجل تلامذہ اور سربرآوردہ اصحاب میں تھے ان سے پڑھتے رہے اور اسی لئے ابتداء میں امام شافعی کے مذہب پر رہے۔ مگر چند سالوں کے بعد فقہ شافعی کے بجائے فقہ حنفی کے متبع ہو گئے تھے۔

سماع حدیث کیلئے سفر امام طحاوی نے امام مزنی کے علاوہ مصر کے دیگر محدثین کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فقہ و حدیث کو حاصل کیا بلکہ مصر میں ہر وارد ہونے والے محدث و عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے۔ اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کے بعد ۲۶۸ھ میں ملک شام کا رخ کیا۔ بیت المقدس، غزہ، عسقلان کے شیوخ سے سماعت کی۔ دمشق میں ابو عازم عبد الحمید قاضی دمشق سے ملاقات کی اور ان سے فقہ حاصل کیا۔ اس کے بعد ۲۶۹ھ میں مصر واپس تشریف لائے۔

علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ جو شخص امام طحاوی کے شیوخ پر نظر ڈالے گا اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ان کے شیوخ میں مصری، مغاربہ، یمنی، بصری، کوئی، حجازی، شامی اور خراسانی مختلف ممالک کے حضرات ہیں۔ جن سے آپ نے اخبار و آثار کا علم حاصل کیا۔ مصر اور اس کے علاوہ دیگر شہروں کے شیوخ سے تحصیل علم کیلئے صحرانوردی کی۔ یہاں تک کہ وہ علما جو مختلف اشخاص کے پاس پرآگندہ تھے ان سب کو امام موصوف نے سمیٹ لیا اور بالاخر ایک وقت وہ آیا کہ اپنے زمانہ میں تحقیق مسائل اور وقت نظر کے لحاظ سے طحاوی کا کوئی شیل نہ رہا۔

شیوخ و اساتذہ آپ کے شیوخ کی تعداد بے شمار ہے۔ بعض حضرات نے ان کے شیوخ کو مستقل تصنیف میں جگہ دی ہے۔ چنانچہ حافظ عبد العزیز بن ابی طاہر تمیمی نے اپنی ایک تالیف میں آپ کے اساتذہ کو یکجا جمع کیا ہے۔ چند مشہور اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

ابراہیم بن ابی داؤد برلسی، ابراہیم بن مقد خولانی، ابراہیم بن محمد صیرنی، ابراہیم بن مرزوق بصری، احمد بن قاسم کوئی، احمد بن داؤد سدوسی، احمد بن سہل رازی، احمد بن اصرم مزنی، احمد بن مسعود مقدسی، احمد بن سعید فہری، ابوبشر احمد دولابی، احمد بن خالد فارسی، احمد بن عبد اللہ برقی، احمد بن حماد عجیبی، احمد بن محمد بن بشار، احمد بن شعیب نسائی، اسحاق بن ابراہیم وراق، اسحاق بن حسن طحان مروزی، اسماعیل بن یحییٰ مزنی، بحر بن نصر خولانی، یحییٰ بن قتیبہ بصری، جعفر بن احمد اسلمی، حجاج بن عمران مازنی، حسن بن عبد الاعلیٰ صنعانی، حکیم بن سیف رقی، رجب بن سلیمان ازدی، روح بن فرج، زکریا بن یحییٰ، سعید بن بشر رقی، سلیمان بن شعیب کیسانی، صالح بن حکیم تمار بصری، صالح بن شعیب بصری، طاہر بن عمرو، عبد الرحمن ابو زرعد دمشق، عبد العزیز بن معاویہ نسائی، علی بن شیبہ مصری، علی بن معبد، علی بن سعید رازی، علی بن زید فراغی، عمران بن موسیٰ طائی، فہد بن سلیمان تلمی، قاسم بن عبد اللہ احمی، لیث بن عبدہ مروزی، محمد بن جعفر

فریابی، محمد بن حرمہ، محمد بن مکی، محمد بن حمید رعی، محمد بن سلامہ طحاوی، نصر بن مروق عسقی، ولید بن محمد تمیمی، ہارون بن محمد عسقلانی، یحییٰ بن عثمان سسی، یحییٰ بن اسماعیل بغدادی۔
 اصحاب و تلامذہ..... امام طحاوی کے علمی کمالات نے آپ کی ذات گرامی کو طالبان حدیث و فقہ کا مرجع بنادیا تھا۔ اختلاف مسلک و مشرف کے باوجود دور و راز ملکوں سے طالبان علوم سنر کی صعوبتیں اٹھاٹھا کر علمی استفادہ کیلئے آپ کے پاس آتے تھے، چند تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

ابو عثمان احمد بن ابراہیم، احمد بن عبد الوارث زجاج، احمد بن محمد دامغانی، ابو محمد حسن بن قاسم، سلیمان بن احمد طبرانی، ابو محمد عبد اللہ بن حدید، عبد الرحمن بن اسحق جوہری، ابو القاسم عبید اللہ بن علی داؤدی، محمد بن احمد انجمی، محمد بن ابراہیم مقری، محمد بن جعفر غندر بغدادی، محمد بن عمر ترمذی، مسلم بن قاسم قرطبی، مکی بن احمد بردعی، میمون بن حمزہ عبیدی، ہشام بن محمد رعی، ہشام بن محمد بن قرہ مصری، یوسف بن قاسم میانجی۔
 امام طحاوی کا مسلک.....

جہاں میں اہل ایمان صورت خورشید جیتے ہیں
 ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے
 امام طحاوی نے ابتدائی نشوونما کے زمانہ میں اپنے ماموں ابو ابراہیم اسمعیل بن یحییٰ مزنی ہی سے فقہ حاصل کرنا شروع کیا تھا اس لئے ابتدا آپ امام شافعی کے مقلد تھے۔ پھر فقہ میں جتنا آگے بڑھتے رہے اتنا ہی انقلاب سے دوچار ہوتے رہے۔ اصل و فرع میں مد و جز میں مد افعت، اقدام و احجام کا معاملہ، تقیص و ابرام کی صورت، قدیم و جدید کی تقسیم ایک عجیب کیفیت تھی۔ ادھر ماموں کے پاس وہ سامان نہ تھا جس سے طحاوی کی مستقل دور ہو سکتی۔ آخر اس کی جستجو ہوئی کہ مسائل خلافہ میں ماموں جان کیا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کثرت سے فقہ حنفی کا مطالعہ کرتے ہیں اور بہت سے مسائل میں امام شافعی کے مسلک سے الگ ہو کر امام اعظم کے ارشاد سے ملتا جلتا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں اور اس طرح کے تمام مسائل ایک ذاتی یادداشت (مختصر) میں جمع کر لیتے ہیں۔ اب طحاوی نے بطور خود عراقی اسلوب فقہ کا مطالعہ شروع کیا۔ دل کو بھاگیا اس کے بعد امام طحاوی نے باقاعدہ احمد بن ابی عمر ان سے فقہ حنفی حاصل کرنا شروع کیا جو عراق سے تشریف لائے تھے۔ اس سے پہلے طحاوی بنکار بن تقیہ کی وہ تردید بھی ملاحظہ کر چکے تھے جو امام مزنی کے سلسلہ میں کی گئی تھی۔ یہی وہ موڑ ہے جہاں سے طحاوی نے اپنی راہ مسلک شافعی کو خیر باد کہتے ہوئے نئی راہ مسلک حنفی پر گامزن ہوئے۔

بے حقیقت افسانے و بے بنیاد کہانیاں..... تبدیلی مسلک کے سلسلہ میں جو واقعہ صادقہ اوپر مذکور ہوا یہ امام طحاوی کا اپنا بیان ہے جس کو محمد بن احمد شروطی نے آپ کی زبانی نقل کیا ہے۔ اس لئے یہی صحیح و معتبر اور قابل پذیرائی ہے۔ اس سلسلہ میں اور جو واقعات نقل کئے گئے ہیں مثلاً ابو اسحاق شیرازی نے طبقات القہماء میں بیان کیا ہے کہ ”اول اول شافعی المسلک تھے اور مزنی سے علم فقہ حاصل کرتے تھے۔ ایک روز مزنی کی زبان سے نکل گیا بخدا تم کو کچھ نہ آیا۔“ طحاوی کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور ابن ابی عمر ان کی درس گاہ میں آ رہے۔ جب طحاوی نے مختصر تالیف کی تو فرمایا اگر ابو ابراہیم زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔

اسی طرح سلفی نے ”معجم شیوخ“ میں بروایت احمد بن عبد المعم آمدی عن ابن علی زامغانی عن القدری اور حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور حافظ ابن حجر نے ”لسان المیزان“ میں اسی قسم کے جو واقعات نقل کئے ہیں وہ سب بے سند، خلاف روایت اور بعید از عقل ہیں۔

علو شان و علمی مقام..... امام طحاوی حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ و اجتہاد میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ قافلہ علم میں بہت کم ایسے حضرات نکلیں گے جو یک وقت حدیث و فقہ اور اصول فقہ میں امام طحاوی کے کامل ہمہ دانی ہمہ سہری کر سکیں۔

آپ کا شمار احاطم مجتہدین میں ہوتا۔ چنانچہ ملا علی قاری نے آپ کو طبقہ ثالثہ کے محدثین میں شمار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مجتہدین ہیں جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں۔ جن میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو۔ جیسے خصاص، ابو جعفر، طحاوی، ابو الحسن کرخ، شمس الاممہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، فخر الدین قاضی خاں وغیرہ۔ یہ لوگ امام صاحب سے اصول و فروع میں مخالفت نہیں کرتے۔ البتہ حسب اصول و قواعد ان مسائل کے احکام کا استنباط کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی نص نہ ہو۔

مگر شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ”مختصر طحاوی“ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام طحاوی مجتہد منتسب تھے محض امام ابو حنیفہ کے مقلد نہ تھے۔ کیونکہ بہت سے مسائل میں ان کے مذہب سے اختلاف کیا ہے۔ اسی لئے مولانا عبدالحی صاحب نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے طبقے میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کا مرتبہ ان دونوں سے کم نہیں تھا۔ طحاوی کا مرتبہ ارباب حکومت کے یہاں..... حسین بن عبداللہ قرطبی بیان کرتے ہیں کہ ابو عثمان احمد بن ابراہیم اپنے زمانہ قضاء میں ہمیشہ طحاوی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور سماع حدیث کا مشغلہ رہتا تھا۔ عبدالرحمن بن اسحاق جوہری کو قضاء مصر کا منصب تفویض ہوا تو ہمیشہ سواری کے موقع پر یہ معمول رہا کہ طحاوی کے بعد سوار ہوتا اور بعد میں اترتا۔ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ قاضی وقت ہو کر ایسا کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم پر یہی ضروری ہے کیونکہ طحاوی عالم اور پیشوا ہیں۔ نیز یہ کہ وہ مجھ سے گیارہ برس بڑے ہیں۔ گیارہ برس تو خیر بڑی مدت ہوتی ہے اگر وہ مجھ سے گیارہ گھنٹے بھی بڑے ہوتے تب بھی محض عمدہ قضاء کی وجہ سے ان پر بڑائی جتنا مناسب نہ ہوتا۔

جب ابو محمد عبداللہ بن زبر اسی عمدہ قضاء پر فائز ہوئے اور طحاوی نے ان کے سامنے فریضہ شہادت انجام دیا تو بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ نہ صرف یہ بلکہ ابو محمد نے طحاوی سے ایک حدیث کے بارے میں بھی سوال کیا۔ یہ حدیث ابو محمد کسی اور شخص کے واسطے سے بروایت طحاوی سن چکے تھے۔ اس موقع پر طحاوی نے اس حدیث کا املا کر لیا۔

ایک بار طحاوی احمد بن طولون کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ مجلس میں پہلے نکاح کی رسم ادا ہوئی۔ نکاح کے بعد خادم ایک صحنی میں سودینا اور خوشبو لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ تحفہ قاضی صاحب کیلئے ہے۔ قاضی نے طحاوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ حق طحاوی کا ہے۔ اس کے بعد دس صحنیاں گواہوں کیلئے آئیں مگر قاضی برابر یہی کہتا رہا کہ یہ طحاوی کا حق ہے۔ آخر میں خود طحاوی کا ذاتی تحفہ بھی آگیا۔ اس طرح طحاوی ایک ہی مجلس سے بارہ ہزار دینار خوشبو لے کر اٹھے۔

فن جرح و تعدیل اور امام طحاوی..... فن رجال و جرح و تعدیل میں امام طحاوی کو کامل دستگاہ حاصل تھی۔ اس فن میں آپ کی مستقل تصانیف بھی ہیں۔ تاریخ مجیر اور نقض المدسین جو کراچی کے رد میں ہے۔ اسی طرح ابو نعیم کی کتاب الغیب پر مستقل تردید لکھی ہے جہاں آپ مشکل لائبریری میں رواہ پر اور معانی لائبریری میں احادیث متعارضہ پر کلام کرتے ہیں۔ اس سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام طحاوی کے کمالات کا اعتراف..... امام طحاوی کے فضل و کمال، شہادت و دیانت کا اعتراف ہر دور کے محدثین و مورخین نے کیا ہے۔ علامہ عینی تحب الافکار میں فرماتے ہیں۔

”امام طحاوی کی شہادت، دیانت، امانت، فضیلت کاملہ اور علم حدیث میں ید طولی اور حدیث کے ناخ و منسوخ کی مہارت پر اجماع ہو چکا ہے۔ امام طحاوی کے بعد کوئی ان کا مقام پر نہ کر سکا۔“

ابو سعید بن یونس تاریخ علماء مصر میں امام طحاوی کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”طحاوی صاحب شہادت و فقہ ہونے کے ساتھ بلا کی نظر بھی رکھتے تھے۔ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہیں ہوا ہے۔ مسلمہ بن قاسم قرطبی ”اصلاحہ“ میں فرماتے ہیں کہ

”مام طحاوی ثقہ، جلیل القدر، فقیہ، علماء کے اختلافی مسائل اور تصنیف و تالیف میں صاحب بصیرت تھے۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ
 ”طحاوی حنفی الملتک ہونے کے باوجود تمام فقہی مذاہب پر نظر رکھتے تھے۔“
 ابن جوزی ”منتظم“ میں فرماتے ہیں کہ ”طحاوی ثقہ، ثبت، فہیم و فقیہ تھے۔“
 سبط ابن الجوزی ”مرآۃ الزمان“ میں مذکورہ بالا جملہ دہرانے کے بعد فرماتے ہیں کہ ”طحاوی کے فضل، صدق، زہد و روح پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔“

علامہ ذہبی کے الفاظ تاریخ کبیر میں یہ ہیں۔ ”فقیہ، محدث، حافظ، زبردست مام، ثقہ، ثبت اور ذی فہم۔“
 علامہ سیوطی کے الفاظ میں ”الامام، العلامۃ، الحافظ، صاحب تصانیف، ثقہ، ثبت، فقیہ ان کے بعد کوئی ان جیسے نہ ہوا۔“
 علامہ یعنی نے بہت سے علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ ہر حال یہ واقعہ ہے کہ مام طحاوی قرآن و حدیث سے استنباط و فقہ میں اپنے معاصرین و مابعد کے علماء میں نظیر نہیں رکھتے۔ انہیں اعلم الناس مذہب ابی حنیفہ کہا گیا ہے۔
 مام طحاوی کی جلالت شان و ثقاہت کے باوجود حافظ یحییٰ، ابن تیمیہ اور ابن حجر وغیرہ نے اعتراضات کئے ہیں جو مقتدین کے اعتراف و توثیق کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

وفات ابن خلکان و فیات الاعیان میں مام طحاوی کے حالات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ذیقعدہ کی چاند رات تھی، جمعرات کی شب تھی کہ اچانک پیغام اجل آپہنچا اور ۳۲۱ھ میں مام طحاوی یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔

نامہ رسید ازال جہاں ہر مرام جعت برم
 عزم رجوعی کم رخت پر رخ کی برم
 قبر شریف قراقہ میں ہے جو عام طور پر مشہور ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت مصطفیٰ ۲۲۹، مدت عمر محمد ۹۲ اور تاریخ وفات محمد مصطفیٰ ۳۲۱ ہے۔ علامہ سمعانی ابن کثیر اور حافظ سیوطی وغیرہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

مدفن علامہ عینی تب الاذکار میں فرماتے ہیں کہ ”میں نے ایک مصری عالم کی تصنیف مصر کے لماکن متبرکہ کے سلسلہ میں دیکھی ہے۔ اس کا مولف بیان کرتا ہے کہ بعض حضرات کا بیان ہے کہ طحاوی کا مرقد مقام خندق عبور کرنے کے بعد دائیں سمت میں مسجد محمود کے قریب ہے جسے عام طور پر لوگ جانتے ہیں۔ تاریخ اور جغرافیہ میں اس خندق اور مسجد محمود کے نام اکثر ملتے ہیں، مگر اب کچھ بھی نہیں رہا۔ آج طحاوی کے مزار پر جانے کی صورت یہ ہے کہ جو سڑک مام شافعی کے مرقد تک جا رہی ہے اس پر دائیں طرف بالکل سامنے جہاں مرقد شافعی جانے والی ٹرم رکتی ہے وہیں مزار ہے۔ شارع شافعی سے دائیں جانب جانے والی سڑک پر شارع طحاویہ کے سامنے ایک پرانے گنبد کے نیچے یہ آفتاب علم محو خواب ہے۔ مزار پر تاریخ وفات کندہ ہے اور ایک خاص عظمت برستی ہے۔ گنبد کے نیچے ایک خالی جگہ بھی ہے۔ گمان یہ ہے کہ یہاں سید احمد طحاوی مدفون ہے۔ موصوف زندگی میں اس بات کے متمنی رہتے تھے۔

تصانیف و تالیف مام طحاوی کی تالیفات زیادہ فوائد کے لحاظ سے دیکھی جائیں یا جامعیت و تحقیق کے پہلو سے ہر طرح نہایت مقبول و ممتاز رہی ہیں جن کو علماء و فقہاء نے ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ لیکن بہ نسبت متاخرین کے حقد میں میں ان کا اعتناء زیادہ رہا ہے۔ اسی لئے آپ کی کتابیں بہت کم طبع ہو سکیں۔ مشہور و اہم تالیف کا تعداد حسب ذیل ہے۔

(۱) مشکل الآثار ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی آخری تصنیف ہے۔ جس کا اصل نام ”مشکل الحدیث“ ہے عام طور پر لوگ مشکل الآثار کے نام سے جانتے ہیں۔ احادیث نبویہ میں جو بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے اس کتاب میں اس تضاد کو دور کر کے احکام کا استخراج کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سات جیم جلدوں میں بلکہ شیخ الاسلام فیضی اللہ استعول میں موجود ہے جو صحت کے لحاظ سے قابل اعتماد ہے۔ اس کو ابو القاسم ہشام بن محمد ابن ابی خلیفہ رحمتی نے طحاوی سے روایت کیا ہے علامہ کوثری

فرماتے ہیں کہ جن حضرات کو امام شافعی کی ”اختلاف الحدیث“ اور ابن تیمیہ کی ”مختلف الحدیث“ دیکھنے کا موقع ملا ہے اور پھر انہوں نے طحاوی کی یہ تالیف بھی دیکھی ہے ان پر طحاوی کی عظمت اور وسعت علم بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔ ابو الولید قاضی ابن رشد نے بعض اعتراضات کے ساتھ اس کا اختصار کیا ہے۔ علامہ عینی کے شیخ قاضی القضاۃ جمال الدین یوسف بن موسیٰ ملطی نے اس اختصار کا بھی اختصار کیا ہے جو ”لمختصر من المختصر“ کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ البتہ صرف یہ کہ تخصیص بہت عمدہ ہے بلکہ ابو الولید کے تمام اعتراضات کی حقیقت بھی کھول دی ہے۔

(۲) اختلاف العلماء..... یہ تصنیف مکمل نہ ہو سکی۔ تاہم نئے ساز کے تقریباً ایک سو تیس جزو حدیثی میں بیان کی جاتی ہے۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ میں یہ اصل کتاب نہیں دیکھ سکا۔ البتہ اس کا خلاصہ ”مختصر اختلاف علماء الامصار“ جو ابو بکر رازی نے کیا ہے مکتبہ جلال اللہ ولی الدین استنبول میں موجود ہے۔ مختصر کا اندازہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور اصحاب ائمہ اربعہ کے ساتھ غنی، عثمان بنی، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ اور حسن بن حی جیسے قدیم مجتہدین و کبار محدثین متقدمین کے اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۳) احکام القرآن..... یہ بیس اجزاء میں ہے۔ قاضی عیاض اکمال میں بیان کرتے ہیں کہ ”طحاوی نے تفسیر قرآن کے موضوع پر ایک ہزار ورق لکھے تھے۔“ (یہ احکام القرآن ہی کا ذکر ہے۔)

(۴) کتاب الاشرط الکبیر فی التوثیق..... یہ تقریباً چالیس اجزاء پر مشتمل ہے۔ بعض مستشرقین نے اس کا کچھ حصہ شائع کیا ہے۔ اس کا ایک حصہ مکتبہ علی پاشا شہید استنبول میں اور ایک حصہ مکتبہ مراد ملا استنبول میں ملتا ہے۔ مگر ان دونوں سے بھی کتاب مکمل نہیں ہوتی۔

(۵) الاشرط الاوسط..... مختصر الاشرط یہ پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔ مکتبہ شیخ الاسلام فیض اللہ میں موجود ہے۔ اس کتاب سے علم شرط و توثیق پر طحاوی کی دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۶) مختصر الطحاوی فی الفقہ..... فقہ حنفی میں سب سے پہلی نہایت معتد اور اعلیٰ تصنیف بالکل اسی انداز پر جیسی شافعی مسلک پر امام مزنی کی مختصر ہے جس میں امام اعظم و اصحاب امام کے اقوال مع ترجیحات ذکر کئے ہیں۔ اس کے نسخے مکتبہ اذہر، مکتبہ جلال اللہ استنبول میں موجود ہیں۔ لوگوں نے اس کی شرحیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں سب سے قدیم اور سب سے اہم ابو بکر جصاص رازی کی شرح ہے۔ روایت و درایت دونوں لحاظ سے عمدہ ہے۔ اس کا ایک ککڑا اور الکتب مصرہ میں اور باقی حصہ مکتبہ جلال اللہ میں ہے۔ دوسری شرح ابو عبد اللہ حسین بن علی صہری کی ہے۔ تیسری شرح شمس الاممہ سرخسی کی ہے۔ اس کا کچھ حصہ مکتبہ سلیمانہ میں اور باقی حصہ مکتبہ شہزادہ آستانہ میں ملتا ہے۔ چوتھی شرح ابو نصر احمد بن محمد اقطع شارح مختصر القندی کی ہے۔ پانچویں شرح براء الدین علی بن محمد سرقدی اسجانی کی ہے۔ چھٹی شرح ابو نصر احمد بن منصور خجندی کی ہے جو بہت مفصل ہے۔ شرح خجندی مکتبہ علی پاشا شہید میں اور شرح سرقدی مکتبہ بنی جامع میں موجود ہے۔ ساتویں شرح احمد بن محمد بن مسعود وبری کی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی شرح ہیں۔

(۷) نقض کتاب المدلسین..... یہ پانچ اجزاء میں ہے۔ جس میں ابو علی حسین بن علی کراہیسی کی کتاب المدلسین کا بہترین رد کیا ہے۔ کراہیسی کی کتاب بہت مضر اور خطرناک تھی۔ جس میں اعدا بر سنت کیلئے حدیث کے خلاف مواد فراہم کیا تھا اور اپنے مسلک کی زندگی کے لئے خلاف مسلک تمام روایہ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کتاب کے بارے میں امام احمد کا ارشاد ابن رجب نے شرح علل ترمذی میں دہرایا ہے۔ طحاوی نے اس فتنہ کی سرکوبی بڑی اوالعززی سے کی ہے۔ کتاب المدلسین کے باب میں امام احمد کے علاوہ ابو ثور وغیرہ نے کئی سخت مذمت کی ہے۔

(۸) عقیدۃ الطحاوی..... یہ عقائد پر مشہور کتاب ہے۔ اس کا پورا نام یہ ہے۔ ”بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ علی

مذہب فقہاء الملئۃ ابی حنیفہ و ابی یوسف الانصار و محمد بن الحسن۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ اس میں لکھنؤ سنت و الجماعت کے عقائد یہ لحاظ مذہب فقہاء امت (امام اعظم و اصحاب امام) بیان کئے ہیں۔ جس کی بہت سی شرح بھی لکھی گئی ہیں۔
(۹) سنن الشافعی..... اس میں وہ سب احادیث جمع کر دی ہیں جو امام حنفی کے واسطے سے امام شافعی سے مروی ہیں۔
علامہ فرماتے ہیں کہ مسند امام شافعی کو روایت کرنے والے اکثر امام طحاوی کے واسطے سے ہیں۔ اس لئے سنن الشافعی کو سنن الطحاوی بھی کہا جاتا ہے۔

(۱۰) التدریج الکبیر..... ابن خلکان، ابن کثیر، یافعی، سیوطی اور ملا علی قاری وغیرہ سب نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کی تلاش میں انتہائی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ کتب رجال اس کی نقول سے بھری ہوئی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت اہم اور معتد ترین کتاب ہے۔

(۱۱) کتاب الخلل..... تقریباً چالیس اجزاء ہیں جن میں احکام، صفات، اجناس اور احادیث مرویہ سے بحث کی ہے۔
(۱۲) شرح المغنی..... حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس سے بہت جگہ اخذ کیا ہے۔ مثلاً باب التواصل فی الثوب الواحد فلجعل علی عاتقہ میں کہا ہے کہ طحاوی نے شرح المغنی میں اس پر باب قائم کیا ہے اور اس کی ممانعت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پھر طاووس وغنی سے نقل کی ہے۔

(۱۳) الرد علی ابی عبید..... ایک جزو میں ہے اس کا تعلق مسئلہ انساب سے ہے۔ ابو عبید نے کتاب النخب میں جو غلطیاں کی تھیں امام طحاوی نے ان کی تصحیح کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر تالیفات یہ ہیں۔

(۱۴) النوادر الفقیہیہ دس اجزاء میں ہے۔

(۱۵) النوادر والحکایات..... تقریباً تیس اجزاء میں ہے۔

(۱۶) حکم ارض مکہ..... ایک جزو ہے۔

(۱۷) حکم الفی و الفیائم..... ایک جزو ہے۔

(۱۸) کتاب الاثریہ..... طحاوی کی دوسری کتابوں کے ساتھ ہشام وغنی اس کو بھی لے گئے تھے۔

(۱۹) الرد علی عیسیٰ بن ابان

(۲۰) الرزئیہ..... ایک جزو ہے۔

(۲۱) شرح الجامع الکبیر

(۲۲) شرح الجامع الصغیر

(۲۳) کتاب النماز والصلوات

(۲۴) کتاب الوصایا

(۲۵) کتاب الفرائض

(۲۶) اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ۔

اس کو لوگ مناقب کے نام سے جانتے ہیں۔

(۲۷) التوبیۃ بین حدیث و اخبارنا۔

اس کی تلخیص ابن عبد البر نے جامع بیان العلم و فضلہ میں کی ہے۔

(۲۸) کتاب تصحیح الآثار

(۲۹) اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین۔ دو جزو ہیں۔

(۳۰) کتاب التحریل

(۳۱) معانی الآثار..... حسب تحقیق ملا علی قاری یہ کتاب امام طحاوی کی پہلی تصنیف ہے۔ اختلافی مسائل پر دلائل کا محکمہ اس کتاب کا موضوع ہے۔ طحاوی اپنی سند سے ان تمام احادیث و اخبار کو بیان کرتے ہیں۔ جن سے ائمہ کرام اختلافی مسائل پر استدلال کرتے ہیں۔ پھر اسناد و متن، روایت و نظر کی روشنی میں فریضہ نقد انجام دے کر خاص انداز سے وہ حقائق نکالتے ہیں جو ہر ایسے انصاف پسند اور متلاشی انسان کیلئے کافی ہوتے ہیں۔ جس کا مقصد تقلید جامدہ نہ ہو۔ حافظ سخاوی نے جن کتب حدیث کے مطالعے کا خصوصی مشورہ دیا ہے ان میں معانی الآثار بھی ہے۔ جس کو شرح معانی الآثار بھی کہا گیا ہے۔ علامہ امیر اتقانی فرماتے ہیں ”شرح معانی الآثار پر غور کرو کیا تم ہمارے اس مذہب حنفی کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی نظیر پاسکتے ہو۔“ عالم مصر شیخ محمد خضریٰ بک صاحب ”التشریح الاسلامی.....“ فرماتے ہیں ”قد اطلعنا علی هذا الكتاب فوجدناه كتاب رجل ملنى علما و

تمکن من حفظ سنت رسول الله صلى الله على وسلم مع تمام الاطلاع على اقاويل الفقهاء و مستنداتهم فيما ذهبوا اليه۔“ بیہقی کا طعن اور اس کا جواب..... حافظ بیہقی نے اپنی کتاب ”الاوسط“ میں لکھا ہے کہ جب میں نے اس کتاب کی تالیف شروع کی تو ایک شخص میرے پاس ابو جعفر طحاوی کی کتاب لے کر آیا (یعنی معانی الآثار) میں نے دیکھا کہ مصنف نے بہت سی ضعیف احادیث کو محض اپنی رائے سے صحیح قرار دیا ہے اور بہت سی صحیح احادیث کو ضعیف کہا ہے، شیخ عبدالقادر قرشی ”الکتاب الجامع“ میں اس طعن کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کا دامن اس ناپاک طعن سے بالکل پاک ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب ”الحواشی فی بیان آثار الطحاوی“ میں تمام اسانید کتب اور اس کی احادیث پر کلام کر کے ثابت کیا ہے کہ جرح مذکور بے بنیاد ہے، صاف لفظوں میں فرماتے ہیں ”والله ادفی هذا الكتاب شيئا مما ذكره البيهقي عن الطحاوي“ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ قاضی القضاة علاء الدین المارودینی نے بیہقی کی کتاب ”سنن کبیر“ پر ایک کتاب لکھی ہے۔ (یعنی الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی) اس میں ثابت کیا ہے کہ بیہقی نے جو طعن امام طحاوی پر کیا ہے خود ہی اس کے مرتکب ہیں۔

کتب حدیث میں معانی الآثار کا مقام..... علامہ عینی نے اس کو دوسری بہت سی کتب حدیث پر ترجیح دی ہے فرماتے ہیں کہ ”سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ پر اس کی ترجیح اس قدر واضح ہے کہ اس میں شک کوئی ناواقف ہی کرے گا۔“ علامہ ابن حزم نے اپنے جمود و تشدد کے باوجود اس کو سنن ابی داؤد و سنن نسائی کے درجہ پر رکھا ہے۔ علامہ ابن خلدون، امام دارقطنی وغیرہ کی تقلید میں یہ لکھ گئے کہ طحاوی کے شرائط متفق علیہ نہیں ہیں کیونکہ مستور الحال وغیرہ سے بھی روایت کی ہے۔ اس لئے اس کا مرتبہ صحیحین و سنن کے بعد ہے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کا مرتبہ سنن ابی داؤد کے قریب ہے کیونکہ اس کے روایت معروف ہیں۔ اگرچہ بعض متکلم فیہ بھی ہیں۔ اس کے بعد ترمذی پھر سنن ابن ماجہ کا درجہ ہے۔

معانی الآثار کی خصوصیات..... (۱) اس میں بکثرت ایسی حدیثیں موجود ہیں جس سے دیگر کتب خالی ہیں۔

(۲) ایک حدیث کی مختلف اسانید جمع کر دیتے ہیں جس میں ایک محدث کو بہت سے نکات و فوائد کا علم ہوتا ہے۔

(۳) غیر منسوب رواہ کی نسبت اور مبہم راوی کا نام، مشتبہ کی تمیز، مجمل کی تفسیر، مضطرب و شک راوی سب کو نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

(۴) صحابہ و تابعین کے آثار، فقہاء کے اقوال اور ائمہ کی جروہ و تعدیل بھی بیان کرتے ہیں۔ جس سے ان کے معاصرین کی کتابیں خالی ہیں۔

(۵) کبھی ترجمہ کسی فقہی مسئلہ پر قائم کرتے ہیں اور باب کے تحت کی روایت سے ایسے دقیق استنباطات کرتے ہیں جن کی طرف اذہان کم متعل ہوتے ہیں۔

(۶) اولہ اجتناف کے ساتھ دوسرے ائمہ کے دلائل بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر نظر قائم کرتے

ہوئے پوری طرح محاکمہ کر کے فقہ کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

شرح و تعلیقات معانی لآثار..... معانی لآثار پر ہمیشہ بہترین علمی کوششیں کی گئی ہیں۔ درس روایت، تلخیص، تشریح، نقد رجال، غرض ہر پہلو سے اس کو علماء کی توجہ کا شرف رہا ہے۔ چند شروح و تعلیقات یہ ہیں۔

(۱) الحادی فی تخریج معانی لآثار للطحاوی..... حافظ عبد القادر قرشی کی تصنیف ہے جس کا ایک کمراد الکلب

المصریہ میں موجود ہے۔ حافظ موصوف نے اپنی طبقات میں جہاں قسم الجامع کا باب باندھا ہے۔ وہاں اپنی اس شرح کی تالیف کا تذکرہ پوری تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

(۲) شرح معانی لآثار..... از مولانا ابو محمد بنی صاحب لباب، اس کا ایک کمراد مکتبہ لیا صوفیہ آستانہ میں موجود ہے۔

(۳) تحب الافکار..... علامہ بدر الدین عینی کی بے نظیر شرح ہے جس میں شرح حدیث کے ذیل میں رجال پر بھی

مفصل گفتگو ہے۔ اس کی آٹھ جلدیں مولف ہی کے قلم سے لکھی ہوئی دارالکتب المصریہ کے مخطوطات میں موجود ہیں۔ مگر کرم خوردہ ہیں۔ اس کے کچھ اجزاء مکتبہ احمد ثالث بمقام طوبقو میں اور کچھ اجزاء مکتبہ عموجہ حسین پاشا آستانہ میں ملتے ہیں۔ علامہ موصوف کی یہ عظیم الشان خدمت بھی شرح بخاری سے کم درجہ کی نہیں ہے۔

(۴) مبانى الاخبار..... یہ بھی علامہ بدر الدین عینی کی تصنیف ہے، جو آپ ہی کے علم سے لکھی ہوئی چار جلدوں

میں دارالکتب المصریہ میں موجود ہے۔ اس شرح میں رجال پر گفتگو نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے مولف موصوف نے ایک مستقل کتاب معانی الاخبار فی رجال معانی لآثار لکھی ہے۔

(۵) معانی الاخبار فی رجال معانی لآثار..... اس کی دو جلدیں ہیں۔ اس کا جو نسخہ دارالکتب المصریہ میں ہے وہ ناقص

ہے۔ مگر یہ نقص مکتبہ رواق الاتراک از ہر کے نسخے سے دور کیا جاسکتا ہے۔

(۶) المانی الاخبار..... حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رئیس التبلیغ (نور اللہ مرقدہ) کی گر اندر شرح ہے جو تمام

سابقہ شروح کا بہترین خلاصہ ہے۔ انیسویں ہے کہ شرح کی تکمیل تو تقریباً ہو چکی تھی لیکن حضرت مولانا کی زندگی میں اس کی صرف دو ہی جلدیں شائع ہو چکی تھیں کہ اچانک موصوف کا سانحہ وصال پیش آگیا۔

(۷) تلخیص معانی لآثار..... حافظ ابن عبد البر کی تصنیف ہے۔ موصوف اپنی عام کتابوں میں عموماً اور ”المتممید“

میں خصوصاً بڑی کثرت سے امام طحاوی سے نقل کرتے ہیں۔

(۸) تلخیص معانی لآثار..... حافظ زبیلی صاحب نصب الرایہ کی تصنیف ہے جو مکتبہ رواق الاتراک از ہر میں محفوظ ہے۔

اس کا ایک نسخہ مکتبہ کوبریلی آستانہ میں بھی ہے۔ اس کی شرح صاحب لباب نے کی ہے جو مکتبہ اباصوفیہ آستانہ میں لے ہے۔

(۲۲) صاحب مصابیح

نام و نسب اور سکونت..... حسین نام، کینیت، ابو محمد، لقب محی السنہ، والد کانام مسعود اور دادا کا محمد ہے فراء بغوی سے مشہور ہیں اور ابن الفراء بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کا سن پیدائش ۴۳۵ھ ہے۔

لفت عرب میں فردو پوستین کو کہتے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی پوستین سی کر فروخت کرتا تھا اس لئے ان کو فراء اور ابن الفراء کہتے ہیں۔ بغوی ان کے وطن بغوی طرف نسبت ہے۔ بغوی اصل بغشور ہے جو ”باغ کور“ کا مغرب ہے۔ یہ ایک معمور و آباد شہر ہے جو ہرات اور مرد کے درمیان واقع ہے۔ شور کو حذف کر کے باغ کی طرف نسبت کی تو

لے قص ازبستان الحمد شین، محمد شین عظام، الجواہر المصیہ، حیات امام طحاوی، ابن خرکان، معجم البلدان۔

یعنی ہو گیا۔ یہ لفظ ٹھائی ہے، مگر زیادتِ داؤ کی وجہ سے ٹھائی ہو گیا۔

محصیل علوم..... آپ اپنے زمانہ کے مشہور محدث و مفسر اور بلند پایہ قراء میں سے ہیں۔ فقہ میں قاضی حسین بن محمد کے شاگرد ہیں اور صاحب تعلیقہ اور اجل شوافع میں سے ہیں اور حدیث میں ابوالحسن عبدالرحمن بن محمد داؤد کے شاگرد ہیں جو زمرہ محدثین میں داخل ہیں۔ ابو عمر عبدالواحد الحلیتی، ابوالفضل، رمیاد بن محمد الحنفی، ابوبکر یعقوب بن احمد صیرفی، ابوالحسن علی بن یوسف جوینی احمد بن ابی نصر، حسان بن محمد، ابوبکر محمد بن البیہم، ابوالحسن محمد بن محمد اور دیگر محدثین سے بھی کافی استفادہ کیا ہے۔ آپ سے ابو منصور محمد بن اسعد الططری، ابوالفتوح محمد بن محمد الطائی اور ابوالکلام فضل اللہ بن محمد ربانی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

زہد و ورع..... تمام عمر تصنیف و تالیف اور حدیث و فقہ کے درس میں مشغول رہے۔ ہمیشہ بلا ضرورت دیتے اور زہد و قناعت میں زندگی گزارتے تھے۔ افطار کے وقت خشک روٹی کے ٹکڑے پانی سے تر کر کے کھاتے تھے۔ جب لوگوں نے اصرار کے ساتھ کہا کہ خشک روٹی کھانے سے دماغ میں خشکی پیدا ہو جائے تو بطور ناخوش (سالن) کے روغن زیتون استعمال کرنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی پیوی کا اشتغال ہو اور کافی مال چھوڑ کر مرے لیکن آپ نے انکی میراث میں سے کوئی چیز نہیں لی۔

دل غمی رکھتے ہیں شکوی کچھ نہیں (ازل لکھنوی)

مگر نہیں دولت تو صدمہ کچھ نہیں

محی السنہ لقب کی وجہ..... جب آپ نے شرح السنۃ تصنیف کی تو آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرما رہے ہیں کہ تو نے میری احادیث کی شرح کر کے میری سنت کو زندہ کر دیا۔ پس اسی دن سے آپ کا لقب محی السنۃ ہو گیا۔ وفات..... ماہ شوال ۵۱۶ھ میں بمقام شہر مردور و زوفا ت پائی اور اپنے استاد قاضی حسین کے پاس مقبرہ طالقانی میں مدفون ہوئے۔ وہاں آپ کی قبر مشہور و معروف ہے۔ عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔

تصانیف..... آپ کی جلیل القدر حدیثی خدمت مصابح السنۃ ہے جس میں (۴۴۸۳) احادیث ہیں۔ صحاح میں بخاری اور مسلم سے (۲۴۳۳) اور حسان میں سنن ابی داؤد اور ترمذی وغیرہ سے (۲۰۵۰) دو ہزار پچاس لیکن صاحب کشف نے احادیث مصابح کی جو تعداد بعض حضرات سے نقل کی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ انہوں نے کلی احادیث کی تعداد (۴۷۱۹) بتائی ہے۔ جن میں (۳۲۵) بخاری کی ہیں اور (۸۷۵) مسلم کی اور (۱۰۵۱) متفق علیہ اور باقی دیگر کتب حدیث کی ہیں (تحقیق) صاحب کشف نے بعض حضرات کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اس کتاب کا نام مصابح خود مصنف کا معین کردہ نہیں ہے بلکہ صاحب کتاب نے جو دیباچہ میں یہ کہا ہے۔ ”اما بعد ان احادیث هذا الكتاب مصابيح اه“ اس کی وجہ سے بطور غلبہ اس کا نام مصابح ہو گیا۔ دوسری خاص تالیفات یہ ہیں۔ تفسیر معالم التنزیل، شرح السنۃ، فتاویٰ بغویہ، ارشاد الانوار فی شاکل النبی المختار، ترجمۃ الاحکام (فی الفروع) تہذیب (فی الفروع) الجمع بین الصحیحین۔

شروح مصابح.....

(۱) البسر شرح مصابح..... از شیخ شہاب الدین فضل بن حسین تور بشتی حنفی متوفی ۶۶۱ھ

(۲) شرح مصابح..... از شیخ یعقوب بن اور لیس بن عبداللہ روی قرمانی حنفی متوفی ۸۳۳ھ

(۳) شرح مصابح..... از شیخ علاء الدین علی بن محمود بن محمد بسطام ہروی حنفی ۸۷۵ھ

(۴) شرح مصابح..... از علامہ زین الدین ابوالعدل قاسم بن قطلوبغا حنفی ۸۷۵ھ

(۵) شرح مصابح..... از قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ

(۶) التتویر..... از شمس الدین محمد بن مظفر اٹخالی متوفی ۷۴۵ھ

(۷) شرح مصابح..... از شیخ محمد بن الواسطی البغدادی معروف بابن العاتولی المتوفی ۷۹۷ھ

- (۸) تصحیح المصاحیح..... از شیخ شمس الدین محمد بن محمد الجزری المتوفی ۸۳۳ھ
 (۹) شرح مصاحیح..... از شیخ ظہیر الدین محمود بن عبد الصمد
 (۱۰) شرح مصاحیح..... از شمس الدین احمد بن سلیمان معروف باین کمال پاشا
 (۱۱) شرح مصاحیح..... از علی بن عبد اللہ بن احمد معروف بزمین العرب
 (۱۲) المغالغ شرح مصاحیح..... از شیخ مظہر الدین الحسین بن محمود بن الحسین الزیدانی
 (۱۳) شرح مصاحیح..... از شیخ عبد المؤمن بن ابی بکر بن محمد الزعفرانی
 (۱۴) شرح مصاحیح..... از شیخ ابو عبد اللہ اسماعیل بن محمد اسماعیل بن عبد الملک بن عمر المدعو بأشرف الفقہاء
 (۱۵) المناہج والتفاح فی شرح احادیث المصاحیح..... از شیخ صدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم
 (۱۶) تلفیقات المصاحیح..... از شیخ قطب الدین محمد ازبغی متوفی ۸۸۴ھ
- مختصرات و تخاریج.....

- (۱) ضیاء المصاحیح..... از شیخ تقی الدین علی بن عبد الکاظم السبکی متوفی ۷۵۶ھ
 (۲) مختصر المصاحیح..... از شیخ ابو الخلیف عبد القاہر بن عبد اللہ السمرودی المتوفی ۵۶۳ھ
 (۳) الخاریج فی فوائد متعلقہ باحدیث المصاحیح..... از شیخ محمد الدین ابو طاهر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی۔

(۲۳) صاحب مشکوٰۃ

نام و نسب..... نام محمد (یا محمود) کنیت ابو عبد اللہ، لقب دلی الدین اور والد کا نام عبد اللہ ہے۔ نسب امری ہیں اور خطیب ترمیزی سے مشہور ہیں۔ اپنے وقت کے محدث علام اور فصاحت و بلاغت کے امام تھے۔ حدیث میں آپ کا امتیازی پایہ مشکوٰۃ سے ظاہر ہے۔ مبارک شاہ سادی وغیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

تصانیف..... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور صحاح ستہ کا ضخیم مجموعہ ”مشکوٰۃ المصاحیح“ ہے جس میں صحاح کے سوا دوسری کتابوں کی حدیثیں بھی جمع ہیں۔ یہ نہایت مقبول و متداول کتاب ہے۔ ہندوستان میں تو ایک مدت تک صرف مشکوٰۃ اور مشرق الانوار ہی درس حدیث کا معراج کمال رہی ہیں اور اب جب کہ صحاح ستہ تکمیل فن حدیث کیلئے ضروری قرار پائیں مشکوٰۃ بھی دورہ حدیث سے قفل لازمی ہے۔

حافظ مشکوٰۃ ہندوستان میں..... بلکہ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ مشکوٰۃ کو قرآن کی طرح سینوں میں جگہ دی جاتی تھی۔ تذکرہ علمائے ہند میں بابا داؤد مشکوٰۃ کے ذکر میں ہے کہ فقہ، حدیث، تفسیر اور حکمت و معانی میں کمال رکھتے تھے اور مشکوٰۃ کے (مناو سندا) حافظ تھے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب مشکوٰۃ ہو گیا۔ واللہ در من قال

فذلک مشکوٰۃ و فیہا مصابیح

لئن کان فی المشکات یوضح مصباح

لہذا علی کتب الانام تراجم

وفیہا من الانوار مشاع نفعہا

حوائج اہل الصدق منہ مناجیح

فضیہ اصول الدین والفقہ والہدی

طرف تالیف..... مصاحیح میں صرف احادیث مذکور تھیں راوی کا نام، مخرج حدیث، صحت و ضعف اور حسن وغیرہ کا تذکرہ تھا۔ صاحب مشکوٰۃ نے جملہ امور بیان کئے اور یہ بھی بتلایا کہ وہ حدیث کس کتاب کی ہے۔ چنانچہ تیرہ اصحاب حدیث کا خصوصی ذکر ہے۔ صحاح ستہ، امام مالک، شافعی، احمد، دارمی، دارقطنی، بیہقی اور ابوالحسن رزین بن معاویہ۔ پھر صرف صاحب

مصانح کے لکھنے پر اعتماد نہیں کیا بلکہ اصول کی ان تمام کتابوں میں روایات کا اختلاف مقابلہ کر کے نقل کیا ہے اور جہاں جہاں صاحب مصانح نے احادیث کو غریب یا ضعیف یا منکر قرار دیا ہے موصوف نے ان کا سبب بھی ظاہر کر دیا۔
مصلح کی فصلیں اور مشکوٰۃ میں اضافہ..... صاحب مصانح نے ہر باب کے تحت دو فصلیں قائم کی ہیں۔ فصل اول میں صحیحین کی حدیث لائے ہیں جن کو صحاح کے نام سے تعبیر کیا ہے اور فصل ثانی میں ابوداؤد، ترمذی، نسائی، وغیرہ کی احادیث لائے ہیں جن کو حسان کے نام سے یاد کیا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے اکثر و بیشتر ہر باب میں تیسری فصل کا اضافہ کیا ہے جن میں صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث کی احادیث لائے ہیں۔ نیز مرفوع احادیث کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے اقوال و افعال بھی جو باب کے مناسب تھے جمع کر دیے ہیں۔

احادیث مشکوٰۃ و مصانح کی تعداد..... شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان الحدیث میں بیان کیا ہے کہ مصانح کی احادیث (۴۴۸۴) ہیں۔ (ابن ملک نے بھی یہی تعداد بیان کی ہے)۔ اس پر صاحب مشکوٰۃ نے (۱۵۱۱) کا اضافہ کیا ہے تو مشکوٰۃ کی کل احادیث (۵۹۹۵) ہوئیں۔ لیکن مظاہر حق والے نے اور صاحب تعلیق الصبیح نے مصانح کی احادیث (۴۴۳۴) مانی ہیں۔ اس شمار کے مطابق مشکوٰۃ کی احادیث کا مجموعہ (۵۹۴۵) ہے۔ تاریخ الحدیث میں ہے کہ مشکوٰۃ میں ۲۹ کتابیں ہیں، ۳۲۷ ابواب اور ۱۰۳۸ فصلیں ہیں۔

سنہ وفات..... صاحب مشکوٰۃ کا سال وفات تحقیق کے باوجود معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ یہ یقین ہے کہ ۷۳۷ھ کے بعد وفات ہوئی ہے۔ کیونکہ بروز جمعہ ماہ رمضان ۷۳۷ھ میں تو اس تالیف سے فراغت ہوئی ہے جیسا کہ صاحب مشکوٰۃ نے آخر کتاب میں تصریح کی ہے۔ بعض حضرات نے اندازہ لگا کر سال وفات ۷۴۸ھ ذکر کیا ہے اور صاحب تاریخ حدیث نے ۷۴۰ھ مانا ہے۔
شروح و حواشی مشکوٰۃ.....

- (۱) الکشاف عن حقائق السنن..... از علامہ حسن بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ
- (۲) شرح مشکوٰۃ..... از ابوالحسن علی بن محمد مشہور بعلم الدین سخاوی۔
- (۳) منہاج المشاکہ..... از شیخ عبدالعزیز ابهری، متوفی فی حدود ۸۹۵ھ
- (۴) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ..... از شیخ نور الدین علی بن سلطان محمد ہروی مشہور بالقاری متوفی ۱۰۱۴ھ
- (۵) شرح مشکوٰۃ..... از شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن علی بن حجریشی متوفی ۹۷۳ھ
- (۶) حاشیہ مشکوٰۃ..... از سید شریف علی بن محمد جرجانی۔
- (۷) حاشیہ مشکوٰۃ..... از شیخ محمد سعید بن المجید والف ثانی متوفی ۱۰۷۰ھ
- (۸) ہدایۃ الرواد الی تخریج الصانح و المشکوٰۃ..... از شیخ الفضل احمد بن علی معروف بابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۳ھ
- (۹) لمعات الصبیح (عربی)
- (۱۰) شعۃ اللمعات (فارسی)..... از شیخ ابوالجہد عبدالحق بن سیف الدین بخاری دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
- (۱۱) الصلح الصبیح..... از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی۔
- (۱۲) مرعۃ القانع..... از مولانا عبید اللہ رحمانی مبارک پوری
- (۱۳) نذر بعثۃ النجا شرح مشکوٰۃ..... از شیخ عبدالنبی عماد الدین محمد شطاری متوفی ۱۰۲۰ھ
- (۱۴) زیئۃ الزکاۃ فی شرح المشکوٰۃ..... از سید محمد ابوالجہد محبوب عالم بن سید جعفر احمد آبادی متوفی ۱۱۱۱ھ
- (۱۵) مظاہر حق (اردو) از نواب قطب الدین خاں بہادر متوفی ۱۲۸۹ھ
- (۱۶) ترجمہ مشکوٰۃ (جلد اول) از مولوی کرامت علی جانیوری متوفی ۱۲۹۰ھ

(۲۴) صاحب مقدمہ فتح الباری

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور و معروف تصنیف ہے جن کے حالات ”تجلیۃ الفکر“ کے ذیل میں آرہے ہیں۔

(۲۵) صاحب مقدمہ ابن الصلاح

نام و نسب اور پیدائش..... عثمان نام، ابو بکر و کنیت اور تقی الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے ابو عمرو تقی الدین عثمان بن عبد الرحمان بن عثمان بن موسیٰ بن ابی النصر الکروی الشمر زوری الشرحانی الشافعی۔

آپ شہر زور سے قریب اربیل (شمالی عراق) میں ایک گاؤں ”شرخان“ میں ۷۷۷ھ مطابق ۱۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اس لئے شرحانی کہلاتے ہیں۔ لیکن مشہور نسبت شہر زوری ہے، ان کے والد عبد الرحمن کا لقب صلاح الدین تھا۔ اس لئے ابن الصلاح کے ساتھ مشہور ہوئے اور ابھی پردہ او کی طرف منسوب ہو کر نصری بھی کہلاتے ہیں۔

تحصیل علوم..... ان کے والد صلاح الدین بڑے جلیل القدر عالم اور نہایت مجتہد فقیہ تھے۔ اس لئے ابن الصلاح نے ابتداء میں اپنے والد محترم سے علم فقہ حاصل کیا اور تھوڑی ہی مدت میں علم فقہ میں ایسا سوخ حاصل کر لیا کہ فقہ شافعی کی کتاب ”المہذب“ کا درس دینے اور تکرار کرنے لگے۔ پھر ان کے والد نے ان کو موصل بھیج دیا جہاں آپ نے فقہ اصول، تفسیر، حدیث اور لغت وغیرہ انواع علوم میں مہارت نامہ حاصل کی۔

سماع حدیث اور رجلیت و سفر..... پھر آپ نے تحصیل علوم حدیث کی خاطر بلاد اسلامیہ بغداد، خراسان اور شام وغیرہ کا سفر کیا اور متعدد شیوخ حدیث سے مستفید ہو کر حدیثی دولت سے مالا مال ہوئے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ آپ نے موصل میں عید اللہ بن اسکین، نصر اللہ بن سلامہ، محمود بن علی موصلی، عبد الحسن بن الطوسی سے، بغداد میں ابو احمد بن سیکین، عمر بن طبرزدے، ہمدان میں ابو الفضل بن المعزم سے، نیشاپور میں منصور موید سے، مرو میں ابو المظفر بن اسمعانی وغیرہ سے، دمشق میں جمال الدین عبد الصمد، شیخ موفق الدین مقدسی، فخر الدین بن عساکر سے، حلب میں ابو محمد بن علوان سے اور حران میں حافظ عبد القادر سے حدیث کی سماعت کی ہے۔

درس و تدریس..... ابن خلکان کہتے ہیں کہ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد آپ نے ملک الناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب کے مدرسہ ”ناصریہ“ میں درس دینا شروع کیا۔ وہاں آپ مدت دراز تک رہے اور بہت کثرت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا، پھر شام سے دمشق میں زکی ابو القاسم بہت اللہ بن عبد الواحد بن رواج حموی کے مدرسہ طبر رواجیہ میں منتقل ہو گئے، حافظ ذہبی نے ”العبر فی اخبار من غیر“ میں لکھا ہے کہ یہاں آپ مستقل تیرہ سال تک شیخ الحدیث رہے ہیں، پھر جب الملک الاشرف بن الملک العادل بن ایوب نے دمشق میں ”دار الحدیث“ کی تعمیر کی تو تدریسی خدمات انجام دینے کیلئے اس نے آپ کو منتخب کیا۔ چنانچہ آپ مدرسہ رواجیہ سے دار الحدیث میں آ گئے، اس کے بعد زمرہ خاتون بنت ایوب کی مدرسہ ”العلویہ الصغری“ میں بھی درس دیا۔ غرض آپ نے مختلف مدارس میں درس حدیث کی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

اصحاب و تلامذہ..... آپ مشہور مورخ علامہ ابن خلکان کے استاذ تھے اور استاذ بھی ایسے کہ ان کو آپ سے کافی فیض پہنچا۔ چنانچہ ابن خلکان نے خود اس کا اعتراف کیا ہے۔ فرماتے ہیں ”وہو احد اشیاخی الذین انتفعت بہم“ شیخ ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ سے خمس الدین عبد الرحمن بن نوح، کمال الدین سلا، کمال الدین اسحاق تقی الدین بن رزین اور قاضی وغیرہ نے علم فقہ اور فخر الدین عمر کریمی، مجد الدین بن المہتار، شیخ تاج الدین عبد الرحمن، شیخ زین الدین فاروقی، قاضی شہاب الدین جوری، خطیب شرف الدین فراوی، شہاب محمد بن شرف، صدر محمد بن حسن ازموی، عماد بن الباسی، شرف محمد بن الخطیب آبادی، ناصر

الہدین محمد بن لہبندر، قاضی ابوالعباس احمد بن علی الجلی اور شہاب احمد بن العقیف وغیرہ نے حدیث حاصل کی ہے۔ علمی مقام..... آپ بڑے مشہور و معروف محدث تھے، فن حدیث کے تمام علوم پر گہری نگاہ رکھتے تھے یہاں تک کہ علمائے حدیث کے یہاں جب لفظ شیخ مطلق بولا جاتا تو اس سے آپ ہی مراد ہوتے تھے جیسا کہ شیخ عراق نے اپنے الفیہ میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا ہے۔

و کما اطلقت لفظا الشيخ ما
اريد الا ابن الصلاح مجبها
نیز اسماعیل جال کے اندر کافی مہارت رکھتے تھے اور حدیث کے علاوہ فن تفسیر، فقہ اور نقل لغات میں بھی غیر معمولی ملکہ حاصل تھا، ابن خلکان کہتے ہیں:-

كان احد علماء عصره في التفسير والحديث والفقه واسماء الرجال وما يتعلق بعلم الحديث ونقل اللغة
وكانت له مشاركة في فنون عديدة
آپ علم تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء رجال اور علم حدیث اور نقل لغات سے متعلق تمام علوم میں اپنے دور کے یکتا تھے۔ نیز آپ کو بہت سے فنون میں دسترس حاصل تھی۔

شیخ سخاوی نے اپنی کتاب ”فتح المغیث“ کے شروع میں آپ کو ان القاب کے ساتھ یاد کیا ہے۔
”العلامة الفقيه حافظ الوقت مفتي الفرق شيخ الاسلام تقي الدين ابو عمرو عثمان ابن الامام البارع صلاح الدين كان اماما، بارعا، حجة، متبحرا في العلوم الدينية، بصيرا بالمنهج ووجهه، خيرا باصوله، عارفا بالمذاهب جليل المادة من اللغة والعربية حافظا للحديث، متصافيه حسن الضبط، كبير القدر، وافر الحرمة، عديم النظير في زمانه مع الدين والعبادة والنسك والسياسة، والورع والتقوى، انتفع به خلق وعولوا اعلی تصانيفه۔“
زہد و ورع..... آپ جس طرح علم و فن کے دریا تھے اسی طرح زہد و ورع اور پرہیزگاری کے لحاظ سے بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ چنانچہ ابن خلکان لکھتے ہیں:-

وكان من العلم والدين على قدر عظيم
آپ علم اور دینداری کی اندر ایک بڑے رتبہ پر فائز تھے۔
نیز دوسری جگہ فرماتے ہیں:-

ولم يزل امره جاريا على السداد والصلاح والاجتهاد في الاشتغال والنصح.
آپ قوم کی اصلاح و سدھار اور اس کے نفع اور دیگر اشغال خیر میں ہمیشہ سرگرم رہے۔
رحلت و وفات..... علی السبع ۲۵ رجب الآخر ۶۴۳ھ مطابق ۱۲۴۵ء میں وفات پائی اور ظہر کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی اور باب النصر سے باہر مقابر صوفیہ میں دفن کئے گئے۔

مولفات و تصنیفات..... موصوف و مشق میں کافی مدت تک اقامت پذیر رہے اور یہیں مختلف علوم میں کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں آپ نے تحقیقات جدیدہ و فوائد بدیہ کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ آپ کی اہم ترین تصنیفات حسب ذیل ہیں۔
(۱) طبقات الفقہاء الشافعیہ

(۲) الامالی

(۳) نوائد الرحلتہ

(۴) ادب المفتی والمستفتی

(۵) حلیۃ الناسک فی صفۃ الناسک

(۶) شرح الوسیط

(۷) الفتاوی

(۸) شرح صحیح مسلم

(۹) المواتف والمختلف

(۱۰) طریق حدیث الرحمة

(۱۱) علوم الحدیث یہ آپ کی جلیل القدر اور عظیم الشان تصنیف ہے۔ جو آپ نے اپنی عمر کے آخری دور میں لکھی ہے۔ چنانچہ اس کے ایک نسخہ کے اخیر میں مرقوم ہے کہ مصنف نے اس کو بروز جمعہ ۷ رمضان ۶۳۰ھ میں اتمام کرنا شروع کیا اور آخر محرم ۶۳۴ھ میں نماز جمعہ اور نماز عصر کے درمیان فراغت پائی۔ موصوف وقتاً فوقتاً اس کا اتمام کراتے تھے۔ تاہم پوری کتاب کا اتمام دار الحدیث الملتکویتہ الاشرفیہ میں ہوا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک اہم مقدمہ ہے۔ جس میں علوم حدیث کا مرتبہ اور اس کی عظمت ظاہر کی ہے، اس کے بعد مضامین کتاب کو علوم حدیث کی (۶۵) انواع ذکر کرتے ہوئے منضبط کیا ہے۔

موصوف کی یہ کتاب تدوین علوم حدیث کی تمام سابقہ کتب پر فائق ہے، حافظ عبدالرحیم عراقی اس کتاب کی شرح کے شروع میں فرماتے ہیں۔

فان احسن ما صنف اهل الحديث في معرفة الاصطلاح كتاب علوم الحديث لابن الصلاح
معرفت اصطلاح میں اہل حدیث نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان سب میں بہتر کتاب ابن الصلاح کی علوم الحدیث ہے۔ اسی طرح شیخ برہان الدین ابناسی رقم طراز ہیں ”ان کتابہ هذا احسن تصنیف فیہ“ کہ علوم حدیث میں ان کی یہ کتاب بہترین تصنیف ہے۔ اسی لئے علماء نے اس کی طرف وہ توجہ کی ہے جو اس سے پہلے علوم حدیث کی کسی کتاب کی طرف نہیں کی۔ چنانچہ نظم و نثر، اختصار و استدراک اور تشریح ہر لحاظ سے علماء نے اس کی خدمت کی، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”فلہذا عکف الناس علیہ وسارو بسیرہ فلا یحصی کم ناظم لہ و منحصر بمستدرک علیہ و مقتصر، و معارض لہ و منتصر“

(۱) الارشاد از یحییٰ بن شرف نووی۔ اس میں موصوف کی کتب کی تفصیل کی ہے۔ پھر اس کو ”التریب“ میں ملخص کیا ہے۔

(۲) اختصار علوم الحدیث از حافظ اسماعیل بن عمر۔ ابن کثیر

(۳) الخلاصۃ فی علم الحدیث از علامہ طبری

(۴) محاسن الاصطلاح از علامہ بلقینی

(۵) مختصر علوم الحدیث از شیخ علاء الدین مارونی۔

(۶) التبصرہ والذکر از حافظ عبدالرحیم بن حسین العراقي، ایک ہزار اشعار میں منظوم ہے۔

(۷) الفیۃ الحدیث از شیخ جلال الدین سیوطی

(۸) التبیان والایضاح لما اطلق واغلق من کتاب ابن الصلاح حافظ عراقی کی شرح ہے جس کو ”الہدایت“ بھی کہتے ہیں۔

(۹) شرح علوم الحدیث از شیخ بدر الدین محمد بن بملور الزرکشی۔

(۱۰) الافصاح علی نکت ابن الصلاح از حافظ ابن حجر عسقلانی

۱۔ از ابن خٹکان، شذرات الذہب، کشف الظنون، کتاب الا علم، معجم المولین ۱۲۔

(۲۶) صاحب خبثۃ الفکر

نام و نسب..... احمد نام، ابو الفضل کنیت اور شہاب الدین لقب ہے۔ عسقلان کی طرف منسوب ہیں۔ والد کا نام علی اور لقب نور الدین ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد الکتانی النسب العسقلانی الاصل المصری المولد النزیل القاهرہ۔

علامہ سیوطی اور حافظ بن نبدکی نے محمد بن علی کے بعد ابن محمود بن احمد بن حجر بن احمد کا اضافہ کیا ہے۔ وجہ تعلقب..... حافظ موصوف ابن حجر کے لقب مشہور ہیں۔ جدا مجد کا لقب بھی ابن حجر تھا۔ پس یا تو آپسہ بطور تفاؤل یا تعلقب ابن حجر کا یا آل حجر کی نسبت سے ابن حجر مشہور ہوئے جیسا کہ ابن عداد حنبلی نے لکھا ہے آل حجر کا قبیلہ ارض قباہ میں آباد تھا وہاں سے منتقل ہو کر جرید کے جنوبی حصہ میں سکونت پزیر ہو گیا تھا اس مردم خیز خاندان میں محدثین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوئی ہے۔

تحقیق نسبت..... حافظ ابن حجر کے نام کے ساتھ عسقلانی اور مصری کی نسبت جزو لاینفک کی حیثیت رکھتی ہے ایک زمانہ میں لے عسقلان فلسطین کا خوبصورت شہر تھا اسی لئے اس کو عروس شام کا خطاب دیا جاتا تھا صاحب روضات نے تحقیق الآثار کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بھی اسی شہر میں مدفون ہے، فلسطین کا دوسرا متبرک شہر رملہ ہے جس کی بابت حضرت قتادہ نے ذکر کیا ہے کہ رملہ کی مسجد اور اس کے بازار کے درمیان ستر ہزار انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں جو حضرت لقمان کے بعد ایک ہی دن فوت ہوئے تھے، حافظ ابن حجر اسی عسقلان کی طرف منسوب ہیں۔ بلخ کے دیہاتوں میں سے ایک گاؤں بھی عسقلان کے ساتھ موسوم ہے جس کی طرف ابو یحییٰ عیسیٰ بن احمد بن وردان منسوب ہیں۔ مصری کہلائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ مصر ہی آپ کا مولد و منشاء ہے اور تحصیل علم کے بعد بھی اسی کے مختلف خطوں میں آپ کا قیام رہا اور یہیں پیوند خاک بھی ہوئے۔

ولادت باسعادت..... آپ ۲۳ شعبان ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے، مقام ولادت مصر کا نتیجہ، نامی ایک قریہ بتلایا جاتا ہے بچپن ہی میں والد ماجد شیخ نور الدین علی کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے خود فرماتے ہیں کہ جب میرے والد فوت ہوئے تو میری عمر کے چار سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے اور آج وہ مجھے بالکل ایک خیال کی طرح یاد ہیں۔ اتنا یاد آتا ہے کہ انہوں نے کہا میرے لڑکے (ابن حجر) کی کنیت ابو الفضل ہے۔

اس لئے آپ نے زکیٰ خرنوبی نامی ایک شخص کی کفالت میں نشوونما پائی جنہیں آپ کے والد نے وفات کے وقت وصی مقرر کیا تھا۔

ایک شیخ وقت کی مستجاب دعا..... بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ ابن حجر کے والد کی کوئی اولاد نہ نہ رہتی تھی اس شکستہ دلی میں ایک دن مشہور بزرگ شیخ صناعی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا شیخ نے دعا کی اور فرمایا کہ تیری پشت سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا جو پوری دنیا کو علم کی دولت سے مالا مال کر دے گا، شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ ابن حجر کی تصنیفات کی اتنی مقبولیت اور شہرت شیخ صناعی کی اس دعا کا نتیجہ ہے۔

تحصیل علم..... باقاعدہ تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے ہی شیخ صدر السیفی شاعر مختصر التریزی سے کلام پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ حافظہ غیر معمولی پایا تھا اس لئے صرف نو سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔ اور قرآن ہی نہیں بلکہ ائمہ، الفیہ الحدیث (طہرانی) الحاوی الصغیر اور مختصر ابن حاجب بھی زبانی یاد کر لیں۔

لے فی المعجم العلمی ص ۶۶۹، عسقلان بلد بساحل الشام، وفی کنز العلوم و شلفۃ ص ۸۰ عسقلان ہی مدینہ بسورہ علی شاطی البحر الابيض وبها آثار قديمة ۱۲

علمی سفر ۸۴ھ میں حافظ صاحب اپنے وحی زکی خرنوبی کے ہمراہ مکہ مکرمہ گئے اور فریضہ حج کی لواستگی کے بعد وہاں کے مشاہیر علماء کے حلقہء درس میں شرکت کی سب سے پہلے جس شخص سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہوا وہ شیخ عقیف الدین البخاری ہیں آپ نے ان سے صحیح بخاری کی سماعت کی ان کے علاوہ عالم حجاز حافظ ابو حامد محمد بن ظہیرہ اور شیخ جمال بن ظہیرہ سے کسب فیض کیا اور اسی سال مسجد حرام میں تراویح میں پورا اٹھام مجید سنایا۔ خود فرماتے ہیں کہ، میں نے اسی سال لوگوں کو تراویح پڑھائی۔

کسب حدیث جب آپ سن رشد کو پہنچے تو علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور حدیث کے سرچشموں سے سیر الی حاصل کرنے کے لئے دور دراز ممالک کا سفر کر کے حدیث کی سماعت کی۔ تحصیل علم کیلئے آپ نے جن ملکوں کا سفر کیا ان میں حرمین شریفین کے علاوہ اسکندریہ، نابلس، رملہ، غزہ، یمن، قبرص، شام اور حلب وغیرہ شامل ہیں اسی بناء پر آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کو نہ بیان کرنا ممکن اور نہ شمار کرنا، ۹۶ھ میں آپ قاہرہ وارد ہوئے اور حافظ زین الدین ابو الفضل عبد الرحیم بن حسین بن عبد الرحمن عراقی سے علم حدیث کی تحصیل کی اور اس میں اتنا کمال پیدا کر لیا کہ ان کے شیخ نے حدیث پڑھانے کی اجازت فرمادی۔ جب شیخ عراقی کی وفات کا وقت قریب آیا تو کسی نے پوچھا آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہو گا شیخ نے کہا ابن حجر! پھر ابو زرعد پھر شیخ۔

دیکر علوم کی تکمیل فقہ میں شیخ سراج الدین ابو حفص عمر بن سلمان بلقینی، حافظ ابن الملقن، شیخ برہان الدین الانبازی اور نور الدین شمس کے سرچشمہ فیض سے سیر الی کی شیخ بلقینی نے سب سے پہلے آپ کو افتاء و تدریس کی اجازت دی، اب میں عمادی اور محبت بن ہشام سے، علم عروض میں پشتکی سے کتابت میں ابو علی الزرقانی اور نور الدین بدماصی سے، قرأت سبعہ میں تنوخی سے اور متفرق علوم میں عز بن جماد سے مہارت حاصل کی ان کے علاوہ دیگر اکابر شیوخ و ماہرین فن کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ سرباقوس میں صدر الدین اشیبی، غزہ میں احمد بن خلی، رملہ میں احمد بن محمد ایلی، بیت المقدس میں شمس الدین قلندی، بدر الدین بکی، محمد الحلی اور محمد بن عمر بن موسیٰ دمشق میں بدر الدین بن قوام الباسی اور فاطمہ بنت الحاج التوحید فاطمہ بنت المہادی، عائشہ بنت المہادی منیٰ میں زین الدین ابو بکر بن الحسین کے حلقہائے درس میں شریک ہو کر تحصیل کی۔ آپ کے زمانہ میں امام لغت علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس بھی زندہ تھے جو مشہور انام اور مرجع خواص و عوام تھے، اپنے فن لغت میں ان کے بھی خرمین علم سے خوشہ چینی کی۔

بدر الدین عینی سے خوشہ چینی حافظ ابن حجر علامہ بدر الدین عینی (جن کی عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری مشہور و معروف کتاب ہے، بارہ سال چھوٹے تھے اور دونوں میں گو معاصرانہ منافست تھی مگر پھر بھی حافظ ابن حجر نے آپ سے استفادہ کیا ہے، بلکہ وہ دو پیشینحی مسلم کی اور ایک حدیث مسند احمد کی آپ سے سنی ہیں اور بلدانیت میں ان کی تخریج بھی کی ہے نیز جامع الموسس بنجہم المہفرس، کے طبقہ ثالثہ میں آپ کو اپنے شیوخ میں شمار کیا ہے۔

ذہانت و حافظہ آپ کو ذہانت و وفائت سے بہرہ وافر ملا تھا جس کی شہادت خود آپ کے شیوخ و اساتذہ نے دی ہے، جب آپ پانچ سال کی عمر میں کتب میں بٹھائے گئے تو سورہ مریم صرف ایک دن میں حفظ کر کے لوگوں کو تحیر کر دیا۔ الحادوی الصیغر کو ایک مرتبہ استاد کی صبح کے ساتھ پڑھا دوسری مرتبہ خود پڑھا اور تیسری مرتبہ زبانی سنا دیا۔ حافظ سخادی لکھتے ہیں کہ متقدمین نے ان کے حفظ، ثقاہت، امانت معرفت تامہ، ذہن کی تیزی اور غیر معمولی ذکاوت کی شہادت دی ہے علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ ان کے حفظ و اقلان کی شہادت ہر قریب و بعید اور دوست و دشمن نے دی حتیٰ کہ لفظ حافظ ان کیلئے ایک اجماعی خطاب بن گیا۔ علامہ شعرانی نے ذیل الطبقات میں حافظ سیوطی سے نقل کیا ہے کہ حافظ ابن حجر کو بیس ہزار سے زائد احادیث محفوظ تھیں نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ان کا حافظہ اتنا وسیع تھا کہ بلاشبہ ان کا وصف بیان کرتے وقت بحر بن حجر

کہا جاسکتا ہے۔ حافظ ابن فہد کی نے آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے حفظ و اتقان کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ حفظ و اتقان میں ان کا کوئی جانشین نہ ہو سکا۔ منقول ہے کہ آپ نے زمزم اس نیت سے پیاکہ قوت حافظہ میں لام ذہبی کے برابر ہو جائیں چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ مراد آپ کی پوری کی محققین کا خیال ہے کہ آپ حفظ و اتقان میں علامہ ذہبی پر فوقیت رکھتے تھے، وکان يقول الشروط التي اجمعت في الان بها اسمي حافظا۔

سرعت قرات..... ان کی سرعت قرات کے بعض ایسے بحر العقول واقعات منقول ہیں جن پر اس زمانہ میں یقین کرنا مشکل ہے لیکن یہ واقعات حافظ صاحب کے اکابر تلامذہ اور بڑے بڑے علماء سے متواتر منقول ہیں اس لئے ان کی صحت میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا حافظ ابن فہد کی لکھتے ہیں کہ انہوں نے بخاری تلمذ و عصر کے درمیان کی دس مجلسوں میں ختم کی اور مسلم ڈھائی دن کی پانچ مجلسوں میں اور نسائی دس مجلسوں میں۔ ان میں سے ہر مجلس تقریباً چار گھنٹہ کی ہوتی تھی۔ دمشق میں ناصر الدین ابو عبد اللہ محمد جہیل کو سنانے کیلئے باب العصر اور باب الفرج کے درمیان جو مزار قتل شریف نبوی کے مقابل ہے ریح مسلم کو تین روز میں ختم کیا چنانچہ اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بجوف دمشق الشام کرش الاسلام

قرات بحمد اللہ جامع مسلم

محضرہ حفاظ مجاہد اعلام

علی ناصر الدین الامام بن جمیل

قراءۃ ضیعی علیہ السلام

وتم توفیق الالہ وفضلہ

ابن فہد دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے شام کے سفر میں طبرانی کی معجم صغیر کو تلمذ و عصر کے درمیان کی ایک مجلس میں پڑھا اس میں طبرانی کی جس معجم صغیر کا ذکر ہے جسے حافظ موصوف نے صرف ایک مجلس میں ختم کیا وہ بیڑہ ہزار احادیث مع اسناد پر مشتمل ہے شاہ عبدالعزیز صاحب اور نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ وہ سنن ابن ماجہ چار مجلسوں میں ختم کر دیتے تھے دمشق میں موصوف کی مدت اقامت کل سولہ ماہ ہی اور اس قلیل مدت میں موصوف نے ایک سو مجلدات پڑھ ڈالیں۔

ذوق شعر و سخن..... حافظ صاحب کو ابتدائے عمر ہی سے شعر و سخن سے بھی خاص شغف تھا اور انہوں نے اپنی فطری ذہانت کی بناء پر اس فن میں بھی پوری مہارت حاصل کر لی طبی علامہ سیوطی کا بیان ہے کہ شعر و ادب کی طرف توجہ مبذول کی تو اس میں بھی پوری مہارت حاصل کر لی اور کثرت سے بہت عمدہ نظمیں کہیں۔ آپ کو شاعر کی حیثیت سے بھی اتنی شہرت حاصل تھی کہ مصر کے ان سات مشہور شعراء میں آپ کا نام در سرے نمبر پر تھا جنہیں شہاب کہا جاتا تھا علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ ان کو شعر میں ید طولیٰ حاصل تھا مصنفین ادباء کی ایک جماعت نے ان کی بہترین ادبی تخلیقات نقل کی ہیں جیسے ابن الجتہ نے شرح البدیعہ میں۔ اور یہ سب شاعری میں آپ کے علوم تربیت کے معترف ہیں۔

حافظ ابن حجر کی شاعری کے جو نمونے منتشر طور پر کتابوں میں ملتے ہیں ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں ادبی چاشنی کے ساتھ موعظت و حکمت کا خزانہ بھی ہے۔

دیوان ابن حجر..... دیوان ابن حجر کے نام سے ان کا مجموعہ کلام بھی موجود ہے جس میں ہر صنف سخن کے الگ الگ اشعار ہیں یہ دیوان سات اصناف سخن پر مشتمل ہے۔ نبویات، ملوکیات، اخوانیات، غزلیات، اعراض، موشحات، تقاطیع۔ آغاز دیوان میں مدح رسول میں ایک طویل قصیدہ ہے جس میں صحیح بخاری کے ختم کا بھی ذکر ہے۔ نواب صدیق حسن خاں کے بیان کے مطابق اس دیوان کا ایک نسخہ ان کے پاس موجود تھا ایک نادر نسخہ کتب خانہ خدیویہ اور ایک جامع الباشا موصول میں ہے۔ رنگ کلام و انداز بیان..... آپ کے کلام کا عمومی رنگ یہ ہے۔

انزلت برضا العزائم لواءدی

اجبت وقاراً کتجم ساطع

۱۔ خدا کا شکر ہے میں نے جامع مسلم کو پڑھا ہے۔ دمشق شام میں جو اسلام کا دل ہے، امام ناصر الدین ابن جمیل کے دروہا ایسے حفاظ کے حضور میں جو علماء کی حاجتوں کا سرگز ہیں اور اللہ کے فضل اور اس کی لکھن سے پورے ضبط کے ساتھ تین دن میں ان کی قرات تمام ہوئی۔ ۱۲۔

ان نحو الکواکب الوفا

والاشہاب فلا تعاند عادلی

ذیل کے قطعہ میں کتنی حکیمانہ بات کہی ہے۔

لشخص فلن بخشی من الضر والضر

ثلث ل من الدنيا اذا حصلت

وصحة حیم وخاتمة خیر

غنی عن بینہا والسلامت منہم

ایک قطعہ میں عشرہ مبشر صحابہ کرام علیہ السلام کو اس طرح جمع کیا ہے۔

بجنات عدن کلہم فضل اشتهر

لقد بشر الہادی فی الصحب زمرۃ

ابوبکر، عثمان بن عوف علی و عمر

سعید، زبیر، سعد، طلحہ، عامر

اپنی وفات سے تین سال قبل اپنی کتاب ”الامالی الجریڈیہ“ کے بارے میں جو ایک ہزار سے زیادہ مجالس پر مشتمل ہے گیارہ اشعار کی ایک نظم کہی جس کے ابتدائی دو شعر یہ ہیں۔

اہل الحدیث نبی الخلق منقلا

بقول راجی الہ الخلق احمد من

تخریج اذکار رب ناقلو علا

تدلو من الالف ان عدت مجالسہ

حافظ ابن حجر بہت برجستہ گو شاعر تھے ان کی برجستہ گوئی کے متعدد نمونے بستان، نظم العقیان اور ذیل ”طبقات الحفاظ“ میں ملتے ہیں، نواب صدیق حسن خاں نے ”خزینۃ القدر“ میں یہ قطعہ بھی آپ ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔

لما جرى كالجمر سرعته سيرة

خاض القواذل فی حدیث مدامعی

حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ

فجستہ لاصون متر ہوا کم

لطاقت و ظرافت آپ کے مزاج میں مزاج و خوش طبعی تھی جس کا کبھی کبھی مظاہرہ ہوتا تھا ایک مرتبہ عمدہ قضاء پر شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن علی قایانی کالان کی جگہ تقرر ہوا، حسن اتفاق سے کسی تقریب میں دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ کھانا کھایا اس موقع پر آپ نے برجستہ یہ قطعہ کیا۔

من قاضین یغزی ہذا و ہذا یہنا

عنیدی حدیث ظریف بمنزلہ تلغی

ویکذبان جمعاً ممن یصدق منا

بقول ذا اکر ہونی و ذابقول استرحنا

علمی مشغلہ اور مطالعہ کتب آپ کے اوقات معمور رہتے تھے کسی وقت خالی نہ بیٹھتے تھے۔ تین مشغلوں میں سے کسی ایک مشغل میں ضرور مصروف رہتے تھے مطالعہ کتب، تصنیف و تالیف یا عبادت، دمشق میں دو ماہ دس دن تک قیام فرمایا اور اس مدت میں افادہ عام کی غرض سے کتب حدیث کی سو جلدیں پڑھیں اور تقریباً ۱۰۰ مجلسوں میں املا کر لیا اور تصنیف و تالیف، عبادت اور دیگر ضروریات کو ان اوقات کے علاوہ انجام دیتے تھے۔

درس و تدریس تحصیل علوم اور ان میں کمال پیدا کرنے کے بعد آپ نے درس و تدریس کی مسند بچھائی آپ کے فضل و کمال کا شرہ سن کر دور دراز ملکوں کے شاہ نقین عظم نے جوق در جوق آپ کی طرف ہجوم کیا وقت کے اکابر علماء و فضلاء تک نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور مصر کے بیشتر علماء نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

۱۔ تین چیزیں دنیا میں ایسی ہیں کہ اگر یہ کسی کو حاصل ہو جائیں تو اسے کسی نقصان یا تکلیف کا خوف نہ کرنا چاہئے ایک اللہ دنیا سے بے نیازی اور ان سے مامور رہنا، دوسرے تندرستی اور تیسرے خاتمہ بالخیر۔ بلاشبہ ہادی نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو جنت خلد کی بشارت دی جن کا فضل مشہور ہے وہ سعید، زبیر، سعد، طلحہ، عامر، ابوبکر، عثمان بن عوف، علی اور عمر ہیں۔

۲۔ کہتا ہے احمد جو اللہ تعالیٰ سے امید کرنے والا ہے اور عام مخلوق کی نبی کی حدیث نقل کرنے والوں سے ناقل ہے ہزار کے قریب ہیں اگر اس کی وہ مجلسیں شکر کی جائیں جن میں اس نے اپنے رب کے ذکر کئے ہیں جو برتر و ناقد ہیں۔

۳۔ یہ ایک دل چسپ قصہ ہے کہ اس کے محل سے دو قاضیوں سے ملاقات ہو گئی کہ ایک تعزیت کرتا ہے اور دوسرا مبارکباد دیتا ہے کہتا ہے کہ مجھے قاضی بننے پر مجبور کیا اور یہ کہتا ہے کہ ہم نے معزول ہو کر راحت پائی حالانکہ دونوں جموں میں ہیں ہم میں کون سچا ہے۔ ۱۲

انہوں نے خانقاہ پیر سپہ میں تقریباً ۱۱ عیس سال تک حدیث، فقہ اور قرآن پاک کا درس دیا اسی طرح شیخونہ، جامع القلندر، جہلیہ میں کچھ عرصہ تک قال اللہ و قال الرسول کے نغمے سنائے پھر موبندہ میں فقہ کا درس دیا آپ کے درس کی شہرت سے پوری دنیا نے اسلام گونج اٹھی اور ہر ملک کے بے شمار تالقیین علم آنے لگے ان کی تعداد واحد شمار سے باہر ہے درس و تدریس کے ساتھ جامع ازہر اور جامع عمرو میں خطیب کے فرائض بھی انجام دیتے تھے، تصنیف و تالیف کا سلسلہ کئی جاری تھا۔ اصحاب و تلامذہ آپ کے حلقہ درس سے سینکڑوں طلبہ آسمان علم و فضل کے اختر تابندہ بنے امام سخاوی کا بیان ہے کہ کثرت تعداد کی بناء پر تلامذہ کے نام شمار میں نہ آسکے ہر مذہب کے باکمال علماء آپ کے تلامذہ میں داخل ہیں۔ ان میں سے مشاہیر کے نام اور اجمالی تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) محمد بن عبد الرحمن السخاوی مولود سن ۸۳۱ھ متوفی ۱۶ شعبان سن ۹۰۲ھ موصوف خود لکھتے ہیں کہ میں نے سن ۸۳۸ھ سے ابن حجر کی صحبت اختیار کی اور پھر عمر بھر ان سے وابستہ رہا یہاں تک کہ ان سے پورا پورا علم حاصل کیا اور مجھے یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ میں نے بہت سے علوم میں اختصاص پیدا کیا۔ میں ان کی فرد و گاہ سے قریب ہی سکونت پذیر تھا اس لئے ان کے درس کا کوئی سبق مجھ سے کبھی ناغہ نہ ہوتا تھا حافظ صاحب بسا اوقات قرات کیلئے مجھے بلوا بھیجتے تھے۔

(۲) برہان الدین ابراہیم بن عمر بقای مولود سن ۸۰۹ھ متوفی سن ۸۵۰ھ انہوں نے ابتداء بخوار فقہ کی تحصیل تاج بہادر سے اور قرات علامہ جزری سے کی اس کے بعد تقی الخسی، تاج الخرائی، علاء بن اشرف، علماء القلندر اور حافظ ابن حجر وغیرہ سے مختلف علوم و فنون میں مہارت اور اپنے معاصرین پر فوقیت حاصل کی آپ کی شہرہ آفاق تفسیر آپ کے بھر علمی، جامعیت اور فہم و ذکا کی شاہد عدل ہے۔

(۳) حافظ عمر بن فہد کی مولود سن ۸۱۴ھ متوفی سن ۹۰۰ھ صغر سنی میں کلام پاک حفظ کرنے کے بعد شیوخ مکہ مراغی، جمال بن ظہیرہ، دلی، عراق، ابن الجزری، نجم بن حنی اور کارزدنی وغیرہ سے استفادہ کر کے سن ۸۵۰ھ میں مصر آئے اور لسان المیزان اور دوسری کتابیں حافظ ابن حجر سے پڑھیں خود لکھتے ہیں کہ ”میں نے حافظ ابن حجر سے فہم الفکر، تخریج احادیث الاربعین (للمودی) الامتناع بالاربعین، التبانہ بشرط سماع پڑھیں اور مسلسل بالادلیۃ کو بلند طرق کے ساتھ ان سے سنا۔“

(۴) قاضی زکریا بن محمد انصاری مولود ۸۲۶ھ متوفی ۹۲۶ھ صغر سنی میں قرآن پاک، عمدۃ الاحکام اور مختصر الترمذی کا کچھ حصہ حفظ کیا۔ پھر ۸۴۱ھ میں قاہرہ آگئے اور مختصر ترمذی حفظ کی۔ بلقی، قیانی، شرف سبکی، ابن حجر، ابن ہمام اور زین العزانی جیسے جلیل القدر اور نادر روزگار شیوخ سے سب سیکھ لیا۔ حافظ ابن حجر نے افتاء و تدریس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ان علماء کے حالات سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ حافظ ابن حجر جس طرح شیوخ کے معاملہ میں خوش نصیب تھے۔ اسی طرح تلامذہ کے سلسلہ میں بھی انتہائی نصیبہ در تھے۔ آپ کے حلقہ درس سے جو طلبہ بھی سند فراغ لے کر نکلے وہ لیاہ وقت اور فاضل دور الی بن کر چمکے اور اپنے نام کے ساتھ اپنے عالی مرتبت استاذ کا نام بھی روشن کیا۔

بھر علمی اور جامعیت حافظ صاحب نے اپنے عہد کے تمام مشہور علمی مراکز اور یگانہ روزگار فضلاء سے کسب فیض اور ان کی صحبت سے استفادہ کیا تھا اور تحصیل علم میں غیر معمولی محنت جاکھائی اور عرق ریزی نے آپ کو نہ صرف اپنے عہد بلکہ تاریخ اسلام کا نامور عالم بنادیا۔ چنانچہ آپ کو حافظ العصر، خاتمہ الحفاظ، امام الاممہ، محی السنۃ علم الائمة الاعلام، فرید الوقت، مختر الزمان اور عمدہ ائمہین کے خطابات سے نوازا گیا۔

خاکساری و فروتنی لیکن بایں ہمہ بھر علمی و جلالت شان فروتنی اور تواضع کا پیکر تھے، اپنی جانب کسی بڑائی کو منسوب نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ برمش الفقیہ نے آپ سے سوال کیا تم نے اپنا مثل دیکھا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ”فلا تمزکوا انفسکم ہوا علم بمن اتقی“

بازار خود فروشی اڑاں سوئے و دیگر است

دور راہ شکتہ دلی می خرد و لبس

شیخ سعدی نے کیا ہی خوب کہا ہے

دواند ز فرمود میر وئے آب

مرامیر دانائے مرشد شباب

دگر آنکہ بر غیر بد میں مباحش

یکے آنکہ بر خویش خود میں مباحش

بذل اموال..... افلاس انسان کے حوصلے کو پست کرتا ہے اور دو قسمندی قوائے دماغی کو کند اور ست کرنے والی ہے جس طرح افلاس میں مستقل مزاج رہنا دشوار ہے اسی طرح نشہ دولت میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا مشکل ہے اسی لئے کسی نے کہا ہے۔
بادا خوردن و ہشیار نقصان سہل است
چوں بد دولت برسی مست نگر دی مردی

مگر اسلاف کے حالات میں نہ افلاس سے کوئی فتور آتا تھا نہ ثروت سے کوئی تغیر۔ شاہ عبدالعزیز صاحب حافظ ابن حجر کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حافظ مدوح بخاری کی شرح فتح الباری کی تالیف سے فارغ ہوئے تو آپ کو اتنی مسرت ہوئی کہ قاہرہ کے باہر مقام ”تاج“ میں ۸ شعبان ۸۴۲ھ کو پانچ سو اشرفیاں خرچ کر کے ایک شاندار دعوت کی۔ جس میں قایلی، دنائی اور سعد ویری وغیرہ علماء اور تمام اعیان شہر شریک ہوئے۔ حافظ سخاوی لکھتے ہیں ”وہ ایک یادگار دن تھا علماء و قضاة، امراء و فضلاء کا ایسا اجتماع لوگوں نے نہیں دیکھا، اس اجتماع میں مقدمہ فتح الباری پڑھا گیا اور شعراء نے خصوصی نظمیں پڑھیں۔“

منصب قضاء..... حافظ ابن حجر نے قضاء کی آزمائشوں میں مبتلا نہ ہونے کا شروع ہی سے عزم کر لیا تھا۔ سلطان موند نے آپ کو شام کا منصب قضاء بارہا سپرد کرنا چاہا مگر ہر مرتبہ آپ نے شدت سے انکار کیا۔ لیکن قدرت کو اس سلسلہ میں بھی آپ سے خدمات لینا مقصود تھا۔ اس لئے محرم ۸۲۷ھ میں جب ملک اشرف برسبائی نے منصب قضاء قبول کرنے کیلئے آپ کے احباب سے دباؤ ڈالوایا تو ناچار اس پیشکش کو قبول کرنا پڑا۔ جس سے آپ بحسن و خوبی عہدہ برآ ہوئے۔

ابن فہم کی نے لکھا ہے کہ حافظ صاحب سب سے پہلے ۸۲۷ھ میں قاضی القضاة کے منصب پر مامور ہوئے اور اسی سال ذیقعدہ میں اس سے گلو خلاصی حاصل کر لی۔ پھر جب ۸۲۸ھ کو دوبارہ اسی منصب پر فائز ہوئے اور ۸۳۳ھ تک رہے پھر اس کو چھوڑ دیا۔ جمادی الاولیٰ ۸۳۴ھ میں چھٹی بار قاضی ہوئے۔ درمیانی کچھ وقفوں کو چھوڑ کر ۸۴۷ھ سے ۸۵۲ھ تک پراہر اسی عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ جمادی الثانی ۸۵۲ھ میں اس سے ہمیشہ کیلئے سبکدوشی حاصل کر لی۔

تعصب ابن حجر الامال واخذ..... مذکورہ بالا تمام صفات حمیدہ کے ساتھ حافظ صاحب میں حنفی شافعی کا تعصب بھی حد درجہ کا تھا۔ بالخصوص انہوں نے اپنی تصانیف میں حنفیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور چاہہ حق واعتماد کو ملحوظ نہ رکھ سکے۔ بقول حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ ”حافظ ابن حجر سے رجال حنفیہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے“ مثال کے طور پر انہوں نے تہذیب التہذیب میں امام اعظم کے صرف ۲۳ کبار تلامذہ کا ذکر کیا ہے جب کہ حافظ حزی نے تہذیب الکمال میں ایک سو سے زائد کبار تلامذہ کے تراجم لکھے ہیں۔ قاضی ابن شحنے نے لکھا ہے کہ ”حافظ ابن حجر نے بھی احناف کے سلسلہ میں وہی روش اختیار کی ہے جو علامہ ذہبی نے احناف و شوافع دونوں کے حق میں اختیار کی تھی۔“ اسی بناء پر علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ ”علامہ ذہبی کے کلام سے شافعی اور حنفی کے تراجم پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے اور اسی طرح حافظ ابن حجر کے کسی حنفی کے ترجمہ کو بھی نہ لینا چاہیئے۔ خواہ وہ منقذ ہو یا متاخر۔“ وبقول تلمیذہ البرہان البقاعی انه لا يعامل احدا بمایستحقه من الاحکام۔

حافظ سخاوی ابن حجر کیلئے کس درجہ سرلاپاس رہتے ہیں سب جانتے ہیں مگر انہیں بھی دردمانہ پر تعلیقات میں کہہ دینا پڑا کہ حافظ ابن حجر جب تک سچائی کا پہلو کمزور نہ کر دیں کسی حنفی عالم کے حالات بیان ہی نہیں کر سکتے۔ ”حافظ سخاوی کے اس نقطہ نظر کے نقوش دردمانہ کے حواشی میں بہت ملیں گے۔“

یہ حقیقت درون خانہ طشت از بام ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ محبت الدین محمد بنی شحنے نے حافظ ابن حجر کے بارے میں بالکل درست فیصلہ صادر کیا ہے کہ ”حافظ ابن حجر تعصب کے اس مقام پر ہیں جہاں کسی حقد م یا متاخر حنفی عالم کے بارے میں ان کی باتیں یکسر بے اعتناء ہو جاتی ہیں۔“

سنہ وفات اکثر محققین کی رائے کے مطابق ۷۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ کو شنبہ کے دن بعد نماز عشاء علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہوا اس وقت عمر شریف ۷۹ سال ۴ ماہ ۱۰ دن کی تھی۔ مرض الموت کا سبب سال کی شدت تھی۔ لیام مرض الموت میں قاضی القضاۃ سعد الدین دیری برائے عیادت تشریف لائے اور حال دریافت کیا تو موصوف نے علامہ زحشری کے قصیدے کے چار شعر پڑھے۔

قاجل الہی خیر عمری آخرہ
دارم عظامی صین حقی تاخرہ
دلت باوزار غدت متواترہ
فجر جودک الہی واخرہ

قرب الرحیل الی دیدار آخرہ
ولد حم مبتنی فی القیور وحدتی
قانا سکین الذی لیاہ
ظنن رحمۃ فانت اکرم راحم

طاش کبری زلہ نے وفات کی تاریخ اور سنہ ۱۸ ذی الحجہ ۸۵۸ھ دیا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ سال ولادت ۷۳۷ھ اور ۷۹ سال کی عمر پر خود صاحب مفتاح السعادت بھی متفق ہیں۔ اس کی رو سے سنہ وفات ۸۵۲ھ ہی صحیح ہوتا ہے۔ غالباً طاش کبری زلہ وہی کی تحقیق پر اعتماد کر کے نواب صدیق حسن خاں نے بھی لکھا ہے کہ ۱۸ ذی الحجہ ۸۵۸ھ یوم شنبہ کی صبح سویرے انتقال فرمایا اور اس وقت ان کی عمر ۷۹ سال ۴ ماہ ۱۰ دن تھی۔

جنازہ بہت دھوم سے اٹھا تھا۔ حافظ سخاوی کا بیان ہے کہ میں نے اتنا جم غفیر کسی کے جنازہ میں نہیں دیکھا۔ ابن مند کی لکھتے ہیں کہ ان کے جنازے میں بہت عظیم مجمع تھا۔ جنازہ کی نماز علم بلقینی نے پڑھائی اور نماز جنازہ میں سلطان طاہر چغتای اور اس کے درباریوں نے بھی شرکت کی، کہا جاتا ہے کہ نماز جنازہ میں حضرت خضر بھی شریک تھے۔ تدفین مصر کے مشہور قبرستان ”قراۃ الصغریٰ“ میں دیلمی کی تربت کے سامنے اور امام شافعی و شیخ مسلم سلسلی کی قبروں کے درمیان عمل میں آئی۔ حافظ سخاوی بیان کرتے ہیں کہ ان کی لاش کو کاندھا دینے کیلئے امراء اور اکابر ٹوٹے پڑے تھے اور وہ لوگ بھی ان کی قبر تک پیدل گئے جو بھی اس کی نصف مسافت پیدل نہ گئے ہوں گے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ مجھ سے شہاب الدین منصور نے بیان کیا کہ وہ حافظ ابن حجر کے جنازے میں شریک تھے جب وہ نماز میں پہنچے تو آسمان نے لاش پر باران رحمت شروع کر دی اس وقت انہوں نے یہ اشعار پڑھے

قاضی القضاۃ بالمطر

قدال بکت السحب علی

وانہلم الرکن الذی

تصانیف حافظ ابن حجر نے اپنی طویل علمی زندگی میں مختلف فنون کی بکثرت کتابیں تصنیف کیں اور آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اپنی تصانیف کی شہرت و قبول عام کا مشاہدہ اپنی زندگی ہی میں کر لیا۔ امام سخاوی نے ان کی کل تصنیفات کی تعداد ۱۵۰ سے زائد بتائی ہے جن میں بیشتر کتابیں فن حدیث سے متعلق ہیں علامہ سیوطی نے (۱۸۶) کتابوں کے نام شمار کرائے ہیں اور ابن عساکر حنبلی نے (۷۲) تصانیف کے نام لکھے ہیں جن کی کل مجلدات کی تعداد (۱۱۲) ہے۔ چند مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) تعلیق التعلیق یہ آپ کی سب سے پہلی کتاب ہے جو ۸۰۴ھ کی تصنیف ہے۔ اس میں صحیح بخاری کی تعلیقات کی اسانید موصولہ کا ذکر ہے اور آثار موقوفہ اور متابعات سے بحث کی گئی ہے۔ اس کی تکمیل کبد شیوخ کی حیات میں

۱۔ بلاشبہ آسمان نے انہیں ہمارے قاضی القضاۃ پر بادش کھے، ایک ایسا کن منہدم ہو گیا جو حجر سے مضبوط بنا ہوا تھا۔ ۱۲

ہوئی اور شیوخ نے اس کے بے مثل ہونے کی شہادت دی۔ موصوف نے ایک جلد میں اس کی تلخیص بھی کی ہے جس کا نام ”التشویق الی وصل المبہم من الصلیق“ ہے اس کے بعد اس کو بھی مختصر کیا ہے جس کا نام ”التوفیق بصلیق الصلیق“ ہے۔
(۲) ح البدی شرح صحیح البخاری..... اس مایہ ناز کتاب نے حافظ ابن حجر کو تاریخ علم و فن میں زندہ جاوید کر دیا۔ ان کو خود بھی اپنی تصنیف پر بجا طور پر ناز تھا۔ جیسا کہ امام سخاوی نے تصریح کی ہے کہ دایتہ فی مواضع اثنی علی شرح البخاری والتعلیق والنخبہ فقال السخاوی فی الضوء اللامع سمعت ابن حجر یقول لست راضیا عن شئی من تصانیفی لانی عملتها فی ابتداء الامر ثم لم یتھیا لی من تحریر ہا سوی شرح البخاری ومقدمته والمشبہ والتھلیل ولسان المیزان۔
یہ شرح دس جلدوں میں ہے اور ”بدی الساری“ کے نام سے ایک ضخیم جلد میں اس کا مقدمہ علیحدہ ہے۔ مقدمہ کی تالیف سے ۸۱۳ھ میں فراغت ہوئی۔ اس کے بعد ۸۱۷ھ سے فتح الباری کی تالیف کا کام شروع ہوا اور یکم رجب ۸۴۲ھ میں اس عظیم کام سے فراغت ہوئی۔

(۳) بلوغ المرام من ادلة الاحکام..... یہ حدیث کی کتاب ہے جس کا تعارف خود حافظ صاحب نے ان الفاظ میں کر لیا ہے یہ مختصر کتاب احکام شرعیہ کے دلائل حدیث پر مشتمل ہے میں نے اسے اسلئے تصنیف کیا ہے کہ جو شخص اسے یاد کر لے وہ اپنے ہمعصروں میں ناٹنا جائے اس سے ایک مبتدی بھی استفادہ کر سکتا ہے اور منتہی بھی۔
(۴) لسان المیزان..... یہ امام ذہبی کی شرہ آفاق تصنیف، میزان الاعتدال فی نقد الرجال کی تلخیص ہے اس کے متعلق خلیفہ چلبی نے حافظ ابن حجر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میزان الاعتدال کے طرز پر ایک کتاب تصنیف کروں لیکن اس میں طول عمل معلوم ہو اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اسی کتاب کی تلخیص اس طرح کر دی جائے کہ ان اسماء کو حذف کر دیا جائے جن کی تخریج ائمہ ستیاناء میں سے بعض نے اپنی کتابوں میں کی ہے۔

(۵) الدرر الیہ فی منتخب تخریج احادیث الہدایہ..... حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے جب امام راغبی کی شرح الوجیز کی تخریج احادیث کی تلخیص کی تھی اس وقت امام زیلعی کی تخریج احادیث الہدایہ سے بھی مراجعت کی تھی، میرے بعض احباب نے اس کا خلاصہ کرنے کا مشورہ دیا تاکہ اس سے استفادہ کیا جاسکے میں نے ان کا مشورہ قبول کر کے اس کا بہترین خلاصہ کیا اس تلخیص سے ۸۲۷ھ میں فارغ ہوئے۔

(۶) الاصابہ فی تمییز الصحابہ..... طبقات صحابہ میں ہے اس میں استیعاب، ذیل استیعاب لابن عبد البر اور اسد الغابہ کا خلاصہ اور اس پر مزید اضافہ و استدراک ہے راqm المحروف نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔

(۷) تہذیب التہذیب..... یہ فن رجال کی مشہور و ممتاز کتاب ہے جو حافظ عبد الغنی مقدسی متوفی ۶۰۰ھ کی الکمال فی معرفۃ الرجال، اور حافظ مزنی متوفی ۴۲۲ھ کی تہذیب الکمال فی اسماء الرجال کی بہترین تلخیص ہے۔

(۸) تقریب التہذیب..... یہ تہذیب التہذیب کی بھی کی تلخیص ہے تہذیب کے آخر میں حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ اس کی ۳ ایلف میں سات سال گیارہ ماہ لگے اور اس کی تلخیص جو تقریب کے نام سے موسوم ہے اس سے ۹ جمادی الآخرہ ۸۰۸ھ کو فراغت ہوئی۔ راqm المحروف کے مطالعہ میں یہ دونوں کتابیں رہی ہیں۔

(۹) تجلیل المفضہ..... مسانید ائمہ اربعہ کے رجال سے علامہ مجد بن علی نے التذکرہ میں مفصل بحث کی ہے حافظ ابن حجر نے اس کو پیش نظر رکھ کر یہ تلخیص کی ہے اور ائمہ اربعہ کی دوسری تصانیف سے ردوہ کا اضافہ کیا ہے۔

(۱۰) الدرر الکامنه فی اعیان المائتہ الثمانہ..... اس میں آٹھویں صدی کے علماء فضلاء، صلحاء، امراء وغیرہ کے حالات و سوانح ہیں۔ تراجم کی کل تعداد (۴۵۰۰) ہے اس کی تالیف سے ۸۳۰ھ میں فراغت ہوئی اس کے بعد ۸۳۷ھ تک اس میں اضافہ فرماتے رہے پھر بھی آخر عمر تک اس کی تکمیل نہ ہو سکی اور بہت سے تراجم رہ گئے امام سخاوی نے اس پر

نظر ثانی کر کے مفید حواشی لکھے اور بہت سے تراجم کا اضافہ کیا۔

(۱۱) نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر..... جن کتابوں پر خود حافظ ابن حجر کونا تھا ان میں سے ایک نخبۃ الفکر بھی ہے جو اصول حدیث میں نہایت جامع اور بہت عمدہ معتمد متن صغیر الختم ہونے کے باوجود کثیر المنفع ہے اور سینکڑوں سال سے داخل درس ہے اس کی افادیت اور جامعیت کے پیش نظر بہت سے ارباب علم حضرات نے اس پر قلم اٹھایا اور حواشی و شروحات، تعلیقات و منظومات ہر طرح سے اس کی خدمت کی گئی۔

شروح و حواشی نخبۃ الفکر.....

(۱) نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر..... یہ خود حافظ ابن حجر کی شرح ہے جس میں توضیح و تشریح کے ساتھ متن کی عبادت کو اس طرح سمویا ہے کہ شرح سے متن کا امتیاز اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

(۲) تجلۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر..... یہ حافظ موصوف کے صاحبزادے کمال الدین محمد کی شرح ہے۔

(۳) امعان النظر فی توضیح نخبۃ الفکر..... یہ مولانا محمد اکرم بن عبدالرحمن مکی کی شرح مزوج ہے۔

(۴) حاشیہ تجلۃ الفکر..... از شیخ ابراہیم اللقانی المتوفی ۱۰۴۰ھ

(۵) تعلیق تجلۃ الفکر..... از علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی متوفی ۸۷۹ھ

منظومات تجلۃ الفکر.....

(۱) عقد الدرر فی نظم تجلۃ الفکر..... از شیخ ابو حامد بن ابی المحاسن یوسف بن محمد القاسی متوفی ۱۰۵۲ھ

(۲) منظومہ..... از ابن الصیرفی احمد بن صدقہ متوفی ۹۰۵ھ۔

(۳) منظومہ..... از کمال الدین محمد بن الحسن ششلی مالکی متوفی ۸۲۱ھ

(۴) منظومہ..... از شہاب الدین بن محمد متوفی ۸۹۳ھ

(۵) منظومہ..... از شیخ منصور سبط الناصر طبرلاوی۔

(۶) منظومہ..... از قاضی برہان الدین محمد بن ابی اسحاق المقدسی المتوفی ۹۰۰ھ

شروح نزہۃ النظر.....

(۱) مصطلحات اہل الاثر علی شرح تجلۃ الفکر..... از ملا علی قاری بن سلطان محمد ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ

(۲) الیواقیت والدرر علی شرح تجلۃ الفکر..... از شیخ محمد عوبید الروم المنادی الحدادی المتوفی ۱۰۳۱ھ

(۳) عقد الدرر فی جید نزہۃ النظر..... از مولانا عبداللہ صاحب ٹونگی

(۴) شرح شرح تجلۃ الفکر..... از مولانا وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین علوی گجراتی متوفی ۹۹۸ھ

(۵) شرح شرح تجلۃ الفکر..... از ابوالحسن محمد صادق بن عبداللہ الحدادی السندی الحنفی متوفی ۱۱۳۸ھ

(۲۷) امام قدوری

نام و نسب..... احمد نام، ابو الحسن کنیت، قدوری نسبت اور والد کا نام محمد ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے ابو الحسن احمد بن ابی بکر محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی القدوری۔

چوتھے طبقے کے فقہاء کبار میں سے بڑے جلیل القدر فقیہ اور محدث تھے۔ آپ کا سنہ پیدائش ۳۶۲ھ ہے اور جائے پیدائش شہر بغداد

۱۔ از الضوء اللامع، حسن المحاضرہ، غزوات الذہب، بستان الحدیث، مفتاح السعادة، کشف الظنون مقدمہ شرح الباری مقالہ حافظ محمد نعیم۔ ۱۲

تحقیق کینیت..... مختصر القدروی کے اکثر نسخوں میں موصوف کی کنیت ابوالحسن مکتوب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کی کنیت ابوالحسین ہے جیسا کہ تاریخ ابن خلکان، مدینۃ العلوم اور انساب سمعانی وغیرہ میں مذکور ہے۔
 قدروی نسبت کی تحقیق..... مورخ ابن خلکان نے اپنی تاریخ ”وفیات الاعیان“ میں ذکر کیا ہے کہ ”قدروی بہم قاف و وال و بسکون واو قدوری کی طرف نسبت ہے جو قدر (بمعنی ہانڈی) کی جمع ہے۔ لیکن مجھے اس نسبت کا سبب معلوم نہیں۔“
 صاحب مدینۃ العلوم فرماتے ہیں کہ قدروی صنعت قدوری (دیگ سازی) کی طرف نسبت ہے یا اس کی خرید و فروخت کی طرف۔ تاقدور اس گاؤں کا نام ہے جس کے امام موصوف باشندے تھے۔ (ذیہ نظر، کذابی شرح درر الجہاد للرباوی)
 تحصیل علم..... امام قدروی نے علم فقہ اور علم حدیث رکن الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی جرجانی متوفی ۳۹۸ھ سے حاصل کیا جو امام ابو بکر احمد جصاص کے شاگرد ہیں۔ اور ابو بکر جصاص، ابوالحسن عبید اللہ کرخی کے تلمیذ رشید ہیں اور امام کرخی، ابوسعید بردعی کے خوشہ چیں ہیں اور ابوسعید بردعی علامہ موسیٰ رازی کے فیض یافتہ ہیں اور موسیٰ رازی امام محمد شبانی کے علم پروردہ اور مایہ ناز فرزند ہیں۔ گویا امام قدروی نے پانچ واسطوں سے امام محمد شبانی سے علم فقہ حاصل کیا ہے۔ حدیث محمد بن علی بن سوید اور عبید اللہ بن محمد جو سنی سے روایت کرتے ہیں۔ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی صاحب تاریخ، قاضی القضاۃ ابو عبد اللہ محمد بن علی بن محمد دامغانی قاضی مفضل بن مسعود بن محمد بن یحییٰ بن ابی الفرج التوحفی متوفی ۴۳۳ھ صاحب اخبار الخوئین وغیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

امام قدروی کی توثیق..... خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ ”میں نے آپ سے حدیث لکھی ہے۔ آپ صدوق تھے اور حدیث کی روایت کم کرتے تھے۔“ امام سمعانی فرماتے ہیں کان فقہا صدوقا انتہت الیہ ریاست اصحاب ابی حنیفہ۔ بالعراق وعز عہم قدرہ وار تفع جاہہ دکان حسن العبارة فی النظر ملیمہا لناواة القرآن۔“ آپ فقیہ و صدوق تھے۔ آپ کی وجہ سے عراق میں ریاست مذہب حنفیہ کمال پر پہنچی اور آپ کی بڑی قدرو منزلت ہوئی۔ آپ کی تقریر و تحریر میں بڑی دل کشی تھی۔ ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے تھے، قاضی ابو محمد نے طبقات الفقہاء میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے پر زور الفاظ میں تعریف کی ہے۔

اہل کمال کی قدردانی..... اختلاف عقائد و اختلاف جزئیات مسائل کے باوجود مخالفین سے حسن سلوک اور اہل کمال کی قدر والی ہمارے اسلاف کا عام شیوہ رہا ہے۔ امام قدروی اور شیخ ابو حامد اسفرائینی شافعی کے مابین ہمیشہ علمی حدیثی مناظرے رہے ہیں۔ مگر امام قدروی ان کی نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

فقہی مقام..... ابن کمال پاشا نے آپ کو اور صاحب ہدایہ کو طبقہ خامسہ یعنی اصحاب ترجیح میں شمار کیا ہے اکثر علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حضرات قاضی خاں وغیرہ سے بڑھے ہوئے ہیں اور بالفرض بڑھتے ہوئے نہ ہوں تو برابر کے ضرور ہیں۔ پس امام قدروی کو بھی تیسرے طبقہ میں شمار کرنا چاہیے۔

رحلت و وفات..... امام قدروی نے شربخدا میں بمر ۶۶ سال اتوار کے دن ۵ رجب ۴۲۸ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اسی روز ”درب ابی خلف“ میں مدفون ہوئے۔ اس کے بعد آپ کو ”شارع منصور“ کی طرف منتقل کر لیا گیا۔ اب آپ ابو بکر خوارزمی حنفی کے پہلوں میں آرام فرما رہے۔ ”مادۃ تاریخ“ ”لامع النور“ ہے۔

بجائناں دیدہ جاں روشش باد

ہزاراں فیض بر جاں و تش باد

تصانیف.....

(۱) تجرید..... یہ سات جلدوں میں ہے۔ اس میں اصحاب حنفیہ و شافعیہ کے مسائل خلاف پر محققانہ بحث کی ہے

اس کا املا آپ نے ۴۰۵ھ میں شروع کر لیا ہے۔

(۲) مسائل الخلاف..... اس میں علل و اولہ سے تعرض کئے بغیر صرف امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے مابین

فردی اختلاف کا ذکر ہے۔

(۳) تقریب..... اس میں مسائل کو معہ اولہ ذکر کیا ہے۔

(۴) شرح مختصر الکرنخی

(۵) شرح لوب القاضی

مختصر القدوری..... یہ تقریباً ایک ہزار سال کا قدیم مستند متن مشین ہے۔ جس میں بیسیوں کتابوں سے تقریباً بارہ ہزار ضروری مسائل کا انتخاب ہے اور عمدہ تصنیف سے آج تک پڑھایا جا رہا ہے قدرت نے اس کتاب کی عظمت حقیقی مسلمانوں میں اتنی بڑھادی ہے کہ طاش کبریٰ زادہ نے لکھا ہے۔ ”ان ہذا المختصر تبرک بہ العلماء حتیٰ جربوا قراتہ لوقات الحمد للہ ولایام الطامعون۔“ علماء نے اس کتاب سے برکت حاصل کی ہے۔ مصائب اور طامعون میں اسکو آزمایا گیا ہے۔

صاحب ”مصحح انوار الادعیہ“ نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص اس کو حفظ کر لے وہ فقر و فاقہ سے مامون رہے گا۔ نیز جو شخص اس کو کسی صالح استاد سے پڑھے اور وہ ختم کے وقت برکت کی دعا کرے تو انشاء اللہ وہ اس کے مسائل کی شمار کے موافق دراہم کا مالک ہو گا۔

کشف الظنون وغیرہ میں اور چیزیں بھی اس سلسلہ میں نقل کی گئی ہیں کم از کم اتنا تو ہمیں بھی ماننا چاہئے کہ مصنف کے تقویٰ اور تقدس کا اثر پڑھنے والوں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

حفاظ قدوری..... صاحب ”الجواهر المعبیہ“ نے اپنے بھائی محمد بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء القرشی متوفی ۷۲۲ھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مختصر القدوری کا حافظ تھا۔

کرامت عجیبہ..... علامہ بدر الدین عینی نے شرح ہدایہ میں ذکر کیا ہے کہ امام قدوری اپنی مختصر کی تعصیب سے فارغ ہو کر اس کو سفر حج میں ساتھ لے گئے اور طواف سے فارغ ہو کر حق تعالیٰ سے دعا کی۔ بارہا اگر مجھ سے کہیں اس میں غلطی یا بھول چوک ہو گئی ہو تو مجھے اس پر مطلع فرما۔ اس کے بعد آپ نے کتاب کو اول سے لے کر آخر تک ایک ایک ورق کھول کر دیکھا تو پانچ یا چھ جگہ سے مضمون محو تھا۔ فہذا من اجل کبراماتہ۔

بنائے آئینہ دیکھے پہلے آئینہ گر ہنرور اپنے بھی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں (ذوق)

کتب فقہیہ کی اہمیت..... قدوری اور گزنز کا لفظ بولنے میں تو نہایت سبک اور ہلکا معلوم ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک یہ کتابیں اسلام کے بہترین دل و دماغ کی انتہائی عرق ریزیوں کے آخری نتائج ہیں۔ خدا جزائے خیر دے ان بزرگوں کو جنہوں نے دین کی دشواریوں کو حل کر کے مذہبی زندگی گزارنے والوں کیلئے راہ آسان کر دی۔

شروح و حواشی مختصر القدوری.....

(۱) خلاصۃ الدلائل فی تنقیح المسائل..... از امام حسام الدین علی بن احمد کی متوفی ۵۹۸ھ

(۲) لایحی..... از نجم الدین محمد بن محمود بن محمد زبیدی (معتزلی الاعتقاد حنفی الفردوس) متوفی ۶۵۶ھ تین جلدوں میں ہے۔

(۳) السراج الوہاج الموضح لکل طالب محتاج تین جلد۔

(۴) الجوہرۃ البیضاء..... دو جلد۔ یہ دونوں ابو بکر بن علی الحدادی المتوفی ۸۰۰ھ کی تصانیف ہیں۔

(۵) شرح قدوری..... از محمد شاہ بن الحاج حسن رومی ۹۳۹ھ

(۶) جامع المعصرات..... از یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری۔

۱۔ وہو من الکتاب الخیر السخیرہ، قال فی تنقیح التہذیب الخ۔ نقل الزبیدی لایعذر نقل المعبرات الصغیرۃ فاند ذکر ابن دہبان لہ لایعذر الی نقلہ صاحب الفیہ مخالفاً لمؤلفہ ما لم یعده نقل من غیرہ، ومثلہ فی التمریضات فی فیہ الضاتی موضع آخر الحدادی للزبیدی مشہور، نقل الروایات الصغیرۃ۔ ۱۲

- (۷) تصحیح القدوری..... از علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا متوفی ۹۷۹ھ
- (۸) شرح قدوری..... از امام احمد بن محمد معروف باین نصر الا قطع متوفی ۷۴۷ھ دو جلدوں میں۔
- (۹) البحر الزاخر..... از شیخ احمد بن محمد بن اقبال۔
- (۱۰) النوری شرح القدوری..... از محمد بن ابراہیم رازی متوفی ۶۱۵ھ
- (۱۱) ملخص الاخوان..... از ابو المعالی عبد الرب بن منصور غزنوی متوفی ۵۰۰ھ
- (۱۲) الکفایہ..... از اسماعیل بن الحسین الکبھی
- (۱۳) البیان..... از محمد بن رسول المو قانی۔
- (۱۴) التقرید..... از محمود بن احمد قونوی متوفی ۷۷۰ھ چار جلدوں میں ہے۔
- (۱۵) اللہاب..... از جلال الدین ابوسعید مطهر بن الحسن بن سعد بن علی مندریزی۔ دو جلدوں میں ہے۔
- (۱۶) زاد الفقہاء..... از ابو المعالی ہباء الدین۔
- (۱۷) الیامحج فی معرفۃ الاصول والتفاریح..... از بدر الدین محمد بن عبد اللہ شبلی طرابلسی متوفی ۷۶۹ھ
- (۱۸) شرح القدوری..... از شہاب الدین احمد سرقدی۔
- (۱۹) از رکن الامتہ عبد الکریم بن محمد بن علی الصیغی۔
- (۲۰) شرح القدوری..... از ابو اسحاق ابراہیم بن عبد الرزاق بن ابی بکر بن رزق اللہ بن خلف الرسفی مشہور باین الحدیث متوفی ۶۹۵ھ، یہ بھی نامکمل ہے۔
- (۲۲) شرح قدوری..... از امام ابو العباس محمد بن احمد الجوبی۔
- (۲۳) تصحیح الضروری حاشیہ قدوری..... از مولانا نظام الدین کیرانوی۔ (۱)
- (۲۴) تصحیح النوری شرح اردو مختصر القدوری..... از راجم سطور محمد حنیف غفرلہ گنگوہی۔

(۲۸) صاحب ہدایہ

نام و نسب..... علی نام، ابو الحسن کنیت، برہان الدین لقب اور والد ابو بکر ہیں۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ ابو الحسن علی ابی بکر عبد الجلیل بن الجلیل ابی بکر حبیب۔ سلسلہ نسب سیوطی ابو بکر صدیق ؓ سے ملتا ہے۔ آپ کی پیدائش ۸ رجب المرجب ۵۱۱ھ میں دو شنبہ کو عصر کے بعد ہوئی۔ ۵۴۴ھ میں آپ زیارت حر میں سے مشرف ہوئے۔ وطن عزیز..... عام طور پر آپ کا وطن مرغینان ہی بتلایا جاتا ہے۔ جو مراغہ کا ایک قصبہ ہے لیکن صاحب ہدایہ کے ہم وطن بادشاہ بابر نے ”تزک“ میں صاحب ہدایہ کے گاؤں کا نام ”رشدان“ بتلایا ہے، جو مرغینان کے تعلقہ میں تھا۔ صاحب مفتاح السعادت نے بھی مرغینانی کے بعد نسبت میں رشدانی بڑھایا ہے۔ تحصیل علوم..... صاحب ہدایہ نے اپنے دور کے ان اساطین امت سے علوم کی تحصیل کی تھی جو ہر فن میں مرجع خلافت تھے۔ جن کے اسماء کی ایک طویل فہرست جس کو معجز کہتے ہیں، بقول حافظ عبد القادر قرشی صاحب جوہر مہیہ خود صاحب ہدایہ نے مرتب کی ہے جس میں اپنے شیوخ اور ان کی مریدیت کو جمع کیا ہے چند خاص اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ اساتذہ و شیوخ..... مفتی العظیم نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن لقمان النعلی متوفی ۵۳۷ھ معجز مذکور کو انہی کے ذکر سے شروع کیا ہے، ان سے ان کی بعض تصانیف پڑھی ہیں اور منہات خفاف کا سماع کیا ہے، ابواللیث

احمد بن حفص عمر العنقی متوفی ۵۴ھ، ابو الفتح محمد بن عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد ابی توبہ اللہ شہینی الروزی، ان سے صحیح بخاری کا اکثر حصہ پڑھا ہے ضیاء الدین محمد بن الحسین بن ناصر بن عبد العزیز البغدادی، ان سے فقہ پڑھا ہے اور صحیح مسلم کی اجازت حاصل کی ہے۔ محمد بن الحسن بن مسعود بن الحسن ان سے امام طحاوی کی شرح آثار کی اجازت حاصل کی ہے، شیخ الاسلام ضیاء الدین ابو محمد صاعد بن اسعد بن اسحاق بن محمد بن امیرک الرغنیانی۔ ان سے مرغینانی میں ترمذی شریف پڑھی ہے، شیخ عثمان بن ابراہیم بن علی بن نصر بن اسماعیل الخوافدی۔ ان سے کچھ فقہی مسائل پڑھے ہیں، ابو البرکات صفی الدین عبد اللہ بن محمد بن الفضل بن احمد بن احمد بن محمد الصاعدی القراوی۔ ان سے غیثا پور میں بالمشافہ اجازت مطلقہ ملی ہے۔ ابو محمد حسام الدین عمر بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ مشہور بصدر الشہید متوفی ۵۳۶ھ، تاج الدین احمد بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ مشہور بصدر السجید، قوام الدین احمد بن عبد الرشید بن الحسین البخاری متوفی ۵۹۹ھ، ابو عمرو عثمان بن علی بن محمد بن محمد بن علی البیہقی متوفی ۵۵۲ھ، ابو شجاع ضیاء الاسلام عمر بن محمد بن عبد اللہ البیہقی البسطامی، شیخ الاسلام بہاؤ الدین علی بن محمد بن اسماعیل بن علی بن احمد بن محمد بن اسحاق السمرقندی الابیحالی متوفی ۵۳۵ھ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن البخاری متوفی ۵۴۶ھ، منہاج الشریعہ محمد بن محمد بن الحسین۔ قال صاحب الہدایہ فی حقہ لم تر عینی مظلہ والا اعز منہ ولا او فر منہ علما۔

مکمل تصویر..... ان محترم و مقدس ہستیوں کے فیضان صحبت نے آپ کو کشور و علم و فضل کا تاجدار بنادیا۔ جس کی مکمل تصویر صاحب جواہر مصیہ نے اس طرح کھینچی ہے جس میں ان کے چہرہ فضل و کمال کا ایک ایک خد و خال نمایاں ہو جاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

”کان اماماً، فقیہاً، حافظاً، محدثاً، مفسراً، جامعاً للعلوم، ضابطاً للفنون، متقناً محققاً نظاراً مدققاً، زاهداً ورعاً

بارعاً، فاضلاً، ماہراً، اصولیاً، ادیباً، شاعراً لم تر العیون مثله فی العلم والادب۔“

صاحب ہدایہ امام وقت، فقیہ بے بدل، حافظ دور ال، محدث زماں، مفسر قرآن، جامع علوم، ضابطہ فنون، پختہ علم، محقق، وسیع النظر، باریک بین، عابد و زاہد، پرہیزگار، فائق الاقران، فاضل الاعیان ماہر فنون، اصولی، بے مثل ادیب اور بے نظیر شاعر تھے۔ علم و ادب میں آپ کا ثانی نہیں دیکھا گیا۔

آپ کے ہم عصر علماء امام فخر الدین قاضی خاں، صاحب محیط و ذخیرہ محمود بن احمد بن عبد العزیز۔ شیخ زین الدین ابوالنصر احمد بن محمد بن عمر عتائی اور صاحب فتاویٰ ظہیریہ محمد بن احمد بخاری وغیرہ نے آپ کے فضل و تقدم کا اقرار کرتے ہوئے داو قابلیت پیش کی ہے۔ قال عبد القادر القرشی ”اقر له اهل مصره بالفضل والتقدم۔“

صاحب ہدایہ کا عالی مقام..... ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب ترجیح میں گنا ہے۔ جن کی کارگزاری صرف اتنی ہی ہوتی ہے کہ صاحب مذہب سے جو مختلف روایتیں ہوں ان میں سے کون افضل ہے اور کون معقول اس کو بتاتے ہیں۔ کھولہم هذا اصح روایت، هذا اوفق بالناس۔ لیکن اکثر علماء نے اس پر یہ امتراض کیا ہے کہ آپ کی شان قاضی خاں سے کم نہیں۔ چنانچہ خود قاضی خاں اور زین الدین عتائی سے منقول ہے کہ صاحب ہدایہ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے۔ بلکہ اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ نیز نقد دلائل و استخرج مسائل کا جو ملکہ آپ کو حاصل ہے وہ محتج بیان نہیں پس انصاف یہ ہے کہ آپ کو مجتہدین فی اللذہب کے زمرہ میں شمار کیا جائے، جس میں امام ابو یوسف اور امام محمد تھے۔

درس و تدریس..... باب افادہ درس بہت وسیع تھا۔ شیخ الاسلام جلال الدین محمد، نظام الدین عمر شیخ الاسلام عماد الدین بن ابی بکر، شمس الامیر محمد بن عبد التبار بن محمد کروری، جلال الدین محمود بن الحسین، شیخ الاسلام الاشتر دشنی برہان الاسلام زرنوئی، قاضی القضاہ محمد بن علی بن عثمان سمرقندی جیسے آفتاب و ماہتاب آپ ہی کے دامن تربیت سے فیضیاب ہیں، صاحب جواہر مصیہ نے قاضی عمر بن محمود بن محمد کے حالات میں بحوالہ صاحب ہدایہ لکھا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ میرے پاس رشد ان سے تحصیل فقہ کیلئے آئے اور ایک مدت تک میرے درسی وظائف کی پوری پابندی کرتے رہے، جب

واپسی کا ارادہ کیا تو میرے پاس یہ اشعار لکھے۔

ایذا الذی ذاق الانام جمیعہا
وانت عذیم المثل لازالت باقیہا
وانت الذی علمتی سورۃ العلق
ارید المرحلا من فرائض ضرورۃ
فان طال الباث الغریب ببلدۃ
وحاز اسالیب العلی والمحامد
وانت جمیع الناس فی ثوب واحد
وانت الذی ربیتی مثل والد
فهل منک اذن یا کبیر الامجاد
فلا بلدیوما ان یکون بعائد

حاشیہ عنایہ ص ۱۹۲/ پر ہے کہ سب سے پہلے ہدایہ کتب خود ان کے مصنف سے علامہ شمس الائمہ کردری نے پڑھی۔
بدأت سبق میں صاحب ہدایہ کا خاص طرز عمل..... صاحب ہدایہ کے تلمیذ خاص برہان الاسلام زر نوبی نے
تعلیم المصطلح میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے استاد (صاحب ہدایہ) کی خاص عادت تھی کہ آپ اسباق کی ابتداء بدھ کے روز کراتے
تھے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث روایت کرتے تھے ”ما من شئی بدی یوم الاربعاء الا تم۔“ ایسی کوئی چیز نہیں جو بدھ کے روز
شروع کی جائے اور وہ پوری نہ ہو۔ امام صاحب کا بھی طرز عمل یہی تھا۔

صاحب ہدایہ نے یہ حدیث شیخ قوام الدین احمد بن عبدالرشید بن حسین بخاری سے سہ متصل روایت کی ہے۔ فوائد
بہیہ میں ہے کہ بعض محدثین نے اس روایت کے متعلق کلام کیا ہے، چنانچہ شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی نے
”المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث المشہورۃ علی الاسنۃ میں کہا ہے کہ مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ نیز حدیث جابر
”یوم الاربعاء یوم نحس مستمر“ (۱) کے معارض ہے۔ ملا علی قاری نے المصنوع فی معرفۃ الموضوع میں حدیث جابر کے یہ
معنی بیان کئے ہیں کہ بدھ کا روز کفار کے حق میں غصہ ہے جس کا مفہوم یہ نکلا کہ مومنین کے حق میں سعد ہے پس دونوں
حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث اول کیلئے ایک اور اصل تلاش کی ہے اور
وہ یہ کہ امام بخاری نے (ادب میں) امام احمد و براء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسجد میں
پیر، منگل، بدھ تین ایام میں دعا کی اور بدھ کے روز ظہر و عصر کے درمیان دعا مقبول ہوئی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے
جب بھی کوئی امر مہم درپیش ہو تو میں نے بدھ کے روز ظہر و عصر کے مابین دعا کی اور وہ مقبول ہوئی۔

علامہ سیوطی نے سهام الاصابۃ فی الدعوات المسجبتہ میں کہا ہے کہ اس کی اسناد جیدہ ہے نور الدین علی بن احمد سمہودی
نے ”وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ“ میں اس حدیث کو مسند احمد کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں
۔ پس اس حدیث سے یہ نکلا کہ بدھ کے روز میں ایک مستجاب ساعت ہے۔ اس لئے علماء نے بدھ کے روز اسباق کی ابتداء کو
بہتر خیال کیا ہے۔ علاوہ ازیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے بدھ کے روز نور کی تخلیق کی اور ظاہر ہے کہ علم سر اسر
نور ہے فیکس لعمامہ بیدایت ماذیابی اللہ الا ان یم نور۔

وفات حسرت آیات..... صاحب ہدایت نے ۱۲ اذی الحجہ ۵۹۳ھ یا ۵۹۶ھ میں شب سہ شنبہ کو عالم آب و گل سے
رشتہ حیات منقطع کیا اور سرزمین سر قدس میں یہ آفتاب علم و ہدایت یہ کتا ہوا کہ
چنیں نفس نہ سزائے چو من خوش الحانست
روم بگلشن رضوان کہ مرغ آں جہنم
ہمیشہ کیلئے روپوش ہو گیا۔ رحمۃ اللہ رحمۃ واسعہ۔

کہا جاتا ہے کہ سر قدس میں تقریباً چار سو نفوس مدفون ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام محمد ہے۔
الباقیات الصالحات..... صاحب ہدایہ کے تین صاحبزادے تھے۔ عماد الدین، نظام الدین عمر، ابوالفتح جلال الدین محمد

۱۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط
۲۔ ہدایہ گویا اس باب میں قرآن سے مشابہ ہے جس نے گزشتہ شرائح کی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ پس اس
کتاب کو پڑھتے رہو اور اس کی خواندگی اللہم کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری گفتگو نبی اور غلیظوں سے پاک ہو جائے گی۔ ۱۲

اور تینوں صاحب فضل و کمال اور والد ماجد سے تربیت یافتہ تھے۔ جلال الدین محمد نے لوب اور فقہ میں نام روشن کیا۔ عماد الدین نے کتاب ”ادب القاضی“ اور نظام الدین عمر نے ”جواہر اللہ“ اور ”الفوائد“ وغیرہ کتابیں یادگار چھوڑیں۔ تصانیف و تالیفات..... آپ کی تصانیف ہدایہ، کفایہ، منگی، تجنیس، مزید، مناسک حج، نشر اللذہب، مختارات النوازل، فرائض العتباتی، مختار الفتاوی وغیرہ نہایت گرانقدر نافع و مفید ہیں۔ بالخصوص ہدایہ تو آپ کا وہ مایہ ناز و بلند پایہ علمی شاہکار ہے جس کی نظیر آج تک دنیائے علم و فن کا کوئی فرزند پیش نہیں کر سکا۔

ہدایہ..... ہدایہ میں گو فقہ کے تمام مسائل نہیں ہیں اور ان مختصر جلدوں میں فقہ جیسے بحر و خاں علم کا سامنا مشکل کیا ہے بھی ناممکن۔ لیکن دماغ کی جتنی ورزش، اس کی عجیب و غریب سہل و سہل عبارتوں سے ہوتی ہے میں نہیں جانتا کہ اس مقصد کے لئے ہدایہ سے بہتر کتاب مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ ہدایہ کے پڑھنے والے کج رائی اور غلط روی کے شکار نہیں ہو سکتے۔ خود صحیح سوچنے اور دوسرے کے کلام کے صحیح مطلب کے سمجھنے کا جتنا اچھا سلیقہ یہ کتاب پیدا کر سکتی ہے عام کتابوں میں اس کی نظیر مشکل ہی سے ملتی ہے پس کسی شاعر کا اس قطعہ میں

ان الہدایۃ کا لقرآن قد نسخت

فاحفظ قراتها والزم تلاوتها

ما لہ نہ نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ و کذا فی انشاد عماد الدین ابن صاحب الہدایۃ۔

یسلم مقالک من زیع ومن کذب

الی حافظیہ ویجولوا لعمی

کتاب الہدایۃ یهدی الہدی

فمن نالہ نال اقصى المعنی

فلازمہ واحفظ یاذا المعجی

تالیف ہدایہ..... صاحب کتاب نے اپنی تصنیف ہدایہ کے دیباچہ میں کہا ہے کہ شروع ہی سے میرے دل میں یہ بات آتی تھی کہ فقہ میں کوئی کتاب ایسی ہونی چاہیے جو صغیر انجم ہونے کے ساتھ ساتھ ہر نوع کے مسائل پر حاوی ہو۔ حسن اتفاق کہ چندے بعد ہی میں نے امام قدوری کی مختصر بیانی، جو اپنی نظیر آپ ہے۔ اور میں نے جامع صغیر کے حفظ و ضبط کا غایت درجہ اہتمام دیکھا تو میں نے ان دونوں کا انتخاب کر کے جامع صغیر کی ترتیب پر ایک کتاب ہدایۃ المبتدی کے نام سے تصنیف کی۔ اگر توفیق شامل حال رہی تو اس کی شرح بھی لکھوں گا جس کا نام کفایۃ المبتدی ہوگا۔

صاحب مفتاح السعادت لکھتے ہیں۔ ”شرحہا شرح حافی نحو ثمانین مجلدات و سماء کفایت المبتدی“ کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو شرح کی توفیق ہوئی اور آپ نے اسی جلدوں میں اس کی شرح لکھی جس کا نام کفایۃ المبتدی ہے۔ پھر اس شرح کا اختصار کیا جس کو ہدایہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح صاحب ترجمہ حنفی عالم کی ہدایہ اور کفایہ نام سے ہے اسی طرح حنبلیہ میں ابو الخطاب کی ہدایہ اور شافعی میں سے شیخ نجم الدین بن الرفعہ کی ہدایہ بھی انہی ناموں سے مشہور ہے۔

زمانہ تالیف..... موصوف نے ماہ ذیقعدہ ۵۷۳ھ میں بروز چہار شنبہ بعد نماز ظہر ہدایہ کی تصنیف شروع کی اور پوری عرق ریزی و جان کاعی کے ساتھ مسلسل تیرہ سال تک اس طرح مصروف رہے کہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور اس کی بھی کوشش کرتے کہ کسی کو روزہ کی اطلاع نہ ہو۔ چنانچہ خدام کھانا رکھ کر چلا جاتا اور آپ کسی طالب علم کو بلا کر کھلا دیتے۔ خادم واپس آتا اور برتن خالی دیکھ کر خیال کرتا کہ کھانے سے فارغ ہو چکے۔

ہدایہ کی اہمیت..... حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے علامہ زیلیلی کی نصب الراية کے مختصر سے پیش نامہ میں حضرت علامہ کشمیریؒ کا قول برادر است ان ہی سے سن کر نقل کیا ہے کہ ابن ہمام کی فتح القدر پر جیسی کتاب لکھنے کے لئے اگر مجھ سے کہا جائے تو یہ کام کر سکتا ہوں، لیکن اگر ہدایہ جیسی کتاب لکھنے کا مطالبہ کیا جائے تو ”ہرگز نہیں کے سوا اس کا کوئی

جواب میرے پاس نہیں ہے۔“ مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں کہ غالباً خاکسار سے بھی حضرت شلہ صاحب نے یہی فرمایا تھا۔ شاہ صاحب کی جانب اس مفہوم کی نسبت ان الفاظ میں بھی کی جاتی ہے کہ ”الحمد للہ میں ہر کتاب کے مخصوص طرز پر کچھ نہ کچھ لکھ سکتا ہوں لیکن چار کتابیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ قرآن عزیز، بخاری شریف، مشکوٰۃ اور ہدایہ۔“ علامہ کشمیری کی جلالت شان سے جو واقف ہیں وہ ان کے اس قول کے وزن کو محسوس کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب ہدایہ کی وفات پر ساڑھے سات سو سے زیادہ زمانہ گزر چکا مگر ہدایہ آج بھی اسی طرح نصاب میں باقی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ جن مقاصد کے پیش نظر یہ کتاب نصاب میں داخل کی گئی ہے فقہ حنفی میں کوئی دوسری کتاب اب تک ایسی تصنیف ہی نہیں ہوئی جو اس کی قائم مقامی کر سکے۔

حفاظ ہدایہ..... شیخ محی الدین عبدالقادر قرشی نے الجواہر المہیہ میں شمس الدین محمد بن الحسن طبری کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ صغر سنی میں کتاب ہدایہ کو ازبر کر چکے تھے، حفظ کے بعد انہوں نے فقہاء کی ایک جماعت کو ہدایہ سنائی جن میں علامہ ابو حفص عمر بن الوردی بھی ہیں۔ انہوں نے مختلف مقامات سے ہدایہ کو سن کر مذکورہ ذیل عبارت میں اجازت نامہ لکھ کر مرحمت کیا۔ اما بعد حمد اللہ علی حسن البیدایۃ والصلوۃ علی نبیہ محمد الموصوف فی الکتب بما فیہ الکفایتہ وعلی آلہ واصحابہ سفن النجاة و نجوم الہدایتہ فقد عرض علی الفاضل اللیب شمس الدین محمد بن الحسن الحنفی من کتاب الہدایتہ مواضع متوافرة اوائلہ وواسطہ واداخرہ ، فہجر فیہ بلسان رطب فصیح جری من جمع (یعنی طرفہ بالیاء والنون و هذا جمع السلامة وبالفاء والواو وهذا جمع الصحيح) فہو نجیب من نجیب لابل عجیب من عجیب لابل علم من علم ومن یشاہد اباہ فما ظلم ، فاللہ تعالیٰ یرزقہ العلم والعمل بما فی الکتاب ، وغیرہ بدع لمحمد بن الحسن ان بعد من اعیان الاصحاب، حور ذلك فی منتصف شعبان سنۃ اربع واربعمین وسع مائتہ نیز شہاب الدین محمود بن ابی بکر بن عبدالقادر متوفی ۶۸۰ھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ بھی ہدایہ کے حافظ تھے۔

احادیث ہدایہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ..... صاحب ہدایہ نے مسائل کے سلسلہ میں جن احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے بعض حضرات کو ان کے متعلق ضعف کا اور صاحب ہدایہ کی قلت نظر کا شبہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی نے بھی ان کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے۔

و کتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور و معتبر ترین کتابا است نیز درین وہم انداختہ چہ مصنف وے در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نمادہ و اگر حدیثی آوردہ نزد محدثین خالی از ضعف نہ ، غالباً اشتغال آن استاد در علم حدیث کثر بودہ است و لیکن شرح شیخ ابن الہمام جزاء اللہ خیر الجزاء حلائی آں نمودہ و تحقیق کار فرمودہ است (شرح سفر السعادہ ص ۲۳)

اور کتاب ہدایہ نے بھی جو اس دیار میں مشہور اور معتبر ترین کتابوں میں سے ہے اس وہم میں (کہ مذہب شافعی بہ نسبت مذہب حنفی حدیث کے زیادہ موافق ہے) ڈال دیا ہے کیونکہ اس کے مصنف نے بیشتر دلیل عظمیٰ ہی پر بنا رکھی ہے اور جو حدیث لاتے ہیں وہ محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں ہوتی۔ غالباً ان کا شغل علم حدیث سے کم رہا ہے۔ لیکن شیخ ابن الہمام کی شرح ہدایہ نے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اس کی حلائی کر دی ہے اور انہوں نے تحقیق سے کام لیا ہے۔

حالانکہ نہ تو صاحب ہدایہ کا شغل علم حدیث کم تھا بلکہ وہ خود بڑے محدث اور حافظ حدیث تھے، پور نہ جو حدیثیں وہ بیان کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں کیونکہ وہ سب ائمہ متقدمین کی کتابوں سے منقول ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جس طرح امام بغوی نے مصابح السنۃ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجتہ اللہ البالغہ میں اپنے ائمہ کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے بلا حوالہ و سند ذکر کیا ہے اسی طرح صاحب ہدایہ نے حجتہ میں ائمہ پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی روایات کو اپنی تصنیف میں جگہ دی ہے۔ بعد میں فقہ تاتار میں متقدمین کا علمی سرمایہ بہت کچھ ضائع ہو گیا اور بہت سی کتابیں جو پہلے متداول تھیں اب فقہ میں بالکل یہ معدوم

ہو گئیں۔ اب ارباب تخریج نے ان روایات کو متقدمین ائمہ کی تصانیف میں تلاش کرنے کی بجائے ان کتابوں میں تلاش کیا ہے جو ان کے عہد میں تھیں۔ اسی لئے ان کو متعدد روایات کے متعلق یہ کہنا پڑا کہ یہ روایت ہم کو ان لفظوں میں نہ مل سکی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بہت سی روایات کے متعلق حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ تخریجین احادیث ہدایہ بصرحت لکھتے ہیں کہ ہم کو نہ مل سکیں، حالانکہ وہ روایات کتاب الآثار اور مبسوط امام محمد وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ کچھ ہدایہ ہی کی خصوصیت نہیں خود صحیح بخاری کی تعلیقات میں بھی بہت سی ایسی روایتیں موجود ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے یہی تصریح کی ہے جس کی اصل وجہ وہی ائمہ متقدمین کی کتابوں کا فقدان ہے۔ ورنہ امام بخاری یا صاحب ہدایہ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ان کے متعلق کسی نے اصل روایت کے بیان کرنے کا شبہ بھی ظاہر کیا ہو۔ ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حدیث ثابت ہو اور حافظ ابن حجر ”لم یقف“ یا ”لا لوری“ کہیں جب کہ حافظ ابن حجر کی وسعت نظر اور کثرت اطلاع مسلمات میں سے ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وسیع النظر ہونے سے محیط العلم ہونا تو لازم نہیں ہے۔ آخر یہی حافظ ابن حجر ہیں جنہوں نے ”مجمع الموعود“ میں امام فخر الدین رازی کی زینہ لولاد کی نفی کی ہے اور کہا ہے ”ولا یبلغنا من کلام احمد من المورثین لہ کان للامام ولذکر“۔ حالانکہ مدینۃ العلوم، طبقات کفوی، تاریخ نفعی اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں محمد اور محمود دو صاحبزادوں کی تصریح موجود ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تاریخ ابن خلکان میں تو یہ بھی ہے کہ ان دونوں کی شادی شہر رے کے ایک بہت بڑے مالدار اور حاذق طبیب کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ ہوئی تھی۔ بہر حال حافظ ابن حجر کے لادریں کہنے سے اصل حدیث کا عدم لازم نہیں آتا بلکہ یہ موصوف کے عدم علم پر مبنی ہے۔ چنانچہ علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا نے ”منبت الالمعی فی مافات من تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی“ میں ان احادیث کی بھی تخریح کر دی ہے۔ جن کے بارے میں حافظ طبرانی نے ”المجددہ“ کہا ہے۔

درس ہدایہ میں تحجین سے استدلال..... ہدایہ کی جن حدیثوں کے نیچے ارباب حواشی غریب جدا، نادر جدا کے الفاظ لکھ دیا کرتے ہیں یہ غرابت و ندرت صرف لفظی حد تک ہے، ورنہ اگر الفاظ سے قطع نظر کر لیا جائے تو ان ہی حدیثوں کے مفہوم اور مفاد کو اکثر و بیشتر صحاح کی حدیثوں کے الفاظ سے ثابت کیا جاسکتا ہے، چنانچہ سیر الاولیاء میں مولانا فخر الدین زراوی کے متعلق لکھا ہے کہ یہ چاشت کی نماز کے بعد ہدایہ کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ جو خود میر خور کا چشم دید ہے درج کرتے ہیں کہ مولانا حسب دستور ہدایہ پڑھا رہے تھے کہ

روزے آل عالم ربانی مولانا کمال الدین سامانی کہ از مشاہیر علماء شہر بود بدین سلطان المشائخ آمد چوں از خدمت سلطان المشائخ باز گشت سبب فرط اتحاد یکہ بخند مت مولانا فخر الدین داشت دریں مجلس حاضر شد۔ ایک دن عالم ربانی مولانا کمال الدین سامانی جو مشاہیر علماء میں تھے سلطان المشائخ کی زیارت کو تشریف لائے جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس تعلق کی وجہ سے جو انہیں مولانا فخر الدین سے تھا اس مجلس میں حاضر ہوئے۔

مولانا فخر الدین نے ان کو دیکھ کر ہدایہ پڑھانے کا طرز عجیب طریقہ سے بدل دیا، میر خور دیکھتے ہیں کہ

چوں خدمت مولانا کمال الدین دیدہ تمسکات ہدایہ را ترک وادہا احادیث صحیحین تمسک ملی وادو

جب مولانا کمال الدین کی خدمت دیکھی تو ہدایہ کی حدیثوں کو چھوڑ کر صحیحین کی حدیثوں سے استدلال فرمانے لگے۔

یعنی حنفی مذہب کے مسائل کی تائید میں صاحب ہدایہ جن حدیثوں کو عموماً پیش کرتے ہیں مولانا فخر الدین نے بغیر کسی سابقہ تیدی کے اچانک ایک مقام سے جہاں سبق ہو رہا تھا یہ رنگ بدلا کہ صاحب ہدایہ کی پیش کردہ دلیلوں کو چھوڑ کر حنفی نقطہ نظر کی تائید میں تحجین کی حدیثیں پیش کرنی شروع کر دیں۔

شروع و حواشی ہدایہ..... (۱) النہایۃ..... شیخ حسام الدین حسین بن علی بن الحجاج بن علی معروف بالصنعانی الحمصی متوفی

۷۰۱ھ۔ علامہ سیوطی نے ”طبقات النہایہ“ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ہدایہ کی سب سے پہلی شرح ہے۔

(۲) حاشیہ ہدایہ..... از شیخ جلال الدین عمر بن محمد بن عمر البخاری المتوفی ۶۹۱ھ

(۳) خلاصۃ النہایہ فی فوائد الہدایہ..... محمود بن احمد قنوی متوفی ۷۷۰ھ نے شرح مذکور کا خلاصہ کیا ہے جو ایک

جلد میں ہے۔

(۴) الفوائد..... حمید الدین علی بن محمد الضریر بخاری۔ متوفی ۶۶۷ھ کی تصنیف ہے اور دو جڑوں میں ہے۔ بعض

حضرات کا بیان ہے کہ ہدایہ کی سب سے پہلی شرح یہی ہے۔

(۵) معراج الدرایۃ الی شرح الہدایہ..... شیخ قوام الدین محمد بن محمد بخاری کاکی متوفی ۷۴۹ھ کی تصنیف ہے۔

(۶) نہایۃ الکفایۃ فی درایۃ الہدایہ..... از شیخ ابو عبد اللہ تاج الشریعہ عمر بن صفور الشریعہ الاول عبید اللہ المحبوی الحطی۔

(۷) الغایۃ..... شیخ ابو العباس احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی بن ابی اسحاق السردوجی ۷۱۰ھ کی تصنیف ہے جو نام تمام ہے کتاب

الایمان تک چھ ضخیم جلدوں میں ہے جس کا مکملہ قاضی سعد الدین محمد دیری متوفی ۸۶۷ھ نے کتاب الایمان سے لکھا ہے۔

(۸) حواشی ہدایہ..... از نجم الدین ابو طاہر اسحاق بن علی بن یحییٰ متوفی ۷۱۱ھ۔ دو جلدوں میں ہے اور فوائد نفیسہ سے

مشحون ہے۔

(۹) شرح ہدایہ..... از شہاب الدین احمد بن حسن مشہور بابن الزرکشی متوفی ۷۳۸ھ

(۱۰) غایۃ البیان و نادرۃ الاقران..... شیخ قوام الدین امیر کاتب حمید ابن امیر عمر الاتقانی الحطی متوفی ۷۵۸ھ کی

تصنیف ہے۔

(۱۱) الکفایۃ شرح الہدایہ..... از جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی المکرلانی۔

(۱۲) الکفایۃ شرح الہدایہ..... از علاء الدین علی بن عثمان المارودینی الترکمانی متوفی ۷۵۰ھ

(۱۳) فتح القدیر للعلاز القفیر..... شیخ کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی معروف بابن الہمام الحطی المتوفی ۸۶۱ھ

کی مبسوط و مفصل، محقق و معتمد اور بے نظیر شرح ہے۔

(۱۴) التوشیح..... سراج الدین عمر بن اسحاق السندی المتوفی ۷۷۳ھ۔ حافظ اس شرح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے

ہیں ”وہو مطول ولم یکفل“ یہ بڑی طویل شرح ہے۔ اگرچہ مکمل نہ ہو سکی۔

(۱۵) شرح ہدایہ..... یہ بھی شیخ سراج الدین ہی کی ہے جو چھ جلدوں میں ہے طاش کبریٰ زادہ نے اس شرح کی

خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ ہوا علی طریق الجدل اس میں جدل (بحث) کا طریقہ اختیار کیا ہے، گویا یہ استدلالی شرح ہے۔

(۱۶) العنایۃ..... از شیخ اکمل الدین محمد بن محمود البابری الحطی متوفی ۷۸۶ھ بہت عمدہ شرح ہے۔

(۱۷) شرح ہدایہ..... از شیخ علاء الدین علی بن محمد بن حسن الخلاطی المتوفی ۷۵۸ھ

(۱۸) النہایۃ شرح ہدایہ..... از قاضی بدر الدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ بہت عمدہ شرح ہے۔

(۱۹) نہایۃ النہایہ..... از شیخ محبت الدین محمد بن محمد بن محمد بن محمود معروف بابن الشنہ الحطی المتوفی ۸۹۰ھ فصل غسل

تک پانچ جلدوں میں ہے۔

(۲۰) شرح ہدایہ..... از شیخ ابوالکلام احمد بن حسن التبریزی الجبارودی الشافعی المتوفی ۷۴۶ھ

(۲۱) شرح ہدایہ..... از شمس الدین محمد بن عثمان بن الحریری المتوفی ۷۲۸ھ

(۲۲) شرح ہدایہ..... از شیخ احمد بن مصطفیٰ معروف بطاش کبریٰ زادہ متوفی ۹۶۸ھ نامکمل ہے۔

(۲۳) شرح ہدایہ..... از شیخ علی بن محمد معروف مصنف متوفی ۸۷۵ھ کتاب البیع تک ہے۔

(۲۴) شرح ہدایہ۔ از شیخ عبدالحلیم بن محمد معروف باغی زادہ متوفی ۱۰۱۳ھ
 (۲۵) ارشاد الروایہ فی شرح الہدایہ۔ از شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن زکریا بن ابی دود غمیش القرمانی متوفی ۸۰۹ھ
 (۲۶) زبدہ الدرایہ شرح ہدایہ۔ از قاضی عبد الرحیم بن علی الاآمدی
 (۲۷) شرح ہدایہ۔ از شیخ ابن عبدالحق ابراہیم بن علی بن احمد بن علی بن یوسف بن ابراہیم الدمشقی متوفی ۷۴۴ھ یہ غالباً مکمل ہے۔

(۲۸) شرح ہدایہ۔ از تاج الدین ابو محمد احمد بن عبد القادر الحنفی متوفی ۷۴۹ھ
 (۲۹) شرح ہدایہ۔ از سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
 (۳۰) سلالۃ الہدایہ۔ از شیخ ابراہیم بن احمد الموصلی، میر سید شریف کی شرح کا اختصار ہے۔
 (۳۱) الدرایہ شرح ہدایہ۔ از شیخ ابو عبد اللہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد الملقب بمعین الروی۔
 (۳۲) شرح ہدایہ۔ از شیخ ابو بکر نقی الدین بن محمد الحنفی المتوفی ۸۳۹ھ
 (۳۳) شرح ہدایہ۔ از شیخ نجم الدین ابراہیم بن علی الطرطوسی الحنفی المتوفی ۷۵۸ھ
 (۳۴) شرح ہدایہ۔ از شیخ حمید الدین المختص با بن عبد اللہ السندی الدہلوی، عمدہ شرح ہے مگر نامکمل ہے۔
 (۳۵) شرح ہدایہ۔ از الہد او جوینوری تلخیص مولانا عبد اللہ تلخیصی چند جلدوں میں ہے۔
 (۳۶) عین الہدایہ (اردو) از مولانا میر علی صاحب یہ کئی ضخیم جلدوں میں ہے۔

تجربیات الہدایہ (۱) عدد اصحاب الہدایہ والتمایہ فی تجرید مسائل الہدایہ۔ از شیخ کمال الدین محمد بن احمد ہدایہ میں جو مسائل بضم دلائل مذکور ہیں ان سب کو دلائل سے مجرد کر کے جمع کیا ہے اور ضرورت کے مطابق کہیں تشریح بھی کی ہے۔

(۲) الرعایہ فی تجرید مسائل الہدایہ۔ از شیخ ابوالفتح محمد بن عثمان معروف بابن اقرب المتوفی ۷۷۴ھ
 تخارج احادیث ہدایہ (۱) العنایہ فی تخریج احادیث الہدایہ۔ از شیخ محی الدین عبد القادر بن محمد القرشی متوفی ۷۷۵ھ
 (۲) نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ۔ از شیخ جمال الدین یوسف الزلیلی المتوفی ۷۶۲ھ (۳) الدرایہ فی منتخب احادیث الہدایہ۔ از شیخ احمد بن علی بن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ علامہ زیلعی کی کتاب نصب الرایہ کا اختصار ہے۔ (۴) مینیۃ الامعی فی مافات من تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی۔ از علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی۔

صاحب اکسیر پر از تفہیم علامہ زیلعی نے احادیث کشف کی بھی تخریج کی ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کی بھی تلخیص کی ہے۔ نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب ”الاکسیر فی اصول التفسیر“ میں اصل تخریج احادیث کشف کو حافظ ابن حجر کی تالیف قرار دے کر جو کچھ اوصاف و فضائل اس کے لکھے گئے ہیں وہ سب تخریج ابن حجر کے ساتھ لگا دے اور اس کی تلخیص کو زیلعی کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ یہ بات عقل و نقل ہر دو اعتبار سے غلط ہے نقلاً تو اس لئے غلط ہے کہ خود ابن حجر کی تلخیص میں حمد و صلوٰۃ کے بعد یہ عبارت ہے۔ ہذا تلخیص تخریج الاحادیث الواقعۃ فی الکشاف الذی خرجه الامام ابو محمد الزلیلی لخصہ مستوفی القاصدہ غیر مختل بشی من فوائدہ اور عقلاً اس لئے غلط ہے کہ حافظ ابن حجر حافظ زیلعی کی وفات سے گیارہ سال بعد پیدا ہوئے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اصل کتاب تو حافظ ابن حجر بعد کو لکھیں اور حافظ زیلعی اس کی تلخیص پہلے ہی کر ڈالیں۔

نواب صاحب کی یہ ایک ہی غلطی نہیں بلکہ مولانا عبدالحق صاحب نے ان کی تراجم ووفیات کے سلسلے میں اور بھی بہت سی غلطیاں گنائی ہیں حافظ ابن حجر کی درایہ تلخیص نصب الرایہ، ہندوستان میں دو مرتبہ چھپی ہے ایک مرتبہ اس کو بھی زیلعی کی طرف منسوب کر دیا گیا مقصد یہی ہو گا کہ اصل تو حافظ ابن حجر کی ہے اور تلخیص زیلعی کی ہے حالانکہ واقعہ برعکس ہے یعنی اصل زیلعی کی ہے اور تلخیص ابن حجر کی ہے قابل صاحب کشف الظنون عند ذکر الہدایہ و خرج الشیخ جمال

الدین یوسف الزلیعی المتوفی ۷۶۲ھ احادیث و سہاہ نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کذبخط السکاوٰی والنصہ الشیخ احمد بن حجر العسقلانی وسہاہ الدرر الیۃ فی احادیث الہدایۃ انتہی۔

(۲۹) صاحب کنز الدقائق

نام و نسب اور سکونت عبداللہ نام، ابوالبرکات کنیت، حافظ الدین لقب، والد کانام احمد، واداکانام محمود ہے۔ سنی (یفتختین) کے باشندے تھے جو ماوراء النہر میں بلا وسعد سے ایک شہر کانام ہے اسی نسبت سے آپ کو نسبی کہتے ہیں شہر سنی جس کو خشب بھی کہتے ہیں ایک زمانہ میں بڑا پر رونق اور معمر شہر تھا لیکن مرور لیاں اور حوادث زمانہ سے ویران ہو گیا۔ آپ بڑے عابد و زاہد، متقی، امام کامل، فقہ و اصول میں یگانہ روزگار اور مشہور متون نگار مصنفین میں سے ہیں۔ قال الاتفاق ہو، امام کامل فاضل محرر مدق

تحصیل علوم آپ نے بڑے جلیل القدر و بلند پایہ محدثین و فقہائیں الامام محمد بن عبدالستار کروری، نجم العلماء علی بن محمد بن علی حمید الدین بن عزیز، بدر الدین خواہر زادہ وغیرہم سے علوم کی تحصیل کی اور آپ سے علامہ سفتانی وغیرہ نے سماع کیا۔ صاحب جواہر کی مصلی صاحب جواہر مصنف نے حرف عین میں امام نسبی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حافظ موصوف نے علم فقہ علامہ کروری سے حاصل کیا ہے اور احمد بن عتابی سے زیادات کی روایت کی ہے ملا علی قاری نے بھی انہی کی پیروی کی ہے علامہ کفوی فرماتے ہیں کہ صاحب جواہر نے خود تصریح کی ہے کہ عتابی کی وفات ۵۸۹ھ میں ہوئی ہے اور امام نسبی کی وفات ۷۱۰ھ یا (۷۱۱ھ) میں ہوئی ہے پس امام نسبی متوفی ۷۱۰ھ کی روایت علامہ عتابی متوفی ۵۸۶ھ سے کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

صاحب کنز کا قصی مقام ابن کمال پاشا نے آپ کو فقہاء کے چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے جو روایات ضعیفہ کو روایات قویہ سے تمیز کر سکتے ہیں بعض حضرات نے آپ کو مجتہدین فی اللہ جب میں سے مانا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح اجتہاد مطلق کا درجہ آئمہ اربعہ پر ختم ہو گیا ہے اسی طرح اجتہاد فی اللہ جب آپ پر ختم ہو گیا ہے قائل مذکور نے اس پر تفریع کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ امت پر ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے۔ علامہ بحر العلوم نے شرح تحریر الاصول اور شرح مسلم الثبوت میں اس قول کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ہرگز قابل اعتناء نہیں بلکہ یہ قول بلا شک و ریب رجحان الغیب ہے۔

تاریخ وفات میں شدید اختلاف ہے شیخ قوام الدین اتقانی اور ملا علی قاری نے نیز صاحب کشف الظنون نے اعتماد الاعتقاد کا تعارف کرتے ہوئے ۷۰۱ھ ذکر کی ہے اور بعض حضرات نے ۷۱۰ھ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے اپنے رسالہ الاصل فی بیان الوصل والفصل میں ۷۱۰ھ کے بعد مانی ہے شیخ حموی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ ان کی وفات ماہ ربیع الاول ۷۱۱ھ میں جمعہ کی شب میں ہوئی ہے علامہ اتقانی نے جائے وفات شریذ بن بتلیا ہے اور جائے دفن ”الجلال“ واللہ اعلم حقیقۃ الحال۔ صاحب خلاصۃ الاصفیاء نے تاریخ وفات کے سلسلہ میں یہ قطع تحریر کیا ہے جس سے سن وفات ۷۱۰ھ نکلتا ہے۔

حافظ دین و متقی نسبی

شہزادار فنا گلہ بریں

ہم بفر ماہر تقی نسبی

مخزن جو دو گویا بخش

علمی کارنامے امام نسبی بڑے بلند پایہ مصنفین میں سے ہیں بالخصوص ممن نگاری تو ان کی کلاہ افتخار کا طرہ امتیاز ہے فروع میں متن وانی اور اس کی شرح کافی، فقہ میں مشہور متن کنز الدقائق اصول میں متداول و مقبول متن المنار اور اس کی شرح کشف الاسرار، شرح منتخب حسای، مصنفی شرح منظومہ نسفی، مصنفی شرح فقہ نافع، اعتماد الاعتقاد شرح عمدہ، فضائل الاعمال اور تفسیر میں مدارک تنزیل وغیرہ بھی آپ کی یادگار ہے۔

۱۔ مفتاح العبادۃ، النوائد السیۃ، الجواہر المہیۃ، کشف الظنون، نظام تعلیم و تربیت ابن ماجہ اور علم حدیث حدائق حنیہ ۱۳۔

صاحب کشف الظنون نے شروع ہدایہ کے ذیل میں لام نسلی کی شرح ہدایہ کا بھی تذکرہ کیا ہے لیکن طبقات تقی الدین میں بخط ابن شجنہ سر قوم ہے کہ ان کی کوئی شرح ہدایہ معروف نہیں ہے علامہ اقلی نے غایت البیان میں ذکر کیا ہے کہ لام نسلی نے چاہا تھا کہ ہدایہ کی شرح لکھوں لیکن جب ان کے ہم عصر عالم تلح اشرف نے یہ سنا اور فرمایا کہ ان کیلئے یہ زیبا نہیں تو لام نسلی نے اپنے اس ارادہ کو ختم کر دیا اور ہدایہ کے مثل ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ہوائی ہے پھر اس کی شرح کی جس کا نام کافی ہے فکلاً شرح الہدایہ۔

کنز الدقائق کی جامعیت..... بظاہر کمزور وغیرہ متون کی کتابیں جو آج کل موٹے موٹے حروف اور طویل الذیل حواشی کے ساتھ چھپی ہوئی ہیں دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ کوئی بڑی کتاب ہے لیکن جن حروف میں آج کل اخذات جرائد یومیہ وغیرہ شائع ہوتے ہیں ان ہی حروف میں مثلاً کنز کو اگر لکھا جائے تو بلا سبب کسی معمولی سی نوٹ بک میں پوری کتاب ساسکتی ہے ان متون کی نوعیت میرے خیال میں ان یادداشتوں کی سی ہے جو یکپھر وغیرہ دیئے کیلئے نوٹ کر لیتے ہیں۔ اسلاف نے اس کی عجیب مشق بہم پہنچائی تھی دس دس صفحات میں جس کی تفصیل آسکتی ہے اسی مضمون کو وہ سطر دو سطر میں اس طرح بند کر سکتے تھے کہ سارے مفصل مضمون پر وہ عہدت حاوی ہو سکتی تھی یہ ایک کمال تھا جسے اب نقص ٹھہرا لیا گیا ہے قضاء و افتاء کے کام کرنے والے حضرات ان یادداشتوں کو زبانی یاد کر لیتے تھے نتیجہ یہ تھا کہ سارے ابواب اور مضمون کے عنوان انہیں محفوظ رہتے تھے

کنز الدقائق اور اس کے غیر ظاہر الروایہ و غیر مفتی بہا مسائل..... لام نسلی نے اپنی اس مختصر میں دو باتوں کا خاص اہتمام کیا ہے اول یہ کہ اس میں بالالتزام وہی مسائل ذکر کئے ہیں جو آئمہ احناف سے ظاہر الروایہ ہیں قال صاحب البحر فی ذیل مسئلہ فما کان یبغی للمولف ذکرہ فی المتن لانه موضوع لظاهر الروایۃ ۱۵۴۰ (بحر ص ۳۲۲ ج ۷) کو ہم یہ کہ اس میں زیادہ تر آئمہ ثلاثہ کے وہی اقوال لئے ہیں جو مفتی بہا ہیں لیکن کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو غیر ظاہر الروایہ اور غیر مفتی بہا ہیں۔ لیکن وہ کون کون سے مسائل ہیں جن کے متعلق حتمی طور پر یہ کہا جاسکے کہ یہ غیر ظاہر الروایہ ہیں اور یہ غیر مفتی بہا ہیں یہ مسئلہ نہایت اہم اور وقت طلب ہے کیونکہ نہ اس کے متعلق کسی شرح میں تعرض ہے اور نہ حواشی میں اس کی نشان دہی ہے۔ بجز چند مسائل کے جن کے متعلق ارباب حواشی نے چند مختلف مقامات میں کہا ہے کہ یہ غیر ظاہر الروایہ یا غیر مفتی بہا ہیں ہم نے بڑی کاوش اور نہایت عرق ریزی کے بعد صد باب کتب فقہیہ کے مطالعہ سے وہ مسائل ترتیب کے ساتھ مع حوالہ جات جمع کئے ہیں جو غیر ظاہر الروایہ یا غیر مفتی بہا ہیں اگر ان کی تفصیل مطلوب ہو تو ہماری شرح ”معدن الحقائق“ کے مقدمہ کی طرف رجوع کرو۔

کنز الدقائق اور اس کی شروحات..... یوں تو متن مذکور اپنی جامعیت اور ترتیب و تہذیب کے ساتھ ساتھ حسن اختصار کی وجہ سے یوم تصنیف سے لے کر آج تک ہمیشہ ہی ارباب قلم کا منظور نظر رہا ہے اور مختلف اہل علم حضرات زبانی، عینی، حلی، مقدسی اور کرمانی وغیرہ نے اس پر قلم اٹھلایا ہے اور بیسیوں شروحات معرض وجود میں آچکی ہیں جن کی فہرست درج ذیل ہے لیکن علامہ ابن قیم مصری کی شرح البحر الرائق کشف مغلفات، توضیح معضلات اور تشریحات و تفریعات میں اپنی نظیر آپ ہے ولعمہما قال المصنور التلیسی

علی الكنز فی الفقہ الشروح کثیرہ بجاہر تفید الطالبین لایا

ولکن بهذا البحر صارت سوا قیا ومن درد البحر مستقل السوا قیا

فہرست شروحات و حواشی کتاب کنز الدقائق

سن وفات

مصنف

نمبر شمار شرح

۹۷۰ھ

زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن محمد بن بکر

البحر الرائق فی شرح

۱ الفوائد المہیۃ کشف الظنون نظام تعلیم و تربیت جواہر مہیہ حدائق حنفیہ ۱۲

۵۷۳۳	معروف باین نجم نجر الدین ابو محمد عثمان بن علی الریلعی	کنز الدقائق تبيين الحقائق لما احتوز فيه من اللدقائق	۲
۵۸۵۵	قاضی بدر الدین محمود بن احمد العینی	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	۳
۵۱۰۰۵	علامہ بدر الدین محمد بن عبد الرحمن العینی الدیری سراج الدین عمر بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن بکر الشہیر باین نجم شیخ ابراہیم بن محمد القادی مصطفیٰ بن بانی معروف بانی زادہ	= المطلب الفائق النشر الفائق مستخلص الحقائق الضرر اند فی حل المسائل والقواعد فتح مسائل الرمزی فی شرح مناسک الکبیر شرح کنز الدقائق	۴ ۵ ۶ ۷ ۸ ۹
۵۹۲۱	معین الدین ہروی معروف ملا مسکین قاضی عبد البر بن محمد معروف باین الشحہ حلبی	=====	۱۰
۵۷۳۰	الخطاب بن ابی القاسم القرہ حصاری شمس الدین محمد بن علی القوج حصاری	=====	۱۱ ۱۲
۵۸۶۳	قاضی زین العابدین عبد الرحیم بن محمود العینی شیخ علی بن محمد الشہیری باین غانم مقدسی	=====	۱۳ ۱۴
۵۷۴۸	شیخ قوام الدین ابو الفتوح مسعود بن ابراہیم کرمانی ابن سلطان قطب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عمر الصالحی	=====	۱۵ ۱۶
۵۸۵۸	شیخ ابو حامد محمد بن احمد بن الہیاء السکی ابو المعارف محمد عنایت اللہ قادری لاہوری	=====	۱۷ ۱۸
۵۱۳۱۲	مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی مولانا محمد اعجاز علی بن محمد مزاج علی	حاشیہ کنز الدقائق حاشیہ کنز الدقائق	۱۹ ۲۰
۵۱۳۷۳	مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی از شاہ اہل اللہ (برادر حضرت شاہ ولی اللہ) دہلوی	احسن المسائل ترجمہ اردو ترجمہ فارسی	۲۱ ۲۲
۵۱۳۶۱	از ظہیر احمد سوانی از راقم سطور محمد حنیف غفرلہ گنگوہی	ظہیر الحقائق (ترجمہ اردو) معدن الحقائق (شرح اردو)	۲۳ ۲۴
۱۲۵۲ھ کے بعد	از مولانا محمد سلطان خان	تحفۃ النجم فی فقہ الامام الاعظم (اردو)	۲۵

۳۰ صاحب وقایہ (۳۱) و شارح وقایہ

نام و نسب شارح وقایہ کانام عبید اللہ ہے اور لقب صدر الشریعہ الاصفہر اور والد کانام مسعود ہے اور دادا کانام محمود اور لقب تاج الشریعہ ہے (علامہ دمیاطی نے ”تعالیق الانوار علی الدر المختار“ میں بواسطہ شیخ مرتضیٰ حسینی تاریخ بخارا سے اور علامہ کفوی ردوی نے کتاب اعلام الاخیار فی طبقات فقہاء مذہب العثمان المختار میں علامہ ازہقی نے مدینۃ العلوم میں یہی ذکر کیا ہے۔ علامہ قہستانی نے جامع الرموز میں اور ملا لطف اللہ نے حواشی شرح میں دادا کانام عمر بتلایا ہے۔

اور پردادا کانام احمد ہے اور لقب صدر الشریعہ العتہ الاکبر ہے اور پردادا کے باپ کانام عبید اللہ ہے اور لقب جمال الدین اور کنیت ابو الکلام اور عبید اللہ جمال الدین کے باپ کانام ابراہیم ہے آخر میں آپ کا نسب حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے شجرہ نسب یہ ہے۔ صدر الشریعہ الاصفہر عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ الاکبر احمد بن جمال الدین ابی الکلام عبید اللہ بن ابراہیم بن احمد بن عبد الملک بن عمیر بن عبد العزیز بن محمد بن جعفر بن خلف بن ہارون بن محمد بن محمد بن محبوب بن الولید بن عبادہ بن الصامت الانصاری المجوبی

رفع اشتباہ ہم نے یہ پوری تفصیل اس لئے ذکر کی کہ ان کے نسب کے سلسلہ میں بہت سے لوگوں نے غلطی کی ہے چنانچہ صاحب مدینۃ العلوم نے عبید اللہ کو تاج الشریعہ کا والد قرار دیا ہے اور ان کے درمیان جو صدر الشریعہ الاکبر احمد کا واسطہ ہے اس کو حذف کر دیا فائدہ قال ومن شروح الہدایۃ التفتاہ لکن الشریعہ ہو محمود بن عبید اللہ بن محمود المجوبی نیز عبید اللہ کے باپ کانام محمود مانا ہے حالانکہ ان کانام ابراہیم ہے اسی طرح قہستانی نے اپنی عبارت ”عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ عمر بن صدر الشریعہ عبید اللہ بن محمود بن محمد المجوبی“ میں پے در پے پانچ جگہ غلطی کی ہے۔ اول یہ کہ تاج الشریعہ کانام عمر قرار دیا ہے حالانکہ ان کانام محمود ہے دوم یہ کہ تاج الشریعہ کو عبید اللہ کا بیٹا مانا ہے حالانکہ وہ احمد بن عبید اللہ کا بیٹا ہے سوم یہ کہ صدر الشریعہ کو عبید اللہ کا لقب دیا ہے حالانکہ وہ ان کے بیٹے احمد کا لقب ہے جو تاج الشریعہ کے باپ ہیں چہاں یہ کہ عبید اللہ کے والد کو محمود کے ساتھ موسوم کیا ہے حالانکہ وہ مسکی بابر ابراہیم ہے پنجم یہ کہ عبید اللہ کے دادا کو محمد کے ساتھ موسوم کیا ہے حالانکہ ان کانام احمد بن عبد الملک ہے اسی طرح صاحب کشف الظنون وغیرہ نے بھی سلسلہ نسب میں کئی جگہ غلطی کی ہے جس کی تفصیل مقدمہ سعایہ مقدمہ عمدۃ الرعاۃ اور القوائد الہیہ میں موجود ہے۔

تحصیل علوم شارح وقایہ اپنے وقت کے امام، جامع معقول و مقول، محدث جلیل، بے مثل فقیہ، علم تفسیر، علم خلاف و جدل، نحو و لغت، لوب و کلام اور منطق وغیرہ کے بحر عالم تھے علم کی تحصیل اپنے دوا تاج الشریعہ وغیرہ اکابر علمائے کی تھی۔ آپ کے خاندان میں نسلا بعد نسل فضل و کمال منتقل ہو تا رہا آپ کے جد امجد صدر الشریعہ الاکبر سے مشہور ہوئے تو آپ صدر الشریعہ الاصفہر کہلائے حافظ ابو طاہر محمد بن حسن بن علی طاہری اور صاحب فصل خطاب محمد بن محمد بخاری مشہور بخواجہ پارسا وغیرہ آپ کے شاگرد رشید ہیں۔

وفور علم و طرز تدرب لیس علامہ قطب الدین رازی شارح شمعہ آپ کے ہم عصر ہیں اور مقولات میں طرہ روزگار انہوں نے آپ سے بحث و مباحثہ کرنا چاہا تو پہلے آپ نے اپنے پروردہ غلام و تلیذ خاص مولوی مبارک شاہ کو ان کے درس میں بھیجا اس وقت آپ ہرات میں تھے اور قطب الدین رے میں تھے مبارک شاہ نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ صدر الشریعہ ابن سینا کی کتاب الارشادات اس طرح پڑھا رہے ہیں کہ نہ مصنف کی پیروی کرتے ہیں اور نہ کسی شارح محقق طوسی وغیرہ کی مبارک شاہ نے درس کی یہ کیفیت دیکھ کر قطب الدین رازی کے پاس لکھا کہ یہ شخص تو آگ کا شعلہ ہے آپ اس کے مقابلہ کیلئے ہرگز نہ آئیں ورنہ شرمندگی ہوگی قطب الدین نے مبارک شاہ کی یہ بات مان لی اور مباحثہ کا خیال چھوڑ دیا۔

سنہ وفات و آرام گاہ..... آپ نے بزبان حافظ یہ کہتے ہوئے۔

روزے رخصت بنم و تسلیم دے گئے

ایں جان عاریت کہ محافظ سپرد دوست

۷۴۷ھ میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔ تعدیل العلوم کا تعارف کراتے ہوئے صاحب کشف الظنون نے کتاب الطبقات میں علامہ کفوی نے اور خطیب عبدالباقی وغیرہ نے سنہ وفات یہی ذکر کیا ہے ملا علی قاری نے چھ سو اسی کے قریب بتلایا ہے اور صاحب کشف الظنون نے و شارح، وقایہ، نقایہ اور شرح فصول الخمسین کا تعارف کراتے ہوئے ۷۴۵ھ ذکر کیا ہے غالب یہ ہے کہ پہلا قول (۷۴۷ھ) ہی صحیح ہے۔

آپ کا اور آپ کے والدین کا اور والدین کے اجداد سب کے مزارات شہر آبار بخارا میں ہیں اور آپ کے دادا تاج الشریعہ اور نانا بھان الدین کا مزار کرمان میں ہے۔

تصنیفات و تالیفات..... آپ نے مشہور فقہی کتاب وقایہ کی (جو آپ کے دادا تاج الشریعہ کی تصنیف ہے اعلیٰ شرح لکھی جو نہایت مقبول و متداول اور داخل درس ہے پھر وقایہ متن کا اختصار کیا جو نقایہ کے نام سے موسوم ہے جس کو عمدہ بھی کہتے ہیں اصول فقہ میں منتقح پھر اس کی شرح تو صحیح لکھی جس کی شرح سعد الدین قنطاری نے تلویح کے نام سے کی ہے یہ بھی داخل درس ہیں ان کے علاوہ دوسری اہم تصانیف ہیں۔

المقدمات الاربعہ، تعدیل العلوم (اقسام علوم عقلیہ میں کو شاح علم معانی میں شرح فصول الخمسین (نحو میں) کتاب الاشرط کتاب المحاضرہ وغیرہ مشکلات علوم اور مسائل کے حل میں آپ بڑے ماہر تھے اسلئے آپ کی تمام تصانیف سے نفع عظیم ہوا۔

فہرست شروحات کتاب وقایہ

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	شرح وقایہ	علاء الدین علی بن عمر رومی مشہور بقرہ خواجہ	۸۰۰ھ
۲	= =	عبداللطیف بن عبدالعزیز بن فرشتہ مشہور بابا بن ملک	-
۳	عناویہ شرح وقایہ	سید علی توقاتی رومی	اواخر ۸۰۰ھ
۴	شرح وقایہ	علی بن محمد الدین محمد بن مسعود بن محمود بن محمد بن فخر الدین رازی	۸۷۵ھ
۵	= =	سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی	۸۱۶ھ
۶	= =	محمد بن حسن بن احمد بن الی یحییٰ کو انہی جلی	۱۰۹۶ھ
۷	الحمایہ فی شرح الوقایہ	شیخ یوسف بن حسین کرمانی	فی حدود ۹۰۰ھ
۸	شرح وقایہ	محمد بن مصلح الدین قوجوی معروف بشیخ زادہ رومی	۹۵۰ھ
۹	= =	محمد بن مصلح الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم ترمذی	۱۰۰۴ھ
۱۰	=	علامہ شیخ الدین ہروی	
۱۱	توفیق العناویہ فی شرح لوقایہ	شیخ زین الدین جنید بن صندل	
۱۲	الاستیعاب	شیخ علاء الدین علی طرابلسی	
۱۳	التطبیق	شیخ قاسم بن سلیمان سیکندی	
۱۴	الاستیعاب فی الاستیعاب	شیخ حسام الدین الکونج	۹۷۰ھ

فہرست حواشی شرح و قایہ

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سن وفات
۱	حاشیہ شرح و قایہ	علی بن محمد الدین محمد بن محمد بن مسعود بن محمد	۸۷۵ھ
۲	ذخیرۃ العقبی	یوسف بن جنید توقانی مشہور باخی چلمی	۹۰۵ھ
۳	حاشیہ شرح و قایہ	حسن چلمی بن شمس الدین محمد شاہ بن شمس الدین محمد بن حمزہ	۸۸۶ھ
۴		محمی الدین محمد بن تاج الدین مشہور خطیب زادہ رومی	۹۰۱ھ
۵		محمی الدین محمد بن ابراہیم بن حسین نکساری رومی	=
۶		شیخ یوسف بن حسین کرماسی	فی حدود ۹۰۰ھ
۷	(تاباب الشہید)	محمی الدین احمد بن محمد نجی	
۸		مصلح الدین مصطفیٰ بن حسام الدین	
۹		محمی الدین محمد شاہ بن علی بن یوسف بالی بن شمس الدین محمد بن حمزہ	۹۲۹ھ
۱۰	(تاباب الشہید)	اسعدی بن الناجی بیگ مشہور بناجی زادہ	۹۰۲ھ
۱۱	(علی الاوائل)	محمی الدین چلمی محمد بن علی بن یوسف بالی فتاری	۹۵۴ھ
۱۲	=	کمال الدین اسماعیل قرمانی مشہور بقمرہ کمال	
۱۳	=	یعقوب باشا بن خضر بیگ بن جلال الدین رومی	
۱۴	=	شیخ سنان الدین یوسف رومی	
۱۵	=	شمس الدین احمد بن قاضی موسیٰ مشہور بالنجالی	بعد ۸۶۲ھ
۱۶	=	محمد بن فراموز مشہور سلاخسرو	۸۸۵ھ
۱۷	=	محمد بن محمد مشہور برب زادہ رومی	۹۶۹ھ
۱۸	=	تاج الدین ابراہیم بن عبید اللہ حمیدی	۹۷۳ھ
۱۹	=	شیخ صالح بن حلال	
۲۰	=	محمد بن مصلح الدین قوجوی معروف بشیخ زادہ رومی	۹۵۰ھ
۲۱	=	حسام الدین حسین بن عبد اللہ	۹۲۶ھ
۲۲	=	شیخ مصطفیٰ بن خلیل	۹۳۵ھ
۲۳	(علی الاوائل)	شمس الدین احمد بن بدر الدین مشہور بقاضی زادہ رومی	۹۸۸ھ
۲۴	=	شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین تفتازانی	۹۱۶ھ
۲۵	حاشیہ شرح و قایہ	عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائینی	۹۴۴ھ
۲۶	حاشیہ شرح و قایہ	محمی الدین محمد قرہ باغی	۹۴۳ھ
۲۷	=	قاضی شمس الدین احمد بن حمزہ معروف برب چلمی	۹۵۰ھ
۲۸	=	مفتی زکریا بن بہرام	۱۰۱۰ھ
۲۹	=	عبد اللہ بن صدیق بن عمر ہروی	

۳۰	==	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عثمان الدین گجراتی	۵۹۹۸ھ
۳۱	حل المسائل	شاہ لطف اللہ بن لورنگ زیب معروف سملتان	
۳۲	غایتہ الحواشی	ابوالمعارف محمد عنایت اللہ قادری لاہوری	
۳۳	حاشیہ شرح وقایہ	شیخ نور الدین بن شیخ محمد صالح احمد آبادی	۱۱۵۵ھ
۳۴	= (تاجت مسیح الراے)	محمد یوسف بن محمد اصغر بن ابی الرحم بن یعقوب	۱۲۸۶ھ
۳۵	= (غیر تام)	عبد الحکیم بن امین اللہ بن محمد اکبر بن ابی الرحم	۱۲۸۵ھ
۳۶	==	خادم احمد بن محمد حیدر بن محمد مبین بن محبت اللہ بن احمد عبد الحق	۱۲۷۱ھ
۳۷	= (غیر تام)	عبد الرزاق بن جمال الدین احمد	۱۲۷۸ھ
۳۸	==	محمد حسن بن ظہور حسن بن شمس علی سنہلی	
۳۹	==	عبد الحکیم بن عبد الرب بن بکمر العلوم عبد العلی	۱۲۸۷ھ
۴۰	تعلیق بر شرح وقایہ	ابوالخیر محمد معین الدین بن شاہ خیرات علی بن سید احمد کڑوی	
۴۱	عمدہ الرعاۃ	مولانا عبد الحی بن عبد الحکیم بن امین اللہ انصاری	۱۳۰۷ھ
۴۲	نور الہدیہ (اردو)	مولانا وحید الزماں بن مسیح الزماں لکھنوی قادری حنفی	

(۳۲) صاحب نور الایضاح

نام و نسب نام حسن، کنیت ابوالاخلاص اور والد کا نام عمار اور دادا کا نام علی ہے وفاتی کر کے مشہور ہیں شہر الجولہ جو سعاد مصر میں ایک بستی ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو شرنبلالی کہتے ہیں جو خلاف قیاس ہے۔ قیاس کے لحاظ سے شہر ۲۱ بلوی ہونا چاہیے جیسا کہ خود موصوف نے اپنی کتاب ”درر الکوز“ کے آخر میں تصریح کی ہے آپ کا سن پیدائش تقریباً ۹۹۴ھ ہے۔

تحصیل علوم چھ سال کی عمر میں ان کو ان کے والد مصر لے آئے تھے یہیں آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور شیخ محمد حموی اور شیخ عبد الرحمن المسیری سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ امام عبد اللہ غزیری، علامہ محمد انجی سے علم فقہ حاصل کیا شیخ الاسلام نور الدین علی بن عاتم مقدسی وغیرہ علماء سے بھی کافی استفادہ کیا۔ ۱۰۳۵ھ میں مسجد اقصیٰ کی زیارت نصیب ہوئی اور شیخ ابوالاسعاد یوسف بن وفا کی صحبت حاصل رہی۔

درس و تدریس آپ اپنے زمانہ کے نامور محدثین و فقہائیں سے تھے بالخصوص فتاویٰ میں تو آپ مرجع خلافت تھے آپ نے ایک عرصہ تک جامع ازہر میں درس دیا ہے سید السید احمد بن محمد حموی شیخ شاہین الامتادی علامہ احمد انجی اور علامہ اسماعیل نابلسی دمشق وغیرہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔

وفات تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں جمعہ کے روز عصر کے بعد ۱۱ رمضان ۱۰۶۹ھ میں بربان حال یہ کہتے ہوئے۔

لافی حیات آئے قضاے چلی چلے اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے (ذوق)

سفر ال آخرت فرمایا اور تربتہ المجاورین میں مدفون ہوئے۔ حدائق حنفیہ، کشف، ہامش، مقدمہ عمده الرعاۃ، المعجم العلمی غیث الغمام، اور خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں سند وفات یہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے التعلیقات السنیۃ مصر

الفوائد الہیہ۔ مقدمہ عمده الرعاۃ، کشف الظنون حدائق حنفیہ ۱۲ ۲۱ فی القاموس شہری بکسری ثلاثہ و خمسون موضعاً کلہا بمصر عشرة بالمشرقیۃ و خمسة بالمغربیۃ و سبعة بجزیرہ تونس و واحدی عشرة بالغریبہ و سبعة بالسودیۃ و ثلاثہ بالنفیۃ و ثلاثہ بجزیرہ بنی نصر و اربعہ بالبحر و اثنتان برمیس و اثنتان بالبحر ۱۲

یہ میں ۱۱۶۹ھ اور نسخہ یوسفیہ مصطفائیہ میں ۱۲۶۹ھ ہے مگر یہ غلط ہے۔

تصانیف و تالیفات (۱) رقم البیان فی دینہ الفصل والاسنان۔ یہ ۱۰۱۹ھ کی تالیف ہے (۲) سبط السقائہ فی تاجیل السقائہ یہ ۱۰۲۶ھ کی تصنیف ہے (۳) حفظ الاصغرین عن اعتقاد من زعم الحرام للیحدی لذیشان (۴) سعاده اهل الاسلام بالمصالحه عقیب المصلوہ والسلام۔ یہ دونوں ۱۰۲۹ھ کی تصنیف ہیں۔ (۵) غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ ورر الاحکام یہ ۱۰۳۵ھ کی تصنیف ہے۔ (۶) اسعوا آل عثمان المکرم بینا بیت اللہ الحرم۔ یہ ۱۰۳۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۷) انفاذ الاوامر الالہیۃ بنصر المحاکر العثمانیہ۔ یہ ۱۰۴۱ھ کی تصنیف ہے۔ (۸) تنقیح الاحکام فی الاراء الخاص والعام یہ ۱۰۴۲ھ کی تصنیف۔ (۹) امداد الفلاح شرح نور الایضاح۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ کو شروع کر کے ۱۵ ربیع الاول ۱۰۴۶ھ میں اس کی تلبیض سے فراغت پائی۔ (۱۰) حسام الحکام السعیدین لحد السعدین عن اوقاف المسلمین (۱۱) نظر الحاذق الخری فی الرجوع علی المستعیر (۱۲) جد اول الزلال الجاریۃ لترتیب القوائیم بکل احتمال یہ تینوں ۱۰۵۰ھ کی تصنیف ہیں۔ (۱۳) الواضح الحجۃ للعدول عن خلل الحجتہ یہ ۱۰۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ (۱۴) مرانی الفلاح شرح نور الایضاح۔ اواخر جمادی الاخری میں شروع کر کے لوائیل رجب ۱۰۵۴ھ میں فراغت ہوئی (۱۵) السعۃ الجذۃ بکفیل الوالدۃ یہ ۱۰۵۵ھ کی تصنیف ہے۔ (۱۶) الاستعارۃ من کتاب الشہادۃ (۱۷) الزہر العسیر فی الحوض المسدود یہ دونوں ۱۰۵۷ھ کی تصنیف ہیں (۱۸) نفیس الخیر بشراء الدرر یہ ۱۰۵۸ھ کی تصنیف ہے (۱۹) فتح باری اللطاف بمجدول حق الادقاف۔ یہ ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۲۰) الاحکام المخصۃ فی حکم ماء الممۃ یہ بھی ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۲۱) ارشاد الاعلام لرحبۃ الجذۃ وذوی الارحام فی تزویج الایتام (۲۲) الابتسام باحکام الاقام یہ دونوں ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہیں۔ (۲۳) اتحاف الاریب بجواز استنباتہ الخطیب (۲۴) ایضاً الخفیات لتعداد بیئۃ الشی والاثبات (۲۵) نزہۃ اعیان الحزب بمسائل اشرب یہ تینوں ۱۰۶۱ھ کی تصانیف ہیں۔ (۲۶) الدرہ الفریدۃ بین الاعلام تحقیق میراث من علق طلا تامل الموت باشعر اولیام یہ ۱۰۶۲ھ کی تصنیف ہے (۲۷) تحفۃ الاکمل فی جواز لبس الاحمر (۲۸) النظم المستطاب حکم القراءۃ فی صلوة لجماعۃ بام الکتاب یہ دونوں ۱۰۶۵ھ کی تصانیف ہیں۔ (۲۹) الدرۃ الیمیۃ فی التیمیۃ (۳۰) الاثر المحمود لغیر ذوی العہود (۳۱) الاقترع فی حکم اختلاف الراہن والرمس فی الروس غیر ضیاع (۳۲) تحفۃ اعیان الغنا بصحتہ الجمعدۃ فی الضواء (۳۳) بدیعۃ الہدی لما استیسر من الہدی یہ پانچوں ۱۰۶۷ھ کی تصانیف ہیں۔ (۳۴) قمر الملتۃ الکفریہ بالادلۃ الحمدیہ لخریب ویر الحجتۃ الجوبلیۃ یہ ۱۰۶۸ھ کی تصنیف ہے۔

ان کے علاوہ دیگر تالیفات جن کا سنہ تالیف معلوم نہیں ہو سکا یہ ہیں کشف القناع الرفیع عن مسائلہ التبرع بما یستحق الرضیع (۲۶) ایضاً ذوی الدرر است بوصف من کلف السعایۃ (۳۷) اصابتہ الفرض الایم فی العین المہم (۳۸) احسن الاقوال للخرز عن مخطوٹ الفحال (۳۹) سعاده الماجد بجماعۃ المساجد (۴۰) نہایت الفریقین فی اشتراط الملک لآخر اشراطین (۴۱) اکرام ذوی الالباب بشرف الخطاب (۴۲) کورر التکوز (۴۳) کشف الغصل فیمن عضل (۴۴) تجرد المسرات بالقسم بین الزوجات (۴۵) العقد العرید فی جواز التقلید۔

(۴۶) نور الایضاح ہوں تو آپ کی جملہ تصانیف گوہر بے بہا اور تحقیقات و مدقیقات کا خزانہ ہیں مگر ان سب میں حاشیہ در و غرر سب سے اعلیٰ و رفیع ہے جو موصوف کی حیات ہی میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکا تھا امداد الفلاح شرح نور الایضاح بھی نہایت لاجواب کتاب ہے مگر بالکل نایاب ہے فقہ میں نور الایضاح متن متین ساڑھے تین سو سالہ قدیم ترین مختصر سا سالہ ہے مگر نہایت مفید اور داخل درس ہے اولاً آپ نے یہ کتاب الاعتکاف تک لکھی جس سے ۲۴ جمادی الاول ۱۰۳۲ھ میں جمعہ کے روز فارغ ہوئے اس کے بعد مسائل زکوۃ و حج کو اس کے ساتھ ملحق کر کے عبادات خمسہ کی تکمیل فرمائی اس کے متعلق حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کا مہر میں صرف ایک بار سرسری مطالعہ کرنے کے بعد ہندوستان میں

بلفظ طبع کرانے کا قصہ مشہور ہے اور حضرت شاہ صاحب کے حافظہ کے لحاظ سے یہ بات کوئی بعید بھی نہیں لیکن مجھے اس کا کوئی معتمد اور قابل وثوق حوالہ نہیں مل سکا۔

(۳۳) صاحب منتخب حسامی

نام و نسب اور سکونت محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، حسام الدین لقب، والد کا نام محمد اور دلا کا نام عمر ہے۔ اخصیٹ (ف) الف و سکون خاء و کسر سین) کی طرف منسوب ہیں جو فرغانہ کا ایک شہر ہے جس کے متعلق صاحب انساب نے لکھا ہے "کانت من انزه بلادها واحسنها"

شیخ کامل، امام فاضل عالم فروغ و اصول، باہر جد و خلاف تھے محمد بن عمر نو جاہازی محمد بن محمد بخاری فخر الدین محمد بن احمد بن الیاس مایمرغی وغیرہ نے آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔

تصانیف آپ کی کتاب منتخب حسامی اصول فقہ کی بہترین و معتبر اور مقبول و متداول کتاب ہے، اس کے علاوہ جتہ الاسلام امام غزالی کی منقول کی تردید میں جو امام اعظم کی تصنیف پر مشتمل ہے آپ نے ایک نفیس رسالہ چھ فصول میں لکھا ہے جس میں امام غزالی کا ایک ایک قول لے کر مدلل تردید کی ہے اور امام صاحب کے مناقب جلیلہ بھی ذکر کئے ہیں۔

شروح حسامی اکابر علماء و محققین فضلاء نے ان کی شروح لکھی ہیں جن میں امیر کاتب عمید بن امیر عمرو بن عمیر غازی کی تیسیم جو موصوف نے ۷۱۶ھ میں سفر حج کے موقع پر لکھی تھی اور عبد العزیز بخاری کی تحقیق زیادہ مشہور ہیں۔

وفات آپ نے بروز دو شنبہ ۲۳ یا ۲۴ ذیقعدہ ۶۴۴ھ میں وفات پائی اور قاضی خاں کے قریب مقبرہ القضاہ میں مدفون ہوئے۔

لاش پر عبرت یہ کتنی ہے امیر آئے تھے دنیا میں اس دن کیلئے ۷

فہرست حواشی و شروح کتاب منتخب حسامی

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	الوانی شرح منتخب	شیخ حسام الدین حسین بن علی صفقانی	بعد ۷۱۱ھ
۲	التحقیق =	شیخ عبد العزیز بن احمد بخاری	۷۳۰ھ
۳	التیسیم =	شیخ قوام ابن امیر کاتب بن امیر عمر و اتقانی حنفی	۷۵۸ھ
۴	شرح منتخب (مختصر)	امام حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی	۷۱۰ھ
۵	= (مطول)	==	=
۶	تعلیق بر منتخب	شیخ احمد بن عثمان ترکمانی	۷۴۴ھ
۷	حاشیہ حسامی	مولانا معین الدین عمرانی دہلوی	
۸	تعلیم العالی فی تشریح الحسامی	مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	
۹	النای شرح حسامی	شیخ ابو محمد عبد الحق بن محمد امیر بن خواجہ شمس الدین دہلوی	
۱۰	التعلیم الحامی علی الحسامی	مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن لکھنوی	

۱۔ التعلیقات السنیہ مقدمہ عمدہ الرعاۃ طرب الاماثل تراجم الافاضل کشف الظنون خلاصۃ الاثر ۱۲۔

۲۔ از کشف الظنون، الجواهر المصنیۃ فی طبقات المصنفیہ فوائد بہیہ حدائق حنفیہ ۱۲۔

(۳۴) صاحب منار الانوار

صاحب کنز الدقائق حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ کا مشہور و معروف جامع و مختصر اور نہایت نافع متن متین ہے جن کے حالات کنز الدقائق کے ذیل میں گزر چکے۔

فہرست حواشی و شروح کتاب المنار

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	کشف الاسرار فی شرح المنار	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (مصنف متن)	۷۱۰ھ
۲	افاضۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار	ابوالفضائل سعد الدین محمود بن محمد دہلوی	۷۷۱ھ
۳	شرح المنار	ناصر الدین الربوۃ محمد بن احمد بن عبدالعزیز قونوی دمشقی	۷۶۳ھ
۴	تبصرۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ شجاع الدین بیتہ اللہ بن احمد ترکستانی	۷۳۳ھ
۵	الانوار فی شرح المنار	شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بن الباہر بن حنفی	۷۸۶ھ
۶	ایضاح الانوار فی شرح المنار	شیخ جمال الدین یوسف بن قوامی العتقری الخراطی	
۷	جامع الاسرار فی شرح المنار	شیخ قوام الدین محمد بن محمد بن احمد الکافی	
۸	شرح المنار	شیخ شرف الدین ابن کمال فریقی	
۹	فتح الغفار فی شرح المنار	علامہ زین الدین بن نجم مصری (صاحب بحر الرائق)	۹۷۰ھ
۱۰	شرح المنار	شیخ جلال الدین رسول ابن احمد بن یوسف التتائی اصفہانی	۷۹۳ھ
۱۱		شیخ زین الدین عبدالرحمن بن ابی بکر معروف بابن العری	۸۹۳ھ
۱۲		شیخ عبدالرحمن بن صاچلی امیر	۹۸۷ھ
۱۳		شیخ کمال الدین حسین الوزیر	
۱۴		شیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز بن فرشتہ مشہور بابن ملک	
۱۵	زبدۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ ابوالشاء احمد بن محمد سیواسی	
۱۶	القوائد الغیاشیۃ الشمسیۃ	شیخ شمس الدین محمد قوجہ حصاری	
۱۷	مدلر القول فی شرح الاصول	شیخ ابو عبداللہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد ہروی الملقب بالبعین	
۱۸	زبدۃ الافکار فی شرح المنار	شیخ شمس الدین محمد بن حسین بن محمد نوشاہیادی	
۱۹	زین المنار	شیخ یوسف بن عبدالملک بن بخشایش	
۲۰	انوار الافکار	شیخ عیسیٰ بن اسماعیل بن خسر شاہ الاقصرانی	۷۲۷ھ
۲۱	التبیان	شیخ محمد بن محمود بن حسن الحسینی	
۲۲	شرح المنار	شیخ جلال الدین بن احمد رومی حنفی معروف بالتتائی	۷۹۲ھ
۲۳	زبدۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ شمس الدین سیواسی	۱۰۴۵ھ
۲۴	شرح المنار	علامہ زین ابوالعدل قاسم بن قطلوبغا حنفی	۸۷۹ھ

قاضی القضاۃ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی الحنفی	=	۲۵
شیخ عز الدین عبد اللطیف بن عبد العزیز بن امین الدین	==	۲۶
شیخ محمد بن مصلح الدین قوجوی معروف بشیر اودرومی	==	۲۷

فہرست مختصرات و منظومات کتاب المنار

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن وفات
۱	قدس الاسرار فی اختصار المنار	شیخ ناصر الدین الربوۃ محمد بن احمد بن العزیز قونوی	۷۷۲ھ
۲	لب الاصول	شیخ زین الدین ابن نجیم مصری	۷۷۰ھ
۳	مختصر المنار	شیخ زین الدین ابو العزیز طاہر بن حسن معروف بابن حبیب	۸۰۸ھ
۴	تنویر المنار	قاضی ابو الفضل محمد بن محمد بن شحہ	۸۹۰ھ
۵	اساس الاصول	شیخ علی بن محمد	-
۶	غصون الاصول	شیخ خضر بن محمد آماسی	-
۷	منظومۃ المنار	شیخ فخر الدین احمد بن علی معروف بابن الفصح ہمدانی	۷۵۵ھ
۸	==	شیخ محمد بن حسن بن احمد بن ابی - بحی کو اکی حلبی	۱۰۹۶ھ

(۳۵) صاحب اصول الشاشی

اصول الشاشی اصول فقہ حنفی کی ایک مسلم الثبوت بنیادی کتاب ہے جس کا مصنف ان با اثر محققین فضلاء میں سے ہے جو ریاد سمعہ اور نمود و شہرت کو پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ صاحب کتاب نے اخلاص و حسن نیت اور نفع رسانی خلافت کو باعث ثواب دارین سمجھ کر اپنا نام نامی صفحات کتاب پر ظاہر نہیں فرمایا شام حین نے بھی مصنف کے متعلق کوئی تصریح نہیں کی فہرست کتب خانہ آصفیہ (ریاست حیدر آباد کن) میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے مگر اس میں بھی مصنف کا خانہ خالی چھوڑ دیا گیا۔ ”محبوب الالباب فی تعریف الکتاب والکتب“ فہرست پٹنہ میں اس کا کوئی قلمی یا مطبوعہ نسخہ نہیں ہے۔ ”اکتفاء المتقوع بما ہو مطبوع“ میں اصول فقہ کے تحت لکھتے ہیں۔ ”الشاشی الملقب بالفتال“ لیکن یہ کتاب زیر بحث اصول الشاشی کے علاوہ ہے اور مصنف بھی اور ہیں اس واسطے کہ ملقب بالفتال دو شخص گذرے ہیں ایک ابو بکر محمد بن علی بن اسماعیل الفتال متوفی ۳۱۲ھ دوم ابو بکر عبد اللہ بن احمد بن عبد اللہ الفتال اگر یہاں اول مراد ہو تو یہ شافعی المذہب ہیں اور اصول الشاشی حنفی مذہب کے مطابق تالیف ہوئی ہے اور اس کے مصنف اسی مذہب کے ہیں اور اگر ثانی مراد ہو تو یہ شاشی نہیں بلکہ مروزی ہیں۔ فہرست خدیویہ مصر میں اصول الشاشی مطبوعہ ہند ۱۸۹ھ کے تحت میں مصنف کا نام اسحاق بن ابراہیم الشاشی السمرقندی متوفی ۳۲۵ھ لکھا ہے ان کی کنیت ابو ابراہیم ہے اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور ثقہ تھے جامع کبیر کی روایت ابو سلیمان جوزجانی ہے بواسطہ زید بن اسامہ کرتے تھے ان کی وفات مصر میں ۳۲۵ھ میں ہوئی حاجی خلیفہ ملا کا تب چلیبی نے اس کتاب کو ”کتاب المسین“ کے نام سے لکھا ہے اور وجہ تسمیہ یہ نقل کی ہے کہ اس کی تصنیف کے وقت مصنف کی عمر پچاس سال کی تھی اور مصنف کا نام نظام الدین شاشی تحریر کیا ہے وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ صرف پچاس روز میں تصنیف کی گئی ہے اس لئے یہ مسین کے نام کے ساتھ مشہور ہو گئی جیسے اور بعض کتابیں کیروزی وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔

مولانا عبدالحی صاحب نے ”الفوائد المہیہ“ میں صاحب کشف کی عبارت بلا تکثیر نقل کی ہے اگر صاحب کشف کی تحقیق قابل وثوق سمجھی جائے تو مصنف کا نام نظام الدین کنہا بیجانہ ہو گا مگر غیر مشاہیر علماء میں ماننا ہی پڑے گا کیونکہ کتب تواریخ میں اس نام کے مصنف کا کس پتہ نہیں چلتا۔

شاش کے متعلق دائرہ المعارف میں اور لغت کی دیگر کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جو ماوراء النہر کے متعلقات میں سے ہے و ذکر السمعانی انہما مدینہ و راء نہر سیحون من ثغور التترک۔

شروع و حواشی اصول الشاشی (۱) شرح الشیخ محمد بن الحسن خوارزمی فارابی مشہور بشمس الدین شاشی اتمہ فی ۸۱ھ

(۲) فصول الحواشی (۳) حسن الحواشی علی اصول الشاشی از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) عمدۃ الحواشی۔ از مولانا فیض الحسن بن فخر الحسن گنگوہی۔

(۳۶) صاحب توضیح و تنقیح

تنقیح متن اور توضیح شرح دونوں کتابیں شارح و قایم صدر الشریعۃ الاصفہانی عبد اللہ بن مسعود بن محمود محبوبی حنفی متونی ۷۴۷ھ کی ہیں جن میں شیخ فخر الاسلام بزدوی کی کشف کو تصحیح کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ امام رازی کی محصول اور علامہ ابن حاجب کی مختصر کے چند مباحث بھی مع تحقیقات بدیعہ و تدقیقات متبعہ پورے ضبط و ایجاز کے ساتھ منظم کئے ہیں صاحب کتاب کے حالات شرح و قایم کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

حواشی و شروع توضیح و تنقیح (۱) شرح تنقیح، از سید عبد اللہ بن محمد الحسینی معروف بقرہ کار متونی ۷۵۰ھ

(۲) تغیر الشیخ از علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا متونی ۹۰۱ھ

(۳) حاشیہ توضیح از شیخ عبد القادر بن ابی القاسم انصاری متونی ۸۲۰ھ (تقریباً)

(۴) تلکوت شرح توضیح از علامہ سعد الدین تفتازانی

(۵) تعلیق بر مقدمات اربعہ توضیح از شیخ علاء الدین علی المعری الحلبی متونی ۹۰۱ھ

(۶) تعلیق بر مقدمات از سید شریف علی بن محمد جرجانی متونی ۸۱۶ھ

(۷) تعلیق بر مقدمات از شیخ محی الدین محمد بن ابراہیم بن خطیب متونی ۹۰۱ھ

(۸) تعلیق بر مقدمات از شیخ محمد بن الجراح حسن متونی ۹۱۱ھ

(۹) تعلیق بر مقدمات از شیخ لطف اللہ بن حسن توقانی مقتول ۹۰۰ھ

(۱۰) تعلیق بر مقدمات از شیخ عبد الکریم متونی فی حدود ۹۰۰ھ

(۱۱) تعلیق بر مقدمات از شیخ حسن بن عبد الصمد ساسونی متونی ۸۹۱ھ

(۱۲) تعلیق بر مقدمات از شیخ مصلح الدین مصطفی قسطلانی متونی ۹۰۱ھ

(۳۷) صاحب تلکوت شرح توضیح

علامہ سعد الدین مسعود بن قاضی فخر الدین عمر بن برہان الدین عبد اللہ تفتازانی متونی ۷۹۲ھ کی مابہ ناز و شرہ آفاق شرح ہے جو حل غوامض تنقیح اور تشریح مفہومات توضیح میں بے نظیر کتاب ہے ان کے حالات اور تفصیلی تعارف مختصر المعانی کے ذیل میں آئے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست حواشی کتاب تلوخ شرح توضیح

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سن وفات
۱	حاشیہ تلوخ	المحقق حسن چلبی بن محمد شاہ بن محمد بن حمزہ مشہور بقتاری	۸۸۶ھ
۲	=====	سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی	۸۱۶ھ
۳	=====	شیخ محی الدین محمد بن حسن سامونی	۹۱۹ھ
۴	=====	شیخ علاء الدین محمد بن محمد مشہور بمصطفیٰ	۸۷۱ھ
۵	=====	شیخ علاء الدین علی الطوسی	۸۸۷ھ
۶	=====	الفاضل بن محمد فراموز مشہور بملا خسرو	۸۸۵ھ
۷	التزج حاشیہ تلوخ	قاضی برہان الدین احمد بن عبد اللہ سیواسی	۸۰۰ھ
۸	حاشیہ تلوخ	شیخ علاء الدین علی بن محمد قوشی	۸۷۹ھ
۹	===== (غیر تام)	الفاضل مصطفیٰ الدین مصطفیٰ مشہور بحسام زادہ	=====
۱۰	=====	علامہ ابو بکر بن ابی القاسم لیشی سر قندی	=====
۱۱	===== (علی الاوائل)	الفاضل معین الدین	=====
۱۲	=====	علامہ عثمان الخطابی مشہور بحسام زادہ	=====
۱۳	=====	شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن یوسف بن صالح مشہور بنخواجہ زادہ	۸۹۳ھ
۱۴	=====	شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن شعبان مشہور بسروزی	۹۶۹ھ
۱۵	=====	شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین تفتازانی	۹۱۶ھ
۱۶	=====	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸ھ
۱۷	=====	شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	۱۰۵۵ھ
۱۸	=====	علامہ زین الدین ابو الحمد قاسم بن قطلوبغا حنفی	۸۷۹ھ
۱۹	=====	شیخ علاء الدین علی بن محمود بن محمد بسطامی	۸۷۵ھ
۲۰	=====	شیخ یعقوب بن نور اللہ بن حسن بناری	۱۰۰۳ھ
۲۱	=====	حافظ لمان اللہ بن نور اللہ بن حسن بناری	۱۱۳۳ھ
۲۲	=====	مولوی عبد السلام دیوبی	

فہرست تعلیقات بر تلوخ شرح توضیح

نمبر شمار	تعلیق	مصنف	سن وفات
۱	تعلیق بر تلوخ (علی الاوائل)	شیخ یوسف بالی ابن شیخ ریکان	
۲	=====	محمد بن یوسف بالی ابن شیخ ریکان	
۳	===== (علی الاوائل)	علامہ سلمان بن کمال پاشا	۹۴۰ھ
۴	=====	شیخ نصر شاہ منشوی	۸۵۳ھ

فی صدور ۹۰۰ھ

۹۸۸ھ

۱۰۳۹ھ

۹۸۳ھ

۹۴۳ھ

شیخ عبدالکریم

شیخ شمس الدین احمد بن محمود معروف بقاضی زاوہ

شیخ پدایتہ اللہ علائی

الفاضل ابوالسعود بن محمد العمدی

شیخ محی الدین محمد قرہ باغی

۵==== (علی الاولیٰ)

۶====

۷ تعلق بر تلویح

۸ غمرات المبح

۹ تطبیق بر تلویح

(۳۸) صاحب مسلم الثبوت

مسلم الثبوت قاضی محبت اللہ بہاری صاحب سلم العلوم کی نہایت عالی مرتبہ کتاب ہے جو عالم علامہ ابن ہمام کی تحریر شیخ ابن حاجب کی مختصر اور قاضی بیضاوی کی منہاج سے ماخوذ ہے بہت سی جگہ فاضل موصوف نے اپنی تحقیقات کا بھی اضافہ کیا ہے۔ ہر فریق کے دلائل پھر اس پر شبہات و جوابات کی بھرمار، مواضع صعبہ و مباحث مشکلہ کا بہترین حل اس کے ساتھ ساتھ عمدگی عبارت و غایت اختصار وغیرہ امور اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے۔ صاحب کتاب کے حالات انشاء اللہ تعالیٰ سلم العلوم کے ذیل میں آئیں گے۔

حواشی و شروح مسلم الثبوت..... (۱) شرح مسلم الثبوت از مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی (۲) کشف انہم ممانی المسلم از محمد بشیر الدین بن محمد کریم الدین عثمانی قزوینی (۳) التحقیق المعنوت علی مسلم الثبوت از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) فوائذ الرحمت شرح مسلم الثبوت از مولانا بحر العلوم عبدالحق بن نظام الدین بن قطب الدین شہید (۵) مفاتیح البیوت فی حل مسلم الثبوت از مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن سہارنپوری (۶) شرح مسلم الثبوت (تامہدای الاحکام) از ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ (۷) شرح مسلم الثبوت از ملا محمد حسین بن ملا محبت اللہ لکھنوی۔ (۸) نفائس المنکوت شرح مسلم الثبوت از مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا محبت اللہ فرنگی علی۔

(۹) شرح مسلم الثبوت از ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی۔

(۱۰) السبیل الاقوم فی توضیح المسلم (اردو) از مولانا عبدالحق صاحب خطیب جامع رنگون

(۳۹) صاحب نور الانوار

نام و نسب..... آپ کا نام احمد ہے اور والد کا نام ابوسعید، ملا جیون سے مشہور ہیں سلسلہ نسب یوں ہے احمد بن شیخ ابو سعید بن عبد اللہ بن شیخ عبد الرزاق بن شاہ مخدوم (مخدوم خاصہ) آخر میں آپ کا نسب شریف سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وابستہ ہے۔

سیدانش و سکونت..... آپ کے دادا عبد اللہ کے جد امجد مخدوم خاصہ جو شیخ صلاح الدین دہلوی کی لولاد سے ہیں قصبہ ایچی کے مشہور بزرگوں میں سے تھے دہلی سے منتقل ہو کر قصبہ ایچی میں اقامت پذیر ہو گئے تھے ملا جیون اسی قصبہ ایچی میں پیدا ہوئے سند پیدائش تقریباً ۱۰۴۸ھ ہے۔

تحصیل علوم..... سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا پھر تحصیل علوم و فنون میں مشغول ہوئے اور یورپ کے متفرق قصبات میں رہ کر فضلاء عصر سے استفادہ علوم کیا و ریاضیات میں سے اکثر کتب شیخ محمد صادق ترکھی سے پڑھیں اور میں ملاحظہ اللہ گوردی جہاں آبادی سے سند فراغت حاصل کی آپ کے تجربہ علمی کے متعلق مولانا آزاد بلگرامی کے الفاظ ہیں۔ ”حاصل کلام الہی و دور دانش عقلی و نقلی بحر انتہائی“ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مسند صدارت تدریس کو زینت

بخشی اور اپنے وطن میں درس دیتے رہے۔

قوت حافظہ و سادگی مزاج آپ نہایت سادہ وضع، غریب الطبع، منکسر المزاج، لمن سار لورنہی تکلفات سے قطعاً بیگانہ اور قوت حافظہ میں یگانہ تھے درسی کتابوں کی عبارتوں کے پورے پورے لوراق و صفحہات حفظ اور پڑے پڑے قصیدے ایک مرتبہ سننے سے یاد ہو جاتے تھے۔

شاہ عالمگیر ملا صاحب کے سامنے چالیس سال کی عمر میں اجیر شریف ہو کر دہلی پہنچے اور یہاں کافی مدت تک اقامت کی اور درس و افتادہ کا مشغلہ جاری رہا کشت طالع نے آپ کو شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ تک پہنچایا۔ شاہجہاں نے آپ کو اور رنگ زیب عالمگیر کی تعلیم کیلئے مقرر کیا اور عالمگیر نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور پھر عمر بھر حد سے زیادہ اعزاز و احترام کرتا رہا اسی طرح شاہ عالم خلف عالمگیر آپ کے سامنے لوازم تکریم بجالا اور شاہ فرخ سیر بھی آپ کی بڑی قدر و منزلت کرتا تھا۔

زیارت حرمین شریفین پچپن سال کی عمر میں حرمین شریفین حاضر ہوئے یہاں بھی ایک مدت تک اقامت کی اور ظاہری و باطنی و برکات سے مالا مال ہوئے چار پانچ سال کے بعد واپس ہو کر بلاد دکن میں سلطان عالمگیر کے ساتھ چھ سال گزارے ۱۱۱۲ھ میں پھر حرمین شریفین حاضری دی ایک سال اپنے والد ماجد کی طرف سے، دوسرے سال والدہ ماجدہ کی جانب سے مناسک حج کو اٹکے اور صبیحین کا درس نہایت تحقیق و اتقان کے ساتھ مراجعت کتب و شروح کے بغیر دیا۔ تصوف و سلوک ۱۱۱۶ھ میں ہندوستان واپس آکر اپنے وطن میں دو سال قیام کیا اس زمانہ میں طریق سلوک و تصوف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی اور حضرت شیخ حسین بن عبدالرزاق قادری سے خرقہ خلافت حاصل کیا پھر اپنے احباب و مریدین کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور درس و افتادہ میں مشغول ہوئے۔

ایک عجیب و غریب خواب صاحب آئینہ اودھ شاہ سید محمد ابوالحسن مالک پوری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ ملا جیون کے والد نے خواب دیکھا کہ میں اپنے دونوں بیٹوں (ملا جیون اور ان کے برادر حقیقی ملا بوڈھن) کی انگلی پکڑے ہوئے چلا جا رہا ہوں کہ اچانک ایک طرف سے سور دوڑا ہوا قریب میں آیا میں نے ملا بوڈھن کو گود میں اٹھالیا اور وہ ملا جیون کا دامن چھو کر چلا گیا۔ جب بیدار ہوئے تو بہت متاسف ہو کر فرمایا کہ سور کے چھوٹے کا مطلب دنیا میں ملوث ہونا ہے بوڈھن اس سے بچ گیا۔

ملا جیون تاحیات سوائے اپنے کھانے اور کپڑے کے اور کسی طرح بادشاہ سے متعلق نہیں ہوئے اور نہ اپنے لئے کوئی علوفہ مقرر کر لیا جبکہ بادشاہ خود اس کا متمنی رہتا تھا بایں ہمہ احتیاط ان کے والد نے اس قدر ملوث ہو جانے کی نسبت پہلے ہی فرمادیا کہ اس کو دنیا سے بچھو لیا۔

دنیا سے رحلت آپ نے ۱۱۳۰ھ میں بزبان اقبال یہ کہتے ہوئے۔

آہ اس آباد و زبانی میں گھبراتا ہوں میں رخصت اے بزم جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں
کاشانہ فردوس کو نشین بنالیا پچاس روز کے بعد نعش مبارک دہلی سے اٹھیں لے جا کر آپ کے مدرسہ میں دفن کی گئی تاریخ وفات اس قطعہ سے ظاہر ہے۔

شد از بس دنیا جنت باریاب

شیخ احمد چوں بفضل ایزدی

نیز شیخ احمد عالی جناب (۱۱۳۰ھ)

مدی حق شیخ احمد وصل اوست (۱۱۳۰ھ)

علمی کارنامے آپ نے اپنی پوری زندگی درس و تدریس اور تصنیف میں صرف کی اصول فقہ میں نور الانوار شرح المنار آپ کی زندہ یادگار ہے جس سے دنیا علم کا پچھ پچھ بخوبی واقف ہے یہ کتاب آپ نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران

صرف دو ماہ کے اندر لکھی ہے۔ نیز ہندوستان میں سب سے پہلے احکام القرآن کے موضوع پر التحفیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشریعہ مع تالیفات المسائل الفقہیہ ”آپ ہی نے تالیف کی جس میں قرآن مجید کی کم و بیش پانچ سو آیات کی تشریح و توضیح حنفی نقطہ نگاہ سے کی ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ موصوف کی دور طالب علمی کی تصنیف ہے جس کا خاتمہ کتاب میں خود موصوف نے سال تکمیل و تصنیف بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے آیات شریفہ کی تفسیر امیثی شہر میں لکھنا شروع کی تھی۔ یہ ۱۰۶۲ھ کا واقعہ ہے جب میں حسامی پڑھتا تھا اور سولہ برس کا تھا ۱۰۶۹ھ میں بلدہ مذکورہ میں اس سے فراغت پائی اس وقت میں شرح مطالع پڑھتا تھا اور کاروان عمر اکیسویں منزل طے کر چکا تھا کچھ زمانہ کے بعد ۱۰۷۵ھ میں امیثی کے اندر درس کے زمانہ میں نظر ثانی کر کے اس کی صحت کی اس وقت میں ستائیس سال کا تھا۔

ان کے علاوہ دیگر تالیفات یہ ہیں: ”السوانح یہ سوانح جامی کے طرز پر ہے جس کو آپ نے حجاز کے دوسرے سفر میں تصنیف کیا۔ ”مناقب الاولیاء“ یہ امیثی کے آخری زمانہ قیام کی تصنیف ہے۔ ”آداب احمدی“ سیر و سلوک میں ہے جو آپ نے ابتدائے عمر میں لکھی تھی۔

(۴۰) صاحب فرائض سراجیہ

نام و نسب نام محمد کنیت ابو طاہر، لقب سراج الدین، والد کا نام محمد اور دادا کا نام عبدالرشید ہے نسب میں سجاوندی سے مشہور ہیں۔

علامہ حمید الدین محمد بن علی نو قدی وغیرہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی ہے علم فرائض میں سراجیہ متن اور اس کی شرح علم حساب میں تجنیس وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں اور خود سراجیہ متن کی شرح بھی لکھی ہے۔

سن وفات

مصنف

نمبر شمار شرح

۵۷۸۶

شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابر تی مصری حنفی

۱ شرح سراجیہ

۵۸۰۳

شیخ شہاب الدین احمد بن محمود سیواسی

۲ =====

۵۷۶۳

شیخ ربوہ محمد بن احمد بن عبدالعزیز دمشقی قونوی

۳ الموابب النبیہ فی شرح فرائض سراجیہ

-

شیخ ابوالحسن حیدرہ بن عمر

۴ شرح سراجیہ

-

شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ معروف بھٹو ادوہ

۵ =====

-

شیخ مصلح بن صلاح اللاری

۶ =====

۵۸۳۰

شیخ برہان الدین حیدری بن محمد ہروی

۷ =====

۵۹۱۶

شیخ الاسلام سیف الدین احمد بن نجی بن محمد ہروی

۸ =====

۵۸۳۲

شیخ شمس الدین محمد بن حمزہ فزاری

۹ =====

-

فاضل بھٹشی محمد مشہور بفخر خراسان

۱۰ =====

۵۹۴۰

شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان معروف بابن کمال باشا

۱۱ =====

۵۷۹۲

شیخ سعید الدین مسعود بن عمر تفتازانی

۱۲ =====

۵۸۱۶

سید شریف الدین علی بن محمد جرجانی

۱۳ شریفیہ شرح سراجیہ

۵۶۵۸

شیخ مجد الدین حسن بن احمد حلبی مشہور بابن امین الدولہ

۱۴ شرح سراجیہ

۱۔ خزینۃ الاصفاء آئینہ اودھ شانداد ماضی، مقدمہ اتفاق از مولانا عبدالحمیم تذکرہ علمائے ہند ۱۲

۱۵	====	شیخ ہمام الدین حیدرہ بن محمد بن ابراہیم حلبی	۵۷۹۳
۱۶	ضوء السراج	شیخ محمود بن ابی بکر بن ابی العلاء بخاری کلاباذی	۵۷۰۰
۱۷	الفرائد الثانی فی شرح فرائض السراجی	شیخ عبدالکریم بن محمد بن حسن محمد بن حسن ہمدانی	-
۱۸	المقاصد السبعیہ بشرح السراجیہ	شیخ یونس بن یونس بن عبدالقادر رشیدی اثری	۱۰۱۱ھ
۱۹	التحقیق	شیخ محمد بن حاج احمد بن نصر	بعد ۸۵۲ھ
۲۰	شرح سراجیہ	شیخ اوریس بن شیخ ہاشا	بعد ۸۵۸ھ
۲۱	حاشیہ سراجیہ	شیخ مصطفیٰ مشہور بطاھسکری زلواہ	۹۲۸ھ
۲۲	شرح سراجیہ	شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ الدین قوجوی	۹۵۰ھ
۲۳	ارشاد الراعی شرح فرائض سراجی	مفسر الدین محمود بن احمد بن ظہیر اللارندی	

منظومات کتاب سراجیہ

۱	منظومہ	محمود بن عبداللہ بدر الدین گلستانی	۸۰۱ھ
۲	====	ابوالعزیز الدین طاہر بن حسن معروف بابین حبیب حلبی	۸۰۸ھ
۳	====	فخر الدین احمد بن علی بن ابی صبح ہمدانی	۷۵۵ھ
۴	====	ابو عبداللہ تاج الدین عبداللہ بن علی بخاری	۷۹۹ھ

(۴۱) صاحب حجتہ اللہ البالغہ

فن اسرار شریعت میں یہ مایہ ناز کتاب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تصنیفی شاہکار ہے جن کے حالات تفصیل کے ساتھ ”صاحب الفوز الکبیر“ کے ذیل میں گذر چکے۔

حجتہ اللہ البالغہ کا اجمالی تعارف..... حضرت شاہ صاحب کو یقین تھا کہ کچھ عرصہ بعد دور عقلیت شروع ہونے والا ہے جس میں احکام شریعت کے متعلق اوہام و شکوک کی گرم بازاری ہوگی اسی خطرہ کا سد باب کرنے کے لئے شاہ محمد عاشق پھلانی کے اصرار پر آپ نے بالہام ربانی یہ بے نظیر کتاب ایسے عالم میں تحریر فرمائی جو محو استغراق کا عالم تھا یہ ایک دوسری صفت الہامی ہے جو شاید کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں خطبہ و کتاب میں استعارہ کا حال بیان فرماتے ہیں ”صرت کالمیہ فی ید الغسال“ اکثر انشاء کتاب میں ”عینی ربی الہمی ربی“ فرماتے ہیں۔

یہ کتاب جس محدثانہ، متعملہ، تہنہ اور فلسفیانہ انداز میں تصنیف ہوئی ہے وہ حضرت شاہ صاحب ہی کا حق ہے جس میں آپ نے تعلیمات اسلام کو مطابق فطرت اور دینی احکام کو مبنی بر عدل ثابت کیا ہے ہر حکم الہی اور امر شریعت کے اسرار و مصالح نہایت بلیغ اور مدلل انداز میں بیان کئے ہیں جس سے ایک طرف تو متحمک و متردد حضرات کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف معتزمین کے احکام اسلام پر معاندانہ اعتراضات کا منہ توڑ جواب مل جاتا ہے۔

اس کتاب میں آپ نے مابعد الطبیعی مسائل سے ابتداء کی ہے اور فلسفہ اسلام کو ایک مرتب شکل میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے قدرت کے قانون مکافات کو فلسفیانہ نہ طرز پر بیان کیا ہے اس کے بعد رفاقتات کے زیر عنوان مقدمات اور سیاسیات کے مسائل پر بحث کی ہے پھر اخلاقیات کا موضوع لیا ہے اور انسانی سعادت پر گفتگو کی ہے اس کے بعد نظام شریعت اس کے عقائد و ارکان پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے اسرار و حکم بیان فرمائے ہیں اور معاصی و آثام پر تفصیلی

بحث کی ہے۔ بعد ازاں تاریخ مذاہب پر تبصرہ کیا ہے اور تشریح و قانون سازی کے بارے میں نہایت مفید نکات بیان کئے ہیں آخر میں آپ نے حدیث سے استنباط کا صحیح طریقہ بتایا ہے اور فقہ سے متعلق بیش بہا معلومات بہم پہنچائی ہیں دوسرے حصے میں فقہی طرز پر ابواب قائم کر کے شریعت کے جملہ احکام پر مفصل تبصرہ کیا ہے اور ہر حکم کی علت اس کی حکمت اور فوائد و مصالح بیان کئے ہیں جس سے پڑھنے والا ان احکام پر علی وجہ البصیرہ ایمان لے آتا ہے اور اس کے تمام شکوک و شبہات زائل ہو جاتے ہیں غرض اس کتاب کو اگر پورے مذاہب اسلام کی مکمل شرح کہا جائے تو غلط نہ ہو گا درحقیقت یہ کتاب امام غزالی کی ”احیاء العلوم“ کے طرز پر ہے اور بعض اعتبار سے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔

حجتہ اللہ البالغہ ایک معجزہ ہے..... علامہ سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کی یہ مایہ ناز تصنیف آنحضرت ﷺ کے ان معجزات میں سے ہے جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے امتیوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور جن سے اپنے وقت میں رسول کریم ﷺ کا اعجاز نمایاں اور اللہ کی حجت تمام ہوئی۔

حجتہ اللہ البالغہ کے متعلق علماء فحول کی آراء..... اس کتاب کی نسبت خصوصاً و نیز دربارہ ازالۃ الخفاء تہمات و سطحات وغیرہ عموماً علماء کرام کا مقلوبہ ہے کہ یہ کتابیں زمانہ اسلام میں بے مثل و ندیم النظر کتابوں میں سے ہیں جن کا مثل پایا نہیں گیا۔ نواب صدیق حسن خاں قزوچی صاحب ”اتحاف النبلاء حجتہ اللہ البالغہ کی بابت فرماتے ہیں۔

اس کتاب اگرچہ در علم حدیث نیست اما
یہ کتاب اگرچہ علم حدیث میں نہیں ہے لیکن اس میں بہت
شرح احادیث بسیار در ال کردہ و حکم و

سی احادیث کی شرح اور ان کے اسرار و حکم بیان کئے گئے
اسرار آل بیان نموده تا آنکہ در فن خود غیر

ہیں حتی کہ اپنے فن میں بے نظیر ثابت ہوئی ہے اور کسی
مقبول علیہ واقع شدہ و مثل آل دریں دو ازادہ

دوسری کتاب کو اس پر سبقت حاصل نہیں ہوئی بارہ سو
صد سال پہلے کے از علمائے عرب و عجم

سال کے اندر علماء عرب و عجم میں سے کسی نے ایسی معرکتہ الاراء
تصنیع موجود نیامدہ و مجملہ تصانیف

کتاب تصنیف نہیں کہ غرضیکہ یہ کتاب مولف کی تمام تصانیف
مؤلفش مرضی بودہ است و فی الواقع بیش

میں عمدہ اور بہترین تصنیف ہے اور حقیقت میں (ہماری) ازاں است
اس (رائے) سے بہت کچھ زیادہ ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی فرماتے ہیں کہ ”میں اپنی زندگی میں کسی بشر کی کتاب سے اتنا مستفید نہیں ہوا جس قدر کہ اس کتاب سے خدا نے مجھے فائدہ پہنچایا۔ میں نے اسلام کو ایک مکمل اور مرحطہ الاجزاء نظام حیات کی حیثیت سے اس کتاب ہی سے جانا ہے دین مقدس کی ایسی بہت سی باتیں جن کو پہلے میں صرف تقلیداً مانتا تھا اس جلیل القدر کتاب کے مطالعہ کے بعد الحمد للہ میں ان پر تحقیقاً اور علی وجہ البصیرہ یقین رکھتا ہوں۔“

حجتہ اللہ البالغہ کا ادبی مقام..... یہ کتاب عربی زبان میں ایک عجمی کے قلم سے ہونے کے باوجود کہیں سے عجمی قلم کی

بو نہیں آتی اس سے شاہ صاحب کی بہترین عربی انشاء پر وازی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

شیخ ابو محمد عبدالحق حقانی حجتہ اللہ البالغہ مترجم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ ”عبارات وہ عمدہ ہے کہ اگر فن ادب میں بجائے مقامات حریری کے اس کو مقرر کیا جائے تو نہایت مناسب ہے۔“

شیخ مصطفیٰ کی فرماتے ہیں کہ ”جب یہ کتاب عرب میں پہنچی تو علماء سے دیکھ کر حیران ہو گئے، مصر میں چونکہ ادب کا مشغلہ زیادہ ہے ان لوگوں نے ادب کے پیرائے میں جتمعن نظر ڈالی اور دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے کہ ہندی کی ایسی تحریر کہ عرب کے کلماء بھی ایسا نہیں لکھ سکتے، نیز یہ کتاب جب یورپ پہنچی تو ان لوگوں کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ کسی ہندوستانی نے اسے آخری دور میں تصنیف کیا ہے بلکہ ان کا یہ خیال تھا کہ پرانے زمانہ میں کسی جلیل القدر ہستی نے تصنیف کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک آخری دور میں کسی ایسی شخصیت کا پیدا ہونا بعید از قیاس تھا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ..... مولانا عبدالغفور دانا پندی نے حجتہ اللہ البالغہ مترجم کی تقریظ میں نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ کتاب تیار ہوئی تو تمام ملکوں میں اس کا شہرہ ہوا اور نقل ہو کر شائع ہونے لگی شاہ وقت کی نظر سے بھی گزری اس نے دیکھ کر پھانسی کا حکم دیدیا، وزیر اعظم کسی فہم پر گئے تھے رات کو پہنچے تو یہ خبر معلوم ہوئی اسی وقت شاہ کے پاس جا کر دریافت حال کیا۔ شاہ نے کہا اس نے بہت سی عجیب باتیں لکھی ہیں اور مذہب خفی کے خلاف میں بہت زور دیا ہے وزیر نے جواب دیا کہ جو درجہ اجتہاد پر پہنچا ہوا اس کے لئے خلاف درست ہے اور یہ صرف نام کے ملا نہیں بلکہ قطب شہر ہیں ان کی ایک آہ کے اثر سے دلی کی کیا حقیقت ہے دنیا کا تختہ الٹ جائے تو کچھ تعجب نہیں، شاہ پر عجیب حالت طاری ہوئی اور اس نے پھانسی کا حکم منسوخ کر دیا۔ حجتہ اللہ البالغہ کے اردو تراجم..... (۱) نعمتہ اللہ السائغہ، از ابو محمد عبدالحق دہلوی، مولف تفسیر حقانی (۲) آیات اللہ اکاملہ از مولوی غلیل احمد اسرائیلی (۳) شمس اللہ البازغہ از مولوی عبدالحق ہزاروی، یہ سراسر آیات اللہ اکاملہ کی نقل ہے صرف شروع کے چند ابواب کا ترجمہ بدل دیا گیا ہے (۴) ترجمہ حجتہ اللہ از مولوی بشیر یہ ترجمہ نامکمل ہے بحث دوم پر ختم ہو جاتا ہے (۵) ترجمہ حجتہ اللہ از مولانا عبدالرحیم۔

(۴۲) صاحب الاشباہ والنظائر

نام و نسب اور پیدائش..... عمدۃ العلماء قدوة القضاۃ الشیخ العلامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن محمد بن (محمد بن) بکر المصری الکلبی، ان کے اجداد میں کسی کا نام نجیم تھا اس لئے ان کی طرف منسوب ہو کر ابن نجیم سے مشہور ہیں، سنہ پیدائش ۹۲۶ھ ہے اور جائے پیدائش قاہرہ۔

تحصیل علوم..... آپ نے علماء قاہرہ سے تعلیم حاصل کی اور شیخ امین الدین بن عبدالحق خفی، شیخ ابوالفیض سلمی، شیخ شرف الدین بلخی، شیخ الاسلام احمد بن یونس مشہور بابن الکلبی سے علم فقہ حاصل کیا اور علوم عربیہ و عقلیہ کی تحصیل شیخ نور الدین دیمی مالکی اور شیخ عبید بن مغیرہ سے کی اور علم طریقت عارف باللہ سلیمان خیری سے حاصل کیا۔

ایک صاحب علم کی فہم..... مولانا احمد رضا صاحب بخجوری نے مقدمہ انوار الباری صفحہ ۲/۱۶۴ پر موصوف کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ”آپ نے حافظ قاسم بن قطلوبغا خفی وغیرہ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی“ اور اس سے پہلے ۲/۱۵۴ پر حافظ قاسم کا سن وفات ۸۷۹ھ تحریر کر چکے ہیں اور ابن نجیم مصری (صاحب ترجمہ) کا سنہ ولادت ۹۲۶ھ ہے فاین التلاذ تدبر

اصحاب و تلامذہ..... آپ اپنے زمانہ کے اکابر علماء سے اجازت افتاء و تدریس رکھتے تھے چنانچہ آپ ساری عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور خلق خدا نے آپ سے کافی فائدہ اٹھایا۔ چند مشہور تلامذہ یہ ہیں۔ آپ کے بھائی سراج الدین عمر بن ابراہیم صاحب النہر الفائق، علامہ محمد غزنی ترمذی صاحب اسخ، شیخ محمد سبط ابن ابی شریف۔

مقدی، عبد الغفار مفتی القدس۔

اخلاق و عادات جس طرح آپ کمال علم و فضل میں اونچے مقام پر فائز تھے اسی طرح حسن معاشرہ اور خلق عظیم کے زیور سے بھی خوب آراستہ تھے شیخ عبد الوہاب شرعی فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک آپ کا ہم صحبت رہا لیکن کبھی آپ سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوتا ہوئے نہیں دیکھا جو باعث عیب ہو نیز فرماتے ہیں کہ میں ۹۵۳ھ میں آپ کے ساتھ حج کیلئے گیا تو میں نے آپ کو اپنے ساتھیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ خلق عظیم پر پایا جبکہ سفر آدمی کے ہر اچھے برے اخلاق کی قلعی کھول دیتا ہے۔ ولقد اجادا الشیخ نور الدین ابوالحسن الخطیب فقال

والعلم ماعجز الوری من حصره

یملیکہ بکمالہ من صدره

فقری الجمیع کقطعتہ فی بحرہ

ذوالفضل زین الدین حاز من النقی

لاسیما الفقه الشریف فانه

واذا نظرت الی الشروح باسرها

رحلت و وفات سید احمد حموی نے حواشی الاشیاء والظائر میں بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ۸ رجب ۹۷۰ھ میں وفات پائی اور سیدہ سیکنہ کے قریب مدفون ہوئے خود ابن نجیم کے صاحبزادے احمد نے الرسائل الزینیہ کے دیباچہ میں لکھی سنہ لکھا ہے بعض حضرات نے شیخ نجم غزی کی کتاب ”الکواکب السارہ فی اعیان المائتہ العاشرہ“ سے ۹۶۹ھ نقل کیا ہے واضح ہو الاول

تصنیفات و تالیفات (۱) البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق کشف مغلفات توضیح معطیات اور تشریحات و تفریعات میں اپنی نظیر آپ ہے و لعمری ما قال المصور البلیسی۔

بحار تفید الطالبین لایا

علی الكنز فی الفقه الشروح کثیرہ

ومن ورد البحر مستقل السواقی

ولکن بهذا البحر صارت سواقی

(۲) شرح المنار (۳) لب الاصول مختصر تحریر الاصول (۴) تعلیق الہدایۃ (۵) حاشیہ جامع الفصولین (۶) الفتاوی (۷) اربعین رسائل (۸) الفوائد الزیجیہ فی فقہ الحنفیہ۔

(۹) الاشیاء والظائر فقہ حنفی کے قواعد و ضوابط میں مشہور و معروف اور بلند پایہ تصنیف ہے جو آپ نے اخیر عمر میں چھ ماہ کی مدت میں لکھی ہے اور جمادی الاخر ۹۶۹ھ میں اس سے فراغت پائی ہے۔

شرح و حواشی الاشیاء والظائر (۱) زواہر الجواہر فی شرح الاشیاء والظائر از علامہ محمد بن محمد تمر تاشی (۲) تنویر الاذہان فی شرح الاشیاء والظائر از شیخ مصطفیٰ بن خیر الدین (۳) التحقیق الباہر فی شرح الاشیاء والظائر از شیخ محمد ہبۃ اللہ البعلی الحنفی (۴) تعلیق از شیخ علی بن غانم الخزرجی۔ (۵) تعلیق از مولیٰ محمد بن محمد مشہور بچو زادہ (۶) تعلیق از مولیٰ علی بن امر اللہ مشہور بقتالی زادہ (۷) تعلیق از مولیٰ عبد الحلیم بن محمد مشہور باخی زادہ (۸) تعلیق از مولیٰ مصطفیٰ مشہور بابو السیامین (۹) تعلیق از مولیٰ مصطفیٰ بن محمد مشہور بزمی زادہ (۱۰) تعلیق از مولیٰ محمد بن محمد الحنفی مشہور بزریر زادہ (۱۱) تعلیق از مولیٰ شرف الدین عبد القادر بن برکات الغزی۔ لہ

(۴۳) صاحب عقود رسم المفتی

نام و نسب آپ کا نام محمد امین اور والد کا نام عابد بن اور دادا کا نام سید شریف عمر ہے ۱۱۹۸ھ میں دمشق شام میں پیدا ہوئے اور والد ماجد کے زیر سایہ پرورش پائی ان کے چچا شیخ صالح صاحب کشف بزرگ تھے انھوں نے آپ کی والدہ کو آپ

لے از فوائدہ بمیہ کشف الظنون وغیرہ۔

کی سیدائش کی خوشخبری سنائی اور ابھی آپ شکم مادر ہی میں تھے کہ موصوف نے آپ کو محمد امین کے ساتھ موسم کیا۔
 تحصیل علوم..... کم سنی میں قرآن پاک حفظ کر کے تجارت کیلئے اپنے والد کی جگہ بیٹھنے لگے تاکہ خرید و فروخت اور امور
 تجارت میں آگہی حاصل ہو ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے قرآن پاک پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک غیر متعلقہ شخص یہ کہتے ہوئے
 گزر کر اس طرح حلاوت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ بازار کا موقع ہے تم پڑھتے ہو اور لوگ آمد و رفت خرید و فروخت اور امور
 تجارت میں لگے رہتے ہیں قرآن نہیں سنتے تو تم بھی گناہ گار ہوتے ہو اور تمہارے سب سے دوسرے لوگ بھی گناہ گار ہوتے
 ہیں۔ نیز تجوید کے لحاظ سے تمہاری قرات بھی صحیح نہیں یہ سنتے ہی موصوف اٹھ کھڑے ہوئے دل میں تجوید کی تربید پیدا
 ہو گئی کسی بہترین قاری کی جستجو شروع کی لوگوں نے شیخ سعید حموی کا پتہ بتلایا آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدانیہ،
 جزیریہ اور شاطبیہ وغیرہ کتابیں حفظ کیں اور فن قرات میں اس کی جمیع وجوہ اور تمام طرق کے ساتھ اقلان حاصل کیا اس کے
 بعد صرف و نحو اور فقہ وغیرہ علوم کی تحصیل شیخ ابراہیم حلبی وغیرہ سے کی یہاں تک کہ جملہ علوم میں متبحر بالخصوص فقہ و
 حدیث میں شرہ آفاق ہو گئے۔

علمی ذخیرہ..... آپ کے پاس جملہ علوم و فنون کی کتب کا انتاز خیرہ تھا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی ان کے والد کے پاس اسلاف
 کی جتنی کتابیں موجود تھیں وہ سب انھوں نے ان کو دیدی تھیں اس کے علاوہ ان کی طرف سے عام اجازت تھی کہ جس
 کتاب کی ضرورت ہو خرید لو، ان کے والد ان سے کہا کرتے تھے انک اصیت مامتہ اناس من سیرۃ سلفی فجر اک اللہ خیر الجزاء۔
 اساتذہ کا ادب و احترام..... ایک مرتبہ شیخ محمد عبدالنبی دمشقی تشریف لائے اور آپ اپنے شیخ محمد شاکر کی معیت میں ان
 کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے شیخ محمد شاکر نے ملاقات کی اور شیخ محمد عبدالنبی کے پاس بیٹھ گئے موصوف ان کی جوتیاں لئے
 ہوئے چوکھٹ پر کھڑے رہے شیخ محمد عبدالنبی نے ان کے شیخ سے کہا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ بیٹھ جائیں چنانچہ شیخ محمد شاکر کو
 کہنا پڑا ”اجلس یا ولدی“

بابدب باش تا بزرگ شوی
 کہ بزرگی نتیجہ ادب است
 وفات..... تقریباً چون سال زندہ رہ کر ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ میں بدھ کے روز طائر ملکوتی نے نفس قالب ناسوتی سے
 نجات پائی اور مقبرہ دمشق کے باب الصغریٰ میں مدفون ہوئے جس کا انتخاب آپ اپنی وفات سے بیس روز پہلے کر چکے تھے۔
 سعدیامرد نکونام نیردہرگز
 مردہ آنست کہ نامش بہ کوئی نہ برند

علمی خدمات..... ۱۲۴۹ھ میں فقہ کی مقبول و متداول کتاب رذائل الخصال حاشیہ در مختار معروف بہ شامی تصنیف فرمائی جو پانچ ضخیم
 جلدوں میں ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے اس پر فتویٰ حنفیہ کا بڑا مدد ہے عرصہ سے نایاب تھی اب رائم الحروف کے زیر تصحیح مکتبہ
 نعمانیہ سے فوٹو آفسٹ پر شائع ہو رہی ہے جس کی جلد اول منظر عام پر آچکی ہے دوسری تصانیف یہ ہیں حاشیہ بضائی، حاشیہ
 مطول، حاشیہ شرح ملتقی حاشیہ نہر سل الحسام البندی نصرہ مولانا خالد نقشبندی، حواشی شرح منہ، شفاء الغلیل و دبل
 الغلیل، مجتہ الخالق حاشیہ بحر الرائق، العقود الدریۃ فی تنقیح فتویٰ الحامدیہ، نشر المعروف فی بعض الاحکام علی المعروف، اتحاف الذکی
 النبیہ بجواب مایقول الفقہ عقود رسم المفتی اور اس کی شرح جو فن افتاء میں نہایت مقبول اور داخل درس ہے۔

(۴۴) صاحب بیان السنۃ

امام طحاوی کا ایک مختصر مگر نہایت جامع متن ہے جو عقیدۃ الطحاوی کے نام سے مشہور ہے اور حال ہی میں داخل
 درس ہوا ہے صاحب کتاب کے حالات مصنفین کتب حدیث کے ذیل میں گزر چکے۔
 حواشی و شروح بیان السنۃ..... (۱) شرح عقائد الطحاوی از شیخ شجاع الدین بدیع اللہ بن احمد بن معلی بن محمود الطرازی

ترکستانی متوفی ۷۳۶ھ یہ شرح ترکی زبان میں ہے۔ (۲) شرح عقائد الطحاوی از صدر الدین علی بن محمد بن العز الاذری اللعشقی الحنفی متوفی ۷۴۶ھ (۳) القلائد فی شرح العقائد از شیخ محمود بن احمد بن مسعود القنوی الحنفی متوفی ۷۷۳ھ یہ سب سے بہترین شرح ہے (۴) شرح عقائد الطحاوی از سراج الدین عمر بن اسحاق الہندی الحنفی متوفی ۷۷۳ھ (۵) شرح عقائد الطحاوی از ابو عبد اللہ محمود بن محمد بن ابی اسحاق القسطنطینی الحنفی متوفی بعد ۹۱۶ھ (۶) النور اللامع والبرهان الساطع، از ابو الفضائل نجم الدین بکترس الترمذی متوفی ۶۵۲ھ (۷) نور الیقین فی اصول الدین از شیخ کافی حسن البسنوی الاقحضاری متوفی ۱۰۶۵ھ (۸) الحلیق از حضرت الاستاذ حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

(۴۵) صاحب عقائد نسفیہ

نام و نسب اور پیدائش..... نام عمر، ابو حفص کنیت، مفتی الثقلین اور نجم الدین لقب ہے والد کا نام محمد ہے سلسلہ نسب یوں ہے ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن لقمان النسفی پیدائش ۳۶۱ھ میں ہے اور مقام ولادت شہر نعت (من بلاد ماوراء النہر)

تحصیل علم و افادہ..... آپ اپنے زمانہ کے امام فاضل اجل، اصولی، متکلم، اذیب، مفسر، محدث، نحوی، فقیہ اور مشہور آئمہ حفاظ میں سے تھے (ذکرہ ابن التجار) علم فقہ کی تعلیم صدر الاسلام ابو الیسر محمد بن محمد بن عبد الکریم بن موسیٰ یزودی متوفی ۳۹۳ھ سے پائی تھی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے شیوخ سے علم حاصل کیا تھا جن کی فہرست آپ کی کتاب ”تعداد الشیوخ لعمر“ میں موجود ہے آپ سے آپ کے صاحبزادے ابو الیث احمد معروف بمجد نسی صاحب ہدایہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی اور ابو بکر احمد بن علی بن عبد العزیز بلخی معروف بالظہیر، ابو الفضل محمد بن عبد الجلیل بن عبد الملک بن حیدر سمرقندی احمد بن محمد موفق الدین خطیب خوارزم، احمد بن موسیٰ الکشنی ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن محمد برہان الدین الکاسانی وغیرہ نے تعلیم حاصل کی کہا جاتا ہے کہ آپ جن و انس ہر دو کو تعلیم دیتے تھے اسی لئے آپ کو مفتی الثقلین کہتے ہیں۔

لطیفہ ملیحہ..... ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ موصوف علامہ جارا اللہ زحشری سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کیلئے تشریف لے گئے کیونکہ ”بہار عمر ملاقات دوستال باشد“ دروازے پر دستک دی علامہ جارا اللہ زحشری نے اندر سے کہا کون۔ موصوف نے جواب دیا عمر۔ زحشری نے کہا، انصرف منصرف ہو جائی یعنی واپس ہو جا آپ نے فرمایا! عمر لا یتصرف عمر منصرف نہیں ہوتا۔ زحشری نے جواب میں کہا انا صرف۔

نسفی اشعار..... شیخ الاسلام علامہ زرنوجی نے تعلیم المحکم میں ذیل کے اشعار کو آپ کی طرف منسوب کیا ہے

و علی الصلوۃ مواظبا و محافظا

کن للامر والنواہی حافظا

بالتطبات تصرفیہا حافظا

واطلب علوم الشرع واجہد واستعن

فی فضلہ فاللہ خیر حافظا

واسئل الہک حفظ حفظک راغب

اطیعوا وجدوا ولا تکسلوا

وقال ایضا

ولا تہجموا غیبارا لورے

وانتم الی ربکم ترجعون

وقال فی ام ولدہ

قلیلا من اللیل ما یہجمون

سلام علی من یمتحنی بطرفہا۔ دلمعتہ خدیہا و لمعتہ طرفہا، سبتی واصبتی فتاة ملیحت

تحریرت الاوامر فی کنہ و صفہا۔ قللت ذرینی اعذرینی فانی۔ شغفت تحصیل العلوم و کشفہا

ولی فی طلاب العلم و الفضل و التقی
غنی عن غناء الغانیات و عرفها
ان کے صاحبزادے ابو الیث احمد کہتے ہیں انھوں نے والدی انصر

یا صاحب العلم اترضی بان
کفاک اللہ سبحانہ لایکن

تسعد قوم و لك الشقوة
غیرك اوفی منك بالخطرة

وقال صاحب الهدایہ الشیخ الامام الزاهد صفی الدین منظوما فی الاجازة للشیخ الامام نجم الدین
عمر بن محمد نسفی
اجزت لهم، روایت مستجازی. ومنموعی و مجموعی بشرطه. فلا یدعو دعائی بعد موتی و کتاب

ابو حفص بخطه

تصانیف..... فقہ و تفسیر اور علم تاریخ وغیرہ میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے چند جلیل القدر تصانیف یہ ہیں۔

(۱) التیسیر فی علم التفسیر، آپ کی تصنیفات میں یہ سب سے زیادہ مہتمم بالشان تصنیف ہے جو فن تفسیر کی کتب مبسوط میں مانی گئی ہے فی الکشف فسر الایات بالقول و بطل فی معنیہا کل البسط (۲) المنظومہ یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو علم فقہ میں نظم کی گئی ہے۔ (۳) نظم الجامع الصغیر (۴) قد فی علماء سمرقند علم تاریخ میں بے نظیر کتاب ہے بیس جلدوں میں بتائی جاتی ہے۔ (۵) کتاب المواعیت (۶) الاشعار یا المحیض من الاشعار یہ بھی بیس جلدوں میں ہے۔ (۷) مشارع اشراق (۸) کتاب اشروط (۹) طلبیہ الطلیعہ علم لغت میں ہے بعض حضرات نے یہ عبدالکریم بن محمد رکن الامنہ تلیذ صدر الاسلام کی تالیف مانی ہے۔ (۱۰) تاریخ بخارا (۱۱) العقائد النصفیہ علم کلام میں بہت عمدہ اور مشہور داخل درس متن ہے جس کی شرح علامہ تفتازانی وغیرہ نے لکھی ہے (۱۲) عجائبات الحی صفتہ المغربی (۱۳) الفتاوی النصفیہ (۱۴) کتاب النجاح فی شرح کتاب اخلاص الصالح۔ غلط انتساب..... مولانا فقیر محمد نسفی نے حدائق حنفیہ میں اور مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے فوائد بہیہ میں ملاحظہ قاری سے بحوالہ زر قاتی وغیرہ ذکر کیا ہے کہ کشف الظنون نے عقائد نسفیہ کو شیخ ابو حفص عمر نسفی متوفی ۷۵۳ھ کی طرف منسوب کیا ہے جو ذلت قدم ہے ان حضرات کی رائے میں یہ کتاب شیخ ابو الفضل برہان الدین محمد بن محمد بن محمد نسفی مولود ۶۰۰ھ متوفی ۶۸۶ھ یا (۶۷۹ھ) کی تصنیف ہے۔ قال محمد بن عبدالباقی الزرقانی المالکی فی شرح المواہب اللدنیہ فی بحث خصائص الامتہ الحمدیہ العقائد النصفیہ الذی شرحہ السعد السجستانی لابی الفضل محمد بن محمد بن محمد المعروف بالبرہان الحنفی النسفی لہ مختصر تفسیر الرازی و مقدمتہ فی الخلاف و تصانیف کثیرہ فی علم الکلام وغیرہ متوفی ۶۸۷ھ نہ ہو متاخر عن النسفی صاحب التفسیر و الفتاوی وغیرہ متوفی ۷۵۳ھ وغیر صاحب التکرز من الفوائد البہیہ۔

تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح..... مگر ان حضرات کا تخطیہ نظر غلط اور صاحب کشف کا انتساب صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ شارح عقائد علامہ تفتازانی نے تصریح کی ہے کہ یہ کتاب شیخ نجم الملئہ والدین عمر نسفی کی تصنیف ہے عبارت ملاحظہ ہو۔

”وان المختصر المسمی بالعقائد للامام الہمام قدوة علماء الاسلام نجم الملئہ والدین عمر النسفی

اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام یسمل من هذا الفن علی غرر الفرائد و درر الفوائد۔“

علامہ خیالی نے بھی اپنے حاشیہ میں اس پر کوئی تکیہ نہیں کی۔ وفی المعجم العلی النسفی هو نجم الدین ابو حفص عمر النسفی لہ ”العقائد النصفیہ“ متوفی ۷۵۳ھ البتہ صاحب کشف نے حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ کی کتاب ”عمدة العقائد“ کے ذیل میں جو یہ کہا ہے ”اولہ قال اهل الحق حقائق الاشياء ثابتہ اھ“ یہ باعث تردد ہے کیونکہ شیخ

ابو حفص عمر موصوف کی کتاب کا آغاز بھی انہیں الفاظ کے ساتھ ہے بہت ممکن ہے کہ دونوں کی عبارت میں توارد ہو ہمارے پاس حافظ الدین نسفی کی کتاب عمدۃ العقائد نہیں ہے دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ ہو سکتا ہے۔
وفات..... شیخ نجم الدین ابو حفص عمر نسفی نے شہر سمرقند میں شب پنج شنبہ ماہ جمادی الاولیٰ ۵۳۷ھ میں وفات پائی۔ مادہ تاریخ فقیہ والا قدر (۵۳۷) اور مقبول عصر (۵۳۷) ہے۔

روئے زندہ قابل دیدن دوبارہ نیست
روپس نہ کرد ہر کہ ازیں خاکداں گذشت
وفات کے بعد..... کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ منکر نکیر کے سوالات کا معاملہ کیسے گذرا۔ انہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے میری روح واپس کی اور منکر و نکیر نے سوالات کئے میں نے کہا کہ ان کا جواب نثر میں دوں یا نظم میں انہوں نے کہا کہ نظم میں بھلت۔

دینی محمد مصطفیٰ

لسال اللہ عنہ وعطاہ

ربی اللہ لالہ سواہ

دو دینی الاسلام و فعلی ذمیم

فہرست شروحات کتاب العقائد الشفیہ

نمبر شمار شرح	مصنف	سنہ وفات
۱ شرح العقائد	شمس الدین ابو الشاء محمد بن احمد اصفہانی	۵۷۳۹
۲ القلائد علی العقائد	شیخ جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود قونوی	۵۷۷۰
۳ القول الوالی شرح عقائد السفی	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن زین الدین ابو الحداد قاسم	-
۴ الدرۃ	شیخ ابن حزم اندلسی	-
۵ حل المعائد فی شرح العقائد	شیخ ملا زادہ ہروی خیر زبانی	-
۶ شرح العقائد	علامہ سعد الدین تفتازانی	۵۷۹۲
۷ القوائد القادرۃ فی شرح العقائد الشفیہ	عبد القادر بن ابو النصر محمد اور یس بن محمد محمود سلطانی	-

۴۶ صاحب شرح عقائد

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی کی تصنیف ہے جو عقائد نسفیہ کی تمام شروحات میں اعلیٰ و ارفع ہے ان کے حالات مختصر المعانی کے ذیل میں آئیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست حواشی شرح عقائد

نمبر شمار حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱ حاشیہ رمضان آفندی	شیخ رمضان بن محمد	-
۲ حاشیہ شرح عقائد	شیخ محمد بن غرس خفی	۹۳۲ھ
۳ حاشیہ الکنتی	شیخ مصلح الدین مصطفیٰ قسطلانی	۹۰۱ھ
۴ حاشیہ شرح عقائد	شیخ علاؤ الدین علی بن محمد معروف مصطفیٰ	۸۷۵ھ
۵ ==	شیخ محمد بن میناس	-

۱۔ از حدائق حنفیہ فوائد یہیہ کشف الظنون شذرات الذہب روح البیان الجواہر المہدیہ وغیرہ ۱۲

۵۲۹۳	ملا عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائی	==	۶
=	شیخ احمد بن عبد اللہ قریمی	==	۷
	شیخ محی الدین محمد معروف بیر الوجہ	==	۸
۵۹۱۲	شیخ شان الدین یوسف حمیدی	==	۹
۵۹۰۱	شیخ علاؤ الدین علی العربی	==	۱۰
۵۸۵۳	شیخ خضر شاہ رومی متحادی	==	۱۱
۵۹۰۱	شیخ محی الدین محمد بن ابراہیم نکساری	==	۱۲
۵۸۹۵	قاضی شہاب الدین احمد بن یوسف حصہ جلی سندھی		۱۳ تحفۃ الفوائد شرح العقائد
۵۹۲۰	حکیم شاہ محمد بن مبارک قزوینی		۱۴ حاشیہ شرح عقائد
۵۹۱۸	شیخ محمد قاسم غزنی شافعی معروف بابن الغرایلی	==	۱۵
	شیخ صلاح الدین معلم سلطان بایزید بن محمد خاں	==	۱۶
۵۱۰۶۷	ملا عبد الحکیم سیالکوٹی	==	۱۷
۵۸۱۹	شیخ عز الدین محمد بن ابی بکر بن جماعہ	==	۱۸
	شیخ منصور بطاوی شافعی		۱۹ مطلع بدور الفوائد و منبع جوہر الفرائد
	شیخ احمد بردی		۲۰ حاشیہ شرح عقائد
۵۱۰۴۱	شیخ ابراہیم لقانی مصری		۲۱ تعلیق الفرائد علی شرح العقائد
۹۰۵	علامہ محمد بن ابی شریف قدسی		۲۲ الفرائد فی حل شرح العقائد
	شیخ شہاب الدین احمد عینی		۲۳ حاشیہ شرح عقائد
	شیخ محمد بن احمد بن علی ہسوی	==	۲۴
۵۸۸۵	امام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی		۲۵ النکت علی شرح العقائد
۵۹۹۸	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی		۲۶ حاشیہ شرح عقائد
بعد ۵۸۶۲	علامہ احمد بن موسیٰ مشہور بخالی	==	۲۷
۵۱۰۱۰	شیخ نور الدین علی بن سلطان محمد قاری ہروی		۲۸ فرائد القلائد علی احادیث شرح العقائد
۵۹۱۱	شیخ جلال الدین سیوطی	==	۲۹
۵۹۹۲	قاضی نظام بدخشی		۳۰ حاشیہ شرح عقائد
۵۱۱۳۸	الیاس بن ابراہیم بن داؤد بن خضر کردی	==	۳۱
	ملا علاء الدین لاری	==	۳۲

(۴۷) صاحب مسایرہ

نام و نسب..... نام محمد، لقب کمال الدین، والد کانام عبد الواحد، لقب ہمام الدین، لور دواکانام جد الحمید، پردواکانام مسعود ہے سیواسی الاصل اور اسکندری الاقامہ ہیں لور ابن الہمام سے مشہور ہیں علامہ حموی نے حواشی اشباہ میں ذکر کیا ہے کہ ”الہمام“

۱۔ از کشف الظنون للملاکاتب چلی ”جلد ۱“ علماء ہند ۱۲

پرفل لام بعض مضاف الیہ ہے یہ اصل میں ہمام الدین ہے علامہ مظلوی نے در مختار میں اور ابن ابی شریف نے شرح مساریہ میں کہا ہے کہ یہ (یعنی ہمام الدین) کان کے والد عبد الواحد کا نام ہے۔
سنہ پیدائش..... ان کے والد عبد الواحد مشہور قضاہ میں سے ہیں اولاد سیواس میں قاضی رہے جو روم کا ایک شہر ہے پھر قاہرہ میں قاضی رہے اس کے بعد اسکندریہ میں قاضی مقرر ہوئے اور یہیں ایک مالگی للذہب قاضی کی صاحبزادی سے شادی کی جن کے بطن سے علامہ ابن البہام ۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ سیوطی نے بغیہ میں سنہ پیدائش ۷۹۰ھ اور صاحب مختار نے اس کے قریب قریب بتایا ہے۔

تحصیل علوم..... ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور ہدایہ شیخ سراج الدین عمر بن علی مشہور بقاری الہدایہ متوفی ۸۲۹ھ سے پڑھی۔ علوم عربیہ جمال حمیدی سے اور اصول وغیرہ علامہ بساطی سے اور حدیث ابو زرہ ابن البساطی عراقی سے حاصل کی۔ جمال حنبلی اور شمس شامی وغیرہ سے بھی حدیث کا سماع کیا اور علامہ مراغی و ابن ظہیرہ اور رقبہ مدینہ سے بھی اجازت حاصل کی۔ علم تصوف آپ نے شیخ خوانی سے اور علم قرأت علامہ زراعتی سے حاصل کیا تھانیز شیخ الاسلام ابو الولید محبت الدین محمد بن محمد بن محمد الحلبی سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے اور ان حضرات کی توجہات نے آپ کو امام عصر، علامہ دوراں اور بلند پایہ محدث بنادیا فقہ اصول فقہ، نحو، صرف، معانی، بیان حدیث، تفسیر، تصوف و سلوک، جدل و خلاف، منطق و موسیقی غرض تمام علوم و فنون میں یگانہ روزگار بنے کہا کرتے تھے کہ یہ معقولات میں کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ آپ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ صوفی کامل اور صاحب کشف و کرامات بھی تھے اور آپ پر جذب کی حالت طاری ہوتی تھی۔
فقہی مقام..... صاحب بحر علامہ ابن نجیم مصری نے آپ کو اہل ترجیح میں لکھا ہے لیکن دوسرے علماء نے آپ کو اہل اجتہاد میں شمار کیا ہے اور یہی رائے قوی ہے جس کی شاہد آپ کی تصنیفات و تالیفات ہیں آپ کے ہم عصر شیخ برہان انباسی فرماتے ہیں کہ میں نے دین کے بیچ دو دلائل طلب کئے، معلوم ہوا ابن ہمام سے بڑھ کر ان کا عالم ہمارے شہر میں کوئی نہ تھا۔
درس و تدریس و اشاعت علم..... تکمیل علوم کے بعد آپ آخر عمر تک اشاعت علم میں مشغول رہے۔ منصور اشرفیہ شیخونہ اور قبیۃ الصالحین میں ایک مدت تک درس و تدریس اور افتاء کا کام انجام دیا۔

محقق ابن البہام، علامہ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر تینوں ہم عصر ہیں لوگ اخذ حدیث کیلئے حافظ ابن حجر کی طرف اور اخذ فقہ و اصول کیلئے محقق ابن البہام کی طرف رجوع کرتے تھے شمس الدین محمد مشہو با بن امیر حاج حلبی، قاضی القضاہ عبد البر بن محمد بن محمد محبت الدین معروف بابن الشحہ اور سیف الدین محمد بن محمد بن عمر بن قطلوبغا شیخ محمد بن ابراہیم بن ابی الصفا ابو العدل زین الدین قاسم بن قطلوبغا وغیرہ تشنگان علم آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔
وفات..... ۸۱۳ھ میں قاہرہ آئے اور ایک عرصہ تک یہیں قیام کیا اس کے بعد حلب کی طرف منتقل ہو گئے اور بروز جمعہ ۷ رمضان ۸۶۱ھ میں دنیا سے کوچ کر گئے قال الشہاب المنصور سمدہ

زها كبخدا الخو درو ض انف. وادمع الطل على تكف. كانما الا غصان اذ تمايلت شرف سطت شرابا عليهم قوقف. كانما الدولاب ثكلى قد عذت. تندب شجواو الدموع ذرف كانما القمري فيه قارى. صبحا واوراق الغصون مصحف. كانما كل حمام همزة يحملها من كل غصن الف. كانما ربح الصبا معشوقته فالروح مصيبو نحوها ويعطف كانما زهر الرياض اعين. فاتحته اجفانها لا تطرف. فلا تشبه بالنجوم لطفها فانها من النجوم الطف. ولا تنفس بالبلدر وجه شيخنا. فانه عند الكمال يكسف بحر خضم في العلوم زاخر. صيف صقيل في الحقوق مرهف.

۱۔ قال الشيخ في فيض الباري و لعل ابن البہام لم تکن له اجازة عن الجاذف (یعنی ابن حجر) بالشافعیہ نعم يستقام ذکرہ بلطف الشيخ ان له اجازة منہ کتابتہ ۱۲۔

سل عنه فی العلم والحلم معا. فهو ابو حنیفہ والا حنف. لاثنا عطا ولا مستکبرا.
ولا اخر عجب ولا مستکف لا یطرف الکبر له شماتلا. ولا یهز جانبیه الصلف.
فهو من الخیر وانواع الثقی علی الذی کان علیہ السلف. فلو حلفت انه شیخ الہندی.
لصدق الناس و بر الحلف یادو حتم العلم التي قداینت. ثمارها والناس منها تقطف.
باسیدابه الانام تقتدی یار حمت به البلاء یکشف. قد کان لی بالخانقاه خلوة. الفقها دھرا.
و نعم المالف فقد لها وان لی من بعدها. لحالته اثر فیہا التلف. ومن عجیب ان اکون

شاعرا وليس لی فی اللھو بیت یعرف. لازلت محروس الجناب راقبا. فی شرف لا یعتبرہ سرف
تصنیفات و تالیفات..... آپ نے بہت سی مفید و معتبر کتابیں تصنیف کیں جن میں سے ہر ایک ایسے علمی مباحث و
نوائید پر مشتمل ہے جو دوسری کتابوں میں بہت کم ملتے ہیں۔

”فتح القدیر للعاجز الفقیر شرح ہدایہ آپ کی بے نظیر کتاب ہے اس کی ابتداء ۸۲۹ھ میں ہوئی مگر تکمیل نہیں ہو سکی
بلکہ کتاب الوکالت سے آخر کتاب تک علامہ شمس الدین احمد بن قودر مشہور بقاضی زادہ رومی متوفی ۹۸۸ھ نے مکمل کیا ہے۔
اصول فقہ میں ”التحریر“ بھی لا جواب ہے علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن الحاضرہ میں لکھا ہے کہ شیخ ابوالعباس احمد بن محمد
السری متوفی ۸۶۱ھ کے پاس آپ کی آمد و رفت رہتی تھی ایک مرتبہ آپ شیخ کے پاس آئے اور کتاب ”التحریر“ ہاتھ میں
تھی شیخ نے کتاب کو دیکھ کر فرمایا کہ کتاب تو بہت عمدہ ہے مگر اس سے کوئی نفع نہ اٹھا سکے گا فلان الامر کما قال الشیخ۔
عقائد میں ”مسایرہ“ بہت عمدہ اور داخل درس ہے فقہ میں ”زاد الفقیر“ بھی بہت عمدہ ہے اور ایک رسالہ اعراب
سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم پر بھی لکھا ہے۔

مسایرہ..... اس کا پورا نام ”المسایرہ فی العقائد المنجیۃ فی الاخرۃ“ ہے ابتداء آپ نے امام غزالی کے رسالہ قدسیہ کا
اختصار کیا تھا بعد میں کچھ زائد باتیں ذہن میں آئیں آپ نے ان کا اضافہ کیا اور ہوتے ہوئے کتاب پہلے مقصد سے نکل گئی اور
ایک مستقل تصنیف بن گئی۔ اس کتاب میں ایک مقدمہ ہے اور ایک خاتمہ اور چار ارکان مقدمہ میں فن کی تعریف وغیرہ ہے
اور رکن اول میں ذات باری رکن دوم میں صفات باری رکن سوم میں افعال باری رکن چہارم میں صدق رسول ﷺ کا بیان ہے
ہر رکن میں دس دس اصول ہیں اور خاتمہ میں ایمان و اسلام کی بحث ہے۔

شروح مسایرہ..... (۱) شرح مسایرہ از شیخ سعد الدین الدیری الحنفی متوفی ۸۶۷ھ (۲) شرح مسایرہ از شیخ قاسم بن قطلوبغا
الحنفی متوفی ۸۷۸ھ (۳) المسایرہ فی شرح المسایرہ از شیخ کمال الدین محمد بن محمد معروف بابن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ۔

(۴۸) صاحب حاشیہ خیالی

نام و نسب..... احمد نام شمس الدین نقب اور والد کا نام موسیٰ ہے خیالی سے مشہور ہیں بڑے محقق مدقن جامع معقول و
منقول عالم تھے حافظ ابن عماد حنبلی نے آپ کو امام علامہ لکھا ہے آپ نے مبانی علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی اس
کے بعد موسیٰ خضریٰ بن جلال الدین متوفی ۸۶۳ھ کی خدمت میں رہے۔

درس و تدریس..... آپ کے بہترین مشاغل تھے غیاث الدین ہاشم چلی اور کمال الدین اسماعیل بن بابی قرمانی مشہور بقرہ
کمال وغیرہ بڑے بڑے علماء نے آپ کی شاگردی کی ہے شروع میں آپ سلطانیہ درس میں مدرس تھے اور یومیہ میں درہم
پاتے تھے اس کے بعد کسی اور جگہ منتقل ہو گئے جب خطیب زادہ کے والد تاج الدین ابراہیم مشہور بابن الخطیب کا (جو مدرسہ

ازینق میں مدرس تھے انتقال ہو گیا تو وزیر محمود بادشاہ نے سلطان محمد خاں کی خدمت عالیہ میں علامہ خیالی کے متعلق عرضی پیش کی شاہ نے کہا یہ وہی شخص تو ہے جس نے شرح عقائد پر حواشی لکھے ہیں۔ محمود بادشاہ نے کہا میں ہاں! یہ وہی شخص ہے شاہ نے کہا بے شک یہ اس کا مستحق ہے اور علامہ خیالی عزم حج کر چکے تھے۔ قسطنطنیہ پہنچنے پر وزیر نے یہ بات ان کے گوش گزار کی موصوف نے کہا اب تو میں حج کا ارادہ کر چکا ہوں اگر آپ اپنی وزارت اور بادشاہ سلامت اپنی سلطنت بھی دیدے تب بھی سفر حج ملتوی نہیں کر سکتا چنانچہ آپ حج کیلئے چلے گئے اور واپس ہونے کے بعد کچھ دنوں تک مذکورہ مدرسہ میں مدرس کی اس کے بعد انتقال ہو گیا یہاں آپ کا روزینہ ایک سو تیس درہم تھا۔

زبد و تقوی..... پیکر علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عابد زاہد بھی تھے صوفیاء کے طریق پر ذکر و اذکار میں مشغول رہتے اور دن رات میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے اور اتنے نحیف البشہ تھے کہ انگشت شہادت اور انگوٹھے کے حلقہ میں ان کا بازو آجاتا تھا۔ مولوی غیاث الدین کا بیان ہے کہ میں دو سال برابر آپ کی خدمت میں رہا اور شہر ازینق میں میں نے آپ سے تعلیم بھی حاصل کی مگر کبھی آپ کو ہتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک روز جامع مسجد میں خواجہ زادہ کے ساتھ مباحثہ ہوا اور آپ اس پر غالب آگئے کسی نے آپ سے کہا کہ آج تو آپ خواجہ زادہ پر غالب آگئے آپ نے فرمایا کہ میں بھی ابن صابر بخیل کا سر ٹھوکتا ہی رہا راوی کا بیان ہے کہ میں نے صرف اسی دن آپ کو ہتے ہوئے دیکھا ہے خواجہ زادہ مذکور کی میر عوبیت کا یہ عالم تھا کہ وہ علامہ خیالی کے خوف سے بھی بستر پر نہیں سویا۔ جب علامہ خیالی کا انتقال ہو گیا تب اس نے کہا ”انا سئل بعد ذلک علی ظہری“

وفات..... آپ نے صرف تینتیس سال کی عمر پائی اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

عاشقالت کشیدہ نے زود باد

غافل از مرگ مہلت خواستند

بار کرنا نہیں کنا نہیں محل مجھ کو (بہار بیت)

اسر ملک عدم میں کروں کیونکر تاج

صاحب ”انجم اسمی“ نے سنہ وفات ۸۶۲ھ لکھا ہے صاحب کشف نے حواشی شرح تجرید کا تصدیق کراتے ہوئے سنہ وفات (۸۷۰ھ) ذکر کیا ہے اور حواشی شرح عقائد کے ذیل میں کہا ہے کہ ۸۶۰ھ کے بعد انتقال ہوا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حواشی شرح عقائد کی تاریخ تالیف آخر رمضان ۸۶۲ھ ہے صاحب انوار الباری نے ۸۸۶ھ لکھا ہے مگر یہ غلط ہے۔ تصانیف..... شرح عقائد پر آپ کے حواشی نہایت مشہور و مقبول اور متداول ہیں اس میں بعض مضامین ایسے دقیق و دشوار ہیں کہ ان کو حل کرنے سے بڑے بڑے فضلاء عاجز ہو جاتے ہیں لیکن علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی نے ان کا بھی بہترین حل کر دیا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

برائے حل او عبد الحکیم است

خیالات خیالی بس عظیم است

اوائل شرح تجرید پر بھی آپ کا بہت عمدہ حاشیہ ہے اور استاذ خضریٰ کے منظومہ العقائد کی شرح بھی کی ہے

نیز ایک حاشیہ عقائد عضدیہ پر بھی لکھا ہے۔

حواشی خیالی..... (۱) حاشیہ خیالی از شیخ کمال الدین اسماعیل قرمانی معروف بقرہ کمال (۲) حاشیہ خیالی از شیخ لطف اللہ بن الیاس رومی مقتول ۹۰۰ھ (۳) حاشیہ خیالی از شیخ رمضان بن عبد الحسن معروف بہ بہشتی متوفی ۹۷۹ھ (۴) حاشیہ خیالی از شیخ حسن بن حسین بن محمد (۵) حاشیہ خیالی از شیخ محمد عالم مرعشی معروف بچلی زلہ متوفی ۱۱۵۰ھ (۶) حاشیہ خیالی از شیخ خواجہ زادہ (۷) حاشیہ خیالی از شیخ حسن چلی بن الفتادی متوفی ۸۸۶ھ (۸) حاشیہ خیالی از ملا عبد الحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ (۹) حاشیہ خیالی از شیخ محمد سعید بن لام ربانی مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۷۰ھ (۱۰) تلیق بر خیالی از ملا نور محمد کشمیری متوفی ۱۱۹۵ھ (۱۱) حاشیہ خیالی از شیخ قول احمد۔ اے

۱۔ فوائد سہیہ۔ مقدمہ مدالرعایۃ کشف الظنون شقائق نعمانیہ شذرات الذہب حدائق خفیہ ۱۲۔

(۴۹) صاحب مسامرہ

نام و نسب اور پیدائش..... نام محمد، ابو لعلی کنیت۔ کمال الدین لقب۔ والد کا نام محمد لقب ناصر الدین ہے۔ ولادت کا نام علی اور کنیت ابو بکر ہے ابن ابی شریف قدسی سے مشہور ہیں ۵ ذی الحجہ ۸۲۲ھ کو شنبہ کی رات میں بمقام قدس پیدا ہوئے اور یہیں نشوونما پائی۔

تحصیل علوم..... پہلے قرآن پاک حفظ کیا پھر شاطبیہ اور نووی کی کتاب ”المہاج حفظ یاد کر کے حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی القضاۃ سعد الدین دیری حنفی وغیرہ کو سنائی شیخ زین الدین اور شیخ عماد الدین بن شرف سے فقہ حاصل کیا شباب بن ارسلاں کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ۸۴۴ھ میں قاہرہ پہنچے اور یہاں حافظ ابن حجر سے استفادہ کیا اور شیخ محقق ابن ہمام حنفی وغیرہ سے بھی سیرابی حاصل کی۔

درس و تدریس اور افتاء..... ۸۴۶ھ سے فتویٰ دینا شروع کیا ۸۵۳ھ میں حج کیلئے گئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ۸۷۹ھ میں والد ماجد دنیا سے رخصت ہو گئے تو ۸۸۱ھ میں آپ نے قاہرہ کو وطن بنالیا اور یہیں درس و تدریس کا مشغلہ رہا اور خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔

وفات..... کشف الظنون میں ہے کہ آپ نے ۹۰۵ھ میں وفات پائی۔

الموت کا سبب وکل الناس داخلہ

والقبر باب وکل الناس داخلہ

تصانیف..... علم فقہ میں ”اسعاد بشرح الارشاد“ اصول فقہ میں ”الدرر اللوامع“ بحر جمع الجوامع ”عقائد و کلام میں الفرائد فی حل شرح العقائد اور للمسامرہ شرح المساریہ تصنیف کی جو داخل درس ہے یہ حواشی شرح عقائد کے بعد کی تصنیف ہے تفسیر بیضاوی بخاری اور صفوۃ الزبد پر بھی کچھ تحریر فرمائی۔ صوب الغمام بھی آپ ہی کی تصنیف ہے آپ کے تلمیذ خاص مجیر الدین عبد الرحمن حنبلی نے الانس الجلیل بتاریخ القدس والتخلیل میں آپ کا ترجمہ قلمبند کیا ہے۔

(۵۰) صاحب امور عامہ

نام و نسب..... آپ کا نام مرزا محمد زاہد ہے قاضی محمد اسلم کے فرزند ارجمند ہیں مولانا خواجہ کو بی جو خراسان کے مشہور بزرگ اور شیخ طریقت تھے قاضی محمد اسلم انہیں کی ولادت میں ہیں مرزا زاہد کی پیدائش شہر ہرات میں ہوئی اس لئے نسبت میں یہودی کہلاتے ہیں۔

تحصیل علوم..... آپ نے اپنے والد ماجد قاضی محمد اسلم اور ملا محمد فاضل وغیرہ علماء عصر سے علوم مروجہ کی تکمیل کی اور صرف تیرہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کر کے علم و فن میں یکتاے روزگار ہوئے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں مرزا از مشرب صافی صوفیہ نیز بہرہ تمام داشتہ و صحبت یکے از اکابر ایں طریقہ دریافت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب مرزا صاحب کی ففقی قابلیت پر تنقید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”مرزا زاہد داخل اور فقہ کم بود امیر لے شرح و قایہ می خواندے حضرت جد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم صاحب) سبق نمی فرمود۔

ملازمت اور درس و تدریس..... ابتداً ۱۰۶۴ھ میں شاہ جہاں کی جانب سے کابل کی واقعہ نویسی پر مامور ہوئے پھر شاہ عالم گیر نے ۱۰۷۵ھ میں اردوئے معلیٰ (لشکر شاهی) کا محاسب بنالیا۔

اس زمانہ میں آپ کا قیام اکبر آباد میں رہا اور اسی زمانہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم

۱۔ تعلیقات طرب الاماکن کشف الظنون ۱۲۔

صاحب نے آپ سے مطلق و تلفیق کی تمام کتابیں پڑھیں ایک عرصہ کے بعد آپ کو کابل کی صدارت تفویض ہوئی پھر تمام منصوبوں سے استعفاء دیکر گوشہ نشینی اختیار کی اور تدوین و ترویج علوم کی خدمت اپنے ذمہ لے لی۔

دیانتداری اور پرہیزگاری..... حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے مرزا صاحب کی دیانتداری پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ مرزا صاحب نے رمضان شریف میں اپنے شاگرد رشید شاہ عبدالرحیم صاحب کی دعوت کی شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں مرزا صاحب کے مکان پر پہنچا افطار کا وقت قریب تھا ایک کباب فروش حاضر ہوا اور اس نے کباب کا پورا اٹوان مرزا صاحب کے سامنے رکھ کر عرض کیا یہ حضور کی نیاز ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ عزیز من میں تمہارا پیڑ نہیں استاد نہیں پھر نیاز کیسی۔ بظاہر کوئی اور غرض ہے اس کو بیان کرو کباب فروش نے پہلے تو یہی کہا کہ کوئی غرض نہیں مگر جب زیادہ اصرار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کی دکان لب سڑک ہے اور قاضی صاحب کے پیادے اس کو وہاں سے اٹھوانا چاہتے ہیں، بہر حال مرزا صاحب نے اس کی تسلی فرمائی اور لڑ شاہ فرمایا کہ محل کسی متدین پیادے کو بھیجوں گا جو تحقیق کر کے صحیح فیصلہ کر دے گا۔ اب آپ جائیے کباب فروش! حضور افطار کا وقت قریب آگیا، اب میں یہ کباب کہاں لے جاؤں، فروخت کا وقت بھی نہیں رہا میں نے تو یہ آپ ہی کیلئے بنائے تھے آپ ہی منظور فرمائیں۔ مرزا صاحب نے اپنے بچوں کے معلم سے فرمایا ان کبابوں کی قیمت طے کر کے مکان میں بھیج دو اور قیمت ان کے حوالے کر دو۔ چنانچہ معلم نے کباب فروش کو علیحدہ لے جا کر قیمت دریافت کی کباب والے نے صرف آٹھ آنے مانگے، معلم نے آٹھ آنے اس کے حوالے کر دیئے۔ شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے معلم سے کہا کہ یہ مال بہت زیادہ کا ہے، آٹھ آنے میں بھی اس نے خوشامد میں دیا ہے رشوت سے تو لب بھی خالی نہیں میری یہ گفتگو مرزا صاحب نے سن لی فوراً کباب فروش کو بلوا کر دریافت فرمایا۔ ان کبابوں پر کیا صرف ہوا ہے اور تمہاری محنت کتنی ہے۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ بہر کیف جب حساب کیا گیا تو ان کبابوں کی قیمت ساڑھے تین روپے ہوتی تھی۔ مرزا صاحب نے اس کو یہی قیمت دلوائی اور معلم کو بلا کر بہت ڈانٹا اور فرمایا: تم چاہتے ہو کہ اپنا روزہ حرام مال سے افطار کریں یہ کون سی عقلمندی ہے اور کیا خیر خواہی۔

گرامت و بزرگی..... حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب اگر وہ میں قاضی صاحب کے پاس حضرت شیخ سعدی شیرازی کے یہ دو شعر پڑھ رہے تھے۔

جز ستر عشق ہر چہ ستمانی بطالت ست

علی کہ رہ حق نہ نماید جہالت ست

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع ست

سعدی بغوی لوح دل از نقش غیر حق

چوتھا مصرعہ یعنی ”علی کہ رہ حق نہ نماید“ یاد نہیں آ رہا تھا اس کی وجہ سے بہت تنگ دل ہو رہے تھے کہ دفعۃً ایک شخص کبیل اوڑھے ظاہر ہوا جب وہ تیسرا مصرعہ پڑھ چکے تو اس شخص نے برابر سے نکل کر چوتھا مصرعہ پڑھ دیا جس سنتے ہی کھل گئے دوڑے اور جا کر مصافحہ کیا پوچھا آپ کا اسم شریف۔ کہا ”فقیر را مصلح الدین شیرازی می گویند یعنی عالم یقظہ میں حضرت شیخ سعدی کی روح نے مکمل ہو کر مصرعہ بتلایا۔

وفات حسرت آیات..... ۱۱۱ھ میں اس قاضی زاہد منٹش نے دنیا سے فانی سے کوچ کیا۔

دطن براون کاخ لامکاں کرد

ودل کلبہ نگ جہاں کرد

تصانیف..... جس زمانہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب شرح مواقف پڑھتے تھے مرزا صاحب نے شرح مواقف کا مشہور حاشیہ تحریر فرمایا۔ شرح تہذیب علامہ دوانی اور رسالہ تصور و تصدیق ملاقطب الدین رازی کے حواشی و شرح جہاں کل آپ کی مشہور تصانیف ہیں جو ہندوستان، بخارا اور کابل وغیرہ کے عربی مدارس میں داخل درس ہیں اور ایک عرصہ تک ان کتابوں کو اتنی اہمیت حاصل رہی ہے کہ کسی مولوی کو اپنے اقران میں اس وقت تک امتیاز حاصل ہی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ تبرکاتی سہی اعلم ان

العلم التجرداھ کے دو لفظوں ہی پر چند حروف بنام حاشیہ منقوش نہ کر دے ہوں مشہور ہے کہ مولانا محمد حسن کانپوری میرزا ہد کے تیس تیس حاشیوں کو سامنے رکھ کر پڑھ لیا کرتے تھے کتب مذکورہ کے علاوہ شرح تجرید پر بھی مرزا صاحب کے حواشی ہیں۔

فہرست حواشی کتاب امور عامہ

۱	حاشیہ بر امور عامہ	ملاحمد عبدالحق بن ملاحمد سعید بن ملاحمد قطب الدین فرنگی محلی
۲	حاشیہ بر امور عامہ	قاضی احمد علی بن سعید فتح محمد سندیلی
۳	حاشیہ بر امور عامہ	بحر العلوم عبدالمعلی بن نظامی الدین بن قطب الدین شہید
۴	حاشیہ بر امور عامہ	ملاحمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ بن اسعد
۵	حاشیہ بر امور عامہ	ملاحمد مبین بن ملاحمد اللہ لکھنوی
۶	حاشیہ بر امور عامہ	محمد وارث رسول نمایاں سی
۷	حاشیہ بر امور عامہ	مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملاحمد اللہ فرنگی محلی
۸	حاشیہ بر امور عامہ	مولوی عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی
۹	حاشیہ بر امور عامہ	مولوی وحید الزماں بن مولوی مسیح الزماں

درس نظامی میں سات کتب لوبیہ داخل درس ہیں، سب سے مغلطہ، حماسہ، متنی، مقالات، لختہ ایسن، مفید الطالبین، لختہ العرب

(۵۱) صاحب سب سے مغلطہ م ۵۵ھ

نام و نسب..... حماد نام، ابو القاسم کنیت راویہ لقب، والد کانام ساہواریا میسرہ ہے اور کنیت ابو لیلیٰ اور دادا کانام مبارک اور پردادا کانام عبیدہ ہے اس کی اصل و بطم کی تھی یہ ۹۰ھ میں (اور بقول حسن سندوی ۵۷ھ میں) کوفہ میں پیدا ہوا اور وہیں نشوونما پائی۔ کوفہ میں تین شاعر تھے اور تینوں کانام حماد تھا۔ ایک حماد بن عمر جو حماد عجز دے مشہور ہے اور ایک حماد بن الزبرقان اور ایک حماد راویہ۔

تعارف..... حماد شعر و اشعار، لغات و ادب اور معرفت و واقعات عرب میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ سیر و سیاحت سے اس کو بہت دلچسپی تھی، چنانچہ اس نے بہت سے شہروں اور ملکوں، دیہاتوں اور جنگلوں کا سفر کیا ہے مورخ زرنگی کتاب الاعلام میں اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتا ہے۔

اشعار ہا و اخبار ہا وانا بہا و لغاتہا

کان من اعلم الناس بایام العرب و

ان کے اشعار و اخبار اور انساب و لغات کا جاننے والا تھا

یہ لوگوں میں سب سے زیادہ عربوں کی جنگ ان

ابن النطاح نے ذکر کیا ہے کہ حماد ابتداء میں بڑا ابالی قسم کا آدمی تھا اکثر چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ رہتا تھا ایک مرتبہ اس نے کسی کے یہاں نقب لگایا اور صاحب خانہ کا سب مال نکال لیا۔ اس میں انصار کے اشعار کا ایک جز بھی تھا۔ حماد نے اس کو پڑھا اور پورے کو محفوظ کر لیا، اس کے بعد شعر و ادب لایم عرب اور لغات کی طلب میں لگ گیا یہاں تک کہ اس میں وہ کمال حاصل کیا جس کی نظیر نہیں۔

راویہ لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ..... ولید بن یزید اموی نے اس سے پوچھا کہ تمہیں راویہ کا لقب کیسے ملا۔ اس نے کہا میرا المومنین! میں نے ہر اس شاعر کے قدیم و جدید اشعار کو یاد کیا ہے جس کو آپ جانتے ہیں یا آپ نے اس کانام

۱۔ ابجد العلوم تذکرہ علماء ہند شاعرانہ ماضی، نظام تعلیم، حدائق حنفیہ ۱۲۔

سنائے نیز میں ان کے اشعار کی روایت بھی کرتا ہوں اس لئے لوگ مجھے راویہ کہنے لگے۔

ولید بن یزید کا تخیل..... یہ منکر ولید متحیر رہ گیا اور اس نے پوچھا کہ تمہیں کتنے اشعار یاد ہیں۔ حماد نے کہا کہ اس کثرت سے یاد ہیں کہ حروف معجم کی ترتیب سے ہر حرف پر سو قصیدے پڑھ سکتا ہوں اور یہ شعراء جاہلیت کے ان اشعار کے علاوہ ہوں گے جو مقطعات کہلاتے ہیں۔

قوت حافظہ اور آزمائش..... ولید نے بغرض امتحان اشعار سنانے کا حکم دیا چنانچہ حماد نے اشعار سنانا شروع کئے اور اتنے سنائے کہ ولید سنتے سنتے تھک گیا اور مجبور ہو کر اپنی جگہ اپنے ایک معتمد کو بٹھایا، حماد نے اس کو صرف عرب جاہلیت کے کچھ کم تین ہزار اشعار سنائے جب ولید کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم کیا۔

کہا جاتا ہے کہ کسی نے حماد سے کثرت روایتہ کے متعلق دریافت کیا اس نے کہا کہ میں سات سو قصیدے ایسے روایت کرتا ہوں جن میں سے ہر ایک کا آغاز ”بانت سعاد“ سے ہے۔

ایک مرتبہ طرمح شاعر نے حماد کو ساٹھ اشعار کا ایک قصیدہ سنایا حماد نے کہا یہ قصیدہ تیرا نہیں ہے اس نے کہا یہ کیسے۔ حماد نے کہا کہ میں یہی قصیدہ بیس اشعار کے اضافہ کے ساتھ سناتا ہوں جس سے خود ثابت ہو جائے گا کہ یہ قصیدہ تیرا نہیں ہے چنانچہ حماد نے اس کو اسی طرح سنلایا۔

حماد راویہ اور من گھڑت اشعار..... مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے ”وحی الہی“ میں ذکر کیا ہے کہ بنو امیہ اور عباسیہ کے عہد میں کچھ ایسے لوگ تھے جو خلفاء و امراء سے بیش از بیش انعام حاصل کرنے اور بعض دوسری اغراض کے لئے از خود کلام گھڑ گھڑ کر شعراء و خطباء جاہلیت کی طرف منسوب کر کے سناتے تھے ان وضاعین میں حماد راویہ اور خلف بن حیان الاحمر زیادہ مشہور ہیں۔ لام اصمعی کا قول ہے کہ حماد اعلم الناس ہے اگر وہ اشعار میں کمی بیشی نہ کرے علامہ یا قوت حموی لکھتے ہیں کہ اصمعی نے یہ اس لئے کہا کہ حماد کے متعلق عام خیال یہ تھا کہ وہ شعر از خود کہتا ہے اور پھر شعراء عرب کی طرف اسے منسوب کر دیتا ہے۔ مفصل جہی کا قول ہے کہ شعر پر حماد کی وجہ سے ایسی آفت ٹوٹی ہے جس کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی، یہ شخص قدیم شاعروں کے محاورات، انداز بیان اور ان کے لغات و اسلوب اداسے پوری طرح واقف تھا اس لئے ان کے ہی طرز میں شعر کہہ کر ان کی طرف منسوب کر دیتا تھا اور سوائے ماہر فن نقاد کے عام لوگوں کو امتیاز نہیں ہو سکتا تھا کہ اس قصیدے میں کتنے شعر شاعر کے ہیں اور کتنے خود حماد کے کہے ہوئے ہیں۔ یہی حال خلف الاحمر کا تھا اس کی تصدیق اس قصہ سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی نے مفصل جہی کو بلا کر پوچھا کہ زبیر بن ابی سلمیٰ نے اپنے قصیدے کا آغاز ”دع ذار عدالقول فی ہرم“ سے کیا ہے اس سے پہلے کوئی بات نہیں کی پھر اس نے ”دع“ کہہ کر خود کو کس بات کے ترک کا حکم کیا ہے۔ مفصل نے کہا حضور مجھے اس کی بابت کچھ معلوم نہیں البتہ یہ خیال ہوتا ہے کہ شاعر کسی فکر میں ڈوبا ہوا تھا یا کوئی شعر کہنا چاہتا تھا اس سے ہٹ کر اس نے کہا ”دع ذار“ اسی دع ماثت فیہ من الفکر وعدالقول فی ہرم“ مہدی نے حماد راویہ کو بلا کر پوچھا اس نے کہا قصیدے کا آغاز یوں ہے۔ لکن الدیار بقنۃ الحج۔ اقوین مذجج ومذہر لعب الزمان بہاد غیر ہا لعدی سوافی المورود القطر

قصر بمنذفع النحاتت من۔ صفوی الات الضلال والسدر۔ دع ذار وعدالقول ۱

مہدی نے مفصل سے کہا یہ اس نے کیا سنایا ہے۔ مفصل نے کہا حضور! یہ اس نے اپنی طرف سے گھڑا ہے۔ مہدی نے حماد سے حلف لیا تو حماد نے اس کا اعتراف کیا کہ واقعی یہ میرا کلام ہے مہدی نے حماد کو انعام دیا۔ لیکن مفصل کو اس سے زیادہ دیا اور عام اعلان کر لیا کہ ہم نے حماد کو عہد کی شعر کی بناء پر مفصل کو اس کی سچائی کی بناء پر انعام دیا ہے سو جو شخص نیا اور عمدہ شعر سننا چاہے وہ حماد سے سنے اور جو شخص صحیح روایت کے ساتھ سننا چاہے وہ مفصل سے سنے۔

حماد کی کہانی خود اس کی زبانی..... علامہ حریری نے ”درة الغواص“ میں اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں حماد کا بیان

نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ یزید بن عبد الملک کے یہاں میرا آنا جانا رہتا تھا جس کی وجہ سے اس کا بھائی ہشام مجھ پر ہمیشہ جو رجحان اور زیادتی کرتا رہتا تھا۔ جب یزید کا انتقال ہو گیا اور خلافت کی باگ ڈور ہشام کے ہاتھ میں آگئی تو مجھے اپنے متعلق اور اندیشہ ہو اس لئے میں نے باہر آنا جانا بند کر دیا اور گھر میں چھپ کر بیٹھ رہا اگر کوئی اشد ضرورت ہوتی تو خفیہ طور پر کسی قابل وثوق دوست کے ساتھ باہر جاتا اور ضرورت پوری کر کے واپس آ جاتا اسی طرح پور ایک سال گزر گیا مگر اس درمیان میں کسی سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جو میرے لئے باعث تردد ہو اس لئے میں مطمئن ہو گیا چنانچہ ایک روز میں نے رصافہ کی جامع مسجد میں نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا تو پولیس والوں سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے کہا حماد! امیر یوسف بن عمر نے بلایا ہے میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہی اندیشہ تھا اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ مجھے اتنی مہلت ملے گی جس میں اپنے گھر والوں کو ہمیشہ کیلئے الوداع کہہ کر آؤں۔ انھوں نے کہا ہر گز نہیں میں نے مایوس ہو کر خود کو ان کے حوالہ کر دیا اور وہ مجھے یوسف بن عمر کے پاس لے گئے وہ اس وقت ایوانِ امیر میں رونق افروز تھا میں نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دے کر مجھے ایک خط دیا جس میں یہ مضمون تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

من هشام امیر المومنین الی یوسف بن عمر الثقفی امام بعد فاذا قرأت کتابی هذا فابعث الی حماد الراویة من

یاتیک بہ من غیر ترویج وادفع له خمس مائة دينار وجملا مہربا یسر علیہ الا انتی عشرة لیلۃ الی دمشق۔

حماد کہتا ہے کہ میں نے اشرفیاں لیں اور اونٹ پر سوار ہو کر بارہ روز کی مسافت طے کر کے دمشق پہنچا اور اجازت طلب کر کے ”دار قراء“ میں داخل ہوا جہاں ہشام ریشمی سرخ لباس زیب تن کئے ہوئے سرخ قالین پر جلوہ افروز تھا میں نے سلام کیا ہشام نے سلام کا جواب دے کر مجھے اپنے قریب بلایا میں نے قریب ہو کر پاؤں کی اب اچانک دیکھا ہوں کہ وہ اندیاں نہایت حسین و جمیل موجود ہیں جن کے کانوں میں چمکدار موتیوں والے جھوٹے پڑے ہیں ہشام نے کہا: کہو حماد! کیا حال ہے۔ میں نے کہا: امیر المومنین! بحمد اللہ بخیر ہوں، اس نے کہا، جانتے ہو میں نے تم کو کیوں بلایا ہے۔ میں نے کہا نہیں! اس نے کہا ایک شعر کے متعلق معلوم کرنے کیلئے بلایا ہے کہ وہ کس کا ہے میں نے کہا وہ کون سا شعر ہے۔ تو ہشام نے یہ شعر پڑھا۔

قینہ فی یمینہا ابریق

ودعوا بالصبح یومہا فجاءت

میں نے عرض کیا حضور! یہ شعر عدی بن زید عبادی کے قصیدے کا ہے۔ ہشام نے کہا قصیدہ سناؤ میں نے قصیدہ سنایا بکر العاذلونی وضع الصبح۔ یقولون لی ما نستحق۔ ویلو مون فیک یا بئیر عبد اللہ والقلب عندکم موبوق۔ لیست اوری اذا کثر والعذل فیہما۔ اعد ویلو منی ام صدیق۔ قال حماد فانہیت فیہا لی قولہ۔

دعوا بالصبح یومہا فجاءت۔ قینہ فی یمینہا ابریق۔ قدمته علی عقار کعین الدلیک

صنی سلافہا الرروق۔ مرة قبل مزجہا فاذا ما۔ مرجت لذطعمہا من یذوق وطفافوقہا

فقا قیع کالیا۔ قوت حریر بنہا بالتصفیق۔ ثم کان المزاج ماء سحاب لاصری اجن ولا مطروق

حماد کا بیان ہے کہ قصیدہ سکر ہشام مستی میں جھومنے لگا اور بولا! حماد! تم نے خوب کہا پھر اس نے باندی سے کہا کہ اسے جامی پلا چنانچہ اس نے مجھے ایک گھونٹ شراب پلائی جس سے میری تہائی عقل ماؤف ہو گئی پھر ہشام نے قصیدہ کا اعادہ کر لیا میں نے دوبارہ سنایا تو اس نے دوسری باندی سے شراب کے لئے کہا اس نے بھی اسی طرح شراب پلائی اس کے بعد ہشام نے کہا حماد! بول کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا ان میں سے ایک باندی عنایت کر دیتی تھی ہشام نے کہا یہ دونوں مع سازو سامان تیری ہیں۔ اس کے بعد پھر شراب کا دور چلا اور میں اتنا دہوش ہو گیا کہ صبح تک کچھ خبر نہیں رہی جب صبح ہوئی تو

دیکھا کہ دس خادم ہیں جن میں سے ہر ایک کے پاس دس دس ہزار درہموں کی تھیلیاں ہیں ان میں سے ایک خادم نے کہا کہ امیر المومنین نے سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ آپ یہ عطیہ لیجئے اور اپنے سفر میں اس سے فائدہ اٹھائیے چنانچہ میں وہ دونوں باندیاں لور زر نقد لے کر واپس آگیا۔

سبعہ معلقہ..... زمانہ جاہلیت کی مختصر سی مدت میں جو شاعری روایت کی گئی ہے وہ اتنی زیادہ ہے کہ اس کو یکجا کرنا مشکل ہے حالانکہ اس کا بڑا حصہ راویان شعر کے فاتحانہ معرکوں میں مر جانے کی وجہ سے تلف ہو گیا ابو عمر و بن العلاء کا قول ہے کہ ”عرب کی شاعری کا بہت ہی کم حصہ تم تک پہنچا ہے اگر وہ تمام ملتا تو تم کو علم و حکمت اور شعر و ادب کا بہت بڑا حصہ ملتا“ لیکن اس بہت سے حصہ کی نسبت بھی جاہلیت کی طرف غیر صحیح اور اس کی روایت مشکوک ہے کیونکہ شاعری کی تدوین دوسری صدی ہجری سے قبل تک نہیں ہوئی تھی اور اتنے طویل زمانہ تک شاعری کا زبانی منتقل ہوتے رہنا اس امر کے امکانات رکھتا ہے کہ اس میں تبدیلیاں، اضافے اور مصنوعی اشعار جگہ جگہ ہیں دور جاہلیت کی شاعری کے مشہور راوی حماد اور خلف الاحمر کے متعلق من گھڑت شعروں کو جاہلی شعراء کی طرف منسوب کرنے کا شیوہ جو ہم ذکر کر چکے ہیں اس گمان کی مزید تصدیق کرتا ہے شاید وہ انچاس قصیدے جنہیں ابو زید قرشی نے جنمہ اشعار العرب میں جمع کیا ہے قدیم شاعری کی سب سے زیادہ صحیح روایت اور جاہلی شاعری کے طرز و ادواء و اسلوب بیان کی کچھ مثال پیش کرتے ہیں اور ان میں بھی اعتبار روایت سب سے زیادہ مستند اور بلحاظ حفاظت و عنایت سب سے زیادہ معتد معلقات (یا نہ ہبات یا سموط) ہیں جن کے متعلق غالب رائے یہ ہے کہ وہی ایسے سات قصائد ہیں جو تمام مورخین کے خیال کے مطابق عربوں کے منتخب و پسندیدہ قصائد تھے جنہیں اب زور سے و صیلوں پر لکھوا کر اظہار مقبولیت اور دائمی شہرت کے لئے خانہ کعبہ پر آویزاں کر دیا گیا تھا چنانچہ ان میں سے بعض تو فتح مکہ کے دن تک وہاں لٹکے ہوئے تھے اور کچھ اس آگ کی نذر ہو گئے تھے جو اسلام سے قبل خانہ کعبہ میں لگی تھی۔ بعض لوگ ان قصائد کے خانہ کعبہ پر آویزاں کئے جانے کی بے ادب دلیل معقول تردید کرتے ہیں۔ متقدمین میں اس خیال کے مؤید ابو جعفر نحاس متوفی ۳۳۸ھ ہیں جنہوں نے شرح معلقات میں لکھا ہے کہ ”یہ کہنا کہ یہ قصائد خانہ کعبہ پر آویزاں کئے گئے تھے روایت کوئی سند نہیں رکھتا“ اور متاخرین میں جرمن مستشرق پروفیسر نولڈ کی ہے جس نے اپنی کتاب میں اس خیال کو ترجیح دی ہے کہ معلقات کے معنی منتخبات یعنی پسندیدہ اور چنے ہوئے قصائد ہیں اور یہ نام حماد نے ان قصائد کو لگے میں لٹکے ہوئے ہاروں سے تشبیہ دیتے ہوئے رکھا ہے اس کی مزید تقویت کیلئے یہ دلیل پیش کی ہے کہ ان قصائد کو ”سموط“ بھی کہتے ہیں جس کے معنی ہاروں کے ہیں، فرانسیسی پروفیسر سکا میں ہیار جس نے اپنی زبان میں تاریخ ادب عربی پر کتاب لکھی ہے وہ بھی نولڈ کی کی رائے سے پورے طور پر متفق ہے حالانکہ اہم عمد ناموں کو کعبہ پر آویزاں کرنا زمانہ جاہلیت کا ایسا دستور ہے جس کے آثار اسلام آنے کے بعد بھی باقی رہے چنانچہ قریش نے اپنی وہ قرار داد بھی خانہ کعبہ پر آویزاں کی تھی جس میں انھوں نے آنحضرت ﷺ کی دعوت اسلام پر آپ کی حمایت میں اٹھنے والے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے ترک موالات کا تہیہ کیا تھا نیز خلیفہ ہارون رشید نے بھی وہ عمد نامہ خانہ کعبہ پر آویزاں کیا تھا جس میں اس نے اپنے بعد اپنے دو بیٹوں امین اور مامون کو خلیفہ بنانے کا عمد لیا تھا۔ پھر ان قصائد کے بارے میں ایسا تسلیم کر لینے میں کون سا امر مانع ہے جبکہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ عرب شاعری سے کس قدر متاثر ہوتے تھے اور ان میں شاعروں کو کس درجہ عزت و وقعت تھی، ثانیاً یہ ایک ایسی رسم ہے جس کی مثالیں یونانی ادب میں بھی ملتی ہیں چنانچہ وہ قصیدہ جو غنائی شاعری کے سربر آوردہ شاعر ”بندار“ نے ڈیگورس کی مدح میں کہا تھا اسے بھی لموس میں لہنتہز کے معبد کی دیواروں پر اب زور سے لکھایا گیا تھا۔

۱۔ حریری نے درۃ الغواص، میں یہ قصہ اسی طرح نقل کیا ہے لیکن اس میں ایک اشکال تو باجاریہ اسقہ پر ہے کیونکہ ہشام شراب نول نہیں تھا (الایہ) کہ اس کے سامنے صرف دوسروں نے پی ہو کر دوسرا اشکال ان ہشاء العثالی یوسف بن عمر النخعی پر ہے کہ اس وقت یوسف مذکور والی عراق نہیں تھا بلکہ دالی عراق خالد بن عبد اللہ القسری تھا جیسا کہ اہل تاریخ نے ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

سبعہ معلقہ کے سات قصیدوں کے کہنے والے شعراء امرؤ القیس، زبیر بن ابی سلمیٰ، طرفہ بن العبد، لبید بن ربیعہ، عنتربہ بن شداد، عمرو بن کلثوم، اور حارث بن حلزہ ہیں۔ پہلا قصیدہ..... ملک الشعراء امرؤ القیس حمد بن حجر بن عمرو کندی کا ہے جو نبی کریم ﷺ کی بعثت سے تقریباً چالیس سال قبل گزر رہا ہے (انجم العظمیٰ میں ہے کہ بیاسی سال قبل گزرا ہے) یہ معزز خاندان کا نجیب الطرفین بچہ تھا اس کا باپ بنو اسد کا بادشاہ اور شاہان کندہ کی نسل سے تھا اس کی ماں کلیب و مہبل کی بہن تھی۔ امرؤ القیس کے معنی عبدالمصنم کے ہیں امراء بمعنی عبد اور قیس بمعنی بت، اسی وجہ سے امام المصمم اسکو امراء اللہ کہا کرتے تھے مگر صحیح یہ ہے کہ امراء بمعنی مرد اور قیس بمعنی شدت ہے۔

امرو القیس کا بچپن نہایت ناز و نعم میں گذر۔ سرداری کے ماحول میں بڑھا۔ بعد میں اس کی عادتیں بگڑ گئیں اور عے نوشی، عشق بازی، کھیل کود اور شعر و شاعری میں لگ گیا آوارگی و دل لگی اپنا شیوہ بنایا اور مجدد سرداری کے بلند کاموں میں حصہ لینے سے گریز کرنے لگا اسی لئے لقب ملک الضلیل ہو گیا تھا بد چلن ہو جانے کی وجہ سے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا۔ یہ اپنے باپ کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا گھر سے نکلنے پر اس نے آوارہ گردوں اور لوباشوں کے گردہ میں شرکت کر لی اور شدہ شدہ یہ یمن کے ایک علاقہ ”دمون“ میں پہنچا جہاں اسے اپنے باپ کے مرنے کی اطلاع ملی جسے بنو اسد نے اس کے ظالمانہ رویہ کی بنا پر قتل کر ڈالا تھا، باپ کی موت کی خبر سن کر امرؤ القیس نے کہا۔

دمون اننا معشر یمانون

تطاول اللیل علینا دمون

واننا لاهلنا مجنون

اس کے بعد کہنے لگا ”ضیع صغیر او حملی دمہ کبیر الا صحو الیوم ولا سکر غد الیوم خرو غدا“ میرے باپ نے کم سنی میں تو مجھے گھر سے نکال دیا اور بڑے ہونے پر اپنا خون مجھ سے اٹھولیا۔ آج ہوش نہیں اور کل نشہ نہیں آج شراب اور کل معاملہ کی بات۔ پھر اس نے یہ شعر کہا۔

ولافی غدا ذکان ماکان مشرب

خلیلی مافی الیوم مصحی لشارب

اس کے بعد اس نے قسم کھائی کہ جب تک اپنے باپ کے عوض بنو اسد کے سو آدمیوں کو قتل نہ کر لوں اور سو کے سر مونڈ کر ان کو ذلیل نہ کر لوں اس وقت تک نہ گوشت کھاؤں گانہ شراب پیوں گانہ سر میں تیل ڈالوں گارات کو جب تاریکی چھائی اور اس نے دور کہیں بجلی کو نہ دیکھی تو کہا۔

لہ ارقت لبرق بلبل اهل. یضی سناہ باعلی الجبل. اتائی حدیث فکلذبتہ

بامر تزعزع منه القلل. بقتل بنی اسد ربهم. الاکل شترے سواہ جلل

اگلے روز اس نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کیلئے اپنے صحیلی خاندان بکرو تعلق سے مدد چاہی اور بنی اسد کی طرف کوچ کیا اور ان پر ہلہ بول دیا۔ بنو اسد نے اس سے کہا کہ اپنے باپ کے عوض ان میں سے سو معزز آدمی بطور فدیہ قبول کر لے لیکن وہ نہ مانا اور جنگ پر مصر رہا بنو تعلق و بنو بکر نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اوھر منذر بن ماسل

نے اپنی دیرینہ عداوت کی وجہ سے امرؤ القیس کا پیچھا لیا جس پر امرؤ القیس کی حامی جماعتیں منذر کے ڈر سے منتشر ہو گئیں اور اس کو کہیں پناہ نہ مل سکی بالاخر اس نے سول بن عادیا کی پناہ لی اس کے پاس اپنی زر ہیں المات رہیں اور شمر غانی کے نام سفارشی خط لکھو لیا تاکہ وہ اسے قیصر تک پہنچا دے اس زمانہ میں قیصر شاہ روم مقام چستیاں میں تھا جب امرؤ القیس اس

آلے میں اس بجلی کیلئے بیدار رہا جو رات میں کوندی اور اس کی روشنی پہاڑ کے بالائی حصے کو روشن کر رہی ہے مجھے ایک ایسی خبر پہنچی ہے جس سے پہاڑ کی چوٹیاں لرز جائیں لیکن میں نے اس کی تصدیق نہیں کی وہ خبر یہ ہے کہ بنو اسد نے اپنے آقا کو قتل کر دیا ہے یہ اتنی اہم خبر ہے کہ اس کے بعد تمام دوسری چیزیں بے وقعت اور حقیر ہیں۔

کے پاس پہنچا تو اس نے نہایت گرم جوشی اور احترام سے اس کو خوش آمدید کہا قیصر کا خیال تھا کہ وہ امر و القیس کو اپنا بنالے اس کے بعد عربوں میں وہ اپنی قوت بڑھا کر ایرانی حکومت کا زور توڑ سکے گا چنانچہ اس نے ایک بڑا لشکر امر و القیس کے ساتھ روانہ کر دیا لیکن بعد میں خیال بدل جانے کی وجہ سے لشکر کو واپس بلا لیا، اسی اثنا میں امر و القیس کسی جلدی بیماری میں مبتلا ہو گیا جس کی وجہ سے اس کے بدن میں زخم پڑ گئے اور گوشت گل گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب امر و القیس لشکر لے کر چلا گیا تو طراح لہدی نے قصر سے اس کے خلاف شکایتیں کر کے قیصر کو در غلایا تا کہ وہ امر و القیس سے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے سکے، چنانچہ قیصر نے امر و القیس کو ایک زہر آلود کار چوٹی جوڑا بھیجا اس وقت امر و القیس فقرہ پہنچ چکا تھا اس جوڑے کے پہننے کے بعد اس کی وہ حالت ہوئی جو لو پرندہ کور ہوئی امر و القیس کے مندرجہ ذیل اشعار سے اس قصہ کی تائید بھی ہوتی ہے۔

لہ لقد طمح الطماح من نحو ارضه . لیلیسنی من دانه ماتلبسا . و بدلت قرحا دامیا بعد صحته

فیا لك نعمی قد تحولت ابوسا . فلو انھا نفس تموت سویتہ . ولكنھا نفس تساقط انفسا

امر و القیس بچپن ہی میں شعر کہنے لگا تھا، طبیعت کا تیز اور نہایت ذہین تھا اس کی شاعری میں الفاظ کی شوکت مشکل الفاظ کی کثرت، شعروں کی عمدہ بندش، ندرت خیال اور حسن تشبیہ پائی جاتی ہے مسلسل سفروں خطرات کے مقابلوں اور مختلف معاشروں میں اختلاط نے اس کے دماغ کو کھول کر خیر کر دیا تھا چنانچہ وہ نئے نئے معانی و مضامین پیدا کرتا، انوکھے اور جدید اسالیب اختیار کرتا تھا اس کی شہرت و برتری غیر معمولی ذہانت اور بلند مرتبہ کی وجہ سے اس کے زمانے کے بہت سے لوگوں کے اشعار بھی اس کی شاعری میں جگہ پا گئے ہیں کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے محبوب کے کھنڈروں پر کھڑے ہونے اور رونے کی رسم ایجاد کی اس کی شاعری میں شاہی شوکت و سطوت، فقیرانہ تواضع و مسکنت، قلندرانہ مستی، پھرتے شیر کی حیثیت، آوارگی کی ذلت و بے حیائی، زخم خوردہ کے شکوے اور نالے سب ہی یکجا ملتے ہیں انہیں وجوہ کی بناء پر تمام ادباء کا اتفاق ہے کہ شعراء عرب میں کوئی شاعر امر و القیس سے نہیں بڑھ سکا، اس کو ملک الشعراء اور اشعر الناس کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، بعض روایات میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد منقول ہے ”ان امرمو القیس اشعر الناس وقائد ہم الی النار وانہ یدہ لواء الشعر“ ”تمتہ البلاغۃ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے جس میں آپ نے امر و القیس کو تمام شعراء پر ترجیح دی ہے لبید شاعر سے لوگوں نے پوچھا

سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ لبید نے کہا الملک الضلیل (یعنی امر و القیس) لوگوں نے کہا اس کے بعد کون ہے۔ لبید نے کہا الشاب القتیل (یعنی طرفہ) لوگوں نے کہا اس کے بعد کون ہے۔ لبید نے کہا الشیخ ابو عقل (یعنی لبید) فردزدق شاعر سے کسی نے پوچھا اشعر الناس کون ہے۔ فردزدق نے جواب دیا اشعر الناس وہ ہے جو یہ کہتا ہے۔

لہ ما ذرفت عینک الایضربی . بسہیمک فی اعشار قلب مقعل . خلف کا قول ہے کہ میں نے امر و القیس کے اس شعر سے زیادہ جامع شعر نہیں دیکھا۔

افادو جاد وساد وزاد . وقاد و زاد وعاد و افضل

امر و القیس جس طرح شعر و شاعری میں تمام جاہلی دور کے شاعروں کا لام و قائد تھا اسی طرح عشق بازی میں بھی سب سے پیش پیش تھا اپنی پیاز لوبن عزیزہ سے عشق کرتا اور اس کی ملاقات کا مشتاق رہتا تھا، ایک مرتبہ قبیلہ کو سفر کا اتفاق ہوا

لہ طراح اپنے وطن سے اس لئے آیا کہ اپنی الجھن اور مصیبت بھ پر ڈال دے اور میں صحت کے بعد خوشی زخموں میں مبتلا ہو جاؤں افسوس اس نعمت و خوش حالی پر جو تکالیف و شدائد میں تبدیل ہو جائے اگر میری جان صرف ایک اسکے آوی ہی کی موت ہوتی تو کوئی مضائقہ نہ تھا لیکن یہ تو ایسی جان ہے جو بہت سی جانیں لے ڈوے گی۔ ۱۲۔ ۱۔ تیری دونوں آنکھیں اٹکل نہیں ہو میں مگر صرف اس لئے کہ تو اپنی دونوں (نگاہوں کے) تیروں کو (میرے) شکستہ دل کے ٹکڑوں میں بٹا دے۔ وقد اجمع عند عبدالملک اشراف من الناس والشعراء فالہم عن ارق بیت قالہ العرب فاجتمعوا علی بیتہ وما ذرفت ۱۲۵۱

حسب دستور مردوں کا قافلہ آگے تھا مگر یہ خفیہ طور پر عورتوں کی جماعت کے ساتھ ہو لیا جو مردوں سے پیچھے چل رہی تھیں راستہ میں ایک تالاب واقع ہوا جس کا نام زار بطیل تھا جب عورتیں وہاں پہنچیں تو مشورہ ہوا کہ نہانا چاہئے امرؤ القیس یہ معلوم کر کے کسی جگہ چھپ گیا۔ جب عورتیں کپڑے اتار کر تالاب میں داخل ہو گئیں تو اس نے تالاب کے کنارے سے ان کے کپڑے اٹھائے اور ایک درخت پر چڑھ گیا۔ عورتیں غسل سے فارغ ہو کر تالاب سے باہر نکلیں تو کپڑے نہ پائے، تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ امرؤ القیس نے اٹھائے ہیں عورتوں نے کپڑوں کی واپسی پر اصرار کیا لیکن اس نے یہ شرط لگائی کہ ہر عورت اس کے سامنے برہنہ آئے۔ مجبوراً عورتیں برہنہ سامنے آئیں اس معلقہ میں اسی واقعہ کا بیان ہے جو اکیسا اشعار پر مشتمل ہے جس کا آغاز ”تضائبک من ذکرى حبیب و منزل“ لکھ سے ہے۔

امرؤ القیس نے ۵۶۰ھ میں وفات پائی اور جیل عیب میں دفن ہوا ابن القلی کہتے ہیں کہ موت کی مدہوشی کے وقت اس کی زبان پر یہ کلمات رواں تھے زب خطبتہ معجزة و طعت مسحفرة و جفتہ معنجرہ بقی غدا بانقرہ کتنے فصیح بلغ خطبے نیزوں کے تیز طعنے اور لبریز پیالے کل انقرہ میں رہ جائیں گے۔

دوسرا قصیدہ..... طرفہ بن عبد بن سفیان بکری کا ہے جو بلند پایہ شاعر، بھو گوئی میں بڑا جری اور شریف الاصل تھا امرؤ القیس کے بعد شعراء عرب میں کوئی اس کے مثل نہ تھا یہ شیبی کی حالت میں پیدا ہوا تھا اور اس کے چچاؤں نے اس کی پرورش کی تھی لیکن انھوں نے تربیت میں لاپرواہی برتی اور اسے بے لوب اور بے ڈھنگ بنا دیا چنانچہ یہ جوان ہوا تو بیکاری، آرام پرستی، کھیل کود اور مے نوشی کی عادت پڑ چکی تھی لوگوں کو بے آبرو کرنے کا چسکا لگ چکا تھا یہاں تک کہ جوانی کی ترنگ میں آکر اس نے شاہ عمرو بن ہند کی بھو کہہ ڈالی حالانکہ یہ شاہ کی خوشنودی و عطیات کا محتج تھا۔ طرفہ بچپن ہی سے نہایت ذہین و طبع، حساس و زود فہم تھا ابھی بیس برس کا بھی نہ ہوا تھا کہ شاعری میں کمال حاصل کر لیا اور اس کا شمار بلند پایہ شاعروں میں ہونے لگا کہتے ہیں کہ اس نے اپنی زندگی میں جو پہلا شعر کہا وہ یہ تھا۔

ونفزی ماشئت ان ققری

خلالك الجوفیضی اصفری

لابدبو ما ان تصادی فاصبری

قد رفع الفخ فما ذاتحدری

طرفہ کا باپ بہت سال چھوڑ کر مرا تھا اس کے چچاؤں نے مال تقسیم کرنے سے انکار کیا تو طرفہ نے کہا۔

صغر البنون وربط وردة غیب

ماتنظرون بمال وردة فیکم

حتى تظل له الدماء تصب

قد بیعت الامر العظیم صغیرہ

بکر فسا قیہا المنایا تغلب

والظلم فرق بین حی وائل

والکذب یالفہ المذلنی الا حیب

والصدق یالفہ الکریم المرتجی

لیکن عمرو بن کلثوم کی طرح اس کی شہرت بھی اس کے معلقہ کی وجہ سے ہوئی ممکن ہے اس کے اور بہت سے اشعار بھی ہوں جو رولویوں کے علم میں نہ آسکے ہوں، کسی چیز کے وصف میں مبالغہ کو چھوڑ کر راست بیانی سے کام لیتا اس کی خصوصیت ہے اس کے اشعار میں پیچیدہ ترکیبیں، ناموس الفاظ اور مبہم مضامین پائے جاتے ہیں جو اس کے معلقہ سے ظاہر ہیں یہ معلقہ ایک سو پانچ اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے ”لخولہ اطلال بیرقہ تہمداه“ اس کی ابتداء تغزل سے ہے اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے طرفہ نے نہایت انوکھے انداز سے پینتیس شعروں میں اپنی لومنی کی تعریف کی ہے پھر اپنے ذاتی کمالات پر مشتمل فخریہ شاعری ہے جو نہایت پر مغز اور بلغ ہے۔

طرفہ کو اس کی عین حالت شباب میں (یعنی چھبیس سال کی عمر میں) قتل کر دیا گیا، جس کا واقعہ مفصل بن عمر

لہ اس کا ثبوت طرفہ کی بہن خرق کے مرثیہ کے اشعار ہیں۔

فلما توفیها استوی سیدافخما

عددنالہ ستاو عشرین حجت

علی خیر حال لا ولید ولا فجما (بقیہ اگلے صفحہ پر)

فجغابہ لما رجونا ایابہ

بن یعلیٰ ضیتسی نے یوں بیان کیا ہے کہ عبد عمرو بن مرہب قبیلہ کاسر دار اور شاہ عمرو بن ہند کا مقرب تھا اور طرفہ کی بہن اس سے منسوب تھی بہن نے ایک روز شوہر کے متعلق اپنے بھائی طرفہ سے کوئی شکایت کی طرفہ نے بہنوئی کی بچو میں کچھ اشعار کہہ دیئے جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

وان له كشحا اذا قام اعضما

لا ولاخير فيه غير ان له الفنى

يقطن عيب من سرارة ملهما

تظل نساء الحي يعكفن حوله

یہ اشعار شاہ عمرو بن ہند تک پہنچ گئے اس کے بعد ایک روز بادشاہ عبد عمرو بشر کے ساتھ شکار کیلئے نکلا اور ایک گور خر شکار کر کے عبد عمرو سے ذبح کرنے کیلئے کہا، عبد عمرو نے بہت کوشش کی مگر شکار قابو میں نہ آیا، بادشاہ نے یہ دیکھا تو ہنس کر کہا کہ طرفہ نے تیرے بارے میں صحیح کہا ہے اور بچو یہ اشعار سنائے۔ اس سے پیشتر طرفہ عمرو بن ہند کی بچو بھی کر چکا تھا۔ عبد عمرو نے بادشاہ سے اشعار سن کر عرض کیا حضور! طرفہ نے آپ کی شان میں جو کچھ کہا ہے وہ اس سے بھی سخت ہے اور وہ اشعار سنائے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

دغوثا حول قبتنا تخور

لے قلت لنا مكان الملك عمرو

بادشاہ کو یہ سکر طیش آگیا اور کہنے لگا کہ اچھا وہ میرے بارے میں ایسا کہتا ہے فوراً بحرن میں معطلی نامی شخص کو جو قبیلہ عبد قیس سے تعلق رکھتا تھا حکم لکھوا دیا کہ وہ طرفہ کو قتل کر دے اس پر بعض مشیر کاروں نے مشورہ دیا کہ مکس پرانا گھاگ اور طرفہ کا دوست ہے طرفہ کے قتل کے بعد اس سے بچو کا خطرہ ہے اس لئے دونوں کو قتل کر دیا جائے چنانچہ بادشاہ نے دونوں کو بلایا اور انکو دوسرے بند لگانے کا حکم دیا۔ بحرن کے نام دئے جن میں دونوں کے قتل کا حکم تھا مگر ظاہر یہ کیا کہ ان خطوط میں تمہارے لئے انعام و اکرام کا حکم ہے بادشاہ نے خود بھی ان کو اس وقت ہدیے دیئے یہ دونوں بچ کچھ کر رہے تھے ہونے کے مقام حیرہ میں پہنچے تو مکس نے بادشاہ کے بے سبب اظہار کرم سے کھٹک کر طرفہ سے کہا کہ مجھے تو کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے، بلا وجہ یہ عزت و احترام نہیں ہے میں ایسا خط لے کر نہ جاؤں گا جس کے متعلق مجھے معلوم نہ ہو کہ اس میں کیا لکھا ہے طرفہ نے کہا تم بے وجہ بادشاہ کی طرف سے بدگمانی کرتے ہو اور کی کیا بات ہے اگر انعام ملا فہماور نہ واپس آجائیں گے لیکن مکس نہ مانا اس نے خط کی مہر کھول دی اور اہل حیرہ میں سے ایک غلام سے پڑھوایا غلام نے خط دیکھ کر کہا تو مکس ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں! کما حقہ نکل ورنہ تیرے قتل کا حکم ہے مکس نے خط لے کر نر حیرہ میں پھینک کر کہا۔

كذلك اتنى كل قط مضلل

القيتها بالشي من جنب كافو

يوجود بها التارفي كى جدول

رضيت لها بالماء لمارا نيتها

نیز طرفہ سے کہا کہ یقین کر بخدا جو میرے خط کا مضمون ہے وہی تیرے خط کا ہے طرفہ نے کہا یہ ضروری نہیں کہ تیرے لئے حکم قتل ہو تو میرے لئے بھی ہو طرفہ نے جب مکس کا کہنا نہ مانا تو وہ فوراً واپس ہو گیا اور طرفہ عامل بحرن کے پاس خط لے کر پہنچا۔ عامل نے کہا طرفہ! سن تو ایک شریف الاصل انسان ہے علاوہ ازیں تیرے خاندان والوں سے میرے اچھے تعلقات ہیں مجھ کو تیرے قتل کا حکم دیا گیا ہے بس ابھی بھاگ نکل ورنہ اگر خط کھول لیا گیا تو سوائے قتل کے اور کوئی چارہ نہ ہو گا لیکن طرفہ اب بھی نہ مانا اور یہ خیال کیا کہ عامل انعام دینے سے بچنے کیلئے ایسا کہہ رہا ہے بہر حال خط پڑھا گیا اور طرفہ کی خواہش کے مطابق پہلے اس کو شراب پلا کر مست بنایا گیا اور پھر قتل کر دیا گیا۔

اس کی عمر پچیس سال کی ہوئی تھی اور وہ گرفتار سردار ہو گیا تھا اسکی موت کا صدمہ ہمیں اس وقت پہنچا جب ہم یہ امید کر رہے تھے کہ وہ بخیر و عافیت واپس آئے گا اور اس وقت جب وہ نہ تو لڑکا تھا نہ سن رسیدہ تھا۔

اے اس میں تجزاس کے کوئی بھی خوبی نہیں کہ وہ مالد ار ہے اور اس کمر ناک ہے ہے قبیلہ کی عورتیں اس کے ارد گرد چکر لگاتے ہوئے کہتی ہیں کہ یہی مجبور کی شان ہے۔

اے کاش کہ عمرو بن بادشاہ کے بجائے جو کہ ہمارے فیوں کے آس پاس بڑا بڑا پھر تا ہے کوئی دوسرا بادشاہ ہوتا۔ ۱۲

تیسرا قصیدہ..... زہیر بن ابی سلمیٰ ربیعہ بن ربیع مزنی کا ہے جو نبی کریم ﷺ کے عہد سے کچھ پہلے گذرا ہے اس نے اپنے باپ کے رشتہ داروں (بنو عطفان) میں تربیت پائی اور ایک زمانہ تک اپنے باپ کے ماموں شامہ بن عذیر کی صحبت میں رہا جو صاحب فراش مریش تھا اور اس کے کوئی اولاد نہ تھی وہ نہایت دانشمند شخص تھا اصابت رائے، بلند پایہ شعری اور کثرت مال کی وجہ سے وہ ناموری حاصل کر چکا تھا چنانچہ زہیر نے شاعری میں اس کی خوشہ چینی کی اس کے علم و حکمت سے متاثر ہوا جس کا تین ثبوت اس کی شاعری کے وہ جواہر حکمت مہم پہنچاتے ہیں جن سے اس نے اپنی شاعری کو مرصع کیا ہے۔

یوں بھی شاعری میں یہ خانوادہ ممتاز حیثیت رکھتا تھا، زہیر کا باپ ربیعہ، اس کی دونوں بہنیں سلمیٰ اور خنداؤ دونوں لڑکے کعب اور جحیر (جو مسلمان ہو گئے تھے) قابل ذکر شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو زمانہ جاہلیت میں اولاد زہیر اور زمانہ اسلام میں اولاد جریر کے سوا کسی دوسرے شاعر کو میسر نہیں، زہیر ان شاعروں میں سے ایک ہے جنہیں مدح، کماؤتیں، اور حکیمانہ مقولے نظم کرنے میں کامل دسترس حاصل تھی نیز یہ جاہلیت کے تین مایہ ناز شعراء میں سے ایک ہے بلکہ بعض لوگ تو اسے نابغہ ذہیلی اور امر واقفیس سے بھی بڑھاتے ہیں چنانچہ قدامہ بن موسیٰ جو بہت اونچے عالم شاعر ہیں وہ زہیر کو تمام شعراء پر مقدم کرتے ہیں اور اس کے اس قول کو بے حد پسند کرتے ہیں۔

والمائلون الى ابوابه طرقا

قد جعل المبغون الخير في هرم

يلق السماحت فيه والندی خلقا

من یلقی یوما علی علاقته هرما

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا کلام غریب الفاظ پیچیدہ عبارت، بیہودہ خیالات اور فحشیات سے منزہ اختصار جامعیت نیز راست گفتاری اور حکمت سے پر ہونے کے باعث دیگر شعراء کے کلام سے ممتاز ہے حضرت عمر بن الخطاب سے منقول ہے کہ آپ نے لوگوں سے کہا تم اپنے سب سے بڑے شاعر کا شعر سناؤ، لوگوں نے کہا وہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا زہیر، لوگوں نے پوچھا یہ کس لئے۔ آپ نے فرمایا ”کان لا يعاقل بين القول ولا تليح حوشي الكلام ولا يمدح الرجل الا بما هو فيه“ کہ نہ اس کی بات میں تعقید و پیچیدگی ہوتی ہے اور نہ یہ نادر و غریب کلام کو جگہ دیتا ہے نیز یہ ہر شخص کی تعریف انہیں اوصاف کے ساتھ کرتا ہے جو اس میں موجود ہوتے ہیں وہو القائل

من المجد من يسبق اليها يسود

اذا ابتدرت قيس بن غيلان غايته

سبوق الى الغايات غير مخلد

سبقۃ الیہا کل طلق مبرز

ولكن حمد المرليس بمخلد

فلو كان حمد يخلد الناس لم تمت

عکرمہ بن جریر کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: اشعر الناس کون ہے۔ انھوں نے کہا کہ دور جاہلیت میں یا دور اسلام میں۔ میں نے کہا دور جاہلیت میں، انھوں نے کہا دور جاہلیت میں اشعر الناس زہیر ہے۔ میں نے کہا اچھا دور اسلام میں۔ انھوں نے کہا دور اسلام میں اشعر الناس فروق ہے، میں نے کہا اخطل کس درجہ میں ہے۔ انھوں نے کہا اخطل شہنشاہوں کی تعریف خوب کرتا ہے اور شراب کا بہت اچھا شہ کھینچتا ہے۔

ایک مرتبہ عبدالملک نے شعراء کی ایک جماعت سے کہا سب سے زیادہ پر مدح شعر بتاؤ تو تمام شعراء نے بالاتفاق زہیر کا یہ شعر پیش کیا۔

كانك تعطيه الذي انت مائله

تراه اذا ما جئته متهللا

زہیر بڑی دماغ سوزی اور غور و فکر کے بعد شعر کہتا تھا اس کے قصیدے حویلیات یعنی یکساں کاوشوں کے نتیجے کہلاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک قصیدہ چار مہینہ میں نظم کرتا، پھر چار ماہ تک اسے کاٹ چھانٹ کر درست کرتا، اس کے بعد چار ماہ تک اساتذہ فن کے سامنے پیش کرتا اور عوام میں ایک برس سے قبل اسے پیش نہیں کرتا تھا زہیر دولت و ثروت کے باوجود

خوش اخلاق، نرم مزاج، بردبار، صائب الرائے، پاکباز، صلح پسند خدا اور روز قیامت پر کامل ایمان رکھنے والا تھا، اس کے معلقہ کے ان اشعار سے اس امر کا ثبوت مہیا ہوتا ہے۔

لیخفی ومہما یکتم اللہ یعلم

۱۔ فلا تکمن اللہ مافی صدورکم

لیوم حساب او یعجل نینقم

یوخر فیو ضع فی کتاب فیدخر

اس کا معلقہ پینسٹھ اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے ”امن ام اولی دمنت اہ“ اس میں اس نے حارث بن عوف بن ابی حارث مری اور ہرم بن سان بن ابی حارث مری کی تعریف کی ہے کیونکہ انھوں نے قبیلہ عیس و ذبیان کے مابین صلح کو پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا اور دیت کا تمام بار (تین ہزار اونٹ) اپنے سر لے لیا تھا۔

واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عیسوی شخص درہن جاہل بنی نے ہرم بن مضمعم کو جنگ عیس و ذبیان میں صلح ہونے سے قبل قتل کر دیا تھا اس کے بعد دونوں قبیلوں میں صلح ہو گئی مگر ہرم بن مضمعم کا بھائی حصین بن مضمعم صلح میں شامل نہ ہوا اور یہ قسم کھالی کہ جب تک اپنے بھائی کے قاتل یا بنی عیس میں سے خاص بنی غالب کے کسی شخص کو قتل نہ کر لوں اپنا سر نہ دھوؤں گا، حصین بن مضمعم کے اس عہد کی کسی کو خبر نہ ہوئی اس کے بعد ایک عیسوی شخص اس کے ہاں بطور مہمان آیا، حصین نے اس سے یہ دریافت کر کے کہ وہ عیسوی خاندان سے ہے اور بنو غالب سے منسوب ہے قتل کر دیا اس واقعہ کی خبر حارث بن عوف اور ہرم بن سان کو ملی تو ان پر بہت شاق گذر اور بنی عیس کو خبر ہوئی تو وہ آمادہ جنگ ہو کر حادث کی طرف روانہ ہو گئے حادث نے ان کے آمادہ پیکار ہونے کی خبر سن کر پوری دیت (خون میا) اور اپنا بیٹا ان کے پاس بھیج دیا اور قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ دیت میں اونٹ لینا پسند کرتے ہو یا قصاص میں میرے بیٹے کا قتل۔ ربیعہ بن زیاد نے قوم کو حادث کا یہ پیغام سنایا بنی عیس نے کہا کہ نہیں! ہم اونٹ لے کر باہم صلح کرنے کیلئے آمادہ ہیں اس طرح یہ صلح پایہ تکمیل کو پہنچی۔

ان لوگوں کی عالی ظرفی سے زہیر بہت متاثر ہوا چنانچہ اس نے اپنے مشہور معلقہ کے ذریعہ ان کی مدح کی اور بعد میں بھی برابر ہرم بن سان کی مدح میں لمبے لمبے قصیدے کہتا رہا، ہرم بن سان نے بھی قسم کھالی تھی کہ زہیر جب بھی اس کی مدح میں کچھ کہے گا یا اس سے کچھ طلب کرے گا یا اس کو دعا سلام سے یاد کرے گا تو وہ اسے ایک غلام یا باندی یا گھوڑا ضرور بخشے گا یہاں تک کہ زہیر اس کی بے شمار بخششوں کو قبول کرتے کرتے شرمایا گیا اور بعد میں جب وہ ہرم کو کسی مجمع میں دیکھتا تو کہتا ہرم کے سوا تم سب بخیر ہو اور مبدک دن گذارو، پھر کہتا کہ جس کو میں نے دعا میں شریک نہیں کیا ہے وہ تم سب سے بہتر ہے۔ حضرت عمر بن الخطاب نے ہرم کے کسی لڑکے سے کہا اپنے باپ کی تعریف میں زہیر کے کچھ اشعار تو سناؤ جب وہ کچھ اشعار سنا چکا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کماز بہر تم لوگوں کی تعریف میں خوب شعر کہتا تھا لڑکے نے کہا بخدا ہم لوگ اس کو دیتے بھی خوب تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے اسے جو کچھ دیا تھا وہ تو ختم ہو چکا اور اس نے جو کچھ تم کو دیا ہے وہ باقی ہے زہیر نے سو سال سے زیادہ طویل عمر پائی جیسا کہ اس کے شعر سے معلوم ہوتا ہے۔

تبا عا و عشا اعشھا و ثمانیا

بدالی الی عشت تسعین حجت

یعنی مجھ پر یہ ظاہر ہو چکا کہ میں لگاتار نوے سال پھر دس سال اور آٹھ سال (ایک سو آٹھ برس) زندہ رہ چکا ہوں اس نے ہجرت سے گیارہ سال قبل وفات پائی۔

چوتھا قصیدہ..... ابو عقیل لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب عامری کا ہے جو نجیب النسل، شریف النفس بڑا فیاض، نہایت دانا اور پیکر مہر و مروت تھا طبیعت میں شجاعت سخاوت اور جسارت بہت زیادہ تھی یہی وہ اخلاق و جذبات ہیں جو اس کی شاعری میں رواں دواں نظر آتے ہیں۔

۱۔ خدا سے اپنے دلوں کا حال چھپانے کی کوشش مت کرو کیونکہ اس پر تو ہر پوشیدہ چیز آشکارا ہے اگر اسے بدلہ لینے میں تاخیر منظور ہوتی ہے تو محفل نامہ میں لکھ کر قیامت کے دن پر پھٹوی کر دیتا ہے اور اگر تجھ پر منظور ہوتی ہے تو دنیا ہی میں بدلہ لے لیا جاتا ہے ۱۲

اس نے جو دو سخاورد جنگی ماحول میں پرورش پائی، اس کا باپ ربیعہ پریشانی حال لوگوں کا چلاؤ دے گا چچا عامر بن مالک ”ملاعب الاستہ“ (نیزوں سے کھیلنے والا) قبیلہ مضر کا نامور بہادر اور شہسوار تھا، نابینہ زیبانی نے لبید کے بچپن ہی میں کہہ دیا تھا کہ یہ بچہ بنو ہوازن میں سب سے بڑا شاعر ہوگا۔

اس کی شہر گوئی کا حقیقی سبب یہ ہے کہ ان کے قبیلہ لور بنی عیس میں نسلی عداوت تھی اتفاق سے یہ دونوں قبیلے نعمان بن منذر کے دربار میں حاضر ہوئے بنو عیس ربیع بن زیاد کے زیر قیادت تھے اور عامری لوگ ان کے چچا ملاعب الاستہ کی سرداری میں۔ ربیع بن زیاد جو عیس (لبید کے بھائی خاندان) کا سردار اور نعمان بن منذر کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ تھا اس نے پہلے ہی بنو عامر (لبید کی قوم) کا برے الفاظ میں تذکرہ کر کے نعمان کو ان کے خلاف بھڑکا دیا چنانچہ جب وفد بنو عامر بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے ان کو بلندی مقام نہ دیا بلکہ ان سے بے رخی برتی جس سے قبیلہ کی بڑی خقیق ہوئی اور اس بدسلوکی سے بنو عامر کو سخت صدمہ ہوا اور یہ لوگ پشیمان ہو کر دربار سے واپس ہوئے لبید اس وقت کم سن تھا اس نے حالات دریافت کئے لیکن اس کے بچپن کی وجہ سے کسی نے حالات نہ بتائے مگر اس نے اصرار کر کے حالات دریافت کئے اور وفد سے کہا کہ کل مجھے بھی دربار میں ساتھ لے جانا میں ربیع کی ایسی سخت جھو کہوں گا کہ وہ تمام عمر بادشاہ کو منہ نہ دکھاسکے گا، لوگوں نے کہا جھو کہنے سے پہلے ہم تمہاری قوت بیان کا امتحان لیں گے۔ اس نے کہا وہ کیسے۔ لوگوں نے کہا پہلے تم اس بوٹی کی برائیاں بیان کرو، اس وقت ان کے سامنے ایک باریک شاخوں، کم چوں والی زمین پر پیچھی ہوئی ”ترہ“ نام کی ایک بوٹی تھی لبید نے برجستہ کنہا شروع کیا کہ یہ بوٹی نہ آگ میں جلانے کے کام آتی ہے نہ گھر میں لگائی جاتی ہے نہ کسی کیلئے مسرت کا باعث ہے نیز اس کی لکڑی کمزور ہوتی ہے اس کے فوائد بہت کم ہیں شاخیں چھوٹی چھوٹی، چاروں میں سب سے بدتر چارہ اور مشکل سے اکھڑنے والی ہے اس پر لوگوں نے لبید کو جھو گوئی کی اجازت دیدی چنانچہ اس نے ایک بہت تیز جھتی ہوئی جھویر رجز کی جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے ”مہلا بیت اللعن لاتا مل معہ“ بادشاہ سلامت اذرا ٹھہریے، خدا آپ کو بلند اقبال عطا کرے اس کے ساتھ کھانا نہ کھائیے۔ اس رجز کو سننے کے بعد نعمان بن منذر، ربیع سے دل برداشتہ ہو گیا، اسے اپنے دربار سے نکال دیا اور بنو عامر کو اعزاز و احترام سے نواز کر اپنا مقرب بنالیا، کہتے ہیں کہ لبید کی یہی وہ پہلی رجز تھی جو اس کی شہرت کا باعث بنی، بعد ازاں لبید عمدہ قطعات اور طویل منظومات کتار ہا یہاں تک کہ جب دنیا میں نور نبوت ظاہر ہوا اور آنحضرت ﷺ نے قبائل کو اسلام کی دعوت دی تو یہ بھی اپنے قبیلہ کے ہمراہ دربار نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے نہایت پاکباز انسان بنے قرآن پاک حفظ کیا اور شعر و شاعری کو بالکل ترک کر دیا فرمایا کرتے تھے کہ اب ہمارے لئے شاعری کے بجائے قرآن کافی ہے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ”اشدنی من شعرک“ اپنے کچھ اشعار سناؤ تو انھوں نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی اور کہا اب میں شعر نہیں کہہ سکتا کیونکہ حق تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرہ سکھادی ہے اس پر حضرت عمر نے دو ہزار کے عطیہ میں پانچ سو کا اضافہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اسلام لانے کے بعد صرف ایک ہی شعر کہا تھا جو بقول ابوالیقہان یہ ہے۔

حتى كسانی من الاسلام سر بالا

الحمد لله اذ لم ياتني اجلي

خدا کا ہزار ہا شکر ہے کہ اس نے مجھے جامہ اسلام سے لبوس کئے بغیر تمیں مارا، بعض حضرات نے یہ شعر ذکر کیا ہے۔

والمر يصلحه بلطيس الصالح

ماعاتب المراء الكريم كفه

یہی وجہ ہے کہ آپ اسلام کے بعد طویل عمر پانے کے باوجود جاہلی شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔

الربیع بن قیس جو عامر بن الطفیل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تھا یہ لبید کا مالک شریک بھائی تھا نبی کریم ﷺ نے اس کے حق میں بددعا فرمائی تھی جس کے نتیجہ میں اس پر بجلی گری اور اس نے اس کو جلاؤ الا بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ آیت ویرسل الصواعق فیصیب بها من یشاء اسی کے حق میں نازل ہوئی ہے لبید کے اشعار ذیل اسی سے متعلق ہیں۔

ارهب نوء السماء والامد
بالقارس عند الكرهيت النجد
بلينا وماتبلى النجوم الطوالع. وتبقى الديار بعننا والمصانع
نفار قنى جار باريد نافع. فلا جزع ان فرق الدهر بيننا
وما الناس الا كالديار واهلها. بهايوم حلوها وعذوا بلاقع
بحور وما وابعده ما هو ساطع. وما المال والا هلون الادواع
وما الناس الا اعمالان فاعمل. تير ما بيني وآخر رافع
ومنهم شقى بالمعيشة قانع. اليس ورائي ان تراخت منيتي
اخبر اخبار القرون التى مضت. ادب كافى كلما قمت راكم
تقدم عبدالقين والسيف قاطع. فلا تبعدن ان المنيت موعده
علينا فدان للطلوع وطالع اماذل ما يدريك الا تظنها. اذار حل السفار من هوراجع

اجزع مما اخذت الدهر بالفتي. واسى كريم لم تصبه القوارع
لبید کی شاعری فخریہ شاعری اور شرافت و کرم کا مرفع ہے اس کی نظم کی عبارت پر شوکت اور الفاظ کی ترتیب خوشنما
ہے جس میں بھرتی کے الفاظ نہیں ہیں نیز وہ حکمت عالیہ و موعظت حسنہ اور جامع کلمات سے مزین ہے ہمارا خیال ہے کہ
مرثیہ نگاری اور صابرو محزون کے جذبات کی عکاسی کے لئے جو مناسب الفاظ اور پراثر اسلوب آپ اختیار کرتے ہیں اس میں
اپنی نظیر نہیں رکھتے، آپ ہی سب سے پہلے شاعر ہیں جس نے چاکلوں کو بطوں سے تشبیہ دی حیث قال۔

تضمن بيضا كالا وزظرفها
لبید کا معمول تھا کہ جب پورب کی ہوا چلتی تھی تو عام مہمانی کرتا تھا جس میں سیکڑوں اونٹ ذبح کرتا تھا بڑھاپے میں
جب دولت کی طرف سے جنگی ہوئی تو یہ معمول فضا ہونے لگا۔ ولید بن عقبہ کو خبر ہوئی تو اس نے سو اونٹ بھیج دیئے کہ
معمول میں فرق نہ آنے دو، لبید نے اپنی لڑکی سے کہا کہ اس شخص نے میرے ساتھ احسان کیا ہے لیکن اب مجھ سے شعر
نہیں کہے جاتے میری طرف سے تو شکریہ کے اشعار کہہ دے، اس پر لڑکی نے یہ اشعار کہے۔

اذا هبت رباح ابى عقيل. دعونا عند هبتها الوليدا
اعز الوجه ابيض عشميا
نحرنها واطمعنا الشريدا

آخری شعر یہ تھا۔

فعدان الكريم له معاد. وظنى باین اروى ان يعودا

(ترجمہ) دوبارہ بھی ایسی ہی فیاضی کر کیونکہ شریف آدمی بار بار فیاضی کرتے ہیں اور گمان ہے کہ تو ایسا ہی کرے گا۔
چونکہ اس شعر میں اظہار حاجت تھا اس لئے لبید نے بیٹی سے کہا کہ اور شعر بہت اچھے ہیں لیکن آخری شعر غیرت
کے خلاف ہے۔

آپ کا معلقہ نواسی اشعار پر مشتمل ہے جسکے الفاظ پر زور ہیں اور اسلوب پختہ، وہ بدوی زندگی اور بدویوں کے اخلاق و عادات
کی منہ بولتی تصویر ہے اسکے ساتھ ساتھ اس میں عاشقوں کی شوقیوں اور لواہزم لوگوں کے بلند مقاصد کا وصف بھی ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب شہر کوفہ بسایا گیا تو حضرت لبید یہیں اقامت پذیر ہو گئے تھے ایک سو تیس سال کی
عمر پر کواک خلافت معاویہ ۴۱ھ میں وفات پائی اور صحراء بنی جعفر بن کلاب میں مدفون ہوئے تاریخ الادب العربی میں مدت

عمر ایک سو پینتالیس برس اور الشعر والشعراء میں ایک سو ستاون ۱۵۷ برس لکھی ہے خود حضرت لبید کا شعر ہے۔

وسوال هذا الناس كيف لبید

ولقد سئمت من الحياة وطولها

یعنی حقیقت یہ ہے کہ میں زندگی اور اس کے طول سے اکتا گیا ہوں اور لوگوں کے بار بار یہ پوچھنے سے (تک آگیا ہوں) کہ لبید کا کیا حال ہے۔

یا سچو! قصیدہ..... عمرو بن کلثوم بن مالک تغلبی کا ہے جو زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہے، اس نے جزیرہ فرات میں قبیلہ تغلب کے معزز و باحساب لوگوں میں پرورش پائی، جو ان ہونے پر بڑے لوگوں کی طرح خود دار، غیور، بہادر اور فصیح و خوش گفتار ہوا، ابھی پندرہ برس کا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اپنی قوم میں معزز اور قبیلہ کا سردار بن گیا۔

بسوس کی وجہ سے بکرو تغلب (کے دو خاندانوں) میں لڑائیاں ہوتی تھیں ان میں یہی روح رواں تھا جس نے پوری مستعدی و جانبازی سے ان لڑائیوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے بالاخر دونوں قبیلوں نے متفقہ طور پر آل منذر کے شاہان حیرہ میں سے ایک بادشاہ عمرو بن ہند کے ہاتھ پر صلح کر لی۔ مگر یہ صلح کچھ زیادہ مدت تک باقی نہ رہی اور جلد ہی ان کے سرداروں میں پھوٹ پڑ گئی ان کی رگ حمیت پھڑکنے لگی یہاں تک کہ انھوں نے عمرو بن ہند کے دربار ہی میں جھگڑنا شروع کر دیا بکر قبیلہ کا مشہور شاعر حادث بن حلوہ کھڑا ہوا اور اس نے اپنا شعرہ آفاق معلقہ پڑھ کر سنایا جس کی وجہ سے شاہ کی نظر عنایت اس کی قوم کی طرف ہو گئی حالانکہ وہ پہلے تغلبیوں کا طرف دار تھا اس پر عمرو بن کلثوم شاہ سے ناراض ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

اس کے متعلقہ (قصیدہ) کے کہنے کا محرک یہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ شاہ عمرو بن ہند نے اپنے مقربین اور خاص درباریوں سے دریافت کیا کیا آج عرب میں تم کوئی ایسا شخص بتا سکتے ہو جس کی ماں میری ماں کی خدمت کرنا باعث ذلت و عار سمجھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ نمر بن کلثوم جس کے متعلق ”اعز من کلب“ (کلب سے بھی زیادہ باعزت ہے) کی مثل مشہور ہے اس کی ماں کیلئے بنت مہلبل کے سوا ہمیں ایسی کوئی عورت نظر نہیں آتی کیونکہ اس کا باپ مہلبل بن ربیعہ ہے، چچا کلب بن وائل اعز العرب ہے شوہر کلثوم بن عتاب عرب کا جو نمر و شمسور ہے اس کا بیٹا عمرو بن کلثوم بنی تغلب کا واحد دامیہ ناز سردار ہے شاہ نے یہ معلوم کر کے برائے آزمائش عمرو بن کلثوم کے نام پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملاقات کا متمنی ہوں نیز میری والدہ آپ کی والدہ سے ملاقات کا اشتیاق رکھتی ہیں اگر ہم دونوں کی یہ آرزو ایک ساتھ پوری ہو جائے تو بہت مناسب ہوگا۔

چنانچہ عمرو بن کلثوم نے شاہ کا یہ پیغام سن کر اپنے ہمراہ سردار ان بنی تغلب اور والدہ کے ساتھ قبیلہ کی شریف عورتیں لیں اور جزیرہ سے شاہ کی ملاقات کیلئے دربار میں حاضر ہو۔ شاہ نے فرات و حیرہ کے درمیان شامیانے توائے اپنی حکومت کے امراء و ساء کو مدعو کیا اور وہ سب وہاں جمع ہو گئے عمرو بن کلثوم شاہ کے پاس تخت پر بیٹھا اور اس کی والدہ شاہ کی والدہ کے خیمہ میں فروکش ہوئی شاہ عمرو بن ہند نے اپنی والدہ کو پہلے ہی سکھادیا تھا کہ عمرو بن کلثوم کی والدہ سے کوئی خدمت لینے۔

چنانچہ اس نے باتوں باتوں میں لیے سے کہا: بذرا مجھے یہ طبق (سینی) اٹھا دیجئے، لیلیٰ نے عزت و وقار برقرار رکھتے ہوئے کہا، جس کو ضرورت ہو خود اٹھا لے، شاہ کی والدہ نے دوبارہ تقاضا کیا اس پر لیلیٰ نے ”واذاہ یا تغلب“ (وائے ذلت بنی تغلب کی رہائی) کا پر زور نعرہ لگایا، یہ الفاظ سنتے ہی عمرو بن کلثوم جو شاہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا سمجھ گیا کہ ضرور والدہ کی تحقیر ہوئی ہے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا چنانچہ وہ نہایت غضب ناک و خشم آگین اور برا فروختہ ہو کر اٹھا، شاہ کی تلوار جو قریب میں پئی لٹکی ہوئی تھی (اور اس کے علاوہ کوئی تلوار وہاں موجود نہ تھی) کھینچ کر شاہ کے سر پر ماری اور اس کو وہیں بھرے دربار میں قتل کر دیا اور اپنی جماعت کو شاہ کا گھر لوٹ لینے کا حکم دیدیا چنانچہ شاہ کا سارا سارا زو سامان اور تمام لونٹ لوٹ لئے گئے اور عمرو بن کلثوم وہاں سے فوراً جزیرہ واپس چلا گیا۔

عمرو بن کلثوم کا پورا گھر انہ بڑا بہادر اور نہایت جری تھا چنانچہ عمرو بن کلثوم کے لڑکے عتاب نے بشر بن عمرو بن

عمر بن کلثوم نے منذر بن العثمان بن اللہذر کو قتل کیا، اسی لئے انھیں کہتا ہے۔

قتلا الملوک و فککا الا غللا

ابنی کلیب ان عمی اللہ

اور فرزدی کہتا ہے

ام بلیت حیث تناطح البحران

ماضر تغلب وائل اھجوتھا

عمر اوھم قسطوا علی النعمان

قوم ھمو قتلوا ابن ھند عنوہ

عمر بن کلثوم برجستہ گو شاعر تھا، اس کا طرز بیان اور مضمون نہایت پاکیزہ اور بلند ہوتا تھا، یہ کم گو شعراء میں سے ہے اس نے شاعری کی بہت سی صنفوں میں طبع آزمائی نہیں کی نہ اپنی فطری قابلیت کو آزاد چھوڑا اور نہ اپنی خدا داد طبیعت کے سامنے سر تسلیم خم کیا، اس کی شاعری کی کل کائنات ایک توہیدی مشہور معلقہ ہے باقی کچھ دوسرے قطعات ہیں جن کا موضوع معلقہ کے موضوع سے ہٹا ہوا نہیں ہے۔

معلقہ ایک سو تین اشعار پر مشتمل ہے جو اس نے شاہ عمرو بن ہند کو قتل کرنے کے بعد جزیرہ واپس آکر کہا تھا پہلا شعر یہ ہے۔ ”الاحیٰ یھکک فاصحیٰ اس کی ابتداء لغزل اور ذکر سے ہے پھر عمرو بن ہند کے ساتھ جو کچھ گذرا اس کا بیان ہے ساتھ ہی اپنی اور اپنی قوم کی عزت و بڑائی کا فخر یہ تذکرہ ہے اس کا ایک ایک شعر جوش و غیرت، حمیت و آزادی اور دلیری و فخر کے صاعقہ کی گرج ہے اسی میں کہتا ہے۔

فسجھل فوق جھل الجاہلینا

الا لا یجھلن احد علینا

تخرلہ الجبابر ساجدینا

اذا بلغ الفطام لنا صبی

ہاں دیکھو کوئی ہم سے جمالت نہ کرے ورنہ ہم جاہلوں سے بڑھ کر جاہل ہیں، جب ہمارا کوئی بچہ دودھ چھوڑتا ہے تو بڑے بڑے جہاد اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ یہ قصیدہ لولاع کاظ کے میلے میں اور ثانیاموسم حج کے موقع پر مکہ میں بڑے زور و شور اور جوش و خروش سے پڑھا گیا خاص طور پر خاندان تغلب کے ہر خورد و کال میں اس قصیدہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، انھوں نے اس کو در زبان کیا، خوب گایا اور عوام میں پھیلا یا، اس کی شہرت مقبولیت کو دیکھتے ہوئے ایک شاعر نے کہا ہے۔

قصیدۃ قالھا عمرو بن کلثوم

لہ الہی بنی تغلب عن کل مکرم

بالرجال لشعر غیر مسوم

دیفاخرون بہا مذکان اولھم

عمر بن کلثوم نے چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں وفات پائی۔

چھٹا قصیدہ..... ابوالسلسل عترة بن شداد عسی کا ہے اس کا نسب بعض نے عترة بن عمرو بن شداد ضبط کیا ہے اور بعض نے عترة بن شداد بن عمرو بن معاویہ، شیخ کلبی کہتے ہیں کہ شداد اس کا دوا ہے اور یہ اس کے باپ کے نام پر غالب آگیا دوسرے حضرات کا خیال ہے کہ شداد اس کا چچا ہے جس نے اس کے باپ کے انتقال کے بعد اس کی کفالت کی تھی اس کا باپ شریف النسل تھا اور ماں زبیبہ نامی ایک حبشہ باندی تھی، اس کا شمار عرب کے بد نسلوں اور غیر عربیوں میں ہوتا ہے یہ خود سیاہ فام اور بد شکل تھا ہونٹوں کے کھلے رہنے کی وجہ سے اس کا لقب ”الغلیاء الفتنین“ پڑ گیا تھا مگر اس کے فخر کیلئے یہ امر کافی ہے کہ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”عترة کے سوا کسی اعرابی کے اوصاف ایسے بیان نہیں کئے گئے جن کو سکر میرے دل میں اس کی ملاقات کا جذبہ پیدا ہو گیا ہو۔

جب یہ پیدا ہوا تو اس کے باپ نے جاہلی دستور کے مطابق اپنے ساتھ اس کے تعلق نسبی کا انکار کر دیا تھا۔ خود عترة بھی اپنی غلامی سے متفر و بیزار رہا، اس نے جنگی تربیت حاصل کی، سپہ گری اور شہسواری کی خوب مشق کی

عمر بن کلثوم کے قصیدہ نے خاندان تغلب کو اتنا سر فراز کر دیا ہے کہ اب ان کو مزید کسی قسم کے کارنامے انجام دینے کی ضرورت نہیں، اس کے ذریعہ وہ اپنے جد اعلیٰ پر فخر کرتے رہیں گے لوگو! دیکھو یہ وہ شاعری جس سے دل بھی برگشتہ اور سر نہیں ہو سکتا۔ ۱۲

یہاں تک کہ ایک دن وہ آیا کہ یہ مرد میدان اور سالار لشکر ہو گیا ایک مرتبہ کچھ قبائل عرب نے عس پر حملہ کیا اور ان کے اونٹ لے بھاگے، عصبیوں نے ان کا تعاقب کیا جن میں عتزرہ بھی شریک تھا، اس کے باپ نے کہا ”کریا عتزرہ افعال ابجد الاحسن الکر انما احسن الحلاب والضر قال کر دانت حر“ اے عتزرہ آگے بڑھ اور حملہ کر باپ کے غلام ہٹانے کے لئے کی وجہ سے وہ جلا ہوا تو تھا ہی فوراً جواب دیا، غلام حملہ کرنے میں ہوشیار نہیں ہوا تو وہ دودھ دھو ہٹا اور ٹھن باندھنا خوب جانتا ہے، باپ نے کہا، حملہ کر تو آزاد ہے، چنانچہ وہ حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا اور جی توڑ کر لڑا، یہاں تک کہ حملہ آوروں کو شکست ہوئی، لوٹے ہوئے اونٹ واپس لے لئے گئے تب اس کے باپ نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کیا اسی دن سے اس کا نام مشہور ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ جرات و بہادری اور پیش قدمی و بے باکی میں ضرب المثل ہو گیا، کسی نے اس سے دریافت کیا کیا آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ اس نے کہا نہیں اس نے کہا پھر لوگوں میں یہ بات کیوں مشہور ہو گئی۔ اس نے کہا۔ ”میرے بڑھنے میں مصلحت دیکھتا تو پیش قدمی کرتا اور جب پیچھے ہٹنے میں احتیاط اور ہوشیاری سمجھتا تو پیچھے ہٹ جاتا، اس جلد بھی نہیں گھستا جہاں داخل ہونے کے بعد واپسی کا راستہ نظر نہ آئے، عتزرہ نے داحس و غبراء کی مشہور لڑائی میں نہایت عمدگی سے عس کے فوجی دستوں کی سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے اور سرداری کے بلند مقام پر پہنچ گیا۔

غلام کے دوران میں نہ تو اس کے اچھے شعر منقول ہیں نہ برے کیونکہ غلامی دل پر رنگ چڑھاتی اور آتش جذبات کو سرد کرتی ہے مگر جب اس کے باپ نے اس کو اپنا بیٹا تسلیم کر لیا اور عبلہ کی محبت نے اس کے دل میں ہلچل مچادی تو شاعری کا طوفان اس کے سینہ میں موجیں مارنے لگا اور وہ نہایت عمدہ اور پر جوش شعر کہنے لگا، اس کی شاعری میں تشبیہ و تغزل کی چاشنی اور سنجیدہ فخر کی آمیزش ہے لیکن اس کی شاعری کا بیشتر حصہ مصنوعی ہے جسے اس کی شاعری سے بجز اس کے کوئی نسبت نہیں کہ وہ طرز بیان اور موضوع میں اس کے اشعار سے ملتا جلتا ہے اس کی خالص اور غیر مخلوط شاعری میں وہ شاہکار معلقہ ہے جسے اس نے اپنی شاعری کا سکہ بنانے اور اپنی فصاحت کی دھاک بٹھانے کیلئے نظم کیا تھا۔

واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ عس خاندان کے ایک شخص نے اس سے بدکلامی کی، ماں کی طرف سے بد نسل اور سیاہ فارم ہونے کا طعنہ دیا عتزرہ نے اس سے کہا کہ میں جنگ میں حصہ لیتا ہوں، مجھے مال غنیمت میں سے پورا حصہ دیا جاتا ہے، دست سوال بڑھانا پسند کرتا ہوں، اپنے مال سے سخاوت کرتا ہوں اہم مواقع پر آگے بڑھایا جاتا ہوں، بدکلامی کرنے والے نے کہا کہ میں تجھ سے بہتر شاعر ہوں، عتزرہ نے کہا یہ بھی تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا چنانچہ اس نے صبح ہی لوگوں کے سامنے اپنا مشہور قصیدہ ”مذہبہ“ پیش کیا جو تراسی اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے ”ہل غادر الشعراء من مکررم لہ“ اس قصیدے نے اس کے حریف کا منہ بند کر کے اس کی بڑی بات کو نچوڑ کھادیا۔

عتزرہ نے بہت بڑی عمر پائی تھی بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں کمزور اور کھال ٹنک گئی تھی یہ تقریباً ۶۱۵ء میں قتل کر دیا گیا۔

ساتواں قصیدہ..... ابو ظلم حارث بن حلوہ لشکری بکری کا ہے جس کو خاندان بکر میں وہی مقام حاصل تھا جو عمرو بن کثوم کو تغلب میں حاصل تھا اس کا سبب یہ ہے کہ عمرو بن ہند شاہ حیرہ نے حرب بسوس کے بعد بکر و تغلب کے درمیان صلح کرادی تھی جو ایک عرصہ تک قائم رہی اسی اثناء میں کسی ضرورت سے عمرو بن ہند نے بنی تغلب کا ایک قافلہ کوہ طے کی طرف روانہ کیا، راستہ میں یہ قافلہ بنی بکر کے علاقہ میں ایک مقام پر فروکش ہوا جہاں ان کو پانی نہ ملا اور بہت سے لوگ پیاسے مر گئے باقی ماندہ لوگوں نے واپس آکر اپنی قوم سے اس امر کی شکایت کی کہ بنی بکر نے ہم کو باہمی مصالحت کے باوجود اپنے پانی سے ہٹا دیا جس کی وجہ سے ہمارے آدمی پیاسے مر گئے یہ معلوم کر کے بنی تغلب عمرو بن ہند کے پاس اس عہد شکنی کے فریادی بن کر گئے، بادشاہ نے بنی بکر سے مواخذہ کیا انھوں نے کہا یہ الزام غلط ہے ہم نے ان کو پانی سے نہیں روکا بلکہ پانی دیا

اور راستہ بھی بتلایا اگر یہ خود راستہ میں بھٹک جائیں اور ہلاک ہو جائیں تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے، حارث بن حلزہ کو بھی جوش آیا اور یہ قصیدہ جو تراسی اشعد پر مشتمل ہے اور پہلا شعر یہ ہے ”آذ عتابہم السلامہ“ اس نے اپنی کمان پر تکیہ لگائے ہوئے فی البدیہہ کہا جس میں اپنی قوم کے کارناموں پر فخر کرتا ہے اور اس کی قوم نے جو احسانات بادشاہ کے ساتھ کئے ان کا تذکرہ کرتا ہے، قصیدہ کہتے وقت اس قدر جوش و غضب میں تھا کہ کمان کی نوک جس پر اس نے تکیہ لگا رکھا تھا اس کے ہاتھ میں گھس گئی اور اس کو قطعاً خبر نہ ہوئی قصیدہ میں بنی تغلب اور ان کے سردار عمرو بن کلثوم پر چوٹیں کیں۔

بادشاہ نے یہ پرائز قصیدہ منکر بنی بکر کو تمام الزامات سے بری قرار دیا اور اتنا متاثر ہوا کہ یا تو حارث اور اپنے درمیان پردہ لٹکوار کھا تھا جس کا سبب حارث کا مرض برض تھا یا پھر اس کو اپنے برابر تخت پر بٹھالیا اور اس سے محبت کرنے لگا اور عمرو بن کلثوم سے نفرت ہو گئی جس کا نتیجہ پانچویں معلقہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اکثر رواہ نے حارث کی اس بدیہہ کوئی پراسنجاب کا اظہار کیا کہ اتنا طویل قصیدہ اس روانی اور پختہ کلامی کے ساتھ کہہ ڈالا۔ ابو عمرو و شبیبانی کا کہنا ہے کہ اگر وہ اس قصیدہ کو ایک برس میں کہتا تب بھی قابل ملامت نہ ہوتا۔ حارث کی عمر بہت طویل ہوئی چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ اس قصیدہ کے کہنے کے وقت اس کی عمر ایک سو تیرہ برس کی تھی اصحعی کا خیال ہے کہ وہ اس وقت ایک سو پینتیس برس کا تھا۔

شرح معلقات سبعة..... (۱) شرح المعلقات. از ابوبکر عاصم بن ایوب بطلیوسی متوفی ۱۹۴ھ (۲) شرح المعلقات. از ابو جعفر احمد بن محمد نحاس نحوی متوفی ۳۳۸ھ (۳) شرح المعلقات (ابو علی اسماعیل بن قاسم قالی متوفی ۳۵۶ھ (۴) شرح المعلقات از ابو عبد اللہ حسین بن احمد بن حسین زوزنی متوفی ۴۸۶ھ (۵) شرح المعلقات ابن ابو زکریا یحییٰ بن علی معروف بابن الخطیب تبریزی متوفی ۵۰۲ھ (۶) شرح المعلقات از شیخ ومیری شافعی صاحب حیوة الحيوان (۷) التوشیحات علی السبع المعلقات (اردو) از قاضی سجاد حسین کرت پوری۔ ۱

(۵۲) صاحب دیوان حماسہ

نام و نسب..... حبیب نام، ابو تمام کنیت، والد کا نام اوس اور نسبت طائی ہے شجرہ نسب یہ ہے ابو تمام حبیب بن اوس بن الحرث بن قیس بن الاشخ بن حمی بن مروان بن مر بن سعد بن کابل بن عمرو بن عدی بن عمرو بن یفوث بن طی (جلسمہ) بن اود بن زید بن کلمان بن یثجب بن یثرب بن قحطان۔

سنہ پیدائش..... دمشق اور طبرویہ کے درمیان بلاد ”جیدور“ میں سے ”جاسم“ ایک بستی ہے ابو تمام ۷۲ھ میں یہیں پیدا ہوا اور مصر میں نشوونما پائی، بعض حضرات نے سنہ پیدائش ۸۸ھ اور بعض نے ۹۰ھ اور بعض نے ۹۲ھ ذکر کیا ہے۔

حلیہ اور سیرت..... ابو تمام گندی رنگ، طویل القامہ، شیریں کلام، نہایت ذہین و طبع، حاضر دماغ، برجستہ گو، پختہ عقل، نازک خیال، قوی الحافظ تھا اور گفتگو میں قدرے ہلکا تھا، اس کی دو مشہور کتابیں ”الحماسہ“ اور ”فحول الشعراء“ اس کی بالغ نظری اور ادبی مہارت کی ناطق شہادت ہیں۔

عام حالات زندگی..... ابو تمام کا باپ اوس جو لاہرہ پیشہ آدمی تھا جو اپنی بستی سے دمشق میں منتقل ہو گیا تھا، شروع میں ابو تمام اپنے باپ کے کام میں ہاتھ بٹاتا رہا اور جب ذرا جوان ہوا تو مصر چلا گیا اور یہاں عمرو بن عاص کی جامع مسجد میں پانی بھرنے لگا اور ساتھ ہی مسجد کے علماء سے علم حاصل کرتا رہا وہ مستقل اشعد حفظ کرتا، شاعروں کی نقلیں اتار تا اور اسی کو شش کے اتار چڑھاؤ میں گردش کرتا رہا یہاں تک کہ ایک دن آیا کہ وہ شاعری کے اس بلند مقام پر پہنچا جہاں اس کے ہم عصروں میں

۱۔ از دائرۃ المعارف، کشف الظنون، تذکرۃ الشعراء، الشعر والشعراء، تاریخ ابن خلکان، درۃ النواص، تاریخ ثوب عربی، دوحی الہی تو حیات وغیرہ ۱۲

کوئی بھی اس کا حریف نہ بن سکا اور اس کی شاعری نے ملک کے تمام اطراف میں دھوم مچا دی، چنانچہ اس نے مصر سے نکل کر مشہور و معروف سخی لوگوں اور امراء و خلفاء کی مدح سرائی میں انعامات و اکرامات، جو ازود عطیات حاصل کئے اور اب و مدح کے دلداد گان میں اسے کچھ ایسی عظیم مقبولیت حاصل ہوئی جس کی نظیر کسی دوسرے شاعر میں نہیں ملتی حتیٰ کہ اس کی زندگی میں کوئی دوسرا شاعر ایک درہم بھی شاعری کے ذریعہ پیدا نہ کر سکا، نیز ابو تمام احمد بن مقفع کے پاس پہنچا اور اس کی مدح کی جس کے صلہ میں اس نے موصل کی ڈاک کا حکم اس کے ماتحت کر دیا اور وہ دو سال تک اس عہدہ پر کام کرتا رہا۔

ابو تمام کی شاعری..... ابو تمام مؤلف بن کے دوسرے طبقہ کا سرگروہ ہے اس نے متاخرین و متقدمین کے معانی اپنی شاعری میں یکجا کر دیے، اس کے دور میں تمدن ترقی کر رہا تھا، علوم کے تراجم ہو رہے تھے، ان نئی ترقیوں سے واقفیت کی بنا پر اس کی عقل پختہ اور خیال نازک ہو گیا تھا چنانچہ اس نے اپنے لئے جداگانہ اسلوب وضع کیا جس میں تسہیل عبارت پر تجوید معنی کو ترجیح دی۔ یہی سب سے پہلا شاعر ہے جس نے بکثرت عقلی دلائل سے استنباط کیا اور خفیہ کنایات استعمال کئے مگر اس سبب سے اس کی عبارت میں کبھی تعقید بھی پیدا ہو جاتی ہے اور جب اسے اپنے کلام میں سلاست الفاظ کا فقدان نظر آیا تو اس نے اس خامی کا ازالہ تجنیس، مطابقت اور استعارہ کے ذریعہ کرنا چاہا، چنانچہ کہیں موضوع کو خوبی سے نہا دیا اور کہیں بات بگڑ گئی اور یہ عیوب بدر کامل میں جھانپوں کی طرح نمودار ہو گئے، علامہ نقاشانی نے مختصر المعانی میں اسماعیل بن عباد سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے استاذ ابن العید کی مجلس میں ابو تمام کا وہ قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

معنی واذا مالمتہ لمتہ وحدی

کریم متی امدحہ امدحہ والودی

جب میں اس شعر پر پہنچا تو استاذ نے کہا اس شعر میں ایک عیب ہے جانتے ہو وہ کیا ہے۔ میں نے کہا شاعر کا مدح کے مقابلہ میں لوم لانا کیونکہ مدح کے مقابلہ میں یازم آتا ہے یا جو، استاذ نے کہا یہ عیب کوئی قابل سوال عیب نہیں اس کا تو شاعر کی جانب سے بایں طور جواب دیا جاسکتا ہے کہ شاعر نے مقابلہ مذکور سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مدح کا حقیقی مقابل یعنی ذمہ مدح کے علوم مرتب کی بنا پر دل میں آتی نہیں سکتا اگرچہ بطریق تعلیق اور فرضی طور پر ہی سہی اسی بناء پر شاعر نے جانب لوم میں ازا استعمال کیا ہے جو قضیہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے اور جانب مدح میں لفظ متی استعمال کیا ہے جو قضیہ کلیہ کا سور ہے جس میں ہر وقت مدح کے صدور کی طرف اشارہ ہے نیز شعر کی روایت ”واذا لمتہ ذمتہ وحدی“ الفاظ سے بھی ثابت ہے علیٰ ان الحیب سلفانی مقابلتہ المدح باللوم۔ قال

ومن یغولایعدم علی الغی لانما

ومن یلق خیرا یحید الناس امرہ

ہر کیف یہ عیب قابل سوال عیب نہیں اسماعیل نے کہا اس کے علاوہ اور تو مجھے معلوم نہیں استاذ نے کہا مدح کا مکرر ہونا جو سخت ترین تافر کا باعث ہے اس پر میں نے استاد کی بہت تعریف کی۔

تاہم اس کا وہ کلام جو خامیوں سے مراد مندرجہ ہے اس قدر کثیر ہے کہ اتنی مقدار نہ اس سے پہلے گزرنے والے شاعروں میں سے کسی کی ہے نہ بعد میں آنے والوں کی انوکھے معانی، منتخب الفاظ جن میں امثال و حکم کو اس خوبی سے سویا ہے کہ اس سے ایک طرف تو ادب کے سرمایہ میں گر انداز اضافہ ہو گیا اور دوسری طرف اس نے اپنے بعد آنے والوں کیلئے اس راہ میں ترقی کے مواقع بہم پہنچا دیے، چنانچہ اس کے بعد متنبی اور ابو العلاء معری نے اسی کے طریقہ کی پیروی کی اور اس پر حکمت کا اس قدر غلبہ ہے کہ لوگوں میں طبع مشہور ہو گیا کہ ابو تمام و متنبی تو حکیم ہیں اور شاعر در حقیقت بہتری ہے۔

اس کی شاعری کی بابت صحیح نظریہ..... ابو تمام کی شاعری کے متعلق لوگوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے کچھ لوگ اس کی حمایت میں انتہائی علو سے کام لیتے ہوئے اگلے اور پچھلے تمام شعراء پر ترجیح دیتے ہیں اور کچھ انتہائی مخالفت کی وجہ سے اس کی خوبیوں کو چھپا کر محض خامیوں کو اچھالتے ہیں، تاہم غلبہ اس کے مابین کو ہی حاصل ہے، بڑے بڑے رؤساء و امراء میں اسے جو

مقبولیت اور دو تحسین ملی ہے اس کی تردید مخالفین کسی بھی طرح نہیں کر سکتے، جب اس نے ایک عمدہ قصیدہ کے ذریعہ محمد بن عبد الملک زیات کی مدح کی تو اس نے کہا ابو تمام! تم اپنی شاعری میں جو الفاظ کے جوہرات جڑتے ہو اور ان میں انوکھے معانی سے جو حسن و بلا کرتے ہو وہ حسن و شوکت حسین و خوبصورت و دشیراؤں کے گلوں کے مرصع ہاروں میں بھی نہیں ہوتا اور جو بڑے سے بڑا انعام تمہاری شاعری کے عوض تمہیں دیا جاتا ہے وہ وقت موازنہ تمہاری شاعری سے کتر ہی رہتا ہے۔

ابو تمام اور اس کی شاعری کا وزن ابو تمام مختلف ملکوں کا سفر کرتے ہوئے بصرہ پہنچا جہاں عبدالصمد بن معذل شاعر رہتا تھا جب اس کو ابو تمام کی آمد کی اطلاع ملی تو اس کو اندیشہ ہوا کہ اگر ابو تمام یہاں ٹھہر گیا تو لوگ اس کی طرف راغب ہو جائیں گے اور میری دکان ٹھپ ہو جائے گی اس لئے اس نے ابو تمام کو یہ اشعار لکھ بھیجے۔

س و کلنا ہما بوجہ مذل

انت بین الثنین تبرز لنا

من حیب او طالب لنوال

لست تفک راجیا الوصال

بین ذل الہوی و ذل السوال

ای ماء یبقی لو جھک هذا

جب یہ اشعار ابو تمام کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً جواب میں یہ اشعار لکھے

اشرحت قلبک من غیض علی حق

انی تنظم قول الزور والفند . وانت انقص من لاشی فی العدد

کایعہ یقدم من خوف علی الاسد

کانہا حرکات الروح فی الجسد . اقدمت وبلک من ہجوی علی خطر

ابو تمام کی شاعری کا نمونہ

ابو تمام اپنے شاہکار قصیدہ میں کہتا ہے.....

وعاد قناداً عندها کل مرقد

لے غدت تسجیر الدمع خوف نوى غد

صدود فراق لاصدود تعمد

لے وانقد هامن عمره الموت انه

من الدم یجری فوق خد مورد

فاجری لها الاشفاق و معاموردا

فصرت به الابلشمل میدد

ولکنی لم احوذ فرا مجمعا

الذبه لا بنوم مشرد

ولم تعطنی الا یام نومامسکنا

للیا جتیه فاغترب تعجدد

وطول مقام المرء فی الحی مخلق

علی الناس ان لیست علیہم بسرمد

فانی رایت الشمس زیدت مجة

ایضا

مالحب الا للحبیب الاول

لے نقل فوادک حیث شئت من الہوی

وحینہ ابدا لا اول منزل

کم منزل فی الارض ، یالغہ الفتی

کالخطوط فی القد والغزاة فی الہجته

وله من قصیدة بقول لها فی خالد بن یزید بن مزید الشیبانی

لے کل پیش آنے والے فراق کے خوف سے اس نے آنسوؤں کی پناہ لینا شروع کر دی اور پہلو بدلنے کا یہ عالم ہے کہ گویا اس کے بچھونے پر کانٹے بچھا دیئے گئے۔ لے اسے موت کے منہ سے اگر کسی چیز نے بچایا تو اس کے اس خیال نے کہ یہ بے رخی عدا نہیں بلکہ محض سفر کی مجبوری کے سبب ہے اس خوف نے اس کے آنسوؤں کو خون کی آمیزش سے پہاڑی بنا کر اس کے سرخ کالوں پر بہا دیا لیکن مجھے بت سنا اٹھا ہال نہ ملا بلکہ گلے گلے کر کے ملتا رہا، زمانہ نے مجھے آرام کی نیند کا مزہ بھی نہ لینے دیا البتہ کچھ پریشان خوابی ضرور ملی، قبیلہ میں ایک عرصہ تک بڑے رنے سے آدمی کی عزت کم ہونے لگی ہے پس سفر کرتے رہو تو عزت از سر نو بڑھ جائے گی میں نے دیکھا ہے کہ سورج سے اس لئے زیادہ محبت کی جاتی ہے کہ وہ انسانوں پر مسلسل روشن نہیں رہتا۔ لے عاشقی میں تم جہاں چاہو اپنے دل کو پھینکتے اور منتقل کرتے رہو لیکن حقیقی محبت تو صرف پہلے محبوب کے حصہ میں آتی ہے یوں تو انسان کتنے ہی مقامات میں بود و باش اختیار کرتا ہے لیکن جدھر ہمیشہ اس کا دل گھنچتا ہے وہ اس کا مقام پیدا کر دیتا ہے۔ ۱۲۔

وابن الغزال فی غمیدہ
فی جیدہ بل حکاہ فی جیدہ
یضل عمر الملوك فی لمدہ
حب الکبیر الصغیر من ولده
وہم من لسانہ ویدہ
وقالی فی قصیدہ یرثی بہا ابانصر و محمد و قحطبة بنی حمید بن قطبة الطائی
ولکنہم کانوا ثلاث قبائل
ولہ ایضا

وحیاء القریض احیاؤک الجور
یامحب الاحسان فی زمن اصبح
وقال ایضا

تم اطر حسنم قریباتی و آصرتی
وطلعتہ الحمد اقلی فی عیونہم
وقال ایضا

ایاک یعنی القائلون بقولہم
من شاعر وقف الکلام بیابہ
سرحت شت لمن البلاد فلی بہا
قد تفتت منہ الشام و سہلت
وقال ایضا

ای شی یكون احسن من صب
محمد بن حمید طوسی کے مرثیہ میں کہتا ہے

لہ کذا فلیجل الخطب و لیفدح الامر۔ فلیس لعین لم یفض ماؤ ہاعلور
راصبح فی شغل عن السفر السفر۔ الای سبیل اللہ من عطلت لہ
فتی کلما فاضت عیون قبیلۃ۔ وما ضحکت عنہ الاحادیث والذکر
فتی باسہ شطرو فی جودہ سطر۔ فتی مات بین الطعن والضرب موتہ
وامامات حتی مات مضرب سیفہ من الضرب واملت علیہ القنا السمر
تردی ثیاب الموت حمرا فمادجی۔ لہا اللیل الا وہی من سندس خضر
امیر مذکور کی مدح میں کہتا ہے

یہ وہ سانچہ جسے عظیم مصیبت اور حد سے بڑھا ہوا معاملہ کہنا چاہیے اور اس موت پر جو آنکھ آنسو نہ بہائے اس کیلئے کوئی عذر نہیں ہے محمد
بن احمد کے بعد آرزو میں کچھ ہو نہیں سکتا اور مسافر سبز کرنا بھول گئے لوہہ راہ خدا میں چل بسا اور اب اس کی وجہ سے راہ خدا کے راستے ویران ہو گئے
اور سرحدیں غیر محفوظ ہو گئیں۔ ۱۲۔ وہ ایسا بہادر تھا کہ جب بھی قبیلہ کی آنکھیں خون کے آنسو بہائیں گی اس کی پلو اور اس کے چرچہ ہستے ہی
رہیں گے وہ ایسا بہادر تھا کہ دنیا میں اس کے دو ہی کام تھے ایک جنگوں میں حصہ لینا دوم سخوت کرتے رہنا وہ ایسا بہادر تھا جو تلواروں اور نیزوں کے
درمیان ایسی موت مرا کہ اگر اسے فتح بھی ہو تو وہ فتح سے کچھ کم بھی نہیں، اس نے اس وقت تک جان نہ دی جب تک کہ اس کی تلوار کا قبضہ ٹوٹ
نہ گیا اور اس کے گندم کوں نیزے نے جواب نہ دیدیا، اس نے موت کا سرخ لباس پہن لیا اور رات کی تاریکی اچھی آنے بھی نہ پائی مگر کہ وہ سبز
رنگی لباس میں تبدیل ہو گیا۔

اے اذا حرکته هزة المجد غیرت. عطا یاہ اسماء الامالی الکواذب یرى اقیح الاشياء اوبت تعامل
کستہ یدالماحول حلت خائب. واحسن من نور لفتحہ العبا بیاض العطایا فی سواد المطالب
وقال ایضا

بنو عبد الکریم نجوم لیل
اذا کان الهجاء لهم ثوابا
لری فی طی ابداء تلوح
فبخر لی لمن خلق المذیبح

وقال ایضا

اشرب فانک سوف تعلم انه. قدح یصیب العرض منه خمار
عون القریض حرقها ابکار. غرز متی ماشت کن شو اهدی
ایک قصیدہ پر پچاس ہزار کا انعام..... ایک مرتبہ ابو تمام نے ابودلف بجلی کو اپنا مشہور قصیدہ بابیہ سنایا جس کا مطلع یہ ہے۔

اعلیٰ مظلما من اربع وملاعب.
اذیلت مصونات الدموع السواکب
ابودلف نے اس کو بے حد پسند کیا اور پچاس ہزار روپے کرکما بخدا یہ رقم آپ کے اشعار کے لحاظ سے بہت ہی کم
ہے نیز خوبی اور عمدگی میں اگر اس جیسا کلام ہو سکتا ہے تو صرف آپ کے وہ اشعار جو آپ نے محمد طوسی کے مرثیہ میں کہے
ہیں یعنی کذا قلجل الخطب اھ۔

اشعار کی مثال اولاد کی سی ہے..... ایک مرتبہ ابو تمام نے کسی شاعر کو اپنا ایک قصیدہ سنایا جو عمدہ ترین اشعار پر مشتمل
تھا۔ بجز ایک شعر کے کہ وہ کچھ گرا ہوا تھا شاعر قصیدہ سننے کے بعد ابو تمام سے بولا ابو تمام اگر آپ قصیدہ سے یہ شعر نکال
دیتے تو آپ کا قصیدہ عیب سے پاک ہو جاتا ابو تمام نے جواب دیا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں مگر عزیز من! شاعر کے نزدیک
اس کے اشعار کی مثال اولاد کی سی ہے کہ اس میں خوبصورت و بد صورت، ذہین و غبی، سبھی قسم کے ہوتے ہیں، باپ کو جہاں
فاضل بیٹے سے محبت ہوتی ہے وہیں ناقص سے بھی قلبی تعلق ہوتا ہے۔

حاضر جوانی..... جب ابو تمام، عبد اللہ بن طاہر کے پاس خراسان پہنچا تو دور دور سے شعراء ملاقات کیلئے حاضر ہوئے اور کلام
سننے کی خواہش ظاہر کی ابو تمام نے کہا کہ آئندہ کل کچھ اشعار سنانے کا وعدہ امیر سے ہو چکا ہے آپ حضرات بھی تشریف لے
آئیں۔ چنانچہ یہ لوگ اگلے روز حاضر ہوئے ابو تمام نے امیر مذکور کی تعریف میں ایک قصیدہ پیش کیا جس کا مطلع یہ ہے۔

اهن عوادی یوسف وصواحه
فعر ما فقدم ادرک السؤل طالبه
شعراء میں ابو العسین شاعر بھی موجود تھا اس نے کچھ نکتہ چینی شروع کی اور کہنے لگا ”لم لا تقول ما نفهم“ آپ ایسی
بات کیوں نہیں کہتے جو سمجھی جاسکے ابو تمام نے برجستہ جواب دیا ”لم لا نفهم ما یتقال“ آپ سے جو بات کہی جائے وہ کیوں نہیں
سمجھتے۔ پس آپ کے اس برجستہ جواب کو بہت پسند کیا گیا۔

زود فہمی..... علامہ صولی نے ذکر کیا ہے کہ ابو تمام نے احمد بن معصم کی شان میں قصیدہ سینہ کہا جس کا
مطلع یہ ہے۔

اے مافی وفوفک ساعت من باس
اس قصیدہ کے کچھ اشعار یہ ہیں۔
تقضى ذمام الاربع الاذراس

اے جب اسے مجدد سروری کی لہر آتی ہے تو اس کی بخششیں جھوٹی آرزوؤں کے ناموں کو بدل دیتی ہیں اس کی نظر میں سب سے بڑی بات یہ
ہے کہ جس سے کوئی آرزو کی جائے وہ آرزو کنندہ کو اس سے محروم واپس کر دے اسے بخششوں کی وہ سفیدی جو مانگنے والوں کی تاریکی کو روشن
کر دیتی ہے باد صبا کی کھلائی ہوئی گلیوں سے بھی زیادہ عزیز ہے۔
اسے پرانے ٹھنڈوں کا حق ادا کرنے کیلئے ان پر گھڑی بھر ٹھہر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۱۲۔

واذا مشيت تركت بصلرك ضعف ما
قد خولط الساقى بهاء الحاسى
هدات على تامل احمد همسى
نشر الخزامى فى اخضرار الاسى

بكر اذا ابست اراك وميضها. نور الافاح برملت ميعاس
بحليها من كثرة الوسواس. قالت وقدحم الفراق فكاسه
لاتنسين تلك العهود فانما. سميت انسانا لانك ناسى
واطاف تقليدى بها وقياسى. نور العرارة نوره ونسيمه
جب ده قصيده پڑھتے ہوئے اس شعر پر پہنچا۔

۱۔ اقدام عمرو فى سماعت حاتم۔
تو حاضرین میں سے ابو یوسف کندی فلسفی نے کہا: امیر کی ذات گرامی اپنی خوبیوں میں تیری اس تعریف سے بالاتر ہے
(تو نے تو انہیں عرب کے بدوں سے تشبیہ دیدی) ابو تمام فوراً اٹھ گیا اور اس نے قدرے تامل کے بعد ان اشعار میں جواب دیا۔

مثلا شرودا فى الندى والباس

لے لاتنكر واضربى له من دونه

مثلا من المشكوة والنبراس

فالله قد ضرب الاقل لنوره

کہتے ہیں کہ جب اس کا تحریر کردہ قصیدہ اس سے لیا گیا تو اس میں یہ دو شعر نہیں تھے بلکہ یہ اس نے اسی وقت اعتراض
کے جواب میں برجستہ کہے تھے اس پر لوگوں کو انتہائی حیرت ہوئی اور معترض فلسفی نے امیر سے سفارش کی کہ یہ جو بھی مطالبہ
کرے اسے پورا کر دیجئے کیونکہ اس کی فکر اس کے جسم کو اسی طرح کھا جائے گی جس طرح تیز تلوار کو اس کی نیام کھا جاتی ہے
اور یہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے گا، چنانچہ احمد بن معصم نے اسے موصول کے محکمہ ڈاک کا نگران کر دیا۔

وریا دلی..... جب ابو تمام اپنے اس قصیدہ کو پڑھتا ہوا جس کا مطلع یہ ہے ابن عوادى يوسف اه "ان اشعار پہنچا۔

وقلقل نای من خراسان جاشا۔

فقلت اطمئنى انضر الروض عازبه

وركب كا طراف الاسته عرسوا

على مظلها والليل تسطو غياهبه.

وليس عليهم ان تتم عواقبه

لامر عليهم ان تتم صدوره

تو شعراء اچھل پڑے چاروں طرف سے صدائے تحسین بلند ہوئی اور ریاضی شاعر نے اٹھ کر امیر کی خدمت میں
عرض کیا حضور! آپ نے جس عطیہ کا وعدہ میرے حق میں کیا تھا وہ میں ابو تمام کو دیتا ہوں امیر نے کہا نہیں بلکہ ہم تجھ کو اس
کا ذیل حصہ دیں گے اور ابو تمام کیلئے جو کچھ واجب ہو گا وہ ہم علیحدہ دیں گے چنانچہ ابو تمام قصیدہ سے فارغ ہوا اور اس پر ایک
ہزار اشرفیاں نچھاور کی گئیں جن کو ابو تمام نے چھوٹا تک نہیں سب بچے ہی اڑا لے گئے۔

ابو تمام اپنے فن کا کامل انسان تھا..... ہم ابو تمام کے ذکر خیر کو اس قول پر ختم کرتے ہیں جو علماء اعلام سے منقول ہے
کہ قبیلہ طے سے تین آدمی مرد کامل پیدا ہوئے ہیں جو دو سخا میں حاتم طائی، زہد و روح میں داؤد بن نصیر طائی اور شعر و شاعری
میں ابو تمام حبیب بن اوس طائی۔

وفات..... ابو یوسف کندی فلسفی کی پیش گوئی کے مطابق ابو تمام نے بہت ہی کم زندگی پائی یعنی ابھی اس نے اپنی عمر کی
چالیس بہاریں بھی نہ دیکھیں تھیں کہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔

فرداست دریں بزم زما ہم اثرے نیست

امروز گرا ز رفتہ حریفان خبرے نیست

سنہ پیدائش کی طرح سنہ وفات میں بھی مختلف اقوال ہیں بعض نے ۲۳۱ھ ذکر کیا ہے اور بعض نے ذیقعدہ ۲۲۸ھ

اور بعض نے جمادی الاولیٰ ۲۲۹ھ اور بعض نے محرم ۲۳۲ھ بختری نے بیان کیا ہے کہ ابو تمہل بن حمید طوسی نے اس کی قبر

۱۔ اے ممدوح تجھ میں عمرو کی جرات کے ساتھ حاتم کی سخاوت اور احب کی بردباری کے ساتھ ایاس کی ذکاوت ہے۔ ۱۲

۲۔ میں نے ممدوح کی سخاوت نہ شجاعت کے سلسلہ میں جو کم درجہ کی شخصیتیں بطور مثال پیش کی ہیں ان پر برآمدگی کی ضرورت نہیں اس لئے
کہ خود حق تعالیٰ نے اپنے نور کیلئے جو طاق اور چراغ کی مثال ذکر کی ہے وہ اس کے بے مثال نور کے مقابلہ میں بہت ہی کم حیثیت رکھتا ہے۔

پر ایک قبہ بنوایا جو موصل میں ”باب المیدان“ سے باہر خندق کے کنارہ پر واقع ہے معصوم کے وزیر محمد بن عبد الملک زیارت نے اس کے مرثیہ میں اشعار کہے۔

لباء الی من اعظم الانباء

لما الم مقلقل الاحشاء

قالوا حبيب قد ثوی فاجبتهم

تالیف دیوان حماسہ ایک مرتبہ ابو تمام خراسان میں عبد اللہ بن طاہر کے یہاں حاضر ہو اور اس کی شان میں مدحیہ اشعار کہہ کر ایک ہزار اشرفیہ حاصل کیں وہاں سے بارہوہ عراق واپس ہوئے، ہمدان پہنچ کر موسم سرد مری پیش آیا اور برف اس کثرت سے پڑی کہ تمام راستے بند ہو گئے اور ابو تمام کو چندے وہیں قیام کرنا پڑا، سفر کی حالت میں ایسا حرج واقع ہونے سے طبیعت کو جو پریشانی لاحق ہوئی ہے وہ محتج بیان نہیں مگر اس زندہ دل شاعر کی خاطر جمع تھی ابو الوفاء بن سلمہ رئیس جن کا یہ مہمان تھا اس کے یہاں دو لوہین عرب بکثرت تھے ابو تمام نے موقع کو غنیمت سمجھ کر سب دیوان بڑھے اور ان میں سے اشعار منتخب کر کے نظم عربی کا ایک بے بہا مجموعہ تیار کیا جو آج تک ”دیوان حماسہ“ کے نام سے سارے عالم میں مشہور ہے اس نے یہ انتخاب اس قدر عمدہ اور موزوں کیا ہے کہ لوگ کہنے لگے کہ اس کا انتخاب اس کی شاعری سے بہتر ہے۔

جمع وتر تیب حماسہ یہ دیوان ایک عرصہ تک آل سلمہ کے پاس محفوظ رہا یہاں تک کہ جب ان کے حالات دگرگوں ہو گئے تو اہل دیور میں سے ایک شخص ابو العزول ہمدان پہنچا جس کے ہاتھ یہ دیوان لگ گیا وہ اس کو اصمہان لے آیا۔ اصمہان والوں نے اس کی اتنی قدر کی کہ اس کے علاوہ تمام ادبی ذخیروں کو پس پشت ڈال دیا اور یہیں سے ہوتے ہوتے پوری دنیا میں اس کی شہرت ہو گئی۔

یہ دیوان ایک عرصہ تک غیر مرتب رہا یہاں تک کہ ابو بکر صولی نے اس کو حروف وار مرتب کیا اس کے بعد علی بن حمزہ اصمہانی نے اس کو بلحاظ انواع جمع کیا جو باب الحماسہ، باب الرائی، باب النادب، باب الشییب باب الجار باب الاضیاف، باب الصفات، باب السیر، باب الخ، باب مذمتہ النساء، دس ابواب پر مشتمل ہے لیکن باب اول ”الحماسہ“ کے نام سے مشہور ہے دیوان حماسہ کے علاوہ ”کتاب الاختیارات“ اور ”فحول الشعراء وغیرہ بھی ابو تمام ہی کی یادگار ہیں۔

فہرست شروح و حواشی دیوان حماسہ

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح دیوان حماسہ	ابو ہلال حسن بن عبد اللہ عسکری	۳۹۵
۲	=====	ابو الطغر محمد بن آدم ہروی	
۳	=====	ابو الفتح عثمان بن جنی	۵۳۹۲
۴	=====	ابو القاسم زید بن علی فسوی	۵۴۲۷
۵	=====	ابو عبد اللہ الخطیب اسکافی	۵۴۲۱
۶	اللائق (۶ جلد)	ابو الحسن علی بن اسماعیل بن سید لغوی	۵۴۵۸
۷	شرح دیوان حماسہ	ابو بکر محمد بن حمی صولی	۵۴۷۶
۸	=====	ابو الفضل عبد اللہ بن احمد میکالی	۵۴۷۵
۹	=====	عبد اللہ بن ابراہیم	۵۵۸۳
۱۰	=====	حسن بن بشر آمدی	۵۳۳۵

۵۴۷۵	عبداللہ بن احمد سامانی	=====	۱۱
۵۵۸۴	ابراہیم بن محمد بن ملکوت اشبیلی	=====	۱۲
	ابو علی حسن بن علی استر آبادی	=====	۱۳
	ابونصر قاسم بن محمد واسطی	=====	۱۴
۵۴۴۹	ابوالعلاہ احمد بن عبداللہ المعری		۱۵
۵۵۴۴	ابوالحسن مسعود بن علی بیہقی	شرح دیوان حماسہ	۱۶
۵۴۸۶	ابوالحسن یوسف بن سلیمان شتری	===== (۵ جلد)	۱۷
۵۵۰۲	ابوزکریا حیحی بن مشہور بختیب تبریزی	=====	۱۸
۵۴۲۱	ابو علی احمد بن محمد مرزدنی	=====	۱۹
	ابونصر منصور بن مسلم حلبی معروف بابن الدمیک	=====	۲۰
بعد ۳۸۰	حسین بن محمد رافعی معروف بابن الخالغ	=====	۲۱
بعد ۴۴۰	ابوالریحان محمد بن احمد حواری	شرح دیوان حماسہ	۲۲
۵۶۳۷	ابوالبرکات ابن المستوفی مبارک بن احمد اربلی	۲۳ النظام (۱۰ جلد)	
۵۳۷۰	ابو منصور محمد بن احمد ازہری	شرح دیوان حماسہ	۲۴
	مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی	تہذیب الدرر (اردو)	۲۵
۱۰۹۵ھ	تاج العلماء نجف علی بن عظیم الدین جہجری	شرح دیوان حماسہ	۲۶
۱۳۷۴ھ	شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی بن محمد مزاج علی لہ	۲۷ حاشیہ اعزازیہ	

(۵۳) صاحب دیوان (متنبی)

نام و نسب..... احمد نام، ابو الطیب کنیت، متنبی لقب، اور والد کا نام حسین ہے پورا نسب نامہ یہ ہے **عبد اللہ الطیف احمد بن حسین بن حسن بن عبد الصمد جعفی بن سعد العشرہ بن مزاح مالک بن ادین بن زید بن یثجب بن یثرب بن زید بن کلمان**۔ بعض حضرات نے نسب نامہ یوں ذکر کیا ہے **ابو الطیف احمد بن حسین بن مرہ بن عبد الجبار**۔ سنہ پیدائش..... متنبی ۳۰۳ھ میں کوفہ کے محلہ کندہ میں پیدا ہوا اس لئے اس کو کندی کہتے ہیں کندہ جو مشہور قبیلہ ہے اس سے اس کا تعلق نہیں بلکہ یہ جعفی قبیلہ ہے۔ متنبی کا باپ حسین "عیدان السقاء" سے مشہور تھا جو کوفہ کے محلہ والوں کو پانی پلایا کرتا تھا اس کی ماں ہمدانی صحیح النسب اور کوفہ کی باعفت عورتوں میں سے تھی و ممایل علی النعمی کان من سکون قولہ۔

و الدنئی و کندہ و السبعیا

نشو و نما اور تحصیل ادب..... متنبی بچپن ہی میں کوفہ سے ملک شام میں آگیا تھا یہیں اس نے نشو و نما پائی اور فنون ادب کی تحصیل کی، اکابر علماء ادب زجاج، ابن السراج ابوالحسن انخس، ابو بکر محمد بن درید، ابو علی فارسی وغیرہ سے ملاقات کی اور ان حضرات کے فیضان محبت سے وہ کمال حاصل کیا کہ فصاحت و بلاغت، ادب و لغت و شاعری میں لگانہ روزگار ہو گیا، چنانچہ اس کے ہم عصر شعراء میں کوئی بھی اس کی فکر کا نہ تھا لغات مشہورہ کے علاوہ لغات وحشیہ وغیرہ سے بھی بخوبی واقف تھا جب

۱۲۔ از متناج السعاده ابن خلکان و اثره المعارف، کشف الظنون، ایجد العلوم، تاریخ ادب عربی، البیان و التبین وغیرہ ۱۲۔
۱۳۔ اے وہ شخص کہ بسبب احسانات کے محلات سکون حضرت موت کندہ سیرج اوز میری والدہ کا مجھ کو بھلائے والا ہے۔ ۱۲

اِس سے محاورات کے سلسلہ میں کچھ پوچھا جاتا تو فوراً اہل عرب کے کلام منشور و منظوم کو بطور سند پیش کر دیتا ہے۔
تجربہ علمی و استحصال..... امام نحو شیخ ابو علی فارسی نے ایک روز متنبی سے پوچھا کہ عربی زبان میں فعلی کے وزن پر کتنے اسم جمع آتے ہیں۔ متنبی نے برجستہ جواب دیا تجلی اور ظری شیخ ابو علی کہتے ہیں کہ میں نے برابر تین رات لغت کی کتابیں چھانیں کہ ان دو کے سوا اس وزن پر کوئی اور جمع آتی ہے یا نہیں، مگر نہ ملی اس تجربہ کا کیا ٹھکانہ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے متنبی سے اس کے قول یاد ہو اک صبر ام لم تبصر اکی بابت دریافت کیا کہ اس میں کم جازمہ کے ہوتے ہوئے الف کیسے ثابت رہا لم تبصر ہونا چاہیے متنبی نے کہا اگر ابوالفتح ابن جنی یہاں ہوتا تو وہ جواب دیتا ارے یہ الف نون ساکن کے بدلہ میں ہے کیونکہ یہ اصل میں لم تبصرن تھا اور جب نون تاکید خفیفہ پر وقف کیا جائے تو اس کو الف سے بدل دیتے ہیں جیسے اعشی کہتا ہے۔

فایاک والمیتات لاتقربہا ولا تعبد الشیطان واللہ فاعبدا

یہ اصل میں فاعبدن تھا فلما وقف علیہا التی بالالف بدلا من النون۔

قوت حافظہ..... ابوالحسن علوی نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ وراق نے مجھ سے کہا مارایت احفظ من ہذا الفقی ابن عیدان السقاء میں نے اس نوجوان عیدان السقاء کے بیٹے سے زیادہ حافظہ والا نہیں دیکھا اس نے کہا یہ کیسے۔ وراق نے کہا: ایک روز ایک آدمی امام اصبہ کی کوئی کتاب جو تقریباً تیس ورق پر مشتمل تھی برائے فروخت لے کر آیا متنبی نے اسے لے کر پڑھنا شروع کر دیا صاحب کتاب نے کہا: جناب میں تو کتاب بیچنے کیلئے لایا تھا آپ نے خواہ مخواہ مطالعہ کے پیچھے مجھے انکادیا۔ اگر آپ حفظ کرنا چاہتے ہیں تو یہ ایک ماہ سے کم میں حفظ نہ ہو سکے گی، متنبی نے کہا: اگر میں ابھی حفظ کر کے سنا دوں تو کیا ہوگا۔ صاحب کتاب نے کہا کتاب مفت دیدوں گا۔ متنبی نے ایک آدھ مرتبہ کتاب پڑھ کر اول تا آخر سنا دی۔

جلالت شان اور استاد الشعراء کا اعتراف..... متنبی ایک شاعر بلیغ، لطیف الطبع، بلند فکر، نازک خیال اور فصاحت و بلاغت کا رمز شناس تھا جس کی جلالت شان پر سب کا اتفاق ہے ”الصبح السنبی“ میں ہے کہ ابوالعلاء معری جب شعراء کا تذکرہ کرتا تو یوں کہا کرتا تھا کہ ابونواس نے یوں کہا ہے اور بہتری نے یہ اور ابوتام نے یہ اور جب متنبی کا تذکرہ کرتا تو کہتا تھا کہ شاعر نے یہ کہا ہے اس پر کسی نے ابوالعلاء سے کہا کہ آپ متنبی کی بہت تعظیم کرتے ہیں ابوالعلاء نے جواب دیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس شعر کا قائل متنبی ہے۔

بلیت بلی الاطلاع ان لم افق بها وقوف شجیح ضماع فی الترب خاتمہ

اگر میں دیار مندرسہ احبہ پر بحالت تکلیف ایسا جم کر کھڑا نہ ہوں جیسے شخص بخیل کہ اس کی انگشتی خاک میں رل گئی ہو تو میں ایسا مصحح و کاتب ہو جاؤں جیسے دوستوں کے کھنڈر دیار۔

متنبی نے اس بخیل کے ساتھ جس کی انگشتی خاک میں رل گئی ہو اس واسطے تشبیہ دی ہے کہ دستور ہے کہ جب کوئی بڑی چیز نگلن کے مثل گم ہو جاتی ہے تو اس کو کھڑے کھڑے تلاش کرتے ہیں اور جب کوئی چھوٹی چیز موتی کے مثل گم ہو تو اس کو بیٹھ کر تلاش کرتے ہیں اور جب کوئی شے انگشتی کے مثل مٹی میں گر جائے تو اسے جھک کر تلاش کرتے ہیں اور جھکنے میں کھڑے رہنے اور بیٹھنے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے پس متنبی کہتا ہے کہ اگر میں احبہ کے دیران منازل کو دیکھ کر اپنے جگر پر ہاتھ رکھ کر بحالت تکلیف انگشتی گم شدہ بخیل کی طرح کھڑا نہ ہوں تو خانہ دیران کی طرح خود دیران ہو جاؤں۔

متنبی سے سوال ہوا کہ انگشتی گم شدہ بخیل کے قیام کی مدت کتنی ہے۔ اس نے جواب دیا چالیس روز اس سے پوچھا گیا یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ اس نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس روز تک انگوٹھی تلاش کرتے رہے پھر سوال ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بخیل ہونا کہاں سے معلوم ہوا۔ اس نے جواب دیا حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ”وہب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔“

منتہی اور علو ہمت بچپن ہی سے منتہی سبک روح، عالی ہمت، بلند حوصلہ اور مجدد سروری کی طرف مائل تھا اور یہی وہ چیز تھی جس نے اسے نوجوانی اور ناتجربہ کاری کی عمر میں لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت پر ابھار اور بیعت کا معاملہ پورا ہوا ہی چاہتا تھا کہ علاقہ کے گورنر کو اس سازش کی اطلاع مل گئی اور اس نے اسے قید کرنے کا حکم دیدیا منتہی نے جیل خانہ سے گورنر کو ایک قصیدہ بھیجا جس میں وہ کہتا ہے۔

دعوتك عند القطاع الرجا

امالك رقى ومن شانہ. هبات اللجين وعشق العبيد

والموت منى كجبل الوريد. دعوتك لمأيراني البلى

واهمهن زجلى نقل الحديد. تعجل فى وجوب الحدود

وحدى قبل وجوب السجود

(ترجمہ) میرے آقا! جس کا کام ہی دولت بخشا اور غلاموں کو آزاد کرنا ہے، میں آپ سے امید منقطع ہو چکنے اور اپنا گلاموت کے ہاتھ میں پہنچ جانے کے وقت مدد کی درخواست کرتا ہوں، اور اس وقت مدد چاہتا ہوں جبکہ میری حالت خستہ ہو چکی ہے اور میرے پاؤں کو بیڑیوں کے بوجھ نے کمزور کر دیا ہے مجھ پر ابھی سے حدود قائم کی جارہی ہیں حالانکہ ابھی تو مجھ پر نماز بھی فرض نہیں ہوئی۔ چنانچہ گورنر نے اسے رہا کر دیا لیکن تمنائے سروری اس کے دل و دماغ میں اس طرح ساچھی تھی کہ جوانی ختم ہو جانے کے بعد بھی اس نے نبوت کا دعویٰ کر ڈالا۔

دعویٰ نبوت جب منتہی نے بنی کلب میں اقامت اختیار کی تو اولاً اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں علوی ہوں اس کے بعد یہ دعویٰ کر بیٹھا کہ میں بنی ہوں ابو علی بن حامد کہتے ہیں کہ میں نے حلب میں ایک جم غفیر سے سنا ہے کہ منتہی نے بادیہ سلوہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے اشعار کو اپنا معجزہ قرار دیتا تھا اور بنی کلب کا انبؤہ کثیر اس کا تابع ہو گیا تھا جب اس سے کہا جاتا تھا کہ ہر نبی کے پاس وحی آتی تھی تو تیرے پاس بھی وحی آتی ہے۔ تو یہ دیہاتوں کو اپنی گھڑی ہوئی سورتیں سناتا اور کہتا کہ یہ قرآن ہے، ابو علی کہتے ہیں کہ ان سورتوں میں سے ایک سورت کے ابتدائی کلمات مجھے محفوظ ہیں۔

”والنجم السيار والفلک الدوار والليل والنهار ان الکافر لفى اخطار امضى على سنتك واقف اثر من قبلک

من المرسلين فان الله قانع بك زعيع من الحدفى دينه وضل عن سبيله (نعوذ بالله)“

جب اس سے آنحضرت ﷺ کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے کہا: آپ ہی نے تو میری آمد کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا ”لا نبی بعدی“ یعنی میرے بعد ”لا“ نامی شخص نبی ہو گا اور میرا نام آسمان میں ”لا“ ہے۔

دعویٰ نبوت کے بعد ایک انبؤہ کثیر اس کا تابع ہو گیا اور ملک شام میں خاندان کے خاندان اس کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے تو شاہ اشید یہ کے نائب ابولولو امیر حمص نے اس پر چڑھائی کی اور اس کے مجمع کو متفرق کر کے اس کو قید کر لیا اور عرصہ دراز تک مقید رکھا یہاں تک کہ منتہی ہلاکت کے قریب پہنچ گیا اور توبہ کرنے پر مجبور ہو گیا چنانچہ اس نے دعویٰ نبوت سے توبہ کی اور اس کو قید خانہ سے رہا کر دیا گیا رہائی کے بعد وہ اپنی بلند آرزوؤں سے بھی دور کے سفر کرنے لگا اور ان سفروں میں اس کے پاس صبر و ثبات اور عزم و ہمت کے سوالور کوئی زور اور نہ ہوتا تھا جیسا کہ اس کے متعدد اشعار سے معلوم ہوتا ہے مثلاً۔

اذا عظم المطلوب قل المساعد

وحيد من الخلان فى كل بلدة

کہ میں ہر شہر میں دوستوں کے بغیر تنہا ہوں جب مقصود عظیم ہو تا ہے تو مددگار کم ہو جاتے ہیں۔

قیامی وقل عنه فعودی

ضاق صدری و طال فى طلب الرزق

فی نحوس و همتی فی سعود

ابدا اقطع البلاد و نجمی

یعنی میں دل برداشتہ ہو گیا ہوں طلب معاش میں ہر دم ہار مارا پھر تار پھرتا ہوں اور اس طرف سے مجھے طمأنینہ نہیں

ملتی، سدا ایک ملک سے دوسرے ملک کا قصد کرتا رہتا ہوں، میرے تارے نخواست میں ہوتے ہیں لیکن میری ہمت سعادت میں رہتی ہے۔

ابو عبد اللہ یا فوت رومی کہتے ہیں کہ منتبئی رہائی کے بعد ایک مدت تک پریشان حال رہا، یہاں تک کہ جب ابو العشاء والی الطائیکہ کے دربار تک رسائی ہوئی اور اس کی شان میں مدحیہ قصائد کے ذریعہ عطیات حاصل کئے جب پر آگندہ حالی دور ہوئی ابو العشاء نے اسے سیف الدولہ کے حضور میں پیش کر کے اس کے شعر و ادب کی صلاحیتوں کا تعارف کرا کر اس کا بلند مقام بتلایا چنانچہ سیف الدولہ نے اس کا بڑا احترام کیا اور اسے اپنے مقربین میں شامل کر لیا یہاں تک کہ اسے خوب آسودہ اور مالامال کر دیا چنانچہ منتبئی خود کہتا ہے۔

وانعلت افراسی بنعماک عسجداً

ترکت السری خلفی لمن قل ماله

ومن وجه الاحسان قید القید

وقیدت نفسی فی هواک محبة

یعنی میں راتوں کا سفر اپنے پیچھے ان لوگوں کیلئے چھوڑ دیا جن کے پاس مال کی کمی ہے اور میں نے تیرے انعامات و احسانات کی وجہ سے اپنے گھوڑوں کو سونے کی نعلیں لگوائیں اور میں نے تیرے لطف و کرم کی وجہ سے خود کو تیری محبت میں مقید کر دیا اور جو بھی احسان کو بیڑی کی صورت میں پاتا ہے وہ قید ہو جاتا ہے۔

منصبی لقب کے ساتھ موسوم ہونے کی وجہ..... اس لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ ایک تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی (دعوی نبوت) بعض حضرات نے کچھ اور وجوہ ذکر کی ہیں (۲) لوگوں نے منتبئی سے کہا کہ یہاں ایک شریر اور مٹنی ہے اگر تو اس پر سوار ہو جائے تو ہم تجھے نبی سمجھیں گے، منتبئی کسی حیلہ سے اس پر سوار ہو گیا لوگوں نے اس کو منتبئی کہنا شروع کر دیا۔

(۳) منتبئی کسی وجہ سے روپوش تھا ایک مرتبہ ایک شخص کے ساتھ باہر نکلا راستہ میں ایک کتے نے ان کا پیچھا کیا اور بھونکنے لگا، منتبئی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ جب تو واپس ہو گا تو کتے کو مردہ پائے گا اس شخص نے واپس ہو کر کتے کو دیکھا تو واقعاً مردہ تھا۔

(۴) یہ ایک قسم کا جادو جانتا تھا جس کو ”صدحہ المطر“ کہتے ہیں اس کو دیکھ کر لوگ اسے نبی سمجھ بیٹھے، ابو عبد اللہ معاذ بن اسماعیل لازمی نے اس سلسلہ میں تفصیل کے ساتھ ایک قصہ نقل کیا ہے من شاء فلیطالع الصبح المنی۔

(۵) ابو محمد عبد الکریم ابن ابراہیم مہملی کا خیال ہے کہ یہ نہایت ذکی و تیز فہم تھا اس لئے اس کو منتبئی کہنے لگے۔

(۶) امام واحدی اور ابو اسحاق عثمان بن جنی نے منتبئی کے اشعار

امامی بارض غلہ الا مقام المسیح بین الیہود۔ اتانی امتہ مدار کہا اللہ غریب کھال فی محمود کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان اشعار میں جو ابو الطیب نے اپنے آپ کو حضرت صالح اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس سبب سے لوگ اسے منتبئی کہنے لگے۔

(۷) ابو علی کہتے ہیں کہ منتبئی سے سوال کیا گیا تیرا دعوی نبوت کن لوگوں پر ہے۔ اس نے کہا شعراء پر سوال ہوا کہ ہر نبی کے پاس معجزہ ہوتا ہے تیرے پاس کیا معجزہ ہے۔ اس نے کہا میرا معجزہ یہ شعر ہے۔

عدوالہ مامن صداقتہ بد

ومن نکدا الدنیا علی الحران یوی

اے میری اقامت سر زمین نخلہ میں ایسی ہے جیسے حضرت عیسیٰ کی اقامت یہود میں۔ میں ایک امت میں سے ہوں جو میری قدر نہیں جانتی خدا ان کا تدارک کرے اور میں غریب ہوں محض حضرت صالح کے قوم نمود میں۔ آزاد اور شریف آدمی پر دنیا کی سختی اور قلت خیر سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے لیے دشمن کو دیکھے جس کی دوستی سے چارہ نہیں ہے۔

لطیفہ..... ایک بادشاہ سیف الدولہ کی مجلس میں ابن خالویہ نحوی نے کہا: اگر ہمارا بھائی (متنبی) جاہل نہ ہوتا تو متنبی لقب سے خوش نہ ہوتا کیونکہ متنبی کے معنی کاذب اور جھوٹے کے ہیں اور جو شخص خود کو کاذب کے ساتھ پکڑے جانے سے خوش ہو اس سے زیادہ جاہل کون ہو سکتا ہے، متنبی نے کہا میں اس سے خوش نہیں ہوں بلکہ مدعوئی بہ من یرید الفض منی ولست اقدر علی المنع۔

اخلاق و عادات..... متنبی اپنی فصاحت کلامی و سخن نجی پر نہایت نازاں اور اپنی مہارت ادیبیہ کی وجہ سے بڑا خود میں شخص تھا یہاں تک کہ جب یہ شاہ سیف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اول دہلہ ہی یہ شرط لگائی کہ میں کھڑا ہو کر اشعار نہ پڑھوں گا نیز شاہ کی تعظیم میں زمین بوسی کی رسم ادا نہ کروں گا اس نے اپنے عجب کا اظہار کرتے ہوئے خود کہا ہے۔

لابقومی فخرت بل فخر وابی وبنفسی فخرت لاجل وادی
علی بن حمزہ نے کہا ہے کہ میں نے متنبی میں تین خصلتیں اچھی پائی ہیں اول یہ کہ اس نے جھوٹ نہیں بولا دوم یہ کہ اس نے بھی زنا نہیں کیا سوم یہ کہ بھی لواطت نہیں کی۔ اور تین عادتیں بری پائیں اول یہ کہ اس نے کبھی روزہ نہیں رکھا۔ دوم یہ کہ اس نے بھی نماز نہیں پڑھی۔ سوم یہ کہ اس نے کبھی قرآن پاک کی تلاوت نہیں کی۔
متنبی بخل و کجوسی میں بھی اپنی نظیر آپ تھا اور بقول علامہ ابو بکر خوارزمی، شاعر کے اس شعر کا مصداق تھا۔

وان احق الناس باللوم شاعر وبلوم علی البخل الرجال وینجل
ایک روز کا واقعہ ہے کہ متنبی کے سامنے شاہ سیف الدولہ کا بخشش کردہ مال سب دیکھ بھال کر تول تال کر پوری احتیاط کے ساتھ تھیلیوں میں بھرا جا رہا تھا بد قسمتی سے ایک معمولی چیز چٹائی کے درج میں رہ گئی تو متنبی اس کو نکالنے کیلئے چٹائی پر اوندھا گر پڑا اور اس چکر میں اپنے ہم نشینوں کو بھول گیا جب اس کا کچھ حصہ نکل آیا تو فرط مسرت میں قیس بن حطیم کا یہ شعر پڑھا۔

تبدت لنا کالشمس تحت غمامة واما انتفاع اخی الدنيا بناظرۃ
آزادانہ خیالات..... متنبی کے زمانہ میں عرب کی تمام خصوصیات مٹ چکی تھیں تاہم جب سیف الدولہ نے متنبی کی ناز برداری میں کمی کی اور شعراء کو اس کا ہم رتبہ قرار دیا تو اس نے ایک قصیدہ لکھ کر دربار میں پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔
اذا الستوت عنده الانوار والظلم
یعنی جب انسان کو روشنی اور تاریکی یکساں معلوم ہو تو آنکھ سے کیا حاصل، تمام قصیدہ میں اسی قسم کے آزادانہ خیالات ظاہر کئے اور بگڑ کر دربار سے چلا آیا۔

مردم شناسی اور اہل کمال کی قدردانی..... جیسا کہ اوپر مذکور ہوا متنبی نہایت مغرور اور خود میں تھا اپنی سخن گوئی کے سامنے بڑے سے بڑے کامل الفن شاعر کو بھی نظر میں نہ لاتا تھا لیکن اس کے باوجود مردم شناس اور اہل فضل کا قدر داں بھی تھا چنانچہ وہ ابن عبد ربیہ کی فصاحت و بلاغت شعر کا صدق دل سے معترف تھا حتیٰ کہ جب اس سے اندلس کا کوئی شخص ملتا تو وہ فریادیں کر کے ابن عبد ربیہ کا کلام سنتا تھا۔

متنبی اور شعر و شاعری..... متنبی معنی آفریں شاعروں میں سے ہے اس نے شاعری اور فلسفہ کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کیا اور اپنی بیشتر توجہ معنی پر صرف کی نیز شاعری کو ان بندشوں سے رہائی دی جن میں اب تمام لوگ اس کے ہم نواؤں نے قید کر دیا تھا اس نے عربی شاعری کو مخصوص قدیم عربی ذکر سے نکال لایا جس شخص عربی شاعری میں رومانی طرز انشاء (جس میں تخیل و جذبات کا زور ہوتا ہے) اور نفس مضمون کو الفاظ و طرز اداء پر ترجیح دی جاتی ہے) کا قائل ہے اس نے اپنی شاعری میں حکم ط مثال کو جگہ دی جنگ کے وصف میں جدت طرازی عرب کی دیہاتی عورتوں سے تشبیہ، حسن تشبیہ، ایک شعر میں دو ضرب

الثل لے آنا، حسن گریز، مدح کا انوکھا انداز، چھپتی ہوئی جو اس کی شاعری کی خصوصیات ہیں اور سب سے زیادہ جو چیز منتہی کو نمایاں اور ممتاز کرتی ہے وہ ہے شاعری میں اس کی شخصیت کا ابھر کر آنا، اس کی پختگی رائے خودی و خود اعتمادی اور لوگوں کے مشاغل دلی خواہشات و جذبات، حقائق کا نکت اور مقاصد حیات کی صحیح عکاسی اور پوری پوری ترجمانی یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اس کی شاعری ہر زمانہ کے لایب کیلئے مددگار اور خطیب کیلئے معاون بنی رہی، ہر کیف اس میں کوئی شک نہیں کہ منتہی شعر و شاعری میں صاحب جغت بلند اور بڑا خوش قسمت تھا جس کی فصاحت و بلاغت زبان کی سلاست، انداز بیان کی دل کشی، مضامین کی منطقی اور بے ساختگی، معانی کی عمدگی مسمیات میں سے ہے شیریں استعارات و حکمین تشبیہات اور محاسن کلام میں تو منتہی کا وہ مقام ہے کہ دوسرے شعراء کو نصیب ہی نہیں بلکہ بعض صنعتوں کا تو موجود ہی منتہی ہے۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ مہتدین صنعت توریہ سے کوسوں دور تھے سب سے پہلے جس نے اس کو بے نقاب کیا وہ منتہی ہے اس کے بعد ابو العلاء معری ہے حسن مخلص، حسن تعلیل، توجیہ، تجرید، ابدان تجاہل عارفانہ مقابلہ، کجج، اغراق، غرض ہر قسم کے محاسن سے اس کا کلام مزین ہے نمونہ کے طور پر چند صنعتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ بعض صنائع شعری کا تذکرہ..... وجوہ معنویہ

فی وردعہ اسد تدمی اظافرہ

قد حزن فی بشر فی تاجہ قمر

(ترجمہ) نظریں ایک ایسے بشر میں حیران ہیں کہ وہ ماہ تاب تاج پوش اور شیر زہ پوش ہے کہ اسکے ناخن و شمنوں کو خون آلود کرتے ہیں اس شعر میں صنعت تجرید ہے تجرید اس کو کہتے ہیں کہ ایک صاحب صفت امر سے دوسرا امر اسی کے مثل الگ کر لیں، اس کا مقصد صرف اس صفت میں مبالغہ پیدا کرنا ہوتا ہے کہ موصوف اس اتصاف و صف میں اس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے کہ اس سے اس جیسا ایک اور امر متزع کیا جاسکتا ہے شعر میں اسد سے مراد نفس ممدوح ہے لیکن شجاعت میں مبالغہ کرنے کیلئے اس سے اسد آخر کا استخراج کیا ہے۔

حمت بہ فصیہا الر حصاء

لم تحک نائلک السحاب وانما

(ترجمہ) بادل نے تیری عطاء کی نقل نہیں کی بلکہ اس کو بخار آگیا پس اس سے ٹکا ہو پانی پسینہ ہے۔ اس شعر میں حسن تعلیل ہے حسن تعلیل اس کو کہتے ہیں کہ کسی وصف کیلئے بنظر دقیق ایسی علت کا دعویٰ کیا جائے جو اس وصف کے مناسب ہو اور غیر واقعی ہو۔

بادل سے پانی کا بہنا ایک صفت ثابتہ ہے جس کی کوئی علت عادہ ظاہر نہیں ہے منتہی نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ یہ پانی بخار کا نتیجہ ہے جو عطاء ممدوح کو دیکھ کر براہ شرم پیدا ہو گیا ہے۔

فواہلہم ظل و ظلک وابل

اذا مطرت منهم دمنک سحاب

(ترجمہ) جب ان کے اور تیرے ابرہائے عطا بر میں تو ان کی عطا کثیر تیرے مقابلہ میں نہایت قلیل ہے اور تیری عطاء قلیل ان کی عطاء کی نسبت کثیر ہے اس شعر میں عکس و تبدیل ہے عکس اس کو کہتے ہیں کہ اولاً کلام میں ایک جزء کو مقدم ذکر کر کے پھر اس کو موخر ذکر کیا جائے مصرع ثانی میں اولادیل کو ظل پر مقدم کیا ہے پھر اس کا عکس

حمر الحلی والمطایا ولجلایب

من العاذر فی زی الاعارب

(ترجمہ) لباس عرب میں یہ بچہ ہائے گاؤں شتی کون ہیں جن کا زیور سرخ یعنی سونے کا ہے اور سرخ رنگ کی اونٹنیوں پر سوار ہیں اور ان کی چادریں بھی سرخ ہیں اس شعر میں تجاہل عارفانہ ہے وہ ظاہر۔

کانہم من طول مالمثوا مرد

ساطلب حق باللقنا ومشاخ

اب میں اپنا حق نیزوں اور تجربہ کار بزرگوں کے ذریعہ جو سبب دوام پر قیام پوشی کے گویا مرد ہیں طلب کروں گا
نقال اذا لاموا اخفاف اذا دعوا
کثیر اذا شدوا اقلیل اذا عدوا

(ترجمہ) جب وہ مشلخ لڑتے ہیں تو ان کا حملہ سخت و گراں ہے اور جب وہ مدد کے واسطے بلائے جاتے ہیں تو
بلکے ہیں اور جب وہ اعید اور حملہ کرتے ہیں تو بہت معلوم ہوتے ہیں اور جب شہر کئے جائیں تو تھوڑے ہیں۔
اس شعر میں صنعت تقسیم ہے تقسیم کا اطلاق اس پر ہوتا ہے کہ ایک شے کے چند احوال ذکر کئے جائیں اور ہر حال
کی طرف اس کے مناسب امر کو منسوب کیا جائے۔
وجوہ لفظیہ.....

لفن فی جذل والروم فی وجل
والبر فی شغل والہجر فی خجل
(ترجمہ) ہم اس کی فتح و نصرت سے خوش ہیں اور روم اس کے حملہ سے خائف اور شکیں اس کے لشکروں
سے گھری ہوئی اور دریا اس کی سخاوت سے شرمندہ ہے، اس شعر میں سجع ہے، سجع فواصل کلام کو ایک ہی
قافیہ پر لانے کو کہتے ہیں شعر میں جذل، وجل، شغل، خجل سب ایک ہی قافیہ پر ہیں۔

کان وحلی کان من کف طاهر
فائت کوری فی ظہور الفواہب
(ترجمہ) گویا میرا کوپچ طاہر کے ہاتھ سے تھا اس نے میرے کجاوے کو اپنی بخششوں کی پشت پر قائم کر دیا۔
اس شعر میں حسن تخلص ہے، حسن تخلص اس کو کہتے ہیں کہ متکلم غزل، انقار، شکوہ شکایت وغیرہ سے ایسی چیز کی
طریق منتقل ہو جو ممدوح کے مناسب ہو اور انتقال کے وقت اسلوب اتنا عمدہ اور دقیق ہو کہ سامع کو اس کا شعور بھی نہ ہو سکے۔
منتہی کے بعض عمدہ ترین اشعار.....

ازروہم وسواد اللیل یشفع لی
وانشی و بیاض الصبح یغری بی
(ترجمہ) میں معشوقوں کے پاس رات کو جاتا ہوں اس حالت میں کہ تاریکی شب میری شفاعت اور مدد کرتی
ہے (کہ تاریکی کے سبب سے کوئی میرے جانے پر مطلع نہیں ہوتا) اور آخر شب میں وہاں سے لوٹتا ہوں اس
حال میں کہ صبح کی سفیدی محافظین کو میری گرفتاری پر برا بھینٹہ کرتی ہے (کیونکہ وہ میرا ناظر کرتی ہے)
ناقدین کلام اور حذاق شعر کہتے ہیں کہ یہ شعر منتہی کے اشعار کا امیر ہے کیونکہ وہ اول مصرع میں پانچ چیزیں لایا ہے
زیارت، سیاہی، لیل، شفاعت لی۔ جو اس کے قاعدہ کی ہیں پھر دوسرے مصرع میں پانچ چیزیں مخالف بترتیب لایا ہے
انشی، بیاض، صبح، یغری، بی جو اس کے نقصان کی ہیں، بایں ہمہ الفاظ شستہ اور متنی عمدہ ہیں۔

وبفیک عما ینسب الناس انہ
الیک تناہی المکرمات ونسب
(ترجمہ) اور لوگ جو اپنی نسبت اپنے قبیلہ کی طرف کرتے ہیں تجھ کو اس نسبت سے اس امر نے بے
پرواہ کر دیا کہ تو تمام حنات کا متنی ہے اور وہ خود تیری طرف نسبت کی جاتی ہیں۔
حق یہ ہے کہ ایک حبشی بے اصل و نسب غلام کی اس سے بہتر تعریف نہیں ہو سکتی۔

لحا اللہ ذی الدنیا مناخلا لراکب
لکل بعید الہم فیہا معذب
(ترجمہ) اس دنیا پر جو سوار کیلئے تھوڑی دیر کی فرد گاہ ہے خدا لعنت کرے کہ اس میں ہر بلند ہمت عذاب
دیا جاتا ہے منتہی کا یہ شعر اصدق الاشعار ہے۔

نہیت من الاعمار مالو حیوئہ
لہیت الدنیا بالک خالد
(ترجمہ) تو نے دشمنوں کو قتل کر کے ان کی اس قدر عمریں لوٹی ہیں کہ اگر تو ان سب کو جمع کر لیتا اور اپنی

عمر پر ان کا احاطہ کر دیتا تو دنیا کو اس کی مبارک بادی جانی کہ تو ہمیشہ رہے گا۔

یہ شعر مدح میں بجائے قصیدہ بلکہ ایک مستقل دیوان کے درجہ میں ہے کیونکہ بوجہ کثیرہ مدح ہے لول یہ کہ اس نے عمروں کو لوٹا ہے نہ کہ اموال کو دوم یہ کہ اس نے اس قدر دشمن قتل کئے ہیں کہ اگر وہ ان کی عمروں کا وارث ہو جاتا تو دنیا میں ہمیشہ رہتا، سوم یہ کہ اس کا دنیا میں ہمیشہ رہنا باعث صلاح اہل دنیا ہے ورنہ مبارک بادی چہ معنی دلرد، چہ دم یہ کہ وہ دشمنوں کے قتل میں ظالم نہیں کیونکہ وہ ان کے قتل سے دنیا و اہل دنیا کی صلاح کا قصد کرتا ہے اور لوگ اس کے ہمیشہ رہنے سے خوش ہیں شارح ابن جنی کہتا ہے کہ اگر منتہی سیف الدولہ کی مدح میں اس شعر کے سولہ کچھ نہ کہتا تو اس کی دوامیاد گار کیلئے کافی تھا۔

تحسب اللمع خلقه في الماق

اتراها لكثرة العشاق

(ترجمہ) اے مخاطب کیا تجھ کو محبوبہ ایسے حال میں دکھائی جاتی ہے کہ وہ بسبب اپنے عشاق کی کثرت کے خیال کرتی ہے کہ اشک گوشہ ہائے چشم میں مخلوق ہیں، یہ بدیع معنی منتہی کے مختصرات میں سے ہیں جس کی طرف کوئی نہیں جاسکا۔

حتى يراق على جوانبه الدم

لا يسلم الشرف الرفيع من الاذى

(ترجمہ) شریف کے شرف رفیع اعداء و حیلہ کی تکلیف سے نہیں بچتے جب تک کہ اس کے اطراف میں خون

دشمنانہ گر لایا جائے قال ابو الفتح اشهد بالله انه لو لم يقل الا هذا لكان اشعر المجبلين ولكن له ان يقلم عليهم

منتہی کی شاعری کے عیوب..... کبھی کبھی منتہی کی شاعری میں مضمون و معنی تنگ اور اسے سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے الفاظ سے نئے توجہ کی بنا پر اس کی عبارت میں خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً بھونڈے الفاظ، معنوی تعقید غریب و نامانوس الفاظ کا استعمال، مطلع بے ڈول، قیاس کی مخالفت، شاعری کے مضمون میں تفاوت، مبالغہ میں حد سے تجاوز کر کے اسے ناممکن حد تک پہنچا دینا مثلاً۔

ولا ضعف حتى يبلغ الضعف ضعفه

ولا الضعف حتى يبلغ الضعف ضعفه

یا جیسے

وابوك والفقلان انت محمد.

اني يكون ابا البرايا آدم

کہنا یہ چاہتا ہے کہ ”انی یكون آدم ابا البرایا ابو محمد وانت الفقلان“ یعنی آدم کیوں کر انسانوں کا جَدِ اعلیٰ ہو سکتا ہے حالانکہ آپ کا باپ محمد ہے اور آپ فقلان ہیں۔ اسی طرح ایک جگہ کہتا ہے۔

عقمت بمولد نسلها حواء

لولم تكن من ذا الوردی الذمك هو

یعنی اے ممدوح! اس دنیا میں جس کا وجود ہی تیری ذات سے ہے اگر تو نہ ہو تا تو اماں حواء با تجھ ہو جاتیں اور ان کے کوئی اولاد نہ ہوتی، اس قسم کے بر تعقید شعروں کی مثالیں ہمیں ہمارے موضوع سے دور لے جائیں گی جسے ان چیزوں کے معلوم کرنے کا شوق ہو وہ ٹھالی کی تصنیف ”تیسیتہ الدہر“ دیکھئے۔

منتہی کے بعض بدترین اور معیوب اشعار..... منتہی کے اشعار میں سب سے بدترین قصیدہ وہ ہے جو اس نے ضبہ بن یزید عقی کی جو میں کہا ہے جس کا مطلع یہ ہے ما نصف القوم حب۔ واما الطرطیہ اس قصیدہ میں منتہی نے ایسی ایسی گالیاں دی ہیں کہ معاذ اللہ۔

بعظیم ما صنعت نطك كاذبا

كر ما فلو حدثه عن نفسه

(ترجمہ) ممدوح ایسی بخشش کرتا ہے کہ اگر تو اس کے رو بروہ بڑا کام جو اس نے کیا ہے بیان کرے تو تجھ کو جھوٹا سمجھے گا یعنی اس امر کو بڑا سمجھ کر تیری تصدیق نہ کرے گا۔

شرح نے کہا ہے کہ متنبی کا یہ قول بہتر نہیں ہے کیونکہ خوبی تو اس میں ہے کہ غیر اس کو بڑا سمجھ نہ کہ خود ممدوح۔ ابن جنی اور حسن عقیدت..... الصبح السنہی میں ہے کہ شارح ابن جنی متنبی کا بہت دلدلہ اور اس کے اشعار پر بڑا فریفتہ تھا اور ان کو متنبی کے اشعار پر ابو علی فارسی کا طعن نہایت گراں گذرتا تھا ایک روز ابو علی نے ابن جنی سے کہا کوئی شعر بتاتا کہ بحث و مباحثہ کریں، ابن جنی نے فوراً متنبی کا یہ شعر پڑھا۔

حلت دون المزار فالیوم لوزر

تلحال النحول دون العناق

(ترجمہ) اس سے قبل تو ہم میں اور ملاقات میں حاصل تھی اس لئے ہم غم ہائے فراق میں کھل گئے سو آج اگر تو ہم سے ملے تو ہماری لاغری معانقہ سے مانع ہوگی جس کی وجہ سے ہم نکلے گئے کے قابل نہیں رہے۔ ابو علی نے شعر کو بہت پسند کیا اور بار بار سنتا رہا پھر دریافت کیا کہ یہ شعر کس کا ہے۔ ابن جنی نے کہا یہ شعر اسی کا ہے جس نے یہ کہا ہے۔

ازودھم وسوادا اللیل یشفع لی

وانشی و بیاض الصبح یغری بی

ابو علی یہ سن کر اچھل پڑا اور کہنے لگا، یہ کس کا ہے۔ یہ تو بہت ہی عمدہ ہے ابن جنی نے کہا یہ اس کا ہے جس کا یہ شعر ہے۔

امضی ارادته فسوف له قد

واستقرب الاقصی فعم له هنا

(ترجمہ) وہ اپنے ارادہ کا پکا ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے پس کلمہ سوف (جو استقبال کیلئے ہے) ممدوح کیلئے بجائے کلمہ قد ہے (جو ماضی کیلئے ہے) اور وہ امر بعید کو بہت نزدیک سمجھتا ہے (اپنی بلند عزی کے سبب) پس کلمہ تم (جو اشارہ بعید کیلئے) کلمہ ہنایکے استعمال کرتا ہے (جو اشارہ قریب کیلئے ہے)۔ ابو علی یہ سن کر ششدر رہ گیا اور کہنے لگا یہ کس کا ہے۔ ابن جنی نے کہا یہ اسی کا ہے جس کا یہ شعر ہے۔

ووضع النندی فی موضع السیف بالعلی

مضر کو وضع السیف فی موضع النندی

(ترجمہ) تلوار کے موقع میں بخشش کا استعمال انسان کے علور تبہ کیلئے مضر ہے جیسے بخشش کے موقع میں تلوار کا استعمال مضر ہے۔ ابو علی کا اعجاب حد سے بڑھ گیا اور وہ بے تاب ہو کر کہنے لگا جلد بتائیے یہ اشعار کس کے ہیں۔ بخدا میں نے اتنے عمدہ اشعار آج تک نہیں سنے، ابن جنی نے کہا، یہ اشعار اسی کے ہیں جس کے بارے میں آپ طعن کرتے رہتے ہیں ابو علی نے کہا شاید اس سے آپ کی مراد متنبی ہے ابن جنی نے کہا ہاں! ابو علی نے کہا آج آپ نے مجھے متنبی کا گریدہ بنا دیا اس کے بعد ابو علی عضد الدولہ کے پاس گیا اور وہاں متنبی کی بہت تعریف کی۔

جمل حیات و تاریخ وفات..... متنبی قید خانہ سے رہائی کے بعد ۳۳۳ھ میں امیر سیف الدولہ علی بن حمدان عددی صاحب حلف کے دربار میں آگیا تھا تقریباً نو سال تک اسی کے یہاں قیام رہا امیر موصوف اظہار محبت کے ساتھ اس کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام کرتا تھا کہتے ہیں کہ امیر موصوف وقتی انعامات دہلایا کہ علاوہ تین ہزار اشرفیاں سالانہ متنبی کی ذات خاص پر صرف کیا کرتا تھا دور ان قیام میں کسی بات پر متنبی اور ابن خالویہ کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی اور امیر کے رو برو دوست درازی تک نوبت آگئی اس لئے متنبی کو وہاں سے علیحدہ ہونا پڑا، چنانچہ ۳۴۶ھ میں مصر آگیا اور ابو المسیب کا نور اختیار کی کی شان میں مدحیہ قصائد کہنے شروع کئے کیونکہ اسے متنبی سے اعطاء ولایت کا وعدہ کیا تھا اس کے یہاں متنبی کا قیام تقریباً چار سال تک رہا مگر وہ پورا نہ کیا یہاں تک کہ متنبی کو کہنا پڑا۔

ابا اسک هل فی الکاس فضل اناله

فافی اغنی منذ حین و تشرب

ابو المسلب! کیا جام میں کچھ میرے لئے بھی بچے گا۔ میں مدتوں سے گارہا ہوں اور آپ پئے جا رہے ہیں اسی طرح

ایک اور موقع پر کہتا ہے۔

ودون الذی املت منك حجاب

سکوتی بیان عندها وخطاب

هل نافعی ان ترفع الحجب بیننا

وفی النفس حاجات و فیک فطانتہ

ہمارے درمیان کے حجابات دور ہو جانے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا جبکہ وہ امید جو میں آپ سے لگائے بیٹھا ہوں ابھی تک پردہ میں ہے میرے دل کے ارمان دل ہی میں ہیں اور آپ ان سے خوب واقف ہیں کیونکہ آپ میں اندرونی حالات بھانپنے کی صلاحیت ہے نیز خود میری خاموشی زبان حال سے اس قلبی کیفیت کو کھول کر بیان کر رہی ہے۔

اس قسم کی طنزیہ شاعری، تعلیٰ اور شوق طلب اہلادت سے کافور کو اس کی طرف سے خطرہ لاحق ہو گیا اور وہ اس سے روگردانی کرنے لگا بلکہ صاف طور پر لوگوں سے کہہ دیا کہ جو شخص نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے کیا وہ کافور کے ساتھ مملکت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس پر منتہی نے ناراض ہو کر اس کی ہجو کہہ ڈالی اور ۳۵۰ھ میں بغداد کا رخ کر لیا، چونکہ وہ بالعموم بادشاہوں سے کم درجہ کے لوگوں کی مدح کہنا کسر شان خیال کرتا تھا اس لئے اس نے دزیر مہلبی کی مدح نہیں کی جس سے مہلبی نے برا مانا اور انقلا بغداد کے شاعروں کو اس کے پیچھے لگا دیا جنہوں نے اس کی خوب گت بنائی لیکن منتہی ان کے منہ نہ لگا اور فضل بن عمید سے ملاقات کیلئے ارجان روانہ ہو گیا صاحب بن عباد وزیر نے اس خیال سے کہ وہ اس کی مدح کرے گا اسے اصرہان آنے کی دعوت دی لیکن وہ اسے نظر میں نہ لایا اور عضد الدولہ سے ملنے کیلئے شیراز کا قصد کر لیا اس پر صاحب اس سے جل گیا اور اس کے کلام کی خامیاں نکالنے اور نکتہ چینی کرنے پر تل گیا حالانکہ وہی اس کے محاسن کو سب سے زیادہ جاننے والا تھا چنانچہ صاحب اور اس کے ساتھیوں نے اس کے خلاف محاذ قائم کر کے قلمی جنگ برپا کر دی اس پر سرقہ مضامین اور ادب عربی کے اسلوب سے بغاوت کا الزام لگایا لیکن خود اعتمادی اور اپنی شاعری پر ناز ہونے کی وجہ سے منتہی نے ان ناقدین میں سے کسی کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ جب منتہی عضد الدولہ کے دربار میں پہنچا تو اس نے اپنے بھرپور احسانات و اکرامات سے نوازا تین ہزار دینار، گھوڑے خلعت اور انعام بخشا، پھر اپنے کسی آدمی کے ذریعہ خفیہ اس سے دریافت کر لیا کہ یہ بخشش و انعام گر انقدر ہے یا سیف الدولہ کا ہے۔ منتہی نے کہا: یہ نہایت گر انقدر اور عظیم تر ہے لیکن اس میں کچھ تکلف ہے اور سیف الدولہ کی بخشش جوش دروں کا نتیجہ تھی، اس جواب سے عضد الدولہ برہم ہو گیا کہتے ہیں کہ اس نے بنی ضبہ کے کچھ لوگوں کو فاتیح بن ابی جبل بن خراس بن شداد اسدی کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ لوگ منتہی کو مار ڈالیں چنانچہ بغداد کے علاقہ صافیہ میں وہ ایک دوسرے کے بالمقابل آئے اور جنگ ہونے لگی جب منتہی نے اپنی کمزوری اور شکست کا اندازہ لگالیا تو بھاگنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے غلام نے اس سے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بھگوڑے کہلاؤ حالانکہ تم نے یہ شعر کہا ہے۔

والسيف والرمح والقرطاس والقلم

الغیل واللیل والیلاہ تعرفنی

گھوڑوں کے دستے، رات، لقی و دوق صحراء، تلوار، نیزہ، کاغذ اور قلم سب مجھے جانتے پہچانتے ہیں، چنانچہ وہ جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ منتہی اس کا بیٹا محمد اور اس کا غلام مظفر بروز چار شنبہ ۲۸ رمضان ۳۵۴ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس حساب سے منتہی کی کل عمر اکیاون سال کی ہوئی ابو القاسم مظفر علی بیٹی نے اس کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے۔

کان من نفسه الکبیرة فی حیث۔ وفی کبریاء ذی سلطان۔

مارى الناس ثانی المتبى۔ ای ثان یری لبکر الزمان

وہی شعر وہی ہے لیکن۔ ظہرت معجزاته فی المعانی

دیوان منتہی..... جو مقام ہم عصر شعراء کے درمیان منتہی کا ہے وہی مقام دوا دین شعراء کے درمیان دیوان منتہی کا ہے لام واحدی نے اپنی شرح کے آخر میں کہا ہے کہ یہ دیوان پانچ ہزار چار سو چورائے اشعار پر مشتمل ہے صاحب کشف نے دیوان منتہی کا تعارف کراتے ہوئے آخر میں اس کے اشعار کی جو تفصیل نقل کی ہے وہ یہ ہے، شامیات ۲۳۵۲ سیفیات۔

۱۵۳۰، کافوریات ۵۲۸، خانگیات ۳۵۸، شریوایات ۱۳۵۷ اس تفصیل پر مجموعہ اشعار ۵۱۳۵ ہوتا ہے قاضی ابن خلکان نے اپنی تاریخ ”وقایات الاعیات“ میں لکھا ہے کہ علماء نے اس دیوان کی بڑی قدر کی ہے اور اس کی متعدد شرحیں لکھی ہیں جرجی زید ان کا بیان ہے کہ اس کے بعض اشعار کا ترجمہ انگریزی اور لاطینی زبان میں ہو چکا ہے بعض اساتذہ کا قول ہے کہ دیوان منتہی کی تقریباً چالیس شرحیں دیکھنے میں آئی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

فہرست شروح دیوان منتہی

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح دیوان متہی	امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی	۵۳۶۸
۲	=====	ابوالفتح شیخ عثمان بن جتی نحوی	۵۳۹۲
۳	=====	=====	=====
۴	الامح غزنوی	ابوالعلاء ابن سلیمان معری	۵۴۴۹
۵	اجتی علی ابن جتی	ابو الفتح محمد بن احمد معروف بابن فورجہ	بعد ۵۴۳۷
۶	الفتح علی ابی الفتح	=====	=====
۷	شرح دیوان متہی	ابوالحسن علی بن اسماعیل معروف بابن سیدہ	۵۴۲۸
۸	=====	ابوموسیٰ عیسیٰ بن عبدالعزیز بربری جزولی	۵۶۰۷
۹	الکتاب العظام (۱۰ جلد)	ابوالبرکات مبارک معروف بابن المستوفی اربلی	۵۶۳۷
۱۰	شرح دیوان متہی	ابوالقاسم ابراہیم بن محمد معروف بالاقلمی	۵۴۴۱
۱۱	=====	ابوالظفر کمال الدین محمد آدم ہروی	۵۴۱۳
۱۲	=====	ابوالبقاء عبداللہ بن الحسین عسکری جہلی	۵۶۱۶
۱۳	=====	ابو عبداللہ محمد بن علی بن ابراہیم الهراس الخوارزمی	۵۴۲۵
۱۴	شرح دیوان متہی	ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن حمدان دلفی عجمی	۵۴۶۰
۱۵	=====	ابوطالب سعد بن محمد ازدی معروف بو عید	۵۳۸۵
۱۶	=====	ابو عبداللہ بن سلیمان بن عبداللہ حلوانی	۵۴۹۴
۱۷	=====	عبداللہ بن احمد سامانی	۵۴۷۵
۱۸	=====	ابوزکریا یحییٰ بن علی معروف بالخطیب تبریزی	۵۵۰۲
۱۹	=====	ابو محمد عبداللہ بن محمد معروف بابن السید بطیوسی	۵۵۲۱
۲۰	=====	عبدالقاہر بن عبداللہ حلبی معروف بو اوا	۵۶۱۳
۲۱	حاشیہ دیوان متہی	ابوالکین تاج الدین زید بن حسن کندی	
۲۲	=====	شیخ الادب مولانا محمد اعجاز علی بن محمد مزاج علی	۵۱۳۷۳
۲۳	تسہیل البیان فی شرح الدیوان	مولانا ذولفقار علی صاحب دیوبندی	

۱۔ و قد مر فی شروح دیوان الی تمام تحقیق ۱۲۔

۲۔ از ابن خلکان، مقدمہ حاشیہ اعزازیہ، کشف الظنون، غلامان اسلام، ایچ اے العلوم، تاریخ ادب عربی وغیرہ ۱۳۔

(۵۴) صاحب مقامات حریری

نام و نسب..... قاسم نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام علی، دلو اکا نام محمد اور پردلو اکا نام عثمان ہے حریری یعنی ریشم کو تیار فروخت کرتے تھے اس لئے آپ کو حریری کہتے ہیں اور قبلہ بنی حرام سے آپ کا نسب تعلق تھا اس لئے آپ کو حرامی بھی کہتے ہیں مسٹر شد باللہ کے عہد خلافت میں شہر بصرہ کے قریب قصبہ مشان کے اندر ۳۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور بصرہ کے محلہ بنی حرام میں سکونت اختیار کی ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت بصرہ ہی میں ہوئی تھی۔

تحصیل علوم..... علامہ حریری اپنے ریشم بیچنے کے پیشہ کو ناپسند سمجھتے تھے آپ کو علم و ادب سے جو فطری مناسبت اور ضعف تھا وہ اس سلسلہ میں مانع بنا اسی سبب سے آپ نے علماء اور فضلاء کے مجالس اور مجالس کو اپنا مستقر قرار دیا ان کی محبت و ہم نشینی کو آپ حیات سمجھا، چنانچہ آپ علماء کی مجالس میں آتے جاتے اور ادبی علوم کے حاصل کرنے میں انتہائی جدوجہد اور جانفشانی سے کام لیتے تھے علم ادب آپ نے ابو القاسم فضل بن محمد قصبانی سے پڑھا اور حدیث شریف ابو تمام محمد بن الحسین وغیرہ سے حاصل کی۔

ادبی مطالعہ..... مقامات کے مطالعہ سے یہ بات خاص طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے لغت و نحو کا بخوبی مطالعہ کیا تھا اسی لئے کچھ ہی دنوں میں آپ کو فنی مہارت کے علاوہ معاصرین میں زبردست فوقیت حاصل ہوئی۔

آپ چونکہ عرب کے واقعات و اشعار اور عربی زبان کے اچھوتے اسالیب اور طرز بیان سے واقف تھے اس لئے گھر گھر آپ کی عربیت کے نغمے گائے گئے امتیازی شہرت حاصل ہوئی اور علوم و فنون کے ساتھ منفرد ہونے والے لوگوں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

ثروت و مال داری اور اونچا مقام..... مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ علامہ حریری اہل ثروت اور مالدار لوگوں میں سے تھے بصرہ میں آپ کی اٹھارہ ہزار کھجوریں تھیں چونکہ آپ شہر بصرہ میں صاحب الخیر کے عہدہ پر فائز تھے اس لئے آپ کو بڑا اونچا مقام حاصل تھا عوام و خواص سب ہی کیلئے مرجع التفات تھے۔

تج عماد نے اپنی کتاب ”خریدہ“ میں بیان کیا ہے کہ حریری بصرہ کی بکھری میں ”صاحب الخیر“ کے عہدے پر ہمیشہ فائز رہے اور یہ عہدہ مقتوی عہد کے آخر تک آپ کی اولاد میں چلتا رہا۔

علمی فضل و کمال..... علامہ ممدوح نہایت ذکی، ہوشیار، نازک خیال، فصاحت و بلاغت میں یکساں اور ماہر فن، یگانہ روزگار، انشا پرداز اور لویب تھے، علم لغت، امثال، نحو، معانی، بیان بدیع میں ید طولی اور علمیت و قابلیت، وسعت معلومات، زور انشاء، جزالت شعر و بدہ گوئی میں اپنے ہم عصر لوہاء میں نمایاں مقام رکھتے تھے اور عربی نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔

نثر نگاری..... علامہ حریری نثر کے پیغمبر تھے آپ کی ہر عبارت گویا الہامی اور ظاہری و معنوی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے علاوہ نہایت شستہ و خلقتہ ہوتی ہے گویا وہ ایک دلنہاں ہے جو توانی کے لباس میں ملبوس اور معانی کے زیور سے مزین ہے اس میں نسیم سحر کے ٹھنڈے جھوکوں کی روح افزا لطافت پھولوں اور پھلوں کی فرحت بخش سرسبزی و شادابی بھی نہیں ہے اور شرر جیسی سوزش اور بھڑک بھی موجود ہے اگر کوئی چٹان کلام سے متاثر ہو کر پھل سکتی ہے یا کوئی چنگاری سرد ہو سکتی ہے تو وہ صرف آپ کے اس کلام سے جو رساں مقامات میں موجود تھے۔

در گوش من ز روح فغان رسد فقیر صد آفریں نجامہ سحر آفرین من

آپ کے منشورہ رساں میں دور سالہ نہایت عجیب و غریب اور انشا پردازوں کی نظر میں خاص اہمیت کے حامل ہیں جن کے متعلق شیخ یوسف سنوبرونی نے کہا ہے کہ ان دونوں رسالوں کی وہی حیثیت ہے جو انسان کیلئے آنکھ کی یا آنکھ کیلئے تپکی کی

ہے پہلا رسالہ یہ ہے جس میں آپ نے نظم و نثر کے ہر کلمہ میں حرف سین لائے کا التزام کیا ہے رسالہ حسب ذیل ہے۔

”باسم السميع القدوس استفتح، وباعاده استجمع سيرة سبطنا الاسفلهام السيد النفس سيد الروضاء، سيف
السلطين، حرمت نفسه واستارت سمعته، واتسق السمع وسيق غرضه، استعماله الجليس ومسامحة الاليس
ومساعدة الكسير و سلب و مواساة السحق والمسيب، والسيف تستطع استطاعة السنن، وحرمة الرسوم
الحسن، وصمت بالامس للدارس الالسن، سبلة خلد ريسه في سلسل كورؤسه، ومحسن مجلس سوره و احسان
سمعته سيادته فامسلف السراء، وتوسمت الاستطاعه، وصوفت نفسى بالاخسار، وموانسته الجسد، وجلمت
استقرى السبل، والسقطع الرسل، واستعد تناسى اسمه، واسار الوساوس لاستحالة رسمى

وسن تناسى جلالة واسوا لسجايا تناسى الجليس
وسر حسودى بطمس الرسوم وطمس الرسوم كرمس النفوس
وساقى الحسام بكاس السلاف، واسهمنى بعبوس وبوس
واسكرنى حمرة واستعاضى، لقصوته مكره الخلد ريس
سكسوه بسه مستحب، وامسك امساك سبل يوس
اسطر سيناته سيرة، تسير اساطير ها كالسيوس

وحسبنا السلام لرسول الاسلام

دوسرا رسالہ یہ ہے جس کے ہر کلمہ میں شین لائے کا التزام ہے رسالہ حسب ذیل ہے۔

”بارشاد المنشى النشى شففى بالشيخ، شمس الشعراء ريش معاشه و فشار ياشه و اشرق شهابه و
اعشوشبت شعابه بشاكل شغف المنتشى بالنشوى والمرتشى بالر شوى والشادن بشرخ الشياب
والعطشان الى شم الشراب وشكرى لتجشمه ومثقته وشواهد شفقتة بشاكل شكر الناشد للمتشدد و
المسترشد للمرشد و المستشعر للمبشر والمستجيش، للجيش المنشر وشعارى الناش و شعره واشجاء
الكاشح والمكاشر بنشره وشغلى اشاعته وشانته وتشيد شفانته والا شادة بشنوره وشنوفه والمشورة،
بتشفيقه وتشريفه واشهد شهادة المنع الكاشف والمنشر المكاشف لانشاده هلش الثالب والناشى
ويلاشى شعر الناشى والمشاهدته كاشتيا والشهد وتباير الرشد والمشاخه تشقى المشاجن والمشاجرة
تشر الماشين والشاغبة تشظى الاضطان وتشيط الشيطان لشرف فاللشيخ شرفا وشغفا بشنفته شغفا.

فشاره مشهورة ومشاعره، وعشرت مشكورة وعشاره
وشوه ترفيش المرقش وقشت فاشياحه يشكونه ومعشره
شمانله معشوقته كشموله وشريه مستبشر ومعشره
شفاشقه فحشيت وشباهه شامرنى جاش للشر شاعره
ويشدد فيهتش الشحيح لشده، ويشغفه انشاده فيشاطره
سانشده شعر ايشرق شمسه

واشهد شهادة شاهنا لاشياء ومشيخ الاحشاء ليشعلن شواظ اشواالى شحطه وليشعلن حمل نشاطى نشطه
فناشدت الشيخ الشعر باستحاشى لشوعه واجهاشى لتشبيحه وشابنى لنشيد الموشى ونشيد شخصه
بالاشراق والعشى وشاه حاشاه نفسيه شبيهة وتفشاء فليتشف شرح شجونى لشطوته ومشاركى بشمونيه
واشتغالى بتمشيه شونه ليشد جاشى و يشارف لكماشى، عاش منصف العشاخه مشعر ذالاشفار منتشر
الشرار شتا مالا شرار شعاذا بالاشعار ليشرح ويعجوش ومعش المنفوش بمشيه الشليد البطش الشامخ

العرش و تشریفه لبشیر البشر و شفیع المعشر ﷺ

شعر گوئی..... آپ جس طرح نثر لکھنے میں مہارت نامہ اور ملکہ راسخ رکھتے تھے اسی طرح شعر و شاعری میں بھی اعلیٰ قابلیتوں کے حامل اور بلند پایہ درک و ادراک اور بے پایان اہم خصوصیات کے مالک تھے چونکہ آپ شعراء جاہلیت کے پیروکار اور ان کے انداز بیان اور اسلوب کے دلدادہ تھے اس لئے آپ نے اکثر و بیشتر امری القیس، زہیر، عمر بن کلثوم کی طرح بحر کامل اور بحر طویل میں اشعار کہے آپ کے اشعار قصائد کا مستقل دیوان ہے جس میں سلاست زواری شوکت الفاظ، بلندی خیال اور شگفتگی بدرجہ اتم موجود ہے دلاویز ترکیبیں، عمدہ اور نادر تشبیہات عجیب و غریب استعارات، جناس وازدواج وغیرہ صنائع آپ کے اشعار کا اہم جزو ہیں فن شعر میں حسن تصرف کے لحاظ سے آپ کو امتیازی شان حاصل ہے آپ کے اشعار جو دت لفظ اور جدت اسلوب میں آپ کی نثر سے کم وقعت نہیں رکھتے البتہ جو شہرت آپ کو نثر میں ہے وہ نظم میں نہ ہو سکی اور مجموعی طور پر اشعار میں وہ چستی اور بر جستگی نہیں ہے جو نثر میں پائی جاتی ہے تاہم اہم اور نازک مضامین کو بڑی سہولت کے ساتھ اچھوتے انداز میں رشیق و حسین اور پر شکوہ الفاظ کے دامن میں دیتے تھے مقامات کے تمام تر اشعار آپ ہی کی جو دت طبع کا نتیجہ ہیں البتہ دو شعر اس سے مستثنیٰ ہیں جن میں سے ایک دواو مشقی کا اور دوسرا ہتری کا ہے۔

ان کے علاوہ عماد اصغمانی نے اپنی کتاب ”خریدہ میں ذیل کے اشعار کو بھی آپ ہی کی طرف منسوب کیا ہے

اماتری الشعر فی خدیہ قدنیثا

قال العواذل ما هذا الغرام به

ومن قام بارض وهی مجدبتہ

فقلت والله لو ان المفندلی قائل الرشذ فی عینہ ماثبتا

کم طباء سحاجر . فعتت بالمحاجر

فکیف یو حل عنها والربع اتی

وتثن لخواطر ها . ج و جلد الخاطر

ونفوس نفائس . حنوت بالمحاذر

وشجون تضافرت . عند کشف الضفائر

وعذار لاجله . عاذلی فیہ عاذری

یہ دو بیت بھی آپ ہی کے بتائے جاتے ہیں۔

من بعد ما الشیب فی فودیک قدو خطا

لا تخطون الی خطاء ولا خطاء

اذا سعی فی میادین الصبا و خطا

وای علیر لمن ثابت ذوائبه

حریری کے حکیمانہ اشعار

غیر یوم ولا تزده علیہ

لا تزده من تحب فی کل شہر

ثم لا تنظر الیہون الیہ

فاجتلاء الهلال فی الشہر یوما

(ترجمہ) دوستوں سے ہر ماہ ایک دن سے زیادہ ملاقات نہ کر کیونکہ چاند کو مہینہ میں ایک ہی دن دیکھا جاتا ہے پھر اس کی طرف کوئی نہیں دیکھتا۔

وانظر بعینک هل ارض معطلقة

لا تقعدن علی ضرر و مسفت . لکی یقال عزیز النفس مصطر

فای فضل لعود ماله ثمر

من النبات کارض حفها الشجر . فعد عما تشیر الاغیاء بک

الی الجناب الذی یهمی بہ المطر

واء حل و کابک عن زلف حلمت به

ہلت یداک بہ فلیہنک الظفر

واستنزل الری من وراء السحاب فان

(ترجمہ) تکلیف اور بھوک پر اس خیال سے صبر کئے نہ بیٹھے رہو کہ لوگ کہیں گے

بڑا خودوار صابر ہے اپنی آنکھوں سے دیکھو کیا اور ختوں سے خالی زمین اور وہ زمین جو

درختوں سے بھری ہوئیاں ہوتی ہے۔ تم پانگوں کے مشوروں کو نظر انداز کر دو اور سوچو کہ اس درخت میں کیا خوبی ہے جس پر پھل نہ لگے، اور ایسی جگہ سے جہاں تم پہاڑ سے ہو کوچ کر کے اس جگہ چلے جاؤ جہاں موسلا حد بارش ہو رہی ہو اور بادلوں کی جھڑی سے سیرابی حاصل کرنے کی کوشش کرو پھر اگر اس سے تمہارے ہاتھ تر ہو جائیں تو یہ کامیابی تمہیں مبارک ہو۔

حریری کے علم و فضل کا اعتراف..... ابو الفلاح عبدالحی بن العلاء حنبلی نے اپنی کتاب ”شذرات الذہب“ میں لکھا ہے کہ حریری لواء بلاغت کے حامل اور میدان نظم و نثر کے شمسوار ہیں۔ ”اس کے بعد لکھتے ہیں کہ“ الحاصل شیخ حریری زمانہ کے عجائب اور نوادرات میں سے ہیں۔ ابوالفتح حمید اللہ بن فضل کہتے ہیں کہ لام اجل شیخ ابو محمد قاسم بن علی بن حریری مشہور اہل فضل اور اپنے زمانہ کے ان منتخب اور یکتا لوگوں میں سے ہیں جو حقد میں کے گروہ سے ملتی ہیں لیکن فضائل و محاسن اور خصوصیات میں ان سے بھی متجاوز ہیں۔

حریری کے فضل و کمال کا اعتراف شمیم حلی جیسے بلند مرتبہ فاضل نے بھی کیا ہے جیسا کہ یاقوت حموی نے معجم میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”ان عجائبات میں سے جن کو میں نے دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے یہ ہے کہ میں اعفوان شاب ۵۹۳ھ میں شہر آمد پہنچا مجھے معلوم ہوا کہ یہاں علی بن حسین جو شمیم حلی کے لقب سے مشہور ہیں تشریف رکھتے ہیں لیکن علماء متقدمین اور متأثرین میں سے وہ کسی کا بھی وزن نہیں سمجھتے اور نہ کسی کی فضیلت و منقبت کے معترف ہوتے ہیں میں ان کے یہاں حاضر ہوا تو میں نے ان کو اہل فضل پر نقد و تبصرہ اور تنقیص و تذلیل کرتے ہوئے دیکھا اور مسلسل دیکھتا رہا، بالآخر ملول ہو کر میں نے کہا کیا آپ کے نزدیک متقدمین کی جماعت میں کوئی ماہر فن ہے۔ انھوں نے کہا ہاں تین آدمی ہیں منتہی مدح و ستائش میں ابن نبیہ خطبات میں ابن الحریری مقامات میں میں نے کہا آپ کیلئے حریری کی راہ پر چلنے سے کون چیز مانع ہے۔ ایک ایسی مقامات تصنیف کر دیجئے جس سے حریری کی یاد کی چنگاری سرد ہو جائے اور اس کی ساری دولت آپ کے قبضہ میں آجائے۔ انھوں نے کہا بیاتحق کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے حقیقت یہ ہے میں نے تین مرتبہ مقامات تصنیف کی لیکن ہر مرتبہ جب غور سے دیکھا اور موازنہ کیا تو مقامات حریری کے مقابلہ میں رذیل و مبتذل ہی معلوم ہوئی چنانچہ میں نے اس کو حوض میں دوھو ڈالا اور آئندہ لکھنے کا ارادہ ختم کر دیا میرا خیال ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے حریری کی فضیلت و منقبت ظاہر کرنے کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔

خاکساری و بردباری اور اعتراف حق..... علامہ حریری نہایت بردبار، نیک طینت اور راستی پسند انسان تھے اگر کوئی شخص کسی لغزش پر متنبہ کرتا تو آپ خوش ہو کر اپنی لغزش کا اعتراف کر لیتے اور اس کا اعزاز و اکرام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جابر بن بیتہ اللہ نے مقامات پڑھتے ہوئے قد و فح لللیل الذی اکفر الی ذرا کم شعثا مغبرا میں ”شعثا مغبرا“ کے بجائے سبعا مغبرا پڑھا تو آپ نے توقف کرنے کے بعد کہا بخدا تو نے بہت عمدہ تصحیف کی کیونکہ ہر سبب معتر کا ضرور تمند ہونا لازمی ہے اور ہر شعث مغبرا کا اجتماع ہونا ضروری نہیں اگر میں نے سات سو شخصوں پر جو میرے سامنے پڑھے گئے ہیں اپنے ہاتھ سے یہ لفظ نہ لکھا ہوتا تو میں ”شعثا مغبرا“ کو سبعا معتر سے ضرور بدل دیتا۔ ظرافت طبع..... موصوف تبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ظریف الطبع نہں کھ اور خوش مزاج بھی تھے آپ کی طبیعت لطیفوں اور چٹکوں کی طرف بہت زیادہ مائل تھی مخاطب کو خوش کرنا ہنسنا اور اس سے دل و تحسین حاصل کرنا بخوبی جانتے تھے۔

دل را اثر وئے تو گلوںش کند جال را سخن خوب تو نہ ہوش کند

ابن خلکان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نووارد شخص فیضیاب ہونے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا اور آپ کی شکل و

صورت دیکھ کر متعجب ہوا آپ نے اس کا احساس کر لیا جب اس نے الماء کرانے کی درخواست کی تو آپ نے یہ شعر الما کر لیا۔

ما لے الت اول ساوخره القمر
ورائد اعجبة خضرة الدمن
فاصغر فلفسك غیری النبی وجل
مغل المعیدی فاسمع بی ولا ترونی

اس پر وہ بچارہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

زہد و ورع اور محاسنی سے نفرت..... آپ زاہد و متورع ہمایک باطن نور پر ہیزگار آدمی تھے دولت عباسیہ میں اگرچہ
میں و عشرت اور شراب نوشی کا دور دورہ تھا مگر آپ اس سے کوسوں دور تھے بلکہ آپ کو شراب نوشوں سے بھی طبعی
نفرت تھی جابر بن زہر کہتے ہیں کہ میں ایک بار قصبہ مشان میں آپ سے مقامات پڑھ رہا تھا اچانک خبر آئی کہ ابو زید مطہر
بن سلام نے شراب پی کر رکھی ہے آپ نے فوراً یہ اشعار لکھ کر اس کے پاس بھیجے اور ہم کو بھی سنائے۔

ابا زید اعلم ان من شرب الطلا
للنفس فافهم سرفوا المهدب
ومن قبل سمیت المظہر والفتی
یصدق بالافعال تسمیة الادب

فلا تحسها کما تكون مطہرا
والا فیر ذلك الاسم و اشرب

مطہر بن سلام کے پاس جب یہ اشعار پہنچے تو وہ ننگے پاؤں حاضر خدمت ہو اور قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ
آئندہ کبھی شراب نہ پیوں گا۔ آپ نے فرمایا بلکہ شراب پینے والوں کے پاس بھی نہ جانا، علامہ حریری کے لوب کا یہ حال تھا
کہ تنہائی میں بھی پاؤں دراز نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے حفظ الادب مع اللہ الحق۔

بلوب باش تا بزرگ شوی
کہ بزرگی نتیجہ لوب ست

وفات..... آپ کی وفات ۱۶ رجب ۵۱۵ھ یا (۵۱۶ھ) میں بصرہ شہر کے محلہ بنی حرام میں ہوئی عام طور پر سنہ وفات یہی بتایا
جاتا ہے لیکن ابن خلکان نے بروایت ابوالفتح مطہر بن سلام نقل کیا ہے کہ جب آپ ۵۳۸ھ میں شہر واسط آئے تو میں نے
آپ سے ”مسلمۃ الاعراب“ کی سماعت کی اس کے بعد آپ بغداد لوٹے گئے اور ایک زمانہ تک قیام رہا اور وہیں وفات پائی۔ عماد
اصغمانی نے بھی اپنی کتاب ”مختریدہ“ میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ نے ۵۴۰ھ کے بعد وفات پائی۔

مرور منزل جاناں چہ امن و میش چوں ہر دم
جس فریادی وارد بر بندید محمدا

الباقیات الصالحات..... بقول مورخ ابن خلکان آپ نے دو صاحبزادے چھوڑے، ایک نجم الدین ابوالقاسم عبداللہ جو
بغداد کے حاکموں میں سے تھے دوسرے ضیاء الاسلام عبداللہ جو بصرہ کے قاضی تھے جو اہل حق کہتے ہیں کہ مجھے ان دونوں سے
مقامات کی اجازت حاصل ہے اور یہ دونوں اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں۔

شیخ شری نے تیسرے صاحبزادے ابوالعباس کا بھی تذکرہ کیا ہے جو قصبہ مشان میں اپنے باپ کی جگہ پر متعین تھے
آپ نے ان تینوں صاحبزادوں کو مقامات کا درس دیا تھا اور ابوالعباس جو انتہائی زیرک اور ہوشیار تھے۔ خصوصیت کے ساتھ
مقامات کے مقلد اور مشکل مواقع حل کرانے میں وجہ ہے کہ مترجمین حقد میں نے ان سے زیادہ اخذ کیا ہے۔

حلیہ..... مجسم میں ہے کہ آپ انتہائی ظنیں ہو شید اور فصیح و بلیغ تھے لیکن آپ کا خرد و خال اچھا نہ تھا حسن و جمال سے محروم
تھے ابن خلکان نے لکھا ہے کہ آپ غور و فکر کے وقت ڈاڑھی نوپنے کے عادی اور حریص تھے اسی وجہ سے ابوالقاسم بن
علی نے آپ کی شان میں یہ اشعار لکھے ہیں۔

نطقه الله بالمشان وقد الجمه فی العراق بالخرمر

شیخ لنا من ربيعة القوس۔ متیف عتونه من الهوس

۱۔ رات میں چلنے والے تم ہی پہلے شخص نہیں ہو جسے چاند نے دھوکا دیا ہو اور نہ تم چراگاہ تلاش کرنے والے پہلے شخص ہو جسے کوڑی کی سبز
جلی معلوم ہوئی ہو تم اپنے لئے میرے سوا کسی اور کو پسند کر لو کہ نکل میں معیدی کی طرح ہوں میری باتیں سنو اور میری شکل مت دیکھو۔
۲۔ وکیل ان ہذین السبعین لانی محمد بن احمد معروف بابن جکیتا حریری ۱۲۔

لام زیارت نے بیان کیا ہے کہ آپ بد شکل پست قد اور بخیل آدمی تھے میلے اور گندے کپڑے پہنتے تھے غور و فکر کے وقت داڑھی نوچنے کے عادی تھے حق تعالیٰ نے آپ کو بد صورتی کے بدلے بہترین ادب، لطیف، چٹکے، خوش مذاقی، بذلہ، سخی عدل و انصاف اور فراخ دلی عطا فرمائی تھی اسی لئے آپ کے قصص و حکایات آپ کی زیارت سے بہتر بتائے جاتے ہیں۔

چہ غم ز مہمت صورت اہل معنی را
چو جاں ز روم بود کو تن از جہش میاش

تصنیفات و تالیفات آپ نے اپنی زندگی میں مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور متعدد کتابیں تصنیف کیں جو اپنی معنویت اور افادیت اور مخصوص انداز بیان کی بناء پر شہرہ آفاق ہیں۔

(۱) ذرۃ النواص فی لوہام الخواص۔ اس میں آپ نے معاصرین پر نقد کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ لوہاء عصر الفاظ کو بے موقعہ یا غیر موضوع لہ میں استعمال کر کے غلطی کرتے ہیں یہ ۵۰۴ھ کی تصنیف ہے ۳۲۳ھ میں مصر سے اور ۸۷۱ھ میں لہزک شہر سے طبع ہوئی ہے علامہ خفاجی نے اس کی مفصل شرح لکھی ہے جو ۲۹۹ھ میں قسطنطنیہ سے شائع ہوئی ہے۔ (۲) ملحدہ الاعراب یہ ۵۰۴ھ کے بعد کی تصنیف ہے اس میں مبتدی طلبہ کیلئے نحو کے مسائل کو نظم کیا ہے مطلع قصیدہ یہ ہے۔

بمحمد ذی الطول شدید الحول

اقول من بعد افتتاح القول

محمد بن محمد حضرمی نے اس کی شرح کی ہے جو ۳۰۶ھ میں مصر سے شائع ہوئی ہے خود مصنف نے بھی اس کی شرح لکھی ہے فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے جو ۱۸۸۵ء میں پیرس کے اندر طبع ہوا ہے۔

(۳) صدور زمان القیور و قبور زمان الصدور فن تاریخ میں بہت عمدہ اور لطیف تصنیف ہے جس سے علامہ اصفہانی نے اپنی کتاب ”تصرۃ الفترۃ و عصرۃ الفترۃ“ میں بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ (۴) دیوان حریری (۵) توضیح البیان (۶) سالہ سینیہ (۷) سالہ شینیہ مقامات نویسی مقامہ اس مختصر اور دلپسند و خوش اسلوب کہانی کو کہتے ہیں جس میں کوئی نصیحت یا لطیفہ ہو یہ دراصل ”مقام“ سے ہے جس کے معنی ہیں کھڑے ہونے کی جگہ، پھر اس کے معنی میں وسعت پیدا کر کے جگہ اور مجلس کے معنی میں استعمال کرنے لگے اس کے بعد کثرت استعمال سے مجلس میں بیٹھنے والوں کو ”مقامہ“ کہنے لگے جیسے مجلس سے مراد کبھی کبھی اہل مجلس ہوتے ہیں بعد ازاں مجلس میں پڑھے جانے والے خطبہ اور پند و نصیحت وغیرہ کو بھی مقامہ یا مجلس کہنے لگے چنانچہ ”مقامات الخطباء“ کے معنی ہیں خطیبوں کی تقاریر اور مقامات النحاص کے معنی ہیں قصہ گوئیوں کی کہانیاں اور ”مقامات الزہاد“ کا مفہوم ہے زہدوں کی پند و نصائح، مقامہ سے مقصود نہ تو جمال حکایت ہو تا ہے نہ حسن و عطا اور نہ افادہ علمی بلکہ وہ ایک فنی ادبی تحریر کا ایک ٹکڑا ہو تا ہے جس میں خوش نمائش کے طرز پر غریب الفاظ و تراکیب اس طرح جمع کئے جاتے ہیں کہ وہ اثر آفرینی سے زیادہ طبیعت کو مسرور کرتے اور فائدہ بخشی سے زیادہ لذت بخشتے ہیں اسی لئے اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا اس میں فنی افسانہ نگاری کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور مقامات لکھنے والوں نے قضیہ نگاری کہانی میں رنگ بھرنے اور اس کے کرداروں کی تحلیل نفسی پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ انھوں نے اپنی پوری توجہ تحسین لفظی پر مبذول رکھی۔

مقامات نویسی کی ابتداء کہانیوں کی یہ صنف عہد بنی عباس کے وسط میں پیدا ہوئی تھی وہ زمانہ تھاجب لوب اور فنی انشاء پر دازی اپنے شباب پر تھی کہتے ہیں کہ مقامات نگاری کی ابتداء ابن فارس نے کی پھر اس کی تقلید میں اس کے شاگرد بدیع الزماں نے گداگری اور دیگر موضوعات پر چار سو مقامات املا کرائے جو اتنے عمدہ اور دلچسپ تھے کہ ان کی وجہ سے وہ اس فن کا امام بن گیا لیکن اس کے مقامات میں سے صرف تریپن مقامات مل سکے ہیں بعد ازاں حریری نے پچاس مقامے لکھے جن میں بدیع الزماں کی پیروی کی ان بلند پایہ لویوں کے بعد بہت سے انشاء پروازوں نے مقامات نگاری کو اپنا موضوع بنایا لیکن وہ ان دونوں کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکے مثلاً ابن اشتر کوئی۔ کی مقامات ”سر قسطیہ“ جس میں پچاس مقامے ہیں جو اس نے قرطبہ میں حریری کے مقامات دیکھنے کے بعد لکھے تھے اس میں منذر بن حمام کی زبانی سائب بن تمام کا واقعہ بیان کیا ہے علاوہ

ازیں علامہ زحیری کے مقامات ہیں جو مشہور ہیں نیز ابو العباس حمی بن سعید بن ماری نصرانی یصری طبیب متوفی ۵۸۹ھ کی مقامات ”مسحی“ ہے جو اس نے حریری کے طرز پر لکھی ہے اور احمد بن اعظم رازی کے بارہ مقامات ہیں جو اس نے ۶۳۰ھ میں لکھے اس میں اس نے قصاص بن زباع وغیرہ کو راوی بنایا ہے نیز زین الدین ابن صیقل جزری متوفی ۷۰۱ھ کی مقامات ”زحیہ“ ہے جس میں مقامات حریری کے مقابلہ میں پچاس مقامات ہیں اس کی روایت قاسم بن جریان دمشق، ابو نصر مصری سے کرتے ہیں نیز مقامات سیوطی ہے جو بجائے مقامات کے مضامین (رسائل) سے زیادہ مشابہ ہے۔

(۸) مقامات حریری..... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم اور قابل فخر کتاب ”مقامات“ ہے جس میں آپ نے عربی لافانی خزانہ کے قیمتی موتیوں کو بڑی خوبی کے ساتھ ٹانگا ہے اس کو دنیائے ادب میں بے پناہ شہرت و قبولیت اور تمام ادبی کتابوں پر اپنے اسلوب بیان اور جدت موضوع کے لحاظ سے طرہ امتیاز حاصل ہے و لعمریہ ماقال الشاعر

صنعت بالجر سامعا وقد یقال فیما قیل عنه عجاب
واہن الحریری والفاظہ بحرود رلیس فیہ معاب
تشهد بالنبل لہ والجمعی شہادۃ الزہر لودق السحاب
وکم لہ من کلمات غدت فی الشرق والغرب ذات اغتراب
ولیس بالمنکر منہ المحجی والبحر لاینکر منہ العباب

زمان تالیف..... شیخ پتہ اللہ بن فضل نے بیان کیا ہے کہ مقامات حریری کی تالیف ۴۹۵ھ میں شروع ہوئی اور ۵۰۴ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی اس میں تاریخ ابتداء کے متعلق تو موصوف کا قول صحیح ہے کیونکہ شہر شروع ۴۹۰ھ میں فتح ہو چکا تھا لیکن تاریخ اتمام علامہ ابن اثیر کے قول کی بنا پر صحیح نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں اسدی دینس ۵۰۳ھ میں پچہ تھا حالانکہ مقامات میں اس کا ذکر موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت صرف عاقل و بالغ ہی نہیں بلکہ اس زمانہ کی مشہور و معروف شخصیات میں سے تھا۔

طرز مقامات..... علامہ حریری نے اپنی کتاب مقامات میں بدیع الزماں ہمدانی کی تقلید اور اسی کے طرز کو اختیار کیا ہے جیسا کہ آپ نے دیباچہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ”میں بھی بدیع الزماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چند مقالے لکھوں اگرچہ ٹنگراؤ تیز رو گھوڑے کی چال کو نہیں پہنچ سکتا۔“ موصوف نے دیباچہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے پچاس مقالے لکھے جن میں عمدہ اور پوچہ باتیں، شیریں اور فصیح الفاظ، فصاحت و بیان اور اس کے گوہر ہائے نایاب ادبی لطیفے اور نوادر سب کچھ موجود ہیں حتیٰ کہ میں نے اس کو آیات قرآنیہ اور کنایات نفیسہ سے مزین اور ادبی چٹکے، نحوی چلیستاں، لغوی مسائل، جدید رسائل، مزین خطبوں، رلانے والے و غظوں، لہو و لعب میں ڈالنے والی ہنسی کی باتوں سے مرصع کیا ہے۔

بظاہر غلط بیاظن شیخ..... ایک صنعت ہے جس کو عربی میں بڑی وسعت دی گئی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ عبارت کے معنی بظاہر غلط معلوم ہوں لیکن واقع میں صحیح ہوں مثلاً بھاشا میں سیام سیاہ کو بھی کہتے ہیں اور معشوق کو بھی اسی طرح لال سرخ کو بھی کہتے ہیں اور محبوب کو بھی اب اگر یہ کہا جائے کہ ”سیام زرد ہے“ تو بظاہر غلط ہوگا کیونکہ سیاہ چیز زرد نہیں ہو سکتی لیکن اگر سیام کے معنی محبوب کیلئے جائیں تو یہ جملہ صحیح ہو سکتا ہے مقامات حریری میں سو فقہی سوال و جوابات ہیں جو ابیات تمام تر غلط معلوم ہوتے ہیں لیکن واقع میں صحیح ہیں مثلاً ایک سوال ہے کہ اگر کوئی شخص وضو کے بعد نعل کو چھو لے تو کیا حکم ہے۔ جواب دیا ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا نعل عربی میں جوتی کو کہتے ہیں اور یہ معنی زیادہ متداول ہیں لیکن نعل عورت کو بھی کہتے ہیں اور شواہد کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

وجہ تالیف..... شیخ ابو سعید محمد بن عبدالرحمن بن مسعود ہمدانی (مجدیدی) نے اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ بیان کیا

ہے کہ ابو زید سرمدی نامی ایک فصیح و بلیغ ہیر و لور بھکاری آدمی تھا شہر بصرہ کی مسجد بنی حرام میں وارد ہوا اور حاضرین مجلس کو نہایت احترام کے ساتھ سلام کرنے کے بعد اپنی خستہ حالی و پریشانی کو نہایت موثر و فصیح الفاظ میں بیان کر کے اپنے لڑکے کا روم کے ہاتھوں قید ہونا ذکر کیا حاضرین مجلس میں جہاں اور علم و دست ارباب و فضلاء اور بعض دلاء شریک تھے وہیں علامہ حریری بھی موجود تھے سب اس کی فصاحت و بلاغت اور اس کے کلام کی دلقریب و خوشنما ساخت پر داحت سے بے انتہا مسرور ہوئے اور ابو زید نے اپنی شیریں تقریر سے ان کو مسحور کر لیا۔

حسن اتفاق اسی دن حریری کے پاس بصرہ کے بڑے بڑے علماء و فضلاء بغرض ملاقات تشریف لائے موصوف نے ان کو یہ پورا واقعہ سنا اور اس کی عبارت کی لطافت و نزاکت و شگفتگی کی تعریف کی تو ان میں سے ہر ایک نے ابو زید کے اسی نوع کے بہت سے قصے نقل کئے اور بتایا کہ وہ ہر مسجد میں اسی طرح رنگ و روپ بدل کر حیلے اور تدبیریں اختیار کر کے اپنے علم و فضل کا اظہار کیا کرتا ہے حاضرین کو اس کی تلون مز لٹی اور فصاحت و بلاغت کے حسین انصرفات کی اطلاع سے بے انتہا حیرت ہوئی اس پر علامہ حریری نے مقامہ حرامیہ جو سب سے پہلا مقامہ ہے تصنیف کیا اور اسی پر دوسرے مقاموں کی بنیاد رکھی۔

علامہ ابن جوزی کا بیان..... ابن جوزی نے بھی اپنی تاریخ میں اسی قسم کی حکایت ذکر کی ہے اور لکھا ہے کہ سب سے پہلے مقامہ حرامیہ لکھ کر شرف الدین ابو نصر انوشروان بن خالد بن محمد قاشانی غلیفہ عباسی وزیر مسترشد باللہ کی خدمت میں پیش کیا اس نے اس کو بنظر استحسان دیکھا اور اس پر اضافہ کی درخواست کی چنانچہ علامہ حریری نے اسی طرز پر پچاس مقالے تحریر کئے وجہ تالیف کے سلسلہ میں علامہ حریری کے صاحبزادے ابو القاسم عبداللہ کا بیان بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔

مورخ ابن خلکان کی رائے..... علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ تاریخ کی متعدد کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے (جیسا کہ حریری کے صاحبزادے نے بیان کیا لیکن میں نے بمقام قاہرہ ۶۸۶ھ میں حریری کے ہاتھ کا لکھا ہوا مقامات کا ایک نسخہ دیکھا جس کی پشت پر آپ ہی کے قلم سے تحریر تھا کہ اس کی تصنیف جلال الدین عمید الدولہ ابو الحسن علی بن ابی العز علی بن صدقہ کیلئے (جو کہ مسترشد باللہ کا وزیر تھا) عمل میں آئی۔ یہ روایت پاس الفاظ کہ خود مصنف کے خط سے ہے زیادہ مستند ہے۔

واقعہ کا دوسرا رخ..... وجہ تالیف کے ذیل میں یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ علامہ حریری نے مقامہ حرامیہ کے بعد چالیس مقامہ تحریر کئے اور ان کو ساتھ لے کر بغداد تشریف لائے اور وزیر موصوف کی خدمت میں پیش کئے حلا و بد خو لوگوں نے طعن کیا کہ یہ مقالے حریری کے نہیں ہیں اگر وہ اپنے اس دعویٰ میں سچا ہے تو اسے چاہیے کہ مجمع عام میں اس جیسا مقامہ تحریر کر دے چنانچہ وزیر موصوف نے جریری کو دربار عام میں طلب کر کے ان مقامات کے متعلق دریافت کیا حریری نے کہا بے شک یہ میں نے ہی تحریر کئے ہیں وزیر نے کہا اچھا اس جیسے اور تحریر کرو علامہ حریری۔ دولت قلم لے کر دیوان عام کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور دیر تک کوشش کرتے رہے مگر قسمت کی بات کہ مضمون کی آمد نہ ہو سکی بالآخر آپ کو شرمندہ ہو کر اٹھنا پڑا اس کے بعد بصرہ واپس ہو کر آپ نے دس مقالے اور تیار کئے اور وزیر کی خدمت میں عذر پیش کیا کہ مجھ پر دربار عام میں آپ کی بیعت چھا گئی تھی جس کی وجہ سے مقامہ تحریر نہ کر سکا۔

افترار و دازی..... صاحب بجمع نے لکھا ہے کہ بعض حاسدین نے افتراء پر دازی سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ مقامات حریری کی تصنیف نہیں ہے کیونکہ اس کی عبارت آپ کے وسائل سے مناسبت نہیں رکھتی بلکہ یہ ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جو آپ کے یہاں مہمان رہ کر انتقال کر گیا تھا حریری نے اس کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عرب نے کسی قافلہ کو پکڑ لیا تھا جس کے مختلف ساز و سامان میں بعض اہل مغرب کا ایک تھیلا بھی تھا جس کو عرب نے بصرہ لے جا کر فروخت کیا اس میں مقامات کتاب بھی تھی حریری نے اس کو خرید کر دعویٰ کیا کہ یہ میری تصنیف ہے مگر مذکورہ بالا معتمد و قابل وثوق روایات کے سامنے اس قسم کی روایات بالکل لچر اور پوچ ہیں۔

مقامات حریری کی بروایت..... مقام عام طور پر ایک معمولی سے واقعہ کے ارد گرد گھومتا ہے جس کا تعلق ایک شخص معین سے ہوتا ہے جسے اصطلاح فن میں ”ہیرہ“ کہتے ہیں مثالیہ ہیرہ مقامات حریری میں ابو زید سرودی اور مقامات بدیع میں ابوالفتح اسکندری ہے اس ہیرہ اور ایک دوسرے شخص میں بڑے گہرے تعلقات اور قدیم شناسائی ہوتی ہے یہ شخص ہر واقعہ میں اسے دیکھتا ہے اور ہر مجلس میں اس کی باتیں سنتا ہے اور ہر ازداری کے موقعہ پر اچانک آن دھمکتا ہے پھر اس کے متعلق جو کچھ برا بھلا اسے معلوم ہوتا ہے وہ اسے لوگوں کو بتا دیتا ہے اس شخص کو راوی کہتا جاتا ہے جیسے مقامات بدیع میں عیسیٰ بن ہشام اور مقامات حریری میں حارث بن ہمام۔

پھر مقامات حریری کی روایت اگرچہ حارث بن ہمام بصری کی طرف منسوب ہے لیکن اس سے مراد مصنف ہی کی ذات گرامی ہے یہ نام حضور اقدس ﷺ کی حدیث ”کلکم حارث و کلکم ہمام“ سے ماخوذ ہے حارث کسب کرنے والے کو اور ہمام زیادہ اہتمام کرنے والے کو کہتے ہیں اور کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس کو حارث اور ہمام نہ کہا جاسکے کیونکہ ہر آدمی کیلئے اپنے امور کا کسب اور اہتمام ضروری ہے۔

قاضی اکرم کمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف شیبانی وزیر حلب نے اپنی کتاب ”انباء الرواة علی انباء الخاء“ میں ذکر کیا ہے کہ ابو زید سے مراد مطہر بن سلام ہی کی شخصیت ہے یہ ایک لغوی اور نحوی شخص تھا جس نے بصرہ میں رہ کر حریری سے علم حال کرنے کو اپنا مشغلہ بنایا اور ایک مدت تک آپ کے فیض صحبت سے مستفید ہوتا رہا بالآخر ۵۴۰ھ میں اس نے بصرہ میں وفات پائی۔ واللہ اعلم

مقامات حریری ادباء کی نظر میں..... معجم میں لکھا ہے کہ مقامات حریری کو جو سعادت و اقبال حاصل ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں اس میں بلاغت و وجود کی حقیقت ہے الفاظ کا دائرہ وسیع ہے فصاحت و بلاغت اس کے تابع ہے گویا حریری کے ہاتھوں میں اس کی باگ ڈور ہے وہ جس قسم کے الفاظ اور ترتیب چاہتے ہیں منتخب کر لیتے ہیں حتیٰ کہ اگر وہ اس کے معجز ہونے کا دعویٰ کریں تو کوئی شخص اس کی تردید نہیں کر سکتا۔ مشہور مورخ استاد گلشن نے کہا ہے کہ ”مقامات حریری اہل بصرہ کیلئے ان کے آثار قدیمہ اور تہذیب و تمدن اور زبان کی ایک بے مثال یادگار ہے۔“

ناصر الدین مطر زری رقطر از ہیں کہ ”میں نے ادب عربی کی کتابوں اور معجم و عرب کی تصانیف میں کوئی کتاب تصنیف و تالیف اور ترمیم کے لحاظ سے زیادہ عجیب و غریب اور خوبصورت، ادبی نو اور نکات اور کماتوں کے اعتبار سے مقامات سے زیادہ جامع اور مکمل نہیں دیکھی جس کو زمانہ کی باجمال و باکمال شخصیت ابو محمد قاسم بن علی نے تصنیف کیا ہے جو بہترین انشاء بر حاوی ہے اور اپنی نوعیت کا ایک نادر و غریب مجموعہ ہے وہ ایک ایسی اچھوتی اور بلند پایہ کتاب ہے جس کے تمام محاسن مکمل و اکمل اور جس کی آیات و بیانات اس کے اعجاز کیلئے برہان قاطع ہیں۔“

ڈاکٹر زکی مبدک نے اپنی کتاب ”المشترقی“ میں لکھا ہے کہ: جو لوگ فن مقامات سے متاثر ہیں ان کے آثار کی طرف رجوع کرتے وقت ہم ان کو عموماً حریری کا شاگرد پاتے ہیں کیونکہ اکثر لوگوں نے حریری کی طرح لفظی تحسین و تزیین اور صنائع و بدائع کا اہتمام کیا ہے لیکن اس کے باوجود بہت ہی کم لوگ ان کے فطری طرز سے مانوس ہوئے۔ علامہ زحشری نے حریری اور ان کی مقامات کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ

ان الحریری حری بان. تکتب بالتبر مقاماتہ

اقسم بالله و آیاتہ. و مشعر الحج و میقاتہ

معجزۃ تعجز کل الوری. ولو سروافی ضوء مشکاتہ

و للعلامہ ابن ظفر رازی

کتاب مقامات الحریری آیت. و صاحبہ ابدی بہ کل معجز و اوضح برہان الامت ناضرا. غوامضہ اعجب بہ من میرزا

فلیس علی منوالہ نسبح ناسج. وناہیک من سحر حلال معجز ارادہ حریرا والحریری حاکہ. وطرزہ الشیخ الامام المطرزی مقامات حریری اور درس مقامات..... صاحب مفتاح السعادة اور مورخ ابن خلکان وغیرہ نے اپنی توارخ میں نقل کیا ہے کہ مقامات کتاب کے سات سو نسخے خود مصنف نے اپنے ہاتھ سے لکھے اور وہ سب آپ کے سامنے پڑھے بھی گئے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ لوباء کی کتنی بڑی جماعت نے آپ سے مقامات پڑھی ہے لیکن ان میں آپ کے تینوں صاحبزادے نجم الدین عبداللہ، ضیاء الاسلام عبید اللہ، ابوالعباس محمد اور شریف الدین علی بن طرلوزنی، قوم الدین علی بن صدقہ، ابن المائدان ابن المتوکل، ابن التقدود وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں علامہ جلال الدین سیوطی نے ”بغیۃ الوعاة“ میں شیخ ابوسعید محمد بن علی بن عبداللہ بن اسمہ بن ابی جابر احمد بن الحبیاء بن حمدان العراقی الحلی متوفی ۵۶۱ھ کے متعلق لکھا ہے قراء المقامات علی الحریری وشرحہا۔

مقامات اور اس کی خدمت..... مقامات حریری اپنی ہمہ گیر ادبیت اور جامع معنویت کے لاتعداد محاسن اور خصوصیات پر حاوی ہونے کی وجہ سے فضلاء اور ادباء کیلئے ہر زمانہ میں محور نظر اور مرجع الثقات رہی ہے کوئی زمانہ اس کی خدمت سے خالی نہیں رہا عربی فارسی، ترکی، عبرانی، فرانسیسی، جرمنی، انگریزی لاطینی اور اردو وغیرہ متعدد زبانوں میں اس پر سبب تفصیل اور شرح و تخیہ کا کام ہوا ہے۔

ذی ساسی نے اصل عربی مقامات کو ۸۲۲ھ میں پیرس سے اور ایک دوسرے صاحب نے ۱۸۲۷ء میں فرانسیسی شروح کے ساتھ دو جلدوں میں اور شانیجاس نے ۱۸۹۶ء میں لندن سے انگریزی شروح کے ہمراہ طبع کیا ہے یورپ کے کتب خانوں میں بھی بہت سے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں برطانیہ کے عجائب خانہ میں ایک نسخہ نقش و نگار سے آراستہ اور تقریباً ایک سو رکنین تصویروں سے مزین ۶۵۳ھ کا لکھا ہوا موجود ہے ایک اور انگریز نے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے جو چھ سو سے زائد صفحات پر ۱۸۵۰ء میں لندن سے طبع ہوا ہے شری وغیرہ نے بھی انگریزی میں ترجمہ کر کے ایک مقدمہ اور شروح کے ساتھ تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں لندن سے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا ہے لاطینی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے جو ہمبرگ میں ۱۸۳۲ء کے اندر تین جلدوں میں شائع ہوا ہے فارسی زبان میں محمد شمس الدین نے ترجمہ کیا ہے جو ۱۲۲۳ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر لکھنؤ میں طبع ہوا ہے ترکی زبان میں بھی ترجمہ ہوا ہے جو قسطنطنیہ کا چھپا ہوا ہے بعض حضرات نے عبرانی زبان میں بھی ترجمہ کیا ہے۔

فہرست شروح کتاب مقامات

نمبر	شرح	مصنف	تاریقات
۱	شرح مقامات	ابوسعید بن عبداللہ بن احمد عراقی الحلی	۵۶۱ھ
۲	=====	ابو عبداللہ محمد بن علی بن احمد معروف بابن حمیدہ الحلی	۵۸۰ھ
۳	التقیب علی مانی المقامات من الغریب	ابن ظفر محمد بن عبداللہ بن محمد ککی، صقلی، مالکی	۵۶۵ھ
۴	شرح مقامات	ابوالمظفر محمد بن اسعد معروف بابن حکیم حنفی	۵۶۷ھ
۵	=====	احمد بن داؤد بن یوسف جدائی	۵۹۸ھ
۶	=====	ابو بکر محمد بن عبداللہ بن میمون عدری، قرطبی	-
۷	=====	علی بن حسن نحوی معروف بن حکیم حلی	۶۰۱ھ
۸	=====	ابوجعفر احمد بن محمد نحوی	۸۳۸ھ

۶۲۵ھ	تاج الدین نعمان بن ابراہیم زر لوجی	۹	الموضح
۶۱۷ھ	قاسم بن حسن خوارزمی معروف بصدر الافاضل	۱۰	التوضیح
-	شیخ محمد بن محمد مغربی طلمی	۱۱	شرح مقامات
بعد ۶۹۱ھ	ابن المعلم محمد بن ابی القاسم بن عبد اللہ جبائی سکسی	۱۲	شرح مقامات
۵۹۰ھ	شیخ ابوالخیر سلامہ بن عبد الباقی بن سلامہ القریر نحوی	۱۳	=====
۶۰۰ھ	صفی الدین بن عبد الکریم بن حسن بغوی بعلبکی	۱۴	=====
۶۲۹ھ	موفق الدین عبد اللطیف بن یوسف بغدادی	۱۵	=====
-	شیخ قاسم بن القاسم واسطی	۱۶	=====
۶۱۶ھ	الحریریہ..... ابوالقاع عبد اللہ بن حسن عکبری	۱۷	شرح ما تمضی من الالفاظ اللغویہ من المقالات
۵۷۷ھ	ابوالبرکات عبد الرحمن بن عبید اللہ انباری	۱۸	شرح مقامات
۵۸۴ھ	امام ابوالفتح ناصر بن عبد الرحمن بن مسعود مسعودی مطرزی	۱۹	الافصاح
۵۸۴ھ	ابو سعید محمد بن عبد الرحمن بن مسعود ہندھی	۲۰	معانی المقامات فی معانی المقالات
۶۱۹ھ	شیخ ابوالعباس احمد بن عبد المومن قیس، شریش	۲۱	شرح مقامات
۷۱۰ھ	شیخ نجم الدین سلمان بن عبد القوی طوقی، ضلی	۲۲	=====
۷۸۸ھ	شیخ فخر الدین احمد بن محمد بن محمد معروف بابن الصاحب	۲۳	=====
بعد ۵۴۰ھ	شیخ یوسف بن حمی تاؤلی	۲۴	نہایتہ المقامات فی درایتہ المقامات
-	شیخ ابوالعباس احمد بن مظفر رازی	۲۵	شرح مقامات
-	شیخ شہاب الدین احمد بن محمد حجازی	۲۶	=====
-	شیخ ابوالعالی مظفر بن سعد الدین محمد بن زین الدین مظفر	۲۷	غرر المعانی
۶۷۴ھ	شیخ تاج الدین علی بن انجین السامی البغدادی	۲۸	شرح مقامات (۲۰ جلد)
-	شیخ ابوالنجم الدین عبد الغفار بن ابراہیم بن اسماعیل	۲۹	=====
-	شیخ مہذب الدین ابوالحسن علی بن الحسن بن غسٹری ثابت خلوقی	۳۰	التمت البہفصات فی شرح المقامات
۱۰۹۵ھ	تاج العلما مولوی نجف علی بن عظیم الدین ججبری	۳۱	شرح مقامات
-	ہارون سلو ستری دی ساسی	۳۲	شرح الختار
-	-	۳۳	حل اللغات
-	حافظ نبی احمد خاں شادور اموری	۳۴	انموذج مینظیری (اردو)
-	مولوی ظہور الدین عیش منبجلی	۳۵	= افادات
-	مولانا محمد افتخار علی صاحب ل	۳۶	= افادات

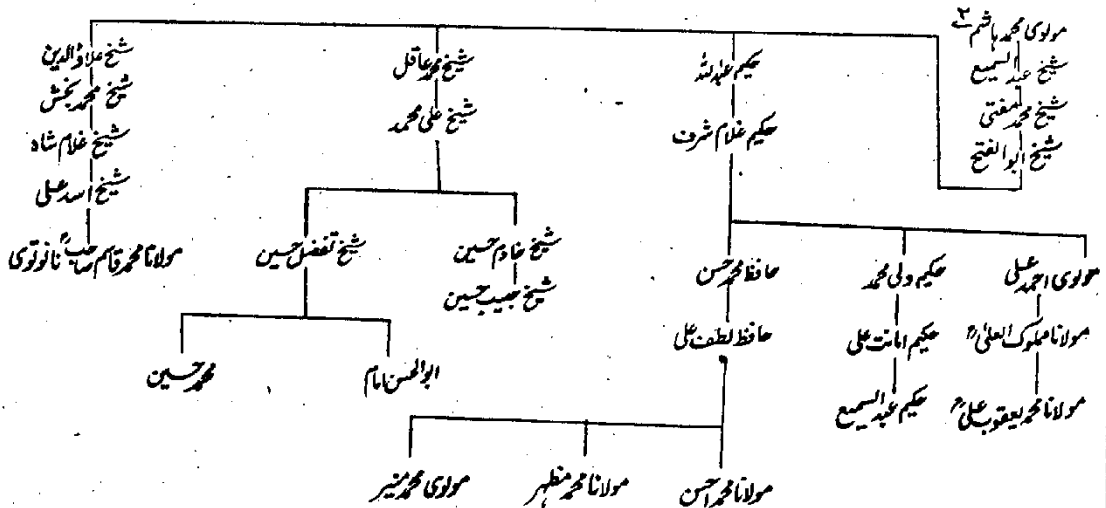
(۵۵) صاحب نفحۃ الیمن

تعارف..... شیخ احمد عرب بن شیخ محمد بن علی بن ابراہیم انصاری یعنی شروانی یمن میں مقام حدیدہ شہر زبید کے باشندے تھے اس لئے یمنی کہلاتے ہیں تیرہویں صدی کے مشہور ادیب اور صاحب ذوق شخص تھے نظم و نثر دونوں پر پوری قدرت رکھتے تھے لہٰذا ثلاث شروع علی المقالات لہ از مفتاح السعادة ابن خلکان، کشف الظنون، دائرۃ المارف، غلامان اسلام حریری اور مقامات ۱۲

وفات صاحب معجم نے لکھا ہے کہ ہمیں آپ کی تاریخ وفات کا علم نہ ہو سکا البتہ اتنا لکھا ہے کہ آپ تیرہویں صدی کے عالم اور لایب گذرے ہیں۔ زر کلی نے الاعلام میں ۱۳۵۳ھ لکھی ہے۔

تصانیف تھیہ الیسین فیما یزول بذکرہ الشجن، متی لمزؤن صدر المدر سین کلکتہ کی خاطر اور ”مناقب حیدریہ، غازی الدین حیدر فرماں روئے لکھنؤ کی خاطر تصنیف کی ان کے علاوہ ”اخوان الصفا“ الجواہر الوقادی شرح بانٹ سعاد ”حقیقۃ الافراح الازلیہ“ الاترج، شمس الاقبال فی مناقب ملک بھوپال اور انشاء عجب العجاب فیما یغنی عن الکتاب آپ کی تصانیف ہیں۔ ۱۔

نام و نسب اور سکونت آپ کا نام محمد احسن ہے لہذا والد کا نام لطف علی لہذا لڑکا نام محمد حسن ہے شجرہ نسب یوں ہے۔



۱۔ از تذکرہ علماء ہندو باغی ہندوستان وغیرہ ۱۲۰۔
۲۔ مولوی محمد شام سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک مکمل سلسلہ مکتوبات مولانا محمد یعقوب میں درج ہے ۱۲

وطن عزیز قصبہ نانوتہ کی مردم خیز پاک سرزمین ہے جہاں مولانا مملوک العلی مولانا محمد قاسم اور مولانا محمد یعقوب علی وغیرہ آسمان شریعت و طریقت کی وہ نامور ہستیاں گزری ہیں جن کے نام پر صغیر کی اسلامی تاریخ میں بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں۔
خاندان..... سکندر نودی کے عہد میں خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک بزرگ قاضی مظہر الدین دہلی آئے اور جہاں آباد کے قاضی مقرر ہوئے ان کے بیٹے میران بڑھے نہایت جری اور بہادر تھے۔ انھوں نے نانوتہ کے قرب دجوار کے سرکش راجپوتوں کو سلطنت دہلی کا مطیع و منقاد بنایا جس کے صلہ میں قاضی میران بڑھے علاوہ املاک و جاگیر عمدہ قضا پر سرفراز ہوئے دور شاہجہانی میں ان ہی قاضی میران بڑھے کی اولاد میں ایک بزرگ مولوی محمد ہاشم ہوئے جو دربار شاہی میں مقرب تھے ان کو بھی چند دیہات جاگیر میں ملے تھے نانوتہ میں مولوی محمد ہاشم کی اولاد خوب پھولی پھلی، مولانا محمد احسن انہی کی اولاد میں ہیں۔

تاریخ پیدائش..... صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی، البتہ اردو احثینہ میں مولانا کے بڑے بھائی محمد مظہر کے سلسلہ میں ایک روایت ہے کہ ”مولوی محمد مظہر نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی“ دونوں سے بڑے تھے۔
مولانا محمد قاسم صاحب کا سال پیدائش ۱۲۴۸ھ اور مولانا رشید احمد گنگوہی کا سال پیدائش ۱۲۴۴ھ ہے مولوی محمد مظہر کا سال پیدائش ۱۲۲۷ھ ہے کیونکہ محمد مظہر تاریخی نام ہے اور خاندانی روایت کے مطابق مولانا محمد احسن مولوی محمد مظہر سے تین چار سال چھوٹے تھے اس طرح مولانا محمد احسن کا سال پیدائش تقریباً ۱۲۴۱ھ ہوتا ہے۔

تحصیل علوم..... جس طرح مولانا کے سال پیدائش کے سلسلہ میں معلومات محدود ہیں اسی طرح تعلیم و تدریس کے باب میں بھی ہماری معلومات تشبہ ہیں مولانا کے خاندان میں علم و فضل کا چرچا تھا آپ کے دادا اور والد ماجد حافظ قرآن تھے مولانا کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی اور اپنے والد حافظ لطف علی سے حفظ قرآن فرمایا پھر اپنے والد کے حقیقی بیٹا و بھائی استاذ العلماء مولانا مملوک العلی کے پاس دہلی پہنچے جو اس وقت دارالحکومت دہلی میں مجلس علوم و معارف کے صدر نشین تھے اور دہلی کالج میں تعلیم پائی نیز اس وقت کے ممتاز علماء مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولوی سبحان بخش شکارپوری وغیرہ سے بھی علم حاصل کیا علم حدیث کی تکمیل و تحصیل حضرت شاہ عبدالغنی مجددی متوفی ۱۲۹۶ھ سے کی جو شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد اور نقشبندی سلسلہ کے مشہور شیخ اور خانقاہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے مسند نشین تھے، یہ تمام حضرات حکیم الامتہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کے فیض یافتہ تھے اور ان حضرات کا مسلک بھی وہی تھا۔

فضل و کمال اور علو مقام..... مولانا محمد احسن جامع فضائل و کمالات تھے آپ نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی تصنیف و تالیف سے ان کو خاص شغف تھا نیز آپ نے انگریزی زبان کی بھی باقاعدہ تحصیل کی تھی، آپ کی قلمی بیاض میں اکثر یادداشتیں انگریزی میں تحریر ہیں سر سید احمد خاں بہادر کی تحریک پر گاؤ فری میکس کی کتاب کا ترجمہ حمایت الاسلام کے نام سے آپ ہی نے کیا تھا، مولانا کے تراجم کے متعلق مولف مظہر العلماء تحریر فرماتے ہیں۔

”مولوی محمد احسن نانوتوی، فرید العصر، وحید الدہر، مترجم لاغائی، یگانہ روزگار، مشہور ہر دیار و امصار، ایک دفتر عظیم کتب دینیات عربیہ کا ترجمہ نہایت دلچسپ و پیرایہ میں تا قیام قیامت آپ سے یادگار ہے گا۔“

تعارف احسن بزبان حسین..... مولوی محمد حسین مراد آبادی اپنی کتاب ”انوار العارفین“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی محمد احسن حافظ قرآن و دواعظ خوش بیان، عالم فروع و اصول، دانندہ براہین و دلائل معقول، مدرس علم معانی و کلام و درس کنندہ بھصاحت و بلاغت تام، مفسر کلام اللہ و محدث حدیث رسول اللہ، جامع جمیع علوم، مترجم احیاء العلوم و متصف باخلاق حسنہ مستند۔“

قیام بندارس..... دہلی کالج سے عربی کی تکمیل کے بعد آپ ۱۲۶۳ھ میں بندارس کالج میں فارسی کے مدرس اول مقرر

ہوئے آپ کی تصنیف ”تحفۃ المحققین“ کے آغاز کی عبارت ”جب کارکنان تقدیر نے روزی اس بے سروپا کی شہر بنارس میں لکھ دی اہ“ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم کے بعد بنارس ہی سے مولانا کی ملازمت کا آغاز ہوا۔ ورنہ یہ الفاظ نہ ہوتے بلکہ تبادلہ وغیرہ کا ذکر ہوتا، آپ کے اس چارپانچ سالہ قیام بنارس میں بنارس کالج کے طلباء نے تعلیمی فائدے حاصل کئے، مسلمان بنارس نے مولانا سے مذہبی و دینی خدمات لیں اور آپ نے یہاں احباب کا ایک حلقہ قائم کر لیا تھا۔

من احیائے سنتی و کما احیائی..... حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے برصغیر پاک و ہند میں تجدید و احیاء دین اور کتاب و سنت کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ دینی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں اس سلسلہ میں اس خاندان کے کارنامے بڑے روشن اور تابناک ہیں، برصغیر میں یہاں کے غیر اسلامی معاشرہ کے اثر سے نکاح یوگان کو معیوب خیال کیا جاتا تھا حضرت سید احمد شہید اور مولانا محمد اسماعیل شہید کی مساعی جمیلہ سے نکاح یوگان کا خوب شیوع ہوا مولانا مملوک العلّی بنو قوی نے باوجود خاندان کی مخالفت کے احیاء سنت کے خیال سے پہلا نکاح قصبہ منگھور (ضلع سارنپور) کے کاظمی سادات کے ممتاز و معزز رکن قاضی سید فدا حسین کی بیٹی ”اصالت النساء“ سے کیا تھا۔

مولانا محمد احسن صاحب بنارس میں مقیم تھے کہ ان کے حلقہ احباب میں سے ایک شخص مسمی غلام محمد کا انتقال ہوا انھوں نے ایک جوان بیوہ، ایک لڑکی زینب اور ایک شیر خوار بچہ اپنی یادگار چھوڑے یہ نیک اور پاکباز بیوہ خاتون برادری اور خاندان کے جھوٹے رسم و رواج کے مطابق نکاح ثانی نہیں کر سکتی تھی حالانکہ شریعت اسلامیہ کی طرف سے صریح اجازت تھی اس بیوہ خاتون کا مولانا کے یہاں آمد و رفت کا سلسلہ تھا لیکن مولانا محمد احسن جیسے عالم دین تلمیذ مولانا مملوک العلّی اور فیض یافتہ خاندان شاہ ولی اللہ دہلوی کو یہ آمد و رفت کس طرح گوارا ہو سکتی تھی اس میں ہزار دینی و دنیوی مقاصد و خطرات پوشیدہ تھے مولانا نے ان ارکانِ عہدہ کی دستگیری کی اور شریعت کے حکم کے مطابق بیوہ غلام محمد بنارسی کے ساتھ نکاح کر لیا اور شرعی طور سے ان کے کفیل دوسرے بن گئے اس شیر بچے کا نام مولانا نے ”عبدالاحد“ رکھا یہ کون عبد الاحد ہے یہی مطہر حبیائی دہلی کے مالک ہیں جو بڑی حیثیت اور شہرت کے مالک ہوئے۔

بریلی کالج سے تعلق..... ۱۸۳۷ء میں بریلی میں ایک اسکول کا قیام ہوا ۱۸۳۱ء میں اسکول کی عمارت کی تعمیر شروع ہو گئی جو ۱۸۳۳ء میں اتمام کو پہنچی اس وقت کلارک کلکٹر بریلی تھے اس اسکول کو خوب ترقی ہوئی اور بریلی کی یہ درسگاہ اور میرٹھ اسکول دہلی کالج کی شاخ قرار پائے ۱۸۵۰ء میں بریلی کا یہ اسکول کالج بنایا گیا، مولانا محمد احسن صاحب بنارس سے جمادی الاول ۱۲۶۷ھ مطابق مارچ ۱۸۵۱ء میں تبدیل ہو کر بریلی پہنچے اور فارسی شعبہ کے صدر مقرر ہوئے اور جب عربی کا اجراء ہوا تو دونوں شعبوں کی صدارت آپ ہی کو تفویض ہو گئی جیسا کہ احسن القواعد کی تقریظ سے معلوم ہوتا ہے مولانا کالج کے طلبہ کی تعلیم کا خاص خیال رکھتے تھے آپ کی فلمی بیاض میں چند تلامذہ نجف علی، فضل رسول، کرامت حسین، کالی چرن، چھمٹے لال، سوہن لال، بھوانی پرشاد، اجودہ ہیا پرشاد، کشن پرشاد، بختاور سمجھ اور کیدار ناتھ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

قیام بریلی اور انقلاب ۱۸۵۷ء..... بنارس سے بریلی تشریف لانے کے بعد آپ نے مستقل قیام کیلئے بریلی ہی منتخب کر لی اور جب ۱۸۵۷ء کا انقلاب انگیز طوفان آیا تو آپ نے اپنے بھائیوں اور دوسرے بزرگوں اور ساتھیوں کے خلاف اس انقلابی طوفان کے سامنے سینہ تان لیا، ابھی یہ سیلاب بریلی میں داخل نہیں ہوا تھا کہ آپ نے وعظ تقریر کے ذریعہ مسلمانوں کو شرکت سے روکنے کی کوشش کی چنانچہ ۲۲ مئی کو نماز جمعہ کے بعد آپ نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں ایک تقریر کی جس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے لیکن زمانہ کی رو کے مقابلہ میں سپینہ سپر ہو جانا قطعاً غلط تھا چنانچہ تمام مسلمان آپ کے خلاف ہو گئے اور عوام کی یورش یہاں تک بڑھی کہ اگر کو تو ال شرخ بدر الدین کی فہمائش پر آپ بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا ۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو مولانا نے بریلی چھوڑ دی اور بریلی سے

آنولہ آئے یہاں حکیم سعادت علی خاں رئیس اعظم آنولہ و مدار لہمام ریاست رامپور کے صاحبزادے حکیم ولایت علی صاحب کے پاس ٹھہرے اور پھر وہاں سے رامپور (افغانان) ہو کر نانوت پہنچے۔

بریلی کو واپسی..... جب ۱۸۵۷ء کا انقلاب پٹیاب ہو گیا تو آپ آخر ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ میں دوبارہ بریلی پہنچ گئے جیسا کہ آپ کی فلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم ذی الحجہ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۸۵۸ء بروز سہ شنبہ انھوں نے بریلی میں مکان کرایہ پر لیا اور دوبارہ ملازمت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

مطبع صدیقی بریلی..... انگریزی حکومت کے قیام اور مغربی علوم و فنون کی اشاعت کے ساتھ برصغیر پاک و ہند میں پر لیس بھی قائم ہوئے اور جلد ہی ملک میں پریسوں کا ایک جہاں پھیل گیا بریلی (روہل کھنڈ) میں سب سے پہلا مطبع ۱۸۴۷ء میں قائم ہوا یہ مطبع بریلی کالج سے متعلق تھا گویا یہ گورنمنٹ پریس تھا مگر لو آباد اور بدایوں کا سرکاری کام بھی اسی مطبع میں ہوتا تھا انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا نے بریلی میں ”مطبع صدیقی“ قائم کیا اس مطبع کا صحیح سال قیام تو معلوم نہ ہو سکا مگر مولانا کی فلمی، بیاض سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا قیام ستمبر ۱۸۶۲ء سے قبل ہوا تھا، یہ مطبع مولانا اور آپ کے بھائی مولوی محمد منیر کی شرکت میں تھا مطبع کے منتظم مولوی محمد منیر تھے مولانا کا قیام خواجہ قطب (بریلی) میں تھا اور اسی محلہ میں مطبع صدیقی تھا مطبع میں دودستی مشینیں تھیں جس مکان میں مطبع تھا وہ ایک مدت تک ”چھاپہ خانہ الامکان“ مشہور رہا ہے، اس مطبع میں مستقل کاتب فنی مٹھو لال بریلوی تھے انھوں نے از الہ الفقہاء وغیرہ کی کتابت کی ہے مولانا کے اس مطبع کا مقصد صرف تجارت کتب نہ تھا بلکہ دراصل یہ ”ولی اللہ بنی اکیڈمی“ تھی اس مطبع سے ولی الہی حکمت و فلسفہ کی خوب نشر و اشاعت ہوئی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی اکثر معرکتہ الابد تصنیفات جتہ اللہ البالغہ اور از الہ الفقہاء وغیرہ سب سے پہلے ۱۲۸۶ھ میں اسی مطبع سے شائع ہوئیں۔

احسن الاخبار بریلی مطبع صدیقی بریلی سے ایک ہفتہ وار اخبار "احسن الاخبار" کے نام سے ۱۷ ستمبر ۱۸۶۲ء سے نکلتا شروع ہوا اس اخبار کے مالک مدیر مولوی محمد احسن تھے اور اس کا دفتر درزی چوک بریلی میں تھا یہ اخبار بالعموم جمعہ کو شائع ہوتا تھا سالانہ چندہ سات روپے دس آنے تھا۔

حج بیت اللہ ۱۵ دسمبر ۱۸۶۶ء کو بریلی سے حج کیلئے روانہ ہوئے پانچ مہینے اس مقدس سفر میں لگے چنانچہ قلمی بیاض میں ایک جگہ تحریر ہے تاریخ ۱۵ دسمبر (۱۸۶۶ء) سفر حج افتادہ شاہد اور آمد رفت صرف شد آنچہ کہ بود در مدت صرف گریوید۔“

فریضہ حج کو اکر نے کے بعد مدینہ منورہ میں روضہ نبی اکرم ﷺ پر حاضری دی، صاحب انوار العارفین سفر حج کے متعلق لکھتے ہیں ”ایشی اور سن یک ہزار و صد و ہشتاد و سوم بر در آستانہ بیت اللہ الحرام احرام بستہ سجدہ کروندہ و پیشانی سودند و از شوق و ذوق طواف نمودہ و عمرہ آوردہ و از غلبہ شوق۔ لیک گویاں بودای عرفات دویدند و حج لو اکر دند پس از ان بمدینہ منورہ حاضر شدہ بر دہلیز باب السلام سید خیر الانام علیہ الصلوٰۃ السلام بوسہ داند و بے نیاز تمام آداب و سلام آوردند و بمصداق حدیث شریف ”من زار قبری و جب لہ شفاعتی بزیارت سید کائنات علیہ الصلوٰۃ و الخیات سعادت اندوز گشتند و در مسجد قدس نماز جامعہ لو اکر دند۔“

مدرسہ مصباح الہندیہ بریلی..... بریلی میں مختلف علماء کرام انفرادی طور پر مذہبی تعلیم دیتے تھے جن میں مولوی ہدایت علی فاروقی، مولوی لائق علی، مولوی یعقوب علی اور مولانا محمد احسن وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، مولوی ہدایت علی نے بریلی میں مدرسہ شریعت کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس میں وہ درس دیتے تھے، اکبر حسین کبوترہ کی بیوی نے بھی ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور وہ تھا اس مدرسہ کی کفیل تھیں، اس مدرسہ میں مولانا یعقوب علی نے بھی کچھ مدت تک درس دیا جو شہر کہنہ بریلی کے رئیس عالم فاضل نور فقیہ تھے۔

انہما ترس کے باوجود مسلمانوں کی کوئی مرکزی درسگاہ نہ تھی اس لئے مولانا محمد احسن نے بریلی کے اکابر و علمائے

۱۔ مولانا ملک ظفر الدین ہمدانی نے حیات اعلیٰ حضرت جلد اول صفحہ ۲۱۱ میں مدرسہ مصباح الہندیہ بریلی کا بانی مولوی احمد رضا خان بریلوی کے والد مولوی نئی علی خاں کو لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے تفصیل ”سنبیہ الجہاں“ میں موجود ہے۔ ۱۲

کے مشورہ اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاریخی ”مصباح التہذیب“ ۱۲۹۸ھ میں قائم کیا، باشندگان شہر کہتے بریلی نے اس مدرسہ کے قیام میں خاص طور سے حصہ لیا، اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے اور مولوی سخاوت حسین سید کلب علی شاہ، مولوی شجاعت علی، حافظ احمد حسین اور مولوی حافظ حبیب الحسن درس دیتے تھے، مگر جلد ہی بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے اس مدرسہ کی مخالفت شروع ہو گئی اور مولوی تقی علی خاں کے گردپ نے اس مدرسہ کے جواب میں ایک دوسری درسگاہ ”مدرسہ اہل سنت“ قائم کیا اور مولانا محمد احسن کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا۔

دور مخالفت..... مولانا محمد احسن بریلی میں علوم اسلامی کی گرفتدار خدمات انجام دے رہے تھے، بریلی کالج کے علاوہ طلباء کو گھر پر بھی درس دیتے تھے، تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم تھا مدرسہ مصباح التہذیب کے ذریعہ اسلامی علوم و فنون کی تعلیم جاری تھی، آپ کی یہ مذہبی و علمی خدمات بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے بعض علماء کو ناگوار ہوئیں جن میں مولوی تقی علی خاں بریلی خاص طور سے قابل ذکر ہیں، صورت یہ ہوئی کہ ۱۲۸۸ھ میں شیخوپور ضلع بدایوں میں مسئلہ امکان و انتفاع نظیر پر مولوی عبدالقادر بدایونی اور امیر احمد سہسوانی کے درمیان ایک مناظرہ منعقد ہوا سہسوانی نے ہر دو فریق کے مفصل حالات و تحریرات پر مشتمل ایک کتاب ”مناظرہ احمدیہ“ کے نام سے طبع کروائی تحریرات مناظرہ میں اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما خلق سبحانہ فی کل ارض آدم کا دوسم دوح کو حکما بھی زیر بحث آیا، سہسوانی نے آخر کتاب میں ایک جملہ یہ بھی لکھ دیا ”مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی“

بھی اسی (صحت اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما) کے معتقد ہیں اور اسی مصنفین بران کی مرثیت ہے اور اسی کے اور علمادین قائل اور معتقد ہیں ”سہسوانی کے نقل کردہ اقتباس پر مولانا محمد احسن کی تکفیر کی گئی جب ۱۲۹۰ھ میں مدرسہ مصباح التہذیب ختم ہو گیا جانشین سے رسالے لکھے گئے علمائے بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن کی بڑی شد و مد سے مخالفت کی بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولوی تقی علی خاں کر رہے تھے اور بدایوں میں مولوی عبدالقادر بن فضل رسول بدایونی سرخیل جماعت تھے، یہی بریلی اور دیوبند کی مخالفت کا نقطہ آغاز تھا جو بعد کو ایک بڑی وسیع غلطی کی شکل اختیار کر گیا۔

ترک سکونت بریلی..... مولانا نے بریلی کالج سے کب پنشن حاصل کی اور کب بریلی چھوڑی اس کے متعلق کوئی صحیح تاریخ نہیں ملتی شاہجہان پوری میں پہلا میلہ خدا شناسی ۷ مئی ۱۸۷۶ء کو منعقد ہوا تھا اس میں مولانا محمد احسن اور مولوی محمد منیر ہی کی تحریک پر مولانا محمد قاسم نانوتوی بلائے گئے اور واپسی میں حضرت نانوتوی مولانا محمد احسن ہی کے یہاں مقیم ہوئے حضرت نانوتوی نے مولانا محمد ابوالمنصور دہلوی کو جو ایک خط مورخہ ۳۰ محرم ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۸۷۷ء میں لکھا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲ فروری ۱۸۷۷ء تک مولوی محمد منیر اور مولانا محمد احسن بریلی میں تھے ۱۸۷۷ء میں بریلی کالج ناقابل برداشت مصارف کی وجہ سے بند کر دیا گیا پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۷ء کے تعلیمی سال کے اختتام کے بعد مولانا نے بریلی چھوڑی ہوگی اس کے بعد بھی مولانا کبھی بریلی آتے رہے۔

قیام نانوتہ..... مولانا محمد احسن نے بریلی سے آکر نانوتہ قیام کیا آپ کے ہمراہ آپ کے بھائی محمد منیر بھی نانوتہ آگئے یہاں بھی اصلاح و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کا کام شروع ہو گیا، مولانا کے مکان کی عمارت بہت وسیع تھی یہ مکان ”بگلہ والی حویلی“ کے نام سے مشہور تھا، اس مکان کے دروازہ کے بیضوی گذر میں صبح کو درس حدیث ہوتا تھا باقی اوقات میں مولانا تصنیف و تالیف کا کام کرتے تھے اسی زمانہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ انصاف اور عقد الجید کا ترجمہ کشف اور سلک مرورید کے نام سے کیا، حصن حصین کے ترجمہ کو درست اور بامحاورہ بنایا، قرۃ العینین فی تفہیل الفہمین فتاویٰ عزیزی اور جواہر القرآن کی ترتیب و تصحیح کی مولانا اپنے محلہ کی مسجد (نانوتہ) کے مہتمم تھے اس کی مرمت و درستی وہی کرتے تھے عید گاہ نانوتہ کا انتظام بھی مولانا ہی کے سپرد تھا۔

احسن المدارس ثانویہ..... مولانا نے جب ثانویہ میں قیام کیا تو یہاں بھی ایک مدرسہ قائم کیا جو مولانا ہی کے نام ”احسن المدارس“ سے موسوم ہوا۔ انہوں نے یہ مدرسہ جاری رہا ریاست بھوپال سے اس کو امداد ملتی تھی، یہ امداد منشی جمال الدین مدار الہام کی معارف پروری اور مولانا کے تعلقات کے نتیجے میں ہوئی۔ ۱۹۳۷ء تک یہ مدرسہ قائم رہا، جب ۱۹۳۷ء میں صوبہ یوپی میں پہلی مرتبہ کانگریسی وزارتیں قائم ہوئیں تو حکیم محمد احمد نانوتوی ولد ملا محمد اسماعیل کی بدولت یہ مدرسہ ختم ہو گیا اور ایک دوسرا مدرسہ ”امدادیہ پرائمری اسکول ثانویہ“ قائم کیا گیا جس کیلئے کانگریسی حکومت سے امداد حاصل کی گئی۔

بیعت و خلافت..... مولانا علوم ظاہری کے ساتھ علم باطن کا بھی ذوق رکھتے تھے اور کسی صاحب نظر شیخ کے متلاشی تھے چنانچہ اس زمانہ کے دو تین ممتاز اہل طریقت کی طرف آپ کا خیال گیا بالاخر اپنے استاد علوم ظاہری، حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ بیعت کا شرف بخشا جائے شاہ عبدالغنی صاحب مولانا کے علم و فضل سے خوب واقف تھے آپ نے فرمایا کہ جماعت درویشوں میں دعویٰ علم و فضل کی گنجائش نہیں ہے تو ”انا“ کو مٹا کر بقا کی منزل ملتی ہے مولانا عقیدت و ارادت کے ساتھ خدمت شیخ میں حاضر ہوئے تھے لہذا شاہ عبدالغنی ”کے دست حق پرست پر نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہو گئے۔

جب مولانا ۱۲۸۳ھ میں حج بیت اللہ کو گئے تو اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ عبدالغنی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اس موقع پر مولانا شرف اجازت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے صاحب انوار الاعرفین لکھتے ہیں ”در صحبت شیخ خود از کیفیت نسبت لطیف اثر بلخ برداشتند و اجازت یافتند و نازل گردیدند۔“

جب ۱۲۸۷ھ میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی نے حج بیت اللہ کو جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے مرید منشی محمد قاسم نیاٹگری (اجمیری) کی اصلاح و تربیت کیلئے مولانا محمد احسن ہی کو تجویز کیا مولانا محمد احسن مرید بہت کم کرتے تھے آپ کے صاحبزادے منشی محمد اسماعیل کی اہلیہ نے ایک مرتبہ مولانا سے کہا کہ ”مولوی صاحب! آپ بھی تو عالم اور بزرگ ہیں جس طرح مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرید کثرت سے ہیں آپ بھی لوگوں کو مرید کیجئے گھر بیٹھے آمدنی ہوگی۔“ مولانا نے ہنس کر جواب دیا بی صاحب! مولانا رشید احمد صاحب کا کیا ذکر ہے وہ تو بادشاہی اہدیٰ ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ محنت کر کے کھاؤ، اسی لئے ملازمت کرتا ہوں۔“

ذکر و مشغل اور یاد الہی..... مولانا کے ذکر و کار کا یہ عالم تھا کہ کسی وقت یاد الہی سے غافل نہ ہوتے تھے جب عشاء کی نماز کے بعد لیٹ جاتے تو گھر کے لوگ سمجھتے کہ مولانا سو رہے ہیں مگر مولانا ذکر الہی میں مشغول ہوتے تھے اور سینہ معارف گنجینہ ہلاتا ہوا معلوم ہوتا تھا آپ اکثر شب بیداری کرتے تھے۔

ذوق شعر و شاعری..... مولانا کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا احسن تخلص فرماتے تھے آپ کی تصنیفات میں اکثر قطعات تاریخ اپنے لکھے ہوئے ہیں رسالہ عروض میں مثالوں میں بعض جگہ خود مولانا کے اشعار میں ”انعام اللہ اللہ“ اور احیاء العلوم کے ترجمہ میں اشعار کا ترجمہ اشعار میں کیا ہے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

تم نے بات نہ میری مانی	کس کام آئی یہ نادانی
غرض کیا کہوں کیا ہے میرا سوال	کہ ظاہر ہے دل پہ ترے سب کا حال
الہی کروں کس سے جالجا	عنایت نہ ہو تجھ سے گرد دعا
کستی ہے گل سے یوں صبا کیوں شدہ بیجا کیا	اس کے عوض میں چاک ہے تیری قبا کا پیر ہن
ہر چند ظاہر تھیں تری سب خلق میں بے باکیاں	لیکن نہ تھیں مجھ سے کبھی اس طور کی چالاکیاں
ہے برا تو ہی اگر نکماتا ہے تو سب کی خطائیں	تو ہی اچھا ہے تری نظروں میں گر خوب سب آئیں

غم کے عالم میں گزارتا ہوں
اس غم میں یاں نہیں جو کوئی مونس
جو کچھ گزرے اسے سداستہا ہوں
دل ہی دل میں خدا خدا کرتا ہوں
دن رات رہے ذکر و عبادت کا خیال
کھانے کیلئے گرنہ ہوا مال
لا تعلم ان ما مضی لیس بات
کھو تا ہے خرافات میں کیوں عمر عزیز
احسن غفلت میں کئے ہیں دن رات
قلعہ مولا کی فی جمع الاوقات

فن تاریخ گوئی..... میں بھی مولانا بہت مہارت رکھتے تھے آپ نے اپنی تصنیفات نیز اکثر مطبوعات مطبع صدیقی بریلی پر قطعات تاریخ خود لکھے ہیں، اس کے سوا ایک خاص بات یہ ہے کہ مولانا مطبوعات مطبع صدیقی کی لوح کی عنوان سطر ایسی عبارت سے ترتیب دیتے تھے جس سے سنہ طباعت نکلتا تھا یہ بڑے کمال کی بات تھی، از اللہ الحفاء کی سطر لوح عنوان ”اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء و هو القوی العزیز“ ۱۲۸۶ھ غایتہ الاولاد طار کی ”فقیہ واحد اشہد علی الشیاطین من الف عابد“ ۱۲۸۸ھ اور عقائد نظامیہ کی، ”یعون ایزد متعال احد سے مثال“ ۱۲۸۷ھ ہے جس سے سال طباعت ظاہر ہوتا ہے۔

وصال پر ملال..... مولانا کی عمر تقریباً ستر سال کی ہوئی تھی کہ شرو ع ۱۳۱۲ھ میں بیمار ہوئے علاج کی غرض سے دہلی گئے لیکن اتفاقاً نہ ہوا، رمضان میں دہلی سے واپس آئے رستہ میں مولانا ذوالفقار علی نے دیوبند میں ٹھہرنے کیلئے اصرار کیا مولوی محمد منیر بحیثیت مستم دارالعلوم اس وقت دیوبند میں مقیم تھے مولانا محمد احسن اپنے برادر عزیز مولوی محمد منیر کے یہاں ٹھہر گئے مولوی محمد منیر نے دیوبند کے اس مختصر سے قیام میں مولانا کی ہر قسم کی خدمت کی مگر موت کا وقت متعین ہے منشی محمد اسماعیل کی واپسی کے دو روز بعد آخر ہفتہ رمضان ۱۳۱۲ھ میں مولانا کا انتقال ہو گیا اور دارالعلوم دیوبند کے قبرستان میں اس مجسمہ فضل و کمال کا جسد خاکی سپرد خاک کر دیا گیا، مولانا فضل الرحمن (والد ماجد مولانا مولانا شبیر احمد عثمانی) نے آپ کی قبر کی نشاندہی ذیل کے اس شعر میں فرمائی ہے۔

ہاں! غیب آسودہ تر مائیں دوبار ان خولیش
قاسم بزم مودت احسن شائستہ خو

حلیہ..... آپ اوسط قد گورے چٹے، کھنی گول ڈاڑھی ناک ستواں، خوبصورت چہرہ کسی قدر گولائی لئے ہوئے خوش گفتار و شیریں آواز تھے چہرہ سے متانت و سنجیدگی کا اظہار ہوتا تھا، حلم و بردباری طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ لباس و پوشاک..... لباس میں کرسیمہ پاجامہ اور عیابینتے تھے صدری اور انگرکھ بھی زیب تن کرتے تھے، موسم سرما میں لحاف، تو شنگ، رضائی دوہر اور چادر کا اہتمام ہوتا تھا کپڑوں میں خاصہ، ململ، چھینٹ، جامدانی، گٹھی، بافتہ، مینو اور اطلس کے کپڑے مولانا کے گھر میں استعمال ہوتے تھے ”امید“ خیاط کا ایک مستقل کھاتہ تھا۔

اولاد و امجاد..... مولانا کی پہلی بیوی المانت النساء (خواہر متولی نصیر الدین مکتوبی) سے دو لڑکے مولوی فضل الرحمن منشی محمد اسماعیل اور ایک لڑکی کلثوم تھیں دوسری بیوی سے ایک لڑکا محمد ابراہیم اور تین لڑکیاں عصمت، آمنہ، فاطمہ پیدا ہوئیں۔

تصانیف و تراجم..... مولانا کی زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے معمور ہے۔ آپ نے زیادہ تر ضخیم اور اہم کتابوں کے اردو ترجمے کئے ہیں بریلی کے قیام میں تصنیف و تالیف کا کام زیادہ ہوا آخر زمانہ میں جب نانوتہ قیام رہا تو اس وقت مطبع مجتہبی دہلی کا تصحیح و حواشی کا کام ہوا اور بعض ترجمے بھی ہوئے آپ نے جو ترجمے کئے ہیں ان کی زبان با محاورہ صاف اور سلیس ہے بڑی حد تک قواعد زبان اور صحت عبارت کا خاص خیال رکھتے تھے، آپ کے علمی کارناموں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) تحفۃ المحققین، غالباً یہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو باشندگان بنارس کی درخواست پر ۱۲۶۵ھ مائیں عیدین ان عورتوں کے بیان میں لکھی گئی ہے جن سے مرد کو نکاح کرنا حرام ہے، یہ ایک مقدمہ، نو فصلوں اور ایک خاتمہ پر

مشتمل ہے، ہر فصل کا مضمون بیان کرنے کے بعد متعلقہ مسائل بھی اسی فصل کے ساتھ درج کر دیئے ہیں، تمام مسائل کا جواب فقہ حنفی کے موافق لکھا گیا ہے۔

(۲) اصول جرنیقل۔ نام سے مضمون کتاب ظاہر ہے ۱۸۵۳ء میں بنارس سے طبع ہوئی ہے۔

(۳) نافعہ خریداران۔ یہ بیخ و شری کے مسائل کے بیان میں ہے۔

(۴) قواعد اردو حصہ چہارم مؤثر یکٹر آف پبلک انٹرکشن صوبہ شمال مغربی (یوپی) کے حسب الحکم نصاب کی غرض سے قواعد اردو کو چار حصوں میں ترتیب دیا گیا اس سلسلہ کا چوتھا حصہ ۱۸۶۲ء میں مولانا نے مرتب کیا ہے اور شروع کے تین حصے دوسرے حضرات نے لکھے ہیں، چونکہ یہ کتاب نصاب میں شامل رہی اس لئے اس کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہوئے (۵) رسالہ عروض فن عروض میں مختصر مگر جامع رسالہ ہے جو کچھ صاحب بہار ایم اے کے حسب الحکم ۱۲۸۰ھ میں تحریر کیا ہے۔ رسالہ میں اکثر مثالوں میں مولانا نے اپنے اشعار دیئے ہیں یہ رسالہ بھی متعدد بار طبع ہو چکا ہے (۶) کوا الحدیث تعلیم نسواں کے موضوع پر ۱۲۸۸ھ میں تالیف کی گئی جو ایک تمہید، چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے گورنمنٹ نے اذکرہ قدر دانی اس کی پانچ سو جلدیں خریدیں اور تین سو روپیہ انعام بھی دید۔ (۷) مذاق العارفین جتہ الاسلام لام غزالی کی مشہور تصنیف احیاء العلوم کا بارہوا رو سلیس اردو ترجمہ منشی نول کشور کی فرمائش پر ۱۲۸۱ھ تا ۱۲۸۶ھ میں چار ضخیم جلدوں میں کیا ہے، مذاق العارفین تاریخی نام ہے تخریج عراقی سے احادیث کے تخریج کا حوالہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے اور جن احادیث کو عراقی نے کسی وجہ سے معلول کہا ہے ان کے ساتھ ضعیفہ غیر ہر جگہ حاشیہ پر تحریر ہے، پہلے آخری دو جلدوں کا ترجمہ کیا ہے پھر پہلی جلد کا اس کے بعد دوسری جلد کا۔

(۸) تہذیب الایمان۔ حافظ ابن قیم کی مشہور کتاب اغنیۃ البھقان کا اردو ترجمہ منشی جمال الدین صاحب مدار البہام

ریاست بھوپال کی فرمائش پر صرف سات ماہ میں کیا ہے کتاب کا مضمون رد بدعات ہے ۶۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ (۹) احسن المسائل فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا فارسی ترجمہ شاہ اہل اللہ دہلوی (برادر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) نے کیا تھا، مولانا نے اپنے بھائی محمد منیر کی فرمائش پر فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

(۱۰) غایۃ الاوطار، فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب در مختار کا اردو ترجمہ مشہور عالم مولانا خرم علی بلہوری نے حسب فرمائش نواب ذوالفقار الدولہ رئیس باندہ ۱۲۵۸ھ میں کتاب النکاح سے شروع کیا، محرم ۱۲۷۱ھ میں قریب اختتام تھا کہ پیغام اجل آگیا، مولانا محمد احسن نے اس ترجمہ کو ان کے ورثاء سے اشاعت کی غرض سے خرید اور بقیہ ترجمہ از باب الاذن تا کتاب الحج مکمل کیا (جن حضرات نے غایت الاوطار کی نسبت علی الاطلاق آپ کی طرف کی ہے وہ صحیح نہیں)

(۱۱) حمایۃ الاسلام۔ انگلستان کے مشہور مصنف گاڈ فری بیکنس کی کتاب ”پالوجی“ (جو اس نے تائید و حمایت اسلام اور عیسائیوں کے اعتراضات کی تردید میں لکھی تھی) کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہے جو مولانا نے سر سید احمد خاں کی تفویض سے کیا ہے چونکہ اس زمانہ میں کچھ لوگ اثر ابن عباسؓ کی وجہ سے مولانا کے خلاف تھے اس لئے مولانا نے اس ترجمہ کو منشی عبدالودود کے نام سے ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا کتاب سر سید احمد خاں کے مصراف سے طبع ہوئی اور اس کے جملہ حقوق محمد انیسٹور اور نیٹیل کالج لنڈ میٹھی کیلئے محفوظ رہے۔

(۱۲) کشاف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ ”الانصاف فی بیان سبب الاختلاف“ کا اردو ترجمہ ہے جو

۱۳۰۷ھ میں مالک مطبع حیدرآباد دہلی کی درخواست پر نہایت محنت و کاوش سے کیا ہے۔

(۱۳) سلاک مرارید حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ ”عقیدہ المجید فی احکام الاجتہاد و التقليد“ کا اردو ترجمہ

بھی مولوی عبدالاحد مالک مطبع حیدرآباد دہلی کی فرمائش پر نہایت صاف اور آسان زبان میں کیا ہے حسب ضرورت تشریح و وضاحت اور حاشیہ پر بعض مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔

(۱۴) خیر متین، حصن حصین کا اردو ترجمہ ۱۳۵۳ھ میں مولانا نواب قطب الدین خاں دہلوی مرحوم نے باسم تاریخی ”ظفر جلیل“ کیا مولانا نے مالک مجتہبیٰ پریس دہلی کی درخواست پر اس ترجمہ کو با محاورہ کیا اور صحیح و درست کے فرائض بھی انجام دیئے اور تاریخی نام ”خیر متین“ رکھا۔

(۱۵) نکات نماز، مشہور رسالہ ”اسرار الصلوٰۃ“ کا اردو ترجمہ ہے۔

(۱۶) مفید الطالبین..... عربی کے ابتدائی طلبہ کیلئے نصاب کی ضرورت سے یہ کتاب لکھی گئی ہے کتاب دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں قریب ڈیڑھ سو امثال و مواعظ کے مختصر جملے ہیں اور باب دوم میں تقریباً چالیس سبق آموز حکایات و تعلیمات شامل ہیں دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم کراچی اور اکثر مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے لویب شبیر مولانا اعجاز علی مرحوم نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔

حواشی و صحیح..... مولانا نے اکثر کتابوں کو اپنے مفید حواشی اور ضروری تصحیح کے ساتھ مرتب کیا مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتہبیٰ دہلی نے اکثر کتابیں مولانا کے حواشی اور تصحیح کے ساتھ شائع کیں چند کتابوں کے نام ذیل میں درج ہیں۔

(۱۷) حجتہ اللہ البالغہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مشہور و معرکہ آراء کتاب سب سے اول ۱۲۸۶ھ میں مولانا نے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کی آپ کے پیش نظر تصحیح و مقابلہ کیلئے اس کے چار قلمی نسخے مملوکہ مفتی سعد اللہ مراد آبادی مولوی ارشاد حسین رامپوری، مولوی ریاض الدین کاکوری اور مولوی احمد حسن مراد آبادی رہے، مولانا نے مقابلہ و صحیح و تحشیہ کے فرائض بڑی خوبی سے انجام دیئے۔

(۱۸) ازالۃ الخفاء۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دوسری معرکہ آراء تصنیف ازالۃ الخفاء بھی سب سے اول ۱۲۸۶ھ میں مطبع صدیقی بریلی سے مولانا نے شائع کی، صحیح و مقابلہ کیلئے مولانا کو اس کتاب کے صرف تین نسخے مل سکے۔

(۱۹) شفاء قاضی عیاض کو مولانا نے ۱۲۸۷ھ میں صحیح کے بعد اپنے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا نصف کتاب پر مولانا احمد حسن مراد آبادی نے حاشیہ لکھا ہے اور بقیہ نصف پر مولانا محمد احسن نے حاشیہ کی تکمیل کی ہے۔

(۲۰) کنوز الحقائق۔ مولوی عبدالاحد کی فرمائش پر مولانا نے کنز الدقائق پر نہایت جامع حاشیہ عربی میں لکھا ہے اس کی تکمیل مولانا حبیب الرحمن دیوبندی نے کی ہے۔

(۲۱) تھیہ المین عربی کے مشہور ادیب احمد بن محمد شروانی یمنی کی کتاب پر مولانا نے فارسی میں حاشیہ لکھا ہے۔

(۲۲) خلاصۃ الحساب پر بھی مولانا نے حاشیہ لکھا ہے جو مطبع مجتہبیٰ میں چھپا ہے۔

(۲۳) قرۃ العینین فی تفہیل الشیخین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور کتاب ہے جس کو مولانا نے بہ تصحیح تمام

مرتب کی اور ضروری حواشی لکھے یہ ۱۳۱۰ھ میں مطبع مجتہبیٰ سے شائع ہوئی ہے۔

(۲۴) رسالہ نیچرل فلاسفی گارسان و تاسی لکھتا ہے کہ محمد احسن نانوتوی نے نیچرل سائنس پر ایک سو بیس صفحے کا ایک مضمون اردو زبان میں لکھا ہے یہ رسالہ مسٹر ٹیلر کی نگرانی میں شائع ہوا ہے۔

(۲۵) تنبیہ الرئق علی مغالطۃ ثبوت الحق الحقین۔ شمس العلماء میاں نذیر حسین نے ایک رسالہ ”ثبوت الحق الحقین“ لکھا تھا جو عامی اور غیر عامی لوگوں پر وجوب و عدم وجوب تقلید کے سوال کا جواب تھا، میاں نذیر حسین کے کسی شاگرد نے یہ رسالہ مولانا کے پاس بھیجا اور ایک قسم کا چیلنج دیا کہ آپ اب یا بعد دو چار مہینے کے خود یا مشورہ اپنے علماء کے اس کا جواب دیں۔

مولانا اگرچہ اپنی صاحبزادی کی بیماری کی وجہ سے پریشان تھے اور عارضی طور سے بریلی آئے ہوئے تھے مگر آئے فوراً اس رسالہ کا جواب لکھا اور بتایا کہ مولف مذکور نے اپنی تحریر میں اکثر مغالطے دیئے ہیں مولانا نے اپنے اس رسالہ میں بعض

الزامی جواب بھی دیئے ہیں۔

۱۔ از کتاب ”مولانا محمد احسن نانوتوی“ مؤلف محمد ایوب قادری ایم اے ۱۲

(۵۷) صاحب نکتۃ العرب

نام و نسب اور آبائی وطن..... نام محمد اعزاز علی اور لقب اعزاز العلماء ہے نسب نامہ یہ ہے: اعزاز علی، بن محمد مزاج علی بن حسن علی بن خیر اللہ اہ آبائی وطن مراد آباد کے مضافات میں ایک مشہور قصبہ امر وہہ ہے آپ قبیلہ کمبہ سے ہیں جو ہندوستان کا ایک مشہور قبیلہ ہے آپ کے آباؤ اجداد شاہی لشکر میں بلند مناصب اور اونچے عہدوں پر فائز تھے، آپ کی پیدائش ہندوستان کے مشہور شہر بدایوں میں ۱۳۰۰ھ میں غروب شمس کے وقت ہوئی اور نانا جان نے اعزاز علی نام تجویز کیا۔ تحصیل علوم..... ابتداء میں آپ نے قطب الدین نامی ایک شخص کے پاس قرآن شریف کے دو ثلث ناظرہ پڑھے اس کے بعد حافظ شرف الدین کی نگرانی میں تمام کلام اللہ حفظ کیا اور اردو کی معمولی سی تعلیم کے بعد فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اس کے بعد مقام تلہ کے مشہور مدرسہ عربی گلشن فیض میں مولانا مقصود علی خاں صاحب صدر مدرس مدرسہ کے پاس عربی درس نظامی کی ابتدائی کتابیں شرح ملا جانی تک پڑھیں پھر شاہجہانپوری کی مشہور دینی درسگاہ عین العلم میں داخلہ لیا جو مولانا عبدالحق صاحب کا قائم کیا ہوا ہے یہاں آپ نے حضرت مولانا قاری بشیر احمد صاحب سے درس نظامی کی اکثر کتابوں کے علاوہ ملا جانی اور کنز الدقائق اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب سے فارسی کی بعض کتب کے علاوہ فقہ کی مشہور کتاب شرح وقایہ پڑھی۔

دارالعلوم دیوبند میں..... عین العلم میں درس نظامی کی جب متوسط درجہ کی کتابوں سے فارغ ہوئے تو مولانا بشیر احمد اور مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے اصرار پر ہندوستان کی مرکزی درسگاہ دارالعلوم دیوبند پہنچ کر امتحان داخلہ میں کامیابی سے فارغ ہونے کے بعد مولانا حافظ احمد صاحب مستم دارالعلوم سے ہدایہ اولین اور دارالعلوم کے مشہور منطقی و فلسفی حضرت مولانا محمد سہول صاحب بھگلپوری سے میر قطبی اور اس کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے بعض کتابیں شروع کیں۔ دارالعلوم میں آئے ہوئے ابھی ایک سال کا عرصہ بھی نہ گذرا تھا کہ مولانا نے اپنی ہمشیرہ سے جو اس وقت میرٹھ میں تھیں ملاقات کے خیال سے میرٹھ کا سفر کیا یہاں مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی مصر ہوئے کہ ایک دو سال میرٹھ مدرسہ میں تعلیم حاصل کرو اس کے بعد دورہ حدیث شریف کی شرکت کے لئے دیوبند چلے جانا مولانا میرٹھی صاحب موصوف سے خصوصی تعلق اور گہرے مراسم کی وجہ سے آپ نے عارضی طور پر دیوبند کا قیام ترک کیا اور میرٹھ کی مشہور درسگاہ مدرسہ قومی خیر نگر میں داخلہ کر لیا۔ یہاں آپ نے مولانا عاشق الہی صاحب سے اصول و عروض کی بعض کتابیں اور مولانا عبدالمومن صاحب دیوبندی صدر مدرس مدرسہ سے عقائد، منقولات اور فلسفہ کی اکثر پیشتر کتابیں پڑھنے کے علاوہ صحاح ستہ میں سے بخاری شریف کے علاوہ سب کتابیں ختم کیں اس حد تک تکمیل کر چکنے کے بعد مولانا عاشق الہی کی اجازت سے دوبارہ دیوبند حاضری ہوئی اور حضرت مولانا شیخ الہند صاحب سے صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد کے علاوہ ہدایہ اخیرین، بیضاوی اور توضیح و تلخیص پڑھی اس کے علاوہ فنون کی بعض کتابیں دارالعلوم کے معقولی استاد مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی سے اور فتویٰ نویسی کا کام حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب سے سیکھا اور اوب کی اکثر کتابوں کی تعلیم مولانا معز الدین صاحب سے حاصل کی۔

بھگلپور میں درس و تدریس..... دارالعلوم سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند صاحب نے مولانا کی صلاحیتوں کو پاکر مدرسہ نعمانیہ واقع پورنی مضافات بھاگل پور میں تدریس کا حکم فرمایا آپ وہاں پہنچے اور خالصانہ جدوجہد مسلسل سعی و کوشش کی وجہ سے اس غیر آباد و ناموس علاقہ میں قال اللہ و قال رسول کا غلط کچھ اس طرح بلند ہوا کہ طلبہ کی ایک بڑی جماعت بہار اور اس کے قریب وجارہ کے دوسرے علاقوں سے جوق در جوق نعمانیہ مدرسہ میں پہنچنے لگی مدرسہ کی تعلیم آپ کی وجہ سے نہایت ٹھوس ہونے لگی اور یہاں سے فارغ طلبہ ذی استعداد ہونے کی بناء پر دوسری جگہوں پر امتیازی نظروں سے دیکھے جانے لگے۔ افضل المدارس شاہجہانپور میں مدرسہ..... اسی دوران میں مدرسہ مذکور کا آخری جلسہ ہوا جس میں علماء دیوبند کے علاوہ پورنی کے بعض شوریدہ سر عوام کے اصرار پر بعض بریلوی علماء کو بھی شریک کیا گیا جلسہ شروع ہوا تو سوچی سمجھی

اسکیم کے مطابق اختلافی مسائل کو چیئر کر مناظرہ کی خطرناک صورت پیدا کر دی گئی اور اس قدر بھجان برپا کیا گیا کہ صورت حال زیادہ سے زیادہ خراب ہوئی چلی گئی حتیٰ کہ اصلاح حال کی کوشش بھی کامیاب نہ ہوئی تھی اس لئے آپ مدرسہ نعمانیہ سے مستعفی ہو کر شاہ جہانپور واپس آ گئے اور یہاں والد صاحب کے اصرار پر مدرسہ افضل المدارس سے اپنا تدریسی سلسلہ قائم کر لیا۔ اس مدرسہ کا نہ کوئی وقف تھا اور نہ عام چندہ، صرف ایک باہمت مغیر انسان کی توجہ سے چل رہا تھا کچھ عرصہ کے بعد ان صاحب کا انتقال ہو گیا اور مدرسہ کی حالت دیگر گوں ہو گئی اور اس عرصہ میں کئی ماہ ایسے گزرے کہ مولانا اپنی قلیل تنخواہ بھی نہ لے سکے اور حسبہ اللہ حالات کی ناخوشگوار کی باوجود کام کرتے رہے اور بالا آخر سخت مجبور ہو کر مولانا نے مدرسہ سے سکدو شئی اختیار کر لی اس مدرسہ میں مولانا کی مدت تدریس تین سال ہے۔

بحیثیت مدرس دارالعلوم دیوبند میں افضل المدارس سے علیحدگی کے بعد مشفق استاذ حضرت مولانا محمد رسول صاحب بھالپوری کی سعی و کوشش سے ۱۳۲۰ھ کے اوائل میں دارالعلوم دیوبند کی منظمہ کمیٹی نے مولانا کا تقرر پچیس روپے کے مشاہرہ پر کر دیا بھی آپ شاہجہاں پور ہی تھے کہ اہتمام دارالعلوم کی جانب سے تقرری کا اطلاع نامہ مولانا کو پہنچا آپ نے دارالعلوم کی تدریس کو دین کی نہایت اہم خدمت تصور کرتے ہوئے دیوبند آنے کا ارادہ فرمایا، آپ تشریف لائے اور دارالعلوم کے ابتدائی مدرس مقرر کئے گئے اور علم الصیغہ، مفید الطالبین، نور الایضاح وغیرہ کتابیں تدریس کیلئے دی گئیں۔ ریاست حیدر آباد میں آپ دارالعلوم میں بسلسلہ تدریس مشغول رہے، شب و روز کی جدوجہد اور بعض اکابر اساتذہ کی توجہ سے مولانا کا شمار دارالعلوم کے ممتاز اساتذہ میں ہونے لگا علمی استعداد پر اعتماد کرتے ہوئے مجلس علمیہ نے درمیانی درجہ کی کتابیں بھی تدریس کیلئے آپ کے یہاں بھیج دیں اسی دوران میں ریاست حیدر آباد کی جانب سے مولانا حافظ احمد صاحب کو ریاست کا مفتی اعظم بنا کر بلایا گیا چونکہ حافظ صاحب اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے امور متعلقہ کے انجام دینے سے معذور تھے اس لئے حافظ صاحب نے آپ کو اپنے ہمراہ جانے کے لئے فرمایا اور تقریباً نو سال دارالعلوم میں تدریس کے بعد ۱۳۳۹ھ میں آپ کو دارالعلوم چھوڑنا پڑا۔

آپ کو حیدر آباد میں خدمات انجام دیتے ہوئے انجمنی ایک سال ہی گزرا تھا کہ ۱۳۴۰ھ میں مولانا حافظ احمد صاحب کو جبکہ وہ حیدر آباد سے دیوبند کا سفر کر رہے تھے جان، جان آفریں کے سپرد کر دینا پڑی اور دارالعلوم کے شعبہ افتاء میں مفتی عزیز الرحمن صاحب کی علیحدگی کی وجہ سے کسی مناسب آدمی کی ضرورت محسوس ہوئی اس پر ۱۳۴۰ھ کی مجلس شوریٰ و انتظامی کمیٹی میں مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی نے اس خدمت کے لئے آپ کا نام پیش کیا اور کمیٹی کے ہر رکن نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور حیدر آباد میں مولانا کو اس تقرری کی اطلاع کر دی گئی آپ ۱۳۴۰ھ میں حیدر آباد سے دیوبند تشریف لائے اور تادم آخر دارالعلوم میں خدمات انجام دیتے رہے۔

درسی خصوصیات آج دنیا علم میں ایسے فاضل اساتذہ موجود ہیں جو ہر فن کی آخری کتاب منتہی طلباء کو پڑھادیں لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ وہ مبتدی طلبہ کو ابتدائی اسباق پڑھائیں اور ان کی استعداد کے مطابق حق ادا کر سکیں حضرت مولانا کی یہ نمایاں خصوصیت تھی کہ جس وقت دیوانہ منشی، حملہ، بیضاوی، ہدایہ اخیرین ابوداؤد شریف وغیرہ کا درس دیتے ہوتے تھے انہیں لیا میں آپ کے یہاں میزان، ابن عقیل، ملا جامی، نقۃ العرب مفید الطالبین اور منتہی الامر کا درس بھی ہوتا تھا۔

جس طرح شاہ انور صاحب نے درس حدیث میں اپنے بحر علمی وسعت مطالعہ خداداد ذہانت ممتاز قوت حافظہ کی وجہ سے ایک ایسی نمایاں خصوصیت پیدا کی کہ دارالعلوم کی سابقہ تاریخ اس سے قطعاً خالی تھی اسی طرح حضرت مولانا نے ادب کی کتابوں کے پڑھانے میں بیان لغت، ترکیب نحوی، علم صرف، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان کا ایسا کامیاب اضافہ فرمایا جو پہلے کسی کے درس میں نہ تھا لوگ آپ کو شیخ الادب کہتے ہیں لیکن آپ بناء بر مناسبت طبعی فن فقیہ پر جس حد تک قابو یافتہ تھے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی مسائل فقہ میں ایسی موشگافیاں کرتے تھے کہ عقل حیران رہ جاتی تھی ہدایہ اخیرین جو علم فقہ میں چوٹی کی کتاب ہے حضرت مولانا اس کا درس تقریباً چالیس سال تک نہایت کامیابی کے ساتھ اس طرح دیتے رہے کہ مسئلہ کو مسئلہ کی طرح سمجھا کر جملہ اشکالات کو رفع کرتے ہوئے فن کی گہری باتیں بھی ساتھ ساتھ لے کر

چلتے تھے مشکوٰۃ شریف کے درس میں معاملات کی تشریح مسائل کی تفصیل فقہی عبارتوں کی تفسیح آپ کی امتیازی خصوصیت تھی حدیث کی اہم کتاب ابو داؤد شریف کے درس میں روایت و درایت کے اعتبار سے حدیث کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا تھا، سند کے جھگڑے، الہ داؤد کی اپنی تحقیق اور دیگر لاسل عمل عقدے اس طرح حل ہوتے تھے کہ عام طلبان کو سہل اور عام فہم سمجھنے لگے تھے حضرت شاہ صاحب کے زمانہ سے آپ کے یہاں شامل ترمذی ہوتی تھی جس میں حدیث نکات کے ساتھ حل لغت ترکیب نحوی، باحارہ ترجمہ، تدافع حدیث علی وجہ الاتم ہوتا تھا۔

وقت کی پابندی..... جو درس کیلئے اور طلباء معلم کیلئے ایک ضروری امر ہے مولانا کا طغرائے امتیاز ہے سردی ہو یا گرمی، جاڑا ہو یا برسات، بیماری ہو یا تندرستی، شادی ہو یا غمی بہر حال مولانا کا یہ اصول تھا کہ سبق ہونا چاہیے کمرہ میں گھڑی موجود تھی وقت سے کم از کم دس منٹ قبل بغل میں کتاب دیبا کی کمرہ کو منتقل کیا اور گھنٹہ بجانے والا ابھی گھنٹہ بجانے سے فارغ بھی نہیں ہوا کہ آپ درس گاہ پہنچ گئے اور سبق شروع ہو گیا اور ہر گھنٹہ بجا اور اھر مولانا کی کتاب بند ہو گئی۔

مدہ فرصت از دست گر بادت کہ گوئے سعادت ز میدان بری

کہ فرصت عزیزست چل فوت شد بے دست حسرت بدندان بری

عیادت و اخلاق..... اس پایہ کے عالم اور فقیہ ہونے کے باوجود ان کے مزاج میں انکساری فروتنی اور تواضع حد سے زیادہ تھی جو مولانا کے لئے دلیل کمال ہے۔

فروتنی است دلیل رسیدگان کمال کہ چوں سوا ممزول رسد پادہ شود

اس انکساری اور تواضع ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ شہرت سے حد درجہ نفور رہتے تھے یہاں تک کہ عام مجموعوں میں جب کبھی آپ کی تلاش ہوتی تو آپ سب سے الگ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے پائے جاتے تھے۔

تہاشین و صحبت دیو اختیار کن کاٹار انس در گھر آدمی نمائد

غول و کتنامی کو مولانا نے جلوت و مجلس آرائی کی بخشی ہوئی عزتوں پر ہمیشہ ترجیح دی ہے خود فرماتے ہیں

غولی اطیب الحلات عندی اعزازی لد بہم فیہ عاری

استغناء و خور واری..... اہل علم و فضل کے مزاج کے مطابق مولانا میں بے نیازی اور توکل حد درجہ تھا ہندوستان کی متعدد یونیورسٹیوں نے مگر انقدر مشاہروں پر مولانا کو بار بار بلایا لیکن مولانا نے دارالعلوم کی قلیل تنخواہ کو چھوڑ کر مگر انقدر مشاہروں پر جانا گوارا نہیں کیا۔

مر ا طریق امیری نہیں فقیری ہے خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

خود دار نہو فقر تو ہے قہر الہی ہو صاحب غیرت تو ہے تمہید امیری

وہ کسی کے سامنے اپنی ضروریات کا اظہار کریں یہ تو بڑی بات ہے لوگوں کے پیش کردہ تحائف و ہدایا کے لینے میں بھی پس و پیش فرماتے تھے۔ غالباً کسی کہنے والے نے مولانا ہی کے لئے کہا ہے۔

آگے کسی کے کیوں کریں دست طبع دراز وہ ہاتھ سو گیا ہے سر ہانے دھرے دھرے

زہد و ورع..... علمی اشتغال و انہماک کی وجہ سے گو عیادت و ریاضت میں ان کی مشغولیت زیادہ نہیں تھی لیکن اس کے باوجود وہ روشن ضمیر بھی تھے طالبہ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ سے ان کو شرف بیعت حاصل تھا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت۔

سادگی مزاج..... مولانا، مزاج کے بھی بہت سادہ و افغان ہوئے تھے مزاج کی سادگی ان کے لباس سے نمایاں تھی، عام علماء کی طرح عبا و قبا، جبہ و دستار مولانا کا لباس نہ تھا ان کے جسم پر کھادی کا ایک لباسا کرتہ، معمولی کھدر کا پاجامہ، سر پر دوپٹی ٹوپی، ہاؤں میں نہایت معمولی قیمت کا جوتہ، مولانا کا لباس تھا زرق و برق پوشاک قیمتی لمبوس مولانا کے جسم پر بھی نہیں دیکھا گیا جسم کی آرائش و زیبائش ان کے یہاں پسندیدہ نہیں تھی۔

شاہد معنی کو آرائش کی کچھ حاجت نہیں سجدہ و سجادہ بیچ اور جبہ و دستار بیچ

لیکن اس کے باوجود مزاج میں نہایت نفاست تھی۔

یا خادم الجسم کم تسمی لخدمته
فانت بالنفس فاستكمل فضايلها
وطلب الرخ مما فيه خسران
فانت بالنفس لا بالجسم انسان

شعر و شاعری..... اکابر و اساتذہ دارالعلوم دیوبند کے اکثر و بیشتر افراد شاعری کے اچھے خاصے مذاق سے بہرہ ور رہے ہیں۔ اسی جماعت کے ایک ممتاز رکن حضرت مولانا بھی تھے جن کی شاعری اردو اور عربی دونوں حصوں میں منقسم ہے مولانا نے فارسی میں بھی طبع آزمائی نہیں فرمائی حالانکہ فارسی کا ذوق بھی مولانا کو عربی سے کم نہیں تھا عربی میں آپ نے شعر اس وقت سے کہنا شروع کیا تھا جب آپ دیوبند سے فارغ ہو چکے تھے لیکن اردو میں آپ نہایت کسنی اور خود سارگی سے کہتے چلے آئے ہیں آپ کے بعض عربی قصائد آپ کی تالیف نگہ العرب کے آخر میں درج ہیں جن سے قارئین کرام عربی سخن سنی کی مہارت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں، اردو کلام کا مختصر انتخاب پیش خدمت ہے۔

مانا کہ تاکنا میرا فتق و فجور تھا۔ زلفوں کا دام تم کو بچھانا ضرور تھا

افسوس ہے کہ تو کے بھی قائل نہیں رہا

جو آپ کی زبان پر کل تک حضور تھا۔ کس نے کہا کہ واوی غربت میں تھے جدا

دل سے بہت قریب تھا گو جسم دور تھا

اس دل میں حسرتوں کے سوا کچھ نہیں رہا۔ جو دل کہ تم کو دیکھ کے دقت سرور تھا

پاپل ز میں پہنچ گئی افلاک بل گئے

یارب کسی کی آہ تھی یا غصہ صور تھا۔ غصہ اور صلہ سے نہ لیا آپ نے بھی کام

مانا کہ عشق آپ سے میرا قصور تھا

تیری نشانی آنکھ نے بے خود بنا دیا۔ اعزاز و رنہ صاحب عقل و شعور تھا

کچھ ہوش ہے اسے سانی فرزانہ کسی کا۔ لبریز ہوا جاتا ہے پیمانہ کسی کا

ہم آپ سے جاتے رہتے سنتے ہوئے جس کو

افسوس تھا الہی کہ وہ افسانہ کسی کا۔ اعزاز تیرا حال سنا دے کوئی اس کو

ہم دیکھتے ہیں حوصلہ ایسا نہ کسی کا

پہنچا جو میں بولے کہ وہ پھر آگیا ظالم

در بان اسے کس لئے رد کا نہیں کرتے

دل چھین لیا جان کا بھی اب ہے ارادہ

نیکس کو تو یوں چور بھی لوٹا نہیں کرتے

دل ہی نہیں وہ دل کہ تری جس میں جا نہیں

سر ہی نہیں وہ جس میں کہ سوء اتر نہیں

اے غیرت مسج اتوا ہے مر بیض کو

جاد کچھ تو کہ اس میں اب کچھ ہے بھی یا نہیں

حسن بیان میں نہیں اعزاز کا نظیر

آصف سالک میں کوئی فرمانروا نہیں

ہر اک رنہ نمازان کے پیچھے پڑھ لیتا۔ شیوخ و عذا اگر بادہ سے وضو کرتے

خطیب ہوئے کا اپنے انہیں مزہ آتا

مشافہا جو کبھی مجھ سے گفتگو کرتے۔ دریا رخبر میں گناہم ہو کے میں جو مروں

خدا کرے وہ پھر سیری جتو کرتے
یہ دل کی ذل میں تندر ہی کہ وہ مجھ کو۔ بھی رقیب کی نظروں میں سرخرو کرتے
حرم کعبہ میں میں چچ چچ کر دیا
ملا نکل رہے اعلان انصوا کرتے۔ مقدرات سے مجبور ہو گیا ورنہ
مجال ان کی تھی وہ مجھ سے تم سے تو کرتے
انقلاب چمن و بہر کی دیکھی تخیل۔ آج قارون بھی کھدیتا ہے حاتم کو تخیل
ابو حنیفہ کو کے طفل دبستان جاہل
مہر تاباں کو دکھانے کی مشعل قدیل۔ مشرک اسلام کو کہنے لگے اہل تثلیث
لوح محفوظ کو کہتی ہے حرف انجیل
سامری موسیٰ عمران کو کے جادوگر۔ شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجیل
شیر اور بھیڑ کی یکجائی پہ حیرت کیوں ہو
ایک ہی کانٹے میں تلنے لگے موزون وکیل۔ صاحب طبل و علم نان جوں کے محتج
نھو کریں کھاتے جو پھرتے تھے وہ لیتے ہیں خراج

بہار کے ایک دوست نے مولانا کو لکھ کر بھیجا کہ یہاں فلاں تاریخ میں ایک مشاعرہ ہے اس میں ہم بھی اشعار
پڑھنا چاہتے ہیں تم خود یا کسی صاحب سے کچھ اشعار لکھوا کر بھیجو۔ آپ نے چند طلباء سے جو شعر کہتے تھے فرمائش کی لیکن
کسی سے تکمیل نہ ہو سکی تو آپ نے ارتجالاً یہ چند شعر کہے۔

ترے بجز میں ہوں میں نوحہ زن، میں ہوں اور یہ شب تار ہے
کوئی سیر باغ میں مست ہے، کوئی ہے وطن میں بھید خوشی
مرے پاس ہو دے جہاں دوز، تو ہو خوف سارق و راہزن
جہاں تھے حسینوں کے قہقہے، جہاں بلبلوں کے تھے چہچہے
وہ ہماری وضع میں تھی کشش جو نماز میں بھی نہیں ہے اب
وفات حسرت آیات..... آپ ۳۱ رجب بروز چار شنبہ بوقت صبح صادق ۱۳۷۷ھ میں اس عالم آب و گل سے رشتہ
حیات منقطع کر کے یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

غرم اک رو دکریں منزل دیراں بردم
راحت جاں طلسم در پے جاناں بردم
اور مدرسہ دارالعلوم کے متصل قطعہ پاکیزہ گاہ میں جگہ پائی جہاں دیگر اسلاف امت و سلاطین علوم دین آرام
فرمایاں (رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ)

حلیہ مبارکہ..... قدرت نے حسن سیمت کے ساتھ آپ کو حسن صورت سے بھی نوازا تھا۔ قوی الجثہ متوسط قد و قامت
، دوہر ابدن، صاف رنگ، شاداب چہرہ، آنکھوں میں ایک خاص چمک اور چہرے سے عظمت و جلال کے آثار نمایاں تھے۔
تعلیقات و تالیفات..... دنیائے علم پر آپ کا مزید اور گر افندہ احسان یہ ہے کہ آپ نے درس نظامی کی اوق اور اصعب
کتابوں کے بڑی کاوش و تحقیق کے بعد حواشی لکھے اور اپنے طویل تدریسی تجربہ کی بنا پر ہر حیثیت سے ان کو سہل اور عام فہم
کر دیا جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) حاشیہ نور الایضاح (فارسی) (۲) حاشیہ نور الایضاح (عربی) (۳) حاشیہ دیوان حماسہ (۴) حاشیہ کنز الدقائق
(۵) حاشیہ دیوان مثنوی (عربی) (۶) اردو ترجمہ دیوان مثنوی (۷) حاشیہ شرح نقایہ (۸) حاشیہ مفید الطالبین (مختصر) (۹)
حاشیہ مفید الطالبین (مطول) (۱۰) فقہ العرب (۱۱) حاشیہ فقہ العرب

فقہ العرب..... ادب عربی کے ابتدائی اور متوسط درجہ کے لئے مولانا کے حسن انتخاب کا بہترین مجموعہ ہے جس نے
جدید تالیفات میں اپنے لئے ایک خاص مقام پیدا کر لیا ہے اور ارباب ادب میں اس تالیف کو پسندیدگی اور قدر کی نظروں

سے دیکھا گیا ہے فن ادب کی یہ ایک جامع کتاب ہے جس میں مولانا ممدوح نے کوشش کی ہے کہ اس کے ذریعہ سے طلباء میں اسلامی غیر متوجہ حیثیت، ادبی دل چسپی، علو ہمت اور علوم عربیہ کی قوت و استعداد پیدا کی جائے نیز مسائل مبہمہ کی تسہیل، اخلاق فاضلہ کی تکمیل کے ساتھ مضامین ایسے شگفتہ اور جاذب ہوں کہ ان کو محنت کے ساتھ یاد کرنے میں طلباء کے اذہان کو نہ تعب ہو نہ تشویش

حضرت مولانا کی یہ تالیف دارالعلوم کے علاوہ اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے آپ کی یہ تالیف العبد الفرید شذرات الذہب، تاریخ ابن خلکان، الاغانی وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ اگر تفصیل مطلوب ہو تو تحفۃ الادب شرح اردو لغت العرب دیکھئے، ہم نے اس میں اکثر مضامین کتاب کے ماخذ کی نشاندہی کرائی ہے۔

(۵۸) صاحب میزان الصرف

درس نظامی میں علم صرف سے متعلق ”میزان الصرف“ رسالہ ایک ایسی اور بنیادی رسالہ ہے جس کو کتب عربیہ درسیہ میں خشیت اول کا درجہ حاصل ہے نہ اس کے بغیر کسی عربی خوال کی ابتداء ہوتی ہے اور نہ کوئی یہی اس سے بے نیاز ہوتا ہے صغیر ائمہ ہونے کے باوجود کثیر الشفع ہونے کے لحاظ سے جو عظمت و شہرت اس کتاب کو حاصل ہے وہ شہرت آفتاب و ماہتاب سے کم نہیں، ذوق دہلوی لطیف ترین میرائے میں میزان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

ہو گیا طغی ہی سے دل میں ترازو تیر عشق بھاگے ہیں کتب سے ہم اوراق میزان چھوڑ کر مولوی بخٹاور علی خاں، عالمگیری نے ”مرآۃ العالم“ میں لکھا ہے کہ سلطان سکندر بن ہملول لودھی نے مشہور بزرگ اور صوفی ساء الدین بن فخر الدین بن جمال الدین ملتانی ثم الدہلوی متوفی ۹۰۱ھ سے میزان کا ایک سبق پڑھا تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جتنی اس کتاب کی شہرت ہے اتنا ہی اس کا مصنف گناہ ہے جس صاحب خبر سے ان کا پتہ پوچھئے یہی جواب ملتا ہے۔

یقولون اخبرنا فانت ایضا واما ان اخبر ہم باین
سینکڑوں تاریخی اوراق الٹ پلٹ کرنے کے باوجود صحیح طور پر اس کے مصنف کا پتہ نہیں چلتا
تسترت عن دھری بظلم جنابہ
یعنی تری دھری ویس یرانیا

فلو تسال الایام ما اسمی مادرت واین مکانی ماعرفن مکانیا
شرح میزان اور بعض دیگر اہل علم حضرات نے جن جن اشخاص کی جانب اس کا انتساب نقل کیا ہے وہ بھی مخدوش معلوم ہوتا ہے اس لئے حتمی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، البتہ انتہائی جدوجہد اور بے پناہ تگ و دو کے بعد جو اقوال ہم کو ملے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

پہلا قول..... عام طور سے مشہور ہے کہ یہ کتاب شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے مگر یہ قول بلا شک و ریب رجحان بالغیب ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے، میزان الصرف مطبوعہ نظامی کانیپور ۱۲۹۵ھ کے سرورق پر مولانا عبدالرحمن شاکر لکھتے ہیں کہ ”و آنچه انتساب میزان بحضرت شیخ سعدی مشہورست اصلے ندارد“
دوسرا قول..... یہ ہے کہ مصنف میزان شیخ وجہ الدین بن عثمان بن حسین ہیں، عام شرح میزان کارہجان اسی طرف ہے نواب صدیق حسن خاں نے ”سلسلۃ العبد فی ذکر مشائخ السلف“ کے آخر میں جو فہرست کتب قلبند کی ہے اس میں میزان الصرف کے خانہ میں لکھا ہے ”وجہ الدین بن عثمان، حسب تصریح شرح میزان۔“

تیسرا قول..... مولانا محمد مدثر احمد رکن اعلیٰ مندی المصنفین جامع العلوم کاسازی (سبب نے ترجمان العلوم میں میزان الصرف کو ملاحظہ فرمائیے) کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر کوئی حوالہ پیش نہیں کیا موصوف کا یہ انتساب کہاں تک صحیح ہے یہ خدا ہی جانتا ہے کیونکہ ملاحظہ کی طرف صرف منشعب منسوب ہے نہ میزان۔

چوتھا قول..... یہ ہے کہ اس کا مصنف شیخ صفی الدین بن نظام الدین بن خواجہ آدم غزنوی رودلوی جو پوری متوفی ۱۳

۱۔ شخص از تذکرۃ الاعزاز مولفہ مولانا محمد انظر شاہ و از دیگر کاغذات ۱۲۔

۲۔ میں اسے محبوب کی جلوہ گاہ کی آڑ میں زندہ کی آنکھ سے چھپ گیا، پس میری آنکھ سب کو دیکھتی ہے اور مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا، سو تو اگر زندہ سے بھی میرا نام پوچھے تو وہ نہ بتا سکے، اور اگر میری رہائش گاہ کا پتہ لگائے تو اس کے بتانے سے بھی وہ عاجز رہے۔ ۱۲۔

ذیقعدہ ۸۱۹ھ ہے کہا جاتا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ کی نسل سے ہیں ان کے دادا نظام الدین دہلی تشریف لائے اور کچھ عرصہ تک یہاں قیام کیا اس کے بعد جو پور منتقل ہو گئے، موصوف کو اصلاً ردولوی ہیں مگر بعد میں گنگوہ منتقل ہو گئے تھے، آپ شیخ عبد القدوس صاحب گنگوہی کے اجداد میں سے ہیں اور قاضی شہاب الدین

احمد بن حمد دولت آبادی متوفی ۸۴۹ھ جو مولانا خواجگی جیسے جلیل الشان عالم فاضل کے ساخته و پرداختہ ہیں صفی موصوف ان کے نواسے ہیں اور انہیں سے آپ نے تعلیم حاصل کی تھی اور علم طریقت شیخ اشرف بن ابراہیم سمنانی سے حاصل کیا تھا شیخ سمنانی فرماتے ہیں کہ شیخ صفی کے علاوہ ہندوستان میں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو نادر فنون اور عجیب و غریب امور کے ساتھ آراستہ ہو۔ ان کی تصنیفات میں دستور الجندی جو انھوں نے اپنے صاحبزادے اسماعیل کے لئے لکھی تھی اور غایۃ الحقیق (شرح کافیہ) جو آپ نے شیخ شہاب الدین دولت آبادی کی شرح ہندی کو سامنے رکھ کر لکھی ہے جس کے متعلق صاحب کشف نے لکھا ہے کہ کافیہ کے جس قدر شروع و حواشی لکھے گئے ہیں ان سب میں اتم و اعلیٰ اور مفید تر شیخ شہاب الدین احمد بن حمد دولت آبادی کی شرح ہندی ہے ان کا تذکرہ تو ملتا ہے مگر میزان الصرف میری نظر سے نہیں گزری۔

پانچواں قول مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نے ”تواندہ بیہ“ میں محمد بن مصطفیٰ بن الحجاج حسن متوفی ۹۱۱ھ کی تالیفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے، لہ حاشیت علی تفسیر سورة الانعام للبیضاوی و حاشیت علی المقدمات لاربع و محاکمت بین الدوالی و الصلر الشیرازی و کتاب فی الصرف مساہ میزان الصرف“ صاحب کشف الظنون نے اسکو میزان الصرف کے نام سے ذکر کیا ہے اور مصنف کے والد کا نام مصطفیٰ کے بجائے مصلح لکھا ہے یہ بڑے پایہ کے عالم اور شیخ یکان وغیرہ کے شاگردوں میں سے ہیں بروسا اور قسطنطنیہ کے مختلف مدارس میں مدرس اور شاہ محمد خاں اور ان کے صاحبزادے بایزید خاں کے عہد میں قاضی بھی رہے ہیں جعفر بن الناجی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

چھٹا قول صاحب تعداد العلوم علی حبیب الفہوم، نے لکھا ہے کہ میزان الصرف شیخ سراج الدین عثمان اودھی کی تصنیف ہے اکثر علما نے اسی کو لیا ہے ان کے تفصیلی حالات تو ہم ”ہدایۃ الخو“ کے ذیل میں پیش کریں گے یہاں ہمیں اتنا عرض کرنا ہے کہ جن حضرات نے شیخ موصوف کے حالات لکھے ہیں کسی نے بھی ان کی کوئی کتاب ذکر نہیں کی بلکہ اس انتساب کا مدار ”تعداد العلوم“ پر ہے۔ میزان الصرف مطبوعہ کانپور کے شروع میں ہے صاحب تعداد العلوم علی حبیب الفہوم سراج الدین بن عثمان اودھی نوشتہ و گفتہ کہ ہدایۃ الخو شیخ نیز از تصنیف ہمیں مصنف علام ست خود بیچ کچ کی عبارت قائل و مقبول را اور میزان بیان کر دیم سے بھی بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے نواب صدیق حسن خاں نے فہرست مذکورہ میں مصنف کے خانہ میں لکھا ہے ”سراج الدین بن عثمان تبصر صیص صاحب تعداد العلوم“ اور تعداد العلوم کس کی ہے، کیسی ہے، کہاں ہے۔ کچھ یہ نہیں چلتا گویا تجربہ سے زیادہ گمان ہے۔ نیز بیچ کچ کی عبارت میں میزان سے کون سی میزان مراد ہے حتیٰ طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا، دوسرے یہ کہ شیخ سراج الدین کی وفات ۵۸ھ میں ہے اور فاضل میر خورجو اکثر کتابوں میں شیخ سراج الدین کے شریک درس ہیں انہوں نے لکھا ہے:

الغرض خدمت مولانا سراج الدین در کبر سنی تعلیم کافی عمر ہو جانے کے بعد مولانا سراج الدین نے تعلیم شروع کو دو برابر کاتب حروف میر خورجو در آغاز تعلیم کی کاتب الحروف برابر آغاز تعلیم میزان اور گردان وغیرہ کے قواعد سے ساتھ تھا اور پڑھتا تھا

میزان و تشریف و قواعد و مقدمات اور تحقیق کرد مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہی ہوا کہ شروع میں جیسا کہ اب بھی دستور ہے صرف کی تعلیم سے ابتداء کی گئی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میزان ہی سے عربی زبان شروع ہوتی تھی۔

اس روایت سے جہاں شیخ سراج الدین کا مصنف میزان نے ہونا ثابت ہوتا ہے وہیں سابقہ انتسابات بھی غلط ہو جاتے ہیں شروع و حواشی میزان الصرف (۱) تبیان شرح میزان از مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی۔ (۲) تبیان شرح میزان از مولانا عبدالحی صاحب (۳) تبیان شرح میزان، از مولانا وارث علی صاحب دہلوی (۴) حاشیہ سعدیہ از مولانا مفتی سعد اللہ صاحب (۵) حاشیہ میزان از مولانا عبدالحی صاحب مدراسی (۶) حاشیہ میزان از مولانا انبی بخش صاحب

(۷) شرح میزان الصرف، از مولوی انعام اللہ بن سید فتح اللہ بن سید شاہ غلام علماء الدین سند ملی (۸) ہدایت الصبیان، از شیخ رحمت اللہ بن نور اللہ لکھنوی (۹) الایذان از مولوی احمد اللہ بن اسد اللہ قریشی (۱۰) شرح میزان از شیخ محمد علیم بن موسیٰ الہ آبادی۔ (۱۱) شرح میزان الصرف از مولوی عبد الوہاب بن حکیم محمد علی بن عبد الفتاح (۱۲) بیان الصرف شرح میزان الصرف از ابو نصر حبیب اللہ بن بھلی۔

(۵۹) صاحب مشعب

میزان الصرف مطبوعہ نظامی کانپور ۱۲۹۵ھ کے پیش لفظ میں حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ کتاب ملا حمزہ بدایونی کی ہے اور عام طور سے لوگ جو ملا برزجمہر کی طرف انتساب کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ حمزہ ہی کی تصنیف ہے مولانا عبدالحی حسنی نے ثقافت الاسلامیہ فی السند میں اسی کی تصریح بھی کی ہے مگر ان کے مزید حالات ہم کو متبع اور تلاش کے باوجود نہیں ملے، ولعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا۔

(۶۰) صاحب شافیہ

علامہ ابن حاجب کی مشہور و معروف کتاب ہے ان کے حالات کافیہ کے ذیل میں آئیں گے۔

(۶۱) صاحب صرف میر

یہ رسالہ سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی کا ہے ان کے حالات نحو میر کے ذیل میں آئیں گے

(۶۲) صاحب پنج گنج

یہ کتاب شیخ سراج الدین اودھی کی بتائی جاتی ہے ان کے حالات بدایینہ الخو کے ذیل میں آئیں گے بعض حضرات نے شیخ صفی الدین ردولوی کی تصنیف کہا ہے جن کا تذکرہ میزان الصرف کے ذیل میں آچکا ہے۔

(۶۳) صاحب علم الصیغہ

نام و نسب اور پیدائش مفتی عنایت احمد بن منشی محمد بخش بن منشی غلام محمد بن منشی لطف اللہ۔ آپ قریشی نسل تھے آپ کے اجداد میں امیر حسام نامی ایک شخص بغداد سے آکر قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنگلی میں آکر سکونت پذیر ہوئے اور اپنے صاحبزادے ضیاء الدین کی شادی وہیں کی اور وہیں کے قاضی مقرر ہوئے۔

قصبہ دیوہ کے جس محلہ میں امیر حسام نے قیام کیا وہ حجازی محلہ مشہور ہوا جس کو بعد میں حجاجی کہا جانے لگا اسی مناسبت سے امیر حسام کی اولاد بھی حجاجی کہلائی۔ بانی یہ خیال غلط ہے کہ امیر حسام حجاج بن یوسف حاکم عراق کی اولاد سے ہیں، حجاج قریشی نہیں تھا بلکہ ثقفی تھا مفتی عنایت احمد صاحب اسی دیوہ مقام میں ۹ شوال ۱۲۲۸ھ کو پیدا ہوئے۔

سکونت کا کوری آپ کے دادا منشی غلام محمد کی سسرال کا کوری میں تھی آپ کے والد منشی محمد بخش اور چچا شیخ عبدالحسب نے اسی جہاں تعلق کی بنا پر کا کوری میں سکونت اختیار کر لی پھر ان کے تمام قریشی اعزاء بھی کا کوری آکر سکونت پذیر ہو گئے اور کا کوری کہلانے لگے اب بھی وہاں ان کا بڑا خاندان سکونت پذیر ہے۔

تحصیل علم ابتدائی تعلیم کا کوری میں حاصل کی جب ۱۳ سال کی عمر ہوئی تو تحصیل علم کی غرض سے رامپور گئے وہاں مولوی سید محمد صاحب بریلوی سے صرف و نحو، مولوی حیدر علی صاحب ٹوٹی اور مولوی نور الاسلام صاحب سے دوسری درسی

۱۔ نوادہ بیہ، زہدۃ الخواطر، کشف الظنون، سلسلۃ السجد، نظام تعلیم و تربیت، میزان مطبوعہ نظامی ثقافت الاسلامیہ ۱۲

کتابیں پڑھیں رامپور میں درسی کتابیں ختم کر کے دہلی پہنچے وہاں شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۲۶۲ھ سے کتب حدیث سبقتا پڑھیں اور سند حاصل کی دہلی سے علی گڑھ آئے جہاں مولانا بزرگ علی ماہروی شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی و شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی جامع مسجد کے مدرسہ میں دینی خدمات انجام دے رہے تھے یہ مدرسہ عمدہ شاہی میں بانی مسجد نواب ثابت خاں نے قائم کیا تھا علی گڑھ میں آپ نے تمام مفتوی اور معقول کتابیں مولانا بزرگ علی سے پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے بعد فراغ اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہو گئے کیونکہ ۱۲۶۲ھ میں مولانا بزرگ علی کا انتقال ہو گیا تھا ملازمت ایک سال تک مدرسہ میں مدرس رہے اس کے بعد مفتی و منصف کے عہدہ پر علی گڑھ میں ہی تقرر ہو گیا اسی زمانہ میں مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھ متوفی ۱۳۳۲ھ کے تلمذ کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ مفتی صاحب کے نامور شاگرد گزرے ہیں مولوی سید حسین شاہ صاحب بخاری نے بھی اسی زمانہ میں پڑھا ہے۔

اجلاس میں سبق مولوی سید حسین شاہ بخاری فرمایا کرتے تھے کہ مفتی صاحب مجھ کو ہدایہ اجلاس میں پڑھایا کرتے جیسے ہی کسی مقدمہ سے فرصت ہوتی اشارہ ہوتا تھا پڑھنا شروع کر دیتا پھر کوئی سرکاری کام آجاتا تو اس میں مصروف ہو جاتے اس دو گونہ مشغولیت کے باوجود مسائل اس طرح ذہن نشین کرادیے کہ کبھی فراموش نہ ہوتے آپ طلباء سے خاص تعلق رکھتے تھے مولوی لطف اللہ صاحب کی تعلیم کے زمانہ میں ہی مفتی صاحب کا تدار علی گڑھ سے بریلی ہو گیا تھا مولوی لطف اللہ صاحب بریلی ساتھ گئے وہاں جملہ کتب درسیہ ختم کیں صبح کی نماز کے بعد مفتی صاحب تلاوت فرماتے تھے مولوی لطف اللہ صاحب خدمت میں حاضر رہتے، دوران تلاوت میں اگر کوئی مشکل صیغہ آتا تو مفتی صاحب ان کی طرف دیکھتے، یہ حل کرتے حل نہ کر سکتے تو بعد تلاوت خود حل کر کے بتاتے مفتی صاحب نے بعد فراغ مولوی لطف اللہ صاحب کو اپنے ہی اجلاس کا سرشتہ دالم مقرر کر لیا۔

قیام بریلی بریلی کے قیام میں مفتی صاحب صدر امین ہوئے درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا بریلی کے تلامذہ میں قاضی عبدالجلیل صاحب قاضی شہر مولوی فدا حسین منصف اور نواب عبدالعزیز خاں شہید لوگ گزرے آخر الذکر حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں کے پوتے تھے درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا اسی زمانہ میں بریلی میں مفتی صاحب کے ہم وطن مولوی رضی الدین بن علیم الدین متوفی ۱۲۷۳ھ صدر الصدور تھے۔ ۱۲۷۳ھ میں اگرہ کے صدر اعلیٰ مقرر ہوئے ابھی بریلی سے روانگی عمل میں نہیں آئی تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ شروع ہوئی اور آپ اگرہ نہ جاسکے انقلاب ۱۸۵۷ء نواب خان بہادر خاں نمبرہ حافظ رحمت خاں نے روہیلکھنڈ میں علم جہاد بلند کیا تو مفتی صاحب بھی اس میں شریک ہوئے بریلی اور رام پور آپ کی سرگرمیوں کے آماجگاہ رہے۔ جب تحریک آزادی ناکام ہوئی اور انگریزوں کا ملک پر دوبارہ تسلط ہو گیا تو مفتی صاحب گرفتار ہوئے مقدمہ چلا اور عبور دریا شور کی سزا بخویر ہوئی۔ قیام انڈمان مفتی صاحب نے جزیرہ انڈمان میں بھی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ جزیرہ انڈمان میں آپ کے پاس کسی علم کی کوئی کتاب نہ تھی محض اپنی قوت حافظہ پر مختلف فنون میں رسالے تصنیف کر دیے اور وطن واپس آکر کتابیں دیکھیں تو تمام مسائل حرف بحرف سمجھ گئے۔

ایک انگریز کی فرمائش پر تقویم البلدان کا ترجمہ کیا جو درس میں ختم ہوا اور وہی رہائی کا سبب بنا ۱۳۷۷ء میں رہائی پاکر کاکوری آئے مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھ میں نے تاریخ رہائی لکھی اور خود کاکوری حاضر ہو کر پیش کی۔ چون بفضل خالق ارض و سماء لو ستادم شد ز قید تم رہا۔ بہر تاریخ خلاص آغیاب برنوشتم ان استاذی نجائے قیام کانپور انڈمان سے واپس آکر مفتی صاحب نے مستقل قیام کانپور میں رکھا مدرسہ فیض عام قائم کیا جو کہ کانپور کی مشہور دینی درس گاہ ہے مسلمان تاجر مدرسہ کے مصارف برداشت کرتے تھے ان میں حافظ پر خوردار خاص طور سے مشہور تھے مفتی صاحب اپنے مصارف کے لئے صرف پچیس تیس روپیہ ماہانہ تنخواہ لیتے تھے، بقول مولانا نواب حبیب الرحمن خاں شروانی اسی مدرسہ کا فیض بالآخر مدوۃ العلماء کی شکل میں ظاہر ہوا۔

سفر حج..... دو سال کے بعد حج کا ارادہ کیا مگر سہ فیض عام کانپور میں مولوی سید حسین شاہ صاحب بخاری کو مدرس اول اور مولوی لطف اللہ صاحب کو مدرس ثانی مقرر کر کے حج کو روانہ ہو گئے مفتی صاحب ہی امیر الحجاج تھے۔ اس زمانہ میں جہاز ہوا کی مدد سے چلتے تھے۔

شہادت..... جدہ کے قریب جہاز بھڑ سے ٹکر کر ڈوب گیا مفتی صاحب بحالت نماز احرام باندھے ہوئے غرق و شہید ہوئے۔
از عشق دم مزن چوں نکشتی شہید عشق
دعوائے اس مقام درست از شہادت مست

یہ واقعہ ۷ شوال ۱۲۷۹ھ کا ہے۔ پس آپ نے ۵۲ برس کی عمر پائی ورحمہ اللہ

تصانیف..... (۱) مخلصات الحبیب فن ریاضی پر مفید رسالہ ہے ریاضی کے ابتدائی اصول آسان پیرایہ میں تحریر کئے ہیں (۲) علم الفرائض (۳) تصدیق نسخ ردع کلمتہ الحج (۴) کلام المبین فی آیات رحمۃ اللعالمین، یہ نیم تصنیف ہے اس میں معجزات رسول کریم ﷺ کا بیان نہایت شرح و بسط سے کیا ہے (۵) بیان قدر شب پر اہ (۶) ضمان الفقر و س بخاری کی حدیث ”من یضمّن لی ما بین لکیمیہ و ما بین رجلیہ الضمن لہ الجنۃ کی شرح ہے۔ دو بابوں پر مشتمل ہے اور دوسرا باب عضو خاص کے گناہوں پر مشتمل ہے (۷) کو طفہ کریمہ (۸) رسالہ در مذمت میلہ با مسلمان ہندوؤں کے میلوں میں شرکت کرتے ہیں اس کے رو میں ہے (۹) فضائل علم و علماء دین (۱۰) محاسن العلم الا فضل (۱۱) فضائل درود و سلام (۱۲) ہدایات الا صاحبی (۱۳) الدر الفریذ فی مسائل الصیام والقیام والعبادۃ (۱۴) فحیۃ بہار، گلستان کے طرز پر نثر میں ہے انڈمان میں تالیف ہوئی (۱۵) احادیث الحبیب المبرکہ، چالیس حدیثوں کا مجموعہ ہے جو قیام انڈمان کے زمانہ میں مرتب کیا (۱۶) توارخ حبیب اللہ انڈمان میں سرکاری ڈاکٹر محمد امیر خاں کی فرمائش پر لکھی ہے۔ جن کا ذکر مفتی صاحب نے دیباچہ میں کیا ہے واقعات نہایت تفصیل سے بقیہ تاریخ لکھے ہیں سیرت میں بہت خوب کتاب ہے (۱۷) تقویم البلدان ایک انگریزی کی فرمائش پر انڈمان میں عربی سے ترجمہ کیا اور یہی رہائی کا سبب بنا (۱۸) نقشہ مواقع الجہوم، یہ کتاب ہیئت جدید (ڈیٹا غوری) پر لکھی ہے بعض انگریزوں نے اس کو پسند کیا اور بقول مولف تذکرہ مشاہیر کا کوری مسٹر طاس نقشہ گورنر مغربی شمالی نے جو علم ہیئت کے عالم تھے اس کو خاص طور سے پسند کیا۔ (۱۹) کوا مع العلوم و اسرار العلوم اس میں چالیس علوم کا خلاصہ لکھنا پیش نظر تھا اور ہر ایک مسئلہ پر چالیس ورق لکھنے کا التزام اس صفت کے ساتھ تھا کہ مسئلہ بھی بے نقطہ ہو اور اس پر پوری بحث بھی شگفتہ عبارت میں اسی التزام کے ساتھ کی جائے ہر علم کا نام بھی بے نقطہ تھا، مثلاً علم التفسیر کا نام علم کلام اللہ، علم حدیث کا نام علم کلام الرسول، فقہ کا نام علم الاحکام وغیرہ، تفسیر میں و علم آدم الاسماء آیت اور حدیث میں کل مسک حرام رواہ مسلم منتخب فرمائی تھی افسوس کہ اس سفینہ علم کے ساتھ اس نادر تصنیف کا مسودہ بھی غرقاب ہو گیا جس کی تلاقی ناممکن ہے۔

علم الصیغہ..... عربی صرف کا نہایت جامع رسالہ ہے جو آج تک درس میں شامل ہے کوئی حافظ سید و ذریعہ اعلیٰ صاحب تھے ان کی تحریک ۱۲۷۶ھ میں انڈمان میں لکھا ہے یہ ایک مقدمہ چار باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے علم الصیغہ تاریخی نام ہے اور دوسرا نام ”قوانین جزیلہ حافظیہ“ ہے علم الصیغہ اور توارخ حبیب اللہ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کے سینے علم کے سفینے بن گئے تھے تاریخی یادداشت ترتیب واقعات قواعد فنون، ضوابط علوم بھی حیرت انگیز کرشمے دکھا رہے ہیں، ان کے علاوہ شرح ہدایت الحکمۃ (صدر شیرازی) تصدیقات حمد اللہ اور شرح چغتائی پر بھی حواشی لکھے ہیں۔

(۶۴) صاحب مراح الارواح

ہوا احمد بن علی بن مسعود، قال السیوطی لم اقف لہ علی ترجمۃ وعلیہ ثرود مفیدۃ یتد اوبہا التار یون من الصبیان۔ ۱

(۶۵) صاحب فصول اکبری

نام و نسب..... آپ کا نام علی اکبر اور والد کا نام علی ہے نسلاً حسینی اور مذہباً حنفی ہیں موطن و مسکن شرالہ آباد ہے۔

عام حالات زندگی موصوف فقہ و اصول اور عربیت کے بلند پایہ عالم، وزیر سعد اللہ خاں کے صاحبزادے لطف اللہ اور شاہ عالمگیر اورنگ زیب کے صاحبزادے محمد اعظم کے معلم تھے، عالمگیر نے آپ کی علمی مہارت اور زہد و توزع کو یاد کر شہر لاہور کا قاضی بنایا آپ عالمگیر کی حیات تک پوری ہیبت اور بدبہ کے ساتھ امور قضاء انجام دیتے رہے، حدود و تعزیرات اور دیگر امور قضاء میں بھی آپ نے کوتاہی نہیں کی بہت پابند شریعت، نہایت پاکیزہ سیرت، بارعب و باوقار اور بلند گام تھے، امراء و عظماء آپ پر غیظ و غضب میں دانت پیتے رہتے تھے مگر عالمگیری ہیبت کی وجہ سے کچھ نگاڑ نہ سکے لیکن جب امیر قوم الدین اصفہانی لاہور کا قاضی ہوا تو اس نے نظام الدین وغیرہ کے ذریعہ سے ۱۰۰۹ھ میں آپ کو اور آپ کے بھانجے سید محمد فاضل کو قتل کرا دیا۔

چوں شہید عشق در دینا و عشقی سرخروست
اے خوش آنساعت کہ مارا کشت زیں میداں برند

اس روح فرسا واقعہ کو جب عالمگیر نے سنا تو اس نے فوراً امیر کو اور نظام الدین کو معزول کر دیا اور نظام الدین کو آپ کے درشاہ کے حوالہ کر دیا چنانچہ انھوں نے قصاص میں اس کو قتل کر دیا اس کے بعد عالمگیر نے قاضی شیخ الاسلام چینی کو حکم دیا کہ امیر قوام الدین کے قضیہ کا فیصلہ شریعت کے مطابق کر دیں لیکن آپ کے درشاہ نے امیر کو معاف کر دیا آپ بڑے صاحب فضل و کمال تھے جس وقت فتاویٰ عالمگیری کی تدوین ہو رہی تھی تو اس کی نگرانی کرنے والوں میں ایک آپ بھی تھے۔
تصانیف فن صرف میں فصول اکبری آپ کی مشہور اور متداول تصنیف ہے اس کے علاوہ اصول اکبری اور اس کی شرح بھی صرف کی بہترین کتابیں ہیں فصول اکبری فارسی زبان میں ہے اور آخر الذکر دونوں عربی میں ہیں۔

فہرست شروح فصول اکبری

نمبر شمار	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	نوادیر الاصول فی شرح الاصول	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	۱۲۹۳ھ
۲	شرح فصول اکبری	ملا علاء الدین بن انوار الحق فرنگی محلی	۱۲۴۲ھ
۳	رکاز الاصول شرح فصول	مولوی حمایت علی بن مولوی محمد کاظم کاکوری	-
۴	شرح فصول اکبری	مولوی علاء الدین احمد بن انوار الحق بن عبد الحق بن سعید	-
۵	=====	مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	-
۶	فیوض عثمانی (اردو)	مولانا عبد الرب میرٹھی	-

(۶۶) صاحب ماتہ عامل

تعارف عبدالقادر نام، ابو بکر کنیت، والد کا نام عبدالرحمن ہے جرجان کے باشندے ہیں جو طبرستان کا مشہور ضلع ہے لاکر نچاۃ میں سے ہیں علوم عربیہ میں آپ کی شخصیت مسلم ہے معانی و بیان کے امام مانے جاتے ہیں آپ کی نظر و سبوح و فکر و صیغ و قلم حج سے علم معانی کی جو خدمت قیمتی انعامات و انصافی انہیات بہم پہنچی ہے اس کا عشر عشر بھی کوئی نہ کر پایا۔
انواع حجاز کے درمیان فرق قائم کرنا، بعض کو مرسل اور بعض کو استعارہ قرار دینا انواع متشابہ کے درمیان تمیز کرنا مسائل معیشت کو تمیز بالجہد و کرنا اسی امام عالی مقام کی سہی بلخ اور کامل جد و جہد کا نتیجہ ہے آپ کی تحقیقات عامہ اور آپ کے زیریں اقوال علمابلاغہ کے لئے آج تک مشعل راہ بنے ہوئے ہیں آپ کی بے پایاں خدمات کی بنا پر علمابلاغہ نے آپ کو واضع علم بیان کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

تحصیل علم زمرہ محققین کے آئمہ، شیوخ کا عام شیوہ تھا کہ وہ تحصیل علم کی خاطر صحرا النوردی اور بادہ پیائی کرتے اور مختلف ملکوں کا سفر اختیار کر کے سینکڑوں اساتذہ سے اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے مگر شیخ عبدالقادر نے ابو علی فارسی کے

خواہر زادہ کے علاوہ کسی سے علم حاصل کیا اور شہر جرجان سے باہر قدم نکالا انھیں سے آپ کی تحصیل کا آغاز ہے اور انھیں سے فاتحہ فراغ اس کے باوجود آپ آسمان علم و فضل پر مہر تاپاں بکھر نمودار ہوئے اور علوم عربیہ نحو، معانی، بیان، بدیع وغیرہ میں وہ شہرت حاصل کی کہ آج تک آپ کا نام روشن ہے طاش کبریٰ زادہ آپ کی توصیف میں رقمطراز ہیں کہ عربی دانی اور فصاحت و بلاغت کے بڑے لاموں میں تھے اور مسلک کے لحاظ سے شافعی اور اشعری تھے ”احمد بن عبد اللہ الضریر النہما بادی صاحب۔“ شرح المصنف اور ابوالمظفر محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن اسحاق الایبوری صاحب ”المختلف“ و”المؤتلف“ وغیرہ آپ کے تلامذہ میں داخل ہیں۔ ومن شعرہ رحمۃ اللہ۔

کبر علی العلم یا خلیلی ومل الی الجہل میل ہائم وعش حمرا تعش سعیدا فالسعدی طالع البہائم وقال

لاتامن النفس من شاعر مادام حیا سالما ناطقا فان من یمدحکم کاذبا یحسن ان یہجوکم صادقا

وفات..... آپ نے ۴۷۱ھ میں بزمان جگر لکھنوی یہ کہتے ہوئے لوخدا حافظ وہاں جاتے ہیں اب جس جگہ جا کر کوئی آتا نہیں وفات پائی بغض حضرات نے سنہ وفات (۴۷۱ھ) ذکر کیا ہے۔

تصانیف..... (۱) المغنی، شیخ ابو علی فارسی کی ”الایضاح“ کی شرح ہے جو تیس جلدوں میں چٹائی جاتی ہے (۲) المقتصد شرح مذکور ”المغنی“ کا خلاصہ ہے ایک جلد میں ہے (۳) اعجاز القرآن (۴) تفسیر الجرجانی یہ غالباً سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے (۵) التحکیم علم نحو میں مختصر سار سالہ ہے۔ (۶) العبدہ یہ علم تشریف میں ہے۔ (۷) دلائل الاعجاز (۸) اسرار البلاغہ، دونوں معانی و بیان کی ایہ ناز کتابیں ہیں جن کے متعلق حسب ذیل الفاظ میں تعریف کی گئی ہے یہ دونوں بڑی نشانی ہیں اور دونوں علوم میں ید بیضا کی حیثیت رکھتی ہیں بعد کے لوگ سب آپ ہی کے خوش چیں ہیں۔ (۹) مختار الاختیار فی نوائد معیار النظر، معانی بیان بدیع اور قوافی میں ہے (۱۰) مائتہ عامل، عوامل نحو کے موضوع پر بہترین اور مشہور و متداول متن ہے۔

شروح و تعلیقات مائتہ عامل..... (۱) شرح العوالم از شیخ جاب بابا طوسی (۲) شرح العوالم از شیخ حاتم الدین توفانی (۳) شرح العوالم از شیخ احمد بن مصطفیٰ معروف بظا شکر زوہ متوفی ۹۶۸ھ (۴) شرح العوالم از شیخ سحبی بن بخشی متوفی فی لواکل ۸۰۰ھ (۵) شرح العوالم از شیخ سحبی بن نصوح ابن اسرائیل (۶) شرح العوالم از علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ (۷) الاعراب فی ضبط عوالم الاعراب از شیخ ابراہیم بن احمد جزری (۸) تعلیق بر عوالم از سید شریف علی بن محمد جرجان متوفی ۸۱۶ھ (۹) شرح عوالم جرجانیہ از ملا سعد اللہ (۱۰) شرح عوالم جرجانیہ از حسن بن موسیٰ کردی ۱۲۸ھ۔

(۶۷) صاحب کافیہ

نام و نسب..... عثمان نام، ابو عمرو دکنیت، جمال الدین لقب اور والد کا نام عمر ہے حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ کے والد امیر عز الدین موسیٰ صلاحتی کے یہاں دربان تھے جس کو عربی میں حاجب کہتے ہیں اس لئے آپ ابن الحاجب سے مشہور ہیں سلسلہ نسب یوں ہے جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس الدوبینی۔

سنہ پیدائش..... ملک مصر میں سعید اعلیٰ کے اعمال توصیت میں اسنامی ایک چھوٹی سی بستی ہے شیخ موصوف اوآخر ۵۵ھ میں یہیں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم..... ابتداء آپ نے قاہرہ میں تعلیم پائی صغریٰ میں قرآن پاک حفظ کیا۔ علامہ شاطبی سے قرأت کی تحصیل اور ”تیسیر“ کا سماع کیا علامہ ابوالجود سے قرأت سبعہ پڑھی اور شیخ ابونصور ابیادی وغیرہ سے علم فقہ مذہب مالکی میں علامہ شاطبی اور ابن البنا سے علم ادب حاصل کیا علامہ بویصری وغیرہ سے بھی سماع حاصل ہے۔

جلالت شان..... علامہ ابن حاجب بلند پایہ فقیہ، اعلیٰ مناظر بڑے دیدار مقلد و پرہیزگار معتد و ثقہ، نہایت متواضع اور تکلفات سے قطعاً آشنا تھے بحر علمی میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ مورخ ابن خلکان کا بیان ہے کہ لواء شہادت کے سلسلہ میں

۱۔ قال السیوطی فی البیغۃ ولس لعبد القاہر استاذ سوی محمد بن الحسن بن محمد بن عبد الوارث الفازی القوی۔

۲۔ از مفتاح السعدۃ وشف الظنون وایجاد العلوم وانیۃ الوعاۃ وغیرہ ۱۲۔

آپ بار بار میرے پاس تشریف لائے میں نے علوم عربیہ کے مختلف مسائل مسئلہ آپ سے دریافت کئے آپ نے نہایت سکون اور وقار کے ساتھ ہر ایک کا تسلی بخش اور مقبول جواب دیا میرے سوالات میں ایک سوال متنبی کے اس شعر کی بابت تھا۔

لَقَدْ لِمَ تَصْبِرَتْ حَتَّى لَا تَمُوتَ فَالَانِ أَفْهَمَ حَتَّى لَا تَمُوتَ
کہ لفظ مصطبر اور تم کیوں مجرور ہے جبکہ لات حروف جر میں سے نہیں ہے آپ نے بقول شاعر
جواب دے دلکش و مطبوع گفتش چنانکہ ازل گفتش

اس کا نہایت سادہ و تفصیل کے ساتھ بہت عمدہ جواب دیا علم نحو کے بہت سے مسائل میں آپ نے نجات سے اختلاف رائے کیا ہے اور ایسے ایسے اشکالات و الزامات قائم کئے ہیں جن کا جواب خیلے دشوار ہے آپ کی ذکاوت و ذہانت کی تعریف میں ابن خلیکان ہی رقمطراز ہیں ”کنا من احسن خلق الله ذهننا“ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ روشن ذہن تھے۔
درس و مدرس میں..... جامع دمشق میں ایک زمانہ تک درس و تدریس کے بعد آپ اور شیخ عزالدین بن عبد السلام مصر تشریف لائے اور مدرسہ فاضلیہ میں صدر مقرر ہوئے اخیر میں آپ اسکندریہ منتقل ہو گئے تھے اور یہیں مستقل قیام کا ارادہ تھا مگر یہاں آپ کو کچھ زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ راہی ملک بقاء ہو گئے۔
شعر و شاعری..... سے آپ کو طبعی ذوق تھا اور بہت عمدہ اشعار کہتے تھے کتاب کافیہ آپ نے خود نظم کی ہے جس کا نام ”الوافیہ“ ہے اور محکم اشعار پر مشتمل آپ کا نہایت جید قصیدہ یہ ہے۔

نفسی القداء لسانا و افانی بمائل فاحت كفصن البان
تغزو معی سے آپ کو خصوصی دلچسپی تھی اس سلسلہ میں آپ کے بہت سے اشعار منقول ہیں مثلاً

ای خدمع یذو فزی حروف طاواعت فی الروی وہی عیون

ودواق الحوت والنون ونا ت عصتهم وامر مستبین

!! او ہو جواب عن البیتین الشہورین ونا

ربما عالج القوامی رجال فی القوافی فتلوی و تلین

طار عتهم عین وعین و عین وعصتهم نون ونون ونون

وله ایضاً فی اسماء قداح المیسرة ثلاثة ابیات وہی

والمعلی الوغد ثم سفیح وبنسبح وذی الثلاث تھمل ولکل معادھا نصیب. مثله ان تعداد اول

وفات..... ۱۶ شوال ۶۳۶ھ میں جمعرات کے روز دن چڑھے اسکندریہ میں وفات پائی اور باب البحر سے باہر شیخ صالح ابن ابی اسامہ کی تربت کے پاس مدفون ہوئے۔

خوش آں زماں کہ ازیں گرد پرودہ پر فکرم
تصانیف..... (۱) التعلیٰ للبتی شیخ ابو علی فارسی کی الایضاح کی شرح ہے (۲) الایضاح شرح مفصل (۳) المختصر (فیالفہ) (۴) المختصر فی الاصول (۵) جمال العرب فی علم الادب (۶) المقصد الجلیل فی علم التخلیل۔ فن عروض میں ہے (۷) متنبی السوال والال فی علم الاصول والمجلد، یہ مذہب امام مالک پر مطول کتاب ہے جسے اس نے ایک کتاب میں اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے یہ خلاصہ مختصر ابن حاجب کے نام سے مشہور ہے (۸) التنبی اصول میں ہے اور ”مختصر“ سے بڑی ہے (۹) شافیہ (۱۰) شرح شافیہ (۱۱) الامالی الخویہ نہایت عمدہ ہے اور ایک ضخیم جلد ہے۔ (۱۲) کتاب جامع الامات علم فقہ میں ہے۔
(۱۳) کافیہ..... یوں تو آپ کی ہر تصنیف بے بہا مونیوں کا خزانہ ہے لیکن نحوی ولاتیوں میں کافیہ کی شہرت کا جو سکہ جما ہوا ہے وہ محتاج بیان نہیں جس میں آپ نے علم نحو کے تمام قواعد نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ جمع کئے ہیں علم نحو کا یہ جامع اور مستند ذخیرہ سات سو سال سے مدارس میں داخل درس ہے آپ کی تصانیف کی عمدگی اور افادیت کے بارے میں

۱۔ بلاشبہ میں نے بہت صبر کیا یہاں تک کہ اب صبر کی قوت مجھ میں باقی نہیں رہی پس اب میں جنگ کی ہلاکت میں خود کو ڈالتا ہوں پھر جنگ کی ضرورت نہ رہے گی۔ ۱۲۔

ابن خلکان کہتے ہیں ”وکل تصانیفہ فی نہایۃ الحسن والا فادۃ“ آپ کی کل تصانیف نہایت عمدہ اور مفید ہیں۔
کافیہ اور علم تصوف دنیا جانتی ہے کہ کافیہ علم نحو کی مشہور کتاب ہے لیکن میر عبد الواحد بلگرامی صاحب رسالہ
”سائل“ نے اس کو تصوف کی کتاب قرار دے کر ارباب تصوف کی زبان میں بحث غیر متصرف تک شرح لکھی ہے ارباب
ذوق کی تفریح خاطر کے لئے بطور نمونہ اس کی تھوڑی سی عبارت سپرد قلم ہے۔

”الکلمۃ“ لفظ ای ملفوظہ علی النسبۃ محفوظہ بقلو بناوید و بطلنا یعنی کلمہ توحید در مرتبہ اقرار بر زبانہائے ملفوظہ در مرتبہ
تصدیق و لہذا بالملفوظہ در مرتبہ احوال باطنہائے مازو محفوظہ، مصنف ”الکتابہ کر مرتبہ اقرار کر دو در معطوف محفوظ فرد گذاشت
بحکم آنکہ حکم کردن بر اسلام و سبب جویان تکالیف احکام منوط و مربوط بمرتبہ اقرار است و قرینہ حذف معذوف از عبارت
مصنف است کہ می گوید وضع معنی مفرد نہادہ شدہ است یعنی لازم گردانیدہ شدہ است قبول آں کلمہ توحید بر رقاب و نواحی
بجہت تحصیل معنی کہ فرد بحر دست از کفر و نفاق و معاصی پس لفظ مفرد قرینہ حذف است زیرا کہ افرلوسہ مرتبہ دلدو، افرلواز کفر
و افرلواز نفاق و افرلواز معاصی فالافروا من الکفر فی رتبہ الاقرار و الافرلوا من النفاق فی رتبہ التصدیق و الافرلوا من المعاصی فی رتبہ
الاحوال لان من لقی رتبہ تعالیٰ منہ حدایدی اللہ سیاتہ حسنات وہی اسم و آں کلمہ توحید سہ نوع است یکے اسم چہ اقرار و تصدیق
فقط اسم توحید و صورت اوست و فعل دوم فعل توحید و عمل اوست و آں دریافت احوال است و حرف و سیوم حرف توحید است
و ایں توحید نظمی است کی از استعداد انسانی بر طرف است و از علامت آں ہر دو توحید مذکور بے نشان و بے کیف کہ علامتہ
الحرف غلوہ عن علامات الاسم و الفعل۔“

علامہ آزاد بلگرامی فرماتے ہیں کہ میں نے کافیہ کی دو شرحیں اور بھی دیکھیں ہیں جو حقائق کے طور پر لکھی گئی ہیں
ایک عربی زبان میں ہے اس کے مصنف کا نام میر ابو البقاء ہے۔ بظاہر یہ میر عبد الواحد کے معاصر ہیں دوسری شرح
فارسی زبان میں ہے اس کے مصنف ملا موہن بہاری ہیں جو میر عبد الواحد سے متاخر معلوم ہوتے ہیں میں نے حضرت
الاستاذ مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ کی زبانی سنا ہے کہ بعض حضرات نے اس کو علم کلام کا رسالہ مان کر اس کی
شرح بطرز متکلمین لکھی ہے جس سے کافیہ کے ساتھ علما کے غایت شغف کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

فہرست شروح و حواشی کافیہ

نمبر شمار	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح کافیہ	شیخ جمال الدین ابو عمر عثمان ابن الحاجب صاحب کافیہ	۵۲۶ھ
۲	====	شیخ رضی الدین محمد بن حسن استر آبادی	بعد ۵۸۳ھ
۳	حاشیہ (فارسی)	سید شریف علی بن محمد جرجانی	۵۸۶ھ
۴	السیط (کبیر)	سید رکن الدین حسن محمد استری آبادی	۵۹۱ھ
۵	الوافیہ (متوسط)	سید رکن الدین حسن بن محمد استر آبادی	۵۹۱ھ
۶	شرح کافیہ (صغیر)	=====	==
۷	=====	شیخ جلال الدین احمد بن علی بن محمود نجدانی	-
۸	المرشح	شیخ ابو بکر شمس الدین محمد بن ابی بکر بن محمد خبیبی	-
۹	شرح کافیہ	شیخ تاج الدین ابو بکر محمد احمد بن عبد القادر بن مکتوم قیس حنفی	۵۷۴ھ
۱۰	السیدی	شیخ نجم الدین سعید جمی	-
۱۱	شرح کافیہ	شیخ احمد بن محمد حلبی معروف بامین ملا	۱۰۰۰ھ
۱۲	تحفۃ الطالب (جلد ۲)	شیخ نجم الدین احمد بن محمد قنوی	۵۷۲ھ

۵۷۴۹	شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن اصبہانی	۱۳ شرح کافیہ
۵۸۴۹	شیخ شہاب الدین احمد بن عمر ہندی دولت آبادی	۱۴ حاشیہ =
۵۸۰۱	شیخ احمد بن محمد زبیدی اسکندری مالکی	۱۵ شرح کافیہ
۵۹۰۶	شیخ عیسیٰ بن محمد صفوی	۱۶ =====
-	شیخ علاؤ الدین علی فناری	۱۷ =====
-	علیم شاہ محمد بن مہارک قزوینی	۱۸ کشف الحقائق
۵۸۰۸	شیخ محمد بن محمد اسنوی قدسی	۱۹ الزائل الصافیہ فی حل الکافیہ
۵۹۱۰	مولوی میر حسین مہدی	۲۰ مرض المرضی
۵۹۴۳	شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفراہی	۲۱ شرح کافیہ
۵۸۹۸	شیخ نور الدین عبدالرحمن بن احمد الجابی	۲۲ الفوائد الصافیہ
۱۰۰۰	علامہ سودی	۲۳ شرح کافیہ (ترکی)
-	ملا عبد النبی بن قاضی عبدالرسول عثمانی احمد نگر	۲۴ جامع القموض (فارسی)
-	شیخ شمس الدین بن قاضی کمال الدین	۲۵ فتح القلح
-	شیخ معین الدین محمد امین ہروی	۲۶ شرح کافیہ (فارسی)
-	شیخ علاؤ الدین علی بن محمد قوشی	۲۷ =====
-	شیخ احمد بن ابراہیم حلبی	۲۸ اونی الوافیہ
۵۶۸۵	قاضی ناصر الدین عبداللہ بیضاوی	۲۹ شرح کافیہ
-	شیخ اسحق بن محمد بن العمید ملقب بکبیر دہلوی	۳۰ =====
-	شیخ محمد بن محمد بن علی بن محمود ارانی ساکنانی	۳۱ =====
۵۷۴۶	امام تاج الدین ابو محمد علی بن عبداللہ بن ابی الحسن اردبیلی	۳۲ =====
۵۸۱۹	شیخ صفی الدین نصیر الدین بن نظام الدین جوپوری	۳۳ غایۃ التحقیق
۵۸۶۳	شریف نور الدین علی بن ابراہیم شیرازی	۳۴ شرح کافیہ
۵۷۴۴	تاج الدین احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان المارونی الحنفی	۳۵ تعلیق
-	شیخ عبداللہ بن علی بن محمد معروف بفلک العلا تہریزی	۳۶ المہادیۃ الی حل الکافیہ
-	شیخ تقی الدین ابراہیم حسین بن عبداللہ بن ثابت طائی	۳۷ الحقۃ الوافیہ
-	شیخ تاج الدین بن محمود بن شافعی	۳۸ شرح کافیہ
-	علامہ اصبہندی	۳۹ =====
۵۸۴۵ بعد	شیخ یعقوب بن احمد بن حاج عوض	۴۰ =====
-	شیخ اسمعیل بن ابراہیم بن عطیہ بحرانی	۴۱ الاسرار الصافیہ
-	شیخ رکن الدین حدیثی	۴۲ شرح کافیہ
-	حسین بن احمد مشہور بزینی زادہ	۴۳ حاشیہ زینی زادہ
-	مولانا محمد حیات صاحب طبع	۴۴ سعیدیہ (اردو)
-	مولوی مشیت اللہ صاحب دیوبندی	۴۵ ایضاح الطالب =
-	مولانا محمد شعیب صاحب	۴۶ تحریر سبوت
-		۴۷ صبیحہ شرح کافیہ (اردو)

معربات کافیه

نمبر شمار	معربات	مصنف	سنہ وفات
۱	الافصاح	بعض الفضلاء	=====
۲	معرب الکافیه	شیخ حامی باباطوسی	=====
۳	=====	شیخ محمد بن ادریس بن الیاس مرعشی	=====
۴	== (ترکی) ==	شیخ کمال الدین معرف باق تھکان	بعد ۱۰۲۸ھ

مختصرات کافیه

نمبر شمار	مختصرات	مصنف	سنہ وفات
۱	اللب	قاضی ناصر الدین عبد اللہ بیضاوی	۶۸۵ھ
۲	الوافیہ فی مختصر الکافیه	شیخ فضل بن علی جمالی	۹۹۱ھ
۳	مختصر الکافیه	شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعفری	۷۳۲ھ
۴	=====	شیخ محمد بن محمود مغلولی وفالی	-
۵	الاسئلہ الطھیئہ	شیخ خضر بن الیاس	-

منظومات کافیه

۱	الوافیۃ	شیخ جمال الدین ابو عمرو عثمان ابن الحاجب	۶۳۶ھ
۲	نہایتہ السجہ معروف بتاتیہ	شیخ ابراہیم مستبشری	۹۱۷ھ
۳	نظم الکافیه	ابن حسام الدین اسمعیل بن ابراہیم	۱۰۱۶ھ

(۶۸) صاحب ہدایتہ الخو

تعارف.....عارف کبیر شیخ سراج الدین عثمان چشتی نظامی معروف باخی سراج اودھی دیں حق کے غیر تاباں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محمد بدایونی دہلوی کے نمائندے شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی شیخ عبد الحق پنڈوی، شیخ وجیہ الدین یوسف شیخ یعقوب، شیخ مغیث، شیخ برہان الدین وغیرہ حضرات جو سرزمین ہند کے مختلف علاقوں میں پھرے ہوئے تھے انھیں میں سے ایک آپ بھی ہیں۔

ابتدائی حالات.....شیخ سراج الدین بالکل نو عمری میں حضرت نظام الدین محمد بدایونی کی خانقاہ میں آکر شریک ہو گئے تھے اور غفوان شباب میں علوم ظاہری سے قطعاً آشنا تھے البتہ علم کا شوق ضرور رکھتے تھے کیونکہ میر خور دے لکھا ہے کہ جب یہ دہلی پہنچے تو کاغذ و کتاب خود کو جڑاں دیگر رشتے نہ داشت کتاب اور کاغذ کے سوا کوئی دوسرا سامان ان کے پاس نہ تھا لیکن خانقاہ میں پہنچ کر وادین و صادرین کی خدمت میں کچھ اس طرح مشغول ہوئے کہ لکھنے پڑھنے کا موقع نہ مل سکا۔

آغاز تعلیم.....میر خور دے لکھتے ہیں کہ جس وقت ہندوستان کے مختلف اقطار و جہات میں حضرت سلطان المشائخ نے چاہا کہ اپنے نمائندوں کو روانہ کریں تو قدر تا بنگال کیلئے انہی کی طرف خیال جاسکتا تھا کہ ”ما ارسلنا من رسول الا بلسان قیامہ“

۱۔ از مفتاح السعاده، ابن خلدون، کشف الظنون، شائد الماضی، امجد العلوم و غیرہ ۲۔

(نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کو لیکن اس کی قوم کی زبان کے ساتھ) لیکن جب یہ محسوس ہوا کہ انھوں نے علوم ظاہری کی تکمیل نہیں کی تو فرمایا۔ ”اول درجہ دریں کار علم است نیز فرمایا کہ جاہل آدمی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے کہ شیطان جس طرح چاہے اس سے کھیلدہتا ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین زراوی بھی مجلس میں تشریف فرما تھے انھوں نے عرض کیا اور شش ماہ اور دانشمند سیکم میں ان کو چھ ماہ میں مولوی بنادوں گا۔

تعلیم صرف..... چنانچہ حضرت مولانا فخر الدین زراوی نے غیاث پور میں شیخ سراج کی تعلیم شروع کی آپ کو جو کتابیں پڑھائی گئیں ان میں میر خور د بھی شریک تھے انھوں نے ان کتابوں کی جو فہرست دی ہے وہ یہ ہیں۔

لغرض خدمت مولانا سراج الدین در کبر سن تعلیم کردہ برابر کاتب حروف میر خور د اور آغاز تعلیم میزان و تصرف قواعد و مقدمات او تحقیق کرد

کافی عمر ہو جانے کے بعد مولانا سراج الدین کی تعلیم شروع کی کاتب الحروف برابر آغاز تعلیم میزان اور گردان وغیرہ کے قواعد سے ساتھ تھا اور پڑھتا تھا۔

مولانا فخر الدین کا جو وعدہ شش ماہ کا تھا اس کیلئے خود ان کو بھی کام کرنا پڑا۔ میر خور د نے لکھا ہے کہ مولانا فخر الدین بجمت او تصرف مفصل تصنیف کرد اور اعثمائی نام نہاد۔

مولانا فخر الدین نے ان کے واسطے مختصر اور مفصل گردان کی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام عثمانی رکھا۔

غالباً یہ وہی کتاب ہے جو عربی مدارس میں اس وقت تک ”زراوی“ کے نام سے مشہور ہے۔

تعلیم نحو و فقہ..... صرف کی تعلیم کے بعد عثمان سراج نے شیخ رکن الدین اندر پتی سے فقہ و نحو کی تحصیل کی ان میں جو کتابیں آپ کو پڑھائی گئیں ان کے متعلق میر خور د قلمراز ہیں کہ

پیش مولانا رکن الدین اندر پتی کاتب حروف، مفصل و قدوری و مجمع البحرین تحقیق کرد و بمرتبہ افادت رسید کاتب حروف ہمیشہ مولانا رکن الدین اندر پتی سے کافیہ، مفصل قدوری اور مجمع البحرین پڑھتا ہوا اور افادہ کے لائق ہوا۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ آپ چھ ماہ کی مدت میں اس رتبہ پر پہنچ گئے تھے کہ کسی دانشمند کو آپ کے ساتھ بحث و مباحثہ کی مجال نہ تھی۔

عطاء خرقہ خلافت..... جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ابتدا میں آپ علم ظاہر سے بے بہرہ تھے اسی وجہ سے شیخ فرید شکر گنج نے عطاء خرقہ خلافت حصول علم ظاہر پر موقوف فرمایا۔ آپ عرصہ چھ ماہ میں تحصیل و تحقیق علم ظاہر کر کے مرتبہ تکمیل کو پہنچے ہنوز علم ظاہر سے فراغت نہ پائی تھی کہ حضرت شیخ فرید شکر گنج نے انتقال فرمایا اور وقت انتقال سلطان الشلخ سے ارشاد عطاء خرقہ خلافت فرما گئے بعد اکتساب علم ظاہری بروایت اخبذ الاغیڈ تین برس کامل سلطان الشلخ سے تعلیم پائی و بوجہ صلی خرقہ خلافت و اجازت بمقام کور مشہور بہ لکھنوی تشریف لائے اور شاہ علاء الحق پنڈوی وزیر بادشاہ بنگال کو اپنا مرید و خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا۔

اجی سراج اور خدمت دین..... آج بنگال کے تین کروڑ سے زائد مسلمانوں پر مسلمانوں کو نوازے کہ اتنی بڑی آبادی کسی خالص اسلامی واحد ملک کی بھی نہیں ہے لیکن غریب الدیار اسلام نے جب اس ملک میں قدم رکھا تھا تو لوگوں کو کیا معلوم کہ اس کی پالیسی کو کندھا دینے والے کون کون لوگ تھے۔ ایک لڑکا۔

ہنوز موئے ریش آغاز نہ شدہ بود در حلقہ ارواٹ شیخ در آمدہ بود در سلک خدمتگار ال پرورش یافتہ ابھی سبزہ بھی نہ آیا تھا کہ شیخ کے ارامتدوں میں داخل ہو چکے تھے اور خدمتگاروں سے مسلک ہو کر پرورش پانے لگے تھے۔

مسلک خدمتگاروں میں اسی پرورش پانے والے لڑکے کا نام بعد کو انی سراج الدین عثمان ہوا۔ جس نے نظام الاولیاء کی خانقاہ سے نکل کر سارے بنگال میں آگ لگادی ایمان و عرفان کا چراغ روشن کر دیا پنڈوہ کے علاء الحق والدین جن کا آج سارا بنگال معتقد ہے انہی انی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے تراشیدہ ہیں۔

وفات..... آپ نے ۷۵۸ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات اس قطعہ سے ظاہر ہے۔

چوں سراج الدین شہزاد دنیائے دوں

عارف امجد سراج الدین مجو

سال وصل آں شہ والا مکاں (۷۵۸ھ)

سالک محرم سراج الدین نجواں (۷۵۸ھ)

تصانیف..... آپ کی تصانیف میں میزان الصرف، پنج سنج اور ہدایت الخو بتائی جاتی ہیں مگر جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے اس انتساب کا مدار صاحب تعداوا العلوم پر ہے موصوف کے حالات آئینہ اودھ، نزہۃ الخواطر وغیرہ بہت ہی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن کسی نے ان کی کوئی تصنیف ذکر نہیں کی۔ لا واللہ اعلم

شروح و حواشی ہدایت الخو..... (۱) درایت الخو (۲) مصباح الخوازمولانا افتخار علی صاحب (۳) کفایت الخو (اردو) از مولانا محمد حیات صاحب مصلحی۔ (۴) شرح ہدایت الخوازمولانا سید جعفر الہ آبادی متوفی ۱۲۳۹ھ

(۶۹) صاحب نحو میر

نام و نسب..... علی نام، ابوالحسن کنیت، زین الدین لقب، والد کانام محمد اور دادا اکا علی ہے سرسید شریف کے ساتھ مشہور ہیں عجائب المقدور فی اخبار تیمور میں جو آپ کانام محمد بتلایا گیا ہے وہ غلط ہے۔

سنہ پیدائش..... بقول علامہ غیث الدین ہروی صاحب، حبیب السیر فی اخبار افراد البشر آپ قریب طاعو ملھقات استر آباد میں ۲۲ شعبان ۷۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور صغیر ہی میں علوم ادبیہ کی تکمیل کی بلکہ صغیر ہی میں ہی متعده کتابیں پڑھیں لکھیں، چنانچہ دافیہ شرح کافہ دور تعلیم ہی کی تصنیف ہے مورخ شمس الدین نے جائے پیدائش جرجان بتائی ہے۔

تحصیل علم..... علوم ادبیہ کی تکمیل کے بعد آپ نے علوم عقلیہ کی تحصیل کی اور شرح مطالع و قطبی پڑھنے کے واسطے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ یہ خود ان کے مصنف سے پڑھیں لان صاحب امیتہ لوری بمانیہ چانچہ آپ ان کتابوں کے مولف قطب الدین رازی (تحتانی) کی خدمت میں ہر تہہ پہنچے مگر اس وقت قطب موصوف کی عمر دسویں منزل کی انتہا پہنچ چکی تھی اور آپ پیر فرقت ہو چکے تھے بڑھاپے کی وجہ سے آہر و تہہ کھوں پر لٹک آئے تھے اور اپنی آخری بہار دکھا رہے تھے کچھ سال علامہ نے جواں ہمت سید کی ذہانت و قابلیت کی سچ طور پر جانچ کی تو جو ہر دانش ناصیہ شباب پر نمودار پایا اور دیکھا کہ علم منطق میں آپ کی فکر و نظر برق کی طرح چمک رہی ہے اسلئے آپ نے اپنے بڑھاپے کا غدر کیا اور کہا کہ تم کو پڑھانے کیلئے جس محنت کی ضرورت ہے وہ مجھ سے نہیں ہو سکتی، اسلئے تم میرے آؤ کہ وہ غلام اور تلمیذ مبارک شاہ منطقی کے پاس قاہرہ چلے جاؤ مفتاح العسادیہ میں ہے کہ۔

”یہ مبارک شاہ علامہ قطب الدین کے غلام تھے بچپن سے انھوں نے مبارک شاہ کو پالا پوسا اور بڑھایا تا اس کے مبارک شاہ مدرس ہو گئے اور ہر علم میں فاضل عام طور سے لوگ ان کو مبارک شاہ منطقی سے موسوم کرتے تھے۔“ ساتھ ہی مبارک شاہ کے نام ایک سفارشی خط بھی لکھ دیا۔

میر سید شریف کا شوق ان کو خراسان سے مصر لے پہنچا قاہرہ پہنچ کر مبارک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو استاد کا خط دیا سفارش کے اثر سے حلقہ درس میں تو داخل کر لئے گئے لیکن خدا جانے کیا صورت پیش آئی کہ مبارک شاہ نے ان کو صرف بیٹھنے اور سننے کی اجازت دی پوچھنے کی اور قرأت کی اجازت نہیں دی۔

علمی تکرار سے استاد پر وجد..... مبارک شاہ کامکان مدرسہ سے بالکل متصل اور اس کا دروازہ بھی مدرسہ ہی کی جانب تھا۔ ایک مرتبہ یہ دیکھنے کیلئے کہ طلبا کیا کر رہے ہیں شب کو چپ چاپ نکلے اور جہیں حجرہ میں سید شریف میٹھ تھے وہاں آئے، اس وقت میر سید شریف آموختہ دہرا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کتاب کے مصنف نے تو اس مسئلہ کی یہ تقریر کی ہے اور شارع کا یہ قول ہے اور استاد نے اس کی تقریر یوں کی ہے اور میں اس کی تقریر یوں کرتا ہوں مبارک شاہ ہنسنے لگے اور کان لگا کر غور سے سننے لگے میر صاحب کی تقریر کا انداز بیان استاد کیسے تھا کہ مفتاح العسادیہ میں لکھا ہے ”مٹھہ المجدیہ والسرور حیث رقص فی فناء المدرستہ“ ان کو ایسی مسرت اور خوشی ہوئی کہ چمن مدرسہ میں ناچنے لگے اس واقعہ سے استاز اتنا متاثر ہوا کہ صبح

۱۔ از آئینہ اودھ۔ نزہۃ الخواطر اخبار الخیار خزینۃ الاصفیاء نظام تعلیم و تربیت انوار العارفین ۱۲۔

سے ان کا مستقل درس مقرر کر دیا۔

اساتذہ و شیوخ..... شرح مطالع اور قطبی کے علاوہ موافق بھی میر صاحب نے مبارک شاہ سے پڑھی اور علوم عقلیہ کے علاوہ علوم نقلیہ جمعیت شمس الدین محمد فخری شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابر بن خفی صاحب عنایہ (حاشیہ ہدایہ) سے قاہرہ میں حاصل کئے مفتاح العلوم نور طاووسی (شارح مفتاح) سے اور شرح مفتاح مولف کے صاحبزادے مخلص الدین ابوالخیر علی بن قطب الدین رازی سے پڑھی۔ محمود بن اسراہیل (ابن قاضی سلوہ) اور الحاج پاشا صاحب سہیل آپ کے ہم سبق تھے۔

میر صاحب اور سفر فرمان..... میر صاحب نے علامہ جمال الدین محمد بن محمد اسمرانی شارح موجز کی علمی شہرت سن کر بلاد قرمان کا سفر کیا اور جب آپ اس کے قریب پہنچے تو جمال موصوف کی شرح ایضاح نظر سے گزری اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا ”یہ نعم بقر علیہ ذاب“ یہ تو گائے کا گوشت ہے جس پر کھیاں بھجھنا ہی ہیں۔

وجہ یہ تھی کہ ایضاح ایک مبسوط و مفصل کتاب ہے جو حل و شرح سے بے نیاز ہے جمال الدین اس کا متن بتامہ لکھ کر سرخ سطر پہنچا دیتے تھے اور کہیں کہیں اپنی طرف سے کلام کرتے تھے فکان اشرح کا لذب علی تم البقر۔

کسی طالب علم نے میر صاحب کا یہ جملہ سنا کہ آپ ان کے پاس جا کر ان کی تقریر سنئے کیونکہ ان کی تقریر تحریر سے بہتر ہوتی ہے میر صاحب تقریر سننے کی غرض سے تشریف لے گئے مگر شہر میں داخل ہونا تھا کہ جمال موصوف دنیا سے رخصت ہو گئے۔

علم باطن..... میر صاحب علوم ظاہری کے علاوہ علم باطن کے زیور سے بھی آراستہ تھے آپ نے علم تصوف حضرت خواجہ علاء الدین محمد بن محمد عطاء بخاری خلیفہ خاص حضرت خواجہ خواجگان سید بہاء الدین نقشبندی سے حاصل کیا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے خدا کو کما جفتی اس وقت تک نہیں پہچانا جب تک کہ ہم خواجہ عطار کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔

شاہ شجاع الدین تک رسائی اور درس و تدریس..... علامہ غیاث الدین شیرازی صاحب حبیب السیر نے ذکر کیا ہے کہ ۷۷۰ھ میں جبکہ شاہ شجاع الدین مظفر قلعہ زرد میں مقیم تھا میر صاحب کے دل میں آیا کہ اگر کسی طرح شاہ تک رسائی ہو جائے تو اچھا ہو چنانچہ میر صاحب نے فوجی وردی پہنی اور اپنے معاصر سعد الدین تفتازانی سے کہا میں غریب آدمی ہوں تیر اندازی میں ماہر ہوں چاہتا ہوں کہ آپ میرے حق میں شاہ کے نزدیک سفارش کر دیں تاکہ میرے لئے کوئی صورت نکل آئے سعد الدین تفتازانی ان کو اپنے ہمراہ لے کر شاہ کے قلعہ تک پہنچے اور میر صاحب کو دروازہ پر ٹھہرا کر خود حاضر دربار ہوئے اور شاہ کے سامنے میر صاحب کی تعریف و توصیف کی شاہ نے میر صاحب کو طلب کر کے کہا آپ اپنا تیر اندازی کا کمال دکھائیے میر صاحب نے چند اور ارق نکال کر پیش خدمت کئے جن میں مصنفین پر اعتراضات تھے اور کہا کہ یہی میرے تیر ہیں اور یہی میرا پیشہ ہے شاہ نے ان کے مطالعہ سے میر صاحب کے علمی کمالات کا اندازہ لگایا اور میر صاحب کو اپنے ہمراہ شیراز لے آیا اور یہاں کے بڑے مدرسہ ”دار الاشفا کا ان کو مدرسہ مقرر کر دیا جس میں آپ دس برس تک مقیم رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا شریف نور الدین علی بن ابراہیم رحمہ اللہ شیرازی فخر الدین انجم، جلال الدین دوانی کے والد سعد الدین دوانی خواجہ حسن شاہ بقال، مظہر الدین محمد گازر دنی آپ کے خوشہ چیں ہیں اور ہمام الدین احمد بن عبد العزیز شیرازی نے آپ سے شرح مصباح پڑھی ہے۔

جز جانی و تفتازانی..... علامہ سعد الدین تفتازانی اور میر سید شریف جز جانی دونوں ہم عصر ہیں اور علوم و فنون میں دوش بدوش دونوں بزرگوں میں معاصرانہ چشمک دیتی ہے اور میر صاحب اپنی تحریرات میں علامہ تفتازانی پر خوب اعتراضات کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات نہایت سخت الفاظ استعمال کر جاتے ہیں مثلاً قطبی کے حاشیہ میں موصوف پر چوٹ کرتے ہوئے لکھتے ہیں فمن شنع

علیہ فی امثال هذه المواضع فللک من فرط جهله بعلو حاله او طمعہ من الجهله اعتقاد رفته شانه بتزئیف مقالہ

میر صاحب کے پوتے ہندوستان میں..... میر صاحب کا علمی کمال صرف آپ کی ذات تک محدود نہ تھا بلکہ آپ کا فیض آپ کی نسلوں میں منتقل ہو کر دیر تک قائم و دائم رہا۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے ”بغیۃ الوعاہ“ میں آپ کے صاحبزادے محمد کے متعلق ذکر کیا ہے کہ انھوں نے اپنے والد سے علم حاصل کیا اور شرح ارشاد شرح کافیہ حاشیہ متوسط وغیرہ مختلف

کتابیں تصنیف کیں آپ کے حقیقی پوتے میر مرتضیٰ شریفی جن کے متعلق ملا عبد القادر نے لکھا ہے کہ ”یہ میر سید شریف جرجانی کے پوتے ہیں ریاضی اور فلسفہ کے تمام شعبے، منطق اور کلام میں اپنے عہد کے تمام علماء پر ان کو برتری حاصل تھی انھوں نے مکہ معظمہ جاکر علم حدیث شیخ ابن حجر سے حاصل کیا اور اس کے پڑھانے کی اجازت حاصل کی۔“ انھوں نے ہندوستان کو اپنے قدم سمیت لزوم سے سرفراز کیا اور حرم کے مند الوقت سے سند حاصل کر کے ہندوستان میں اپنے فیض کا دریا جاری کیا بدولتی نے لکھا ہے کہ مکہ معظمہ سے میر صاحب پہلے دکن تشریف لائے اور دکن سے آگرہ آئے یہاں پہنچ کر ان کو اگلے پچھلے علماء سب پر تقدیم حاصل ہوا میر صاحب کا مشغل علوم حکمت کا پڑھنا پڑھانا تھا۔ یوم وفات جب شاہ تیمور لنگ نے ۸۹ھ میں شیراز کوچ کیا تو وہ سید شریف کو اپنے ہمراہ سمرقند لے گیا جہاں سعد الدین تفتازانی صدر الصدور تھے تیمور ان کی بہت عظمت کرتا تھا اس لئے میر صاحب تیمور کی وفات تک سمرقند میں رہتے رہے اور تیمور کی وفات کے بعد شیراز واپس آئے اور بیس یوم چار شنبہ ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ میں بمر ۶۷ سال نفس مجرد شریف نے محل بار بدن خاکی کشیعت سے خلاصی پائی۔ مشہور دارین تاریخ وفات ہے قال الاسی فی تاریخ وصال

چهار شنبہ مقیم از ماہ ربیع آخر او
چونکہ بود او سر در اقران فن در قرن خویش
میر صاحب نے آخر وقت میں اپنے بیٹے کو جو وصیت کی تھی وہ یہ تھی۔

سر در قرن آمدہ تاریخش ای ای ازاں
کر گشت ربیع اول باغ خیال
کہ عمرت عزیزست ضائع کن

علمی کارنامے (۱) شرح مفتاح العلوم، فرغ منہ اواسط شوال ۸۰۳ھ (۲) شرح منتهی السوال والامل فی علمی الاصول والجدل (لابن الحاجب) (۳) شرح مواقف، فرغ منہ فی لوائل شوال ۸۰۷ھ (۴) شرح فوائد غیاثیہ (۵) شرح کافیہ (فارسی) (۶) حاشیہ بر لوامع الاسرار شرح مطالع الانوار (۷) حاشیہ بر شرح شمسیہ (۸) حاشیہ بر شرح کافیہ (۹) حاشیہ بر شرح وقایہ (۱۰) حاشیہ بر تحریر نصیر طوسی (۱۱) حاشیہ الحقیقہ الثابتہ (۱۲) حاشیہ بر تذکرہ نصیریہ (۱۳) حاشیہ بر تلخیص (۱۴) حاشیہ بر شرح حکمتہ الصغیر (۱۵) حاشیہ بر خلاصہ (فی اصول الحدیث) (۱۶) تعلیق بر نصاب البیان۔ فی اللغۃ (۱۷) تعلیق بر مقامات اربعہ توہم (۱۸) تعلیق بر شرح رضی (۱۹) تعلیق بر رسالہ عضدیہ (۲۰) تعلیق بر عوارف المعاد (۲۱) حاشیہ مطبول (۲۲) الاجوبہ لاسئلہ الاسکندر امن ملوک تہریز (۲۳) تریضات العلوم (۲۴) تفسیر الزہر لوین (۲۵) رسالہ فی الانس والافاق (۲۶) رسالہ البہائہ (۲۷) رسالہ فی تقسیم العلوم (۲۸) رسالہ مرثیہ (۲۹) رسالہ فی الموجودات (۳۰) رسالہ صغری (۳۱) رسالہ کبری (فی المنطق) (۳۲) صرف میر (۳۳) نحو میر (۳۴) رسالہ فی الادوار (۳۵) شرح ایساغوجی (۳۶) حاشیہ شرح تجرید اصفہانی (۳۷) شرح چینی (۳۸) شریفیہ شرح سراجیہ (۳۹) حاشیہ بیضادی (۴۰) حاشیہ مشکوٰۃ (۴۱) حاشیہ ہدایہ (۴۲) حاشیہ عوالم جرجانیہ (۴۳) حاشیہ شرح الطوائع ان میں سے صغری کبری صرف میر داخل درس ہیں۔ میر قطبی داخل درس تھی مگر ابھی چند سالوں سے متروک ہو گئی۔

(۷۰) صاحب شرح مائتہ عامل

حسب تصریح محمد ماہ بن محمد انور صاحب ”در مکنون“ یہ کتاب ملا عبد الرحمن جامی کی معلوم ہوتی ہے جن کے حالات عنقریب شرح جامی کے ذیل میں آرہے ہیں۔ بعض حضرات نے اس کو سید شریف جرجانی کی تصنیف کہا ہے جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گذر چکے۔ شروع و حواشی شرح مائتہ (۱) التوضیح الکامل، از مولانا ابی بخش صاحب (۲) تبیین، از مولانا موصوف (۳) شرح شرح مائتہ عامل از مولانا عبد الرسول صاحب (۴) شرح شرح مائتہ عامل از ابوالسعود ملا محمد مسعود (۵) حاشیہ صادق (۶) جوہر العرب ترجمہ و ترکیب شرح مائتہ اردو۔

۱۔ از مفتاح السعاده کشف الظنون الضوء الامام حدائق حنفیہ نظام تعلیم وغیرہ وغیرہ ۱۲

(۷۱) صاحب شرح جامی

نام و نسب..... نام عبدالرحمن لقب اصلی عماد الدین، لقب مشہور نور الدین کنیت ابو البرکات والد کا نام احمد اور لقب شمس الدین اور دادا کا نام محمد شیخ صفی عطاء الدین واعظ کاشفی نے ”رشدات عین الحیاة میں ذکر کیا ہے کہ آپ امام محمدؒ کی نسل سے ہیں آپ کا تخلص جامی ہے کنیت شیر الیہ بقولہ

جرعہ جام شیخ الاسلامی ست

مولد جام و رشحہ قلم

بلدو معنی تخلص جامی ست

لاجرم در جریذہ اشعار

پیدائش اور وطن عزیز..... آپ کے والد کا اصلی وطن اصفہان ہے دشت نامی محلہ میں رہتے تھے اسی لیے آپ نسبت میں دشتی کہلاتے ہیں، پھر کسی حادثہ کے موقع پر جام منتقل ہو گئے تھے جو خراسان کا ایک قصبہ ہے ملا عبدالرحمن جامی ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ میں بوقت عشاء یسیر پیدا ہوئے بعد میں ہرات کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ تحصیل علوم..... آپ نے اپنے زمانہ کے مشاہیر علماء و فضلاء سے علم کی تحصیل کی جن کے اسماء آپ کے تلمیذ خاص عبدالغفور نے حاشیہ نقات الانس کے آخر میں درج کئے ہیں۔

پہلے صرف و نحو کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی پھر خواجہ علی سرقدی تلمیذ سرسید شریف جرجانی مولانا شہاب الدین محمد جاجری تلمیذ سعد الدین تفتازانی اور مولانا جنداصولی کے حلقہائے درس میں شریک ہوئے طلبہ مولانا جند سے شرح مفتاح پڑھتے تھے اور یہ ان کو سمجھایا کرتے اور کہتے تھے کہ جب سے سرقد آباد ہوا ہے اس وقت سے اب تک یہاں عبدالرحمن جامی جیسا جید القلم نہیں آیا۔

ہرات میں ملا عطاء الدین تو سبکی شارح تجرید سے مباحثہ ہوا اور آپ ہی غالب رہے یہاں تک کہ علامہ توحشی کو اپنے طلبہ سے یہ کہنا پڑا کہ مجھے یقین ہو گیا کہ نفس قدسی اسی عالم میں موجود ہے۔

تصوف اور سلوک..... جب آپ ظاہری علوم کی تکمیل سے فارغ ہو گئے تو ایک روز کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا جو آپ سے کہہ رہے ہیں ”اتخذ حبیباً بھدیک“ خواب سے بیدار ہوئے اور اس واقعہ سے نہایت متاثر ہوئے آپ سرقد سے خراسان منتقل ہو کر خواجہ عبید اللہ الاحرار نقشبندی کے حلقہ میں داخل ہو گئے خواجہ کی محبت کے فیوض و برکات نے آپ کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا شیخ سعد الدین کاشغری سے بھی استفادہ کیا اور دیگر مشائخ عظام سے بھی ملاقات ہوئی ۸۷۷ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور بلاد شام میں دمشق و حلب وغیرہ کا سفر کیا وہاں سفر حج کے علماء و مشائخ نے آپ کی تعظیم و تکریم کی علامہ شامی نے ملا جامی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ محض زیارت روضہ اقدس کی نیت سے سفر کیا جس میں حج کو بھی شامل نہ کیا تاکہ محض زیارت ہی کی نیت رہے۔ غلبہ حال..... ایک مرتبہ آپ غلبہ حال میں یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

ہر کہ پیدای شود از دور پندرام توئی

بسکہ در جاں فگار نہ پندم پیدارم توئی

جیسے مومن کہتا ہے: جب کوئی بولا صد اکانوں میں آئی آپ کی ایک منکر شخص بھی وہاں موجود تھا اس نے اعتراض کیا کہ اگر خریداری شود تو آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”پندارم توئی۔“

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ قصہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بعض اوقات غلبہ حال سکر تک ہو جاتا ہے جس سے تو ابے نفع کا جواب دیا بیچارے مزہ لے رہے تھے اس گدھے نے خواہ مخواہ کھنڈ ڈالی۔

شیخ فریقینی..... ذات اقدس ﷺ کے ساتھ والہانہ تعلق اور بے پناہ بیعتگی و عقیدت تھی آپ کے وصال ۷۰۷ھ چند روز قبل کے کئے ہوئے اشعار اس پر شاہد عدل ہیں۔

کہ می رساند از آن نواحی پیام و ملت بجانب ما

فان سجدنا الیک سجد وان سجدنا الیک نسعی

امن شو قال دیار لیت فیما جمال مسکمی

زہ جمال تو قبلہ جاں حریم کوئے تو کعبہ دل

بہت عیونی علی شیونی فساء حالی ولا ابالی
 کہ دامن آخر طیب و صلت مریض خور آکندہ اوا
 شعر و شاعری..... سے نہ صرف یہ کہ آپ کو دلچسپی تھی بلکہ فارسی شعراء میں آپ کو ممتاز مقام حاصل ہے مثنوی
 طرح نوئی یوسف زلیخا اور لیلی مجنوں وغیرہ متعدد کتب منظومہ کے علاوہ آپ کا مستقل دیوان کلیات جلی کے نام سے
 مطبوع ہے جو قصائد غزلیات، مریجات، ترجیعات اور مقطعات پر مشتمل ہے کاتب حروف کے پاس ہے بھی دیکھ لیتا
 ہے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

در صورت آب و گل عیاں غیر تو نیست
 در غلوت جان و دل نہاں غیر تو نیست
 گفتی کہ ز غیر من بیرون دولت
 اے جاں جہاں در دو جہاں غیر تو نیست
 ای بردہ ز آفتاب بوجہ حسن سبق
 قرص قمر معجز دست تو گشتہ شوق!
 تابی از عکس طلعت و تاری طہرات
 صبح ازاں خنفس لیل تو افسان
 بر ہر کہ تافت بر توانوار مہر تو
 شد سرخ روی در ہمہ آفاق چوں شوق
 دریں سراچہ کہ چہ خوش کینہ طاق نہاست
 ہمیشہ قائم از بار دل چو طاق دو تاست
 چگونہ شاد زید آنکہ بہر مردن زاد
 بخانہ کہ پے انہدام کردہ نہاست
 باعتبار دریں کاخ زر نگار نگر!
 کہ ہر نظر کہ نہ از روئے اعتبار خطاست
 بے مشاہدہ راز ہائے نہائی!
 رخام و مرمرش آئینہای دادہ جلاست
 لاف بے کبری مزین کاں از نشان پائے مور
 در شب تاریک بر سنگ سیہ پناہ ترست
 وز دروں کردن بروں آزا میگر آساں کز ان
 کوہر آکندن بسوزن از زمیں آساں ترست
 وقال فی ذم ابنا الزماں

شکل ایساں شکل انسان فعل شاں فعل سباع
 ہم ذماں فی ثیاب او ثیاب فی ذماں
 مثنوی جامی..... مولانا جامی علیہ الرحمہ کی ایک مشہور نعت ہے جو ”یوسف زلیخا“ کے شروع میں ہے اس کے متعلق
 حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے فضائل درود شریف میں اپنے والد صاحب کی زبانی ایک قصہ نقل کیا ہے اور وہ یہ کہ
 مولانا جامی یہ نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کیلئے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ دو ضحہ اقدس کے پاس کھڑے
 ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں امیر کو یہ ارشاد فرمایا کہ
 اس کو (جامی) کو مدینہ نہ آنے دو، امیر مکہ نے ممانعت کر دی مگر ان پر جذب و شوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ
 منورہ کی طرف چل دیئے، امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا وہ آرہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو امیر نے آدمی
 دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا، ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت
 ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آکر میری قبر پر کھڑے ہو کر
 پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے اگر ایسا ہو تو قبر سے مصافحہ کیلئے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہو گا اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت
 اعزاز و اکرام کیا گیا، قصیدہ فارسی زبان میں ہے چند اشعار یہ ہیں۔

۱۔ ز مجبوری بر آمد جان عالم
 ترحم یا بنی اللہ رحم
 ۲۔ نہ آخر رحمتہ للعالمین
 ز محروماں چہ اغافل نشین
 ۳۔ وہاک اے لالہ سیراب پر خیز
 بروں آور سر از بردیرانی
 چو ز گس خواب چند از خواب پر خیز
 کہ روئے نشت صبح زندگانی

وفات..... آپ نے ابدال لفظ ”کاس“ یعنی اکیاسی سال کی عمر میں ۱۸ محرم ۸۹۸ھ میں جمعہ کے دن شہر ہرات میں وفات
 پائی اور بیس مدفون ہوئے اور طائفہ طاغیہ اربیلیہ نے خراسان کا قصد کیا تو آپ کے صاحبزادے ضیاء الدین یوسف نے
 آپ کا جسم مبدک دوسری جگہ منتقل کر دیا آپ کی تاریخ وفات آیت ”ومن دخلہ کان امنا“ کے ابدال سے ظاہر ہے جس کو

بعض شعراء نے اس طرح نظم کیا ہے۔

فی روضت محلدة قاضها السماء
تاريخه ومن دخله كان آمنا

جامی کہ بود بلیل جنت بشوق رفت
کلك قضا نوشت بدر وازه بهشت
وللای المدراسی فی الحربیہ ۸۹۸ھ

کالروح کان فی جسد القبر کامنا
ارختو ومن دخله کان امنا

جامی نالذی هو راح بجامنا
قدمات بالهراة وقد حل بالحرم

قصائد غنصہ..... آپ نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن کی تعداد (۵۴) تک پہنچتی ہے جو آپ کے مخلص ”جامی“ کے اعداد ہیں و ہذا من قبیل کرنامہ اسرار الہامی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) الصغیر الی قولہ تعالیٰ فایای فارہون (۲) شرح احادیث اربعین (۳) شرح حدیث ابی رزین یقطا (۴) کفیل الصغیر (۵) ثلثات الانس من حضرات القدس (۶) شرح فصوص الحکم (۷) نقد الفصوص فی شرح نقش الفصوص (۸) الطریقۃ النقیبۃ (۹) شتۃ المعانی (۱۰) اللوامع (۱۱) شرح قصیدہ تائیہ (۱۲) شرح رباعیات اللوامع (۱۳) شرح البیتین الاولین من المثوی (۱۴) شرح ایات امیر خسرو دہلوی (۱۵) شرح کلمات خواجہ محمد پارسا (۱۶) الذرۃ الفائزہ فی تحقیق مذہب الصوفیہ (۱۷) رسالۃ فی وحدۃ الوجود (۱۸) رسالۃ فی اسئلۃ المہند واجوبتا (۱۹) مناقب عارف رومی (۲۰) رسالۃ لا الہ الا اللہ (۲۱) مناسک حج (۲۲) اعتقاد نامہ (۲۳) الصرف المنظوم (۲۴) المنصور (۲۵) شرح اشعار مائۃ عامل منظوم (۲۶) شرح مفتاح الغیب (۲۷) مثوی طرح نوی (۲۸) سلسلۃ الذہب (۲۹) آسبال (۳۰) تحفۃ الاحرار مثوی ہے جو حضرت خواجہ بہا الدین نقشبندی بخاری کی مقبلیت میں لکھی گئی ہے (۳۱) سجدۃ الارباب (۳۲) یوسف زلیخا (۳۳) ثلثی مجنون (۳۴) خرو نامہ اسکندریہ (۳۵) دیوان اول (۳۶) دیوان ثانی (۳۷) دیوان ثالث (۳۸) دیوان رابع (۳۹) الکبیر (۴۰) التوسیط، (۴۱) الصغیر (۴۲) الا صغر چاروں رسالے معے میں ہیں (۴۳) رسالۃ فی العروض (۴۴) رسالۃ فی القوافی (۴۵) رسالۃ فی الموسیقی (۴۶) بہارستان علی نمط گلستان الفہ لولدہ ضیاء الدین یوسف ۸۴۰ھ رتب علی ثمان روضات واوراوی کل روضۃ منها الطائف حکیمہ واور کثیرہ (۴۷) الکبیر (۴۸) الصغری دونوں رسالے اویات وفتات میں ہیں۔ (۴۹) رسالۃ فی الہیاء (۵۰) رسالۃ فی الا صطرلاب (۵۱) رسالۃ فی المنطق (۵۲) حاشیہ مفتاح (۵۳) ہدیۃ الخلائق فی لطائف البیان۔ (۵۴) شرح جامی..... شرح کافیہ میں رضی کے بعد نہایت اعلیٰ وارف اور سب سے زیادہ مشہور و متداول شرح ہے جس کا اصل نام ”الفوائد الہیائۃ“ ہے کیونکہ یہ صاحبزادہ ضیاء الدین یوسف کیلئے لکھی گئی ہے اس میں علامہ جامی نے اکثر شرح کافیہ کو باحسن وجوہ مخلص کیا ہے اور زیادہ تر ماخذ قاضی شہاب الدین بن محمد الدین بن عمر زاوی دیولت آبادی متوفی ۸۴۸ھ کی شرح ہے اس میں گو نحوی مباحث کو عقلیت کا رنگ دیا گیا ہے تاہم ٹھوس استدعا و پیدا کرنے کیلئے بہت عمدہ کتاب ہے قال الشیخ عمر بن عبد الوہاب عرشی

انوار افضالہ من علمہ السامی
کانما الخمر تسقی من صفا الجام

للہ درامام طال ماسطعت
الفاظہ اسکرت اسما مناظر با

ومثلہ قول ابن الجنی

ذلول المعانی ذوانتساب الی الجام
ہی الخمر تبدی شمسها من صفا الجام

لکافیۃ الاعراب شرح متق
معانی محلی عین تتلی کانما

للہ شرح بہ شرح الصدور لنا
قد اسکر السمع اذ تتلی عجائبہ

ومثلہ قول عبد اللہ الدنو شری المصری
کانہ الدراو ازہار اکمام

والسکر لامتزو معروف من الجام

فہرست حواشی شرح جامی

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ شرح جامی	ملا عبد الغفور ملاری (تلمیذ الجامی)	۹۱۲ھ
۲	=====	شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسرانی	۹۳۳ھ
۳	القول السامی علی کلام ملا جامی	شیخ عبد اللہ الازہری	-
۴	حاشیہ شرح جامی	شیخ علاء محمد بن موسیٰ بسوی	بعد ۱۰۳۵ھ
۵	=====	شیخ محمد عصمتہ اللہ بن محمود بخاری	-
۶	=====	مولانا عبد اللہ بن طور سون مشہور بقیضی	۱۰۱۹ھ
۷	=====	شیخ صالح الدین محمد ملاری	۹۷۹ھ
۸	=====	شاہ محمد بن احمد سر قندی	-
۹	=====	شیخ غرس الدین احمد بن ابراہیم حلبی	۹۷۱ھ
۱۰	=====	شیخ قرۃ جہ احمد حمیدی	۱۰۲۳ھ
۱۱	حاشیہ شرح جامی (ترکی)	شیخ محمد بن عمر معروف بقودر آفندی	۹۹۶ھ
۱۲	=====	شیخ وجیہ الدین عمر بن الحسن ارزنجان	-
۱۳	تعلیق بر شرح جامی	شیخ حسن بحر	-
۱۴	=====	شیخ علی بن امر اللہ	-
۱۵	الحاشیۃ السلطانیۃ	بابا سید بن بخاری معروف بابا شاہ	-
۱۶	حاشیہ شرح جامی	شیخ شریف الروشتی معروف بقاضی امیر	۹۸۷ھ
۱۷	=====	شیخ عیسیٰ بن محمد صفوی احمی شافعی	۹۵۵ھ
۱۸	=====	شیخ ابراہیم مامونی شافعی	-
۱۹	=====	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸ھ
۲۰	سوال باسول	مولوی وسیم گل باسولی	-
۲۱	سوال کابلی	مولوی محمد عمر کابلی	-
۲۲	حاشیہ شرح جامی	شیخ خالد بن محمد بن عمر بن عبد الوہاب العرضی	بعد ۱۱۱۵ھ
۲۳	=====	شیخ سعد الدین خیر آبادی	۸۸۲ھ
۲۴	حاشیہ شرح جامی از حال تاجم و زرات	شیخ عبد النبی عماد الدین محمد شطاری	۱۰۲۰ھ
۲۵	=====	ملا عصمت اللہ سہارنپوری	۱۰۳۹ھ
۲۶	=====	مولوی تراب علی شجاعت علی بن فقیہ الدین بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ

(۷۲) صاحب تلخیص المفتاح

نام و نسب اور پیدائش..... نام محمد ابو عبد اللہ کنیت، ابو العالی، جلال الدین، قاضی القضاۃ، لقب والد کا نام عبد الرحمن اور کنیت ابو محمد ہے سلسلہ نسب یوں ہے۔
 ابو عبد اللہ محمد بن ابی محمد عبد الرحمن بن امام الدین ابی حفص عمر بن احمد بن محمد بن عبد الکریم بن حسن بن علی بن ابراہیم بن علی بن احمد بن دلف بن ابی دلف انجل آپ قزوین کے باشندے اور شافعی المسلک تھے۔

سنہ پیدائش حافظ ابن حجر نے ۶۲۶ھ بتایا ہے اور بعض نے ۶۲۰ھ ذکر کیا ہے۔

عام حالات زندگی..... علامہ قرظی قرن سابع کے مشہور عالم و فاضل اور باکمال بزرگ ہیں بہت ہی کم عمر میں فقہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر اطراف روم میں کسی جگہ قاضی ہو گئے تھے اس وقت آپ کی عمر بیس سال سے بھی کم ہی تھی، کچھ عرصہ کے بعد دمشق تشریف لائے اور علوم و فنون، عربیت و اصول، معانی و بیان وغیرہ میں اقبال اور پختگی پیدا کی علامہ ایک کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور غرقارونی وغیرہ سے حدیث کی تحصیل کی اور جامع دمشق کے خطیب مقرر ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد آپ کو سلطان ناصر نے شام کے عہدہ قضاء کیلئے منتخب کیا اور جو قرض آپ کے ذمہ تھا شاہ نے اس کی بھی لواہی کر دی اس کے بعد علامہ ابن جماعہ کی جگہ مصر میں بھی آپ نے عہدہ قضاء کے فرائض انجام دیے شاہ وقت کی نظر میں آپ سے زیادہ کسی قاضی کو وقعت حاصل نہیں ہوئی کہا جاتا تھا ہے کہ ایک مرتبہ جلال قرظی کو شیخ بدر الدین محمد بن یعقوب بن الباس دمشق معروف بابن الخویہ کے ساتھ عادلہ دمشق میں ہم نشین کا موقع ملا تو موصوف نے ان سے ابوابہم کے قول ”کلمہ لم اصنع میں حرف سب کی تقدیم و تاخیر کی بابت سوال کیا تو یہ کوئی جواب نہ دے سکے۔

شاعر و شاعری..... آپ کی بعض تصنیفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو شعر و شاعری سے بھی دلچسپی تھی چنانچہ تلخیص المفتاح میں ایک جگہ آپ کا ایک شعر منقول ہے جو ایک فارسی شعر کا عربی میں ترجمہ ہے اور وہ یہ ہے۔

لو لم تکن نیکاً لعلجوزاء خدمتہ لما رایت علیہا عقد منقطع

(ترجمہ) اگر جوزاء کی نیت خدمت مدوح نہ ہو تو اس پر پڑنا باندھنے والے کی طرح گرہیں نہ دیکھتا یہ مندرجہ ذیل فارسی شعر کا ترجمہ ہے۔

گرو بندہ قصد جواز خدمتش کس نہ دیدہ بر میان او کمر

وفات..... زمانہ قضاء میں آپ پر فاجہ گر اور اس سے جا تیر نہ ہو سکے یہاں تک کہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۷۳۹ھ میں آپ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

چوں بوئے گل آمد ندر یاد سوار در خاک چو قطر ہائے بارال رفتند

تصانیف..... موصوف نے المائین جلیلیں شیخ عبدالقادر جرجانی اور علامہ ابو یعقوب یوسف سکاکی کے دلکش انداز نگارش و طریق تحریر و تقریر کے مابین جمع کرتے ہوئے مفتاح العلوم کی قسم ثالث کی تلخیص و تنسیص کر کے ایک مختصر کتاب تالیف کی جس کا نام تلخیص المفتاح ہے چونکہ یہ خاف توقع غایت درجہ مختصر ہو گئی تھی اس لئے موصوف نے کتاب مذکور کی تالیف سے فراغت کے بعد ایک اور کتاب تصنیف کی جس کا نام ”الایضاح“ ہے اور متن مذکور کیلئے مثل شرح ہے ”شیخ کتاب میں مصنف نے خود کہا ہے ”لما بعد فیہ کتاب فی علم البلاغۃ و تولیہا ترجمہ بالایضاح و جملہ علی تریب مختصری الذی سیمیت تلخیص المفتاح و بیہط فیہ القول لیکن کا شرح لہ اتنی ان کے علاوہ ”السورہ جانی من شعر الار جانی“ بھی آپ کی نہایت نفیس کتاب ہے۔

تلخیص المفتاح..... متین چونکہ جامع اصول و فصول، حاوی ضوابط و قواعد، محیط الامثلہ و الشواہد ہونے کے ساتھ ساتھ توضیح و تفسیح اور حسن تریب و تہذیب کے اعتبار سے بھی عدیم المثال اور بے نظیر متن ہے اس لئے یہ ہمیشہ مقبول بین الخواص والعوام رہا اور علماء و فاضل اہل معقول و مقول حواشی و شروحات و مخلصات و منظومات ہر اعتبار سے اس کتاب پر ذوق آزمادہ ہے جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

شرح التلخیص المتعلقہ بتوضیح مغلقاتہ

سنہ وفات

۷۷۵ھ

مصنف
الفاضل شمس الدین محمد مظفر خطیبی خلخال

نمبر
۱
مفتاح تلخیص المفتاح

ابن قال الصغدی و عندکم علی هذا کلاما جيدا فی شرح کتابہ والسبب فی ذلك ان کل من وضع مصنف لا یلزم مدان يستحضر الکلام علیہ حتی یطلب منه لانه فی حاله تصنیف یراجع الکتاب الملوفہ و یطالع فہم الکلام ثم یشدعہ قال ابن حجر اویکون السبب غیر ذلك ای کون المجلس

۵۷۹۲	الفاضل شمس الدین بن عثمان بن محمد زونی	شرح تلخیص المفتاح	۲
۵۷۸۶	علامہ الملک الدین محمد بن محمود بن محمود بابر بن الحسین	=====	۳
۵۷۷۳	شیخ بہاء الدین ابو حامد احمد بن تقی الدین عبد الکاظمی سبکی	عروض الافراح	۴
۵۷۷۸	محب الدین محمد بن یوسف بن احمد بن عبد الدائم حلبی	شرح تلخیص المفتاح	۵
۵۷۹۳	جلال الدین رسول بن احمد بن یوسف التبتانی البغدادی	=====	۶
۵۷۸۸	شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن الیاس قونوی	=====	۷
بعد ۵۷۶۱	شیخ محمد بن احمد بن الموفق البغدادی	=====	۸
-	الفاضل السید ابو عبد اللہ بن الحسن معروف بقرہ کار	=====	۹
۹۲۵	الحق عصام الدین ابراہیم بن عربشہ اسفرائینی	الاطول	۱۰
-	شیخ محمد بن محمد ترمیزی	نفائس التنصيص	۱۱
-	ذکر فیہ مصنفہ ان جمال الدین اشاد الی تالیفہ	فتوح الاوارح	۱۲
-	ابام خطیب	شرح تلخیص المفتاح	۱۳
۵۷۹۲	شیخ سعد الدین تفتازانی	مطول	۱۴
==	=====	مختصر المعانی	۱۵

شروح التلخیص المتعلقة بتوضیح آیات

نمبر	شرح	مصنف	سنوات
۱	معابد التنصيص على شواهد التلخيص	شیخ عبد الرحیم بن احمد عبادی	۵۹۲۳
۲	شرح الشواهد	شیخ بدر الدین محمد بن رضی الدین محمد غزی	۵۹۸۴

مختصرات التلخیص

نمبر	مختصر	مصنف	سنوات
۱	لطف المعانی	شہاب الدین احمد بن محمد معروف بالصاحب	۵۷۸۸
۲	تلخیص التلخیص	مولوی لطف اللہ بن حسن توفانی	۵۹۶۰
۳	تحفة المعانی	زین الدین ابو محمد عبد الرحمن بن ابی بکر معروف بالقننی	۵۸۹۳
۴	تلخیص التلخیص	شیخ عز الدین محمد بن ابی بکر معروف بابن جماع	۵۸۱۹
۵	=====	مولی پرویز رودی	۵۹۸۷
۶	الیساک	شیخ نور الدین حمزہ بن طور غود	بعد ۵۹۶۲
۷	اقصى المعانی	لبعض شراح المطول	-
۸	اقصى الامانی	حافظ جلال الدین سیوطی	۹۱۱

منظومات التلخیص

نمبر	مختصر	مصنف	سنوات
۱	انجوب البلاغة	شیخ خضر بن محمد اماسی	بعد ۱۰۶۰ھ

۸۰۸ھ	شیخ زین الدین ابو العزیز طاہر بن حسن بن حبیب حلبی	نظم التلخیص	۲
-	شیخ شہاب الدین احمد بن عبد اللہ الجبلی	=====	۳
-	شیخ زین الدین عبد الرحمن بن القینبی	=====	۴
-	شیخ ابن النجاشی خلف القوی	=====	۵
۹۱۱ھ	شیخ جلال الدین سیوطی	مقتبач التلخیص	۶

مذکورہ بالا شرح کے علاوہ اور بھی شروح و حواشی ہیں مگر ان تمام میں سعد الدین تفتازانی کی شرح مطول اور مختصر کو جو خدا واد مقبولیت، برتری و فوقیت اور غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

(۷۳) صاحب مختصر المعانی

نام و نسب مسعود نام، سعد الدین لقب، والد کانام عمر اور لقب قاضی فخر الدین ہے، دادا کانام عبد اللہ اور لقب برہان الدین ہے، علامہ سیوطی نے طبقات الخۃ میں ان کانام مسعود اور والد کانام عمر ہی ذکر کیا ہے اور یہی مشہور ہے، حافظ ابن حجر نے ”الدر اکامنه“ اور انباء الفخر میں ان کانام محمود بتایا ہے اور ملا علی قاری نے ان کانام عمر اور والد کانام مسعود مانا ہے علامہ محی الدین محمد بن قاسم رومی نے ”روض الاخبار المسرورہ“ میں ریح الابرار میں اور علامہ کفوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ماہ صفر ۷۲۲ھ میں ”تفتازان“ میں پیدا ہوئے جو دلاپت خراسان کا ایک شہر ہے نواب صدیق حسن خاں نے ”ریاض الریاض“ میں آپ کو نسا کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ کسی نے آپ سے پوچھا شاذ نسائی آپ نے جواب دیا: آے الرجال من النساء“ نساء کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں بارہ ہزار بحثے جاری تھے اور یہاں استاد ابو علی و قاتق کی خانقاہ کے برابر میں چار اولیاء آسودہ خواب ہیں اسی لئے نسا کو شام خرد کہتے ہیں۔

ابتدائی حالت بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ موصوف ابتداء میں بہت کند ذہن تھے بلکہ عضد الدین کے حلقہ درس میں ان سے نیادہ غبی اور کوئی نہ تھا مگر جدوجہد، سعی و کوشش اور مطالعہ کتب میں سب سے آگے تھے ایک مرتبہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک غیر متعلق شخص مجھ سے کہہ رہا ہے سعد الدین چلو تفریح کر آئیں میں نے کہا میں تفریح کے لئے پیدا نہیں کیا گیا میں انتہائی مطالعہ کے باوجود کتب نہیں سمجھ پاتا، تفریح کروں گا تو کیا حشر ہو گا وہ یہ سن کر چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد پھر آیا اسی طرح تین مرتبہ آمد و رفت کے بعد اس نے کہا حضور ﷺ یاد فرما رہے ہیں میں گھبرا کر اٹھا اور ننگے پاؤں چل پڑا شہر سے باہر ایک جگہ کچھ درخت تھے وہاں پہنچا دیکھا تو آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں، مجھے دیکھ کر آپ نے تبسم آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا ہم نے تم کو بار بار بلایا اور تم نہیں آئے میں نے عرض کیا حضور مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ یاد فرما رہے ہیں اس کے بعد میں نے اپنی عبادت کی شکایت کی آپ نے فرمایا کتب میں نے منہ کھولا تو آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور دعا کے بعد فرمایا جاؤ۔

بیداری کے بعد جب یہ عضد الدین کی مجلس میں حاضر ہوئے اور درس شروع ہوا تو اشعار درس میں آپ نے کئی اشکالات پیش کئے جن کے متعلق ساتھیوں نے خیال کیا کہ یہ سب بے معنی ہیں مگر استاد تاز گیا اور کہا یا سعد! الٰہک الیوم غیر کہ فیما مضی آج تم وہ نہیں ہو جو اس سے پہلے تھے۔

تحصیل علوم آپ نے مختلف اصحاب کھل و کمال اساتذہ و شیوخ عضد، قطب الدین رازی وغیرہ سے علوم و فنون کا استفادہ کیا اور تحصیل علم کے بعد مضمون شباب ہی میں آپ کا شمار علماء کبار میں ہونے لگا، علامہ کفوی کا بیان ہے کہ آپ جیسا عالم آنکھوں نے کسی اور کو نہیں دیکھا۔

درس و تدریس تحصیل علم سے فراغت کے بعد فوراً ہی آپ مسند درس پر رونق افروز ہوئے اور سینکڑوں تلامذہ

۱۔ از مفتاح السعاده ابن خلکان کشف الظنون و نغیۃ الوعاۃ وغیرہ ۱۲۔

علم نے آپ کے چشمہ فیض سے سیرابی حاصل کی عبدالواسع بن خضر شیخ شمس الدین محمد بن احمد حضری شارح تذکرہ نصیریہ، ابوالحسن برہان الدین حیدر بن احمد بن ابراہیم الروی انشی، جلال الدین یوسف استاذ ملا مصطفیٰ علی بن محمد الدین اور مولانا فضل اللہ انجمن سے بہمنی حکومت کے مشہور علم دوست اور خود بخیر حکیم سلطان فیروز شاہ بہمنی نے تعلیم حاصل کی یہ سب علامہ تفتازانی ہی کے شاگردان رشید ہیں۔

تصنیف و تالیف کا ذوق ابتداء ہی سے پیدا ہو چکا تھا اس لئے تحصیل علم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کے ساتھ ساتھ علم صرف علم نحو، علم منطق، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علم معانی غرض ہر علم کے اندر آپ نے کتابیں تصنیف کیں چنانچہ ”شرح تفسیر زنجانی“ آپ کی اس وقت کی تصنیف ہے جب آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔

قبولیت عامہ شقائق نعمانیہ میں لکھا ہے کہ جب علامہ تفتازانی کی تصانیف روم میں پہنچیں اور درس میں مقبول ہوئیں تو ان کے نسخے دام خرچ کرنے پر بھی نہیں ملتے تھے مجبوراً علامہ شمس الدین کو علاوہ جمعہ اور سہ سطحی معمولی تعطیلوں کے دو دنہ کی تعطیل مدارس میں اور مقرر کرنا پڑی پس طلباء ہفتہ میں تین دن کتابیں لکھتے تھے اور چار دن پڑھتے تھے۔ شعر و شاعری گو آپ کا مستقل شغل نہ تھا تاہم اس ذوق سے بالکل کورے بھی نہ تھے بلکہ گاہ بگاہ اشعار کہتے تھے چنانچہ صاحب شذرات الذہب وغیرہ نے آپ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں مثلاً

إذا خاض في بحر التفكير خاطري
حضرت ملوك الارض في نيل ماحووا
على درة من معضلات المطالب
ونلت المني بالكتب لا بالكتائب
ذیل کے اشعار بھی آپ ہی کے ہیں

طوبت باحراز العلوم وكسبها
فلما تحصلت العلوم ونلتها
رداء شبابي والجنون فنون
تبين لي ان الفنون جنون
مختصر المعانی میں ایک جگہ لفظ ”غیر“ پر کلام کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں ”ومن هذا القبيل ما وقع لي في قصيدة شعر

علافاً صبح يدعوه الوری ملکا
وریشما فتحو عینا غدا ملکا
کہ اسی قبیل سے میرے ایک قصیدہ کا یہ شعر ہے ”علا“ یعنی میرا امجد و ابوالحسن محمد کرت رفعت منزلت میں بلند ہو گیا یہاں تک کہ مخلوق اس کو ملک (بادشاہ) پکارتی ہے اور اگر وہ اس کے عین کلمہ کو فتح دے کر ملک پڑھے یا اس کو چشم بصیرت واکر کے دیکھے تو فرشتہ پائے۔

یہ ایک طویل قصیدہ ہے جس کے مندرجہ ذیل سات اشعار موصوف نے اپنی شرح مطول کے شروع میں ذکر کئے ہیں۔

خليفه ملك الافاق سطوته
يحوم حول ذراه العالمون كما
والحق كان مداه ايتسلكا
تري الجميع بيت الله معتركا
مكافح بلطي من سخطه هلكا
الى السماء لواء النزع قدسما
قد كان في ظلمات الغي منهمكا
والملك اقبل بالاقبال متمسكا
وريشما فتحو عینا غدا ملکا
علافاً صبح يدعوه الوری ملکا!

وقال في يزيد

اللعن على يزيد في الشرع يجوز
قد صحت لدى انه معتل
واللاعن يجزى حسنات ويفوز
واللعن مضاعف وذلك مهموز

تفتازانی کی شخصیت علماء کی نظر میں سید احمد طحاوی فرماتے ہیں بہت الیہ ریاستہ الحقیقۃ فی زمانہ آپ کے زمانہ میں ریاست مذہب خفیہ آپ پر ختم ہو گئی علماء نے لکھا ہے کہ بلاد مشرق میں علم ان پر ختم ہو گیا علامہ کفوی فرماتے ہیں ”کسان من محاسن الزمان لم تراعون مثله فی الاعلام والاعیان علامہ تفتازانی العجوبہ روزگار تھے آپ کی نظیر بڑے بڑے علماء میں نہیں ملتی ان کی قابلیت اور وسعت علمی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ میر سید شریف جرجانی جیسے مقابل بھی ان کی کتابوں سے استفادہ کرتا اور ان کی قابلیت سے فائدہ اٹھاتا تھا فوائد بہتہ میں مولانا عبدالحی صاحب نے آپ کے حق میں کسی کا یہ قطعہ نقل کیا ہے۔

والعمر مضی ولم قتل امالا

فوق الدرس وحصل الامالا

الفعئل یفعئل فعلا لا

لا ینفعل القیاس والعکس ولا

مگر یہ بات موصوف کے علوم مقام کے بالکل خلاف ہے۔

تفتازانی کی جلالت شان امیر تیمور نے ایک روز اپنا ایک قاصد کسی ضروری کام پر روانہ کیا اور اس کو عام اجازت دی کہ ضرورت کے وقت جس کا گھوڑا مل جائے اس پر سوار ہو لے، قاصد کو ایک جگہ سواری کی حاجت ہوئی، اتفاقاً اسی موقع پر علامہ تفتازانی خیمہ زن تھے اور خیمہ کے پیش گاہ میں ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے برہنہ وہاں گیا اور جاتے ہی بے دھڑک ایک گھوڑا کھول لیا علامہ مدوح اس وقت اپنے خیمہ کے اندر تھے اس قصہ کی اطلاع ہوئی تو نہایت برہم ہوئے اور قاصد سلطان کو پتہ چلا کہ وہ لوٹ کر دربار پہنچا تو اس نے علامہ کی شکایت کی امیر تیمور کا جو حال یہ ماجرا سن کر ہوا ہوا گا، آسانی سے قیاس میں آسکتا ہے پیمان غضب کے سبب سے تھوڑی دیر ساکت رہا اس کے بعد کہا کہ اگر شاہرح یہ حرکت کرتا تو بے شک سزا ملتا مگر میں ایسے شخص کا کچھ نہیں کر سکتا جس کا قلم ہر شہر و دیار کو میری تلوار سے بیشتر فتح کر چکا تھا۔

تفتازانی بارگاہ تیموریہ میں شاہ شجاع بن مظفر کے دربار میں آپ کا بہت رسوخ تھا، اس کے بعد شاہ تیمور لنگ کے یہاں صدر الصدور مقرر ہو گئے تھے شاہ تیمور آپ کا بڑا معتقد تھا اور بہت احترام کرتا تھا جب آپ نے مطول شرح تلخیص تصنیف کی اور شاہ کی خدمت میں پیش کیا تو شاہ نے بہت پسند کیا اور عرصہ تک قلعہ ہرۃ کے دروازہ کو اس سے زینت بخشی۔

فصل و کمال میں تفتازانی فائق ہے یا جرجانی یہ امر تو بجائے خود مسلم ہے کہ میر سید شریف جرجانی اور سعد الدین تفتازانی ہر دو اکابر علماء و مشاہیر فضلاء میں سے تھے اور اپنے زمانے کے آفتاب و ماہتاب ان کے بعد علوم ادبیہ و عقلیہ بلکہ سوائے حدیث کے دیگر تمام علوم کا ماہر اور جامع ان دونوں جیسا کوئی نہیں گذرا ان میں سے ہر ایک خاتم العلماء احققین تھا، مگر منطق و کلام اور علوم ادبیہ و علوم فقہیہ میں علامہ تفتازانی میر سید شریف سے کہیں زائد تھے اور تحقیقات لہجہ و تدقیقات مفیدہ میں تو تفتازانی سے میر صاحب کو کوئی نسبت ہی نہیں تھی جیسے ذکاوت و فطانت طبع میں میر صاحب سے تفتازانی کو کوئی نسبت نہ تھی اگر باب علم جانتے ہیں کہ بات میں بات پیدا کرنا شستہ سنجیدہ الفاظ میں مسئلہ کی تقریر کرنا پیچیدہ مسائل کو چکیوں سے سمجھانا وغیرہ جو خوبیاں تفتازانی کی تحریر میں ہیں وہ میر صاحب کو نصیب کہاں، قال صاحب الکشف او الا فاضل فی التفضیل بینہما علی قسمین والا کثر فی جنب السعد علامہ کفوی نے لکھا ہے کہ میر صاحب میلوئی تالیف و اثنا تصنیف میں علامہ تفتازانی کی تحقیق و تحریر کے دریا میں غوطہ زن ہوتے اور ان کی تدقیق و تطہیر سے موتی نکالتے تھے اور موصوف کی رفعت شان جلالت قدر اور علوم مقام کے معترف تھے لیکن جب تیموری مجلس میں مباحث و مناظرہ کے سبب سے ان میں منافرت واقع ہوئی اس وقت سے باہمی دفاق جاتا رہا اور میر صاحب علامہ تفتازانی کے ہر قول کی تریف کا التزام اور ان کی ہر تحقیق سے اختلاف کرنے لگے۔

لیتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے (ذوق)

اول ہی سے بشر کو یہ رغبت خلاف سے

جس کا جواب علامہ تفتازانی کا طرز عمل یہ دے رہا ہے کہ

گلوں نے چاروں کے چمپیر نے بر سو اٹھوشی کے دم نہ مارا شریف الجیس اگر کسی سے تو پھر شرافت کہاں رہے گی

تفتازانی و جرجانی کے باہمی مناظرے میر سید جرجانی بھی شاہ تیمور کے دربار میں آتے جاتے تھے اور آپس

میں نوک جھونک و بحث و مباحثہ و مکالمہ و مناظرہ رہتا تھا صاحب کشف الظنون نے ان حضرات کے مختلف مناظروں کا تذکرہ کیا ہے اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مناظرے طبع بھی ہوئے ہیں مگر وہ ہمارے سامنے نہیں ہیں تمثیل مستلزم ترکیب ہے یا نہیں۔ یہ تفتازانی و جرجانی کا مشہور نزاعی مسئلہ ہے جو ان دونوں بزرگوں کے مناظرہ میں موضوع بحث رہ چکا ہے مناظرہ بہت دلچسپ طبیعت خیز ہے ارباب ذوق کی تفریح خاطر کیلئے اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

تفتازانی، تمثیل مستلزم ترکیب نہیں اور یہ بھی بطریق استعارہ طبعیہ سمجھی ہوتی ہے جیسے قول باری اولئک علی ہدی من ربہم جرجانی۔ اس پر کوئی دلیل ہو تو پیش کیجئے کیونکہ دعویٰ بلا دلیل مسوع نہیں ہوتا۔ تفتازانی علامہ زحشری کا کلام ملاحظہ ہو، معنی الاستعلاء فی الایات مثل لتکمہم من الہدی و استقرار ہم علیہ و یتمسکہم بہ ہشیہت حالہم بحالہ من اعطی الشی و رکب یعنی آیت میں استعلاء کے معنی یہ ہیں کہ اس میں مومنین کی ہدایات پر ثابت و متمسک ہونے کی تمثیل ہے جس میں ان کی حالت کو اس شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو کسی شے پر بلند اور سوار ہو۔

علامہ طبری نے موصوف کے قول ”مثل ہمہاء“ کی مراد ظاہر کرکے تے ہوئے کہا ہے یعنی سوا استعارہ تشبیہیہ واقعہ علی سبیل التبیعیت بدل علیہ قول شہت حالہم لہ“ یعنی زحشری کے قول ”مثل ہمہاء“ کا مطلب یہ ہے کہ آیت میں استعارہ تشبیہیہ ہے جو بطریق جعہ واقع ہوا ہے موصوف کا قول شہت حالہم لہ“ اس پر دال ہے استعارہ نعل کے سلسلہ میں علامہ سکا کی کلام بھی اس کی تائید کرتا ہے پس ایک حق پسند انسان کیلئے ان حضرات کا کلام کافی ہے یوں پیش کرنے کو تو بہت سی دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر آپ اپنا مقصد ظاہر کیجئے کیا اس سلسلہ میں آپ کو کوئی اشکال ہے۔ جرجانی: جی ہاں اشکال ہے اور بہت بڑا اشکال ہے تفتازانی فرمائے جرجانی اشکال یہ ہے کہ استعارہ جعہیہ صرف مفردات میں ہوتا ہے نہ کہ مرکبات میں کیونکہ استعارہ جعہیہ صرف معنی نعل اور متعلق معنی حرف میں ہوتا ہے اور استعارہ تشبیہیہ صرف مرکبات میں ہوتا ہے نہ کہ مفردات میں پس استعارہ تشبیہیہ اور استعارہ جعہیہ ہر دو کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ یہ تو آگ اور پانی کا اجتماع ہے تفتازانی سید صاحب یہ تو کوئی بڑا اشکال نہیں ہے اس واسطے کہ استعارہ تشبیہیہ کا مدار ترکیب پر نہیں ہے بلکہ مدار صرف اس پر ہے کہ وجہ شبہ متعدد سے مندرج ہو اور بس جرجانی: وجہ شبہ طرفین نے مقرر ہوتی ہے اور جب وجہ شبہ کا متعدد سے متزعج ہونا ضروری ہو تو طرفین میں تعدد کا ہونا ضروری ہو گیا ”تفتازانی“ امور متعدد سے متزعج ہونا ذات طرفین میں ترکیب کو مسلم نہیں یہ چیز ان کے ماخذ میں ہو گی نہ کہ ذات طرفین میں جرجانی، صاحب ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ جب ہم (مثلاً) شبہ یہ کو چند امور سے متزعج کرنا چاہیں تو ان امور میں سے ہر ایک سے شبہ یہ کو ہتمام متزعج نہیں کر سکتے کیونکہ شبہ یہ ہتمام کسی ایک سے متزعج ہو چکا تو مقصود حاصل ہو گیا۔ اب پھر کسی امر آخر سے اس کو متزعج کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ شبہ یہ کا کوئی جز کسی سے اور کوئی جز کسی سے ماخوذ ہے اور یہی ترکیب ہے تفتازانی: انتزع کبھی مجموعہ سے ہوتا ہے اور کبھی کسی ایک سے (بجائز امر آخر) اور ان دونوں تقدیروں پر ترکیب لازم نہیں آتی، علی اللہ لا مانع من اعتبار لتلاصق بعد انتزع وجہ منہما حتی تصیر جمیع الاشیاء کالشی الواحد جب جانبین سے سوال و جواب کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا تو ہر دو فاصلوں کے درمیان فیصلہ کیلئے نعمان معتزلی کو حکم بنایا گیا میر سید شریف علامہ تفتازانی کی نسبت فصیح اللسان تھے فی الکشف کان لسان السید اوضح من قلمہ اور تفتازانی کی زبان میں قدرے لکنت تھی نیز حکم مذکور علامہ تفتازانی سے کسی بنا پر نالاں بھی تھا اس لئے اس نے میر سید شریف کے حق میں فیصلہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ نے علامہ تفتازانی پر میر سید شریف کا رتبہ بڑھادیا۔

وفات..... اس واقعہ سے علامہ تفتازانی کو سخت صدمہ ہوا ایک تو اس وجہ سے کہ علامہ موصوف عوام و خواص میں کامیابی سے زیادہ شہرت رکھتے تھے اور یہ امر عام طور پر زبان زد تھا کہ علمی مذاق میں آپ سب سے بڑھ کر عالم ہیں بالخصوص میر صاحب کے مقابلہ میں آپ کی حیثیت بہت اونچی ہے اور کیسے نہ ہو جب کہ میر صاحب کو علامہ تفتازانی کے تلامذہ میں شہد کیا گیا ہے۔

دوسرے اس لئے کہ تیموری دربار میں میر صاحب کی رسائی صرف علامہ تفتازانی کی وجہ سے ہوئی تھی بہر کیف صدمہ بڑھ گیا صاحب فراموش ہو گئے علاج کیا مگر مطلقاً مفید نہ پڑا حتیٰ کہ ۲۲ محرم الحرام ۹۲ھ میں پیر کے روز سر قد میں

جاں بحق ہو گئے اور وہیں آپ کو دفن کر دیا گیا اس کے بعد ۹ جمادی الاول میں بدھ کے روز مقام سرخس کی طرف منتقل کر لئے گئے۔

صبح محشر میکند فریاد کز منزل برآ

ما غریباں را بر رخاک ہم بجز مشتد

میر صاحب نے ان کی تاریخ وفات میں حسب ذیل شعر کہا ہے

گفت تاریخ حشر کے کم طیب ۷۹۲ھ اللہ ثراہ

مقتل را پر سیدم از تاریخ سال رحلتش

بعض حضرات نے سنہ وفات (۷۹۱ھ) اور بعض نے ۷۹۷ھ لکھا ہے مگر صحیح پہلا قول ہے۔

مسلمک..... میر سید شریف تو بالاقاق حنفی تھے لیکن علامہ تفتازانی حنفی تھے یا شافعی، اس میں اختلاف ہے صاحب بحر علامہ ابن نجم مصری نے دیباچہ، فتح القفار شرح منار میں اور سید احمد طحطاوی نے اواخر حواشی در مختار میں حنفی کہا ہے اور ملا علی قاری نے بھی آپ کو طوائف حنفیہ میں ذکر کیا ہے اور صاحب کشف نے ”کشف الظنون“ میں ملا حسن چلبی نے حاشیہ ”مطول“ کی بحث متعلقات فعل میں علامہ کفوی نے ”ترجمہ“ ”السید السد اشرف“ میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے ”بغیۃ الوعاة“ شافعی کہا ہے۔

مولانا محمد عنایت اللہ لکھنوی مترجم اکمال کہتے ہیں کہ ”تلویح کو بنظر غائر دیکھنے والے سے یہ امر پوشیدہ نہیں رہے گا کہ اس کی بعض عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ تفتازانی حنفی المسلمک تھے اس لئے میں اپنے ناقص خیال میں یہ حق سمجھتا ہوں کہ وہ حنفی تھے اور اسی بنا پر آپ نے کتب حنفیہ اور فقہ حنفی پر خاص توجہ کی ہے واللہ اعلم۔“
الباقیات الصالحات..... علامہ تفتازانی کے علمی فیوض و برکات آپ کی نسلوں میں منتقل ہو کر تادیر قائم رہے آپ کے صاحبزادہ محمد متوفی ۸۳۸ھ زمرہ علماء میں شمار ہوتے ہیں ”تہذیب المنطق والکلام“ انہی کیلئے لکھی گئی ہے اور سیما الوالد الاعز الحنفی الحری بالا کرام سنی حبیب اللہ اہ سے یہی مراد ہیں۔

آپ کے پوتے قطب الدین محبی بن محمد متوفی ۸۸۷ھ علوم دینیہ سے حظ وافر رکھتے تھے جو مرزا شاہرخ بن تیمور کے آخری عہد سے مرزا سلطان حسین کے عہد تک منصب مشیخۃ الاسلام پر فائز رہے اور شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور آپ کے پڑپوتے شیخ الاسلام سیف الدین احمد بن محبی بن محمد متوفی ۹۱۶ھ مشہور عقیدہ التفتازانی کو علماء نے ”العلامۃ فی العالم“ لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ علوم نقلیہ و عقلیہ ہر دو میں ماہر تھے انھوں نے خراسان میں تقریباتیں برس تک درس دیا ہے حاشیہ تلویح، حاشیہ شرح وقایہ شرح تہذیب المنطق والکلام اور شرح فرائض سر اجیہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔
علمی کارنامے..... علامہ تفتازانی نے اپنی علمی زندگی میں مختلف فنون کی بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن کے متعلق مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں کل تصانیف، تلوای علی لہ بحر بلا ساحل و جربلا مائل مورخ ابن خلدون کا بیان ہے کہ میں مصر میں ہرات کے ایک بہت بڑے عالم کی متعدد تالیفات سے واقف ہوا جو سعد الدین تفتازانی کے لقب سے مشہور ہے جن میں سے بعض علم کلام میں تھیں اور بعض اصول فقہ میں اور بعض علم بیان میں اور یہ تمام تالیفات اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ مصنف کو ان علوم میں گہری واقفیت اور علوم حکمیہ و فنون نقلیہ میں ملکہ تامہ حاصل ہے موصوف کو یہ فخر امتیازی طور پر حاصل ہے کہ آپ کی تصانیف میں سے پانچ کتابیں تہذیب المنطق مختصر المعانی مطول شرح عقائد اور تلویح آج تک داخل درس ہیں۔

اس سعادت بزرگوار و نیست تانہ عہد خدائے بخشندہ

نصاب میں مطول و مختصر دونوں کتابوں کا اضافہ شیخ عبد اللہ و شیخ عزیز اللہ کے ذریعہ سے عہد سکندر لودی یعنی نویں صدی کے آر سے ہوا ہے، مطول کا نام سب سے پہلے ہمیں شیخ عزیز اللہ کے شاگرد درشد میاں حاتم سنبھلی کے تذکرہ میں ملتا ہے جن کے متعلق ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے کہ انھوں نے کتاب مطول چالیس مرتبہ سے زیادہ از اول تا آخر پڑھائی ہے۔ صاحب شقائق نے اپنے ناموں عبد العزیز بن سید یوسف حسینی منشور بعد چلبی سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے علی بن یوسف بابی بن شمس الدین محمد فاری متوفی ۹۰۳ھ سے مطول پڑھنا شروع کیا تو روز نہ دن پڑھے سے عصر کے وقت تک درس ہوتا تھا اور سبق کی کل ایک سطر یا دو سطر ہوتی تھی جب چھ ماہ اس طرح گزر گئے تو موصوف نے کہا اب

تک تم نے کتاب پڑھی ہے اس کے بعد اب فن پڑھو چنانچہ اس کے بعد یومیہ سبق کے دو دو ورق ہوتے تھے یہاں تک کہ ہم نے چھ ماہ میں کتاب ختم کر ڈالی۔

آپ کی تصانیف کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ شرح تشریف زنجانی۔ یہ آپ کی سب سے پہلی کتاب ہے جو ماہ شعبان ۱۲۳۸ھ میں سولہ سال کی عمر میں لکھی ہے جائے تصنیف مقام ترند ہے۔ ۲۔ مطول شرح تلخیص یہ شہرہ آفاق کتاب ماہ صفر ۱۲۳۸ھ کی تصنیف ہے مقام تصنیف شہر ہرات ہے۔ ۳۔ مختصر المعانی یہ ۱۲۶۵ھ کی تصنیف ہے مقام غجدون میں لکھی گئی ہے۔ ۴۔ سعیدہ شرح شمسیہ جلدی الاخری ۱۲۵۷ھ کی تصنیف ہے، مزار جام میں لکھی گئی ہے۔ ۵۔ تلوتح یہ نادر کتاب بلاد ترکستان میں ذیقعدہ ۱۲۵۸ھ کی تصنیف ہے مزار جام میں لکھی گئی ہے۔ ۵۔ تلوتح یہ نادر کتاب بلاد ترکستان میں ذیقعدہ ۱۲۵۸ھ میں لکھی ہے۔ ۶۔ شرح عقائد نسفی شعبان ۱۲۶۸ھ کی تصنیف ہے۔ (۷۔ حاشیہ شرح مختصر الاصول ۱۲۷۰ھ کی تصنیف ہے۔ (۸۔ الارشاد یہ رسالہ ۱۲۷۳ھ میں خوارزم میں رہ کر لکھا ہے (۹۔ مقاصد (۱۰۔ شرح مقاصد یہ دونوں کتابیں ذیقعدہ ۱۲۸۴ھ میں سمرقند پہنچ کر لکھی ہیں (۱۱۔ تہذیب المطلق والکلام رجب ۱۲۸۹ھ کی تصنیف ہے ۱۲۔ شرح مفتاح العلوم شوال ۱۲۸۹ھ کی تصنیف ہے سمرقند کے زمانہ قیام میں لکھی ہے صاحب کشف نے پانچ کتابیں اور ذکر کی ہیں۔

(۱۳) شرح حدیث الاربعین (۱۴) رسالۃ الاکراہ (۱۵) کشف الاسرار و عدۃ الاربار تفسیر فارسی۔ (۱۶) شرح منتہی الاشوال والامالی فی علمی الاصول والجدل (لابن حاجب) ۱۷۔ نعم السوالغ فی شرح النوالغ (۱۸) رسالہ فی تحقیق الایمان ان کے علاوہ ۹ ذی قعدہ ۱۲۶۹ھ میں فتاویٰ حنفیہ مقام ہرات میں اور ۱۲۷۲ھ مفتاح الفقہ اور ۸ ربیع الآخر ۱۲۸۹ھ میں حاشیہ کشف کی تالیف شروع کی مگر ان کی تکمیل نہ ہو سکی، اسی طرح آپ نے ہدایہ کی شرح کا بھی ارادہ کیا تھا اور خطبہ کی شرح کر بھی چکے تھے مگر موت نے اس کی بھی تکمیل کی مہلت نہ دی، نیز شیخ ابو عصبہ مسعود بن محمد بن محمد مجدانی نے شیخ کمال الدین محمد بن عباد بن ملک داؤد بن حسن بن داؤد الخاظمی احنفی التونی ۶۵۲ھ کی کتاب تلخیص الجامع الکبیر کی ایک شرح لکھی تھی۔ علامہ افتخارانی نے برائے اختصار شرح مذکور ایک مختصر کی تالیف شروع کی لوگوں نے شیخ ابو عصبہ سے کہا کہ علامہ افتخارانی کی اس مختصر کے بعد آپ کی شرح کو کوئی نہیں پوچھے گا شیخ نے کہا شیخ ہے مگر اس کی یہ مختصر پوری ہی نہ ہو سکے گی فکان کما قال وحالت المنتہی بینہ وبين هذه الامینہ

فہرست حواشی کتاب مطول

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ مطول	سید شریف علی بن محمد جرجانی	۸۱۶ھ
۲	=====	محقق حسن بن محمد شاہ قناری	۸۸۶ھ
۳	=====	الفاضل محمد بن فراموز مشہور مسلاخرو	۸۸۵ھ
۴	=====	محقق ابوالقاسم بن ابی بکر لثی سمرقندی	-
۵	=====	محقق میرزا جان حبیب اللہ شیرازی	۹۹۳ھ
۶	=====	شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد الحنفیہ	۹۱۶ھ
۷	=====	الفاضل مصلح الدین محمد اللاری	۹۷۹ھ
۸	=====	شیخ علاء الدین علی بن محمد شہروردی بسطامی (مصنف)	۸۷۵ھ
۹	المعول حاشیہ مطول	شیخ احمد بن عبد اللہ قرظی	بعد ۸۶۲ھ
۱۰	حاشیہ مطول	علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی	۱۰۶۷ھ

۵۸۳۲	مولانا احمد طاشی	=====	۱۱
-	شش الدین محمد بن احمد بن عثمان بسلطای الطائی۔	=====	۱۲
-	=====	=====	۱۳
-	=====	=====	۱۴
۵۸۳۳	شیخ سحیح بن یوسف سیرای حنفی	=====	۱۵
۱۱۰۱ھ	سید عثمانی الات بازاری	=====	۱۶
۵۸۹۱	شیخ حسن بن عبدالصمد سامونی	=====	۱۷
۹۰۱ھ	شیخ نظام الدین عثمان خطابی	=====	۱۸
۹۹۸ھ	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	=====	۱۹
۱۱۵۵ھ	شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	=====	۲۰
==	ملا ابوالوعظ بن قاضی صدر الدین	=====	۲۱
==	سید محمد قنوجی	=====	۲۲
۱۱۹۰ھ	ملا محمد محسن	=====	۲۳
۱۱۹۵ھ	تاج العلماء نجف علی بن عظیم الدین جیمیری	=====	۲۴
۱۱۹۵ھ	ملا نور محمد کشمیری	=====	۲۵

فہرست حواشی مختصر المعانی

سنہ وفات	مصنف	حاشیہ مختصر المعانی	نمبر
۹۰۱ھ	شیخ نظام الدین عثمانی خطابی	حاشیہ مختصر المعانی	۱
۹۰۶ھ	شیخ یوسف بن حسین کرماتی	=====	۲
۱۰۱۵ھ	فاضل عبداللہ بن شہاب الدین بزدی	=====	۳
-	شیخ حمید الدین بن افضل الدین حسینی	=====	۴
-	شیخ ابراہیم بن احمد مشہور بابا بن ملا چلی	=====	۵
-	=====	=====	۶
۹۱۶ھ	شیخ الاسلام احمد بن سحیح بن محمد الحنفی	حاشیہ مختصر المعانی	۷
-	شیخ محمد بن الخطیب	=====	۸
-	شہاب الدین احمد بن قاسم عبادی ازہری	=====	۹
-	علامہ محمد بن محمد عرفہ وسولی	=====	۱۰
۸۱۹ھ	محمد بن ابی بکر عبدالعزیز ابن جماعہ الحموی	=====	۱۱
-	شیخ محمد مصطفیٰ بن محمد البنانی	=====	۱۲
۱۰۷۶ھ	علامہ حسین بن شہاب الدین الثانی العالمی	حاشیہ مختصر المعانی	۱۳
-	=====	=====	۱۴
۱۰۷۶ھ	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	حاشیہ مختصر المعانی	۱۵
-	مولانا بکرت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ	=====	۱۶
-	مولانا ہر الدین	تہلیل البانی (کرد)	۱۷

(۷۴) صاحب ایساغوجی

نام و نسب..... اسم گرامی مفصل اشیر الدین لقب مولانا زادہ عرف اور والد کا نام عمر ہے لفظ اشیر اثر الحدیث از اقلہ سے فعلیل بمعنی فاعل ہے ای الن قل لیکن ظاہر تریہ ہے کہ یہ اثرہ از الاختارہ سے فعلیل مفعول ہے ای الاختار
محقق ابہر..... آپ ابہر کے باشندے تھے جو روم میں ایک مقام کا نام ہے اس لئے نسبت میں ابہری کہلاتے ہیں مولوی محمد بن غلام محمد نے میر ایساغوجی کے حاشیہ میں بحوالہ قاموس نقل کیا ہے کہ ابہر فتح بقاء و سکون ہاء بلاد اصفہان کے ایک شہر کا نام ہے جو ”آب ہر“ بمعنی ماء الریحی کا معرب ہے مفتی محمد عبداللہ نوٹکی اپنی تعلیقات میں کہتے ہیں کہ یہ محشی کی بھول ہے کیونکہ ابہر اہر کے وزن پر ہے جس کی تصریح بحر الجواہر میں موجود ہے منتخب میں ہے ان المشہور فی هذا المعنی

سکون الباء الموحدة وفتح الهاء
تعارف..... آپ بڑے عالم و فاضل اور بلند پایہ محقق و منطقی تھے امام فخر الدین رازی سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے جیسا کہ علامہ ابن العربی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

لصانف..... آپ نے بہت سی عمرہ اور قابل قدر کتابیں تصنیف کیں جیسے ۱۔ الاشارات ۲۔ زیدہ ۳۔ کشف الحقائق منطق میں مختصر تصنیف ہے ۴۔ اصول ۵۔ المغنی علم جدل میں ہے ۶۔ ایساغوجی منطق میں ۷۔ ہدایۃ الحکمۃ فلسفہ میں ۸۔ تنزیل الاذکار فی تعدیل الاسرار، اس میں آپ نے قوانین منطقہ و حکمیہ کی بابت اپنی آخری رائے تحریر فرمائی ہے اور بعض اصول مشہورہ کے فساد پر تنبیہ بھی فرمائی ہے آپ کی دو کتابیں ایساغوجی اور ہدایۃ الحکمۃ نہایت مقبول اور داخل درس ہیں بعضہم تحقیق ایساغوجی..... لفظ ایساغوجی یونانی لکھ ہے بمعنی کلیات نفس یعنی جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام قال بعضہم فی ضبطہ

جنس و فصل و نوع و خاص و عرض عام
میر سید شریف جرجانی نے حاشیہ ایساغوجی میں ذکر کیا ہے کہ یہ حکماء یونان میں سے ایک حکیم کا نام ہے جو معرفت کلیات میں مہارت تامہ رکھتا تھا حواشی مطالع میں ہے کہ یہ ایک حکیم کا نام ہے جس نے کلیات کا استخراج اور ان کی تدوین کی تھی پھر مستخرج کو باہم مستخرج یا مدون کو باہم مدون موسوم کر دیا گیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک شخص کا نام ہے جو کسی حکیم کے پاس پڑھتا تھا اور ہر مسئلہ میں اس کے نام کے ساتھ مخاطب کرتا تھا، یا ایساغوجی الحال کذا بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ اس کے معنی اصل میں پانچ پتھر یوں والے پھول کے ہیں پھر اس کو کلیات نفس کا علم کر دیا گیا کیونکہ حکیم نے ان کو پانچ اور اق میں مدون کیا تھا، ہر کیف باب کلیات نفس منطق کے ابواب تعد میں سے ایک عظیم ترین باب ہے جس میں بہت سے لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں جیسے فروریوس حکیم، شیخ مؤثق الدین عبد اللطیف بن یوسف بغدادی اور علامہ اشیر الدین ابہری وفات..... سنہ وفات میں مختلف اقوال ہیں صاحب کشف نے ۷۰۰ھ لکھا ہے اور فہرست کتب خانہ مصر یہ میں ہے کہ ۷۰۰ھ کے حدود میں وفات پائی جرجی زیدان نے ۶۱۳ھ مانا ہے ایک قول ۶۱۷ھ کا بھی ہے صاحب معجم نے ۶۱۰ھ لکھا ہے اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

فہرست حواشی و شروح کتاب ایساغوجی

سنہ وفات
۸۱۶ھ

مصنف
سید شریف علی بن محمد الجرجانی

نمبر
۱
شرح
میر ایساغوجی

۱۔ از شقائق نعمانیہ فوائد بہیہ کشف الظنون شذرات الذہب نظام تعلیم وغیرہ۔

۵۸۳۴	علامہ شمس الدین ابو محمد بن حزمہ فزاری	۲	شرح ایساغوجی
-	شیخ خیر الدین تبلیسی	۳	=====
-	شیخ شہاب الدین احمد بن محمد مشہور بالابدی	۴	=====
۵۸۶۲	شیخ شریف نور الدین علی بن ابراہیم شیرازی	۵	=====
۵۹۶۹	شیخ مصطفیٰ الدین مصطفیٰ بن شعبان سروری	۶	=====
۵۹۱۰	شیخ زکریا بن محمد انصاری قاہری	۷	المطلع
-	فاضل عبد اللطیف نجفی	۸	شرح ایساغوجی
-	شیخ ابوالعباس احمد بن محمد آمدی	۹	=====
۵۹۶۶	حکیم شاہ محمد بن مبارک قزوینی	۱۰	=====
-	شیخ خیر الدین خضر بن عمر عطوفی	۱۱	=====
-	شیخ محمد بن ابراہیم حلبی	۱۲	=====
-	مولانا پیرکت اللہ بن احمد اللہ لکھنوی	۱۳	التحقیق المنطقی
-	مولانا قل احمد بن محمد بن خضر	۱۴	الشرح والشرح
۵۷۶۰	مولانا حسام الدین حسن السکالی	۱۵	قال اقول

منظومات کتاب ایساغوجی

۵۹۰۰	شیخ نور الدین علی بن محمد اشمون	۱	منظومہ ایساغوجی
-	شیخ عبدالرحمن بن سیدی محمد	۲	السلم المنورق
۱۰۱۶ھ	شیخ ابراہیم بن حسام مستبشری	۳	موزون المیزان

(۷۵) صاحب رسالہ شمس

تعارف..... آپ کا نام علی کنیت ابوالحسن، لقب نجم الدین اور والد کا نام عمر اور دادا کا نام علی ہے حکیم و پیران سے مشہور ہیں نسبت میں کاجی اور قزوینی کہلاتے ہیں۔

تحقق نصیر الدین طوسی متوفی ۶۷۲ھ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں موصوف نے مرآئہ میں جو رد خانہ کی بنیاد ڈالی تھی اس کی مہم میں علامہ کاجی بھی شریک تھے۔

تصانیف..... (۱) جامع الدقائق فی کشف الحقائق (۲) عین القواعد۔ ۳۔ بحر الفوائد شرح عین القواعد۔ ۴۔ قاضی الفصل الدین محمد خوئی کی کتاب ”غوامض الافکار“ کی شرح کشف الاسرار۔ ۵۔ حکمۃ العین۔ ۶۔ لام فخر الدین رازی کی فہرست کی شرح المنصص وغیرہ جیسی بلند پایہ کتابیں آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ ۷۔ منطق میں مختصر متن ”شمس“ بھی آپ ہی کا ہے جو خواجہ شمس الدین محمد کیلئے لکھا ہے اور انھیں کی طرف نسبت کر کے ”شمس“ کے نام سے موسوم کیا ہے۔

وفات..... بقول صاحب تاریخ محمدی ۳ رجب المرجب اور بقول صاحب فوات الوفيات ماہ رمضان ۶۷۵ھ میں آپ نے وفات پائی۔

تورہ از کثرت اسباب بر خود تنگ میداری سبک و حال چوبوئے گل فرو بستہ محمدا

ایک اہم اشتباہ..... صاحب کشف الظنون نے رسالہ شمس کے ذیل میں مصنف کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے نجم

ان کی یہ شرح ”میکروزی“ کے نام سے بھی مشہور ہے کیونکہ موصوف نے اس کو صبح کے وقت شروع کر کے اسی روز مغرب کے وقت فراغت پائی تھی عام طور سے میکروزی کا انتساب جو علامہ تفتازانی کی طرف کرتے ہیں یہ غلط ہے ۱۲۔

۲۔ معجم المطبوعات، کشف الظنون میر ایساغوجی وغیرہ ۱۲۔

الدین عمر بن علی القردونی، المعروف بالکاتبی تلمیذ نصیر الدین طوسی اور سنہ وفات ۴۹۳ ذکر کیا ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ سن وفات نہ طوسی کا ہے اور نہ کاتبی کا، طوسی کا تو اس لئے نہیں ہے کہ خود صاحب کشف نے محقق طوسی کی کتاب ”تخرید“ اور ”تذکرہ نصیریہ“ وغیرہ کے ذیل میں سنہ وفات ۶۷۲ مانا ہے، اور واقعہ بھی یہی ہے اور کاتبی کا اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ طوسی کا شاگرد ہے اور طوسی اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوا تھا کیونکہ طوسی کا سنہ پیدائش ۵۹۷ء ہے۔

پھر طرفہ یہ کہ خود صاحب کشف نے شرح کشف الاسرار، عین القواعد، حکمۃ العین، اور المنصص کے ذیل میں سن وفات ۶۷۵ ذکر کیا ہے اس کے باوجود شمس کے ذیل میں ۴۹۳ اور جامع الدقائق کے ذیل میں ۶۵۰ تحریر کر رہے ہیں علاوہ ازیں نام و نسب میں بھی غلط ہے شمس کے ذیل میں ”صہر بن علی“ ہے اور جامع الدقائق کے ذیل میں ”ابو الحسن علی بن عمر“ اور عین القواعد کے ذیل میں ”ابو العالی علی بن عمر بن علی“ اور حکمۃ العین کے ذیل میں ”ابو الحسن علی بن محمد“ قتبہ۔

فہرست حواشی و شروح رسالہ شمس

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح شمس	محمد (یا محمود) بن محمد قطب الدین رازی	۵۷۶۶
۲	سعدیہ شرح شمس	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۵۷۹۱
۳	شرح شمس	شیخ علاؤ الدین بن محمد مشہور مصنف	۵۹۳۰
۴	==== (نا تمام)	شیخ جلال الدین محمد بن احمد محلی	۵۸۶۴
۵	=====	احمد بن عثمان ترکمانی جرجانی	۵۸۴۴
۶	=====	ابو محمد زین الدین عبد الرحمن بن ابی بکر العینی	۵۸۹۴
۷	=====	شیخ محمد بن موسیٰ بسوی	۱۰۴۵ھ
۸	=====	سید محمد بن سید علی ہمدانی	۵۹۸۴
۹	حاشیہ شمس	شیخ نور الدین بن محمد احمد آبادی	۱۱۵۵ھ
۱۰	قمریہ حاشیہ شمس	لبعض الاصل	==

(۷۶) صاحب قطبی

نام و نسب..... محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، قطب الدین تختانی لقب، والد کا نام بھی محمد ہے، رازی رزمی کی طرف نسبت ہے، جو بلادِ یلم کا ایک شہر ہے سنہ پیدائش غالباً ۶۹۲ھ ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے ”بغیۃ الوعاة میں اور طاش کبری زاہد رودی صاحب مفتاح السعلاء نے اور صاحب کشف الظنون نے ان کا نام محمود بتایا ہے۔

قطب الدین کے ساتھ تختانی کی وجہ تسمیہ..... صاحب مفتاح السعلاء نے لکھا ہے کہ قطب الدین رازی مصنف قطبی اور قطب الدین شیرازی (ابو افتناء محمود بن مسعود بن مصنف) شارح حکمۃ الاشراف و مصنف درۃ التاج وغیرہ یہ دونوں ہم نام و ہم عصر عالم ایک ہی زمانہ میں شیراز کے ایک مدرسہ میں استاذ مقرر ہوئے بالائی منزل میں شیرازی پڑھاتے تھے اس لئے ان کو قطب الدین فو قاتی کہتے ہیں اور چکی منزل میں قطب الدین رازی درس دیتے تھے اس لئے ان کو قطب الدین تختانی کہتے ہیں۔ تحصیل علوم..... ابن شہینہ نے طبقات الشافعیہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے اپنے بلاد میں رہ کر علوم عقلیہ کی تحصیل کی اور علوم شرعیہ میں بھی شریک رہے اور عضد وغیرہ سے علمی استفادہ کیا پھر دمشق چلے گئے اور تادم حیات کہیں زندگی بسر کی، مفتاح السعلاء میں ہے کہ آپ نے اہل الدین بابر بنی صاحب عنایہ کے ساتھ قاہرہ میں شیخ شمس الدین اسمہانی سے بھی پڑھا ہے۔ علمی مقام..... علامہ تاج الدین یحییٰ نے طبقات کبریٰ میں ان کی تعریف بایں الفاظ کی ہے، امام مبرز فی الاموال اشہر

۱۔ از کشف خوات الوفيات تاريخ محمدی حبیب السیر وغیرہ ۱۲۔

اسمہ و بعد صیغہ، معقولات میں چوٹی کے لام تھے آپ کا نام مشہور ہے اور دور دراز تک آپ کی شہرت ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ جب ۷۶۳ھ میں دمشق پہنچے اور ہم نے ان سے بحث و مباحثہ کیا تو منطق و حکمت میں امام اور معانی و بیان اور علم تفسیر کا بہترین عالم پایا، حافظ ابن کثیر نے ان کے متعلق ”احد اقطاب العالمین با منطق کے الفاظ لکھے ہیں۔
درس و تدریس..... میں مہارت تامہ رکھتے تھے آپ کے حلقہ تلمذ میں شامل ہونے والے اکثر لوگ آسمان علم و فضل پر مہر جمال تاب بن کر نمودار ہوئے، سعد الدین تفتازانی جیسی شخصیت نے آپ سے استفادہ کیا اور محقق وقت علامہ جلال الدین دوانی بھی آپ ہی کے شاگرد رشید ہیں جن کے متعلق ذمہ الخواطر میں یہ الفاظ ہیں۔

احد العلماء المشهورین بالدرس والافادة قراء العلم على الشيخ قطب الدين الرازي شارح الشمس وقدم الهند
درس و افادہ میں جو علماء مشہور ہیں ان میں ایک سربر آور وہ عالم آپ کی ذات بھی ہے آپ نے علم شمسہ کے شارح شیخ قطب الدین رازی سے حاصل کیا اور ہندوستان تشریف لائے۔
میر سید شریف جرجانی بھی استفادہ کیلئے حاضر ہوئے تھے مگر اس وقت قطب الدین ضعیف ہو چکے تھے اسلئے استفادہ کا موقع نہ ہو سکا۔

ایک ضروری تنبیہ..... ذمہ الخواطر کی عبارت متذکرہ بالا جس میں ملا جلال الدین دوانی کو قطب الدین رازی کا شاگرد بتایا گیا ہے یہ ہم نے مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب ”نظام تعلیم و تربیت“ صفحہ ۲۱۱ سے نقل کی ہے، مگر یہ عبارت محل تامل ہے اس واسطے کہ رازی کا سنہ وفات ۷۶۶ھ ہے اور دوانی کا سنہ پیدائش ۸۲۸ھ ہے پس دوانی کی پیدائش رازی کی وفات سے بائیس سال بعد ہے پھر تلمذ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ (تدریس)

و نہ اسے رحلت..... موصوف نے لگ بھگ چوتھ سال کی عمر پائی ۷۶۶ھ میں اس قطب وقت کو سپرد خاک کیا گیا حافظ ابن کثیر اور جلال الدین سیوطی نے سنہ وفات یہی ذکر کیا ہے بعض حضرات نے سنہ وفات کچھ اور ذکر کیا ہے۔
تصنیفات..... آپ نے بہت سی عمدہ اور نافع کتابیں تصنیف کیں جن سے آپ کی جودہ طبع و استقامت فہم کا پتہ چلتا ہے مثلاً۔
(۱) الوامع الاسرار شرح مطالع الانوار منطق و حکمت میں عظیم القدر و کثیر الشفع کتاب ہے سلطان خدایندہ کے وزیر غیاث الدین محمد بن خواجہ رشید کیلئے تصنیف کی گئی ہے۔ (۲) محاکمات شرح اشارات محقق نصیر الدین طوسی اور امام فخر الدین رازی نے شیخ ابو علی ابن سینا متوفی ۸۴۸ھ کی کتاب الاشادات والنبیسات کی شرح لکھی ہے اور صاحب کتاب پر نقص و معارضہ بحث و مباحثہ اور بہت کچھ لے دے کی ہے اسی لئے بعض حضرات نے فخر الدین رازی کی شرح کو جرح سے تعبیر کیا ہے قطب الدین رازی نے فخر الدین رازی کے کلام پر کچھ اعتراضات و مباحث جمع کر کے قطب شیرازی کو دکھائے آپ نے فرمایا تعجب علی صاحب الکلام التعمیر یسر و انما اللغات بک ان نکون حکماء بینہ و بین النصیر اس پر آپ نے محاکمات تصنیف کی جس سے آپ لوآخر جمادی الاخری ۷۵۵ھ میں فارغ ہوئے (۳) رسالہ قطبیہ (۴) حواشی کشاف تاسورۃ ط (۵) شرح الخوی الصغیر یہ چار ضخیم جلدوں میں ہے پھر بھی بقول ابن رافع نامکمل ہے۔

(۶) قطبی..... شرح شمسہ آپ کی مقبول و متداول کتاب ہے جو یوم تصنیف سے آج تک داخل درس ہے بلکہ بقول ملا عبد القادر بدائی، قبل ازیں بغیر از شرح شمسہ و شرح صحائف از منطق و کلام در ہند شائع ہوئیں صدی کے آخر تک منطق میں قطبی اور کلام میں شرح صحائف کے علاوہ کوئی اور کتاب شائع نہ ہوئی تھی یعنی لازمی طور پر نصاب کے ختم کرنے والوں کو معقولات کی جن کتابوں کا پڑھنا ضروری تھا وہ صرف یہی تھیں یہ کتاب بھی آپ نے وزیر موصوف غیاث الدین کیلئے تصنیف کی تھی اس کا پورا نام ”تحریر القواعد المنطقیہ فی شرح رسالۃ الشمسہ“ ہے۔

حواشی قطبی..... (۱) حاشیہ از مولانا فاضل سر قندی من علماء زمن السلطان حسین (۲) حاشیہ از مولانا حصام الدین ابراہیم بن عربشاہ اسفرائینی (۳) حاشیہ از مولانا حلیل بن محمد قربانی رضوی (۴) حاشیہ از ملا عبد الحکیم سیالکوٹی (۵) حاشیہ از شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین بکمرانی (۶) حاشیہ از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی۔

(۷۷) صاحب میر قطبی

میر سید شریف جرجانی کا حاشیہ ہے جن کے حالات ”نحو میر“ کے ذیل میں گذر چکے ہو صوف کا یہ حاشیہ قطب الدین رازی کی کتاب ”قطبی“ پر ہے جو نہایت عمدہ حاشیہ ہے اور ایک عرصہ تک داخل نصاب رہا ہے ایک دور وہ تھا کہ تصویر کشی معشوق میں مختوران عشق کے پرواز خیال کی انتہا قطبی و میر قطبی پر ہوتی تھی۔

عالم منطق مصور ہو تیری تصویر کا منہ کتابی قطبی ہے خط حاشیہ ہے میر کا (آتش لکھنوی) اور ایک یہ دور ہے کہ شرح جامی و میر قطبی وغیرہ کتب کے مضامین عالیہ سے نازک انداموں کے غیر متحمل لڑہان گراں پیار ہو رہے ہیں جس کے نتیجے میں ان کتب کو خیر باد کہہ کر نصاب سے خارج کیا جا رہا ہے فالی اللہ العظمیٰ۔

حواشی میر قطبی..... (۱) حاشیہ محمد بن سعد جلال الدین دوانی (۲) حاشیہ عماد الدین لکھنوی (۳) حاشیہ علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی بر قطبی و میر قطبی (۴) حاشیہ صدر الدین شیرازی (۵) حاشیہ ابو الورود (۶) حاشیہ میر دادود (۷) حاشیہ ملا محمود سرخ (۸) حاشیہ ملا عصام الدین بر قطبی و میر قطبی (۹) نظم النصیر لاجیشہ لیر از نادام تحریر

(۷۸) صاحب تہذیب المنطق

شیخ سعد الدین تفتازانی کا مشہور متن متین ہے جن کے حالات مختصر المعانی کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

فہرست شروح و حواشی کتاب تہذیب المنطق

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح تہذیب	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوانی	۹۰۷ھ
۲	=====	شیخ محمد بن صلاح اللاری	۹۷۹ھ
۳	=====	شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد مشہور محضید سعید الدین	۹۱۶ھ
۴	=====	شیخ مرشد بن امام شیرازی	-
۵	=====	شیخ عبید اللہ بن فضل اللہ خسیسی	-
۶	جہد المقتل	شیخ زین الدین عبد الرحمن بن ابی بکر	-
۷	شرح تہذیب	شیخ محی الدین محمد بن سلیمان کاشانی	-
۸	=====	شیخ محمد بن ابراہیم بن ابی الصفا	-
۹	=====	شیخ عبد اللہ حسینی مشہور بشاہ میر	-
۱۰	=====	شیخ مظفر الدین علی بن محمد شیرازی	۹۲۲ھ
۱۱	=====	شیخ عبد اللہ بن حسین یزدی	۱۰۱۵ھ
۱۲	حاشیہ تہذیب	مولانا بکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعت اللہ لکھنوی	-
۱۳	شرح تہذیب	شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	۱۱۵۵ھ

(۷۹) صاحب صفری و کبری

یہ دونوں رسالے میر سید شریف جرجانی کے ہیں جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

حواشی و شرح..... (۱) شرح از میر ابو البقاء بن عبد الباقی حسین (۲) شرح۔ از میر موصوف (۳) شرح از ملا عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائی (۴) حاشیہ۔ از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ

(۸۰) صاحب شرح تہذیب

تعارف..... ان کا نام عبد اللہ ہے اور والد کا نام حسین، نسبت میں یزدی کہلاتے ہیں صاحب کشف نے جو شاد حسین تہذیب کی فہرست میں ”نجم الدین شہاب الدین عوبید اللہ“ کو ذکر کیا ہے غالباً وہ یہی ہیں اپنے وقت کے زبردست محقق، علامہ روزگار عظیم لہیاء اور نہایت خوبصورت تھے شیخ بہاؤ الدین محمد بن حسین عالی ابراہیم ہمدانی اور آپ کے صاحبزادہ حسن علی وغیرہ نے آپ سے تعلیم پائی۔ ۱۰۱۵ھ کو شہر اصبہان میں انتقال ہوا اور شرح القواعد، شرح البحالہ، حاشیہ شرح مختصر (شرح التلخیص) حاشیہ بر حاشیہ خطائی اور شرح تہذیب وغیرہ یادگار چھوڑیں، مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں ”کلام سر غوثہ متعہ“

فہرست حواشی شرح تہذیب

نمبر	شرح	مصنف	سہ وقات
۱	حاشیہ شرح تہذیب	ملا عبد النبی بن قاضی عبد الرسول احمد گری	-
۲	=====	مولوی محمد اسماعیل مراد آبادی	۱۳۵۳ھ
۳	=====	ملا محمد امین کشمیری	۱۲۰۹ھ
۴	تہذیب علی شرح التہذیب	مولوی عبد الرزاق پشاور	-
۵	تحقیقات الحقیہ	مولوی محمد کلبوی	-
۶	تحفہ شاہ جہاں	مولی الہی بخش فیض آبادی	۱۳۰۶ھ

(۸۱) صاحب سلم العلوم

نام و نسب اور پیدائش..... ہندوستان کی سیر حاصل زمین نے جہاں فقہ و حدیث میں صفائی علمی متقی، شیخ عبدالحق، کلام و اسرار شریعت میں تبحر العلوم اور شہادہ فی اللہ لوبد معانی میں عبدالمقتدر ملک العلماء اور ملا محمود، لوب و شاعری میں سلمان خسر اور فیضی تاریخ و خبر میں برنی ابو الفضل اور آزاد بلگرامی کو پیدا کیا ہیں فلسفہ و منطق میں ملا نظام الدین اور ملا محبت اللہ کو پیدا کیا۔ آپ کا نام محبت اللہ ہے اور والد کا نام عبد الشکور، مولانا آزاد نے ”سبتہ الرحمان“ میں لکھا ہے کہ صوبہ بہار میں کڑا نامی گاؤں ”جو“ محبت علی پور“ پر گنہ سے تعلق رکھتا ہے یہاں آپ پیدا ہوئے آپ کا تعلق بہار کی ایک شریف قوم ملک“ سے تھا جس کی اس زمانہ میں بھی اس صوبہ میں معقول تعداد ہے اور دینی و دنیوی ہر حیثیت سے مسلمانوں میں ایک امتیاز رکھتی ہے نہ صرف قدیم بلکہ جدید تعلیم یافتوں کا طبقہ بہار میں ”ملک“ ہی قوم سے تعلق رکھتا ہے۔

تحصیل علوم..... عقوان شباب میں دہلی یورپ کی سیاحت کی اور جا بجا چیدہ چیدہ حضرات شیخ قطب الدین بن عبدالحلیم انصاری سہاوی وغیرہ سے ابتدائی اور درجات و سنی کی کتابیں پڑھیں آخر میں علامہ سید قطب الدین حسینی شمس آبادی کی خدمت میں شمس آباد (مھنوج) پہنچے اور اس قطب والا درجات کی رہنمائی سے درجات تکمیل طے کر کے زیور فضائل سے آراستہ ہوئے مولانا فضل لام خیر آبادی نے ”آمد نامہ“ میں لکھا ہے کہ آپ ملا ابو الواعظ بن قاضی صدر الدین (اتالیق اور نگ زیب عالمگیر و یکے از مولفین عالمگیری) کے درس میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر آپ کے پاس وقت نہ تھا اس لئے سہالی جا کر ملا قطب الدین شہید کے شاگرد ہو گئے، صاحب مآثر الکرام نے آپ کو ”بحریت از علوم و بد ریت ہیں الجوم“ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ قاضی صاحب کا اختر اقبال براؤن جلال..... قاضی محبت اللہ نے اپنے زمانہ میں جہاں دینی حیثیت سے کمال حاصل کیا

وہیں دنیوی حیثیت سے بھی ترقی کے آخری نقطہ پر پہنچے جو ملائیر کے پیشہ کرنے والوں کی معراج کمال تھا یعنی تکمیل علوم سے فراغت کے بعد دکن کی جانب سفر کیا اور بارگاہ غلد مکالم (عالمگیر بادشاہ) میں باریاب ہو کر لکھنؤ کے منصب قضاء پر فائز ہوئے تھوڑے دنوں کے بعد اس منصب سے معزول ہو کر دوبارہ دکن کا رخ کیا اور حیدر آباد کے منصب قضاء کی خدمت میں مامور اور سر فراز ہوئے لیکن خاص سبب سے معصوب ہو کر یہاں سے بھی معزول ہو گئے کچھ ارکان دولت عالمگیری کی سفارش سے عتاب سے نجات پا کر شاہزادہ ربیع القدر (ابن شاہ عالم بن اورنگ زیب) کے اتالیق مقرر ہوئے جب شاہ عالم پیشگاہ خلافت سے صوبہ کابل کی گورنری پر مامور ہوئے تو قاضی صاحب شاہزادہ کے ہمراہ کابل پہنچے سلطان عالمگیری کی وفات کے بعد جب شاہ عالم سلطنت مغلیہ کے فرمانروا اعظم اور متحد مطلق شہنشاہ ہو کر ہندوستان واپس ہوئے تو قاضی صاحب کا اختر اقبال بنی ادب جلال پر پہنچا بقول مولانا آزاد صدارت مجموعہ ممالک ہندوستان کے منصب جلیل پر سر فراز ہوئے جو ہندوستان میں شیخ الاسلامی کے عہدہ کے مرادف تھا نیز مزید اکرامات و اعزازات کے ساتھ شاہ عالم نے ”فاضل خاں“ کے پر ہیبت خطاب سے ان کے لامباہت میں چار چاند لگائے۔

محبت اللہ کی علمی یادداشت جھاپ دی گئی ہے جس میں موصوف نے عہد نعت کے بعد لکھا ہے کہ اصل کتاب کی تالیف سے فارغ ہونے کے بعد میرے بعض دوستوں نے فرمائش کی کہ خود ہی اپنی اس کتاب کے مشکلات کی تشریح میں ایک حاشیہ لکھوں بہر حال اصل متن اور اس کے حواشی لکھنے کے وقت جو کتابیں ان کے سامنے تھیں ان کی فہرست خود انہی کے قلم سے یہ ہے۔

واعلم انه قد جمع الله بفضلہ لدى حين تصنیفی لهذا الكتاب من كتب الحنفیت كتاب البزدوی وکشف المنار و البدیع و شرح الشراح و التوضیح و التلویح و التحریر لابن الهام و التقریر و التیسیر مع شروحه و من کتب الشافعیة للحصول للامام الرازی الاحکام للامدی و شرح المختصر للقاضی و تعلیقاته مع حاشیة السید الشریف والا بھری و شرح الشرح الضحانی و حاشیة الفاضل میرزان جان مالو و دو العقول المنہاج البیضاوی و شرحه للاسوی و من کتب المالکیة المختصر و المنہی لابن الحاجب۔

معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے پاس اس کتاب کی تصنیف کے زمانہ میں حسب ذیل کتابوں کا ذخیرہ جمع کر دیا تھا حنفیوں کے اصول فقہ کی کتابوں میں سے تو البزدوی اور اصول سرخی، کشف بزودی کشف السناد اور البدیع نیز البدیع کے شارحوں نے جو اس کی شرحیں لکھی ہیں تو صیح و تلویح ابن ہام کی تحریر (اس کی شرح) التقریر اور التیسیر اپنے مختلف شروح کے ساتھ یوں ہی شافعیوں کی کتابوں میں سے الحصول للامام راہی کی الاحکام آمدی کی شرح مختصر قاضی کی نیز اس کے تعلقاً سید شریف کے حاشیہ کے ساتھ الابھری کی شرح نیز تفتازانی کی شرح الشرح اور فاضل میرزا جان کا حاشیہ الودود اور العقول نامی کتابیں بھی قاضی بیضاوی کی منہاج اور انھوں نے جو اس کی شرح لکھی ہے اور مالکیوں کی کتابوں میں ابن حاجب کی مختصر اور منہی الاصول۔

اہل علم جانتے ہیں کہ ملاحت اللہ نے کتب اصول فقہ کی جو فہرست پیش کی ہے کتنی جامع اور حادثہ پرست ہے اس فن کی اہم کتابوں میں خود ہی غور کیجئے کہ آخر کون سی کتاب رہ گئی ہے صرف اصول اخصاف کی ہی کتابیں نہیں بلکہ شافعی مالکی اصول فقہ کی اہمات کتب بھی زیر مطالعہ تھیں۔

محبت اللہ و امان اللہ میں مباحثہ..... مولانا آزاد نے ملاحت اللہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کا لور مولانا حافظ امان اللہ بناری کا اجتماع اتفاقاً لکھنؤ میں ہو گیا، ملاحت اللہ لکھنؤ کے قاضی تھے اور حافظ صاحب صدر الصدور دونوں ایک ہی استاد مولانا قطب الدین شمس آبادی کے شاگرد تھے اسی معاشرت نے دونوں میں مقابلہ کا بازار کچھ دنوں تک گرم رکھا، لکھتے ہیں ”ہم طریق مباحثہ علمی مملوک واستمد“

علمی کارنامے..... علامہ موصوف نے (الجواہر المفردہ فی بحث جزء لا یجزی (۲) سالہ فی المباحثات العامة الورد (۳) سالہ فی ان مذہب الحنفیۃ بعد من الرائی من مذہب الشافعیۃ (۴) منہیات حواشی مسلم الثبوت وغیرہ مختلف کتابیں

تصنیف کیں۔ فن منطق میں (۵) سلم العلوم جیسا معرکہ الاراء متن متین جس نے منطقی دنیا میں پہلے پہلو اور اصول فقہ میں (۶) مسلم الثبوت جیسی شہرہ آفاق ویش رہا کتاب جو بقول مولانا شبلی "درس نظامیہ کے نصف نصاب کو اپنے نیچے تقریباً دو سال اس نے دبا کر رکھا۔ درس نظامیہ کی مشہور کتابیں ہیں، مسلم الثبوت کتاب سلم العلوم کے بعد کی تصنیف ہے کیونکہ مسلم الثبوت میں کئی جگہ سلم کا حوالہ موجود ہے چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں "وفیہ نظر اشترت الیہ فی السلم" (۷) الافادات اس کا ذکر مسلم الثبوت میں موجود ہے حیث قال "وقد فرغنا عننا فی السلم والافادات" (۸) الفطرۃ اللہیہ یہ ایک رسالہ ہے جس میں اصول عامہ مذکور ہیں جن میں سے ایک مسئلہ اختیار ہے اس کا ذکر بھی مسلم الثبوت میں موجود ہے جس کی بابت موصوف نے کہا ہے "وانما الاجادی من تقادیر المعصا" کہ یہ بہت ہی نافع کتاب ہے۔

علمی کامناموں نے ملا کو محسود اقران بنادیا..... اور ان کو بدنام کرنے کی یہ عجیب کوشش کی گئی کہ کسی صاحب نے منطق میں ایک رسالہ لکھا جس کے عام مسائل کی عبارتیں ہی نہیں بلکہ مسلم کے مشہور دیباچہ "سبحانہ ما اعظم شأنہ" سے ملا جلا خطبہ بھی لکھا جس کے کچھ الفاظ مولانا محمود الحسن ٹوٹکی کی کتاب "معجم المصنفین" میں نقل بھی کیے ہیں۔

"الحمد لمن هو عن الکلیت والجزئیات تعالیٰ و عن الجنس و الفصل تبری فلا یحد ولا یحد بہ نعم یتصور بوجہ یمتاوہ اہ" اور لطیفہ یہ گڑھا کہ مشہور معقول و کلامی مصنف مرزا جان کی طرف اس کو منسوب کر دیا، مقصد یہ تھا کہ محبت اللہ کی کتاب سرور قہ ثابت ہو جائے تماشا کی بات یہ ہے کہ ایک ایرانی عالم کی کتاب "روضات الجنات" جس میں علماء کے حالات میں خود مرزا جان اور ان کے معاصر ابوالحسن الکاشی کے متعلق لکھا ہے "کان منجھلان من کثیر الکتاب الغیر المتدلولہ" (یعنی یہ دونوں غیر مشہور کتابوں سے چرایا کرتے تھے لکھا ہے کہ زیادہ تر غیث منصور کی کتابوں سے یہ دونوں حضرات سرور قہ کیا کرتے تھے۔ غالباً مرزا جان کی طرف منسوب کرنے کی وجہ بھی یہی ہوئی کہ وہ خود اس مسئلہ میں بدنام تھے واقعہ یہ ہے کہ مسلم جیسی کتاب اگر مرزا جان صاحب کے قلم سے پہلے ہی نکل چکی ہوتی تو جہاں ان کی بیسیوں معمولی کتابیں علما میں پھیلی ہوتی ہیں ایسا متن متین گوشہ گمناہی میں کیوں بڑا رہ جاتا۔

نیز ملاحبت اللہ کی عبادت میں جو آمد ہے اور اس جعلی کتاب میں جو آور ہے خود دلیل ہے اس کے جعلی ہونے کی محبت اللہ ایک خاص طرز تعبیر کے موجد ہیں مسلم میں بھی ان کا یہی رنگ ہے لیکن مرزا جان کی کسی کتاب کی عبارت مسلم و مسلم کے طرز کی نہیں ہے۔

لطیفہ..... کتب خانہ عرفانیہ میں مسلم الثبوت کی ایک شرح قلمی موجود ہے شارح کا نام تو معلوم نہیں ہو سکا لیکن اس کے کاتب محمد اکمل کے قلم سے ایک نوٹ شروع میں درج ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۵ شعبان ۱۸۰ھ کو یہ شرح تصنیف ہوئی اور ۱۱۳۹ھ میں کاتب نے مصنف کے اصل مسودہ سے یہ بیضہ تیار کیا اس وقت شارح کا انتقال ہو چکا تھا اس کتاب میں متن کی عبارت "لما بعد فیتول الشکور البصور محبت اللہ بن عبد الشکور" کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے "فی الحاشیہ" الوصف الاول کانہ بالارث والوصف الثانی کانہ بنصرہ" اس کے بعد لکھا ہے کہ طلبہ میں یہ بات مشہور ہے کہ مصنف نے اس کتاب کو تصنیف کرنے کے بعد اپنے استاد عالم تحریری ذی خیر شیخ قطب الدین انجھوی مشہور بہ شمس آبادی کی خدمت میں بھیجا انھوں نے جب یہ عبارت دیکھی تو فرمایا کہ یہ اس نے کیا کیا کہ اپنے باپ کو اپنا غلام بنالیا۔

وفات..... شاہ عالمگیر اورنگ زیب نے اپنے پوتے (شاہ عالم کے صاحبزادے) فریح القدر کی تعلیم کیلئے ملاحبت اللہ کو شاہ عالم گورنر کابل کے ساتھ کابل بھیج دیا تھا انہی دونوں میں عالمگیر کی وفات ہو گئی یہ خبر کابل پہنچی تو اس جاں گداز مصیبت پر شاہ عالم وہاں سے ۱۱۱۸ھ میں اکبر آباد پہنچے اور اس کے دوسرے سال یعنی ۱۱۱۹ھ میں قاضی صاحب منصب حیات سے ہمیشہ کیلئے معزول ہو گئے تاریخ وفات..... "مذہر" اور قاضی مولوی محبت اللہ اور مصرعہ رفتہ سوئے لرم محبت اللہ سے ظاہر ہے۔

شروح و حواشی مسلم..... (۱) شرح سلم از قاضی مبارک بن محمد دائم گویا موی (۲) شرح سلم از ملا محمد اللہ سندیلوی (۳) شرح سلم از ملا حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ (۴) شرح سلم از محمد مبین بن ملاحبت اللہ بن احمد عبد الحق (۵) البحر العلوم از مولانا عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الشہید (۶) اصعاد المعلوم از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ

لکھنوی (۷) ضیاء النجوم از علامہ محمد ابراہیم صاحب بلداوی۔ (۸) کشف الاسرار از ملا کندیامرحوم (۹) شرح سلم از ملا احمد عبدالحق بن ملا قطب الدین فرنگی بھلی (۱۰) شرح سلم از قاضی احمد علی بن سید فتح محمد سندیلی (۱۱) شرح سلم (۱۲) تالاحمد ولایتصور) از مفتی شرف الدین رامپوری (۱۳) شرح سلم از علامہ محمد بن علی الصبان متوفی ۱۲۰۶ھ (۱۴) شرح سلم از محمد وارث رسول نمائنداری (۱۵) انوار العلوم اردو از انوار الحق کاکا خلی پشادری۔

(۸۲) ملا احمد اللہ

نام و نسب..... آپ کا نام حمد اللہ ہے اور والد کا نام حکیم شکر اللہ سلسلہ نسب یوں ہے حمد اللہ بن حکیم شکر اللہ بن شیخ وانیال بن میر محمد صدیقی سندیلوی، ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سالوی اور شیخ کمال الدین فتح پوری کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں نہایت بلند پایہ معقول عالم اور حازق طیب تھے۔

درس و مدرس میں..... قصبہ سندیلہ جس کو آپ کا وطن عزیز ہونے کا فخر حاصل ہے اسی سندیلہ کے ایک مدرسہ میں عرصہ تک درس و افتادہ میں مشغول رہے آپ کے دامن تربیت سے فیض یافتہ بہت سے نامور فضلاء نکلے مثلاً قاضی احمد علی سندیلوی (۱) صاحب ترجمہ مولوی احمد حسین لکھنوی، ملا باب اللہ جوپوری، مولوی محمد اعظم قاضی زادہ سندیلہ، مولوی عبد اللہ بن زین العابدین مجدد زادہ سندیلہ وغیرہ۔

علمی مقام..... صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں ”کان من الاساتذۃ المشہورین فی ارض الہندیہ سرزمین ہندوستان میں مشہور اساتذہ میں سے تھے“ ایک جگہ لکھتے ہیں ”اتہت الیہ الامامۃ فی العلم والتدریس“ علم و تدریس میں امامت اسی پر ختم تھی۔ قدر و منزلت..... ملا احمد اللہ کے ساتھ وزیر ممالک مغلیہ ابوالمصور نواب صفدر جنگ کا بہت گہرا تعلق تھا اور اس کی نگاہ میں آپ کی غیر معمولی وقعت بھی اسی لئے نواب موصوف نے آپ کو دلی دربار سے ”فضل اللہ خان“ کا خطاب دلوا لیا تھا ان کے تعلقات کی جو نوعیت تھی صاحب تذکرہ علماء ہند اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں نواب ابوالمصور خان صوبہ دار اور نواب ابوالمصور خان جو صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے۔

دستار بدل برادرانہ کا تعلق رکھتے تھے

بودے دستار بدل برادرانہ داشت

دستار بدل برادرانہ کا مطلب..... دستور تھا کہ جو واقع میں بھائی نہ ہوتا تھا اس کو کوئی بھائی بنانا چاہتا تو اپنی پگڑی یا ٹوپی اس کے سر پر اور اس کی پگڑی یا ٹوپی اپنے سر پر رکھتا اسی کا نام ”دستار بدل برادرانہ“ تھا۔ اخوت کا جو تعلق اس رسم کے بعد قائم ہوتا تھا وہ رشتہ کے تعلقات سے بھی آگے بڑھ جاتا تھا آخر دم تک لوگوں کو اس کا لحاظ دیاں کرنا پڑتا تھا۔

صفدر جنگ کے عہد اقتدار میں علم و کمال کی وہ بے قدری تھی کہ بیک گردش قلم خاندان تباہ و برباد کر دیے گئے مگر یہی نواب اپنی دستار ایک معمولی قصبائی مولوی کے سر پر رکھ کر ان کو اپنا بھائی بناتا ہے اس سے ملا احمد اللہ کی معقول وقعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے علاوہ ازیں موصوف نے احمد شاہ دہلوی سے سفارش کر کے آپ کو چند گاؤں بطور جاگیر دلوائے جس کے بعد آپ نے سندیلہ میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا۔

ملا کا مذہب..... مولوی حمد اللہ کس اعتقاد کے آدمی تھے صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا لیکن چونکہ حمد اللہ میں میر باقر دہلاد کے متعلق عموماً ”خیر الخلق بالمرہ“ کا خطاب التزاماً استعمال کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فرقہ امامیہ کے عالم ہماء الدین عالمی کی کتاب ”ربدہ الاصول“ (جو غالباً شیعی اصول فقہ کی کتاب ہے) اس کی شرح بھی لکھی ہے اس لئے لوگوں کا عام خیال یہ ہے کہ انھوں نے ذاتی طور پر شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔

وفات..... ۱۲۰۰ھ میں آپ نے دہلی میں وفات پائی اور حضرت قطب الدین اوشی کے مزار کے جانب غرب و جنوب میں مدفون ہوئے۔

تصانیف..... ملا احمد اللہ نے بہت سی معرکتہ الراء کتابیں تصنیف کیں جو زیادہ تر فن معقولات ہی سے متعلق ہیں چنانچہ

۱۔ از نظام العلیم، شاعر ارمائی، معارف مشہورہ، ہند، حدائق حنفیہ، آمدنامہ

حمد اللہ (شرح تصدیقات سلم حاشیہ شمس بازغہ حاشیہ بر صدر اشراج زبدۃ الاصول عالی آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔

فہرست حواشی کتاب حمد اللہ

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ بر حمد اللہ	مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ
۲	=====	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	۱۲۹۳ھ
۳	=====	مفتی عبداللہ شمس العلماء ٹوکی	-
۴	=====	مفتی عنایت احمد کاکوروی	۱۲۷۹ھ
۵	=====	مولوی عبدالکلیم بن عبدالرب بن بحر العلوم عبدالعلی	۱۲۸۷ھ
۶	رفع الاشتباه عن شرح السلم	مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	-
۷	کشف الاشتباه ==	مولوی عبدالکلیم بن امین اللہ بن محمد اکبری فرنگی محلی	۳۸۵ھ
۸	حاشیہ حمد اللہ	مولوی عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۳۱۶ھ
۹	تعلیقات بر حمد اللہ	مولوی حیدر علی بن حمد اللہ سندیلوی لہ	۱۲۲۵ھ

(۸۳) قاضی مبارک

نام و نسب آپ کا نام مبارک ہے اور والد کا نام محمد دائم، وطن عزیز گویا موہے، سلطان ابراہیم بن ادبہم کی اولاد سے ہیں سلسلہ نسب یوں ہے قاضی مبارک بن دائم علی بن عبدالحی بن عبدالحکیم بن المبارک ادبہمی ناٹھی گویا موہی، مولوی حمد اللہ سندیلوی اور مولوی قاضی احمد علی سندیلوی کے ہم عصر ہیں اور ان دونوں حضرات سے علمی مباحثہ و مناظرہ بھی رکھتے ہیں۔ تحصیل علوم آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا محمد دائم علی ادبہمی اور قاضی شہاب الدین گویا مری سے پائی مولوی حکیم عبدالحی صاحب مرحوم نزمہ الخواطر میں لکھتے ہیں ”و تلقی العلم فی مصرہ عن القاضی شہاب الدین الکوفا موسیٰ“ پھر خیر آباد جا کر محدث وقت حاجی محمد صفت حسینی غیر آبادی سے سند حدیث حاصل کی اور اکبر آباد پہنچ کر میرزا ہد بن محمد اسلم بیروی سے معقولات کی تکمیل کی اس کے بعد دہلی تشریف لائے اور مدت دراز تک درس و افتادہ میں مشغول رہے۔

مختصر مکر جامع تعارف مولانا فضل امام خیر آبادی آمد نامہ میں لکھتے ہیں ”قاضی مبارک ذہن رسا و طبیعت عالی داشت اور امور عامہ وانی مشہور بود اول کسی کہ حاشیہ بر میرزا ہد نوشت و سلم را شرح کرد و ابوہد، تیج طرز میرزا قروا ماد است عبارت شرح مسلم بیروی میرا اختیار کردہ“ صاحب نزمہ الخواطر لکھتے ہیں ”کان من مشاہیر الازکیاء شہرہ مغنیۃ عن الاطباء فی وصفہ“ آپ مشہور ترین ذہانت و ذکاوت والوں میں سے تھے اور آپ کو ایسی شہرت حاصل تھی کہ تعریف و توصیف کی زیادتی سے آپ بے نیاز تھے۔

وفات ۵ شوال ۱۱۶۲ھ میں بعد احمد شاہ دہلی میں انتقال ہوا جنازہ دہلی سے گویا مولایا گیا اور جھر امجد کے مدرسہ میں دفن کیے گئے مادہ تاریخ حسن خاتمہ ہے۔

تصانیف آپ کی تصانیف یہ ہیں (۱) حاشیہ شرح مواقف (۲) تعلیقات بر حاشیہ سید زاہد علی ابوالرسانۃ الطلیۃ (۳) تعلیقات بر حاشیہ شرح تہذیب حق الدوانی (۴) شرح سلم مشہور بقاضی مبارک قابل فی خاتمہ قد تم اشراج بفضل من اللہ تعالیٰ و تبارک من عبدہ محمد مبارک فی سئۃ الف و مائۃ اربعین و ثلث من الحجۃ النبویۃ فی سابع شہر ربیع الاول یوم النہس فی بلدہ شاجہاں آباد۔

۱۔ از تذکرہ علماء ہند نظام تعلیم و تربیت نزمہ الخواطر وغیرہ ۱۲۔

فہرست حواشی قاضی مبارک

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	الحقین الرضی علی شرح القاضی	مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ
۲	حاشیہ شرح قاضی	حافظ دراز محمد احسن محمد صادق بن محمد اشرف پشوری	۱۲۶۳ھ
۳	=====	مولانا فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۲۷۸ھ
۴	=====	مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۳۱۶ھ
۵	القول السلم علی شرح السلم	مولانا عبدالحق بھوپالی	-
۶	حاشیہ شرح قاضی	مولانا محمد یوسف لہ	-

(۸۴) ملا حسن

نام و نسب آپ کا نام محمد حسن ہے اور والد کا نام قاضی غلام مصطفیٰ سلسلہ نسب یوں ہے محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ بن ملا اسعد بن قطب الدین شہید سہاوی۔

تحصیل علم آپ نے بعض کتابیں اپنے ماموں ملا اکمال الدین فتح پوری سے اور اکثر کتب استاذ المسند مولانا نظام الدین بن قطب الدین شہید سے پڑھ کر تمام علوم میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ علمایان کرتے ہیں کہ اگر ملا حسن شیخ ابن سینا سے معقولات میں مقابلہ کرتے تو ان پر غالب آجاتے ایک دن اپنے استاذ نظام الدین سے کسی منطقی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے استاذ نے فرمایا کہ شیخ نے سقاء میں یہ کہا ہے تم کیوں اس کے خلاف گفتگو کر رہے ہو ملا حسن نے باادب عرض کیا کہ معقولات میں تقلید نہیں کی جاسکتی شیخ نے یہ کہا ہے میں یہ کہتا ہوں آپ شاہ اسحاق خاں شاہجہان پوری کے مرید اور شاہ عبد الرزاق ہانسوی کے خلیفہ تھے۔

قوت حافظہ ملا حسن اپنے تمام بھائیوں سے ذکاوت و ذہانت میں سبقت لے گئے تھے کبھی ان کو کتاب کی مراجعت کی حاجت نہیں پڑتی تھی قوت حافظہ اس قدر زبردست تھی کہ کتب درسیہ کی عبارتیں ان کو زبانی یاد تھیں یہاں تک کہ اگر ہدایہ وغیرہ کی مانند کسی کتاب کی عبارت غلط ہوتی اور کئی سطریں پچھوٹ گئی ہوئیں تو اس کو اپنی یاد سے درست فرمادیتے اور پوری شیخ عبارت پڑھ دیتے واقعہ یہ ہے کہ خاندان فرنگی محل میں ملا حسن سے زائد قوی الحافظہ ذہین ذکی اور طریق منطقی پر بحث کا ہر کوئی نہیں گزرا۔

درس و تدریس آپ نے ایک زمانہ تک فرنگی محل میں تدریس و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا ایک عالم اس چشمہ علم سے سیراب ہو اور دور کے طلبہ آپ کے پاس پڑھنے کیلئے آتے تھے مولوی محمد مبین لکھنوی اور مولوی عماد الدین کبکنی آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

سفر شاہ جہانپور ایک مذہبی مناقشہ کی وجہ سے آپ کو ترک وطن کرنا پڑا اور پوشیدہ طور پر شاہ جہاں پور کی جانب سفر فرمایا وہاں پہنچ کر حضرت سید مدن میاں کے دولت کدہ پر قیام فرمایا چونکہ اس زمانہ میں حافظ رحمت خاں والی شاہجہانپور مرہٹوں کے ساتھ جہاد کرنے کے انتظامات میں شب و روز لگے ہوئے تھے اس لیے وہ ملا حسن کی خدمت نہ کر سکے۔

ضابطہ خاں کے یہاں باضابطہ قیام اسی درمیان میں ضابطہ خاں بن نجیب الدولہ نے آپ کو بلا بھیجا اور آپ کے تشریف لے جانے پر نہایت اعزاز و اکرام کیا اور معقول مشاہرہ مقرر کر کے آپ کے استاد ملا اکمال الدین کی جگہ پر دربار انگریز کے مدرسہ میں مقرر کر دیا، مولوی برکت اللہ آبادی بھی اس زمانہ میں وہیں تھے ضابطہ خاں کو مرہٹوں سے شکست ہو گئی

۱۔ الزہدہ الخواطر تذکرہ علماء ہند حاشیہ باغی ہند وستان ۱۳۔ ۲۔ نجیب آباد کے قریب ایک مقام ہے جو ان دنوں دار الحکومت تھا۔

اور نظام سلطنت درہم برہم ہو گیا ملا حسن دہلی چلے گئے اور کچھ زمانہ تک شاہ عالم کی رفاقت میں رہے اس کے بعد ضابطہ خاں کا انتظام سلطنت درست ہو گیا تو انھوں نے آپ کو پھر بلوالیا اور بدستور سابق اعزاز و احترام کے ساتھ دارانگر کا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا۔

شہر رامپور کو واپسی..... کچھ زمانہ کے بعد ضابطہ خاں کو پھر متعدد لڑائیوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا جس کی وجہ سے نظام بہت گریز ہو گیا مجبوراً آپ رامپور واپس آئے اور یہاں اقامت اختیار فرمائی، نواب فیض اللہ خاں دہلی رامپور نہایت اعزاز سے پیش آئے اور گرانقدر تنخواہ مقرری کر کے سرکاری مدرسہ آپ کے سپرد کیا۔

وفات..... آپ نے وہیں ۱۲۰۹ھ میں بعد بہادر شاہ وفات پائی آپ کا مزار رامپور ہی میں ہے۔
الباقیات الصالحات..... ملا حسن سے زائد فرنگی محل میں کسی نے عقد نکاح نہیں کئے موصوف کے پانچ عقد ہوئے ایک مولانا احمد عبدالحق کی صاحبزادی سے جن کے بطن سے پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں کوئی لڑکا نہیں ہوا دوسرا عقد ایک زن اجنبیہ سے لکھنؤ میں ہوا جن سے دو صاحبزادے عبد اللہ اور عبد الرزاق پیدا ہوئے تیسرا عقد صفی پور میں ہوا جن سے صرف ایک صاحبزادہ غلام دوست محمد پیدا ہوا چوتھا اور پانچواں عقد رامپور میں ہوا پانچویں بیوی سے صرف دو صاحبزادے محمد اسحاق اور محمد یوسف پیدا ہوئے آپ کی اولاد میں سے سوائے دوست محمد کی اولاد کے اور کوئی باقی نہیں ہے۔

تصانیف..... (۱) شرح مسلم الثبوت (۲) حاشیہ بر صدر (۳) حواشی زوائد ثلثہ (۴) معارج العلوم متن منطق میں (۵) مدارج العلوم متن حکمت میں (۶) حاشیہ شمس بازغہ (۷) ملا حسن..... شرح مسلم تاج محل موجبات آپ کے کمال جود و طبع پر یہ شرح شاہ عدل ہے طرز معقولی میں مسلم کی کوئی شرح اس کے مقابل نہیں ہو سکتی۔

حواشی ملا حسن..... (۱) انطیق الاحسن علی شرح ملا حسن ابوالبرکات رکن الدین مولانا تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھنوی متوفی ۱۲۸۱ھ القول الاکمل شرح العلم از مولانا عبد الحکیم بن امین اللہ بن محمد اکبر انصاری فرنگی محلی متوفی ۱۲۸۵ھ (۳) التحقيق الاقن علی شرح المسلم لملا حسن از مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) سوانح الزمن علی المولوی حسن از مولانا حافظ محمد حسن مصلی ل۔

(۸۵) صاحب مرقات

نام و نسب..... آپ کا نام فضل الامام ہے اور والد کا نام شیخ محمد ارشد پور انساب نامہ یوں ہے۔
فضل امام بن شیخ محمد ارشد بن حافظ محمد ضارح بن ملا عبد الواحد بن عبد الماجد بن قاضی صدر الدین بن قاضی اسماعیل

ہرگامی بن قاضی عماد الدین بدایونی بن شیخ ارزانی بن شیخ منور بن شیخ خلیف الملک بن شیخ سالار شام بن شیخ وجید الملک بن شیخ بماء الدین بن شیر الملک شاہ۔
ان چودہ واسطوں کے بعد یعنی شیر الملک پر آپ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ دلی اللہ صاحب کے شجرہ نسب سے مل جاتا ہے اس کے بعد کا سلسلہ یہ ہے۔

ابن شاہ عطا الملک بن ملک بادشاہ بن حاکم بن عادل بن تارون بن جرہیں بن احمد نامہ ار بن محمد شہریار بن محمد عثمان بن دلمان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس طرح ۳۳ واسطوں سے آپ کا نسب خلیفہ ثانی تک پہنچتا ہے۔

پیدائش اور وطن عزیز..... ہندوستان کے وہ قصبہ جو مردم خیزی میں مشہور ہے ہیں ان میں ضلع پیتاپور کا قصبہ خیر آباد بھی ہے اب چودھویں صدی کے ربع آخر میں اس کی حالت کچھ بھی ہو مگر حلقہ درس و تدریس سے تعلق رکھنے والے

۱۔ افتد کرۃ علماء فرنگی محل تذکرہ علماء ہند مذکرہ الصالحین وغیرہ ۱۲

جانتے ہیں کہ گذشتہ صدی کے آخر تک خیر آباد کو خیر البلاد لکھا جاتا تھا حضرت مولانا فضل امام صاحب اسی خیر آباد کے مشہور فاضل ہیں لیکن چند وجوہ و اسباب کی بنا پر آپ نے شاہجہاں آباد میں اس طرح توطن اختیار کیا کہ یہیں کے رؤسا میں محسوب ہوئے گئے۔

آباد اجداد..... آپ کے مورث اعلیٰ شیخ الملک ایک قطعہ ملک ایران پر قابض و حکمران تھے زوال ریاست پر دولت علم کمائی ان کے دو صاحبزادے بہاء الدین و محسن الدین ایران سے وارد ہندوستان ہوئے محسن الدین نے مسند افتاد و ہیک سنہیالی شاہ ولی اللہ صاحب انہی کی لولاد سے تھے اور بہاء الدین قبلۃ الاسلام بدایوں کے مفتی ہوئے ان کی لولاد میں شیخ ارزانی بدایونی نامور بزرگ اور اعلیٰ درجہ کے مفتی ہوئے۔

شیخ عماد الدین بن شیخ ارزانی تحصیل علم کی خاطر قاضی ہر گام (ضلع سیتاپور اودھ) کی خدمت بابرکت میں پہنچے قاضی صاحب نے تحقیق شرافت و نجابت کے بعد اپنا داماد بنالیا۔ قاضی صاحب کے انتقال کے بعد قاضی ہر گام بن گئے وہیں شیخ اسماعیل پیدا ہوئے آپ کے والد شیخ محمد ارشد نے ہر گام کو خیر باد کہہ کر خیر آباد ضلع سیتاپور آباد کیا۔

والد ماجد..... شیخ محمد ارشد فرشتہ سیرت انسان تھے مولانا احمد اللہ بن حاجی صفت اللہ محدث خیر آبادی سے بیعت تھے آپ کے ایک صاحبزادے عالم جوانی میں فوت ہو گئے یہ اقتضائے عمری احکام شریعہ کے پابند نہ تھے اس لئے شیخ محمد ارشد کو تشویش رہتی تھی پیر و مرشد کی خدمت میں قلبی بے چینی ظاہر کی پیر نے دعا کی۔ شب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی دیکھا کہ آپ کے باغ میں (جہاں مرحوم کی قبر تھی) تشریف لائے اور نیل کے درخت کے نیچے وضو فرمایا بعد نماز فجر بیرو مرید دونوں ایک دوسرے کو حباک باد دینے روانہ ہوئے راستہ میں دونوں ملائی ہوئے تو ایک نے دوسرے کو بشارت کا حال بتلایا وہیں سے دونوں کے باغ میں پہنچے دیکھا کہ مقام معمور میں وضو کا اثر یعنی پانی کی تری موجود تھی ایک عرصہ تک لوگ اس کی زیارت کرتے رہے مولانا تقی علی خاں بھی مع صاحبزادہ مولانا احمد رضا خان ۱۳۰۹ھ میں اس مقام کی زیارت کیلئے بریلی سے خیر آباد پہنچے اور مولانا حسن بخش کے مہمان ہوئے۔

افسوس کہ نہ اب وہ درخت باقی ہے نہ اس جگہ کا پتہ چل سکتا ہے مفتی فخر الحسن خیر آبادی جوان معزز مہمانوں کی زیارت میں شریک تھے خلیفہ کے پاس اس نیل کے درخت کی جگہ بتاتے ہیں۔

تحصیل علم..... مولانا فضل امام صاحب بڑے طباطبائی تھے مولانا سید عبدالواجد کرمانی غیر آبادی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے علوم فقہیہ و عقیدہ انہی سے حاصل کیے اس کے بعد دہلی میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہوئے مولانا شاہ صلاح الدین صفوی گویا موی (تلمیذ رشید مولانا محمد اعظم سندیلوی و مرید و خلیفہ مولانا شاہ قدرت اللہ صاحب صفی پوری) کے مرید تھے۔

درس و تدریس..... فرائض ملازمت کے ساتھ مشغلہ تدریس و تصنیف ہمیشہ جاری رکھا مادہ انعام و تقسیم خدا نے ایسا بخشا تھا کہ ایک بار شریک درس ہونے کے بعد طالب علم دوسری طرف کا رخ بھی نہ کرتا تھا آپ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ نمایاں آپ کے صاحبزادے فضل حق اور مفتی صدر الدین خاں آزرہ صدقہ الصدور دہلی ہوئے مولوی سناء الدین احمد بن محمد شفیع بدایونی اور شاہ غوث علی بھی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

طلبا کے ساتھ حسن سلوک..... شاہ غوث علی صاحب جو موصوف کے شاگرد اور صوفی منش بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے تمام عمر سیاحت میں بسر کی ان کا بیان تذکرہ خوشہ میں نظر سے لکھا فرماتے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ عید القادر صاحب اور مولانا فضل امام صاحب کی شاگردی کا فخر مجھے حاصل ہے آخر الذکر استاذ کی جو شفقت میرے حال پر تھی وہ بیان سے باہر ہے مولانا کے ساتھ دہلی سے پٹالہ تعلیم کی غرض سے میں بھی چلا گیا میری عمر اٹھارہ سال کی تھی استاذ عالم جاودانی کو رخصت ہو گئے میں نے بھی تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا کہ نہ ایسا شوق و قابل استیلائے گانہ پڑھوں گا ایک بار جب یہی شاہ صاحب مولانا فضل امام کے صاحبزادے علامہ فضل حق کو ملے اور موصوف نے تعلیم کے نام مل رہے جانے پر اظہار افسوس کیا تو کہنے لگے کہ ”پورے عالم ہو جاتے تو کیا ہو تا زیادہ سے زیادہ آپ جیسے ہوتے۔“

شفقت کا ادلی نمونہ..... ایک مرتبہ مولانا فضل امام نے ایک طالب علم کو فرمایا جاؤ فضل حق سے سبق پڑھ لو وہ آیا

غریب آدمی بد صورت عمر زیادہ علم کم ذہن کند یہ نازک طبع، ناز پروردہ، جمال صورت و معنی سے آراستہ چودہ برس کا سن و سال نئی فضیلت ذہن میں جورت بھلا میل طے تو کیسے طے اور صحبت راس آئے تو کیونکہ آئے تھوڑا سبق پڑھایا تھا کہ بگڑ گئے جھٹ سے اس کی کتاب پھینک دی اور برا بھلا کہہ کر نکال دیا۔ وہ روتا ہوا مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا خیال بیان کیا آپ نے فرمایا ملاو اس خبیث کو مولوی فضل حق صاحب آئے اور دست بستہ کھڑے ہوئے، مولانا نے ایک چھڑا ایسے زور سے دیا کہ ان کی دستار فضیلت دور جاڑی اور فرمانے لگے کہ تو تمام عمر بسم اللہ کے گنبد میں رہنا زونعت میں پرورش پائی جس کے سامنے کتاب کھولی اس نے خاطر داری سے پڑھایا طالب علموں کی قدر و منزلت تو کیا جانے اگر مسافرت کرتا بھیک مانگا اور طالب علم بننا تو حقیقت معلوم ہوئی، ارے طالب علمی کی قدر تو ہم سے پوچھو۔

درازی شب از مہرگان من پرس کہ یک دم خواب و پر ششم غفلت ست
خبر دار تم جانو گے اگر آئندہ ہمارے طالب علموں کو کچھ کہنا یہ چپ چاپ کھڑے رہے کچھ دم نہ مارا۔ خیر قصہ رفع دفع ہوا لیکن پھر کسی طالب علم کو کبھی کچھ نہیں کہا۔

علمی قابلیت..... کا اندازہ تو اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک جانب شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر صاحب کا ڈنکا معقولات میں بج رہا تھا اور دوسری طرف اسی دہلی میں مولانا فضل امام کے معقولات کا سکہ چل رہا تھا طلباء دونوں دریاؤں سے سیراب ہو رہے تھے سر سید احمد خاں نے آثار انصا دید میں مولانا کا ذکر جس عقیدت مندی سے کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ابتداء ان صفات والقباب سے کی ہے۔

اکمل افراد نوع انسانی مہبط انوار فیوض قدسی سراب سر چشمہ عین البقین موسس اساس ملت وین، ماحی آثار جمل، ہادیم بنا، اعتساف، غنی مر اس علم بانی مہابی انصاف، قدوہ علماء، تحول چادری، معقول منقول، سند اکابر روزگار، مرجع اعلیٰ و ادائی ہر دیار، مزاجدن شخص کمال، جامع صفات جلال و جمال، مورد فیض ازل وابد، مطرح انظار سعادت سرمد، مصداق مفہوم تمام، اجزاء واسطۃ العہد سلسلہ حکمت اثراتی و مثنائی، زہدہ کرام، اسوہ عظام، مقتدائے انام، مولانا محمد منا مولوی فضل امام اود غلم اللہ علقام فی جنتہ العیم بلطفہ البیم۔

ایک خواب اور اس کی عجیب و غریب تعبیر..... مولانا نے دہلی میں خواب دیکھا کہ رسول کریم ﷺ مکان میں فروکش ہوئے ہیں اور فلاں کمرے میں اقامت گزین ہیں تعبیر دریافت کرنے کے لئے علامہ کو شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں بھیجا، شاہ صاحب نے فرمایا کہ جاکر فوراً سامان کمرے سے نکال لو اور اس کو بالکل خالی کر دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا خالی ہوتے ہی وہ کمرہ فوراً گر گیا۔ یہ بات سمجھ میں نہ آئی شاہ صاحب سے دریافت کیا گیا کہ یہ تعبیر کیونکر ہوئی۔ فرمایا کہ اس وقت بے اختیار یہ آیت ذہن میں آگئی تھی۔

ان الملوك اذ دخلوا قریۃ ففسدھا

وفات..... ۵ ذی قعدہ ۱۲۴۰ھ کہ مولانا نے سفر آخرت اختیار کیا مرزا غالب نے حسب ذیل تاریخ وفات لکھی۔

اے درینا قدوہ ارباب فضل
چوے ارواٹ از پئے کشف شرف
چہرہ ہستی خراشیدم ست
کلام اندر سایہ لطف نی
کرد سوائے جنت المادی خرام
جست سال فوت آں عالی مقام
تابانے خرچہ گردو تمام
باد آرمٹکہ فضل امام

احاطہ درگاہ مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی میں اپنے دلو استلا مولانا محمد اعظم سندیلوی اور استلام عبدالواحد کرمانی خیر آبادی کے قریب مدفون ہوئے اب تینوں قبریں شکستہ ہیں۔

لصانثیف..... مولانا نے بیسیوں مفید و معرکہ الآراء کتابیں لکھیں جن مصنفات کا نام و پتہ معلوم ہو سکا وہ درج کی جاتی ہیں وہ ایک کے سوا سب غیر مطبوعہ ہیں سب سے زیادہ مشہور تصنیف علم منطق میں مرقا ہے جو تمام مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے اس کے علاوہ میرزا ہر سالہ میرزا ہدایت جلال اور افتخار البین پر حواشی لکھے تنقیض الشفاء حقیدہ السر اور آمد

نامہ تصنیف کیا ہے ”آدم نامہ کہ در آل قواعد فارسی بیان کرد و نیز ترجمہ علما جو ارکھنو تحریر فرمودہ
 شروح و حواشی مرقات..... (۱) شرح مرقات (عربی) از مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی
 (۲) ہدیہ شاہجہانیہ حل مرقات پیرانیہ (فارسی) از مولوی علی حسن بن نواب صدیق حسن خاں لہ بھوپالی (۳) امراہ حاشیہ
 مرقات از مولانا عماد الدین شیرکونی۔

(۸۶) صاحب شریفیہ

یہ رسالہ آداب بحث و فن مناظرہ میں سید السید میر شریف جرجانی کا ہے جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گزر چکے، موصوف نے جملہ صلوٰۃ علی سید انبیاء و سند اولیاء میں بصورت صنعت تحمیس نہایت لطیف ہدائے میں اپنے لقب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۸۷) صاحب رشیدیہ

نام و نسب..... آپ کا نام محمد عبد الرشید ہے اور لقب شمس الحق، والد کا نام محمد مصطفیٰ اور دادا کا نام عبد الحمید ہے نسلا عثمانی ہیں اٹھارہ واسطوں سے آپ کا نسب شیخ کبیر مری بن مقلس بھٹلی سے مل جاتا ہے
 سن پیدائش..... آپ ۱۰۰۰ھ میں ”برونہ“ مقام میں پیدا ہوئے جو اعمال جو پور میں سے ایک گاؤں کا نام ہے
 آپ کی والدہ شیخ نور الدین بن عبد القادر صدیقی برنوی کی صاحبزادی ہیں۔

تحفیل علوم..... شروع میں آپ نے قرآن پاک اور کچھ لکھنا پڑھنا سیکھا اس کے بعد شیخ کبیر نور سے تشریف لب ارشاد، کافیہ اور محدود عالم سدھوری سے لب و عباب کا کچھ حصہ اور ارشاد اور شیخ قاسم سے کافیہ، شرح جامی اور ارشاد کا کچھ کچھ حصہ پڑھا نیز یہ کتابیں شیخ مبارک مرغنی اور شیخ نور محمد مداری اور محی الدین بن عبد الشکور سے بھی پڑھیں اور شیخ عبد القادر بن عبد الشکور سے یزدی کی شرح تمذیب کا کچھ حصہ اور شیخ حبیب اسحاق سے حاشیہ ملازبہ کا کچھ حصہ اور شیخ جمال کوروسی سے حسامی تاج بحث امر اور شیخ محمد لاہوری سے بست باب تا آخر وائر اور سید عبد العزیز بن عتی سے شرح ہدایت الحکمت کا کچھ حصہ اور سید عبد اللہ بن عبد العزیز سے شرح شمس رازی کا کچھ حصہ اور اپنے ناموں مفتی شمس الدین برنوی سے شرح جامی حاشیہ کافیہ مع شرح شیخ بدو تا مرفوعات قصیدہ بردہ، بقیہ حسامی، مختصر مع حاشیہ، شرح وقایہ ہدایہ توضیح مع تلویح اور شیخ محمد افضل بن محمد حمزہ عثمانی جو پوری سے شرح شمس رازی شرح عقائد، مطول مع حاشیہ سید شرح مواقف مقدمات اربعہ تلویح رسالہ عضدہ تفسیر بیضاوی الشرح، حتمی مشکوٰۃ المصابیح اور پوری موجز پڑھی اور مفتی نور الحق بن عبد الحق بخاری دہلوی سے مصابیح مشکوٰۃ اور شیخ بخاری وغیرہ پڑھ کر سند حدیث حاصل کی۔

درس و تدریس..... تحفیل علوم سے فراغت کے بعد طویل مدت تک درس و افتادہ میں مشغول رہے پھر اس کو ترک کر کے کتب حقائق کے مطالعہ میں لگ گئے بالخصوص شیخ محی الدین بن العربی کی تصنیفات سے آپ کو بہت دلچسپی رہی شیخ مذکور کو جو عبارات محل طعن میں موصوف ان کو بہترین حامل بر محمول کرتے تھے۔

وقار علم و خودداری..... جب شاہجہاں تک آپ کے علم و فضل زہد و تقویٰ کا چرچا پہنچا تو مولانا آزاد لکھتے ہیں۔

صاحب قرآن شاہجہاں بہ السماع اوصاف قدسیہ خواہش ملاقات کردہ منشور طلب مصروب یکے از

ملازمان ادب دان فرستاد۔

صاحب قرآن شاہجہاں نے اوصاف قدسیہ سنتے ہی ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور طلبی کا فرمان دے کر ایک باادب

ملازم کو خدمت میں روانہ کیا۔

۱۔ شریفیہ نام سے میر صاحب کی کئی کتابیں ہیں ایک تو یہی شریفیہ فن مناظرہ میں اور ایک شریفیہ حاشیہ کافیہ علم نحو میں اور ایک شریفیہ شرح مراجعہ علم فرائض میں ۲۔ از نزہۃ النواظر باغی ہندوستان تذکرہ غوثیہ تذکرہ عطاء اللہ آثار الصلوٰۃ شاعر کرامی وغیرہ ۱۲۔

ادب دان ملازم جو علم دین کی قدر و قیمت کا جوہری تھا فرمان شاہی لے کر حاضر خدمت ہوا لیکن یہ شیخ ابا کر دو قدم از کج عزالت بیرون نہ گذاشت شیخ نے انکار کر دیا اور گوشہ تنہائی سے قدم باہر نہ رکھا۔ جس دربار میں ایک ایک آیت کی تلاوت کے صلہ میں مسلم مسلم سیر حاصل گاؤں جاگیریں میں مل رہے ہوں اہل علم سونے میں تل رہے ہوں اور بادشاہ خود بلارہا ہو۔ اس کی ذات سے کیا کیا توقعات قائم کی جاسکتی ہیں لیکن کج عزالت کی حلاوت سے جس کا ایمانی ذوق چاشنی گیر ہو چکا تھا اس نے دکھایا کہ شاہجہاں جیسے دراز کندو والے بادشاہوں کی رسائی بھی ان بلند آشیانوں تک نہیں ہے جنہوں نے ہر قسم کی غیر الہی شاخوں کو کاٹ کر الا اللہ کی بلند ترین شاخ پر اپنا نشیمن بنالیا ہے۔

شیخ زرگر بنود کج قناعت باقی ست آنکہ آں داد و بٹالیاں بگدایاں ایں دادو
طریقت و سلوک..... آپ بچپن ہی میں اپنے والد محترم شیخ محمد مصطفیٰ سے خرقہ تصوف زیب تن کر چکے تھے لیکن والد محترم کے زیر تربیت شغل ذکر و اذکار کا موقع نہ ہو سکا اور آپ جو پور آکر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے کچھ دنوں کے بعد شیخ طیب بن معین بھاری سے سرسری ملاقات ہوئی پھر ”منذولویہ“ مقام میں جو بندس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے دوبارہ ملاقات ہوئی اور کچھ دنوں تک ان کی صحبت میسر آئی آپ نے چاہا کہ بحث و اشتغال کو چھوڑ کر ان سے طریقت حاصل کر دوں مگر شیخ راضی نہ ہوئے اور جو پور جانے کا حکم فرمایا چنانچہ آپ جو پور واپس ہو گئے اور یہاں کے اساتذہ کرام سے علم کی تحصیل کی فراغت کے بعد پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقہ چشتیہ قادریہ سروردیہ میں داخل ہو کر ایک مدت تک شیخ کے زیر سایہ ذکر و اشتغال میں مشغول رہے یہاں تک کہ رتبہ مشیخت کو پہنچ گئے۔ ۱۰۴۰ھ میں شیخ نے خرقہ خلافت سے نواز اور ایک دشتیہ بھی لکھ دیا علاوہ انہیں طریقہ قادریہ میں شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم حسنی اور شیخ موسیٰ بن حامد بن عبدالرزاق سے اور طریقہ چشتیہ سروردیہ میں شیخ احمد الحکیم بھاری سے اور طریقہ قلندریہ مداریہ فردوسیہ میں شیخ عبدالقدوس بن عبدالسلام جو پوری سے بھی اجازت حاصل ہے، آپ کے ملفوظات شیخ نصرت جمال ملتانی نے سچا شدی میں اور مودود بن محمد حسین جو پوری نے جمع کیے ہیں۔

وفات..... بروز جمعہ ۹ رمضان المبارک ۱۰۸۳ھ میں عین نماز فجر کے تحریرہ کی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا اور آغوش رحمت میں جا پیچے۔

تصانیف..... (۱) رشیدیہ مناظرہ میں (۲) شرح ہدایۃ الحکمت حکمت اور فلسفہ میں (۳) شرح اسرار المخلوقات (۴) مقصود الطالبین اور لو میں (۵) لولہ الساکین (۶) حواشی مختصر عضدی کلام میں (۷) حواشی کافیہ (۸) خلاصۃ الخو علم نحو میں (۹) دیوان شعر حواشی رشیدیہ..... (۱) حاشیہ رشیدیہ از حافظ لہان اللہ بن نور اللہ بن حسین بناری متوفی ۱۱۳۳ھ (۲) حاشیہ رشیدیہ از مولانا بركت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۳) حمیدیہ حاشیہ رشیدیہ از مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن سہارنپوری (۴) منہیات از شارح غلام عبدالرشید صاحب ل۔

(۸۸) صاحب ہدایۃ الحکمتہ

فاضل اشیر الدین مفضل بن عمر ابھری متوفی ۶۶۰ھ کی تصنیف ہے جن کا تذکرہ ایسا غوجی کے ذیل میں گزر چکا۔

فہرست حواشی و شروح ہدایۃ الحکمتہ

نمبر شمار شرح	مصنف	سنہ وفات
۱ شرح ہدایۃ الحکمتہ	مولانا احمد زادہ بن محمود ہر دی خرناتی	-
۲ =====	قاضی میر حسین بن معین الدین حسینی بیہدی	۹۱۰ھ
۳ =====	فاضل محمد بن شریف حسینی	-

ہذا فی نذر الخواارجہ العلوم حدائق حنفیہ نظام تعلیم و تربیت وغیرہ ۱۲۔

۴	=====	شمس الدین محمد بن مبارک شاہ بخاری
۵	=====	شیخ قطب الدین جبلی
۶	=====	شیخ معین الدین سالی
۷	=====	شیخ سعید الدین مسعود بن محمد قزوينی
۸	=====	مولانا امین الدولہ
۹	=====	خواجہ صائغ الدین
۱۰	=====	شیخ فصیح الدین محمد نظامی
۱۱	=====	مولوی سعد اللہ بن عبد الفتور سلونی
۱۲	=====	مولانا عبدالحق بن فضل امام خیر آبادی

۹۱۹ھ

۱۱۳۸ھ

۱۱۳۱۶ھ

(۸۹) فاضل میبذی

نام و نسب..... نام میر حسین لقب کمال الدین اور والد کا نام معین الدین ہے لہذا حسینی ہیں اور قصبہ میبذ کے باشندے ہیں
 کیا جاتا ہے کہ آپ کے یہاں سو فی فرش وغیرہ بہت عمدہ قسم کے تیار ہوتے تھے۔
 تحقیق میبذ..... میبذ نیم و سکون یا او قسم بام موحدہ اطراف اصہمان میں ایک مشہور قصبہ ہے جو شیراز سے تقریباً چار
 فرسخ پر واقع ہے صاحب روذات الجنات وغیرہ نے میبذ بکسر باء بروزن مسجد ضبط کیا ہے فی القاموس ان ذلك الاسم علی
 وزن میسر بلد قرب یزد لیکن شیراز اور اس کے اطراف میں یہ لفظ عام طور سے بام کے فتح کے ساتھ بولا جاتا ہے۔
 مختصر تعارف..... موصوف الفضل علماء عراق بلکہ اعظم دانشمندان آفاق میں سے تھے عتقوان شباب میں شیراز پہنچے
 اور محقق دوانی سے علوم کی تحصیل کی اور مملکت یزد میں ایک مدت تک عمدہ قضا پر فائز رہے صاحب بیچم نے ان کے متعلق
 لکھا ہے کہ ”آپ علامتاخرین وماہرین متکلمین میں سے بڑے عالم صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔
 فارسی شعر و شاعری..... سے کافی ذوق تھا اور منطقی کھل کر تھے ذیل کے اشعار آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

ذکر شب آدم و من جلائے جہرا نم
 از حسن بید تو ای نازنین شاکل
 کبار و چہ کم چارہ نمی دانم
 عاقل شد ستد ہو جنوں شد ست عاقل
 اگر سلطان بزم من فرستد
 کہ بفرست از برائے من اسای
 سر قاضی عبیدی را فرستم
 کہ باشد طبل بازی یا فطاسی

تصانیف..... (۱) جام کیتی نما (۲) شرح دیوان حضرت علیؑ بزبان فارسی (۳) شرح کافیه (۴) شرح ہدایۃ الحکمت
 (۵) شرح طوابع (۶) شرح شمسیہ (۷) رسالہ فی المسماء وغیرہ آپ کی عمدہ تصانیف ہیں صاحب روذات الجنات نے آپ
 کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ”منہا کتابہ المعروف الموموم بالہدایت الاثریت فی محکمات الکلام“ مگر
 یہ غلط ہے کیونکہ ہدایۃ الحکمت متن آپ کا نہیں بلکہ علامہ اشیر الدین ابہری کا ہے جس کی آپ نے شرح کی ہے۔
 وفات..... تاریخ محمدی میں ہے کہ آپ نے ۹۱۰ھ میں وفات پائی، بعض حضرات نے ۹۰۴ھ لکھا ہے۔

فہرست حواشی کتاب میبذی

سنہ وفات

۸۹۳ھ

مصنف

شیخ مصطفیٰ بن یوسف مشہور خواجہ زادہ

نمبر شمار حاشیہ

حاشیہ میبذی

۹۷۷ھ	شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح الدین لاری	=====	۲
	شیخ نصر اللہ بن محمد خلخالی	=====	۳
۹۲۹ھ	شیخ لطف اللہ بن الیاس روی	=====	۴
	امیر فخر الدین استر آبادی	=====	۵
۱۰۶۷ھ	ملا عبدالحکیم سیالکوی	=====	۶
۱۲۵۳ھ	مولوی محمد اسماعیل مراد آبادی	=====	۷
	مولوی عین القضاة	=====	۸
۱۲۳۵ھ	سیدنا جعفر الہ آبادی	=====	۹
	مولوی برکت اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	=====	۱۰

(۹۰) صاحب صدر

نام و نسب..... نام محمد اور لقب صدر الدین ہے والد کا نام ابراہیم اور لقب فخر الدین ہے، حارث بن کلدہ طیب عرب کی نسل سے ہیں اور شیرازی الاصل ہیں آپ کی مادری زبان فارسی اور تصنیف و تالیف کی زبان عربی ہے استاذ کے نام سے مشہور ہیں آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہو سکی۔

تحصیل علوم..... آپ نے اکثر علوم متعارفہ شیخ بہاء الدین عالمی سے حاصل کیے اور طب کی بعض کتابیں محمد باقر بن عماد الدین محمود شیرازی سے پڑھیں۔ ۱۱۰۱ھ میں ہندوستان آئے اور حکیم علی گیلانی سے استفادہ کیا آپ کے چچاز نبل بیک آپ سے پہلے ہی ہندوستان آچکے تھے۔

شاہی تقرب..... موصوف جوانی کے عالم میں ہندوستان آئے اکبر شاہ کا قرب حاصل ہوا اور حکومت کی طرف سے زمرہ اطباء میں داخل ہو گئے جہاں گئے آپ کو ”مسح الزمان“ کے معزز خطاب سے نوازا پھر شاہ جہاں نے آپ کیلئے پچاس ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کیا کچھ عرصہ کے بعد آپ نے علاج معالجہ کو باندیشہ مضرت ترک کر دیا تو شاہ جہاں نے آپ کو ”عرض مکررہ کے عہدہ پر سر فرما دیا۔

زیارت حرمین شریفین..... ۱۰۳۳ھ میں حج و زیارت کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے اس سے قبل دور جہانگیر میں بھی ایک بار حاضری ہو چکی تھی حج سے واپسی کے بعد شاہ جہاں نے شہر سورت کا حاکم بنادیا و من ایباتہ یلگدر از خود کہ ز خود ہر کوہائی باید

عقیدہ اور مسلک..... فیض الباری میں ہے کہ صدر الدین شیرازی شیعہ صوفی ہیں صحابہ کرام پر سب و شتم نہیں کرتے لیکن شیخ ابوالحسن اشعری اور فخر الدین رازی کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔

وفات..... شاہنواز خان نے ”ماثر الامراء“ میں لکھا ہے کہ آپ نے ۱۰۶۱ھ میں کشمیر میں وفات پائی قاموس الاعلام میں سنہ وفات ۱۰۵۹ھ مرقوم ہے۔

تصانیف..... حاشیہ صدر آپ کی معرکتہ الاراء تصنیف ہے جو آج بھی داخل درس ہے اس کے علاوہ شواہد الربوبیۃ اور اسفار الاربعة اسرار الآیات، انوار الہیات، اکسیر العارفین، تفسیر سورہ واقعہ، حاشیہ بر شرح تجرید القوچی، الرسائل العربیہ، المبداء، و المعاد اور مفتاح الغیب شرح اصول السکاکی الشاعر، ثمان رسائل وغیرہ بہترین تصانیف ہیں۔

فہرست حواشی کتاب صدرا

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	شوکیہ الحواشی لازلہ القواشی	مولوی تراب علی بن شجاعت بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ
۲	حاشیہ صدرا	قاضی مرتضیٰ علی بن مصطفیٰ گویا موی	۱۲۵۱ھ
۳	=====	سید وندار علی بن معین الدین بن عبد البہادی لکھنوی	۱۳۳۵ھ
۴	=====	مولانا بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الدین	
۵	=====	مولوی فیض احمد بن غلام احمد بن شمس الدین بدایونی	۱۲۷۳ھ
۶	===== (صغیر)	مولوی محمد اعلم سندیلوی	اواخر ۱۲۰۰ھ
۷	===== (کبیر)		==
۸	===== (اکبر)		==
۹	=====	مولانا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ	۱۲۰۹ھ
۱۰	===== (تاجت ہیولی)	مولانا محمد معین بن محمد معین لکھنوی	۱۳۵۸ھ
۱۱	=====	ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہاوی	۱۱۶۱ھ
۱۲	=====	مولانا ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا حبیب اللہ فرنگی محلی	۱۲۷۰ھ
۱۳	=====	مفتی عنایت احمد بن شمس بخش کاکوروی	۱۲۷۹ھ

(۹۱) صاحب شمس بازغہ

نام و نسب آپ کا نام محمود ہے اور والد کا نام محمد اور دادا کا نام بھی محمد ہے آپ سبافاروقی ہیں اور وطن عزیز جو پور ہے یہیں ۹۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور جد امجد شاہ محمد کی گود میں پرورش پائی۔

تحصیل علوم آپ نے کتب درسیہ اپنے جد امجد شاہ محمد سے پڑھیں پھر استاذ الملک محمد افضل بن حمزہ عثمانی جو پوری کی خدمت میں رہے اور آپ سے استفادہ کیا سترہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت پائی اور علماء کبار و فقہانہ دار میں سے ہو گئے۔
 علمی مقام محمد نجی بن محمد امین عباس الہ آبادی نے ”ذیات الاسلام“ میں اور سید غلام علی بن محمد نوح حسینی بلگرامی نے صحتہ المرجان میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں وہ ہی مجدد ہوئے ایک شیخ احمد سرہندی علم حقائق میں اور دوسرے ملا محمود جو پوری علوم حکمیہ و ادبیہ میں۔

پیشگی علم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی میں فائدہ کاں عدم النظیر فی الفلکۃ الالہیہ میں کہتا ہوں کہ تیسرے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی میں فائدہ کاں عدم النظیر فی الفلکۃ الالہیہ
 آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی آپ سے کچھ پوچھتا اگر آپ کی طبیعت حاضر ہوتی تو اس کا جواب دیتے ورنہ کہہ دیتے کہ اس وقت میری طبیعت حاضر نہیں ہے۔

صاحب تذکرہ علامہ لکھتے ہیں ”اگر بوجودش سرزمین جو پور ہمز بوم شیراز تھا فرجست روا بودے۔“
 فن ناکا بھید آپ نے ہندوستان کے خاص فن ”ناکا بھید“ کا بھی کافی مطالعہ کیا اور اس میں ایک مستقل کتاب بھی

لکھی ناکجا بھید کیا ہے۔ مولانا آزاد نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وہ اس طرح ہے کہ ہندوستانی معشوقہ کو اواد و انداز
آں چنان ست کہ ہندیان معشوقہ ربا اعتبار اواد
واند از دور جات عمر و مراتب الفت و بے الفتی
و غیر ذلک چندان قسم مختلفہ اندوہر قسم رنایے معین
ساختم و اشعار آبداء در ہر قسم بہ نظم آورده
ایک خاص نام مقرر کیا ہے اور ہر قسم کے بارے میں آبداء اشعار نظم کئے ہیں
شاہی تقریب جب تخت تیموری پر شاہ جہاں جیسا دین پرور معارف پڑوہ بادشاہ جلوہ افروز ہوا جس کے استغناء و تعفف
کا ننگرہ اتنا بلند تھا کہ مغل امپائر کے سلاطین کی بھی وہاں رسائی نہ تھی اور قدر دانینوں کا شہرہ سن کر اظہار مرض سے علما و فضلا
شاہی دربار کی طرف کھینچ کر چلے آئے تو جہاں پنجاب سے ملا عبدالحکیم ایک دفعہ نہیں دو دفعہ بڑہ سنجیدہ ہو کر روانہ ہوئے
وہیں پورب سے ملا محمود جو پوری بادشاہ کے مقررین خاص میں داخل ہوئے۔

تحریک قیام رصہ خانہ آپ ہی نے شاہ جہاں کو اس پر آمادہ کیا کہ جس طرح سلاطین پیشین نے اپنے اپنے ممالک
میں مختلف زمانوں میں رصہ خانے تیار کئے ہیں آپ بھی ہندوستان میں ایک رصہ خانہ قائم کیجئے اور اس کیلئے مقام کا بھی
انتخاب کر دیا لکھا ہے کہ

زینے کو برائے صد تجویز کردہ بود چندے بعد ظاہر
شد کہ یکے از حکما پیشین اہل محل برائے رصہ اختیار
شاہ جہاں نے آپ کی رائے کو قبول کیا مگر شاہی منظوری کے باوجود ہندوستان کا یہ رصہ خانہ نہ بن سکا، لکھا ہے کہ عین
موقعہ پر بیچ کی مہم پیش آگئی وزیر نے ایسے وقت میں رصہ خانہ کے مصارف کو غیر ضروری قرار دے کر تجویز کو ملتوی کر دیا۔
درس و تدریس جب آپ رصہ خانہ کی تعمیر سے ناامید ہو گئے تو جو پور واپس آ گئے اور یہاں ایک عرصہ تک درس
واقادہ میں مشغول رہے کچھ عرصہ کے بعد آپ کو شاہ شجاع بن شاہ جہاں نے بنگال ملا لیا آپ وہاں تشریف لے گئے شجاع
نڈ کور نے آپ سے حکمت کی کتابیں پڑھیں اور نواب شائستہ خاں ابوطالب بن ابی الحسن اکبر آبادی نے ”فرائد محمودیہ“
اور شیخ نور الدین جعفر جو پوری اور عبدالباقی بن غوث الاسلام صدیقی وغیرہ نے دیگر کتب کی تعلیم حاصل کی۔
تحصیل طریقت ارض بنگالہ میں شیخ نعمت اللہ بن عطاء اللہ فیروز پوری سے ملاقات ہوئی آپ ان کے ہاتھ پر
بیعت ہوئے اور ان سے علم طریقت حاصل کیا محمد سخی عباسی نے ”وفیات الاعلام“ میں ان کا ذکر سے متعلق ان کا ایک رسالہ
بھی نقل کیا ہے جو آپ نے شیخ نڈ کور سے حاصل کیا تھا۔

وفات ۹ رجب الاول ۱۰۶۲ھ میں شہر جو پور میں وفات پائی تاریخ وفات ”فخر آفاق“ ہے قبر شہر سے باہر ہے اور
مشہور ہے آپ کی رحلت سے آپ کے استاد شیخ محمد افضل اس قدر غمگین ہوئے کہ چالیس روز تک انھوں نے تنہیم نہیں
کیا اور چالیس روز کے بعد آپ بھی انہی سے ملحق ہو گئے۔

تصانیف معانی و بیان میں ”الفرائد شرح الفوائد“ اقسام نسواں میں چلدورتی ”رسالہ“ کتاب الترویہ کے رد میں
”حرز الایمان“ شعر و شاعری میں ایک ”دیوان“ فن حکمت میں ”الحکمۃ البالغہ“ اور اس کی شرح ”شمس بازغہ“ جس کے
بارے میں علما اتفاق ہے کہ اس کے برابر آج تک علم حکمت میں کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی آپ کی تصانیف ہیں۔

فہرست حواشی کتاب شمس بازغہ

سنہ وفات

مصنف

نمبر شمار حاشیہ

۱۲۸۱ھ

مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت

حاشیہ شمس بازغہ (نامتام)

۲	حاشیہ پر درود شمس بازغہ	مولوی ظہور اللہ بن محمد ولی بن غلام مصطفیٰ
۳	حاشیہ شمس بازغہ	علامہ حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ
۴	=====	علامہ نظام الدین بن قطب الدین شہید سالوی
۵	=====	علامہ اللہ بن حکیم شکر اللہ سندوی
۶	=====	مولانا محمد یوسف
۷	=====	مولانا عبدالحکیم

(۹۲) صاحب ہدیہ سفیدیہ

نام و نسب اور پیدائش آپ کا نام فضل حق ہے اور والد کا نام فضل امام اور دادا کا نام شیخ محمد ارشد ہے (پورا نسب صاحب مرقات کے حالات میں گزر چکا) آپ ۱۲۱۲ھ میں اپنے آبائی وطن حیر البلاد خیر آباد میں پیدا ہوئے والد ماجد مولانا فضل امام دہلی میں صدر الصدور تھے مولانا فضل حق کی تعلیم و تربیت آپ ہی کے زیر سایہ دہلی میں ہوئی۔ تحصیل علوم آپ نے تیرہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم عقلیہ و نقلیہ و آلیہ کی تکمیل کی چار ماہ اور کچھ روز میں قرآن پاک حفظ کیا دہلی میں ایک سے بڑھ کر ایک باکمال موجود تھا مفسرین محدثین فقہاء فلاسفہ، اولیاء شعراء جس طبقہ پر نگاہ ڈالیے عذرا کہ ام باغی اے گل کہ چنن خوش است بویت۔

بے ساختہ زبان پر آجاتا تھا والد ماجد نے مکان کے علاوہ ہاتھی اور پالکی پر بھی دربار آتے جاتے وقت ساتھ بٹھاکر درس دینا شروع کیا اور علوم آلیہ میں صفر سنی ہی میں اپنا جیسا لگانہ روزگار بنادیا۔

منقولات میں حضرت شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی بارگاہ فیض پناہ سے علم حدیث کی خوشہ چینی کی۔ فطانت و ذہانت شاہ عبدالعزیز صاحب نے جب روشیہ میں تھے اثنا عشریہ محققانہ انداز میں تحریر فرمائی تو شیخان ہند کی طرح اہل تشیع ایران میں بھی پہچان پیدا ہوا ایران سے میر باقر دلد صاحب افق مبین کے خاندان کا بزرگ عالم و مجتہد کونٹوں پر کتب فریقین بار کر کے شاہ صاحب سے مناظرہ کیلئے دہلی پہنچا خانقاہ میں داخل ہوئے پر شاہ صاحب نے فرائض میزبانی لو اکٹھے اور مناسب جگہ قیام کیلئے تجویز فرما کر رخت سفر کھلوایا شام کو فضل حق صاحب حاضر ہوئے تو شاہ صاحب کو مصروف مہمان نوازی دیکھ کر کیفیت معلوم کی تھوڑی دیر حاضر خدمت رہ کر بعد مغرب مجتہد صاحب کی خدمت میں پہنچے، مزاج پر سی کے بعد کچھ علمی گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا مجتہد صاحب نے پوچھا میاں صاحبزادے کیا پڑھتے ہو۔ عرض کیا شرح اشادات، شفاء اور افق مبین وغیرہ دیکھتا ہوں، مجتہد کو بڑی حیرت ہوئی افق مبین کی کسی عبارت کا مطلب بوجھ لیا علامہ نے ایسی مدلل تقریر کی کہ متعدد اعتراضات صاحب افق مبین پر کر گئے معزز مہمان نے اعتراضات کی جوابدہی کی کوشش کی تو ان کو جان چھڑانا اور بھی دو بھر ہو گیا، جب خوب عاجز کر لیا تو اپنے شہادت کے ایسے انداز میں جوابات دے کر تمام مہر ای علما بھی انگشت بد بدلا ہو گئے۔

اے عقل راز رایت روشن شدہ مسائل دے وہم راز ذہنیت حل گشتہ جملہ مشکل

آخر میں آپ نے یہ بھی اظہار کر دیا کہ شاہ صاحب کا ادنیٰ شاگرد اور کفش برادر ہوں اور اظہار معذرت کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ علمایران نے اندازہ کر لیا کہ اس خانقاہ کے بچوں کے علم و فضل کا جب یہ عالم ہے تو خود صاحب خانقاہ کا کیا حال ہوگا۔ صبح کو جب خیریت طلبی مہمانان کیلئے شاہ صاحب نے آدمی بھیجا تو یہ چلا کہ آخر شب میں دہلی ہی سے روانہ ہو چکے ہیں شاہ صاحب کو بڑی حیرت ہوئی سبب ناخوشی مہمانان معلوم کرنے کی کوشش فرمائی تو فضل حق کی کرشمہ سازیوں کا راز

۱۔ از نزہۃ الخواطر ابجد العلوم حدائق الحیۃ ۲۔ کہ علماء ہند نظام تعلیم و تربیت

کھلا بلا کر بہت ڈانٹا کہ مہمانوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جاتا وہ ہم سے گفتگو کرنے آئے ہم خود ان سے نبٹ لیتے۔
ذوق شعر و شاعری..... عالم و فاضل، فقیہ و محدث، ادیب کامل، لغت و حکمت اور فلسفہ میں امام ہونے کے ساتھ ساتھ شعر گوئی و سخن منی میں بھی کمال حاصل تھا بچپن ہی سے شعر کہنا شروع کیا عربی فارسی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی فرمائی فارسی شاعری کیلئے فرقتی مخلص رکھا کہتے ہیں۔

نامسلمان نامسلمانی ہنوز

فرقتی در کعبہ رفتی بار بار

لوب عربی میں وہ کمال پیدا کیا کہ عرب کے معاصرین شعراء سے کہیں سبقت لے گئے عربی میں آپ نے پچاسوں قصیدے کہے جن میں نعت کا حصہ زیادہ ہے جمادی الاولیٰ ۱۲۳۲ھ میں بمقام ہالکی اسی اشعار کا لغتیہ قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

ومع جری فی شانہ. هملا و فرط انانہ

یا سا نلا عن شانہ. یغینک عن تیبانہ

عنہا الیہا نازعا. یشکو اساتوقانہ

ماذا سائل نازعا. قاصی المواطن نازحا

والطرف فی ہمعانہ. والقلب فی خفقانہ

فہواہ فی ہیجانہ. وجواہ فی دہجانہ

عربی قصائد اور عربی نثر دیکھنا چاہو تو باغی ہندوستان اور آثار الصنادید دیکھو

حقانی سینہ اشعار کا خزینہ..... ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک قصیدہ عربی زبان میں امراء القیس کے قصیدہ پر کہا اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں لائے شاہ صاحب نے ایک مقام پر اعتراض کیا اس کے جواب میں آپ نے متقدمین کے بیس اشعار پڑھ دیے مولانا فضل امام صاحب نے فرمایا: بس حد ادب آپ نے جواب دیا کہ حضرت یہ کوئی علم حدیث و تفسیر تو ہے نہیں فن شاعری ہے اس میں بے ادبی کی کیا بات ہے شاہ صاحب نے فرمایا یہ خوردار تو بیچ کتا ہے مجھ کو سو ہول۔ آپ اتنے کثیر گو تھے کہ آپ کے اشعار چار ہزار شمار کئے گئے ہیں۔

درس و تدریس..... ۱۸۰۹ء سے ۱۸۵۸ء تک مسلسل پچاس برس درس دیا، عرب، ایران، بخارا، افغانستان اور دوسرے دور دراز ملکوں سے شا تلمیذین علم آکر شریک حلقہ درس ہوئے تیرہ برس کی عمر اور مسند تدریس پر روز افزوی عجیب سا واقعہ معلوم ہوتا ہے حلقہ درس میں معمر و صاحب ریش و بدروت تلامذہ اور قدمات کی کتابیں زیر درس

تائے خلد خدائے بخشندہ

ایں سعادت بزور بازو نیست

مولوی رحمان علی خاں اپنا مشاہدہ لکھتے ہیں کہ میں نے ۱۲۶۲ھ میں پوری ایک صدی کی بات ہے اس وقت علامہ کی عمر باون سال کی تھی) بمقام لکھنؤ مولانا کو دیکھا کہ حقہ نوشی کی حالت میں شطرنج بھی کھیلے جاتے اور ایک طالب علم کو افق مبین کا درس اس خوبی سے دیتے تھے کہ مضامین کتاب طالب علم کے ذہن نشین ہوتے جاتے تھے۔

تلامذہ..... ہزاروں شاگردوں میں سے چند مشہور تلامذہ جو اپنے وقت کے امام الفتن سمجھے جاتے تھے حسب ذیل ہیں شمس العلماء مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری لایب جلیل مولانا فیض الحسن سہارنپوری (استاذ علامہ علی نعمانی) مولانا جمیل احمد، مولانا سلطان احمد بریلوی، مولانا عبد اللہ بلگرامی مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا شاہ عبدالحق کانپوری، مولانا ہدایت علی بریلوی (استاذ مولانا فضل حق رامپوری) مولانا غلام قادر گویا موی، مولانا خیر الدین دہلوی (والد مولانا ابوالکلام آزاد)

ملازمت..... والد ماجد کے انتقال کے وقت علامہ کی عمر اٹھائیس سال تھی خاندانی ذمہ داریوں کا بار پڑا اکبر شاہ ثانی کا زمانہ تھادی میں ریزیڈنٹ رہا کرتا تھا اس کے محکمہ کے سر رشتہ دار ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد ریزیڈنٹ سی سے کشتری میں اپنے آپ کو تبدیل کر لیا یہاں رنگ بے رنگ تھا یہ نازک مزاج واقع ہوئے تھے حکام تنگ مزاج حفظ مراتب کہاں۔ ارباب علم اور بے علم سب ایک نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آپ نے استعفاء دیدیا۔

دہلی سے جھجھر وغیرہ..... جب آپ نے ریپڈنٹ دہلی کی ملازمت ترک کی تو نواب فیض محمد خاں والی جھجھر نے موقع غنیمت جانا اور فوراً مبلغ پان صد روپیہ ماہانہ کی پیش کش کی اور قدر دانی کے ساتھ اپنے پاس بلا لیا ایک عرصہ تک جھجھر رہے پھر مہاراجہ انور نے بلا لیا، انور سے آپ سہارنپور گئے بعد ازاں نواب یوسف علی خاں نے رام پور بلا لیا اور آپ آٹھ برس رامپور میں رہے، نواب نے خود تلمذ اختیار کیا اور محکمہ نظامت اور مراۃ عدالتین میں منسلک کر دیے گئے پھر لکھنؤ میں پہلے صدر الصدور بنائے گئے اور جب ایک نئی جھجھر ”حضور تحصیل“ کے نام سے بنی تو اس کے مہتمم قرار پائے۔

ہر دل عزیز می..... ابو ظفر بہادر شاہ جو خود بھی شعر و سخن کا شاہ تھا اور اہل علم کی قدر دانی میں بھی شاہانہ شان رکھتا تھا اس کو علامہ سے یہاں تک تعلق خاطر تھا کہ جب آپ دہلی کی ملازمت ترک کر کے جھجھر جانے لگے اور وداعی ملاقات کیلئے دلی عہد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہادر شاہ نے اپنا خاص دو شاہ آپ کو اڑھایا اور ابدیدہ ہو کر کہا۔

ہر گاہ شامی گویند کہ من رخصت می شوم مرا جز این کہ پذیرم گریز نیست اما یزداد انداند کہ لفظ وداع از دل بر زبان نمی رسد الا بعد جز فقیل۔

آپ فرما رہے ہیں کہ میں رخصت ہوتا ہوں میں بھی مجبور ہوں قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں مگر خدائے علیم خوب جانتا ہے سیکڑوں جر فقیل کام میں لائے جائیں تب کہیں لفظ وداع دل سے زبان تک آسکتا ہے۔

گرفتاری و قید بند..... فتنہ الہند کے ہنگامہ میں انگریزوں نے آپ کو بالزام غدار بے عیور دریائے شور کی سزا دی تھی جہاں پہلے آپ کو صفائی کے کام پر لگایا گیا آپ برہنہ پا صرف ایک لنگی اور ہمبل کا کرتہ پہنے کوڑا کرکٹ صاف کرتے اور ٹوکرے میں اکٹھا کر کے پھینک آتے، اس کے علاوہ اور طرح طرح کی اذیتیں جیل خانہ میں سہتے رہے جن کا خاکہ خود مولانا نے اپنی تصنیف ”الثورہ الہندیہ“ میں کھینچا ہے۔

کسی قدر سہولت..... کچھ دنوں بعد آپ کو محوری کے کام پر لگادیا گیا اور اس تبدیلی کا سبب آپ کا علمی تجربہ ہوا۔ صورت یہ ہوئی کہ سپرنٹنڈنٹ کے پاس علم ہیئت کی ایک قلمی کتاب تھی سپرنٹنڈنٹ کے یہاں ایک مولوی صاحب کام کرتے تھے اس نے وہ کتاب مولوی صاحب کو دی کہ اس کی غلطیاں درست کر دیں مولوی صاحب یہ کتاب علامہ کے پاس لے آئے آپ نے نہ صرف عبارتیں درست کیں بلکہ جگہ جگہ مضمون کی بھی تصحیح و توضیح کر دی اور کتابوں کے حوالے بھی درج کر دیے، سپرنٹنڈنٹ کو جب مولانا کے علم و فضل کا احساس ہوا تو اس نے صفائی کی خدمت سے ہٹا کر محوری پر لگادیا اور حکومت سے رہائی کی سفارش بھی کر دی۔

دل بے تاب کو یہ کہہ کے سنبھالا شب غم
پروانہ رہائی اور موت کا پیغام..... علامہ کے صاحبزادے مولوی شمس الحق اور خواجہ غلام غوث بیگز میر منشی لکھنٹ گورنر کی کوششیں برابر جاری رہیں لوہر انڈمان کے سپرنٹنڈنٹ جیل نے بھی سفارش کی تھی نتیجہ میں کامیابی ہوئی یعنی رہائی کا حکم ہو گیا۔

ازیں نوید مبارک کہ ناگماں آمد
لیکن عجیب و غریب اور نہایت تکلیف دہ اور دل خراش صورت پیدا ہوئی کہ مولانا شمس الحق صاحب پروانہ رہائی حاصل کر کے انڈمان پہنچے جہاز سے اتر کر شہر میں گئے۔

دریں چمن کے بہار و خزاں ہم آغوش ست
زمانہ جام بدست و جنازہ بردہ شست
ایک جہازہ نظر براہس کے ساتھ بڑا آڈھام تھا عاقل کا جہازہ ہے زلو و صوم سے نکلے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کل ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ کو علامہ فضل حق خیر آبادی جیسا آفتاب علم و عمل دیدار غربت میں غروب ہو گیا اسے سپرد خاک کرنے جلد ہے ہیں۔

تسست کی بد نصیبی کہاں ٹوٹی ہے کند
یہ بھی بھد حسرت دہاں شریک دفن ہو گئے آپ کا مزار اب تک مرجع انام اور زیار نگاہ خاص و عوام ہے اور آج
بھی بر زبان حال کہہ رہی ہے۔

فانظر وابدعنا فی الاثار

ملک آثار تامل علیہا

تصانیف..... علامہ نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا خاص اور اہم مجبوریوں کے سوا کبھی
اس سے تسامی نہ ہوتا آپ کی درجنوں تصانیف ہیں جن میں مشہور حسب ذیل ہیں۔

(۱) الجہش الفعالی شرح جواہر العالی (۲) حاشیہ افق مبین (۳) حاشیہ تلخیص الشفا (۴) رسالہ تشکیک ماہیات (۵) رسالہ
کلی طبعی (۶) رسالہ علم و معلوم (۷) عروض الوجودی تحقیق حقیقہ الوجود (۸) رسالہ فاطنہ غوریاس (۹) رسالہ تحقیق حقیقہ الاجسام
(۱۰) الشوریۃ السندیہ (۱۱) قصائد فتنہ الهند (۲ ض) مجموعۃ القصائد (۱۳) انتاع النظیر (۱۴) تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی
(۱۵) حاشیہ شرح تسلیم قاضی مبارک اس کی جوشان ہے اس سے طلبہ و علماء بخوبی واقف ہیں ساری تصانیف میں حاشیہ قاضی پر
علامہ کو کتنا فخر تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جزیرہ اندمان میں بعض، اسیر فرنگ علما نے دریافت کیا کہ ہندوستان میں کیا
یادگار چھوڑی ہے فرمایا یادگاریں چھوڑ آیا ہوں ایک حاشیہ شرح تسلیم قاضی مبارک اور دوسری یادگار بر خوردار عبدالحق۔

(۱۶) ہدیہ سعیدیہ..... خلف الرشید عبدالحق کو ریزیدنی آتے جاتے وقت ہاتھی پالاکگی میں جو سبق دیے جاتے تھے ہدیہ
سعیدیہ انہی کا مجموعہ ہے علامہ روز ایک سبق تحریر فرما لیتے تھے وہی راستہ میں صاحبزادے کو پڑھا دیتے تھے، فلکیات تک یہی
سلسلہ رہا جب معتد بہ حصہ ہو گیا تو علامہ نے کتابی شکل دینے پر اصرار کیا علامہ نے طلباء کی آرزوؤں کو پامال نہ کرتے ہوئے
تصنیفی حیثیت سے قلم اٹھایا اہل علم باہم الاجسام اور غصریات کے اس فرق کو بخوبی محسوس کر سکتے ہیں، فلکیات تک یہ معلوم
ہوتا ہے کہ مبتدیوں کیلئے کتاب لکھی گئی ہے لیکن غصریات میں شبہ قلم کی بلند پروازی کچھ اور ہی کہہ رہی ہے سعادت مند
فرزند ہی کی مناسبت سے ہدیہ سعیدیہ نام بھی رکھا گیا ہے نواب محمد سعید خاں والی رامپور کے نام کا لحاظ بھی ضمنا پیش نظر تھا
اس کتاب میں زمین کی حرکت پر کافی دلائل قائم کر کے موجودہ سائنس کی تحقیقات کو غلط ثابت کیا ہے۔

حواشی ہدیہ سعیدیہ..... (۱) ہدایتہ السندیۃ علی ہدیتہ السعیدیہ، از شمس العلماء، عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام
خیر آبادی (۲) حاشیہ ہدیہ سعیدیہ از حافظ عبد اللہ بن سید آل احمد بکراہی متوفی ۱۳۰۵ھ۔ ل

(۹۳) صاحب ملخص چغمینی

نام و نسب اور سکونت..... محمود نام، ابو علی کنیت، شرف الدین لقب، والد کانام محمد اور دادا کانام عمر ہے چغمین کی طرف
منسوب ہیں خوارزم کا ایک قریہ ہے خوارزم ایک مشہور روایت ہے جس میں بہت سے شہر ہیں اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف
اقوال ہیں آثار البلاد میں ہے کہ اہل خوارزم کی زبان میں خوار بمعنی گوشت اور زم بمعنی لکڑی ہے جن لوگوں نے اس کو اول
دہلے آباد کیا تھا ان کی غذا چونکہ شکار کا گوشت تھا اور وہاں لکڑی کے جنگلات بکثرت تھے اس لئے اس کو خوارزم کہنے لگے
بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ جب ہر مزمین نوشیر واں نے یہاں قیام کیا اور اس کی زمین کو نرم پایا تو اس نے کہا: خوار
زمین یعنی یہ زمین خوب نرم ہے پس اس کانام خوارزم ہو گیا و قبل ان الحرب السہل علی سکانہا تھیل البلاد ہم خوارزم
تعارف..... آپ فلکیات اور حساب کے زبردست عالم اور فن طب میں بڑی مہارت رکھتے تھے ہیئت بسیطہ میں آپ
کی ”ملخص“ کتاب نہایت مقبول ہے جو ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مرتب ہے مقدمہ اقسام اجسام میں ہے اور پہلا مقالہ

لہ از باغی ہندوستان، حدائق حنفیہ، تذکرہ خوشیہ شاندرا ماضی وغیرہ۔

اجرام علویہ میں اور دوسرا مقالہ بساط سلفیہ میں ہے۔

آپ کی دوسری کتاب قانونچہ ہے جو آپ نے ابن سینا کی ”القانون“ سے اخذ کر کے تالیف فرمائی ہے اس میں دس مقالے اور ہر مقالے کے تحت بہت سی تفصیلات ہیں، آپ کی یہ دونوں کتابیں داخل درس ہیں۔

اس کے علاوہ حساب میں ایک رسالہ، قوۃ الکواکب و ضعفہا کے نام سے ایک کتاب اور شرح طرق الحساب فی مسائل الوصایا بھی آپ ہی کی تالیف ہے۔

وفات بس کشف الظنون وغیرہ میں آپ کا سن وفات ۶۱۸ھ تحریر ہے۔

فہرست شروح کتاب الملخص

نمبر شمار	شرح	مصنف
۱	شرح چینی	سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی
۲	=====	شیخ فضل اللہ العبیدی
۳	=====	شیخ کمال الدین ترکمانی
۴	=====	شیخ سان الدین یوسف مشہور بقبرہ ستان
۵	=====	شیخ محمد بن حسین بن رشید مشہدی خوارزمی
۶	=====	شیخ عبد الماجد
۷	=====	شیخ بدر الدین ثاقبی
۸	=====	شیخ عبد الواحد بن محمد
۹	=====	موسیٰ پاشا بن محمد مشہور بقاضی زادہ رودی

(۹۴) شارح چغمینینی

نام و نسب نام موسیٰ پاشا اور لقب صلاح الدین ہے قاضی زادہ رودی سے مشہور ہیں اور والد کا نام محمد اور دادا کا نام محمود ہے جو قوچہ آفندی سے مشہور ہیں۔

ان کے دادا قوچہ آفندی جامع علوم شرعیہ و علوم تہذیبیہ اور اپنے زمانہ کے مشہور ہر دلعزیز علما میں سے تھے شاہ مراد خاں نے ان کو ۷۰۷ھ میں بردسا کا قاضی بنادیا تھا جہاں آپ شاہ بایزید خاں کے زمانہ تک قیام پذیر رہے شارح چغمینینی کے والد محمد بھی عالم و فاضل آدمی تھے مگر ان کی زندگی نے وفات کی اور غفوان شباب ہی میں انتقال کر گئے۔

تحصیل علوم شارح چغمینینی نے ابتدائی علوم کی تحصیل اپنے وطن روم میں کی اور جب اساتذہ عجم کے کمال کا شرعہ سنا تو خراسان کا شوق دل میں پیدا ہوا اور چپکے چپکے سامان سفر کرنے لگے ان کی بہن خدو او دیر کی سے بھائی کے ارادہ کو پا گئیں اور بجائے اس کے کہ روایت کر گھر بھر کو خبر گرد بیتیں اپنا بہت ساز پور بھائی کے سامان سفر میں چھپا کر رکھ دیا تاکہ مسافرت میں خرچ کی طرف سے پریشانی نہ ہو بہن کے اس عزیز توشہ نے جو نفع دیا ہو گا اس کا اندازہ کوئی بھائی کے دل سے پوچھتا۔

خراسان پہنچ کر آپ نے یہاں کے مشائخ سے استفادہ کیا اس کے بعد ماوراء النہر پہنچے اور یہاں کے علما سے علوم کی تکمیل کی کہا جاتا ہے کہ آپ میر سید شریف کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوئے تھے مگر ان سے آپ کی کچھ بنی نہیں اس لئے چھوڑ کر چلے آئے۔

شاہی دربار تک رسائی..... جو ہر فضل و کمال نے آپ کو شاہ سمر قند امیر اعظم الغ بیگ بن شاہ رخ بن امیر تیمور کے یہاں پہنچایا، امیر مذکور نے نہ صرف یہ کہ ادب و احترام کیا بلکہ ان کے سامنے پیشانی طلب فرو کی اور کتب ریاضی کے علاوہ دیگر علوم کی بھی تعلیم لی۔

درس و مدرس لیس..... سمر قند میں ایک بہت بڑا مدرسہ تھا جس میں بہت سی درس گاہیں طلباء کے قیام کیلئے حجرے، وسیع ہال اور مختلف فضلاء وقت حضرات درس دیتے تھے شارح چغتائی اسی مدرسہ میں رئیس المدر سین تھے طریق درس یہ تھا کہ پہلے جملہ مدرسین تمام طلباء کو لے کر آپ کے درس میں شریک ہوتے اور جب آپ درس سے فارغ ہو کر مکان چلے آتے تب ہر ایک مدرس اپنی اپنی درس گاہ میں جا کر متعلقہ اسباق پڑھاتا، درس میں امیر اعظم الغ بیگ بھی گاہ بگاہ شریک ہوتا تھا، علاء الدین علی بن محمد قونجی شارح تجرید جیسما ہر علوم ریاضی اسی قاضی زادہ کا لالا ہوا مایہ ناز علمی فرزند ہے۔

خیر خواہی اور ہمدردی..... ایک مرتبہ امیر مذکور نے کسی مدرس کو علیحدہ کر دیا آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے مدرسہ جانا چھوڑ دیا امیر کو خیال آیا کہ شاید طبیعت ناساز ہے چنانچہ وہ عیادت کیلئے آئے دیکھا تو آپ بغایت تھے امیر نے مدرسہ نہ آنے کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھے وصیت کی تھی کہ ایسے دنیوی عہدوں کا ہرگز متولی نہ ہونا جن سے صاحب عہدہ کو عادات معزول کر دیا جاتا ہو تو میں یہ سمجھتا تھا کہ تدریس کی یہ شان نہیں ہے مگر آپ کے معزول کرنے سے میرا خیال غلط سا ثابت ہوا امیر نے فوراً معذرت پیش کی اور مدرس کو اس کے عہدہ پر بحال کر دیا تب آپ نے مدرسہ جانا شروع کیا۔

سارے جہاں کا دور و ہمارے جگر میں ہے

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر

قاضی زادہ اور ذوق ریاضی..... شارح چغتائی بقول میر سید شریف ”غلب علی طبعہ الرياضیات“ علم ریاضی کا بڑا دلدادہ تھا اور اس فن میں اس نے وہ کامل دستری بہم پہنچائی تھی کہ اپنے ہم عصروں بلکہ حقد میں ریاضیوں پر بھی فوقیت رکھتا تھا، عربی کی ریاضیات میں آپ کی شرح چغتائی جس پایہ کی کتاب ہے اس سے ریاضی دنیا کا بچہ واقف ہے جو ۸۱۴ھ کی تصنیف ہے اور اس وقت سے آج تک ہمارے کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہے علامہ شبلی نے ”مقالات“ میں لکھا ہے کہ محمد شاہ کے زمانہ میں جب راجہ جے سنگھ والی جے پور نے بیس لاکھ کے صرفہ سے رصد خانہ قائم کیا اور فن ریاضی کے ساتھ نہایت اہتمام کیا تو علما اسلام نے اس کے حکم سے شرح چغتائی اور ہیئت کی دیگر کتابوں کا ترجمہ بھاشا (ہندی زبان میں کیا)۔

وفات..... حدائق حنفیہ میں ہے کہ آپ نے ۳ رمضان ۸۹۹ھ میں وفات پائی۔

تصانیف..... شرح چغتائی کے علاوہ محقق نصیر الدین طوسی کی ”التحریر“ کا حاشیہ، احمد زادہ بن محمود ہروی کی شرح ہدایت الحکمۃ کا حاشیہ علم ہندسہ میں ”اشکال التامیس“ کی شرح آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

فہرست حواشی شرح چغمینسی

سنہ وفات

مصنف

نمبر شمار حاشیہ

۱۲۹۳ھ

قاضی نور اللہ شوستری

حاشیہ شرح چغتائی

۱۲۷۹ھ

مفتی سعد اللہ مراد آبادی

=====

۹۹۸ھ

شیخ وجہیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی

=====

۸۹۱ھ

شیخ فتح اللہ شروانی

=====

شیخ شان پاشا یوسف بن خضر بیگ بن جمال الدین

=====

۹۱۱ھ

۱۰۳۰ھ

۱۱۳۵ھ

شیخ عبدالعلی بن محمد حسین بر جندی
 شیخ بہاء الدین بن حسین عبدالصمد عالمی
 امام الدین بن لطف اللہ ریاضی

==== ۷
 == شرح ۸
 == حاشیہ ۹

(۹۵) صاحب تشریح الافلاک

نام و نسب آپ کا نام محمد ، لقب بہاء الدین اور والد کا نام حسین اور لقب عز الدین ہے اسکندر بیگ نے ”تاریخ عالم آرا“ میں اور سید صدر الدین علی خاں بن نظام الدین نے ”سلافت العصر“ میں اور شیخ محمد بن حسن بن علی عالمی نے ”امل الاصل فی ذکر علماء جبل عامل“ میں آپ کے والد کا نام حسن بتایا ہے شجرہ نسب یوں ہے۔

شیخ بہاء الدین محمد بن شیخ عز الدین حسین بن عبدالصمد بن شمس الدین محمد بن علی بن حسن بن محمد بن صالح الحدادی الجبلی العالمی ، حاج سید محمد شفیع بن اکبر موسوی نے روضۃ البہیہ میں آپ کا لقب امین الدین ذکر کیا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ آپ اپنی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی بہاء الدین ہی سے مشہور ہیں عام سوانح نگار بھی یہی ذکر کرتے ہیں علاوہ انہیں آپ فارسی شاعری میں ”بہائی“ تخلص کرتے ہیں جو واضح دلیل ہے کہ آپ کا لقب بہاء الدین ہے نہ کہ امین الدین۔

تحقیق نسب تاجیہ شام میں جبل عامل کی طرف منسوب ہو کر العالمی کہلاتے ہیں اور قرآن جبل عامل میں سے قریہ ”جبعہ“ کی طرف منسوب ہو کر الجبلی الحدادی حارث ہمدانی کی طرف نسبت ہے جو خواص اصحاب امیر المومنین میں سے تھے۔

تاریخ پیدائش خلاصۃ الاثر اور سلافت العصر وغیرہ میں ہے کہ آپ بروز چہار شنبہ بوقت غروب آفتاب ۷۲ ذی الحجہ ۹۵۳ھ کو بعلبک شہر میں پیدا ہوئے ، لولوی البحرین قصص العلماء ، فردوس التواریخ اور منتخب التواریخ وغیرہ میں یوم ولادت ۷ محرم الحرام اور روز پنج شنبہ مانا ہے ان کے مشہد پر ایک پتھر نصب ہے اس میں بھی یہی مکتوب ہے اس کی عبارت یہ ہے طلوع نیزہ لادش در غروب پنج شنبہ شہر محرم الحرام در بعلبک در ۹۵۳ھ واقع لیکن اس پتھر کی عبارت کچھ زیادہ قابل اعتبار اس لئے نہیں ہے کہ یہ موصوف کی وفات کے ایک عرصہ دراز کے بعد نصب کیا گیا ہے۔

آباء و اجداد روضات الجنات اور متدرک الوسائل وغیرہ میں خود شیخ کی زبانی منقول ہے کہ ہمارے آباء و اجداد اصحاب کرامات بزرگوں میں سے تھے اور ہمیشہ جبل عامل میں مشغول عبادت رہتے تھے میرے دادا شیخ شمس الدین محمد بن علی نے بیان کیا ہے کہ میری داوی بھی صاحب کرامت بزرگ تھیں ایام برف و باراں میں جب رولی کا انتظام نہ ہو تا اور بچے بھوکے رہتے تو برف کا ٹکڑا انور میں ڈال دیتی تھیں اور چند ہی منٹ بعد پکی پکائی ردی تنور سے نکال کر کھلا دیتی تھیں۔

عام حالات زندگی ابتداء میں آپ نے اپنے والد بزرگوار سے تھوڑا بہت پڑھنے کے بعد اکابر وقت علماء سے تعلیم حاصل کی فراغت کے بعد مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے مگر بعد میں دنیوی مناصب ترک کر کے فقر و فاقہ کی زندگی کو ترجیح دی کئی بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے نجف مصر مکہ قدس حلب اصفہان سرندیپ وغیرہ مختلف ممالک کی تیس سال تک سیاحت کی مکہ مکرمہ میں مستقل چار سال اور مصر میں دو سال تک اقلیت پذیر رہے جب آپ سیاحت کرتے ہوئے اصفہان پہنچے اور شاہ عباس اول کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے آپ کو ”مشیتخۃ العلماء“ کے عہدے پر فائز کیا تھا نواب صدیق حسن خاں نے ”خطیر القدس“ میں یہ اشعار آپ ہی کی طرف منسوب کئے ہیں۔

لوان مقامی فلک الافلاک

للشوق الی طلیعہ حقیقی باکی

المشی علی اجنتہ الاملاک

یسخر من مشی الی روضتہا

درس و تدریس ایک عرصہ تک باب درس و افادہ کشادہ رہا دور دراز کے تشنگان علم آپ کے چشمہ فیض سے

سیراب ہوئے چند مشہور تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں۔

شیخ جواد اللہ بن سعد اللہ بن جواد بغدادی سید ابو علی ماجد بن ہاشم بن مرتضیٰ ملا محمد حسن بن مرتضیٰ بن محمود سید مرزار فیح الدین محمد بن حیدر طباطبائی مولوی محمد شریف بن شمس الدین محمد اصفہانی، ملا خلیل احمد بن غازی قزوینی۔
الشکر فی آیات اللہ..... شیخ بہاء الدین عالمی کا خود اپنا بیان ہے کہ جن آیات کے مضامین و دلولات میں میرے والد نے مجھے تدریس و تفسیر کی تھی وہ یہ تین آیات ہیں (۱) ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (۲) تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علواً في الارض ولا فساداً والعاقبة للمتقين (۳) اولم نعمركم مايتذكروا فيه من تذکر و جاءكم النذير وفات..... ۴ شوال ۱۰۳۰ھ میں بیمار ہوئے اور سات روز علیل رہ کر ۱۲ شوال کی شب میں اصفہان میں وفات پائی مرزا اعتماد الدولہ ابو طالب نے تاریخ رحلت ان اشعار میں نظم کی ہے۔

رفت چوں شیخ زدار فانی گشت ایوان جنانش ماوائے

دوستے جست ز من تاریخ گفتش شیخ بہاء الدین وائے

تصانیف..... آپ نے درجنوں کتابیں تصنیف کیں چو راسی تصانیف کا تذکرہ ”احوال و اشعار فارسی شیخ بہائی“ میں موجود ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) رسالہ اثنا عشرہ (۲) اربعین حدیث (۳) اسرار البلاغہ (۴) مجموعہ اشعار فارسی و عربی (۵) بحر الحساب (۶) جداول و انش و ہوش یزبان گریہ و موش (۷) تحفہ حاتمہ در اسطرلاب برائے مرزا حاتم بیگ اعتماد الدولہ نوشتہ (۸) تنبیہ الغافلین۔ (۹) توضیح المقاصد۔ (۱۰) تہذیب البیان در علم نحو۔ (۱۱) جامع عباسی در فقہ و زبان فارسی۔ (۱۲) جبر و مقابلہ۔ (۱۳) جواب ثلث مسائل۔ (۱۴) جواب مسائل المدتیات۔ (۱۵) جواب مسائل الشیخ صالح الجوزی۔ (۱۶) جواهر الفرد۔ (۱۷) حاشیہ ارشاد الاذہان۔ (۱۸) حاشیہ تفسیر بیضاوی نا تمام۔ (۱۹) خلاصۃ الحساب۔ (۲۰) حاشیہ خلاصۃ الحساب۔ (۲۱) حاشیہ خلاصۃ الرجال۔ (۲۲) حاشیہ شرح حصندی۔ (۲۳) حاشیہ شرح مختصر الاصول۔ (۲۴) حاشیہ مطول نا تمام۔ (۲۵) جبل التین۔ (۲۶) حدائق الصالحین۔ (۲۷) حاشیہ الملالیۃ۔ (۲۸) حل جردف القرآن۔ (۲۹) حواشی اثنا عشریہ۔ (۳۰) حواشی تشریح الافلاک۔ (۳۱) حواشی زبدہ۔ (۳۲) حواشی شرح تذکرہ۔ (۳۳) حواشی شرح تہذیب الاصول۔ (۳۴) حواشی تفسیر کشف (۳۵) رسالہ تقاریر الارض (۳۶) شرح شرح چغینی۔ (۳۷) شرح فرائض نصیریہ۔ (۳۸) صراط مستقیم۔ (۳۹) طوطی نامہ۔ (۴۰) عروۃ الوثقی (۴۱) عین الحیوۃ (۴۲) فوائد صدیہ (۴۳) تشریح الافلاک

حواشی تشریح الافلاک..... ۱۔ حاشیہ ملا فرح اللہ بن محمد بن درویش حویزی۔ ۲۔ حاشیہ مرزا محمد صادق تنکابنی۔ ۳۔ حاشیہ سید محمد شرموطی۔ ۴۔ حاشیہ سید عبد اللہ شکر بن عبد الکریم قنوی۔ ۵۔ حاشیہ سید حیدر طباطبائی۔ ۶۔ حاشیہ شیخ محمد بن عبد العلّی قطیفی۔ ۷۔ حاشیہ قاضی نور اللہ شوستری۔ ۸۔ حاشیہ سید صدر الدین محمد بن محمد صادق قزوینی۔ ۹۔ شرح ملا لام الدین بن لطف اللہ ریاضی۔ ۱۰۔ حاشیہ از بہاء الدین عالمی (مصنف کتاب)۔

(۹۶) صاحب تصریح

تعارف..... فاضل کبیر شیخ امام الدین بن لطف اللہ بن احمد لاہوری ثم الدہلوی، فنون ریاضی میں اتنے ماہر تھے کہ ان فنون میں آپ کی نظیر نہ تھی بلکہ ریاضی کے لقب ہی سے مشہور تھے صاحب نہرۃ الخواطر لکھتے ہیں۔

احد العلماء المبرزين في فن الرياضيات لم يكن له نظير في عصره في تلك الفنون

۱۔ از خلاصۃ الاثر مرآۃ العالم احوال و اشعار شیخ بہائی انجم السی و غیرہ

آپ فن ریاضی کے ماہر علماء میں تھے اپنے زمانہ میں اس فن میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔
تصانیف..... تشریح تشریح الافلاک ۱۱۰۳ھ میں برجستہ تحریر فرمائی اس کے علاوہ شرح چغتائی پر ایک عمدہ حاشیہ لکھا
وفات..... نزہۃ الخواطر میں ہے کہ آپ نے ۱۱۴۵ھ میں وفات پائی۔ ۱۔

(۹۷) صاحب بست باب

نام و نسب..... محمد نام، ابو عبد اللہ (ابو جعفر) کنیت قیصر الدین لقب، والد کا نام محمد اور دادا کا نام حسن ہے شہر طوس کے
باشندے ہیں، عقیدہ بہت غالی درجہ کے شیعہ تھے۔
وطن عزیز..... شہر طوس ایک مردم خیز جگہ ہے جہاں نظام الملک، امام غزالی اور شاعر فردوسی تین بڑے مشہور شخص
گزرے ہیں مکی کا شاعر ہے۔

ہر دیر و شاعر و مفتی کہ او طوسی بود
چوں نظام الملک و غزالی و فردوسی بود
محقق طوسی اسی زر خیز زمین میں ۵۹۷ھ میں دو شنبہ کے دن ۱۱ جمادی الاولیٰ کو پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی
تحصیل علوم..... محقق طوسی اپنے وقت کے بے مثل فیلسوف ماہر علم الادا کیلئے مخصوص رصد و محبیطی اور علم ریاضی میں
یکتا روزگار تھے معین الدین سالم بن بدر ان معتزلی رافضی اور کمال الدین یونس موصلی وغیرہ سے آپ نے علوم کی تحصیل
کی فراغت کے بعد شاہ ہلاکو خان کے یہاں وزارت کے عہدے مامور ہوئے، شاہ ہلاکو خاں آپ کا بہت احترام کرتا تھا اور ہر
کام میں آپ سے مشورہ لیتا تھا کہا جاتا ہے کہ شاہ موصوف آپ کے مشورہ کے بغیر کبھی پایہ رکاب نہیں ہوا۔
اخلاق و عادات..... موصوف نہایت خوب صورت و خوب سیرت بلند اخلاق و پاکیزہ صفات کریم الطبع حسن العشرہ اور
بڑے حلیم و دربار تھے ایک مرتبہ کسی نالائق نے آپ کے نام ایک خط لکھا جو فحش گوئی سے بھر ہوا تھا اور یہ الفاظ تحریر تھے
”یا کلب ابن الکلب“

آپ نے پورا خط پڑھا اور پڑھ کر نہایت سنجیدگی کے ساتھ جواب تحریر فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا ”یا کلب ابن الکلب“
بالکل غلط ہے کیونکہ کتا چوڑوں میں سے ہے بھونکتا ہے، طویل الاظفار ہے اور میں بحمد اللہ متعصب القامتہ بادی البشرہ،
عریض الاظفار اور ناطق و ضاحک ہوں پس کتے کے فضول و خواص اور ہیں اور میرے فضول و خواص اور ”غرض آپ نے اپنی
طرف سے کوئی ناشائستہ لفظ بھی تحریر نہیں فرمایا، طاش کبریٰ زاوہ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ آپ اپنے زمانہ میں حکما
مدققین کے سردار و پیشوا متقدمین و متاخرین ہر ایک کے علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔

بناء صد خانہ و تعمیر کتب خانہ..... ۱۲۵۷ھ میں آپ نے شہر مراغہ میں ایک عظیم ترین رصد گاہ بنائی اور ایک بہت بڑا
قبہ تعمیر کرایا جس وقت بغداد و شام اور جزیرہ وغیرہ پر تاتاری حملہ ہوا اور وہاں کی کتابیں لوٹی گئیں تو اس میں طوسی کو چار لاکھ
کتابیں ہاتھ آئیں اور وہ ساری کتابیں آپ نے اسی قبہ میں جمع کیں موصوف نے اپنی کتاب ”الرتج الالبانی“ میں لکھا ہے کہ
اس رصد خانہ کی مہم میں جو حکما میرے شریک کار رہے ان میں دمشق سے موید عرضی موصلی سے فخر الدین مراغی بقلس
سے فخر الدین خلاطی اور قزوین سے نجم الدین کاہنی (صاحب شمس) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

لطیفہ عجیبہ..... مقول ہے کہ ایک مرتبہ نصیر الدین طوسی کسی ولی کی زیارت کیلئے گیا لوگوں نے تعارف کر لیا کہ یہ عالم دنیا
نصیر الدین طوسی ہے ولی نے دریافت کیا کہ ان میں کون سا کمال ہے۔ لوگوں نے کہا کہ علم نجوم میں ان کی نظیر نہیں ولی نے
کہا کہ علم نجوم تو اس سے زیادہ گدھا جانتا ہے یہ سن کر طوسی بہت زیادہ کبیدہ خاطر ہوا اور مجلس سے اٹھ کر چلا آیا اتفاق کی بات

اسی رات طوسی ایک پن چکی والے کے دروازے پر شب گزاری کیلئے مقیم ہوا طحان نے کہا اندر آجائے کیونکہ آج شب میں بہت تیز بارش ہوگی یہاں تک کہ اگر دروازہ بند نہ کیا گیا تو سیلاب میں بہہ جائے گا طوسی نے اس کی وجہ دریافت کی طحان نے کہا کہ میرے یہاں ایک گدھا ہے جب وہ اپنی دم آسمان کی طرف کر کے تین بار ہلاتا ہے تو بارش نہیں ہوتی اور جب وہ زمین کی طرف کر کے ہلاتا ہے تو بارش ہوتی ہے یہ سکر طوسی اپنے عجز کا معترف اور ولی کی صداقت کا قائل ہو گیا۔

وفات..... آخر میں آپ اپنے اصحاب و تلامذہ کی ایک بھاری جماعت کے ساتھ بغداد تشریف لائے اور یہاں چند ماہ قیام کرنے کے بعد ۷۵ برس کی عمر یا کر دو شنبہ کے دن ۱۸ اذی الحجہ ۶۷۲ھ میں دنیا سے رخصت ہو گئے اور مشہد کاظم میں آپ کو ہمیشہ کیلئے سپرد خاک کر دیا گیا۔

الباقیات الصالحات..... آپ نے تین صاحبزادے صدر الدین علی، اصفیل حسن اور فخر الدین احمد یادگار چھوڑے اور آپ کے بعد آپ کے اکثر مناصب پر صدر الدین علی فائز ہوئے۔

تصنیفات و تالیفات..... ۱۔ زبدۃ الادوار کی ہیئۃ الافلاک۔ ۲۔ تجرید: علم کلام کی بہت عمدہ اور مشہور کتاب ہے چھ مقاصد پر مرتب ہے لیکن شیعیت کا گہرا رنگ چڑھا ہوا ہے منقول ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا اللهم اجعلنی من القلیل آپ نے فرمایا: یہ کیا دعا ہے۔ اس نے کہا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وقلیل من عبادی الشکور“ پس میں اس کی دعا کر رہا ہوں کہ حق تعالیٰ مجھے ان قلیل بندوں میں سے بنا دے اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا ”کل الناس اعلم من عمر“ طوسی نے اسی ”تجرید“ کتاب میں حضرت عمرؓ کے قول مذکور سے اس پر استدلال کیا ہے کہ حضرت عمرؓ خلافت کے لیل نہ تھے (لا حول ولا قوۃ) اور انما قال ما قال کسر النفس ۳۔ الزنج الاہلبانی ۳۔ التذکرۃ ہیئت بسیط سے متعلق ہے۔ ۵۔ الزنج الشاہی، ۶۔ قوانین الطب، ۷۔ اختصار المحصل اس میں امام فخر الدین رازی پر خوب لے دے کی ہے اسی لئے خود فرماتے ہیں کہ یہ شرح نہیں بلکہ جرح ہے یہ آپ نے بیس سال میں لکھی ہے۔ ۸۔ شرح اشارات۔ ۹۔ کتاب الطلوع والغروب۔ ۱۰۔ الظفر فی الجبر۔ ۱۱۔ کتاب التوسعات فی الهندسہ۔ ۱۲۔ کتاب المناظر۔ ۱۳۔ اخلاق ناصری۔ ۱۴۔ اوصاف الاشراف۔ ۱۵۔ قواعد العقائد۔ ۱۶۔ تخلص فی الکلام والعروض۔ ۱۷۔ جامع الحساب۔ ۱۸۔ شرح کتاب البجیع علی ۱۹۔ کتاب المطالع۔ ۲۰۔ بست باب فی معرفۃ اسطرلاب وغیرہ

شروح و حواشی بست باب..... شرح بست باب: شیخ نظام الدین بن حبیب اللہ حسینی الفہ ۷۸۷۳ھ

(۹۸) صاحب خلاصۃ الحساب

علامہ بہاء الدین عالمی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”تشریح الافلاک“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۹۹) صاحب تحریر اقلیدس

محقق نصیر الدین طوسی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”بست باب“ کے ذیل میں گزر چکے

(۱۰۰) صاحب القانون

نام و نسب..... حسین نام، ابو علی کنیت، شرف الملک لقب والد کا نام عبد اللہ ہے سلسلہ نسب یوں ہے حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن سینا شہر بخدا کے نزدیک خرمیثن گاؤں میں جہاں ان کے باپ نوح بن منصور سامانی کی طرف سے

گورنر تھے ۳۷۵ھ میں پیدا ہوا اور والد نے اس کا نام حسین رکھا۔

تحصیل علوم..... جب اس کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو اسے تعلیم دلانے کے خیال سے اس کے والدین نے شہر بخارا میں اقامت اختیار کی اور ایک نیک سیرت بزرگ معلم کی شاگردی میں دے کر قرآن کریم عربی صرف و نحو وغیرہ کی تعلیم دلائی ابتدائی تعلیم کا مرحلہ اس نے خدا و ذہانت و طبیعت کی مدد سے صرف پانچ سال میں طے کر لیا اس کے بعد بخارا کے مشہور فقیہ اسماعیل زاہد کی خدمت میں علم فقہ اور محمود مستاح نامی ایک نامور ہندسہ دان سے جو سبزی فروشی کا کام کرتا اور ساتھ ہی علم ہندسہ اور مساحت کی درس بھی دیا کرتا تھا ریاضیات کی تحصیل شروع کی یہاں بھی اس کی تیزی طبع اور ذہانت نے استادوں کو حیران اور اس پر نہایت مہربان بنادیا چنانچہ بہت ہی قلیل عرصہ میں شیخ کو ان علوم میں اچھی مہارت ہو گئی اور بہت کم استاد کی مدد کا محتاج رہ گیا۔

شیخ اسماعیل زاہد اور محمود مساح کی خدمت میں جانا ہی تھا کہ بخارا میں ایک نامور عالم اور للسیوف عبداللہ نامی وارد ہوا شیخ کے باپ نے ہونہار فرزند کی تعلیم کیلئے ناکلی کو اپنا مہمان بنا کر بیٹے کو اس کے سپرد کر دیا ناکلی نے اس کی ذکاوت دیکھ کر اس کے والد عبداللہ سے کہا کہ تمہارا یہ فرزند بہت بڑا عالم ہو گا بشرطیکہ تم اسے علم کے کسی اور کام میں نہ پھنساؤ پھر بڑی توجہ کے ساتھ اس کو منطق کی کتاب ایسا غوثی پڑھانی شروع کی پہلے ہی سبق میں استاد اس کی تقریر سن کر دنگ رہ گیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں شیخ کو منطقی مسائل سے کامل واقفیت ہو گئی اس کے بعد اس کا دماغ اس علم کے اسرار کا جوہا ہوا مگر استاد کو اس قابلیت کا آدمی نہ پا کر مجبوراً خود ستون کے ساتھ ان کی شرحوں کا مطالعہ شروع کیا اسی طرح اس نے اقلیدس کی چند شکلیں اور کتاب محسوطی کا کچھ حصہ استادوں سے پڑھ کر باقی خود حل کیا۔ اس اثنا میں عبداللہ ناکلی بخارا سے چلا گیا اور شیخ کے دل میں علم طب حاصل کرنے کا شوق گدگد پیدا کرنے لگا۔

تحصیل طب..... مشہور سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ شیخ ابو علی ابن سینا نے طب کا خود مطالعہ کیا بعض حضرات لکھتے ہیں کہ شیخ نے امیر نوح بن منصور سلطان بخارا کے درباری طبیب حسن بن نوح القمیری اور ابو سہل سیجی کے حلقہ درس میں شرکت کی اور بہت جلد اس فن میں بھی وہ کمال پیدا کیا کہ استاد وقت اطباء اس کی شاگردی کا دم بھرتے اور اس پر فخر کرنے لگے سولہ سال کی عمر میں تمام مروجہ وقت علوم و فنون میں کمال کا درجہ حاصل کر چکا تھا اب اس کو شیخ کہا جاتا اور وہ اس معزز لقب کا مستحق شمار ہوتا تھا۔

درس و تدریس..... تھوڑے ہی عرصہ میں اسکی مجلس درس نے تمام معاصر علماء و مشائخ کی مجالس درس کو پھیکا اور ماند کر دیا طالب علموں کا مجموعہ اسے گھیرے رہتا تھا نام اور شہرت پر پرواز لگائے دنیا میں اڑ رہی تھی دور دراز مقامات سے تشنگان علم جوق در جوق آپ کے پاس آتے اور کسب فیض کرتے تھے سچے شائقان علوم کی جو نسل ابن سینا کی دل پذیر و خاطر نشین تقریر مطالب سے ہوتی وہ اور کسی کی تقریر سے نہیں ہوتی تھی۔

شوق مطالعہ..... قدرتی امر ہے کہ پڑھنے کے بعد جب پڑھانے کا دور آئے تو مطالعہ ہی ترقی علم و تکمیل معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے شاگردی کی قید سے آزاد ہو کر شیخ کو بھی اس طرف توجہ ہوئی اور اس کی ذہانت و ذکاوت اپنا جوہر عیاں کرنے لگی مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ علمی مسائل اور دقیق ترین کتابی عبارتیں وہ کچھ اس آسانی سے حل کر لیتا کہ اس کے معاصر علما حیران رہ جاتے اور اس کی طباعی و نکتہ رسی کو مان لینے سے چارہ نہ پاتے تھے کتاب ہاتھ میں آجانے کے بعد مجال کیا تھی کہ بغیر اسے تمام کیے ہوئے رکھ دے اور یہی نہیں کہ پڑھ کر رکھ دے بلکہ اس کو پورے طور پر سمجھ کر اور اس کا تمام مطلب درکار آمد حاصل خزانہ دماغ اور گنجینہ حافظہ میں بھر کر چھوڑتا رہتا جاگ کر کتب بینی میں بسر کرتا نیند غالب آتی یا تکان محسوس ہوتا تو پانی پیتا اور تازہ دم ہو کر پھر کتاب دیکھنے لگتا تھا ایک مرتبہ کسی کتاب کو چالیس مرتبہ اس طرح دیکھا کہ

وہ بالکل حفظ ہو گئی مگر مطلب کچھ نہ سمجھا تھک کر کتاب رکھ دی مگر چند روز بعد ایک دلال کے کہنے سے تین درہم قیمت میں ایک اور کتاب مول لے لی جو فارابی کی کتاب مابعد الطبیعہ تھی اس کے مطالعہ سے پہلی کتاب کا مطلب بھی حل ہو گیا اس خوشی میں اس نے بہت سارے پیسے خیرات کیا۔

ابن سینا اور خاکروب تاریخ گزیدہ میں ہے کہ ایک روز شیخ رئیس باکوچہ وزارت ایک خاکروب کے پاس کو عین اس وقت میں گذرا جبکہ وہ اپنے خاکروبی کے عمل میں مشغول تھا شیخ نے سنا کہ وہ بایں بیت مترنم ست گرامی و انجم اے نفس ازانت کہ آساں بچد رو بر دل جمانت

شیخ نے بطریق تعریض ہنس کر کہا کہ شاید کمال عزت نفس یہی ہے کہ تو نے اس کو خاکروبی کی ذلت میں گرفتار کر رکھا ہے اور عمر نفیس کو اس مشغل خمیس میں برباد کر رہا ہے خاکروب نے جواب دیا کہ عالم ہمت میں مشغل خمیس کے ذریعہ شکم سیر ہونا بار منت رئیس برداشت کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اگر کئی زبرائے جہود کناسی۔ دگر کئی زبرائے مجوسی گلکاری۔ دریں دو کار خمیس اس قدر کر اہیت نیست۔ دریں دو فعل فحج ان مشابہ دشواری۔ کہ در سلام فروداگان صدر نشیں۔ بروئے سینہ نمی دست سبر فرو آری۔

شاہی دربار تک رسائی حصول علم و کمال کا ایک نتیجہ قدر دانی علم سے سہرہ ور ہونا بھی ہے تنبیخ بھی جدوجہد کے بعد اس مرتبہ کا مستحق ہو گیا تھا کہ دنیا اس کے فضل و کمال کی قدر کرے اور وہ اپنی محنتوں کا ثمرہ پائے۔

بخارا میں بچہ بچہ شیخ کے کمالات علمی سے واقف اور اس کے نام سے روشناس تھا اتفاق سے انہی دنوں نوح بن منصور سخت بیمار ہوا اور درباری اطباء کا علاج کارگر نہ ہوا آخر شیخ کا ذکر آیا اور اسے بلوایا گیا باجملہ شیخ کے علاج سے بادشاہ کو صحت ہوئی پھر کیا تھا دولت و نعمت اس کے قدموں پر آ پڑی اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ شاہی کتب خانہ اس کیلئے گویا وقف کر دیا گیا شیخ تشہ کامان محبت کی طرح کتابوں کے مطالعہ پر مائل ہوا کتب بینی سے علم میں اضافہ اور نظر میں وسعت پیدا ہوئی جن کتابوں کے متعدد نسخے ملے ان میں سے ایک ایک نسخہ شیخ نے لے کر اپنا خاص کتب خانہ سجایا اور دیگر کار آمد کتابیں نقل کر کے اپنے دارالکتب میں داخل کیں۔

قید و بند اور مصائب و محن

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے کہ تاہو جائے لذت آشنا تلخی دور ال سے جب شیخ بائیس برس کے ہوئے تو پدری سایہ سے محروم ہو گئے اور وطن چھوڑ کر خوارزم کے علاقہ میں چلے گئے اور پھر برابر سفر کرتے رہے جرجان پہنچے اور وہاں تعلیم و تصنیف کا مشغل جاری کیا طب میں کتاب القانون لکھی پھر وہاں سے ہمدان واپس آئے جہاں شمس الدولہ بن بویہ نے انہیں قلم دان و وزارت سونپ دیا لیکن ابھی انہیں یہ عہدہ سنبھالے ہوئے تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ فوج نے ان کے خلاف بغاوت کر دی ان کا مال لوٹ لیا اور شاہ سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں قتل کر دے مگر شاہ نے صرف جلاوطن کرنے پر اکتفا کی اس پر بھی ان کی مشکلات کا خاتمہ نہ ہوا بلکہ تاج الدولہ کے یہاں ان کے خلاف نہایت نازیبا قسم کی خیانت کا اہتمام لگایا گیا جس پر اس نے انہیں چار ماہ تک ایک قلعہ میں بند رکھا اور انہوں نے بھیس بدل کر فرار ہو کر نجات حاصل کی اور اصبہان میں علاء الدولہ کے پاس پناہ لی اور اس کی حفاظت میں کچھ زمانہ اطمینان سے گذرا لیکن۔

ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹا جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

ایک طرف تو پیہم حواث نے ان کی کمر توڑ کر حوصلہ پست کر دیا اور دوسری طرف شہوت پرستی کے غلبہ نے ان کو جسمانی طور پر کمزور کر کے ایک ایسی لاعلاج بیماری میں مبتلا کر دیا جس کے علاج میں ان کی تمام طب اور ادبیر ناکام رہ گئیں۔ وفات شیخ کو درد قویح کی شکایت رہا کرتی تھی اور قبض دور کرنے کیلئے ہتھ لیا کرتا تھا ایک مرتبہ علاء الدولہ کے

ہر کاب کسی جنگ میں شریک تھا سفر ہی میں درد کا دورہ ہوا قبض دور کرنے کیلئے ایک دن بل آٹھ بار حقہ لیا جس سے آنتوں میں خراش آگئی پھر اسی دن سفر کرنا ہزارہ کی ٹکان نے دوسری منزل پر یہ حالت کر دی کہ جان پر آہنی اور طرہ یہ ہوا کہ اس کے دواساز طبیب نے معلوم نہیں غلطی سے یا عدا معمولی نسخہ میں ایک دوا کی مقدار یا کچھ گئی بڑھادی جو آنتوں کی خراش کو قرحہ بنا گئی اور خائن ملازموں نے اس کو افیون کی بہت سی مقدار اور بھی کھلا دی اب تو شیخ کی ساری قوت سلب ہو گئی اور وہ جاں بلب حالت میں اصفہان لایا گیا۔

شیخ نے اصفہان پہنچ کر دوائیں قطعاً چھوڑ دیں وہ سمجھ گیا تھا کہ اب اخیر وقت آپہنچا ہے موت سے بچنا غیر ممکن ہے بد پرہیزی میں حضرت کو کمال تھا شروع مرض سے بے احتیاطیاں کر کر کے مرض کو بڑھا لیا اور زندگی کے چند آخری دن سخت تکلیف سے بسر کر کے تین سال کی عمر پا کر جمعہ کے دن ماہ رمضان ۳۲۸ھ میں دنیا سے رحلت کر گئے وفات کے بعد ان کی لاش شہر ہمدان کے پچھم کی طرف دیوار فیصل کے نیچے دفن کی گئی اور بقول بعض اس کا لاشہ اصفہان لایا گیا اور شیخ کے مکان سکونت کون گنبد کے بڑے پھاٹک پر دفن ہوا یہ مکان خاص شیخ کے رہنے کا تھا۔

عمر گر خوش کہ دزدندگی خضر کم است
در بنا خوش گزردیم نفس بسیار ست
لطیفہ..... عجیب بات ہے کہ شیخ مرض قویخ کا حکمی علاج کرتا مگر خود اسی بیماری میں مرا چنانچہ اس کا ایک ہم عصر اسی حادثہ پر تعریف کرتا ہوا کہتا ہے

ریت ابن سینا یادی الرجال
فلم یشف ما ناله بالشفاء
والم شیخ من موتہ بالنجات
والجسمات اخس المات

اسی طرح منقول ہے کہ حکیم جالینوس نے اپنے ساتھیوں کو دو گولیاں دیں اور کہا کہ میرے مرنے کے بعد ان میں سے ایک کو لوہار کی سوہان پر رکھنا اور دوسری کو پانی سے بھری ہوئی شیشی میں رکھنا ساتھیوں نے اس طرح کیا دیکھا تو سوہان پھل کر پانی پانی ہو گئی اور شیشی کو توڑا تو پانی اسی طرح جما ہوا تھا جیسے وہ گویا شیشی ہے حکماء کہتے ہیں کہ اس سے جالینوس کا مطلب یہ تھا کہ میں گولوہے کو پگھال دینے اور پانی کو جما دینے پر قادر ہوں لیکن میرے پاس موت کی کوئی دوا نہیں ہے وللا قال بعضهم

الایا ایسا لغز ورتب من غیر تاخیر
بسل مات ارسطائیس بقراط بافلاح
فان الموت قد یالی ولو صیرت قارونا
واقلاطون پیر سام و جالیوس مبطونا
مسلمک شیخ..... شیخ کے عقیدہ و مذہب پر بہت کچھ چہ میگوئیاں ہوتی تھیں کوئی اس کو سنی کہتا تو کوئی شیعہ بلکہ بعض کافر بھی کہتے تھے عارف جانی نے کہا ہے

نور دل از حسینہ سینا مجوئے
جانب کفر ست اشارات او
باعث خوف ست بشارت او
فکر شفا لیش ہمہ بیماری ست
روشنی از چشم تا بینا مجوئے
اہل نجاتش زر گرفتاری ست

لیکن شیخ کی یہ رباعی سب کے طعنوں کا بہت اچھا جواب ہے۔

کفر چو منی گزاف و آساں بود
در دہر چو من یکہ و آل ہم کافر
محکم تراز ایمان من ایماں نبود
پس در ہمہ دہر یک مسلمان نبود

علامہ ازہر اس نے اپنے دوست ابو سعید کو ایک خط میں جوابے عقائد کے متعلق لکھا تھا یہ بھی لکھا ہے کہ خوب یاد رکھو کہ نماز بہترین عمل ہے اور روزہ بہت اچھا سبب تسکین صدقہ تمام نیکیوں سے بڑھ کر مفید نیکی ہے اور محل و بردباری پاکیزہ ترین خوبی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرض الموت میں جب اس کی صحت حد سے زیادہ خراب ہو گئی تو اس نے غسل کیا بارگاہ ایزدی میں

نہایت عاجزی کے ساتھ توبہ کی پھر اپنا تمام مال فقراء پر صدقہ کیا اور اپنے تمام حقوق جو اسے پادشہ ادا کیے اور کثرت سے تلاوت قرآن کرنے لگا چنانچہ ہر تیسرے روز ایک قرآن ختم کرتا تھا ان واقعات سے شیخ کا صافی مشرب ہونا ثابت ہوتا ہے ہم وہ آزاد خیال اور شہوت پرست ضرور تھا۔

کمال شیخ و کرامت دلی..... منقول ہے کہ ایک دلی نے شیخ سے کہا کہ تو نے علوم عقلیہ میں اپنی ساری عمر گنوا دی آخر کس مرتبہ تک پہنچا۔ شیخ نے کہا کہ ساعات یومیہ میں سے مجھے ایک ایسی گھڑی معلوم ہے کہ اس میں لوہا مثل خیر ہو جاتا ہے دلی نے کہا کہ جب وہ گھڑی آئے تو مجھے بتانا چنانچہ شیخ نے وہ گھڑی بتائی اور ہاتھ میں لوہا لے کر اس میں انگلی داخل کی تو وہ اس کے اندر دھنس گئی گھڑی گزر جانے پر دلی نے شیخ سے کہا کہ اب پھر اسی طرح کرو شیخ نے کہا وہ گھڑی گزر چکی اب ممکن نہیں دلی نے لوہا ہاتھ میں لے کر انگلی داخل کر دی اور فرمایا کہ دانشمند کیلئے یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنی عزیز عمر زائل و فانی چیز میں صرف کرے۔

تصانیف..... شیخ نے علمی دنیا میں جو کچھ کام کیا اس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص جس کی عمر کا اکثر حصہ مصائب و تکالیف ہی میں گزرا وہ کیونکر اپنی اتنی یادگاریں چھوڑ گیا۔ موصوف کی تصانیف کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے جن میں سے بعض کتابیں کئی کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں بعض تصانیف درج ذیل ہیں۔

۱۔ حاصل و محصول فقہ میں اس کی بیس جلدیں تھیں مگر یہ معدوم ہو گئی، ۲۔ المجموع ایک جلد، ۳۔ البر والاشم: اخلاق میں اس کی دو جلدیں ہیں، ۴۔ الانصاف: بیس جلد جب سلطان محمود نے اصفہان کو تاراج کیا اس وقت ضائع ہو گئی، ۵۔ الشفاء: اٹھارہ جلد، ۶۔ الارصاد والکلیتہ، ۷۔ الاشدات اس میں تمام علوم پر بحث ہے اور اکیس برس کی عمر میں لکھی ہے، ۸۔ النجات: تین جلد، ۹۔ الہدایہ، ۱۰۔ المختصر الاوسط، ۱۱۔ دانش نامہ علائی، ۱۲۔ القونج، ۱۳۔ لسان العرب: دس جلد، ۱۴۔ کتب المبداء والعباء، ۱۵۔ کتاب المباحثات، ۱۶۔ رسالۃ القضاء والقدر، ۱۷۔ آلہ صمدیہ، ۱۸۔ غرض قاطینوریاس، ۱۹۔ قصائد منطق، ۲۰۔ رسالہ فی الحروف، ۲۱۔ مختصر اقلیدس، ۲۲۔ الحمدود، ۲۳۔ الاجرام السماویہ، ۲۴۔ اقسام الحکمۃ، ۲۵۔ خطب الکلام، ۲۶۔ عیون الحکمۃ، ۲۷۔ کتاب الشجوبہ والبطیر، ۲۸۔ مقالہ در ہیئت ارض، ۲۹۔ کتاب الخ، ۳۰۔ رسالۃ العشق، ۳۱۔ حاشیہ قانون

۳۲۔ القانون..... طبقات تصانیف میں نہایت جامع اور معرکتہ الاراء کتاب ہے جو چودہ جلدوں میں ہے قلعہ فرو اجمان میں مقید رہتے ہوئے لکھی ہے اسپین، اٹلی اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں انہی تک یہ کتاب فن طب میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے درس نظامی میں اس کا ایک حصہ حیات القانون الشامل نصاب ہے اور اس کا مختصر قانونچہ کامل طور پر پڑھایا جاتا ہے یورپ والوں نے جالینوس اور بقراط کی کتابوں سے زیادہ اس کی کتابوں کو اپنی زبانوں میں منتقل کیا اور اس کی بیشتر تصانیف کا لاطینی میں ترجمہ کیا ہے جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہے نیز انہوں نے جدید فلسفہ کی تشکیل میں اسی پر بنیاد رکھی ہے۔

(۱۰۱) صاحب قانونچہ

شرف الدین ابو علی محمود بن عمر چغتائی کی تصنیف ہے جن کے علاوہ چغتائی کے ذیل میں گزر چکے آپ کی یہ کتاب دس مقالات اور ۹۴ فصول پر مرتب ہے پہلا مقالہ امور طبعیہ میں ہے جس میں پانچ فصلیں ہیں اور دوسرا مقالہ تشریح میں ہے جس میں سات فصلیں ہیں تیسرا مقالہ انسانی بدن کے احوال میں ہے جس میں پانچ فصلیں ہیں چوتھا مقالہ نبض سے متعلق ہے جس میں چھ فصلیں ہیں پانچواں مقالہ تدبیر امعاء میں ہے اور اس میں دس فصلیں ہیں چھٹا مقالہ سر کی بیماریوں سے متعلق ہے اور اس میں تیرہ فصلیں ہیں ساتواں مقالہ سینہ کے امراض میں ہے اور اس میں اٹھارہ فصلیں ہیں آٹھواں مقالہ بقیہ اعضاء کے امراض میں ہے جس میں نو فصلیں ہیں نواں مقالہ علل ظاہرہ کے بیان میں ہے اور اس میں آٹھ فصلیں ہیں دسواں مقالہ قوی اطعمہ اور لشر بہ مالوفہ میں ہے اور اس میں تیرہ فصلیں ہیں۔

۱۔ از تاریخ الاطباء ابن خلکان، تاریخ ادب عربی قاموس الاعلام دائرة المعارف وغیرہ ۱۲ ۲۔ از کشف الظنون ۱۲۔

(۱۰۲) صاحب شرح اسباب و (۱۰۳) نفیسی

تعارف..... آپ کا نام نفیس برہان الدین لقب اور والد کا نام عوض ہے اور دادا حکیم کرمانی سے مشہور ہیں آپ فن طب کے بہترین عالم اور سر قد میں سلطان الغ بیگ کے خاص طبیب تھے۔

تصانیف..... آپ نے شیخ نجیب الدین محمد بن علی بن عمر سرقدی کی کتاب ”الاسباب والعلامات“ کی نہایت بہترین اور محققانہ شرح لکھی جس کی وجہ سے کتاب مذکور کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی چنانچہ صاحب کشف فرماتے ہیں۔

قد اشہر هذا الكتاب بسبب شرح المحقق برهان الدين الكرمانی و هو شرح لطيف ممزوج حقيق فيه

واجادوا وضح المطالب فوق ما يروا۔

یہ کتاب (الاسباب) محقق برہان الدین کرمانی کی شرح کے سبب سے مشہور ہوئی جو نہایت عمدہ شرح ہے جس میں آپ نے بہت تحقیق اور عمدگی کے ساتھ مطالب کتاب کو فوق مایا واضح کیا ہے۔

آپ نے یہ شرح اوائل صفر ۸۲۷ھ میں سرقدی میں لکھ کر شاہ الغ بیگ کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے علاوہ آپ نے علاء الدین علی بن ابی الخرم قرشی معروف بابین النفیس متوفی ۶۸۷ھ کی کتاب ”موجز القانون“ کی بھی شرح لکھی جو نفیسی کے ساتھ مشہور ہے یہ بھی بقول صاحب کشف ”ہو معتبر لانه اوجد ثروده“ نہایت معتبر اور عمدہ کتاب ہے جو ذی الحجہ ۸۳۱ھ میں تصنیف کی ہے قال فی آخره : تم التالیف فی غرة ذی الحجہ ۸۳۱ھ ببلدة سرقدی اس شرح پر غرس الدین احمد بن ابراہیم حلبی متوفی ۹۸۱ھ وغیرہ نے حواشی لکھے ہیں۔

وفات..... علامہ خیر الدین زرکلی نے لکھا ہے کہ آپ نے ۸۳۱ھ مطابق ۱۴۳۸ء کے بعد وفات پائی۔ اے

(۱۰۴) صاحب مقدمہ ابن خلدون

نام و نسب..... قاضی القضاۃ ولی الدین ابوزید عبد الرحمن بن الشیخ الامام ابی عبد اللہ محمد بن خلدون الحضرمی المالکی صاحب ترجمہ نے اپنی سوانح حیات میں خود کو حضرمی الاصل بتایا ہے اور اپنا سلسلہ نسب حضرت واکل بن حجر ؓ سے ملایا ہے جو جلیل القدر صحابی تھے اور یمن میں تعلیم قرآن اور تبلیغ اسلام پر مامور تھے مگر ان کے معاصرین نے ان کو اکثر و بیشتر مغربی یا تونس کی نسبت سے یاد کیا ہے اس لئے کہ یہ ان کے ہاں بلاد مغرب سے آئے تھے۔

القاب و صفات..... آپ کے بڑے بیٹے زید کی نسبت سے آپ کی کنیت ابوزید ہوئی اور ولی الدین کا لقب آپ کو اس وقت سرفراز ہوا جبکہ آپ مصر میں مالکی مذہب کے قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے پھر اپنی مدت حیات میں جن جن عہدوں پر فائز ہوتے گئے مختلف القاب و صفات ان کے نام کے ساتھ چسپاں ہوتے گئے اور ان کی شخصیت کیلئے باعث زیب و زینت ہے مثلاً الوزير، الرئيس، الحاجب، الصدر الکبیر، الفقیہ، الکلیل، علامۃ الامۃ، امام الامۃ، جمال الاسلام و المسلمین وغیرہ، بعد ازاں انقلاب زمانہ کے ماتحت جب آپ مختلف عہدوں سے رفتہ رفتہ دست بردار ہوئے تو ان کے القاب و صفات بھی یکے بعد دیگرے ترک ہوتے گئے یہاں تک کہ بعد میں آپ صرف ابن خلدون کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

ابن خلدون لقب کی وجہ..... حضرت واکل ؓ کے کوئی پوتے (صاحب ترجمہ کے آباء و اجداد میں کوئی بزرگ) خالد بن عثمان نامی یمنی لشکر کے ہمارا اپنے وطن سے نکل کر اندلس جا بے تھے اہل مغاربہ نے اپنی عادت کے مطابق خالد کے نام کو خلدون سے بدل ڈالا اسی بنا پر ان کی پچھلی نسل بنو خلدون کے نام سے مشہور ہوئی۔

۱۔ از عیون الانبیاء فی تاریخ اطباء کتاب الاعلام کشف الظنون ۱۲۔

بعض مورخین کی سنگین غلطی..... گو تاریخ میں کئی ایسے اشخاص کا بھی پتہ لگتا ہے جو ابن خلدون کے نام سے مشہور ہوئے اور انہوں نے اپنے اپنے دور حیات میں بڑے بڑے سیاسی کارنامے بھی انجام دیئے مگر بایں ہمہ ابن خلدون (صاحب ترجمہ) کی بے پناہ شہرت کے باعث اب ابن خلدون کا نام صرف ان کی ذات کیلئے مخصوص سا ہو گیا ہے جس طرح لفظ مقدمہ صرف ان کے مقدمہ کیلئے بعض لوگ ان میں اور ان کے چھوٹے بھائی محیی بن خلدون میں امتیاز نہ کر سکے اور وہ یوں سنگین غلطی کے مرتکب ہوئے کہ کتاب ”بغیۃ الرواۃ فی اخبار بنی عبد الواد“ کی نسبت ان کی طرف کر دی حالانکہ یہ ان کے بھائی ابو زکریا محیی کی تصنیف ہے، اسی طرح بعض ان میں اور عمر بن خلدون میں فرق نہ کر سکے جو علوم ریاضیہ و فلکیات میں مہارت نامہ و شہرت عامہ رکھتا تھا حالانکہ شخص موصوف ابن خلدون سے تقریباً تین صدی قبل گزرا ہے۔

تاریخ پیدائش..... علامہ ابن خلدون یکم رمضان ۷۳۲ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۳۲۲ء میں شہر تونس کے اس مکان میں پیدا ہوئے جو اس شہر کی مشہور سڑکوں میں ”شارع ترتیبہ البائی“ پر واقع ہے۔

عظمت خاندان..... بنو خلدون اول اول قرو میں رہے بسے جمال ان کے جد اکبر خلدون بن عثمان آکر اترے تھے پھر وہ اشبیلیہ کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں بڑھے پلے، تیسری صدی کے آخر میں انہوں نے سیاست ملکی میں زبردست حصہ لیا اور خلفاء امویین کے خلاف اندلس میں جو بغاوت و شورش پھیلی پڑی تھی اس میں بھی انہوں نے سرگرمی دکھائی پھر میدان علم و سیاست میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور بلند بلند درجوں پر فائز ہوئے چنانچہ پانچویں صدی ہجری کا مشہور اندلسی مورخ ابن حیان لکھتا ہے کہ ”بنو خلدون اب تک اشبیلیہ میں بڑی شہرت کے مالک ہیں اور حکمرانی و علم دانی میں سرآمد روزگار ہیں، ابن حیان کے قول کے مطابق ان میں سب سے پہلے وہ شخص جو ریاست و حکومت کے میدان میں آکر نکلے وہ کریب بن خلدون ہیں اور علمی میدان میں سر بلندی پانے والے عمر بن خلدون جن کے بارے میں ابن ابی اصیبعہ کتاب ”عیون الانباء فی طبقات الاطباء“ میں رقمطراز ہیں کہ ابو مسلم عمر ابن خلدون الحضری اہل اشبیلیہ کے شرفاء میں سے ہیں علوم فلسفہ میں ان کو کافی دسترس حاصل تھی اور علوم ہندسہ نجوم و طب میں شہرت تامہ رکھتے تھے اور علوم ریاضیہ میں مشہور ابو القاسم مسلمہ الجبریلی کے شاگرد تھے۔

ابن خلدون کے پرداؤں و وزارت کا عمدہ بھی سنبھالا اور پھر ایک بغاوت میں مارے گئے اسی طرح ان کے دادا بھی کئی بار منصب وزارت سے سرفراز ہوئے لیکن ان کے والد نے علم و کمال کو سیف و سنان پر ترجیح دی اور اپنی توجہات کا مرکز علم و ادب کو بنایا ابن خلدون کہتے ہیں کہ میرے والد کو علم ادب میں سب پر سبقت نصیب تھی اور فنون شعر پر ان کی اچھی نظر تھی اہل ادب ان کے پاس فیصلہ کیلئے آتے اور اپنے کلام کو ان کے سامنے پیش کرتے تھے بہر کیف ابن خلدون کا خاندان علم و ادب اور سیاست و ریاست میں ممتاز تھا۔

تعلیم و تربیت..... ابن خلدون کے والد چونکہ خود صاحب علم تھے اس لئے انہوں نے ان کی تعلیم و تربیت پر پوری پوری توجہ دی بعض علوم ان کو خود پڑھائے اور بعض کیلئے تونس میں جو زیادہ سے زیادہ قابل اساتذہ دستیاب ہو سکتے تھے ان کے حلقہ درس میں بٹھادیا۔

ابن خلدون فطرتاً علم و کمال کا شوق لے کر پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ حصول علم میں مسلسل کوشاں رہے اول قرآن کریم حفظ کیا اور قرأت عشرہ پر اس کی مشق کی علوم نحو فقہ و حدیث سبقاً سبقاً گہرے مطالعے سے پڑھے اور کتب ادب و دوا دین بھی مطالعہ سے نکالے بہت سے اشعار از بر یاد کئے پھر آخر میں علوم عقلیہ کی تکمیل کی صحاح ستہ موطا امام مالک کتاب الکسر لابن اسحاق اور کتاب ابن الصلاح کی تکمیل مغرب کے امام احمد بن حنبل و النجاشی و ابن عبد السلام سے کی اور شیخ محمد بن ابراہیم آملی کے زیر تعلیم آٹھ برس تک علوم ریاضیہ، منطق اور فنون حکمیہ میں مہارت حاصل کی۔

رحلت والدین..... ابن خلدون کی پیدائش ان کے دواہی کے سامنے ہو گئی تھی مگر یہ ابھی پانچ ہی برس کے تھے کہ دواہی وفات پائی اور والدین بقید حیات رہے جب یہ سترہ برس کی عمر کو پہنچے تو ان کو ایک زبردست مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور وہ یہ کہ تونس میں شدید طاعون پھیل گیا جس میں شہر کے شہر صاف لور بڑے بڑے مثلث اسی آفت کی نذر ہو گئے اور ان کے والدین بھی بول غدا جی ہو گئے اور اب خلدون میں ان کے صرف دو بھائی زندہ رہ گئے ایک ان سے بڑے اور دوسرے ان سے چھوٹے کوچ از وطن مالوف..... آپ کے خاندانی حالات ایسے ناسازگار ہو گئے تو اب وطن میں آپ کیلئے کوئی دل چسپی اور دل بستگی کا سامان نہ رہا اور آپ نے کوچ ورحلت کا سامان باندھا مگر ان کے بڑے بھائی محمد نے ان کو اس ارادہ سے سختی سے باز رکھا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کچھ ایسی سیاسی ترکیب آپڑی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور تونس سے مغرب کی جانب نکل کھڑے ہوئے صورت یہ ہوئی کہ وزیر ابن تافراکین نے جو اس زمانہ میں تونس کی حکومت میں خود مختاری کے مزے لوٹ رہا تھا علامہ کو سلطان ابوالاسحاق کی طرف سے کاتب علامت کی خدمت پر مامور کیا یہ خدمت صرف اس قدر تھی کہ ”الحمد للہ والکفر للہ“ کو جلی قلم سے بسم اللہ و مضمون خط کے درمیان لکھا جاتا تھا چنانچہ علامہ نے بیس برس کی عمر میں یہ خدمت سنبھالی، انہیں پیام میں امیر تھھی تخت سلطنت کے لالچ میں قبائل کی جرار فوج کو لئے ہوئے تونس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا دوسری طرف وزیر بھی اس کے مقابلہ کیلئے قبائل کو جمع کر رہا تھا آخر سلطان تونس اپنی فوج کو لے کر تونس سے نکلا ابن خلدون بھی اس کے ساتھ تھے جب یہ مرجانہ پر پہنچے تو امیر قسطنطنیہ کی فوج سامنے آئی اور جابین میں گھسان کی لڑائی چھڑی آخر میں سلطان اور اس کی جماعت کو شکست فاش ہوئی اور ابن خلدون بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر میدان کارزار سے نکلے اور مقام آبہ میں پہنچ کر نجات پائی پھر یہاں سے مجسمہ، قصہ، زاب، بیسکرہ، تکرمان، بجایہ وغیرہ میں اقامت پذیر ہوتے ہوئے سلطان ابوعنان کی پیش کش پر ناس پہنچ گئے۔

سیر و سیاحت..... علامہ ابن خلدون کا مولد گو تونس ہے لیکن ان کی حیاتی تنگ و دو کا میدان پورا عالم عربی ہے جہاں وہ طرح طرح کے خطرات و احوال اور قید و بند کی آفات سے ٹکراتے ہیں بیس برس کی عمر میں انہوں نے وطن مالوف کو خیر باد کہا اور مغرب ادنیٰ و اقصیٰ اور اندلس میں گھومتے گھومتے چھبیس برس کے بعد پھر وطن لوٹے مگر صرف چار برس رہنا نصیب ہوا پھر مصر کیلئے سامان باندھا اور آخر زندگی تک وہیں رہے مصر کے قیام میں بھی وہ کئی مرتبہ پردیس و سفر میں نکلے ایک مرتبہ فریضہ حج کی اوائلی کی نیت سے حجاز مقدس کی طرف کوچ کیا اور ایک بار مقامات مقدسہ کی زیارت کی غرض سے قدس کی طرف گئے ایک موقع پر دمشق کی دفاعی تدابیر میں حصہ لیا یوں گویا آپ کی زندگی کے کل چوبیس برس تونس میں گزرے اور چھبیس برس مغرب اوسط و اقصیٰ و اندلس میں اور چوبیس برس مصر و شام اور حجاز میں غرض قلب جزیرہ عرب اور عراق کو چھوڑ کر پورے ملک عرب پر یہ چکر لگاتے رہے اور تونس میں ۱۳۳۲ء سے ۱۳۵۲ء تک تونس اور فاس کے درمیان ۱۳۵۲ء سے ۱۳۵۴ء تک، فاس میں ۱۳۵۴ء سے ۱۳۶۲ء تک، اندلس میں ۱۳۶۳ء سے ۱۳۵۶ء تک، بجایہ میں ۱۳۶۵ء سے ۱۳۶۶ء تک، بیسکرہ میں ۱۳۶۶ء سے ۱۳۷۴ء تک، قلعہ ابن سلامہ میں ۱۳۷۴ء سے ۱۳۷۸ء تک، تونس میں ۱۳۷۸ء سے ۱۳۸۲ء تک، مصر میں ۱۳۸۲ء سے ۱۳۸۶ء تک مقیم رہے۔

ازدواجی زندگی..... مغرب اوسط میں پہنچ کر ازدواجی زندگی اختیار کی اور قدرت سے ان کو اولاد بھی نصیب ہوئی چنانچہ جب موصوف نے مصر میں قیام کا ارادہ کیا تو اپنے اہل و عیال کو قاہرہ بلائے کا قصد کیا لیکن سوء قسمت سے جس جہاز میں بال بچے سوار ہو کر آ رہے تھے وہ اسکندریہ پہنچنے سے پہلے ہی ڈوب گیا اور علامہ کو ان کا دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

درس و تدریس..... ایک عرصہ تک آپ نے تدریسی خدمات بھی انجام دیں چنانچہ قاہرہ پہنچ کر جامعہ ازہر میں اپنے مالکی مسلک کے مطابق درس دیا پھر رئیس برقوق نے آپ کو جامعہ عمرو کے متصل مدرسہ مجیہ میں مدرس مقرر کیا اور مالکی

مسک کا عمدہ بھی آپ کے سپرد کیا اس کے بعد مدرسہ ظاہریہ سے منسلک ہوئے پھر مدرسہ سر غمیش سے اس کے بعد آپ نے خانقاہ بھر سہ کی بیشت سنبھالی۔

تصنیف و تالیف ۱۲۷۴ء میں علامہ ابن خلدون قلعہ ابن سلامہ کے محل میں فروکش ہوئے جو اولاد عریف کے شیوخ کا مسکن و قرار گاہ تھا۔ اس وقت آپ کی عمر بیالیس برس کی تھی اس سے پہلے گواہ طویل بے چین سیاسی زندگی پر حوادث و پر فتن گزرا چکے تھے مگر اس میں بھی انہوں نے اپنا دامن علم و درس سے کلیتہً نہیں چھڑایا تھا بلکہ اس ارمان میں رہتے تھے کہ کاش ان کو فکری ترقیوں کیلئے سکون کی گھڑیاں ملیں چنانچہ اس قلعہ میں ان کو اپنے ارمان نکالنے کا پورا موقع میسر آیا اور چار سال تک یہیں مقیم رہ کر پوری دل جمعی اور طمانیت قلبی کے ساتھ اپنی تاریخ العرب و یوان المبتداء والخبر فی لیام العرب و انجم و البرد من عاصر حم من ذوی السلطان الاکبر اور اس کے مقدمہ کی تالیف کا سلسلہ چھیڑا، مقدمہ کی تالیف سے فراغت کے بعد اہل عرب و بربر اور زنانہ کے حالات قلمبند کرنے کیلئے قلم اٹھایا، اب تک جو لکھا تھا وہ اپنے حافظہ کے ذخیرہ کی بنا پر تھا جب عرب و بربر کی تاریخ لکھنے بیٹھے تو انہوں نے کتابوں کی طرف مراجعت کرنے کو از بس ضروری جانا اور اس مقصد کیلئے تونس جانا مناسب خیال کیا اور چھبیس برس پھر پھر اگر سلطان ابو العباس سے اجازت طلبی کے بعد پھر تونس آن اترے شاہ مذکور خود فن تاریخ کا دلدادہ تھا اس لئے اس نے علامہ کی ہمت بندھائی اور ان کی تاریخ کے سلسلہ میں پوری پوری سہولتیں بہم پہنچائیں، ابن خلدون اپنی اس شاندار اور مشہور تصنیف سے یہیں تونس میں فارغ ہوئے اور اس کا ایک نسخہ شاہ کی خدمت میں پیش کیا، نیز موصوف نے شاہ کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی پڑھا جو ایک سو ایک ابیات پر مشتمل ہے ان میں سے صرف آٹھ ابیات تحف کتاب سے متعلق ہیں جو درج ذیل ہیں۔

والیک من سیر الزمان واعله۔ عبرا یدین بفقلها من یعدل

غیر و افتجمل عنہم و تفصل۔ تبدی التابع و العماق سرھا

و نمود قبلہم و عاد الاول

والقائمون بملک الاسلام من۔ ضرور بربر ہم اذا ماحصلوا

لخصت کتب الاولین لجمعہا

واتیت اولہا بما قد اغفلوا۔ والتت حوشی الکلام کائنما

شردو اللغات بہانطقی ذلل

و جعلتہ لصوان ملکک مقفرا۔ یاہی الندی بہ دیز ہوا المحفل

اہدیت منہ الی علاک جواہرا۔ مکنونت و کواکبا لا تافل

(ترجمہ) : ۱۔ اور آپ کے سامنے زمانہ اور اہل زمانہ کی گردش کے سلسلہ میں ان عبرتوں کو پیش کر رہا ہوں جن کی فضیلت کا وہ لوگ اعتراف کریں گے جو منصف ہیں۔ ۲۔ یہ وہ صحیفے ہیں جو گذشتہ لوگوں کے واقعات کی ترجمانی کر رہے ہیں جو کسی واقعہ کو اجمالاً بیان کرتے ہیں اور کسی کو تفصیل سے۔ ۳۔ جو تاریخ (قدیم شاہان عین) اور عمالقہ (عرب قدیم) اور ان سے بھی پرانی قوم نمود اور ماہولی کے مخفی حالات کو ظاہر کرتے ہیں۔ ۴۔ اور نیز اہل مصر اور بربر میں سے ان لوگوں کے احوال کو بھی جو اسلام لانے کے بعد ملت اسلام پر قائم رہے ہیں۔ ۵۔ میں نے ان صحیفوں کی تدوین میں قدماء کی کتابوں کی تلخیص کی ہے اور جن چیزوں سے انہوں نے غفلت برتی ہے ان کو شروع سے بیان کر دیا ہے۔ ۶۔ اور اس نامائوس کلام کو جو وحشی جانور کی طرح رمیدہ تھا میں نے ایسا رام کیا کہ اب زبانیں اس کی لواحتگی میں میرے نطق کی تابع ہیں۔ ۷۔ تیرے دربار کے اندر میں نے اس میں سے چھپے ہوئے موتیوں کو ہدیہ کیا ہے اور ان ستاروں کو جو ہمیشہ درخشاں رہتے ہیں۔ ۸۔ اور تیری مملکت محروسہ کیلئے اس کو ایسی فخر کی چیز بنایا ہے کہ مجلس اس پر نازاں ہوگی اور محفل اس سے آرامتہ رہے گی۔

مقدمہ اور تاریخ پر نظر ثانی قیام مصر کے زمانہ میں آپ نے اپنی تاریخ اور مقدمہ پر نظر ثانی کی، تاریخ مشرق پر

چند اباحت کا اضافہ کیا اور کچھ فضلیں بڑھائیں، مقدمہ میں بعض فصول کو بالکل بدل ڈالا اور بعض فقرہ کا اضافہ کیا اور اس کا ایک نسخہ ملک ظاہر کی خدمت میں پیش کیا۔

مقدمہ ابن خلدون..... میں علم تاریخ کی فضیلت، تاریخ مذاہب کی تحقیق، مورخین کی غلطیوں پر تنقید و تبصرہ نفسیاتی تاریخ اور نظریاتی فلسفہ بیان کیا ہے اس لحاظ سے یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے اسلامی تاریخ میں یہ متفکرانہ انداز کسی نے بھی اختیار نہیں کیا، اس مقدمہ پر علماء مغرب اور فلاسفہ نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور یہ اعتراف کیا ہے کہ ابن خلدون پہلا شخص ہے جس نے اجتماعی اقتصادی، نسلی اور سیاسی علوم، نیز فلسفہ تاریخ اور عام قانون بنائے اور ان کی بنیاد رکھی، علماء مشرق نے بھی آپ کے علمی فضل و کمال اور فلسفہ تاریخ کا لوہا مانا اور اس مقدمہ کو اپنی زبان میں ترجمہ کیا علامہ شبلی نعمانی الفاروق میں متاخرین پر نکتہ چینی کے بعد تاریخ ابن خلدون کے متعلق لکھتے ہیں کہ لیکن اس عام نکتہ چینی میں ابن خلدون کا نام شامل نہیں ہے اس نے فلسفہ تاریخ کا فن ایجاد کیا اور اس پر نہ صرف متاخرین بلکہ مسلمانوں کی کل قوم ناز کر سکتی ہے۔

رحلت و وفات..... علم و فضل کا یہ آفتاب چوتھریس درخش رہ کر ۲۶ رمضان ۸۸۸ھ مطابق ۳ مارچ ۱۴۰۲ء میں ہمیشہ کیلئے زیر خاک روپوش ہو گیا ان کے معاصرین نے بتلایا ہے کہ قاہرہ میں باب النصر سے باہر مقبرہ صوفیہ میں مدفون ہیں۔ (رحمہ اللہ رحمۃ واسعہ)

ارباب چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے ہر شاخ پہ اپٹائی نشان چھوڑ دیا ہے

مصنفین کتب امتحان مولوی

اس کورس میں اکثر کتابیں تو وہی ہیں جو درس نظامی کی ہیں یعنی فصول اکبری، کافیہ، قدوری، اصول الثاشی، مرقات، تہذیب، شرح تہذیب، ہدایۃ الحکمہ، عقائد نسفیہ، جلالین شریف (نصف اول) موطالام محمد، ان کے مصنفین کے حالات ان کتابوں کے ذیل میں گزر چکے، ان کے علاوہ مزید کتابیں یہ ہیں۔

مجانی الادب، دروس البلاغۃ، متن الکافی، رسالہ اصول الحدیث، زبدہ الاصول، موجز، کامل الصناعۃ، ازہار العرب، کافیۃ المحتفظ، النسخۃ الاحملیۃ فی الصلوات الفعلیۃ۔

(۱۰۵) صاحب مجانی الادب

الاب لولیس بن یوسف بن عبد المسیح بن یعقوب بن عبد المسیح، شیخ قس یسوعی آپ ۱۲۷۵ھ میں مار دین میں پیدا ہوئے اور لبنان کے مدرسہ الابار الیسوعین میں تعلیم پائی فراغت کے بعد رہبانیت یسوعیہ کے زمرہ میں منسلک ہوئے اور بلاد اور باد مشرق کی سیاحت کی اور کتب عربیہ کا بہت کچھ مطالعہ کیا، آداب عربیہ کی تعلیم کیلئے جامعۃ القدس یوسف میں مدرس ہوئے جمال آپ نے عرصہ تک تعلیم دی اور مجملہ المرقق جاری کیا۔ ۱۳۴۶ھ میں بیروت میں آپ نے وفات پائی۔ مجانی الادب فی حدائق العرب، الخطوط، العربیہ مکتبۃ النصرانیہ، النصرانیۃ و آدابہا بین العرب الجبلیۃ الادب العربیہ فی القرن التاسع عشر، بیروت تاریخ ہاء آثار باوغیرہ بہت سی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔

(۱۰۶) صاحب دروس البلاغۃ

یہ کتاب حفصی بک ناصف کی ہے جو انہوں نے ابواء مصر کی ایک جماعت محمد بک دیاب، محمد بک صالح اور مصطفیٰ

معلوم وغیرہ کے ساتھ مل کر تصنیف کی ہے۔

نام و نسب اور جائے پیدائش محمد حنفی ناصف بن شیخ اسماعیل ناصف ۱۲۷۲ھ میں قاہرہ کی مضافاتی بستی ”برکندہ“ میں نزاری اور تیزی کی حالت میں پیدا ہوا اور ماموں اور داوی نے اس کی کفالت کی۔

تحصیل علم اور حالات زندگی حنفی بک نے ابتداء بستی کے ایک مدرسہ میں داخل ہو کر قرآن کا کچھ حصہ حفظ کر کے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور گیارہ برس کی عمر میں بھاگ کر ازہر چلا گیا اور وہاں تیرہ سال رہا پھر دارالعلوم میں داخلہ لے کر علوم و فنون میں مہارت حاصل کی یہاں سے فراغت کے بعد مدارس امیریہ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے پھر انہیں لاکھ کا استاد منتخب کر لیا گیا یہاں ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ طلبہ کی کلاسوں میں بھی شامل ہو جاؤں چنانچہ انہوں نے قانون پڑھ لینے کے بعد پڑھانے کا مشغلہ چھوڑ دیا اور سرکاری وکیل کے سیکریٹری بن گئے پھر ۱۸۹۲ء میں ملکی عدالت کے جج معین کر دیئے گئے اور اس ضمن میں اتنی ترقی کی کہ ”ملخطا“ کی ملکی عدالت کے نمائندے ہو گئے اسی اثناء میں انہیں جامعہ مصریہ نے ادب عربی پڑھانے کی دعوت دی جس پر لبیک کہتے ہوئے انہوں نے ادب عربی پر نہایت پر معلومات پیچھ دیئے جو کتابی شکل میں جمع کر دیئے گئے پھر جب وزارت تعلیم کے چیف انکسپکٹر شیخ حمزہ رحمہ اللہ پینشن پا کر الگ ہو گئے تو پر ضمیر حنفی بک ان کی جگہ آئے اور ستر برس کی عمر میں انہیں بھی پینشن مل گئی۔

اخلاق و عادات موصوف بڑے خوش مذاق، شگفتہ طبع، برجستہ گو و حاضر جواب، مزاج پسند اور خلیق تھے وہ ہر علم و فن کا ساتھ دیتے اور قدیم و جدید کو نہایت توازن کے ساتھ ملائے دیتے تھے۔

نثر نگاری اور شاعری حنفی بک ناصف جدید ادبی تحریک کے ایک محکم ستون تھے انہوں نے اپنی علمی کادشوں اور تالیفوں سے اس تحریک میں جان ڈال دی اور اپنے قصائد و مقالات سے اس کو تقویت پہنچائی انہیں لغت میں بڑی مہارت، قواعد میں وسیع معلومات حاصل تھی اسرار کلام سے باخبر اور فن تنقید میں بڑی گہری نظر رکھتے تھے مضمون نگاری میں ان کا انداز عصر عباسی کے آخری دور کے اسلوب کی طرح تھا جس میں مجمع بندی اور بدیع پسندی تھی لیکن مقالات نویسی میں ان کا اسلوب نگارش ان قیود سے آزاد تھا اسلئے اس میں رقت و سلاست اور سادگی و متانت ہے یہی شاعری تو اس کا اسلوب نثر منظوم کا سا ہے جس میں لطائف اور لفظی حسن کی زیادتی ہے کبھی کبھی تراکیب میں کمزوری نمایاں ہو جاتی ہے تاہم مجموعی طور پر وہ رواں اور فطری ہے۔

حنفی شاعری کا نمونہ ایک رئیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اصیبت آمالی و کنت امتہا من طول الما لیت من اخوانی۔ اولی باخلاصی لہم واذود عن۔ اعراضہم بجوارحی ولسانی
حقہم ودی فلما الیسر واکانت بدایتہ امرہم نسیانی۔ حبسی من الدنیا صدیق ثابت۔ فروقہ ولا احتیاج لشان۔
عالموں کی بے بسی پر رنج کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اتقنی معی ان حان حینی تجاریبی۔ وما قتها الا بطول عناء۔ وینحزنی الا اری لی حیل

لا عطانہا من یتستحق عطائی۔ اذا ورث المذون ابناء ہم غنی۔ وجاہا فما اشقی بنی الحکماء

وفات حنفی بک ناصف نے ۱۳۲۷ھ مطابق نومبر ۱۹۱۹ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور مقبرہ شافعی میں مدفون ہوئے۔

تالیفات (۱) دروس البلاغۃ انہوں نے دوسرے مولفین کے ساتھ مل کر عربی زبان کے قواعد کی کتابوں کا ایک سلسلہ جاری کیا جو آج کل مصری مدارس میں بطور کورس مقرر ہے دروس البلاغۃ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت اچھی کتاب ہے، ابوالافصال مولانا فضل حق رامپوری نے ”شموس البراعۃ فی شرح دروس البلاغۃ“ کے نام سے عربی زبان میں اس کی شرح لکھی ہے۔ (۲) میزات لغۃ العرب یہ موصوف نے مستشرقین کی اس

کانفرنس میں پیش کی تھی جو ”وائٹا“ میں ۱۸۸۶ء میں منعقد ہوئی تھی نیز وہ اس وفد کے سیکریٹری بھی تھے جو اس کانفرنس میں مصر کی نمائندگی کر رہا تھا (۳) ”حیۃ اللغۃ العربیۃ“ یہ ان لیکچروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے جامعہ مصر میں دیئے تھے۔ (۴) القطار السریع فی علم البدیع (۵) الامثال العلیۃ (۶) بدیع اللغۃ العلیۃ ان کے علاوہ ایک رسالہ بحث و مناظرہ پر اور ایک منطق پر بھی لکھا ہے ان کی بیشتر کتب غیر مطبوعہ ہیں۔ ۱۔

(۱۰۷) صاحب الکافی

ابو العباس شہاب الدین احمد بن عباد بن شعیب الشافعی القناتی ثم القاہری متوفی ۸۵۸ھ المعروف بالحواس آپ کے مولفات میں الکافی فی علمی العروض والقوافی اور نیل المہجد الامجد فیمن اسمہ احمد بتائی جاتی ہیں۔ ۲۔

(۱۰۸) صاحب اصول حدیث

میر سید شریف جرجانی کا مختصر سا رسالہ ہے ان کے حالات ”نحو میر“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۰۹) صاحب زبدۃ الاصول

علامہ بہاء الدین عالمی شیعہ کی تصنیف ہے جن کے حالات ”تشریح الافلاک“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۱۰) صاحب المोजز

علاء الدین علی بن ابی حزم القرشی المعروف بابن النخیس المصری الشافعی آپ ۶۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور شیخ مہذب الدین و خوار سے علم طب حاصل کیا اور اس فن میں وہ کامل و دسترس بہم پہنچائی کہ ابن سینا کے بعد آپ جیسا کوئی نہ ہو سکا چنانچہ طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

واما الطب فلم یکن علی وجہ الارض مثله فی زمانہ قیل ولا جاء بعد ابن سینا مثله
فن طب میں آپ کے زمانہ میں روئے زمین پر آپ جیسا کوئی نہ تھا بلکہ بقول بعض ابن سینا کے بعد آپ جیسا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔

آپ طبیب حاذق ہونے کے ساتھ بہت بڑے فقیہ بھی تھے اور علاج میں تو آپ کا مقام شیخ ابو علی سینا سے بھی آگے تھا آپ نے اصول فقہ، منطق اور طب وغیرہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں فن طب میں آپ کی ضخیم کتاب ”الشمائل“ اسی جلدوں میں پھیلی ہوئی ہے پھر بھی نامکمل ہے کہا جاتا ہے کہ اگر اسے پوری کرتے تو تین سو جلدوں میں مکمل ہوتی فن طب میں دوسری کتاب ”الموجز“ ہے جو آپ کی تصنیفات میں سب سے اچھی تصنیف ہے صاحب کشف نے لکھا ہے۔

هو كتاب مفید معتبر و هو خير ما صنف من المختصرات و المطولات اذ هو موجز
فی الصورة لكنه كامل فی الصناعت منهاج اللرايت حار للذ خاتر الفیسه شامل للقوانين الکلیت والقواعد
الجزئیت جامع لاصول المسائل العلمیت والعملیت.

یہ نہایت مفید و معتبر اور مختصر و مطول کتابوں میں سب سے اچھی کتاب ہے کیونکہ یہ بظاہر موجز ہے لیکن در حقیقت فن طب میں کامل و خاتر نفیسہ پر حاوی قوانین کلیہ و قواعد جزئیہ کو شامل اور اصول مسائل عملیہ و علمیہ کی جامع ہے۔

آپ کی یہ کتاب چار فنون پر مرتب ہے فن اول اجزاء طب علمی و عملی کے قواعد میں ہے فن دوم ادویہ و اغذیہ مفردہ اور مرکبہ کے بیان میں ہے فن سوم ان امراض کے بیان میں ہے جو خاص اعضاء کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں فن چہارم عام امراض اور ان کے اسباب و علامات اور معالجات کے بیان میں ہے۔

آپ نے تقریباً اسی سال کی عمر پاکر ۱۱ ذیقعدہ ۶۸ھ میں وفات پائی آپ کی کتاب ”الموجز“ پر بہت سے لوگوں نے حواشی و شرح لکھے جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حل الموجز از جمال الدین محمد بن محمد بن محمد بن فخر الدین اقسرانی متوفی ۷۵۷ھ۔ (۲) نفیسی از شیخ نفیس بن عوض کرمانی متوفی ۸۳۰ھ (۳) شرح الموجز از شیخ ابواسحاق ابراہیم بن محمد سویدی متوفی ۶۹۱ھ (۴) الجز از رئیس الاطباء محمود بن احمد امشاطی (۵) سدید ی از علامہ سدید گازرونی۔ لے

(۱۱۱) صاحب کامل الصناعہ

علاء الدین علی بن عباس الہوازی الجوسی المتوفی ۳۸۴ھ مشہور طبیب ہے اس نے ابوہریر موسیٰ بن سید وغیرہ سے علم حاصل کیا اور شاہ عضد الدولہ فناخسروا بن رکن الدولہ ابو علی حسن بن بویہ دیلمی کیلئے ادویہ مفردہ کے ذریعہ مدارہ امراض میں ایک کتاب لکھی، علم طب میں ان کی کتاب کامل الصناعۃ الطبیۃ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔ لے

(۱۱۲) صاحب ازہار العرب

نام و نسب اور حالات زندگی..... ابو عبد اللہ محمد بن یوسف ۳۰۷ھ میں ضلع سورت کے ایک گاؤں ”سامرود“ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی سات برس کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا پھر فارسی اور عربی سیکھی بغرض تعلیم ایک سال سورت میں اقامت کی پھر بمبئی پہنچے ۳۲۰ھ میں اعلیٰ تعلیم کا شوق انہیں شہر دہلی لے گیا جو علوم دینیہ و عربیہ کیلئے مرکزی حیثیت رکھتا تھا وہاں مختلف مدارس میں متعدد اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ۳۲۶ھ میں علامہ محمد طبیب مکی سے استفادہ کیلئے حیدر آباد دکن پہنچے اور جب علامہ موصوف رامپور گئے تو یہ بھی ان کے ہمراہ رامپور گئے بعد ازاں ۳۲۹ھ میں شیخ طبیب عرب مدۃ العلماء میں ادیب اول کے عہدہ پر فائز ہوئے تو ان کے ساتھ ان کا یہ قابل شاگرد بھی لکھنؤ پہنچا اور تقریباً پانچ سال تک شیخ طبیب کے ساتھ رہا اس عرصہ میں شیخ سے منطق، فلسفہ، ادب، اصول فقہ، کچھ علم کلام، تفسیر اور صحیح بخاری شریف مکمل پڑھی پھر ملک کے مختلف جلیل القدر علماء سے ملاقاتیں کیں اور محرم ۳۳۵ھ میں ریاست ٹونک کے ایک معزز گھرانے میں شادی ہوئی موصوف قلمی کتابوں کی تلاش میں ٹونک کے مشہور کتب خانہ پہنچا کرتے تھے۔

جلالت شان و علمی مقام..... علوم عربیہ و دینیہ بالخصوص لغت، عربی شاعری، تاریخ النساب، اسماء الرجال، حدیث اور تفسیر میں ان کا مطالعہ نہایت وسیع تھا علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے معارف بابت ستمبر ۱۹۴۲ء شذرات میں ان کے متعلق لکھا ہے ”پچھلے مہینے کا سب سے اندوہناک علمی حادثہ مولانا محمد سورتی کی وفات ہے مرحوم اس عہد کے مشہور دل و دماغ اور حافظہ کے صاحب علم تھے جہاں تک میری اطلاع ہے اس وقت اتنا وسیع النظر، وسیع المطالعہ کثیر الحافظہ عالم موجود نہیں، صرف و نحو، لغت و ادب، اخبار و انساب اور اسماء الرجال کے وہ اس زمانہ میں در حقیقت امام تھے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں: ”مرحوم کا پایہ علم و ادب در جہاں و انساب و اخبار میں اتنا اونچا تھا کہ اس عہد میں اس کی نظیر مشکل تھی، جو کتاب دیکھتے تھے وہ ان کے حافظہ کی قید میں آجاتی تھی سینکڑوں نادر عربی قصائد، ہزاروں عربی اشعار اور

لغات و انساب نوک زبان تھے ان کو دیکھ کر یقین ہوتا تھا کہ ابتدائی اسلامی صدیوں میں علماء و ادباء اور محدثین کی وسعت حافظہ کی جو عجیب و غریب مثالیں تاریخ میں مذکور ہیں وہ یقیناً صحیح ہیں شادی کے بعد اپنی دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ انہوں نے صرف تین ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔

اخلاق و عادات..... موصوف نہایت سادہ مزاج، بے تکلف، احباب پرور، فیاض اور مستغنی تھے مطالعہ کتب کے دلدادہ اور نادر کتب جمع کرنے کے شیدائی تھے اگر کوئی نادر کتاب خریدنا ممکن نہ ہوتا تو اس کی نقل خود کر لیتے یا کسی کاتب سے کر لیتے تھے انہوں نے اپنا بہت بڑا قیمتی کتب خانہ چھوڑا آپ علوم عربیہ و اسلامیہ کے طلباء کے بڑے ہمدرد اور مددگار تھے ان کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے اور لوگوں کو مشورہ دیتے کہ اپنے ذہن بچوں کو عربی پڑھاؤ اور علوم اسلامیہ کی طرف متوجہ کرو مگر آپ اہل حدیث تھے اور نہایت درجہ متقدم، الحب للہ واللہ للہ ان کا شعار تھا حق کے اظہار میں کبھی نہیں چوکتے تھے اور نہ کسی کی رعایت کرتے تھے، علامہ خلیل بن محمد عرب نے ان کے مرثیہ میں بجا کہا ہے۔

ماخفت غیر اللہ فی الحجاز

یا جابر الحق غیر مروع

تعلیمی خدمات..... آپ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں شعبہ عربی کے صدر رہے جہاں آپ سے بہت سے طلبہ نے کسب فیض کیا ڈاکٹر عبدالعلیم احراری، پروفیسر محمد سرور اور ڈاکٹر ذاکر حسین آپ کے ہونما شاگردوں میں سے ہیں چند ماہ مدرسہ رحمانیہ میں بھی ادب و حدیث وغیرہ کی تعلیم دی تھی بمبئی میں قرآن و حدیث اور ادب عربی کی تعلیم کیلئے ایک ادارہ دار الحدیث قائم کیا۔ شعر و شاعری..... جاہلیت عرب کی شاعری سے دلچسپی اور اس پر عبور نیز لغت میں مہارت کی وجہ سے ان کی شاعری میں ثقیل و غریب الفاظ بکثرت ملتے ہیں ان کی شاعری کا اسلوب خالص جاہلیت کی شاعری سے ملتا جلتا ہے البتہ شاعری میں جدید ایجادات کا ذکر ان کی جدت پسندی کی دلیل ہے ان کی شاعری کا بڑا حصہ دینی موضوعات پر مشتمل ہے اور مدح غزل عتاب ہجو، مرثیہ اور وصف میں بھی بہت کچھ لکھا ہے ان کی شاعری میں معنوی بلندی تو ملتی ہے لیکن شاعرانہ ٹیپ ٹاپ اور مبالغہ آرائی ناپید ہے ایک جگہ اسے متعلق خود کہتے ہیں۔

ابی ذاکم دینی وعدی

ولست بشاعر اسفانانی

ان کی شاعری میں زہد اور شکوہ احباب کا غصہ نمایاں ہے آنحضرت ﷺ کی مدح میں بھی انہوں نے قصیدے کہے ہیں۔ نمونہ شاعری..... ایک طویل مدحیہ قصیدہ میں جس کا مطلع

واخو الصابۃ للوداع سمیل

ودع امیۃ حان منک رحیل

ہے ابتدائی تشبیب کے بعد گریز کیلئے بجائے اونٹ کے جدید سواری ریل گاڑ کر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

فازا عرتک من الزمان ملمتہ فجاء امرک فیہ هذا الریل

یمشی علی کرة یصنح تاوہا کفمامۃ قصف لہا تر جیل

واقبت فی سیرہ جو ابستہ فاللیل والا یام فیہ منیل

یستاقہ فی شلۃ و صرامتہ نارو ماء فی حشاہ تمیل

فیسیرا سبوعا بساعات کذا فہرا بیوم لیس فیہ حویل

هذا الذی یمشی بنا متحزما عند الامیر لہ الندی و اصول

شاہ ولی اللہ صاحب کے مزار پر کہے ہوئے ایک قصیدہ میں کہتے ہیں۔

لقد کان لایا لوعن الحق ساعتہ و حق لہ ان یدعی بمحقق

اذا قال ابدی حجتہ اللہ قاطعا وفصل عن اقوال کل مرنق

اپنے استاد علامہ محمد طیب عرب کے مرثیہ میں کہتے ہیں

لیکھ علم الدین والفسرانہ۔ غریب بهذا العصر یلمی و یسحب
لقد کان یدی الحق محضا لطالب۔ ویزری باقوال سخاف و یضرب
اذا اعقلت بالقوم عقدة آية۔ وماها بقول صائب فتشعب

اہل حدیث کی مدح میں کہتے ہیں

اہل الحدیث عصابت نبوتہ ترضی بفعل المصطفیٰ و بامرہ
و یحط رای الناس اوا قوالہم۔ حط السيول الصخراء علی صخرہ

دہائی لقب کے متعلق کہتے ہیں

ان کان بدی محمد وسبلہ

ذاک التوبہ فادعنی وهاہی

وفات حسرت آیات موصوف نے اپنی بیماری کا آخری زمانہ علی گڑھ میں گزارا اور یہیں ۲۳ شعبان ۱۳۶۱ھ
بروز جمعہ مطابق ۷ اگست ۱۹۴۲ء رابی ملک بقاء ہو گئے کسی شاعر نے تاریخ وفات میں یہ مصرعہ کہا ہے
یک آفتاب علم و عمل زیر خاک شد

تالیفات و تصنیفات اور تحقیقی و تنقیدی مقالات ۱۔ ابتداء میں انہوں نے ”ابو ہریرہ“ پر ایک رسالہ لکھا جس
میں اسے غیر منصف ثابت کیا ہے اور اس پر دلائل و شواہد پیش کئے ہیں۔ ۲۔ ازہار العرب یہ عربی قصائد کے منتخب اشعار کا
مجموعہ ہے جو متعدد امتحانات میں بطور کورس مقرر ہے۔ ۳۔ قواعد عربی یہ اردو زبان میں علم صرف پر ایک جامع و مبسوط
کتاب ہے۔ ۴۔ شرح دیوان حسان بن ثابت علمی اور ادبی دنیا میں آپ کی یہ عظیم خدمت ہے جو تقریباً ایک ہزار صفحات میں
قلمی ہے اور صرف حرف دال تک ہے۔ ۵۔ ترجمہ کتاب التوحید۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو ترجمہ ہے
جو مع حواشی شائع ہو چکا ہے۔ ۶۔ احسن الحدیث فی اثبات حجتہ الحدیث یہ شائع نہیں ہو سکی۔ ۷۔ عالم برزخ یہ معارف میں
شائع ہوا تھا۔ ۸۔ رسالہ فی البدو و قذو سے شکار کے مسئلہ پر عربی میں ایک کتابچہ ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ گولی لگنے
سے جو شکار مر جائے وہ حلال ہو گا ان کے علاوہ آخر میں ایک عربی اردو لغت انجمن ترقی اردو ہند کے ایماء پر لکھ رہے تھے جو
تقریباً حرف عین تک لکھ سکے جس کا باقی حصہ ان کے صاحبزادے عبد الرحمن طاہر سورتی نے مکمل کیا ہے آپ کے علمی
ادبی، تحقیقی و تنقیدی اور دینی مقالات و رسائل معارف اعظم گڑھ اور جامعہ دہلی سے شائع ہوتے تھے جن میں علامہ شبلی
نعمانی کی سیرت پر تنقید کی اہمیت رکھتی ہے۔

(۱۱۳) صاحب کفایتہ المحفظ

ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل بن احمد بن عبد اللہ طرابلسی مشہور بابن الاجدالی، شہر اجدابیہ جو کہ برقہ اور طرابلس
کے درمیان واقع ہے اس کی طرف منسوب ہو کر اجدابی کہلاتے ہیں امام کامل لایب فاضل اور فن لغت کے بڑے ماہر عالم
تھے۔ کتاب الانوار اور کفایتہ المحفظ و نہایتہ الملتظ و غیرہ کتابیں آپ ہی کی یادگار ہیں آخر الذکر کتاب فن لغت میں مختصر سا
رسالہ ہے جو چالیس ابواب اور چودہ فصول پر مشتمل ہے اور صغیر انجم ہونے کے باوجود نہایت جامع اور نفع بخش ہے قاضی
شہاب الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الخونی متوفی ۶۹۳ھ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن محمد القسبی متوفی ۷۶۴ھ اور ابن
جابر محمد بن احمد الاغمی وغیرہ نے اس کو نظم کیا ہے صاحب کشف الظنون و صاحب دائرة المعارف اور علامہ یاقوت حموی وغیرہ
نے آپ کا تذکرہ کیا ہے مگر کسی نے تاریخ وفات ذکر نہیں کی۔

۱۔ از تاریخ ادب عربی ۱۲۔ ۲۔ از کشف دائرة المعارف ۱۲۔

مصنفین کتب امتحان عالم

اس کورس میں بھی اکثر کتابیں وہی ہیں جو درس نظامی میں داخل ہیں یعنی شانہ تخیص المفتاح، نغیثہ الفکر، شرح وقایہ سرابی، نور الانوار، غیثہ، قطبی، سلم العلوم، ملاحسن، خلاصہ الحساب، تحریر اقلیدس، تصریح، شرح ہدایت المحکمہ، شرح عقائد نسلی، کلیات نفیس، شرح اسباب، دیوان مثنوی، مدارک التزیل، مشکوٰۃ شریف ان کے مصنفین کے حالات ان کتابوں کے ذیل میں گزر چکے ان کے علاوہ مزید کتابیں یہ ہیں۔

مفصل الجہتی، دول العرب والاسلام۔ محیط الدائرہ، فقہ اللغۃ، وجیزہ، تاریخ اسلام، جوہرہ نیرہ، شرائع الاسلام (حصہ عبادات) حکمتہ العین، کامل الصنائع

(۱۱۴) صاحب مفصل

نام و نسب اور سنہ پیدائش..... ابو القاسم کنیت فخر خوارزم اور جابر اللہ لقب محمود نام ہے والد کا نام اور دادا کا نام محمد اور پر دادا کا نام عمر ہے بروز چار شنبہ ۲۷ رجب ۵۶۷ھ میں بمقام زخشر پیدا ہوئے جو خواندم کا ایک قصبہ ہے اسلئے نسبت میں زخشری کہلاتے ہیں اور چونکہ ایک مدت تک مکہ معظمہ میں سکونت پذیر رہے اس لئے جابر اللہ کے پڑوسی کہلاتے ہیں۔

تحصیل علم..... آپ نے علم ادب ابو الحسن علی بن مظفر نیشاپوری، ابو نعیم اصبہانی ابو مضر منصور اور دیگر بڑے بڑے علما و فضلاء سے حاصل کیا اور ابو الفضل زین المشرق بقالی محمد بن ابی القاسم خوارزمی الموفق احمد بن محمد ابو المومند خطیب خوارزم وغیرہ سے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

ایک خوش ترین غلطی..... علامہ کفوی محمود بن سلیمان نے ”کتاب اعلام الاخیار“ میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے نغیثہ الوعاة میں ابو الفتح ناصر الدین بن عبد السید ابی الکارم بن علی الطرزی صاحب ”المغرب“ کو بھی علامہ زخشری کے تلامذہ میں بتایا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ خود علامہ کفوی نے زخشری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کی وفات ۵۳۸ھ میں ہوئی ہے اور صاحب مغرب کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ ان کی پیدائش ۵۳۶ھ میں ہے فانی صحیح التلذ نیز علامہ سیوطی نے صاحب مغرب کا سنہ پیدائش ۵۳۸ھ بتایا ہے فلاح التلذ اصلا۔

قوت حافظہ اور حکمی مقام..... آپ تفسیر وحدیث کلام ولغت، معانی و بیان بالخصوص ادب و نحو کے زبردست امام تھے علامہ سمعانی فرماتے ہیں۔

کان يضرب به المثل في الادب والنحو
آپ علم ادب اور علم نحو میں ضرب المثل تھے۔

ذہانت و ذکاوت میں بھی قدرت کی طرف سے حظ وافر ملا تھا علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

کان كثير الفضل غاية في الذكاء وجودة القريحة متقنا في كل علم
آپ بڑے صاحب فضل نہایت ذہین و ذکی تیز طبع اور ہر علم میں ٹھوس استعداد رکھتے تھے۔

بڑے بڑے اہل علم حضرات نے آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے چنانچہ ابن خلکان کہتے ہیں

کان امام عصره من غير مدافع تشد اليه الرجال في فنونه

آپ بالافتقار اپنے زمانہ کے ایسے امام تھے کہ آپ سے علوم و فنون حاصل کرنے کیلئے لوگ آپ کی طرف سفر کرتے تھے۔

علامہ عبدالحی نرنگی محلی فرماتے ہیں۔

لہ فی العلوم آثار لیست لغیرہ من اہل عصرہ
علوم و فنون میں آپ کے ایسے کارنامے ہیں کہ آپ کے دور میں کسی نے نہیں کئے۔
علامہ زحشری فصاحت و بلاغت کے بھی امام تھے کسی نے آپ کے اور علامہ سکاکی کے متعلق کہا ہے۔

لولا الاعرجان لجهلت بلاغة القرآن
اگر دو لنگڑے نہ ہوتے تو بلاغت قرآن سے کوئی واقف نہ ہوتا۔

اعرج لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ کہتے ہیں کہ ان کے پاؤں میں ایک پھوڑا نکلا تھا جس کی وجہ سے پاؤں کاٹ کر اس کی جگہ لکڑی کا ایک مصنوعی پاؤں فٹ کر دیا گیا تھا جب یہ چلتے تھے تو پاؤں پر کپڑا لٹکا لیتے تھے جس سے دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ آپ لنگڑے ہیں بعض حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ موصوف بلاد خوارزم کے سفر میں تھے خشکی اور برف شدت کے ساتھ پڑی جس کے نتیجے میں پاؤں بیکار ہو گیا لیکن بعض حضرات نے خود علامہ زحشری سے جو وجہ نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ جب موصوف بغداد آئے اور دامغانی حنفی فقیہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو موصوف نے کہا کہ یہ والدہ محترمہ کی بددعا کا نتیجہ ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ میں بچپن میں ایک چڑیا کے پاؤں میں دھاگا باندھ کر کھیل رہا تھا اتفاق کی بات چڑیا ہاتھ سے چھوٹ کر ایک سوراخ میں جا گھسی میں نے دھاگا کھینچا تو اس کا پاؤں ٹوٹ گیا اس پر والدہ نے کہا خدا کرے تیرا بھی پاؤں ٹوٹے۔ والدہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ مقبول ہو گئے چنانچہ میں جب طلب علم کیلئے بخارا کی طرف نکلا تو اور اس سواری سے گر کر پاؤں ٹوٹ گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔
شعر و شاعری سے غیر معمولی دلچسپی تھی اور بہت عمدہ اشعار کہتے تھے کتب توارخ میں ان کے بہت سے اشعار ملتے ہیں بطور نمونہ چند اشعار ذیل میں درج ہیں۔

فانا اقتصرنا بالذین تضایقت

ولم ارفی الدنیا صفاء بلا کدر

فقلت له جننی بورد وانما

فقلت له هیات مالی منتظر

الاقل لسعدی مالنا فیک من وطر۔ وما نطلبین النجل من اعین البقر

عیونہم واللہ یجزی من اقتصر۔ ملیح ولكن عنده كل جفوة

ولم انس از غازلة قرب روضة۔ الی قرب حوض فیہ للماء منحلر

اردت به درد الخدود و ماضع۔ فقال انتظر نی رجع طرف اجی به

فقال دلاور دسوی الخلد حاضر۔ فقلت له انی قنعت بما حضر

اپنے دور میں قضاۃ کے جو رجوع و جفا اور نا انصافی کی شکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں

عموما فی القضا یا لا خصوصاً

للصوامن خواتمنا فصوصاً

قضاة زماننا صاروا الصوصاً

خشینا منهمو لو صافحونا

اپنے شیخ ابو مضر منصور کے مرثیہ میں کہتے ہیں۔

تساقط من عینیک سمطین سمطین

ابو مضر اذنی تساقط من عینی

وقائله ماهذه الدرر التي

نقلت هو الدرر الذي كان قدحشا

اپنے مذہب کو اشعار کی بھول بھلیوں میں مخفی رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

فان حفيافاً قلت قالوا باننى

ابيح لهم اكل الكلاب وهم هم

وان حنبلياً قلت قالوا باننى

يقولون تبس لبس يدري ويفهم

اذا سالوا عن مذهبي لم ابح به۔ واکمه وکتمانہ لی اسلم

ابيح الطلاو هو الشراب المحرم۔ وان مالکیا قلت قالوا باننى

وان شافعیاً قلت قالوا باننى۔ ابيع نکاح البنت والبنت محرم

تقیل حلولی بفیض مجسم۔ وان قلت من اهل الحديث وحزبه

تعجبت من هذا الزمان واهله. فما احد من السن الناس يسلم
عليهم انهم لا يعلمون واعلم. ومذا فلح الجهال ايقنت اننى
علمى لذت کے اظہار میں کہتے ہیں۔

سهرى لفيقح العلوم الذلى. من وصل غانية وطيب عناق
اشهى واحلى من مدامه ساق. وصريرا قلامى على اور اقها
والذمن نقر الفتاة لدفها. نقرى لا لقي الرمل عن اور اتى
ابيت سهران الدجى وتيته. نو ما وى بعد ذاك لحافى
ومن كلامه ايضا

زمان كل حب فيه خب
لهم سوق بضاعة نفاق
وطعم الخل خل لويذاق
فنافق فالنفاق له نفاق

ومما ينسب اليه ايضا

ان قومى تجمعوا وبقتلى تحدثوا
لا ابالى بجمعهم كل جمع مونث

قانون خداوندی کا مشاہدہ..... حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وقال الذين كفو والى سلمهم لنخر جنكم من ارضنا اولعودن فى
ملتنا فاحي اليهم ربهم لنهلكن الظالمين ولنسكننكم الارض من بعد هم“ (اور کہا کافروں نے اپنے رسولوں کو ہم نکال
دیں گے تم کو اپنی زمین سے یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں تب حکم بھیجے ان کو ان کے رب نے ہم غارت کریں گے ان ظالموں
کو اور آباد کریں گے تم کو اس زمین میں ان کے پیچھے)

زخشری نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس مضمون کا چشم خود مشاہدہ کیا ہے فرماتے
ہیں کہ میری بستی کا حاکم میرے ماموں پر ظلم کرتا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے بھی ایذا پہنچاتا تھا کچھ ہی روز بعد حاکم کا انتقال
ہو گیا اور اللہ نے اس کی جاسید کو مجھے مالک بنا دیا ماموں کے بچے وہاں آنے جانے لگے، ایک روز مجھے ان کی آمد و رفت پر نبی
کریم ﷺ کا ارشاد ”من آذى جاره ورثه الله داره“ یاد آیا اور پورا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا میں نے یہ حدیث ان لوگوں کو سنائی اور
سجدہ شکر ادا کیا۔

تحمل کن ای ناتواں از قوی
لب خشک مظلوم را گویزند
کہ روزے تو ناتواں ازوے شوی
کہ دندان ظالم بخوابند کند

حبک الشئى یعمى ویضم..... جاء الله زخشری مذہب غالی درجہ کا معتزلی ہے اور کشاف میں اس کی عام عادت ہے کہ اپنے
اعتقادات کو نہایت رازداری کے ساتھ سو تھپلا جاتا ہے لیکن آیت ”قال رب ارنی النظر الیک قال لن ترانی کے ذیل میں
وہاں اعتزال نے زخشری کو اپنی اصولی روش چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور وہ مذہبی تعصب کے رنگ میں اہل سنت والجماعہ پر
طعن و تشنیع پر اتر آیا۔ اہل سنت والجماعہ رویت باری عزاسمہ کے قائل ہیں قال الشاعر۔

یراہ المومنون بغیر کیف
واوراک وضرب من مثال

مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال
اور معتزلی لوگ اس کے منکر ہیں اس سلسلہ میں زخشری نے اہل سنت والجماعہ کے حق میں جو شنیع ترین الفاظ
استعمال کئے ہیں وہ بعینہ اس کی عبارت میں ملاحظہ ہوں۔

ثم تعجب من المتسمين بالاسلام باهل السن والجماعة كيف اتخذوا هذه العظمه مذهبا ولا
يغرنك تسمرهم بالبلکفت فانه من منصوبات اشباعهم والقول ما قال بعض العدلیته فيهم.

لجماعة سموا هواهم سنة

لكنهم حمر لعمرى موكفه

قد شبهوه بخلفه و تخوفوا

شع الورى فستروا بالبلكفه

پھر تعجب کر ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو مسلمان اور اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ انہوں نے اس بڑی بات کو (یعنی امکان رویت باری کو) کیسے مذہب بنالیا اور ان کا پیغمبر کی آڑ لیتا (یعنی یہ کہنا کہ دیدار خداوندی بلا کیف ہوگا) تجھے دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ بات ان کے شیوے کی من گھڑت ہے ان کی بابت فرق عدلیہ کے ایک شخص کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ایک جماعت نے جس نے اپنی خواہشات کا نام ست رکھ چھوڑا ہے مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ لوگ گدھے ہیں انہوں نے خدا کو مخلوق سے تشبیہ دی اور جب خلق خدا کی تشبیح کا اندیشہ ہوا تو بالکفہ کی آڑ میں چھپ گئے۔

یہ ہے علامہ جبار اللہ کی بعینہ عبارت سوبقول علامہ ناصر الدین ابن المیزان سند رالی اگر حضرت حسان بن ثابت ؓ کی پیر دی مقصود نہ ہوتی تو ہم صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے کہ

ولقد امر على اللثم يسبني

فمضيت ثمة وقلت لايعينني

لیکن چونکہ ایسے موقع پر حضرت حسان ؓ نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے مدافعت کی ہے اس لئے ہم اصحاب سنت رسول ﷺ کی جانب سے ترکی کا جواب ترکی میں دیتے ہیں سنتے۔

عجبا لقوم ظالمين تلقوا

بالعدل ما فيهم لعمرى معرفه

قد جاء هم من حيث لا يدرونه

تعطيل ذات الله مع نفى الصفه

تعجب ہے اس ظالم قوم پر جو اپنے آپ کو عدلیہ کہتی ہے مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ لوگ بالکل بدحوہ ہیں ان کے قول پر تو ذات باری کا تعطل اور صفات باری کی نفی لازم آگئی جس سے یہ لوگ بالکل بے خبر ہیں۔

رضينا كتاب الله للفصل بينا

وقول رسول الله اوضح فاصل

وتحريف آيات الكتاب ضلالة

وليس بعدل ورنص الدلائل

وتضليل اصحاب الرسول وذ فهم

وتصويب آراء النظام دواصل

ولو كان تكذيب الرسول عدالة

فاعدل خلق الله عاص بن وائل

فلو لاك جار الله من فرق الهوى

لكنك جديرا با اجتماع النوائل

ہم اپنے لئے کتاب اللہ کے فیصلہ سے راضی ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد واضح ترین فیصلہ کن ہے آیات کتاب اللہ کی تحریف کھلی گمراہی ہے اور منصوص اولہ کی تردید اصحاب رسول کی تضلیل اور نظام دواصل کی آراء کی تصویب خلاف عدل ہے اگر تکذیب رسول کا نام ہی عدالت (وانصاف) ہے تو مخلوق خدا میں عاص بن وائل سب سے بڑا عادل ہے سوائے جبار اللہ اگر تو فرقہ اہل ہوی سے نہ ہوتا تو جامع فضائل ہوتا۔

رحلت و وفات..... علامہ زحشری مکہ معظمہ سے جرجانیہ خوارزم میں آئے اور وہیں عرفہ کی شب میں ۵۳۸ھ میں وفات پائی موصوف نے سورہ بقرہ کی تفسیر میں یہ اشعار نقل کئے ہیں۔

يا من يرى مد البعوض جناحها. في ظلمة الليل البهيم الاليل

ويرى مناط عرو قهافي نحرها

والمخ في تلك العظام النحل. امن على بتوبة امحو بها

ما كان منى في الزمان الاول

علامہ ابن خلدان نے ان کے متعلق بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ موصوف نے وصیت کی تھی کہ یہ اشعار میری قبر پر کنداں کرائے نہ جائیں آپ کی وفات پر کسی نے مرثیہ کے چند اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

فارض مکہ تلمیذی اللع مقلتها

حزنا لفرقة جار الله المحمود

علمی کارنامے..... علامہ زحشری نے فنون مختلفہ لغت ادب، نحو، تفسیر وغیرہ میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن کی تعداد مرآۃ الجمان میں تیس بتائی گئی ہے جن میں سے مفصل کشف اور اساس البلاغہ کو جو شرہ آفاق حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے آپ کے مصنفات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) مفصل..... اس کی تصنیف یکم رمضان ۱۲۵۱ھ میں شروع ہوئی اور یکم محرم ۱۲۵۱ھ میں تکمیل کو پہنچی ملک معظم شرف الدین عیسیٰ بن سیف الدین ابو بکر بن ایوب صاحب دمشق نے ہر حافظ مفصل کیلئے ایک سواشرنی اور خلعت فاخرہ کا اعلان کر دیا تھا جس کی وجہ سے ایک بہت بڑی جماعت مفصل کی حافظ ہو گئی تھی۔

(۲) کشف..... یہ بڑی معرکہ الآراء تصنیف ہے جو تحقیق اثیق و تدقیق رشیق اسرار و باسالیب عربیہ حقیقت و مجاز استعارات و تشبیہات سے بھرپور ہے مدت تصنیف دو سال چار ماہ (یا تین ماہ) اور نو دن ہیں چنانچہ دیباچہ کتاب میں ہے۔

ففرغ منه فی مقدار مدة خلافة ابی بکر الصلیق رضی اللہ عنہ وکان یقدر تمامہ فی اکثر من ثلاثین سنة. اس کی تصنیف سے فراغت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی مدت کے بقدر قلیل عرصہ میں ہوئی حالانکہ اندازہ یہ تھا کہ یہ تیس سال سے بھی زیادہ میں پوری ہوگی۔

صاحب مفتاح العراء اور ابن خلدان نے کشف کے متعلق لکھا ہے ”لم یصت مثله قبلہ“ کہ اس جیسی کوئی کتاب اس سے پہلے تصنیف نہیں ہوئی ومن کلامہ رحمہ اللہ فی مدح الشکاف تحذنا بنعمة ربہ و شکرًا۔

ولیس فیہا لعمری مثل کشف

ان النفا سیرنی الدنیا بلا عدد

فالحمل کالداء و الکشف کالشافی

ان کنت تبغی الہدی فالزم قرانہ

مگر موصوف چونکہ اصول الاعتقاد کے لحاظ سے کھلے معتزلی تھے (جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے) یہاں تک کہ جب یہ کسی کے ہاں جاتے اور دروازہ پر دستک دیتے تو کہا کرتے تھے ”ابو القاسم المعتزلی بالباب“ اس لئے اپنی تصنیف میں بہت سے مقامات پر اپنے اعتقاد کے مطابق آیات کی تاویل میں سور تعبیر اور تغیر سے کام لیا ہے لوگوں کی سوظنی ان کے متعلق اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ گویا شکر میں لپیٹ کر کوئین کھلانے کی مہارت سمجھا جاتا ہے کہ اس شخص کو خاص طور پر حاصل ہے اسی لئے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض فقہاء نے اس کتاب کا مطالعہ کرنا حرام بتایا ہے کیونکہ یہ اپنی کتاب میں چھپا چھپا کر اپنے عقائد خاص کی سمیت جذب کرتے چلے گئے ہیں جن کو کم علم لوگ سمجھ نہیں پاتے علامہ ناصر الدین احمد بن محمد بن المیر اسکندرانی مالکی متوفی ۶۸۳ھ نے اس راز کو خوب فاش کیا ہے۔

موصوف نے جب کشف کی تصنیف کا آغاز کیا تو شروع ہی میں اپنے اعتقاد کے مطابق کہا تھا ”الحمد لله الذی خلق القرآن اس پر لوگوں نے اس کو متنبہ کیا اور کہا اگر کتاب کو اسی حج پر رکھ گئے تو کوئی نہیں پڑھے گا اس پر اس نے عبارت میں قدرے ترمیم تو کی یعنی خلق کے بجائے جعل کر دیا لیکن بات وہی رہی کیونکہ معتزلہ کے یہاں جعل بمعنی خلق ہے بعض نسخوں میں جو ”الحمد لله الذی انزل القرآن“ ہے یہ عبارت مصنف کی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی طرف سے اصلاح ہے۔ نام تحریر نے کشف کے جتہ جتہ مقامات کا مطالعہ کیا ہے اور نا بیری میں محفوظ ہے۔

نطیفہ عجیبہ..... کہتے ہیں کہ محی السنہ امام غزالی مفتی الثقلین تھے ایک روز انہوں نے جنات سے حوالات کی بابت دریافت کیا جنات نے کہا کہ علامہ زحشری قرآن پاک کی تفسیر لکھ رہے ہیں اور نصف کے قریب پہنچ چکے ہیں امام غزالی نے تفسیر منگوائی اور پوری نقل کروا کر اصل نسخہ جنات کے ذریعہ واپس کر دیا، جب امام زحشری موصوف کے یہاں آئے تو آپ نے زحشری کو کتاب دکھائی زحشری کتاب دیکھ کر حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ اگر میں یہ کہوں کہ کتاب میری ہے

تو یہاں کیسے آئی جبکہ میں نے اس کو اس طرح محفوظ رکھا تھا کہ کسی کو اس کی اطلاع بھی نہیں اور اگر یہ کہوں کہ کسی دوسرے کی ہے تو لفظاً معنیاً رضاءاً تیباً اکثر تو اردو عقلاً محال ہے زنجیری کی اس حیرت کو دیکھ کر امام غزالی نے کہا کہ یہ تمہاری ہی کتاب ہے میں نے جنات کے ذریعہ منگووائی ہے زنجیری جنات کے قائل نہ تھے لیکن اس مجلس میں قائل ہو گئے۔

۳۔ اساس البلاغۃ کشف کی طرح یہ بھی حقائق و دلائل قائلین سے لبریز ہے۔ ۴۔ الفائق یہ علم غریب الحدیث میں ہے اس کی تصنیف سے فراغت ماہ ربیع الآخر ۵۱۶ھ میں ہوئی ہے راقم الحروف کے پاس ہے اور اکثر مطالعہ میں رہتی ہے۔ ۵۔ المفرد۔

۶۔ الحاجة بالمسائل الخویض۔ ۷۔ ربیع الاربار و نصوص الاخذ۔ ۸۔ اسامی الرواق۔ ۹۔ النصارح الکبار۔ ۱۰۔ النصارح الصغار۔

۱۱۔ صالۃ الناشد۔ ۱۲۔ الرافض فی الفرائض، ۱۳۔ الامم و النجاشی، ۱۴۔ اروس المسائل، ۱۵۔ شرح ابیات سیبویہ۔ ۱۶۔ المستقصى فی امثال العرب، ۱۷۔ صمیم العربیہ۔ ۱۸۔ سوار الامثال، ۱۹۔ دیوان التخیل، ۲۰۔ شقائق النعمان فی حقائق النعمان، ۲۱۔ شانی الفی من کلام الشافعی، ۲۲۔ القسطاس، ۲۳۔ معجم الحدود، ۲۴۔ المنہاج، ۲۵۔ مقدمۃ الادب، ۲۶۔ دیوان الرسائل، ۲۷۔ دیوان الشعر، ۲۸۔ الرسالة الناصحۃ، ۲۹۔ الامالی، ۳۰۔ اطواق الذهب، ۳۱۔ شرح مشککات المفصل، ۳۲۔ الکلم التوالیخ، اس کا تھوڑا سا نمونہ درج ذیل ہے قال المرض والحاجة خطبان امر من نقيع الخطبان، كما يحدث بين الخبيثين ابن لا يبرين القرث والدم يخرج منهما اللبن، الامين آمن والخائن حائن السوقية والكلاب السلوقية سواء حجج الموحدين لاتدحض بشبه المشبه كيف يضع مارفع ابراهيم ابرهه کم حدث بك الزمان امرا امرا کمالم یزل یضرب زید عمرا مافدع السفیه بمثل الاعراض وما اطلق عنانه بمثل العراض محك الموده والا خاء حال الشدة دون حال الرخاء، من ارسل نفسه مع الهوى، فقد هوى فی ابعد الهوى، استغنم تنفس الاجل، وامکان العمل واقطع ذکر المعازیر والعلل، فانك فی اجل محدود، دعو عمر غیر ممدود، الجودو الحلم حاتمى واحنفى والدين والعلم حنیى واحنفى اذا حصلتک یاقوت هان على الدروالیا قوت مامع قول الناصح ان یروك وهو الذى ینصح خروك اتل على کل من وزر کلا لاوزر۔

(۱۱۵) صاحب المجتبی

نام و نسب..... ابو بکر محمد بن الحسن بن درید بن عثمانیہ بن حاتم بن الحسن بن حماد بن جردین داسع بن دہب بصری آپ کے اجداد میں حماد سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے یہ ان ستر آدمیوں میں سے تھے جو رسول اکرم ﷺ کے وصال کی خبر سن کر عثمان سعید بنہ منورہ گئے تھے۔

سنہ پیدائش اور تحصیل علم..... آپ ۲۲۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی، ابو حاتم مجتبیٰ ابو الفضل عباس بن الفرغ نحوی عبد الرحمن بن عبد اللہ (ابن ابی الصمعی) ابو عثمان سعید بن ہارون اشاندانی جیسے مشہور حضرات سے علم کی دولت کمائی اور آپ سے ابو الفرغ اصہبانی ابو سعید سیرانی ابو علی قالی جیسے بلند پایہ ائمہ لغت و ادب نے علم حاصل کیا۔

عام حالات زندگی..... تحصیل علوم کے بعد زنگیوں کے فتنہ میں بصرہ چھوڑ کر عمان چلے گئے اور یہاں بارہ برس رہ کر دیہاتی عربوں سے عربی اور شاعری کی معلومات بہم پہنچائیں اور پھر بصرہ واپس آ گئے اس کے بعد شاہ بن میکال اور اس کے بیٹے سے طلب اعانت کیلئے ایران چلے گئے جو ایران کا گورنر تھا اسی کیلئے آپ نے کتاب جمہرۃ اللغۃ تصنیف کی اور اپنے قصیدہ ”مقصودہ“ کے ذریعہ اس کی مدح کی اس نے آپ کی قدر افزائی کرتے ہوئے سرکاری دفاتر کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا چنانچہ حکومت ایران کی جس قدر بھی ڈاک نکلتی وہ آپ کے مشورہ اور دستخط سے نکلتی تھی جب میکال کے بیٹوں کو گورنری سے برطرف کر دیا گیا تو وہ خراسان چلے گئے اور ابن درید ۳۰۸ھ میں بغداد آ گئے یہاں وزیر علی بن فرات نے آپ کا نہایت اعزاز و احترام سے استقبال کیا اور انعامات سے نوازا جب خلیفہ مقتدر باللہ کو آپ کے علمی بلند مرتبہ کا علم ہوا تو اس نے پچاس دینار ماہانہ وظیفہ

مقرر کر دیا تاکہ آپ معاشی تنگ دو سے مطمئن ہو کر علمی کام جاری رکھ سکیں چنانچہ یہ وظیفہ آپ کی حیات تک جاری رہا۔ اخلاق و عادات..... ابن درید موسیقی اور آلات طرب کا بڑا دلدادہ، شراب کا عادی دولت کا دشمن کھیل کود عطیوں اور بخششوں پر مال بہت صرف کرنے والا تھا، بایں ہمہ لغت و ادب اور انساب میں چوٹی کا عالم مانا جاتا ہے۔ علمی مقام اور قوت حافظہ..... خطیب بغدادی ان لوگوں سے جنہوں نے ابن درید کو دیکھا ہے روایت کرتے ہیں کہ وہ بے حد قوی الحافظ تھے سر زمین عرب میں ان سے بڑھ کر حافظ والا کسی کو نہیں دیکھا گیا آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ آپ کے سامنے دو ادین پڑھے جاتے اور وہ آپ کو ازبر ہو جاتے تھے ابو الطیب لغوی نے ”مراتب الخوین میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

هو الذي انتهت اليه لغة البصريين وكان احفظ الناس وارمعهم علما واقدرهم على الشعر و ما ازدهم العلم

والشعر في صدر احد ما ازدهما في صدر ابن دريد.

بصريوں کا لغت آپ ہی پر منتھی تھا لوگوں میں سب سے زیادہ حفظ اور علم والے تھے شعر گوئی پر بہت قدرت رکھتے تھے ابن درید کے سینے میں علم اور شعر کا ایسا جوم تھا جو کسی میں نہ تھا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

انه كان راسا في الادب يضرب المثل بحفظه هو اشعر العلماء واعلم الشعراء.

آپ علم ادب کے سرخیل قوت حافظ میں ضرب مثل اور علماء شعراء میں سب سے بڑھ کر علم و شعور رکھتے تھے۔ علامہ مسعودی مروج الذهب میں لکھتے ہیں

انه كان ببغداد ممن برع في زماننا هذا في الشعر و انتهى في اللغة و قام مقام الخليل بن احمد فيها و اورد

اشياء في اللغة لم توجد في كتب المتقدمين.

آپ ہمارے زمانہ میں بغداد کے شعراء ماہرین میں سے تھے لغت آپ ہی پر منتھی تھا اور اس فن میں خلیل بن احمد نحوی کے ہم پلہ تھے لغت میں ایسے نوادر ذکر کئے ہیں جن سے متقدمین کی کتابیں خالی ہیں۔

ابن درید کی شاعری..... بھی نہایت ٹھوس شیریں اور خوشگوار ہے جو اس کی قادر الکلامی اور طبیعت کی جولانی پر دل ہے اس کا بہترین حصہ مقصورہ ہے جس میں دو سو انتیس اشعار ہیں جن میں عربوں کے بہت سے واقعات ضرب الامثال اور حکیمانہ اقوال جمع کر دیئے ہیں اس کا مطلع یہ ہے طرة صبح تحت اذيال الدجى والشتل المبيض في مسوده . مثل اشتعال

النار في جنرل الغضا

تصانيف..... آپ نے بہت سی مفید اور نفع بخش کتابیں لکھی ہیں جیسے المجتبى الامالى، السراج والجام اشتقاق اسماء القبائل، المختص، المصنوع والممدود، غريب القرآن، تقويم اللسان، كتاب الملاحن، كتاب اغيل الكبير، كتاب اغيل الصغير، كتاب الانواء، كتاب السراح، كتاب المطر، كتاب ادب الكتاب وغيرہ۔

وفات..... نوے سال کی عمر میں آپ پر فاج گرا علاج کے بعد صحت یاب ہو گئے ایک سال کے بعد پھر فاج گرا اور اسی میں کمزور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ ۱۸ شعبان ۳۲۱ھ میں بدھ کے روز بغداد میں وفات پائی اور مقبرہ عباسیہ میں مدفون ہوئے فقہ لغہ کے پیش لفظ میں ہے کہ ابن درید اور ابو ہاشم جبائی نے ایک ہی دن وفات پائی اور مقبرہ خیران میں مدفون ہوئے لوگوں نے ان کے انتقال پر کہا ”مات علم اللغة والكلام بموت ابن دريده الجبائي . و رثاه حجة فقال.

لما غدا ثالث الاحجار والتراب

فقدت بابن دريد كل منفعة

نصرت ابكى لفقد الجود و الادب له

قد كنت ابكى لفقد الجود آونة

۱۔ از کتاب الاعلام للعلامة خير الدين۔ تاریخ ادب عربی ۱۲

(۱۱۶) صاحب دول العرب

محمد طلعت پاشا بن حسن بن محمد حرب قاہری۔ آپ قاہرہ میں ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور مصر میں اقتصادیات کے لیڈر رہے قاہرہ میں ۱۸۸۹ء میں لاک ڈگری حاصل کی پھر مترجم ہوئے اس کے بعد بعض کمپنیوں کے منتظم ہو گئے پھر ۱۹۰۹ء میں تعاون مالی کی کمپنی قائم کی۔

آپ کی شہرت ایک رسالہ سے ہوئی جس میں آپ نے قتال السوئیس کی کمپنی کے امتیاز کا مسئلہ ۱۹۱۰ء میں اٹھایا تھا پھر اسی سال ایک مصری بینک قائم کرنے کی اسکیم چلائی، بڑی بڑی مخالفتوں کے بعد یہ اسکیم بھی کامیاب ہوئی اور بینک قائم ہو گیا۔

آپ نے بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے جن میں سے ”تاریخ دول العرب والاسلام“ مشہور و معروف اور شامل نصاب ہے اس کے علاوہ البراہین البینات علی تعلیم البنات علاج مصر اقتصادی کلمۃ الحق علی الاسلام فصل الخطاب فی المرأة والنجاب، خطب طلعت الحرب (تین جلدوں میں) مکتبہ مصر الجدیدہ تصنیف کیس آپ نے قاہرہ میں ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں وفات پائی۔ ۱۔

(۱۱۷) صاحب محیط الدائرہ

ڈاکٹر کرئیلوس فنڈیک الامیر یکانی آپ لندن فی الاصل ہیں اعمال ولایت نیویارک کی بہتی کنڈر ہوگ میں ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور علم طب، صیدلہ، ریاضیات، اور لغات قدیمہ وغیرہ میں مہارت حاصل کی اور دیار سورہ کے طبیب منتخب ہوئے پھر بیروت آئے اور یہاں عربیت میں مہارت تامہ پیدا کی نیز بطرس بستانی کی معیت میں عیہ لبنان میں ایک مدرسہ قائم کیا اور بیروت کے کلبہ امریکہ میں تعلیم کے متولی بھی رہے آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے محیط الدائرہ فی علمی العروض والتقایفہ اصول الباثولوجیۃ الداخلیہ، اصول قلم البیۃ المرأة ابو فتیہ فی الکرہ الارضیہ الروضۃ الزہریہ فی الاصول الجبریہ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے بیروت میں ۱۳۱۳ھ میں وفات پائی۔ ۲۔

(۱۱۸) صاحب فقہ اللغة

نام و نسب۔ اور سن پیدائش..... ابو منصور کنیت عبد المالک نام والد کانام محمد اور دادا کانام اسماعیل ہے نسبت میں ثعالبی کہلاتے ہیں جس کی بابت علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ یہ لومڑیوں کی چرم دوزی کی صنعت کی طرف نسبت ہے چونکہ موصوف اس کی پوشتین وغیرہ بناتے تھے اس لئے ثعالبی کے ساتھ مشہور ہو گئے امام ثعالبی ۳۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ابو بکر خوارزمی وغیرہ سے انہوں نے علم حاصل کیا۔

علمی مقام..... آپ اپنے وقت کے امام بلند پایہ اویب اور صاحب قلم عالم تھے علامہ ابن بشام صاحب ذخیرہ آپ کے حق میں رقم طراز ہیں کان فی وقته راعی تلعات العلم و جامع اشتات الشر و النظم راس المولقین فی زمانہ و امام المصنفین بحکم اقرائمہ ”اسی طرح امام باخری آپ کے متعلق لکھتے ہیں: ان الثعالبی هو جاحظ نیسا بور وزبدۃ الاحقاب والد هوہ لم تر العیون مثله ولا انکر الاعیان فضلہ۔

شعر و شاعری..... موصوف بہت اچھے شاعر بھی تھے ابن خلکان وغیرہ نے ان کے بہت سے اشعار نقل کئے ہیں۔ فمن

۱۔ از معجم المولقین۔ ۲۔ از معجم المولقین۔

بحران بحر في البلاغة شابه
كالوشى في برد عليه موشع
شكرا فكم من فقره لك كالغنى
فالحسن بين مرصع ومصرع
مبدع

لك في المفاتيح معجزات جمه. ابدا لغيرك في الوري لم تجمع
شعر الوليد و حسن لفظ الاصمعي. كانوا اوكالبحر او كالبدراد
وتزل انصابي بزن علوه. خط ابن منقطة او المحل لا ارفع
وافي الكريم بعيد فقر مذق. وانما تنفق نور شعرك ناظرا
ارجلت في رسال الكلام ورضت افراس البلد

ونقشت في فص الزمان بدائعها تروى يانثار الربيع الممرع.

رحلت و وفات..... آپ نے اسی برس کی عمر پاکر ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔

تصنیفات..... لام ثنائی نے طبقات الامم، سحر البلاغۃ، سر العربیہ، من غاب عن المطر، مونس الوحید، پروالا کبیر، المنع، التمثیل، المناظرہ، النہایت فی الکلماتیۃ اور شذر القلوب وغیرہ بہت سی کتابیں تصنیف کیں لیکن دو کتابیں قابل ذکر ہیں اول فقہ اللغۃ جو تین ابواب اور پانچ سو چون فصلوں پر مشتمل ہے بایں تفصیل کہ باب ایں ۱۴ باب ۵ میں ۳ میں ۳ باب ۳ میں ۳ باب ۵ میں ۱۰ باب ۱۲ میں ۱۵ باب ۱۳ میں ۲۹ باب ۱۴ میں ۱۵ باب ۱۵ میں ۱۶ باب ۱۷ میں ۲۲ باب ۱۷ میں ۳۵ باب ۱۸ میں ۲۳ باب ۱۹ میں ۳۹ باب ۲۰ میں ۲۳ باب ۲۱ میں ۱۴ باب ۲۲ میں ۲۶ باب ۲۳ میں ۳۹ باب ۲۴ میں ۷ باب ۲۵ میں ۸ باب ۲۶ میں ۷ باب ۲۷ میں ۲ باب ۲۸ میں ۹ باب ۲۹ میں ۵ باب اور ۳۰ میں ۲۹ فصلیں ہیں۔

موصوف نے اس کتاب کو جن حضرات کے علوم سے مرتب کیا ہے وہ یہ ہیں: ابو عبد اللہ محمد بن زیاد الکوفی۔ ابن
الاعرابی م ۲۳۲ھ، ابوالفتح عثمان بن جنی م ۳۹۲ھ، ابو عبد اللہ حسن بن خالویہ لغوی م ۳۷۰ھ، ابو بکر محمد بن درید
م ۳۲۱ھ، ابویوسف یعقوب بن السکیت م ۲۴۴ھ، ابوالحسن نصر بن شمل نخوی م ۲۰۳ھ، ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا
م ۳۹۰ھ، ابو محمد عبد اللہ بن مسلمہ بن قتیہ م ۲۷۰ھ، ابوالنذر ہشام بن ابی النصر محمد بن السائب کلبی م ۲۰۴ھ، ابوتراب عسکر
بن الحسین عثبانی م ۲۳۵ھ، ابوزید سعید بن اوس م ۲۱۵ھ، ابو عبیدہ قاسم بن سلام م ۲۲۴ھ، ابو عبیدہ معمر بن السثنی م
۲۱۰ھ، ابو عمرو بن العطاء م ۱۵۷ھ، ابو عمرو واسحاق بن مرار م ۲۰۶ھ، ابوالشیم رازی م ۲۲۲ھ، ابو منصور محمد بن احمد ازہری م
۳۷۰ھ، ابو سعید عبد الملک الاصمعی م ۲۱۶ھ، ابو العباس ثعلب بن محمد بن یحییٰ بن زید بن سيار شیبانی م ۲۹۱ھ، ابونصر اسماعیل بن
احمد الجوهری م ۳۹۳ھ، ابو محرر خلف بن حیان م ۱۸۷ھ، عبد الرحمن خلیل بن احمد م ۱۷۴ھ، ابو بکر محمد بن عباس خوارزمی م
۳۸۳ھ، زجاج م ۳۱۱ھ، سلمہ م ۲۳۰ھ، سیبویہ م ۱۶۱ھ، سیرافی م ۳۶۸ھ، ابوالقاسم الصاحب م ۳۸۵ھ، عمارة بن عقیل
م ۲۹۳ھ، ابو ذکریا یحییٰ بن زیاد النضام م ۲۰۷ھ، ابوالحسن علی بن حمزة الکسانی م ۱۸۹ھ، ابوالحسن علی بن حازم اللحیانی م
۲۱۵ھ، ابوالقاسم محمد بن عبد الملک اسدی م ۱۶۹ھ، ابوالخارث لیث بن سعد البہمی م ۱۶۵ھ، ابوالعباس محمد بن زیاد البسرد م ۲۸۵ھ
ابو عبد الرحمن مقفل بن احمد الغبی م ۲۲۰ھ، ابو فید مورج بن عمر والد سدوسی ۱۹۵ھ۔

امام ثعالبی کی دوسری قابل ذکر کتاب ”تہذیب الدہر فی محاسن اہل العصر“ ہے جو کتب ادبیہ میں احسن اور اکمل کتاب مانی گئی ہے ابو الفتح نصر اللہ بن قلاؤنس اسکندری نے اس کی بابت کہا ہے۔

ماتوا وعاشت بعدهم. فلذلك سميت اليتيمه

ابیات اشعار الیمیه. ابکار افکار قدیمه

یہ کتاب چار قسموں پر منقسم ہے قسم اول آلِ حمدان کے اشعار اور ان کے شعراء وغیرہ کے محاسن میں ہے اور قسم دوم اہل عراق کے اشعار اور انشاء و دولت و دلیل کے محاسن میں قسم سوم اہل جبال فارس جر جان اور طبرستان کے اشعار کے محاسن میں قسم چہارم اہل خراسان و ماوراء النہر کے محاسن میں ہے۔

١٤ إذا بن خلكان شذرات الذهب مقدمه فقه اللغة ١٢-

(۱۱۹) صاحب الوجیزہ

علامہ بہاء الدین محمد بن حسین عاملی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”تشریح الافلاک“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۲۰) صاحب تاریخ الاسلام

محمد الدین بن احمد بن اہل سیم الحنابلہ آپ ماہ رجب ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں لبنان کے صیدا نامی مقام میں پیدا ہوئے ہیں نشوونما پائی اور جمعیتہ المقاصد الخیریہ میں تعلیم پائی یوسف سرور اور ابراہیم احمد وغیرہ سے اخذ علوم کیا فراغت کے بعد صیدا کے بعض مدارس میں معلم ہو گئے آپ بہترین صاحب قلم و صاحب زبان ادیب و شاعر اور بلند پایہ مورخ تھے جریدہ اقبال و جریدہ بیروت وغیرہ میں آپ کے بہت سے مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے ہیں دروس القرآن، دروس الصرف والنحو، دروس التدریج الاسلامی، دروس الفہم اور تفسیر الغریب من دیوان ابی تمام وغیرہ کتابیں آپ کی یادگار ہیں شرح نخب البلاغۃ (للشیخ محمد عبده) پر تعلق بھی لکھی ہے آپ کے اشعار میں بڑی جاذبیت پائی جاتی ہے مگر افسوس کہ وہ دیوان کی شکل میں مرتب نہیں ہو سکے آپ نے ۱۳ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں بیروت میں وفات پائی۔

(۱۲۱) صاحب جوہرہ نیرہ

ابو بکر بن علی بن محمد المعروف بالحدادی العبادی الزبیدی وادی زبید نامی گاؤں کے رہنے والے تھے اور فقہ حنفیہ کے زبردست فقیہ، ملا علی قاری نے ”طبقات الحنفیہ“ میں ان کے متعلق لکھا ہے۔

كان عالما عاملا ناسكا فاضلا زاهدا كان يقري في كل يوم خمسة عشر درسا

آپ عالم باعمل فاضل بے بدل اور بڑے متقی و پرہیزگار تھے ہر روز پندرہ کتابوں کا درس دیتے تھے۔

علامہ صدیقی فرماتے ہیں کہ آپ نے حنفی مسلک میں بہت عمدہ اور جلیل القدر کتابیں تصنیف کی ہیں آپ کی تصنیفات کل بیس جلدوں میں بتائی جاتی ہیں جن میں سے قابل ذکر کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ السراج الوہاج الموضح لكل طالب محتاج، یہ کتاب قدوری کی شرح ہے جو آٹھ جلدوں میں بتائی جاتی ہے مگر علامہ برکلی نے اس کو کتب ضعیفہ غیر معتبرہ میں سے شمار کیا ہے ۲۔ الجوہرہ النیرہ یہ شرح مذکور کا اختصار ہے اور شرح سے بہتر ہے ۳۔ سراج الکلام یہ منظومۃ الہامی کی شرح ہے ۴۔ کشف التزیل یہ علم تفسیر میں ہے جو آج کل تفسیر حدادی کے نام سے مشہور ہے آپ نے ۸۰۰ھ کے حدود میں وفات پائی۔

(۱۲۲) صاحب شرائع الاسلام

ابو القاسم جعفر بن حسن بن سحی بن حسن بن سعید الہمدانی آپ ۶۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور محقق نجم الدین جلی کے ساتھ مشہور ہوئے۔ صاحب معجم نے ان کے متعلق لکھا ہے ”هو متکلم عالم فقیہ، اصولی، ادیب، ولہ نثر و نظم۔“ آپ کی تصانیف میں سے شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام، مع الوصول الی معرفۃ علم الاصول، التلک فی اصول الدین، نکات التہائیۃ اور المعارج وغیرہ کتابیں مشہور ہیں۔ آپ نے ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔

۱۔ از معجم المؤلفین الاعلام ۲۔ از کتاب الاعلام کشف الظنون طبقات الحنفیہ ۱۲ ۳۔ از معجم المؤلفین۔

(۱۲۳) صاحب حکمتہ العین

علامہ نجم الدین قزوینی کا تہی کی تصنیف ہے جن کے حالات شمشہ کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔

مصنفین کتب امتحان فاضل

اس کورس میں بعض کتابیں درس نظامی کی ہیں اور اکثر اس کے علاوہ مشترک کتابیں یہ ہیں۔

سیدہ معلقہ، مقالات حریری، دیوان حماسہ، حسامی، توضیح تلکوح، حجتہ اللہ البالغہ، حمد اللہ، قاضی مبارک، ہدایہ آخرین صدر، شمس بازغہ، کلیات وحیات قانون، شرح اسباب، بیضاوی، ترمذی، بخاری شریف ان کے مصنفین کے حالات ان کتابوں کے ذیل میں گزر چکے۔

غیر مشترک کتابیں یہ ہیں:

الکامل، البیان والتبین، سراج البلاغہ، مغنی اللیث، مفتاح العلوم، نقض الشعر، محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ تاریخ تمدن الاسلامی، تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، مقدمہ ابن الصلاح، ہدایۃ المجتہد، منہاج الاصول، سیرۃ ابن ہشام، تاریخ التشریع الاسلامی، محصل، الملل والنحل، کتاب المعتمد، شرح اشارات، شرح مواقف، شرح تجرید، رسالہ فقہیہ، ادب الکاتب، الاقناع، مجمع البیان، معالم الاصول، غلل الشرائع، عروج الذہب، الدیوان، شرح حکمتہ الاشراق

(۱۲۴) صاحب الکامل

نام و نسب اور تحصیل علم..... ابو العباس محمد بن یزید بن عبد اکبر المبرد اذدی بصری، آپ ۲۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور امام کسائی، ابو عمرو جری، ابو عثمان مازنی، ابو حاتم جستانی وغیرہ سے شرف تلمذ حاصل کیا لیکن اساتذہ میں مازنی کو زیادہ مانتے تھے موصوف نے کتاب سیویہ ابو عمرو جری سے شروع کی اور مازنی سے فاتحہ فراغ پڑھا آپ سے اسماعیل صفار لفظویہ اور صولی وغیرہ نے روایت کی ہے۔
علمی مقام..... آپ اپنے دور میں نحو و صرف،، فصاحت و بلاغت اور عربیت میں بغداد کے امام تھے طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

کان ابو العباس مبرد امام العربیہ ببغداد فی زمانہ وکان فصیحا بلیغا مفو ہائفا اخبار یا علامۃ صاحب نو ادب و ظرافۃ۔

ابو العباس مبرد اپنے زمانہ میں بغداد میں عربیت کا امام تھا اور فصیح و بلیغ زبان آور خطیب ثقہ اخباری علامہ اور نوادر و ظرافت والا تھا۔

مولانا عبد العلی چنوری ثمرات الحیاء میں لکھتے ہیں:

ابو العباس محمد بن یزید کان شیخ اهل النحو و العربیۃ والیہ انتہی علیہما بعد طبقۃ ابی عمرو الجرمی و ابی عثمان المازنی۔

ابو العباس محمد بن یزید نحویوں اور ادیبوں کا استاد تھا اور ابو عمرو جری اور ابو عثمان مازنی کے طبقہ کے بعد ان دونوں علوم میں سب سے آگے تھا۔

میرد ثعلب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ..... علامہ مازنی نے جب ”کتاب الالف واللام“ تصنیف کی تو انہوں نے میرد سے اپنی کتاب کی بعض باریک اور مشکل چیزیں دریافت کیں میرد نے ان کا رجسٹر اور نہایت عمدہ جواب دیا اس پر مازنی نے کمال قانت المبرور (انھہ توحی کو ثابت کرنے والا ہے) اسی وقت سے آپ کو میرد کہا جانے لگا۔ یہ لفظ اصل میں میرد (بکسر راء) ہے جو باب تفعیل کا اسم فاعل ہے لیکن کو فیوں نے اس میں تغیر کر کے راء کو فتح دے دیا۔

میرد اور ثعلب..... علامہ سیرانی فرماتے ہیں کہ میرد اور ثعلب کے درمیان بڑی کشیدگی اور منافرت رہا کرتی تھی اور آپ ہمیشہ ثعلب سے مناظرہ کی تاک میں رہتے تھے مگر ملاقات کا اتفاق نہ ہوا تھا کسی کا شعر ہے۔

عسیر کانا ثعلب و میرد

فابدا ننافی بلدة والنقاء نا

ہمارے اجسام ایک شہر میں ہیں اس کے باوجود ہمارا ملنا دشوار ہے، ہمارا حال ثعلب اور میرد کی طرح ہے۔ گیارہ اس میں شک نہیں کہ میرد اور ثعلب دونوں چوٹی کے ادیب تھے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

تجد عند هذين علم النوری

ایاطالب العلم لاتجهلن. وعذبا المبرد اور ثعلب

بهذين فی الشرق والمغرب

فلاتك كالحمل الاجرب. علوم الخلائق مقرونة

لیکن اہل علم کے نزدیک میرد کو ثعلب پر بدرجہا ترجیح تھی میرد فصیح و بلیغ، لطیف و ظریف بھی تھے یہ اوصاف ثعلب میں کہاں پھر میرد کے مقابلہ میں ثعلب کب آسکتے تھے ایک مرتبہ ثعلب نے میرد کو برے الفاظ سے یاد کیا میرد کو اس کی اطلاع ہوئی تو میرد نے یہ شعر پڑھا۔

قلبه ملان منی. وفوادی منه خالی

رب من یعینه حالی. وهو لا یجری ببالی

تصانیف..... میرد نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے اکابر بہت مشہور ہے اس کے علاوہ القتضب المروضة المقصور والمدود، اشتقاق القوانی، اعراب القرآن، نسب عدنان و قحطان، الرد علی سیبویہ، شرح شواہد الکتاب ضروری الشعر، العروض، ما اتفق لفظ و اختلف معناه، طبقات الخاء البصرین اس کی علمی یادگار ہیں۔

وفات..... میرد نے بغداد میں ۲۸۵ھ یا ۲۸۶ھ میں وفات پائی۔

(۱۲۵) صاحب البیان والتبیین

نام و نسب اور تحصیل علم..... ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب الجاحظ البصری شیخ المعز لہ، امام الادباء صاحب القلم لیث بن بکر بن عبد مناة بن کنانہ کی طرف منسوب ہو کر لیثی اور کنانی کہلاتے ہیں ان کی دونوں آنکھوں کی پتلیاں باہر کو نکلی ہوئی تھیں اس لئے ان کو جاحظ کہا جانے لگا کیونکہ عربی میں جو ظاہر بھرنے کے معنی میں آتا ہے موصوف بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی، احمعی اور ابو عبیدہ جیسے لغت و روایت کے بلند پایہ علماء سے علم حاصل کیا اور ابو اسحاق نظام معزلی سے علم کلام میں سند حاصل کی۔

شوق مطالعہ..... کتب بینی کے بڑے شوقین تھے جو کتاب ہاتھ میں آتی اسے ختم کرنے اور اس کے جوہر کو پوری طرح اخذ کرنے سے قبل ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے کاتبوں اور کاغذ فروشوں کی دکانیں کرایہ پر لیتے اور ان میں بیٹھ کر مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔

عام حالات زندگی..... ان کی عمر کا بیشتر حصہ بے فکری و آسودگی کے ساتھ پیدا نشی و وطن بصرہ میں رہ کر تصنیف و تالیف میں گذرا خطوط و رسائل اور تصانیف کی وجہ سے گورنروں میں مقبول اور شر کے باعث لوگوں میں معزز رہے پھر

مامون معتمد واثق اور متوکل کے زمانوں میں تلاش معاش کیلئے بغداد کا سفر کرتے رہے ان کے بعد محمد بن عبد الملک کی تینوں وزارتوں کے زمانہ میں آپ انہیں کے ہوئے۔

اخلاق و عادات..... جاحظ طنز و مزاح کے خوگر، مروجہ رسومات و آداب کی نفی اڑانے کے عادی تھے تاہم نہایت سلیم الطبع زندہ دل شگفتہ مزاج، ظریف اور اپنے دوستوں کے سچے ہمدرد تھے۔

مسلم..... امام جاحظ مسلک نظام معتزلی کے ہم خیال تھے اور اپنی تحریروں میں بھی معتزلہ کے مذہب کی حمایت کرتے تھے عقیدہ توحید میں انہوں نے تمام متکلمین کو چھوڑ کر اپنا ایک جداگانہ مسلک ایجاد کیا جس کی بہت سے متکلمین نے تائید کی جن کا نام جاحظیہ ہے دیگر علوم میں آپ دوسرے علماء کے ہم خیال رہے۔

شعر و شاعری..... سے بھی اچھا خاصا ذوق تھا لیکن ان کی شاعری میں نہ کوئی دل کشی ہے نہ جمال، شاعری میں ان کا رجحان پرانے طرز کی طرف ہے جدید تخلیقی اسلوب کی طرف نہیں اشعار بھی کم ہیں جو ان کے خطوط و مضامین اور تصانیف میں جا بجا بکھرے ہوئے ہیں مثلاً وزیر ابن عبد الملک کی شان میں کہے ہوئے اشعار۔

بداحین اثری لائحہ انہ۔ فضل منہم شبۃ العدم
وابصر کیف انتقال الزمان۔ فی اور با لعرف قبل المندم
ومن کلامہ

لمن قدمت قبلی رجال فطالما

مشیت علی رسلی فکت المقدما

ولکن هذا الدهر تاتی صروفه

فترم منقوضا وتنقص مبرما

وقال فی مدح احمد بن ابی داؤد

وعویض من الامور بهیم۔ غامض الشخص مظلم مستور

وقد تسنمت مائتو عمره

بلسان یزینہ التجیر۔ مثل وشی البرود لہلہ النسیج

حسن الصمت والمقاطع اما۔ النص القوم والحديث يدور
حلمہ..... جاحظ ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے بے ڈول بدن، بد شکل و بد وضع قابل نفرت اور بد صورتی میں ضرب الش تھا کسی نے ان کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔

لو یمسخ الخنزیر مسخا ثانیاً

وماکان الا دون مسخ الجاحظ

رجل ینوب عن الجحیم بوجه

نیز ایک دفعہ کسی نے خلیفہ متوکل علی اللہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے صاحبزادے کی تعلیم و تربیت کیلئے جاحظ کو مقرر کر دیجئے اس سے بہتر اتالیقی نہیں مل سکتا چنانچہ متوکل نے ”سر من لہ رائے“ میں جاحظ کو بلوایا یہ حاضر دربار ہوئے تو خلیفہ ان کی بد صورتی اور فح منظر سے نہایت مجتبض ہوا اور دس ہزار دینار دے کر واپس ہو جانے کا حکم دیدیا مگر یہ چیز قدرتی ہے جس میں آدمی معذور ہے۔

نگاریدہ دست تقدیر اوست

گرت صورت حال بدیا کوست

علمی مقام..... حق تعالیٰ نے ان کو دولت علم سے بھی ایسا نوازا تھا کہ اپنے باطنی جوہر اور علمی و فنی کمالات کے لحاظ سے قابل رشک تھے۔

چو جاں ز روم بود گو تن از جشی می باش

چہ غم ز متھت صورت اہل معنی را

نحو، ادب، معانی، بیان اور فصاحت و بلاغت کے امام اور علم کلام، تاریخ لغت میں ید طولی رکھتے تھے و فور علم، قوت استدلال، بحث کے تمام پہلوؤں پر احاطہ، مقابلہ میں شدت اور کلام کے دل نشین و بلیغ ہونے کے باعث اپنے تمام ساتھیوں

لے جطر کے قریب ایک شر ہے۔ ۱۲

سے سبقت لے گئے تھے آپ ہی سب سے پہلے عربی عالم ہیں جنہوں نے سنجیدہ و مزاحیہ مضامین کی باہم آمیزش اور گفتگو کے موضوعات میں وسعت پیدا کی۔

تصانیف..... جاحظ کی تصنیفات دو سو سے زائد ہیں جو بقول ابن الحمید لولا عقل اور ثناء لب سکھاتی ہیں ان میں ہے ”البيان والتمییم“ ”کتاب الجویان“ جو اپنے موضوع پر عربی زبان کی قدیم ترین کتاب ہے اور ”کتاب الحاسن والا ضدلو“ اور ”کتاب الخلاء“ اور اس کے مضامین و خطوط کے مجموعہ کے علاوہ کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ہے ان کے علاوہ چند دیگر تصانیف ہیں کتاب الاسماء والکنی والالقب والالناز کتاب الزرع والحلل فخر السودان علی البیضان کتاب البحر جان الحاسد والاحسود۔ البیان والتمییم..... دنیائے ادب کی وہ عظیم الشان کتاب ہے جو ادب عربی کی شہرہ آفاق کتب اربعہ میں سے ایک ہے موصوف نے یہ کتاب صاحب سطوة جاہ قاضی ابو عبد اللہ احمد بن ابی داؤد و لیا دی کیلئے لکھی تھی جس کے صلہ میں قاضی نے پانچ ہزار اشرفیوں کا انعام دیا تھا۔

وفات..... اخیر عمر میں جاحظ پر فالج کا ایسا سخت حملہ ہوا کہ بدن کا نصف داہنا حصہ بے حد گرم رہتا تھا جس پر صندوق اور کافور لگاتے تھے اور نصف بائیں حصہ ٹھنڈا رہتا تھا وہ خود کہتے تھے کہ میں اپنی بائیں جانب سے ایسا مفلوج ہوں کہ اگر پتی سے میری کھال کاٹی جائے تو مجھے معلوم بھی نہ ہو گا اور دائیں جانب سے ایسا گرم رہتا ہوں کہ اگر مکھی بھی بیٹھ جائے تو نا قابل برداشت تکلیف ہونے لگتی ہے۔

آپ نے نوے برس سے کچھ زائد عمر پا کر اسی مرض میں بصرہ میں ماہ محرم ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔

(۱۲۶) صاحب نہج البلاغہ

نام و نسب اور پیدائش..... ابو الحسن محمد بن ابی احمد الحسین بن موسی بن محمد ابراہیم بن موسی کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ موسوی مشہور بشریف رضی۔ ۳۵۹ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور اپنے باپ کی زیر نگرانی تربیت پائی۔

تحصیل علم اور عام حالات زندگی..... شریف رضی نے اپنے بچپن ہی میں علم حاصل کیا اور علم فقہ و فرائض میں کمال اور علم ادب میں مہارت و تفوق سے سرفرازی حاصل کی ابھی اس کی عمر دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہوئی تھی کہ شاعری کرنے لگا۔ ۳۸۸ھ میں جب وہ تیس برس کا ہوا تھا تو اس نے طالبین کی نا قابت میں اپنے باپ کی جانشینی کی بعد ازاں وہ باقی ماندہ امور بھی اس کو تفویض کر دیئے گئے جو اس کا باپ انجام دیتا تھا یعنی مقدمات کے فیصلے کرنا اور لوگوں کو حج کرنا وغیرہ چنانچہ شریف رضی ایک مدت تک یہ فرائض انجام دیتا رہا تا آنکہ فاطمی علویوں کی طرف داری کے الزام میں خلیفہ قادر باللہ اس سے ناراض ہو گیا اور اسے ان فرائض کی انجام دہی سے برطرف کر دیا۔

اخلاق و عادات..... شریف رضی جو بڑا خوددار، بلند ہمت، نہایت غیور اور عفت ماب تھا کسی کا انعام و عطیہ قبول نہیں کرتا تھا اور ان چیزوں سے احتراز کرنے میں اتنا مشدد تھا کہ اس نے امیروں اور بادشاہوں کے وہ وظیفے اور انعامات بھی پس کر دیئے تھے جو اس کے باپ کو ملتے چلے آ رہے تھے بنو بویہ نے بہت چاہا کہ وہ ان کے انعامات کو قبول کر لے لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔

خود داری و غیوری..... ابو حامد محمد بن اسحاق شافعی نے نقل کیا ہے کہ میں ایک روز مہاء الدولہ کے وزیر فخر الملک ابو غالب محمد بن خلف کے پاس بیٹھا کہ اچانک شریف رضی تشریف لے آئے تو وزیر موصوف نے آپ کی بہت تعظیم کی یہاں تک کہ جو کاغذات آپ کے زیر نظر تھے وہ بھی علیحدہ کر دیئے اور ان کی واپسی تک گفتگو میں مشغول رہے اس کے بعد ان کا

بھائی ابوالقاسم مرتضیٰ آیا تو دزیر موصوف شریف رضی کی تعظیم و تکریم کی طرح اس کے ساتھ پیش نہیں آیا بلکہ بے اعتنائی کے ساتھ اپنے کاغذات دیکھنے میں مشغول رہا اس پر میں نے کہا حضور! مرتضیٰ تو بہت بڑا فقیہ متکلم اور صاحب فنون ہے بخلاف شریف رضی کے کہ وہ صرف ایک شاعر کی حیثیت رکھتا ہے دزیر نے کہا کہ مجلس برخواست ہونے پر جواب دوں گا چنانچہ جب مجلس برخواست ہو گئی اور میرے علاوہ کوئی نہیں رہا تو دزیر نے اپنے خادم سے کہا کہ وہ دو خط جو میں نے چند روز قبل تم کو دیئے تھے لے آؤ خادم نے وہ دونوں خط پیش کئے دزیر نے کہا کہ یہ مرتضیٰ کا خط ہے جو اس نے اپنے بچے کی پیدائش پر لکھا ہے میں نے اس سلسلہ میں اس کو ایک ہزار اشرفیاں بھجوائی تھیں کیونکہ اس موقع پر عموماً احباء کی طرف سے دایہ کو کچھ نہ کچھ پیش کیا جاتا ہے مگر اس نے اشرفیاں واپس کر دیں اور لکھا ہے کہ ہمارے یہاں تو اپنی ہی بوڑھی عورتیں اس کام کو انجام دے لیتی ہیں اور کچھ خرچ کی ضرورت پیش نہیں آتی بخلاف مرتضیٰ کے کہ ہم نے نرس عیسیٰ کی کھدائی کے سلسلہ میں اہل املاک پر صرفہ تقسیم کر دیا تھا اور مرتضیٰ کے حصہ میں صرف بیس درہم پڑے تھے جس پر اس نے ایک سو سطر میں انتہائی منت و مساجت کا خط لکھا ہے کہ مجھ سے یہ صرفہ ساقط کر دیا جائے اب تمہیں بتاؤ کہ عزت و احترام کے لائق کون ہے۔

رفیق اللہ الوزیری! واللہ ما وضع الامر الا فی موضع ولا اھلہ الا فی محلہ۔
شعر و شاعری..... میں رضی کا اسلوب قدیم شعراء سے مشابہ تھا بھاری بھر کم الفاظ پر شوکت معانی میں اس کی شاعری بحر کی شاعری سے زیادہ ملتی جلتی ہے تاہم فخر و حماسہ میں وہ اس پر بازی لے گیا اس کی شاعری میں ولید کی سی بے مغز شاعری اور مزاح بھی نہیں ہے۔ صاحب تیسبہ الدہر لہام ثعلابی کا قول ہے کہ ”یہ تمام پیچھے اور موجودہ طالبین میں سب سے عمدہ شاعر ہے باوجودیکہ ان میں بلندی پایہ شعراء کی کثرت ہے اور اگر میں یہ بھی کہہ دوں کہ یہ قریش کا سب سے بڑا شاعر ہے تو بھی غلط بیانی نہ ہوگی اس کے بعد کہنا ہے کہ ”موجودہ دور کے شعراء میں مرثیہ نگاری پر اس سے زیادہ قادر مجھے کوئی شاعر نہیں ملتا۔“

شاعری میں اس درجہ بلند مقام ہونے کے ساتھ ساتھ نثر نگاری میں بھی اسے بڑی مہارت حاصل تھی اور اگر یہ صحیح ہے کہ ”نجم البلاغۃ“ میں اس کا بھی ہاتھ ہے تو کوئی مصنف یہ فیصلہ کرنے میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کر سکتا کہ وہ عربی زبان کا سب سے بڑا انشاء پرداز ہے۔

شریفی شاعری کا نمونہ..... شریف رضی نے قادر باللہ کی مدح میں جو قصیدہ کہا ہے اس کا نمونہ درج ذیل ہے اس قصیدہ میں مدح کا وہی اسلوب ہے جو متوکل کی مدح میں بحر کی مدح کا ہے۔

لما سمت بك عزة مو موقا

نور علی اسرار و جھلک مشرق

فی موقف تغضی العیون و جلالة

اسد علی نشزات غاب مطرق

مالوا الیک محبة فتحجمعوا

لا یسقل به السنان الازرق

وانا القرب الیک فیہ و دونه

فی دوحۃ العلیاء لا تنفوق

الاخلاقۃ میز تک فانی. انا عاقل منها وانت مطوق

لله یوم اطلعتک به العلا. علما یزاول بالعیون و یرتق

کالشمس تبهر بالضیاء و تومق. و برزت فی بردالتی و للھدی

و کان دارک جنة حصبا وھا. الجادی او انما طھا الاستراق

فیہ و یعثر بالکلام المنطق. و کانما فوق السریر و قدسما

والناس امارا جمع متھیب. مما رائی او طالع متشوق

وراءو علیک مہابة ففروقوا. و طعت فی غرر الکلام بفیصل

و غرست فی جب القلوب مودة. تزکوا علی مر الزمان و تورق

لیدی عدوک طود عز اعتق. عطا امیر المومنین فانا

ما بیننا یوم الفخار تفاوت. ابدا کلا نافی المعالی معرق

ومن غر شعرہ قولہ

ابدا ینازع عاشقا معشوق

رمت المعالی فامتعن ولم یزل

و صبرت حتى نلتهن و لم اقل

ضجرا دواء الفارك التطبيق

وفات..... شریف رضی نے محرم ۴۰۳ھ میں (اور بقول بعض ۴۰۶ھ) میں انتقال کیا اور کرخ میں اپنے گھر کے اندر دفن کیا گیا نماز جنازہ وزیر فخر الملک ابوعالب نے پڑھائی وفات پر اس کے بھائی مرتضیٰ نے ذیل کے اشعار میں مرثیہ پڑھا۔

بالرجال بفجعة جلدت يدى. در دوت لودھبت على براسى

فحسو تهافى بعض ما انا حاسى. ومطلتها زمتا فلما ضمت

مازلت اصدر وردا حتى انت

لم يشها مطلبى و طول مكاسى

لله عمر ك من قصير طاهر. ولرب عمر طال بالا و ناس

اجوبہ شریفہ..... علامہ ابن خلکان نے بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ اس نے ایک مجموعہ میں دیکھا ہے کہ ایک ادیب ”سرمن رائے“ میں شریف رضی کے مکان پر گزرا جو مرد لیا م کی وجہ سے نہایت خستہ ہو چکا تھا اور اس کی رونق ختم ہو چکی تھی البتہ کچھ نشانات باقی تھے جن سے اس کی رونق رفتہ کا اندازہ کیا جاسکتا تھا یہ شخص تعجب کی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور شریف رضی کے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

ولقد بكيت على ربو عهم. وطلو لها بيدا البلى نهب

فبكيت حتى ضج من لغب. فضوى ولج بعدلى الركب

وتلفت عيني فمد خفيت. عنى الطلول تلت القلب

اسی اثناء میں وہاں ایک راہ گیر گزرا اور اس نے پوچھا جانتے ہو یہ مکان کس کا ہے۔ اس نے کہا نہیں! راہ گیر نے کہا کہ یہ مکان اسی کا ہے جس کے تم پہ شعر پڑھ رہے ہو۔ فجب کلاما من حسن الاتفاق۔

تصانیف..... موصوف نے معانی القرائن کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جو اس کی نحوی و لغوی مہارت کے علاوہ اصول دین سے کمال واقفیت کا ثبوت پیش کرتی ہے دوسری تصنیف قرآن میں مجاز کے استعمال پر ہے اس کے مکاتیب کا ایک مجموعہ بھی ہے اور اس کے اشعار کو بہت سے لوگوں نے دیوان میں جمع کیا ہے سب سے بہتر مجموعہ ابو حکیم الجیری کا ہے جو چار ضخیم جلدوں میں ہے نیز اس کی ترتیب دی ہوئی کتاب ”سج البلاغۃ“ ہے جس کو قرآن مجید کے بعد لوبی نقطہ نظر سے بلاغت و بیان میں ثانوی حیثیت حاصل ہے اس میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا کلام جمع کیا ہے اور اپنی وفات سے صرف چار سال (یا چھ سال) قبل یعنی ۴۰۰ھ میں اس جمع و تالیف سے فراغت پائی ہے جیسا کہ خود موصوف نے آخر کتاب میں اس کی تصریح کی ہے چونکہ اس کتاب میں صحابہ کرام کے خلاف دیدہ دلیری اور بد زبانی ہے نیز اس میں فلسفہ اخلاقیات اصول اجتماعات، رقت و صف، تکلف صنعت وہ امور ہیں جو اس دور کے مزاج اور اس زمانہ کی قوت سے بالاتر ہیں اس لئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کتاب کا بیشتر حصہ خود شریف کا بنایا ہوا ہے علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔

من طالع كتاب نهج البلاغة جزم انه لكذب على امير المومنين.

جو شخص بھی سج البلاغۃ کا مطالعہ کرے گا وہ یقیناً یہ کہے گا کہ یہ امیر المومنین پر افتراء اور جھوٹ ہے۔

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ سج البلاغۃ شریف رضی کی تصنیف ہے یا اس کے بھائی ابو القاسم علی بن حسین مشہور شریف مرتضیٰ مولود ۳۵۵ھ کی ہے جو نہایت بلند پایہ ادیب و شاعر اور صاحب قلم تھا مشہور مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں ”کان امامانی علم الاکلام والادب والشعر“ کہ یہ علم کلام علم ادب اور فن شاعری میں اپنے دور کا امام تھا صاحب معجم لکھتے ہیں۔

کان الشريف المرتضى اوحد اهل زمانه فضلا و علما و کلاما و حدیثا و شعرا.

شریف مرتضیٰ علمی فضل و کمال بالخصوص عقائد و کلام اور حدیث و شعر گوئی میں اپنے زمانہ کا یکتا تھا

شریف مرتضیٰ شریف رضی کا بھائی تھا اور شیعہ مذہب رکھتا تھا یہ دونوں بھائی عربیت میں بہت مشہور تھے اور دونوں نے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان سے پڑھا تھا پڑھنے کے بعد ان کی ایسی شہرت ہوئی کہ دنیا بھر میں ان کے علم و ادب کی دھوم مچ گئی۔

اس نے اپنے مذہب کے مطابق بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے الامالی جو غرور الفوائد سے مشہور ہے الشہاب فی الشیب والشباب المسائل الناصریہ وغیرہ شریف مرتضیٰ نے اتوار کے دن ۲۵ ربیع الاول ۳۳۶ھ کو بغداد میں وفات پائی اور اپنے وطن عسیر میں لے مدفون ہوا۔

(۱۲۷) صاحب معنی اللیب

ابو محمد جمال الدین عبد اللہ بن یوسف بن احمد بن عبد اللہ بن ہشام مصری نحوی انصاری شنبہ کے دن ۵ ذیقعدہ ۷۰۸ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور شہاب عبد اللطف بن المر حل ابن السراج تاج تمیزی اور تاج فاکہانی وغیرہ سے علوم حاصل کئے اور ابو حیان سے دیوان زہیر بن ابی سلمیٰ کو سنہ ۳۰۰ھ تک وکھونی کہتے ہیں کہ ابتداء میں آپ نے فقہ شافعی پڑھی پھر حنبلی مسلک اختیار کیا زندگی کے آخری ایام میں یعنی مرنے سے پانچ برس پہلے مختصر المزنی کو چار مہینے سے کم میں حفظ کیا جو آپ کی غیر معمولی قوت حافظہ پر بین دلیل ہے آپ علم نحو اور عربیت کے مشہور امام تھے طاش کبریٰ زاوہ نے لکھا ہے۔

اتقن العربیہ ففاق الاقران بل الشیوخ

عربیت میں ایسی مہارت پیدا کی کہ ہم عصروں بلکہ استادوں پر فوقیت لے گئے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں

مازلنا ونحن بالمغرب نسمع انه ظهر بمصر عالم بالعربیہ یقال له ابن ہشام النحی من سیویہ

مغرب میں ہم لوگ برابر یہ سنتے رہے کہ مصر میں ابن ہشام نامی ایک شخص پیدا ہوا ہے جو سیویہ سے بھی زیادہ نحو جانتا ہے۔

آپ بڑے کثیر التصانیف تھے نحو کی مشہور کتاب شذور الذہب آپ ہی کی تصنیف ہے جس کی آپ نے خود شرح بھی کی ہے نحو میں یہ کتاب بہت عمدہ ہے مثالیں اکثر و بیشتر آیات قرآنی سے پیش کی ہیں اور اس سے زیادہ مشہور کتاب معنی اللیب ہے جو فن نحویں اپنی نظیر آپ سے دیگر تالیفات میں ہیں۔ التوضیح علی الافیہ۔ رفع الخاصہ (۴ جلد) عمدۃ الطالب فی تحقیق تعریف ابن الحاجب (۲ جلد) التحصیل والتفہیل الکتاب التقریل والتفہیل۔ شرح التمهیل شرح الشواہد (کبریٰ) شرح الشواہد (صغریٰ) القواعد الکبریٰ، القواعد الصغریٰ، قطر الندی، شرح قطر الندی، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، شرح المحمد لابی حیان، شرح بابت سعاد، شرح قصیدہ بردہ، التذکرہ (۵ جلد) المسائل السفریہ۔

آپ نے ۵۳ برس کی عمر یا کر شب جمعہ ۵ ذیقعدہ ۷۱۰ھ میں وفات پائی۔ ۷

(۱۲۸) صاحب مفتاح العلوم

نام و نسب اور تحقیق نسبت..... سراج الدین ابو یعقوب یوسف بن ابی بکر محمد بن علی الفوارزی المساککی آپ کی نسبت میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ شہر سا کہ جو نیشاپور یا عراق یا یمن میں واقع ہے اس کی طرف منسوب ہیں لیکن یہ قول کچھ قرین قیاس نہیں کیونکہ ارتشاف میں ابو حیان سے متعدد جگہوں پر منقول ہے کہ آپ اہل خوارزم سے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سا کہ آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام ہے جیسا کہ ابو حیان نے ارتشاف میں ایک جگہ آپ کو ابن المساک کے ساتھ تعبیر کیا ہے علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ ان کے دوا کی نسبت ہے جو سونے چاندی کو ڈھال کر سکہ بنایا کرتے تھے۔

۱۔ از ابن خلکان میزان الاعتدال معجم المؤلفین تاریخ ادب عربی مقدمہ نبی البلاغیہ۔ ۲۔ از مفتاح السداد ابن خلدون معجم حسن الخاضرہ ۱۲

سنہ پیدائش و تحصیل علم آپ منگل کی شب میں ماہ جمادی الاولیٰ ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور علامہ سدید بن محمد حناطی محمود بن عبید اللہ بن صاعد مروزی، مختار بن محمود رازی جیسی بلند پایہ اور قابل ناز ہستیوں کے شرف تلمذ سے بہرہ اندوز ہوئے اور مختلف علوم میں کامل دسترس بہم پہنچائی چنانچہ آپ کو علم صرف علم نحو، علم بیان، علم عروض، علم شعر، علم منطق، علم فلسفہ، علم کلام، علم ادب، علم خواص الارض، علم تسخیر جن، علم اجرام سما، علم الکواکب فن طلسمات، فن سحر، فن سیما، جملہ علوم و فنون میں ید طولی حاصل تھا، طاش کبریٰ زلواہ لکھتے ہیں۔

کان علامہ بار عافی علوم شتی خصوصاً المعانی و البیان ولہ کتاب مفتاح العلوم
آپ مختلف علوم کے ماہر اور علامہ تھے بالخصوص معانی و بیان میں مفتاح العلوم آپ ہی کی تصنیف ہے۔
ایک عجیب قصہ علامہ غیاث الدین ہروی صاحب حبیب السیر فی اخبار افرات البشر نے ان کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ جب شاہ چغتائی خاں بن چنگیز خاں حاکم ماور النہر و حدود خوارزم و کاشغر و بدخشاں و غنم کو ان کے علمی فضائل و کمالات معلوم ہوئے تو اس نے آپ کو اپنا خاص امین و جلیس بنالیا ایک مرتبہ آپ نے مریخ کو مسخر کر کے چغتائی خاں کے لشکر میں آگ بھڑکادی چغتائی خاں کا وزیر حبش اعمید ابتدا ہی سے آپ کے ساتھ حذر رکھتا تھا اس نے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے شاہ سے کہا کہ جب سکاکی ایسی ایسی باتوں پر قادر ہے تو کچھ عجب نہیں کہ وہ آپ کی سلطنت پر قبضہ کر لے شاہ کے دماغ میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی اور اس نے آپ کو قید کرادیا۔

صحر اکو بھی نہ پایا بغض و حسد سے خالی
ساکھو جلا ہے کیا کیا پھولا جو ڈھاک بن میں (آتش لکھنوی)
وفات چنانچہ تین سال قید خانہ میں رہ کر اوائل رجب ۶۲۶ھ میں آپ دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔
تصانیف آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جو نہایت مفید، نفع بخش، جامع اور ٹھوس ہیں آپ کی سب سے بڑی تصنیف مفتاح العلوم ہے جو اپنے موضوع پر اپنی نظیر آپ ہے حتیٰ کہ فیہ انہ لم یدر مثله فی الاول و الاواخر
حواشی مفتاح العلوم آپ کی یہ کتاب تین قسموں پر منقسم ہونے کے بعد بارہ علوم صرف ”نحو“ منطق عروض وغیرہ پر مشتمل ہے جس میں قسم ثالث علم بلاغت کیلئے مخصوص ہے۔
آپ کی اس کتاب پر مختلف اہل علم حضرات شیخ ناصر الدین ترمذی شمس الدین خطیبی خلخالی، عماد الدین کاشی قطب الدین شیرازی میر سید شریف جرجانی حام الدین قاضی روم، شیخ تاج الدین تبریزی اور علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہ نے خامہ فرسائی کی ہے۔

(۱۲۹) صاحب نقد الشعر

ابوالفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ بن زیادہ بغدادی۔ آپ عباسی خلیفہ متکفل باللہ کے ہم عصر اور فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل تھے منطق و فلسفہ میں بھی علماء متقدمین میں شمار ہوتے ہیں۔
آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں تین کتابیں قابل ذکر ہیں اول ”نقد الشعر“ جس کے آغاز میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ بعض حضرات نے مجھ سے جاچا کہ کتاب ”البيان والتبيين“ کے بارے میں کہا کہ اس میں سوائے اخبار محکمہ و خطب متغیہ کے کچھ بھی نہیں نہ کما حقہ وصف بیان ہے نہ کما جہنی اقسام بیان لہذا آپ ایسی کتاب لکھیں جو اقسام بیان پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ جامع اصول بھی ہو اور محیط فضول بھی مبتدی کیلئے بھی ذریعہ استفادہ ہو اور مفتی کیلئے بھی باعث استغناء چنانچہ آپ نے نقد الشعر تصنیف کی جس میں اولاً عقل کی مہرب و کمسوب کی جانب تقسیم کی بعدہ بیان کی چار

قسمیں ذکر کیں اور اول کو اعتبار کے ساتھ ثانی کو اعتقاد کے ساتھ ثالث کو عبارت کے ساتھ رابع کو بیان بالکتاب کے ساتھ موسوم کیا ہے اس کے بعد قیاس، حد، وصف، رسم، انواع بحث، انواع سوال وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے، نیز اشتقاق تشبیہ اور اس کے اقسام جن، رجز، وحی، استعارہ امثال، لغز، حذف و دوا می حذف مبالغہ اور اس کے اقسام قطع و عطف تقدیم و تاخیر محاسن شعر وغیرہ میں سے ہر ایک کو مستقل باب میں ذکر کیا ہے ان کی یہ کتاب بڑی الاجواب اور عدیم المثال کتاب ہے۔

دوسری کتاب ”نقد الشعر“ ہے جس میں حد شعر اسباب جودہ شعر وزن، قافیہ، ترصیع، تمثیل، مبالغہ اور اقسام تشبیہ، مقابلہ، تفسیر، نیم، تکافؤ، الثقات، مساوۃ، اشارہ، ارواف وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی ہے تیسری کتاب ”جواهر الالفاظ“ ہے جس میں الفاظ و عبارات مترادفہ سے گفتگو کی ہے اور اس کا آغاز ایک مقدمہ کے ساتھ کیا ہے جس میں ترصیع، سجع، اتساق بناء، اعتماد وزن، اشتقاق لفظ من اللفظ، عکس وغیرہ کا تذکرہ ہے ان کے علاوہ کتاب البیان، لسیاستہ البلدان، زہر الریح، نزهة القلوب بھی آپ کی علمی یادگار ہیں۔

آپ نے بغداد میں ۳۳۷ھ مطابق ۹۴۸ء میں وفات پائی۔ ۱

(۱۳۰) صاحب المحاضرات

محمد بن عقیفی مشہور شیخ خضری قاہرہ کے نواح میں زیتون نامی ایک مقام کے رہنے والے تھے ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے طار العلوم قاہرہ سے فراغت حاصل کی اور خرطوم میں قاضی بنادیئے گئے پھر قاہرہ کے مدرسہ الفقہ الشرعی میں مدرس ہوئے اور بارہ برس تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اس کے بعد جامعہ مصر میں تاریخ اسلامی کے استاد مقرر ہوئے پھر مدرسہ الفقہ الشرعی کے وکیل بنے اس کے بعد وزارت المعارف کے محافظ و نگران ہو گئے۔

آپ بہترین عالم شریعت تھے ادب اور تاریخ اسلامی میں بڑا ملکہ تھا ایک زباں آور خطیب بھی تھے آپ نے بہت سی مفید کتابیں لکھی ہیں جن میں محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیہ دو حصوں میں نہایت عمدہ کتاب ہے اس میں آپ اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ اس کے علل پر بحث کرتے ہیں دیگر تالیفات یہ ہیں۔

اصول الفقہ، تاریخ التبلیغ الاسلامی، اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء، نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین تہذیب الاعانی (۷ جلد) محاضرات فی نقد کتاب الشعر الجاہلی لدکتور طہ حسین الغزالی و تعالیمہ و آراہ

آپ نے ۱۳۴۵ھ میں قاہرہ میں وفات پائی۔ ۲

(۱۳۱) صاحب تاریخ التمدن الاسلامی

جرجی بن حبیب زیدان بیروت میں ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے وہیں نشوونما پائی اور تعلیم بھی وہیں حاصل کی فراغت کے بعد مصر گئے وہاں مجلہ ”الہلال“ نکالنا شروع کیا جو بیس برس تک اس کی ادارت میں نکلتا رہا آپ مشہور فلسفی، لغوی، باکمال صحافی، مقبول ناول نویس اور بڑے تاریخ دان تھے اور تاریخ و ادب لغت و اجتماعیت کے موضوع پر متعدد بیش قیمت تصانیف کے مصنف تاریخ التمدن الاسلامی تاریخ مصر الحدیث (۲ جلد) تاریخ العرب قبل الاسلام تاریخ الماسونیت العالم، تراجم مشاہیر اشرق (۲ جلد) فلسفہ لغویہ، تاریخ اللغۃ العربیہ (۴ جلد) الشاب النریبہ القدماء، علم الفرائض الحدیث، طبقات الامم، عجائب الخلق، التاریخ العام، مختصر تاریخ ایونان والرومان، مختصر جغرافیہ مصر علوم العرب وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔

۱۔ از کتاب الاعلام تہذیب السعد و غیرہ۔ ۲۔ از کتاب الاعلام للرزق علی۔ ۱

آپ نے ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔ لہ تاریخ ادب عربی میں سترہ وفات ۱۹۲۳ء مذکور ہے۔

(۱۳۲) صاحب تاریخ آداب اللغة العربیة

ابو صفر احمد حسن بن علی الکلاعی المالکی مشہور باثریات تقریباً ۶۲۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۷ شوال میں بلش مالقہ میں وفات پائی۔ صاحب مجسم عمر رضا کمالہ نے ان کے متعلق لکھا ہے ”مقرب“ ادیب خطیب متصوف عالم مشارک فی بعض العلوم آپ کی تصنیفات میں القام المحزون فی الکلام الموزون اشرف الاصفی فی المارب الادبی لذب السمع فی القرات السبع، قاعدة البیان وضابطہ اللسان قرۃ عین السائل ونبغیۃ نفس الاماکل وغیرہ بتائی جاتی ہیں۔ ۲

(۱۳۳) صاحب المقدمه

نام و نسب اور سنہ پیدائش..... تقی الدین ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسی بن ابی النصر آپ شہرور سے قریب اربل کے ایک گاؤں شرخان میں ۵۷۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے شرخانی کہلاتے ہیں اور اپنے پردادا ابو النصر کی طرف منسوب ہو کر نصری۔

تحصیل علم..... شروع میں اپنے والد عبد الرحمن صلاح سے علم حاصل کیا پھر خراسان میں جا کر علم حدیث کی تکمیل کی آپ علم حدیث، فقہ، نقل لغات بالخصوص اسماء رجال میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

کان احد علماء عصره فی التفسیر والحديث والفقه واسماء الرجال وما يتعلق بعلم الحديث ونقل اللغة و

كانت له مشاركة فی فنون عديدة

آپ علم تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء رجال اور نقل لغات اور علم حدیث سے متعلق تمام علوم میں اپنے دور کے یکتا تھے نیز آپ کو بہت سے فنون میں کامل دسترس حاصل تھی۔

درس و تدریس..... خراسان سے آپ شام آئے اور مدرسہ ناصریہ میں مدت دراز تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے شام سے دمشق مدرسہ رواجیہ میں منتقل ہوئے اس کے بعد جب ابن الملک العادل بن ایوب نے دمشق میں دار الحدیث کی تعمیر کی تو اس نے آپ کو دار الحدیث میں بلا لیا آپ مشہور مورخ علامہ ابن خلکان کے استاذ ہیں ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وهو احد شياخي الذين انتفعت بهم

آپ میرے ان اساتذہ میں سے ایک ہیں جن سے مجھے بہت نفع پہنچا۔

زہد و ورع..... موصوف جس طرح علم کے زیور سے آراستہ تھے زہد و ورع میں بھی اپنی نظیر آپ تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وكان من العلم والدين على قدر عظيم

آپ علم و دینداری میں بڑے مرتبہ پر فائز تھے۔

تصانیف..... علوم حدیث میں آپ کی کتاب ”المقدمہ“ بہت پایہ کی کتاب ہے مناسک حج میں بھی ایک کتاب لکھی ہے اور فقہ میں کتاب الوسیط پر کچھ اشکالات جمع کئے ہیں آپ کے فتاویٰ بھی کتابی شکل میں مرتب ہو گئے ہیں۔

وفات و مدفن..... آپ نے بدھ کے روز علی الصباح ۲۵ ربیع الاخر ۶۴۳ھ میں وفات پائی ظہر کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی اور باب النصر سے باہر مقام صوفیہ میں دفن کئے گئے۔ ۳

(۱۳۴) صاحب بدایتہ المجتہد

نام و نسب اور جائے پیدائش..... ابو الولید محمد بن ابی القاسم احمد بن محمد بن احمد بن ابی الولید رشد الاندلسی المالکی الشبیری بلخید، ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ء میں بمقام قرطبہ پیدا ہوئے جو ملک اندلس کے وسطی حصہ کا دارالحکومت اور علم و ہنر کا گھر تھا۔ تحصیل علم..... ابن رشد نے جس خاندان میں جنم لیا تھا اس کی علمی اور دنیاوی حیثیت کا اندازہ اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ قاضیوں کا خاندان تھا علم و کمال کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ اکثر خود بھی عالم و کامل ہوا کرتا ہے پھر وہ ہونہار اور جوہر قابل جو فطرہ علم و فضل کا اہل پیدا ہوا اس کی تربیت کیلئے ایسے علمی گھرانے کا وجود ہونے پر سہاگہ تھا صاحب کمال باپ کی گود میں پرورش پا کر تعلیم کی عمر تک پہنچا تو زمانے کے دستور کے موافق قرآن شریف کی تعلیم کیلئے استاد گھر ہی پر مقرر کر دیا گیا اس فاضل استاد کا نام ابو محمد بن رزق تھا جو نہایت خوش اخلاق نیک صفات اور عابد و زاہد حافظ قرآن تھا ابن رشد کو قدرت کے فیاض ہاتھوں سے طبیعت اور ایسا دماغ عطا ہوا تھا جو علم کیلئے موزوں تھا۔ ذہن طبیعت کی رسانی، شوق علم، حافظہ، ذکاوت، تیز فہمی، خوش بیانی غرضیکہ کسی ایسی چیز کی جو ایک اچھے عالم کے واسطے لازمی ہے اس میں کمی نہ تھی۔ ابن رشد نے تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد اپنے والد ابو القاسم احمد سے اور ابو القاسم بن بشیوال، ابو مروان بن میسرہ، ابو بکر بن سکون، ابو جعفر بن عبدالعزیز اور ابو عبد اللہ مازری سے فقہ وحدیث میں مہارت بلکہ کمال پیدا کیا اور ساتھ ہی عقلی علوم میں علامہ ابن طفیل کے رو برو زانوئے تلمذ طے کیا اور ابو مروان بن جریول سے علم طب حاصل کیا تحصیل علم سے فراغت کے بعد فقہ اور اصول اور علم کلام کی تدریس میں لگ گئے تو ابو بکر بن جمہور ابو محمد بن حوط اللہ اور ابو الحسن بن سسل بن مالک وغیرہ آپ سے فیضیاب ہوئے اور تھوڑا ہی زمانہ گزرنے پر اندلس میں ابن رشد کے علم و فضل کا چرچا ہو گیا۔ علمی کمال..... فلسفہ اسلام عقائد فقہ، فلسفہ حکمیہ، طب اور ریاضیات میں وہ اپنے زمانہ کا عالم تسلیم ہونے لگا صاحب معجم نے لکھا ہے۔

لم یبشأ بالاندلس مثله کمالا و علما و فضلا
علم و فضل اور کمال میں آپ جیسا کوئی شخص اندلس میں پیدا نہیں ہوا۔
جز در آئینہ و آئیں متوال یافت نظیر

حالات زندگی..... تحصیل علوم کے بعد ابن رشد حکمت و فلسفہ سے متعلق بحث و تحقیق میں لگ گیا۔ ۵۳۸ھ میں ابن الطفیل نے اس کا تعارف ابو یعقوب یوسف بن عبدالمومن سے کرادیا جو فلسفہ سے بڑی دلچسپی رکھتا تھا چنانچہ ابن رشد نے اس کیلئے ارسطو کی کتابوں سے خلاصے تیار کئے پھر اسے ۵۶۵ھ میں اشبیلیہ کی قضاء کا منصب تفویض کیا گیا وہاں سے مراکش چلا گیا جہاں امیر المومنین نے اسے اپنا طبیب خاص بنانے کیلئے دعوت دی تھی لیکن تھوڑی مدت کے بعد ہی وہ قاضی بن کر قرطبہ واپس آگیا جب ابو یعقوب کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا یعقوب المنصور تخت نشین ہوا تو اس نے بھی ابن رشد کو اس کے منصب پر ہی بحال رکھا اور اس کا بڑا احترام کرتا رہا۔

شہرہ آفاق..... ابن رشد کے علم و کمال کا شہرہ اندلس کی سرزمین سے باہر نکل کر افریقہ کے ریگستانوں کو طے کرتا ہوا ممالک مشرق میں بھی جا پہنچا تھا امام فخر الدین رازی کو جو اس وقت مشرقی ممالک میں بے نظیر علامہ و امام تھے، ابن رشد سے ملاقات کا شوق و امیغیر ہوا اور اسی ارادے سے مصر کے شہر اسکندریہ تک آئے لیکن یہاں انہیں خبر ملی کہ سلطان منصور نے اس بے نظیر فلسوف کو چند غلط فہمیوں کی بنا پر قید میں ڈال دیا اس لئے امام رازی مغرب جانے کا عزم مخ کر کے

اے دطن رے کو واپس چلے گئے اور دونوں فیلسوفوں کو ایک دوسرے سے جسمانی ملاقات حاصل نہ ہو سکی۔
واقعہ قید و بند..... ابن رشد کے قید ہونے کا واقعہ یہ تھا کہ اس کے فلسفیانہ خیالات اور پرزور عقلی دلائل کی کہہ اندلس کے دیگر محاصرین علما کی سمجھ میں نہ آئی تو انہوں نے ابن رشد پر کفر و الحاد کے فتویٰ لگادیے اور مختلف طریقوں سے سلطان یعقوب المصور کو ابن رشد کی جانب سے اشتعال دلا کر بد ظن کر دیا یہاں تک کہ اس نے حکم دیدیا کہ ابن رشد کو شہر بدر کر کے مقام بوسینا میں جو یہودیوں کا گاؤں تھا مقید کیا جائے چنانچہ ابن رشد سات برس تک یہاں نظر بند رہا۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرہ نیساں ہے زندان صدف سے ارجمند

مشک از فرج چہ یابہ اک لہو کی بوند ہے
مشک بخانی ہے ہو کر نافہ آہو میں بند

اس کے بعد ۱۱۹۸ء میں قید سے آزادی ہوئی اور سلطان منصور پھر اس پر مہربان بنا اور اسے بڑی عزت کے ساتھ دربار میں سابقہ رتبہ پر جگہ دی۔

بلگشت شام بکبت و صبح ظفر و مید
گم شد خزان رنج بہار طرب رسید
مگر افسوس کہ اب اس یادگار زمانہ فیلسوف کا وقت اخیر ہو چکا تھا اور زندگی کے آخری ایام میں اس کو پھر اپنا عروج پانارہ گیا تھا جو یوں پورا ہو گیا۔

وفات..... چنانچہ وہ دربار سلطانی میں بمقام مراکش حاضر ہوا اور چند ہی روز بعد ۱۹ صفر ۵۹۵ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۱۹۸ء کو دنیا سے آخرت کی طرف سفر کر گیا۔

زین چمن چوں شدی تودر پردہ
خواہ گل تازہ خواہ پژمرده
وفات کے بعد ابن رشد کو شہر مراکش کے دروازہ ”باب تاغروت“ کے باہر دفن کیا گیا پھر تین ماہ بعد اس کی لاش یہاں سے نکال کر قرطبہ پہنچائی گئی جو اس کا وطن اور زاد بوم تھا اور وہاں اس کو مقبرہ ابن عباس میں اس کے بزرگوں کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سرد بالائے تودر خاک در بلیغ است در بلیغ
زیر خاک آں گہر پاک در بلیغ ست و در بلیغ
جائے آں بود کہ جائے توبود در دیدہ
داشی جائے تودر خاک در بلیغ ست و در بلیغ
مسک کے لحاظ سے موصوف بالکی اللہ ہب تھے۔

فلسفہ ابن رشد..... اگر عقیدہ تنازع صحیح ہو تا تو ہم کہہ دیتے کہ ارسطو کی روح مجالس حکمت کو از سر نو آراستہ و پیراستہ کرنے اور فلسفہ کی گھٹیاں سلجھانے کیلئے ابن رشد کے بدن میں حلول کر آئی تھی، عرب کا یہ حکم حکماء یونان کا بڑا مداح تھا اس کا خیال تھا کہ ارسطو علم کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا ہوا تھا چنانچہ اس نے اپنی زندگی اس کے فلسفہ کی تشریح اور اس کی تصانیف کی تکمیل کے وقف کردی تھی، بعد میں یورپ والوں نے ابن رشد کی کتابوں کو بڑے اہتمام سے ترجمہ کرنا اور پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ یہی ان کی حکمت کی اساس اور فلسفیانہ سرگرمیوں کیلئے مینار بن گیا اس کے متعلق ارنسٹ رینان اپنی تصنیف ”ابن رشد اور اس کا مذہب“ میں لکھتا ہے۔ ”قرون وسطیٰ کے ان فلسفیوں میں جنہوں نے ارسطو کی پیروی کی اور حریت قول و فکر کی راہ پر گامزن ہوئے سب سے بڑا فلسفی تھا۔“ ارسطو کے شاگردوں میں ابن رشد اور اس کے ہمواروں کا فلسفہ میں تقریباً وہی مذہب تھا جو مادہ پرستوں اور حلول کے ماننے والوں کا ہے جن کے خیال میں مادہ ازلی ہے اور خلق اس مادہ میں اضطرابی حرکت ہے اور یہی حرکت یا محرک خالق ہے ان کا خیال یہ ہے کہ ازلیت میں مخلوقات بھی مادہ کے ساتھ شریک ہیں کیونکہ وہ بھی مادہ ہی سے ہیں لہذا جب انسان عاقل یکسوئی سے تحصیل علم میں منہمک ہو جاتا ہے تو وہ بتدریج اللہ میں مستغرق ہوتا جاتا ہے، نیز یہ کہ بشری عقول ایک ہیں جو سب کی سب عقل اول کی طرف رجوع کرتی ہیں

جسے وہ لوگ ”عقل فاعل“ کہتے ہیں اور صرف یہی وہ عقل عام ہے جو انفرادی عقول سے ہٹ کر اللہ تک پہنچتی ہے اس فلسفہ کی بناء پر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانی نفوس بھی موت اجسام کے ساتھ مر جاتے ہیں مادہ کے سوا کسی کو خلود حاصل نہیں اس لئے نہ ثواب کچھ معنی رکھتا ہے نہ عقاب، اور یہ کہ خالق کو حوادث کے کلیات کا تو علم ہوتا ہے جزئیات کا نہیں ہوتا، تعالیٰ اللہ عما یقولون علواً کبیراً حجتہ الاسلام امام غزالی اور بہت سے یورپ کے علمائے اس مذہب کی تردید کی ہے۔ تصانیف ابن رشد کی تصانیف باوجود بکثرت ہونے کے آج بہت ہی کم ملتی ہیں زمانے نے اس کی تصانیف کے ساتھ جیسا برا سلوک کیا شاید ہی کسی حکیم و علامہ کی کتابوں کے ساتھ یہ سلوک ہوا ہو، کہا جاتا ہے کہ موصوف کے تصنیفی کارنامے ساٹھ کے لگ بھگ ہیں جو دس ہزار اوراق میں پھیلے ہوئے ہیں اس کی تصنیفات کے جس قدر نام کتابوں میں ملے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱)۔ بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، فقہ میں آپ کی مشہور و معروف کتاب ہے جو مذہب اربعہ میں لکھی ہے یہ کتاب مختصر اور نہایت نفع بخش ہے اس کتاب کی بابت شیخ الطیب میں ابن سعید کے الفاظ ہیں۔
کتاب جلیل معظم معتمد عند المالکیہ۔

یہ اہم اور زبردست کتاب ہے مالکیہ کے یہاں قابل اعتماد ہے۔
ابو جعفر ذہبی کا قول ہے کہ ”فقہ میں اس سے بہتر کتاب میں نے نہیں دیکھی“
(۲)۔ فصل المقال فیما بین الفلسفۃ و الشریعۃ من الاتصال (۳) کتاب التحصیل (۴) کتاب المقدمات (۵) کتاب الحیوان (۶) تہافت التہافت یہ امام غزالی کی کتاب ”تہافت الفلاسفہ“ کے رد میں ہے اس کے آخر میں ابن رشد لکھتا ہے کہ بلاشبہ اس شخص (غزالی) نے شریعت کے بارے میں وہی غلطی کی جو اس نے فلسفہ کے بارے میں کی اور اگر اہل حق کی طرف داری میں طلب حق کا تقاضا نہ ہوتا تو میں اس موضوع پر کچھ نہ لکھتا۔

(۷)۔ منہاج الاولیٰ فی عقائد المذہب، ۸۔ شرح کتاب القیاس (الارسطو) ۹۔ مسائل حکمت، ۱۰۔ خلاصہ کتاب الاخلاق (الارسطو طالیس)، ۱۱۔ خلاصہ کتاب المزاج (الجالینوس)، ۱۲۔ خلاصہ العلل والامراض (الجالینوس)، ۱۳۔ فلسفہ ابن رشد، ۱۴۔ رسالۃ التوحید و الفلسفہ، ۱۵۔ کتاب الکلیات (طب میں)، ۱۶۔ مختصر المستصفی اصول میں، ۱۷۔ الضروری عربیت میں، ۱۸۔ فلسفہ ارسطو اس کی تصانیف کے اصلی نسخے ناپید ہیں صرف لاطینی اور عبرانی تراجم باقی ہیں۔ ۱۹۔

(۱۳۵) صاحب منہاج الاصول

قاضی ناصر الدین بیضاوی کی تصنیف ہے جن کے حالات تفسیر بیضاوی کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۳۶) صاحب السیرۃ

ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری مغافری مصر کے باشندے تھے اور آبائی وطن بصرہ تھا اخبار و انساب نحو و لغت اور عربیت وغیرہ میں ید طولی رکھتے تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

انہ مشہور بحمل العلم مقدم فی علم النسب والنحو
آپ مشہور عالم اور علم نسب و نحو میں سبقت لے جانے والے تھے۔
علامہ سیوطی فرماتے ہیں

كان اما ما في اللغة والنحو والعربية ادبيا اخبار يا: سابة

آپ لغت نحو اور عربیت میں امام تھے نیز ماہر ادیب اور تاریخ و نسب کے بہت جاننے والے تھے۔ آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں لیکن ”سیرۃ ابن ہشام“ کا وجہ سے علمی حلقوں میں زیادہ شہرت رکھتے ہیں اس میں آپ نے ابن اسحاق کی سیرۃ کو مذبذبح و معضض کیا ہے جو آپ کی طرف منسوب ہو کر ”سیرت ابن ہشام“ کہلائی ہے کتاب کا اصل نام ”السیرۃ النبویہ“ ہے۔

علاوہ ازیں حمیر اور ملوک حمیر کے انساب میں ایک کتاب تصنیف کی نیز اشعار السیر کے غریب اشعار کی شرح بھی کی ہے سند وفات میں اختلاف ہے علامہ ذہبی نے اور ابوسید عبدالرحمن بن اسد بن یونس نے اپنی کتاب تاریخ مہجر میں ۲۱۸ھ ذکر کیا ہے لیکن مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ آپ نے ۲۱۳ھ میں وفات پائی اور تاریخ وفات ۳ ریح الاخر ہے۔

(۱۳۷) صاحب تاریخ التشریع الاسلامی

محمد بن عفیفی مشہور شیخ خضریٰ کی تالیف ہے جن کے حالات ”المحاضرات“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۳۸) صاحب المحصل

نام و نسب اور پیدائش..... محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، فخر الدین لقب اور ابن الخطیب سے مشہور ہیں اور ہرات میں شیخ الاسلام کے لقب سے پکارے جاتے ہیں سلسلہ نسب یوں ہے محمد بن ضیاء الدین عمر بن حسین بن حسن بن علی حمی البکری، اصحاب تاریخ عموماً آپ کو صدیقی بتاتے ہیں لیکن خود موصوف نے اپنی تصنیفات میں تصریح کی ہے کہ ہم فاروقی نسل سے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کا ہی قول سب سے زیادہ معتبر ہو سکتا ہے۔

آپ ۲۵ رمضان ۵۴۳ھ مطابق ۱۱۴۹ء میں بمقام شہر رے پیدا ہوئے اس لئے نسبت میں رازی کہلاتے ہیں ان کے والد ابو القاسم ضیاء الدین عمر شہر کے مستند عالم اور خطیب، متکلم، صوفی، محدث، ادیب اور انشا پر واز تھے۔ دفع اشتباہ..... فخر الدین لقب اور رازی نسبت کے ساتھ دو عالم مشہور ہیں ایک شافعی یعنی صاحب ترجمہ اور ایک حنفی یعنی احمد بن علی صاحب ”احکام القرآن“ وغیرہ ان کی ولادت ۲۰۵ھ میں ہے اور وفات ۳۷۰ھ میں پھر صاحب ترجمہ کا نام محمد بن عمر ہے اور اسی نام و نسب اور نسبت و لقب کے ایک حنفی عالم ہیں یعنی فخر الدین محمد بن عمر ابو الفضائل الرازی ان کی وفات ۶۵۲ھ میں ہے۔

تحقیق رنے..... یہ ایک مشہور شہر ہے جس سے زیادہ آباد اور بڑا شہر بغداد کے بعد نیشاپور کے سوا اور کوئی شہر نہ تھا صمعی نے اس کو ”عروس الدنیا“ کہا ہے حمد اللہ مستوفی کہتے ہیں کہ یہ حضرت شیت علیہ السلام کا شہر ہے خلیفہ ممدی کے زمانہ میں اس کے اندر چھ ہزار چار سو مدارس و خانقاہیں ایک ہزار سے زائد حمام چھیا لیس ہزار چار سو مسجدیں اور مجموعی مکانات کی تعداد اسی لاکھ تین ہزار چھانوے تھی، ہرام گور کے زمانہ میں رنے سے اصفہان تک مسلسل باغات تھے لیکن قتل عام اور زلزلہ کی زد میں آکر یہ ویران ہو گیا، شیخ نجم الدین نے ”مرصاد العباد“ میں لکھا ہے کہ چنگیز خانی فتنہ میں سات لاکھ قابل فدر نفوس نے جام شہادت نوش کیا تھا عام مقتولین کی تعداد کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے۔

تحصیل علوم..... آپ نے علم فقہ علم کلام اور علم اصول کی تعلیم وطن ہی میں اپنے پدر بزرگوار سے پائی والد کی وفات کے بعد ایک مدت تک کمال سمنانی سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے ہوش سنبھالنے پر استاذ مجد الدین جبلی کے

۱۔ از تاریخ ابن خلکان، حسن المحاضرہ ۱۲۔

ہمراہ شہر نمرانہ گئے جہاں علوم فلسفہ اور حکمت کی تحصیل تمام کی اور اپنے دور کے بے نظیر عالم ہوئے بالخصوص علم کلام اور معقولات میں بڑی فوقیت حاصل کی یہاں تک کہ منطق و فلسفہ اور معقولات میں اپنے وقت کے امام اور شکل مسائل کے حل میں ضرب الثل ہیں قال الشاعر

متحیر فیہ الامام الرازی

فن الصیابة ما اذن بیانہ

علامہ ابن خلکان آپ کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

فرید عصرہ و نسب و وحدہ فاق اہل زمانہ فی علم الکلام و المعقولات و علم الاوائل

آپ یکتائے روزگار تھے، علم کلام معقولات اور علم الاوائل میں اپنے اقران پر فوقیت رکھتے تھے۔

سیاحت و سفر تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مختلف مقامات کے سفر کئے جس میں بعض موقعوں پر سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، پہلی مشکل تو یہ تھی کہ ابتدا میں آپ نہایت مفلس اور تنگ دست تھے جس کے متعلق الروضۃ البہیۃ اور اخبار الحماۃ میں بعض نہایت درد انگیز واقعات مذکور ہیں اسی حالت میں آپ سرخس سے گزرے اور وہاں کے مشہور طبیب ثقہ الدین عبد الرحمن بن عبد الکرم سرخسی کے یہاں قیام فرمایا تو انہوں نے آپ کی نہایت خاطر مدارات کی آپ نے اس کے شکریہ میں قانون شیخ کے متعلق لفظ کی شرح کی اور اس کو ان کے نام سے معنون کیا اور اس کے مقدمہ میں ان کی بڑی تعریف کی اور لکھا کہ اس علم و فضل کے ساتھ انہوں نے مجھ پر بہت زیادہ احسانات کئے دوسری مشکل یہ تھی کہ اس زمانہ میں ممالک اسلامیہ میں مختلف الحقائق فرقے موجود تھے جن میں باہم مناظرے اور مجادلے ہوتے رہتے تھے امام صاحب بھی جن شہروں میں پہنچتے مختلف فرقوں کے ساتھ مناظرہ کرنا پڑتا تھا، یہ مناظرے علمی حیثیت سے جس قدر مفید تھے اسی قدر اخلاقی حیثیت سے مضر تھے کیونکہ ان سے باہم سخت عداوت پیدا ہو جاتی تھی اس لئے امام صاحب کسی مقام پر اطمینان کے ساتھ قیام نہیں کر سکے چنانچہ طبقات الشافعیہ اور ابن خلکان میں لکھا ہے کہ موصوف نے خوارزم کا سفر کیا وہاں معتزلہ سے مناظرے ہوئے جن کی وجہ سے ان کو وہاں سے نکلنا پڑا، پھر ماوراء النہر کا سفر کیا اور یہاں بھی یہی قصہ پیش آیا مجبوراً ان کو اپنے وطن رے واپس آنا پڑا امام صاحب ایک جگہ خود لکھتے ہیں کہ ”جنوب میں بلاد ماوراء النہر میں گیا تو سب سے پہلے شہر بخارا میں اس کے بعد سمرقند میں پہنچا وہاں سے خجند میں اور خجند سے شہر ناکت میں گیا اور ان تمام شہروں کے اعیان و افاضل سے مجھے مجادلے اور مناظرہ کا اتفاق ہوا امام صاحب نے ہندوستان کا بھی سفر کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں ہندوستان کے شہروں میں گیا تو دیکھا کہ یہ کفار خدا کے وجود پر متفق ہیں لیکن اس سے زیادہ اس سفر کی تفصیل نہیں ملتی۔

حصول دولت و وجاہ خوارزم اور ماوراء النہر کے سفر کے بعد امام صاحب کی غربت و فلاکت کا زمانہ ختم ہو گیا اور دولت مندی و فارغ البالی کا زمانہ شروع ہو گیا جس کی تقریب یہ ہوئی کہ رے میں ایک نہایت دولتمند طبیب اور بقول صاحب لسان المیزان ایک تاجر تھا جس کے دو لڑکیاں تھیں حسن اتفاق سے امام صاحب کے بھی دو لڑکے تھے طبیب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اپنی دونوں لڑکیوں کی شادی امام صاحب کے دونوں لڑکوں سے کر دی اور جب وہ مر گیا تو اس کی تمام دولت امام صاحب کے ہاتھ آگئی، لسان المیزان میں لکھا ہے کہ اب وہ اس زمانہ کے رئیس ہو گئے اور پچاس غلام سہرے کمر بند باندھے اور منقش کپڑے پہنے ہوئے ان کے گرد کھڑے رہنے لگے۔

سلاطین وقت کی قدردانی علماء صلیحاء اور عام مسلمانوں کے ساتھ سلاطین وقت نے بھی امام صاحب کی قدردانی کی سلطان غیاث الدین غوری اور اس کے بھائی شہاب الدین غوری سے امام صاحب کے تعلقات قائم ہوئے غیاث الدین نے ہرات میں جامع مسجد کے قریب امام صاحب کیلئے ایک مدرسہ بنوایا امام صاحب نے اس کا حق نعت پوچھا اور کیا کہ اس کے نام پر لطائف غیاثیہ اور دوسری کتابیں تصنیف کیں شہاب الدین کے متعلق ابن خلکان نے لکھا ہے کہ امام صاحب

نے ایک بار ان کو بطور قرع کچھ روپے دیے اور جب واپس لینے کیلئے حاضر ہوئے تو اس نے آپ کو بہت سامال دیا اور ہمیشہ ان کے وعظ و پند سے مستفید ہوتا رہا اسی طرح خوارزم شاہی خاندان کے سلطان علاء الدین اور اس کے بیٹے محمد نے آپ کی نہایت قدر دانی کی، اول اول علاء الدین نے ان کو اپنے بیٹے محمد کا استاد مقرر کیا اور اس کے بعد جب خود محمد بادشاہ ہوا تو اس کے دربار میں آپ کو اس قدر جاہ و مال حاصل ہوا جو اس کے دربار میں کسی کو حاصل نہ تھا۔

درس و تدریس..... تحصیل علم سے سند فراغ حاصل کر کے وسط ایشیا کے شہروں میں سیاحت شروع کی اور جہاں پہنچے وہیں مجلس درس گرم کی ہر طبقہ اور ہر درجہ کے علما و تشنگان علوم ان کے سرچشمہ تحقیق سے فیضیاب ہونے کیلئے ان کی مجلس میں حاضر ہوتے اور فائدہ اٹھاتے تھے اور جب موصوف سواری پر سوار ہوتے تو ان کے پیچھے تین تین سو طلبہ پیادہ چلتے تھے۔

مشہور تلامذہ..... علامہ ابن العربی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ۶۳۲ھ کے حدود میں فخر رازی کے تلامذہ میں حسب ذیل حضرات بڑے صاحب فضل و بلند مرتبہ تصانیف والے تھے۔ زین الدین الکشی، قطب الدین مصری خراسان میں، افضل الدین محمد خونجی صاحب ”غوامض الافکار“ مصر میں، شمس الدین خسرو شاہی دمشق میں، علامہ اشیر الدین ابهری صاحب ایساغومی روم میں۔

شان درس..... مجلس درس نہایت شاندار اور وسیع تھی شاگردوں کی نشست اس ترتیب سے ہوا کرتی تھی کہ بڑے بڑے طلباء ملازمین الدین کشی، قطب الدین مصری اور شہاب الدین نیشاپوری وغیرہ امام کے نزدیک ہوتے پھر درجہ بدرجہ ان سے کم رتبہ کے طلباء ہر ایک علمی بحث اور سوال کا جواب پہلے یہی نامور طلباء دیا کرتے اور جس مسئلہ کا جواب ان سے نہ بن آتا اس پر امام فخر الدین رازی تقریر فرماتے تھے۔

وعظ و تذکیر..... علمی فضل و کمال کے ساتھ ساتھ آپ وعظ و تذکیر میں بھی یکتائے روزگار تھے عربی اور عجمی دونوں زبانوں میں وعظ فرماتے تھے اشد وعظ میں آپ پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور کثرت سے روتے تھے چنانچہ ایک روز انہوں نے وجد کی حالت میں سرسبز سلطان شہاب الدین غوری سے کہا اے دنیا کے بادشاہ! نہ تیری سلطنت باقی رہے گی اور نہ رازی کا متعلق وفاق ہم سب کو خدا کے پاس واپس جانا ہو گا اس پر بادشاہ رو پڑا، شہر ہرات میں جب آپ وعظ فرماتے تو آپ کی مجلس میں مختلف مذاہب کے لوگ آتے اور طرح طرح کے اشکالات پیش کرتے اور آپ ان کے جوابات نہایت عمدہ طریقے پر دیتے تھے چنانچہ اس وعظ کی برکت سے بہت سے اہل کرامیہ نے اپنے عقائد سے توبہ کی اور اہل سنت کے صحیح مسلک کو اختیار کیا آپ کو ہرات میں لوگوں نے ”شیخ الاسلام“ کا لقب دیا تھا آپ سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی بعض اہم نظریات پر خط و کتابت رہی ہے۔

پر شکوہ مجلس وعظ..... امام صاحب کی مجلس وعظ میں بھی شاہانہ جاہ و جلال پایا جاتا تھا ایک مرتبہ آپ بامیان سے ہرات میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ آئے تو وہاں کے بادشاہ حسین بن خرین نے ان کا استقبال کیا اور وہاں کی جامع مسجد کے صدر ایوان میں ان کیلئے ایک منبر نصب کرادیا تاکہ عام طور پر لوگ ان کی زیارت سے شرف اندوز ہوں امام صاحب صدر ایوان میں رونق افروز تھے اور ان کے دائیں بائیں ان کے ترکی غلاموں کی دو صفیں تلواروں سے ٹیک لگائے کھڑی تھیں شاہ ہرات حسین بن خرین نے آکر سلام کیا پھر سلطان محمود شاہ فیروز کوہ نے آکر سلام کیا آپ نے اپنے قریب ان دونوں کو

۱۔ شیخ اکبر کے ایک خط کی نقل آصفہ کتب خانہ حیدر آباد میں موجود ہے، یہ خط امام رازی کے نام ہے اس میں شیخ اکبر نے عقل و وجدان بادل و دماغ کی صلاحیتوں پر نہایت ہی براثر گفتگو کی ہے اور امام رازی کو بتایا ہے کہ کلردین استدلال سے ممکن نہیں عقل انسانی کے ذرائع محدود ہیں ان پر اعتماد کرنا درست نہیں ان کی رہنمائی میں انسان ارتقائی منازل طے نہیں کر سکتا عقل دل کو سکون نہیں پہنچاتی وہ دماغ میں پہچان پیدا کرتی ہے۔

اس کے بعد شیخ اکبر نے امام رازی سے کہا ہے کہ وہ اپنے اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں کہ کس طرح تیس سال کی محنت کے بعد ایک نتیجہ پر پہنچے تھے لیکن عقل نے پھر ایک لمحہ میں ایک شبہ پیدا کر کے ساری عبادت کر لوی۔ ۱۲۔

دونوں طرف بیٹھنے کیلئے جگہ دی اس کے بعد نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ نفس پر ایک طویل تقریر کی اسی اثنا میں ایک باز ایک کبوتر پر چھٹا اور وہ بدحواسی کی حالت میں اوھر اوھر مسجد میں اڑنے لگا یہاں تک کہ تھک کر امام صاحب کے پاس گر پڑا اور باز کے حملہ سے بچ گیا شرف الدین ابن عنین شاعر اس جلسے میں موجود تھا اس نے موقع پر دو شعر کہے اور اسی وقت امام کی اجازت سے ان کے سامنے پڑھے۔

والموت یلمع من جناحی خاطف

لہ جائت سلیمان الزمان یسحوھا

حرم وانك ملجاء للخائف

من نباء الورقاء ان محلكم

امام صاحب اس کے اشعار سن کر نہایت محظوظ ہوئے اور جب مجلس وعظ سے اٹھ کر گئے تو اس کے پاس خلعت اور بہت سی اشرفیاں بھجوائیں اور ہمیشہ اس کے ساتھ سلوک کرتے رہے۔

کتب خانہ فخریہ..... ”مردور الصدور“ میں امام صاحب کے کتب خانہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ”چند اہل کتب گرد مولانا فیض الدین بودے کے بارہا بودے اہ“ یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان محمد غوری نے ایک بار پانچ ہزار کتابیں ان کو پیش کی تھیں۔

شیخ نجم الدین کبری سے ملاقات..... جب آپ ہرات تشریف لے گئے اور وہاں کے تمام علماء صلیاء، امراء اور سلاطین آپ کی ملاقات کو آئے تو امام صاحب نے یہ دریافت کیا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ہماری ملاقات کو نہیں آیا۔ لوگوں نے کہا صرف ایک شخص ہے جو اپنے زاویہ میں گوشہ نشین ہے آپ نے فرمایا کہ میں واجب التقظیم شخص اور مسلمانوں کا امام ہوں پھر اس نے میری ملاقات کیوں نہیں کی لوگوں نے اس مرد صالح سے امام صاحب کی یہ بات کہی لیکن اس نے کچھ جواب نہیں دیا اس کے بعد شہر کے لوگوں نے ایک دعوت کی اور دونوں نے دعوت کو قبول کیا اور ایک باغ میں جمع ہوئے

امام صاحب نے ملاقات نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو اس مرد صالح نے کہا کہ میں ایک فقیر آدمی، سادہ میری ملاقات سے کوئی شرف حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ملاقات نہ کرنے سے کوئی نقص پیدا ہو سکتا ہے امام صاحب نے کہا یہ جواب اہل ادب یعنی صوفیہ کا ہے اب مجھ سے حقیقت حال بیان کیجئے مرد صالح نے کہا آپ کی ملاقات کس بناء پر واجب ہے۔ آپ نے کہا میں مسلمانوں کا امام اور واجب التقظیم شخص ہوں، مرد صالح نے کہا! آپ کا سرمایہ فخر علم ہے لیکن خدا کی معرفت رأس العلوم ہے پھر آپ نے خدا کو کیونکر پہچانا۔ آپ نے فرمایا دلیلوں سے مرد صالح نے کہا: دلیل کی ضرورت تو شک زائل کرنے کیلئے ہوتی ہے لیکن خدا نے میرے دل میں ایسی روشنی ڈال دی ہے کہ اس کی وجہ سے میرے دل میں شک کا گزر ہی نہیں ہو سکتا کہ مجھ کو دلیل کی ضرورت ہو امام صاحب کے دل میں اس کلام نے اثر کیا اور اسی مجلس میں اس مرد صالح کے ہاتھ پر توبہ اور خلوت نشین ہو گئے اور برکات حاصل کیں راوی کا بیان ہے کہ یہ مرد صالح شیخ نجم الدین کبری قدس سرہ تھے۔

رجوع الی اللہ..... امام رازی فرماتے ہیں کہ میں نے طرق کلامیہ و فلسفیہ سب کا تجربہ کر دیکھا ہے جو نفع مجھے قرآن عظیم میں نظر آیادہ کہیں نظر نہ آیا کیونکہ قرآن اس پر زور دیتا ہے کہ تمام عظمت و جلال خدا ہی کیلئے تسلیم کر لیا جائے اور اس کے مقابلہ و معارضہ سے احتراز کیا جائے کیونکہ ان تنگ و تاریک راستوں میں عقل انسانی گم ہو جاتی ہے پھر کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کا دین اختیار کر چکا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرا مجمل ایمان ہی قبول فرمائے اور مجھ سے تفصیل نہ کرے۔

شعر و شاعری..... اسی سابق مضمون پر امام رازی نے حسب ذیل اشعار کہے ہیں

وسواء فی جہلہ تیغمم

العلم للرحمن جل جلالہ

یسعی لیعلم انه لا یعلم

ماللتراب وللعلوم وانما

علم صرف ایک اللہ جل جلالہ کیلئے ہے باقی سب اپنی جہالتوں میں مبتلا ہیں اس خاک کے پتلے کو علم سے کیا واسطہ وہ

کبوتر سلیمان زمانہ کے پاس اپنی فریاد لے کر ایسی حالت میں آیا کہ اچک لینے والے باز کے پردوں کے درمیان اس کی موت نظر آرہی تھی کبوتر کو کس نے بتایا کہ آپ کا محل حرم ہے اور آپ خوفزدہ کیلئے جائے پناہ ہیں۔ ۱۲۔

یہی کوشش کرتا ہے کہ یہ جان لے کہ وہ نہیں جانتا۔

امام رازی فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اس زمانہ میں حکماء و فلاسفہ زیادہ تر اپنے شاعرانہ اور حکیمانہ خیالات رباعی میں ظاہر کرتے تھے اسی لئے امام صاحب نے بھی اپنے خیالات کے اظہار کیلئے رباعی ہی کا انتخاب کیا طبقات الاطباء میں امام صاحب کے بہت سے عربی اشعار نقل کر کے لکھا ہے کہ ان کے علاوہ بہت سے فارسی اشعار اور رباعیاں ہیں ہم یہاں پہلے دو چار عربی اشعار پیش کرتے ہیں۔

واکثر سعی العالمین ضلال

نہایۃ اقدام العقول عقل

و غایۃ دنیا نا اذی و وبال

دارو احتالی و حشۃ من جسمنا

سوی ان جمعا فیہ قیل وقال

ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا

بعاجل ترحالی الی ابن ترحالی

لعمری وما ادری وقد اذن الیلی

من الهیکل النحل والجسد البالی

و ابن محل الروح عند خروجها

اپنے صاحبزادے محمد کے مرثیہ میں کہتے ہیں

فلو کانت الاقدار منقادۃ لنا

فدیناک من حمک بالروح والجسم

سابکی علیک العمر بالدم دائما

ولم انحر ف عن ذاک فی الکیف والکم

وما صد فی عن جعل جفنی مدفنا

لجسمک الا انه ابدا یهمی

حیاتی و موتی واحد بعد بعد کم

بل الموت اولی من مداومۃ العلم

فارسی کی چند رباعیاں ملاحظہ ہوں

کنہ خردم در خوار ثبات تو نیست

و آرائش جان بجز منا جاة تو نیست

من ذات ترا بواجبی کہے دانم

داندہ ذات تو بجز ذات تو نیست

هر گز دل من ز علم محروم نشد

بکم مانند اسرار کہ مفہوم نشد

هفتادو در سال فکر کردم شب و روز

معلوم شد کہ هیچ معلوم نشد

هر جا کہ زمهرت اثرے افتاد است

سورازوہ برگذرے افتاد است

دروصل تو کہے توان رسیدان کانجا

هر جا کہ نہی پانے سرے افتاد است

سلطان علاء الدین علی خوارزم شاہ نے جب غوری کو شکست دی تو امام صاحب نے اس کی مدح میں ایک عربی قصیدہ

لکھا جس کو ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں نقل کیا ہے اس کے بعض اشعار میں فارسی ترکیبیں بھی آگئی ہیں مثلاً

لاشی مثل خلاق الت الا واحد

امروز تو ملک الزمان باسره

رحلت و وفات امام صاحب نے ۶۰۶ھ میں دو شنبہ کے دن ۶۳ سال کی عمر میں ہرات میں وفات پائی طبقات

الشافعیہ میں لکھا ہے کہ یہ عید الفطر کا دن تھا اور ابن ابی اصیبعہ کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ امام

صاحب کا قیام زیادہ تر رنے میں رہتا تھا لیکن وہ وہاں سے خوارزم آئے اور وہیں بیمار ہوئے شدت مرض میں ۲۱ محرم ۶۰۶ھ

میں اتوار کے دن اپنے شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی اصفہانی سے ایک وصیت نامہ لکھوایا اس کے بعد مرض نے طول

کھینچا یہاں تک کہ عید کے دن اسی سن میں یکم شوال کو ہرات میں انتقال کیا لیکن قطبی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ ذی

الحجہ میں انتقال ہوا اگر یہ صحیح ہے تو عید الفطر کے بجائے عید الاضحیٰ کا دن ہوگا۔

مدفن و مزار مقام دفن میں اختلاف ہے شہر زوری نے لکھا ہے کہ ہرات میں پہاڑ کے نیچے دفن ہوئے اور ابن

خلکان میں ہے کہ ہرات کے قریب ایک گاؤں میں جس کا نام ”مزداخان“ ہے اسی گاؤں کے قریب ایک پہاڑ ”پردون“ کے آخری حصے میں دفن کئے گئے خود امام صاحب نے بھی اسی جگہ دفن کرنے کی وصیت کی تھی لیکن غلطی نے اخبار الکھماء میں لکھا ہے کہ ظاہر تو یہی کیا گیا لیکن درحقیقت امام صاحب اپنے گھر ہی میں دفن کئے گئے کیونکہ ان کے عقائد سے لوگ بدظن تھے اس لئے خیال تھا کہ لوگ ان کی لاش کے ساتھ بے ادبی کریں گے دوسرے مورخین کے مختلف بیانات سے بھی غلطی کی یہ روایت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اپنے تلامذہ کو حکم دیا تھا کہ جب وہ مرجائیں تو وہ لوگ ان کی موت کی خبر کو نہایت شدت کے ساتھ چھپائیں شہر زوری کی تاریخ الکھماء میں ہے کہ امام صاحب نے عوام کے خوف سے وصیت کی تھی کہ وہ رات کو دفن کئے جائیں۔

سبب وفات..... بھی فرقہ کرامیہ کا بغض و عناد تھا چنانچہ طبقات الشافعیہ اور اخبار الکھماء میں لکھا ہے کہ اسی فرقہ کے لوگوں نے امام صاحب کو زہر دلوایا اور اسی زہر کے اثر سے انہوں نے وفات پائی۔ دولت شاہ نے ایام صاحب کی ایک تاریخ وفات نقل کی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی موت غیر طبعی اسباب کا نتیجہ تھی چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ ”وفات امام فخر الدین درہرات بود و مدفن مبارک در خیابان است و عزیزے در تاریخ وفات امام می فرماید امام عالم و عامل محمد رازی

کہ کس نہ دید و نہ بیند ورنظر و ہمال

نماز دیگرے اشین و غرہ شوال

بسال شش و شش کشتہ ہرات

تاریخی غلطی..... نواب صدیق حسن خاں نے ”الاکسیر فی اصول التفسیر“ میں سنہ وفات (۶۶۰) لکھا ہے جو زائد قلم ہے اولاً اس لئے کہ یہ کلمات ثقات کے خلاف ہے ثانیاً اس لئے کہ خود نواب صاحب نے اکسیر ہی میں ایک دوسری جگہ ۶۶۰ھ ہی ذکر کیا ہے۔

حلیہ..... ایام موصوف نہ بہت موٹے تھے اور نہ دبلے قاق بلکہ متوسط بدن کے تھے سینہ کشادہ، سر بڑا ڈاڑھی گھنی اور خوبصورت تھی بڑھاپے تک بال بہت کم سفید ہوئے تھے آواز بلند اور رعب دار تھی اور بیان نہایت فصیح و بلیغ ہوتا تھا، البتہ ان میں کسی قدر تند مزاجی پائی جاتی تھی۔

اوصاف و عقائد..... امام صاحب اگرچہ ایک مدت تک فلسفی، متکلم اور فقیہ رہے لیکن بعد کو وہ صوفی ہو گئے اور ان کی حالت میں یہ انقلاب شیخ نجم الدین کبریٰ کی ملاقات کے بعد ہوا تھا، علامہ سبکی طبقات الشافعیہ میں لکھتے ہیں کہ وہ اہل دین اور اہل تصوف سے تھے اور اس میں ان کو دسترس حاصل تھی چنانچہ ان کی تفسیر سے اس کا پتہ چل سکتا ہے، لسان المیزان میں ہے کہ ”وہ نماز روزہ میں بھی کمی نہیں کرتے تھے اور علم کلام میں مہارت کے باوجود کہا کرتے تھے کہ جو شخص بوڑھی عورتوں کے دین کا پابند ہو وہی کامیاب ہے“ اپنے وصیت نامہ میں آپ نے خود لکھوایا ہے کہ ”وجوب وجود، توحید، قدم، ازلیت، تدبیر، فعالیت میں شرکاء سے برأت کے متعلق جو چیز ظاہری دلائل سے ثابت ہے میں اسی کا قائل ہوں۔“ اس کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ ”میرا دین محمد سید المرسلین علیہ السلام کی متابعت اور میری کتاب قرآن مجید ہے اور دین کی جستجو میں میرا اعتماد انہی دونوں چیزوں پر ہے۔“

یہ وصیت نامہ آپ نے اپنے شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی اصفہانی سے لکھوایا تھا جس کو طبقات الاطباء اور طبقات الشافعیہ میں بلغلہ نقل کیا ہے خوف طوالت کی وجہ سے ہم نے اس کو ترک کر دیا اس سے آپ کے مذہبی خیالات اور حسن عقیدت کا اظہار نہایت واضح طور پر ہوتا ہے۔

آل و اولاد..... کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی طبقات الاطباء میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد دد لڑ کے چھوڑے جن میں بڑے لڑکے کا لقب ضیاء الدین تھا اور وہ علمی مشغلہ رکھتا تھا، چھوٹا لڑکا شمس الدین کے لقب سے مشہور

ہوا جو غیر معمولی طور پر ذہین تھا، ایک اور لڑکا تھا جس کا نام محمد تھا، امام صاحب کو اس سے بڑی محبت تھی اور اکثر کتابیں اس کیلئے لکھی ہیں اور بعض کتابوں میں اس کے نام کی تصریح کی ہے لیکن وہ امام صاحب کی زندگی ہی میں ۶۰۱ھ میں مر گیا امام صاحب کو اس کی وفات کا بہت صدمہ ہوا چنانچہ تفسیر کبیر میں جا بجا اس کا نام لیا ہے اور اس کے مرثیہ میں کچھ اشعار بھی کہتے ہیں جن میں سے بعض اشعار ہم پہلے نقل کر چکے اس کی وفات کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بھی محمد تھا اسی لڑکے سے امام صاحب کی اولاد کا سلسلہ چلا اور بہت دنوں تک قائم رہا اور یہ سب کے سب صاحب علم ہوئے ان کے علاوہ ایک لڑکی بھی تھی جس کی شادی علاء الملک علوی کے ساتھ ہوئی جو خوارزم شاہ کا وزیر اور بہت بڑا فاضل اور ادیب تھا حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ امام صاحب کی کوئی زینا اولاد نہیں تھی یہ موصوف کے عدم علم پر مبنی ہے۔

تصنیف و تالیف امام صاحب عمر بھر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور تقریباً ہر فن پر عربی اور فارسی زبان میں نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں، شہر زوری نے لکھا ہے کہ انہوں نے بعض ایسے فنون پر بھی کتابیں لکھی ہیں جن کے متعلق خود ان کو اعتراف تھا کہ وہ ان علوم سے واقف نہ تھے مثلاً سحر و طلسمات پر کتاب ”السر المکتوم“

امام صاحب نے خود اپنے وصیت نامہ میں بیان کیا ہے کہ ”میں ایک علم دوست آدمی تھا اور ہر فن کے متعلق جس کی کمیت اور کیفیت سے ناواقف خواہ وہ حق ہو یا باطل نیک ہو یا بد کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا تھا۔

علمی کارنامے حسب ذیل ہیں۔ ۱۔ تفسیر کبیر یہ کتاب عام طور پر اسی نام سے مشہور ہے لیکن خود امام صاحب نے اس کا نام ”الغیب“ رکھا تھا اور اس کو باریک خط میں ۱۲ جلدوں میں لکھا تھا این خلکان نے لکھا ہے کہ ”امام صاحب نے اس کو مکمل نہیں کیا“ لیکن یہ نہیں بتایا کہ امام صاحب نے کہاں تک تفسیر لکھی تھی اور ان کے بعد کس نے اس کی تکمیل کی شہاب نے شفاء قاضی عیاض کی شرح میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے صرف سورۃ انبیاء تک کی تفسیر لکھی تھی لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ امام صاحب کی عادت ہے کہ اکثر سورتوں کے خاتمہ میں لکھ دیتے ہیں کہ اس سورۃ کی تفسیر فلاں دن فلاں مہینہ اور فلاں سنہ میں ختم ہوئی اور اس قسم کی تصریحات سورۃ انبیاء کے بعد بھی متعدد سورتوں میں ملتی ہیں مثلاً سورۃ مومن کی تفسیر کے خاتمہ میں لکھتے ہیں کہ اس سورۃ کی تفسیر سیچر کے دن ۲ ذی الحجہ ۶۰۳ھ میں شہر ہرات میں ختم ہوئی، اسی مہینے اور اسی سنہ میں انہوں نے سورۃ حم سورۃ شوری، سورۃ زخرف، سورۃ جاثیہ، سورۃ احقاف اور سورۃ محمد کی تفسیر بھی لکھی ہے اور سب کے آخر میں اس قسم کی تصریح کر دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ محمد تک خود امام صاحب نے تفسیر لکھی ہے پھر اس کی تکمیل سب سے پہلے قاضی شہاب الدین بن خلیل الخوئی الدمشقی التونی ۶۳۹ھ نے کی ان کے بعد شیخ نجم الدین احمد بن محمد القوی التونی ۷۷۷ھ نے بھی حتمہ لکھا یہ تفسیر چونکہ بہت بڑی تھی اس لئے برہان الدین محمد بن محمد الشی التونی ۶۸۷ھ نے اختصار کیا اور اس کا نام ”واضح رکھا محمد بن قاضی لیاثلوغ نے بھی اس کی تنقیص کی اور اس میں اپنی جانب سے بھی بعض فوائد کا اضافہ کیا۔

۲۔ اسرار التنزیل و انوار التاویل قطبی نے اخبار الجہماء میں لکھا ہے کہ یہ قرآن مجید کی چھوٹی تفسیر ہے لیکن کشف الظنون میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ اس کے چار حصے ہیں پہلا اصول میں دوسرا فردغ میں تیسرا اخلاق میں چوتھا مناجات و ادعیہ میں لیکن چونکہ اس کتاب کے مکمل کرنے سے پہلے ہی امام صاحب وفات پا گئے اس لئے یہ کتاب پہلے حصے کے اخیر تک پہنچ کر رہ گئی۔

۳۔ تفسیر سورۃ فاتحہ کشف الظنون میں ہے کہ یہ تفسیر دو جلدوں میں لکھی ہے اور اس کا نام ”مفتاح العلوم“ رکھا ہے۔ ۴۔ تفسیر سورۃ بقرہ ایک جلد میں ہے اور صرف عقلی طرز پر ہے۔ ۵۔ تفسیر سورۃ اخلاص کشف میں ہے کہ یہ چار فصلوں میں ہے اور اس میں اس سورۃ کے بعض اسرار ایسے بیان کئے ہیں جن سے اکثر مفسرین ناواقف تھے۔

۶۔ لوائح الہیات فی شرح اسماء اللہ تعالیٰ والصفات، ۷۔ الاربعین فی اصول الدین اس میں علم کلام کے چالیس مسائل ہیں، ۸۔ معالم کشف میں اس نام سے تین کتابوں کا ذکر ہے اول معالم فی اصول الدین اس کی نسبت لکھا ہے کہ یہ پانچ علوم میں ہے علم کلام اصول فقہ، فقہ، وہ اصول جو علم خلاف میں معتبر ہیں آداب نظر وجدل دوم معالم فی اصول الفقہ سوم معالم فی الکلام، ۹۔ ائمیں فی اصول الدین اس میں علم کلام کے پچاس مسائل ہیں، ۱۰۔ نہایت العقول، ۱۱۔ کتاب القضاء والقدر، ۱۲۔ اساس الفقہ لیس علم کلام میں ہے اور اس میں جسمانیات اور عوارض جسمانیات سے خداوند تعالیٰ کی تخریمہ ثابت کی ہے امام صاحب نے سلطان سیف الدین ابو بکر بن ایوب کی خدمت میں اس کتاب کو جیسا کہ خود اس کے دیباچے میں تصریح کی ہے ہدیہ بھیجا تھا اور سلطان نے اس کے صلہ میں ہزار دینار عطا کئے تھے۔ ۱۳۔ لطائف الغیاشیہ، ۱۴۔ عصمۃ الانبیاء، ۱۵۔ مطالب العالیہ اس کی تین جلدیں ہیں جو علم کلام میں ہے اور نامکمل ہے اور آپ کی آخری تصنیف ہے، ۱۶۔ رسالہ فی البہوت، ۱۷۔ الریاض المونقذہ یہ کتاب ملل و خل میں ہے، ۱۸۔ کتاب الملل والنحل، ۱۹۔ تحصیل الحق، ۲۰۔ البیان والبرہان فی الرو علی اہل الزیغ والطغیان، ۲۱۔ المباحث العمادیہ فی المطالب العالیہ، ۲۲۔ تہذیب الدلائل و عیون المسائل، ۲۳۔ ارشاد الخطار الی لطائف الاسرار، ۲۴۔ اجوبۃ المسائل التجاریہ، ۲۵۔ زبدۃ الافکار و عمدۃ النظائر، ۲۶۔ کتاب الخلق والبعث، ۲۷۔ تنبیہ الاشارہ، ۲۸۔ شرح وجیز تین جلدوں میں ہے لیکن عبادات اور نکاح تک پہنچ کر نامکمل رہ گئی، ۲۹۔ فخص منطق و حکمت میں ہے، ۳۰۔ الرسالۃ الکاملیہ فی الحقائق الالہیہ منطق و حکمت میں مختصر سار سالہ ہے اور فارسی زبان میں ہے، ۳۱۔ مباحث مشرقیہ علم الہی اور طبیعی میں نہایت مفصل کتاب ہے جس کو ہدیہ ”قوام الدین ملک الوزراء ابو المعالی سہیل بن عبد العزیز مستوفی کے کتب خانہ میں بھیجا تھا، ۳۲۔ کتاب الانارات فی شرح الاشارات اس میں شیخ ابو علی سینا پر اس کثرت سے اعتراضات کئے ہیں کہ بعض ظریف الطبع لوگوں نے اس شرح کا نام جرح رکھ دیا، ۳۳۔ شرح عیون الحکمۃ یہ اپنے شاگرد حکیم محمد بن رضوان کی درخواست پر لکھی ہے، ۳۴۔ لباب الاشارات یہ شرح اشارات کا خلاصہ ہے، ۳۵۔ کتاب مباحث الوجود والعدم، ۳۶۔ منتخب کتاب و نکلوشا، ۳۷۔ رسالۃ الحدوث، ۳۸۔ رسالۃ الجوہر الفرد، ۳۹۔ تحفیر الفلاسفہ، ۴۰۔ مباحث الحدود، ۴۱۔ شرح مصورات اقلیدس، ۴۲۔ کتاب فی الهندسہ، ۴۳۔ رسالۃ فی النفس، ۴۴۔ الاحکام العلامیہ فی الاعلام السماویہ اس کو سلطان علاء الدین محمد بن خوارزم شاہ کیلئے لکھا تھا، ۴۵۔ کتاب احکام الاحکام، ۴۶۔ کتاب جامع الکبیر المکتبی طب میں ہے اور نامکمل ہے، ۴۷۔ شرح کلیات القانون قانون شیخ کی نامکمل شرح ہے جس کو حکیم شمس الدین عبد الرحمن بن عبد کریم سرخسی کیلئے لکھا تھا، ۴۸۔ کتاب فی البیض، ۴۹۔ کتاب التشریح نامکمل ہے صرف سر سے خلق تک کے اعضاء کے حالات ہیں، ۵۰۔ کتاب الاشریہ، ۵۱۔ سراج القلوب، ۵۲۔ الطریقۃ العلامیہ علم خلاف میں ہے اور چار جلدوں میں ہے، ۵۳۔ شفاء الہی والکھلاف، ۵۴۔ کتاب الطریقۃ، وجدل میں ہے، ۵۵۔ کتاب فی ابطال القیاس نامکمل ہے، ۵۶۔ کتاب الاخلاق، ۵۷۔ کتاب فی ذم الدنیا، ۵۸۔ کتاب الرمل، ۵۹۔ فقہ المصدور، ۶۰۔ البراہین البہائیہ، ۶۱۔ کتاب الفرائد، ۶۲۔ کتاب مباحث الجدلی، ۶۳۔ الایات البینات، ۶۴۔ الرسالۃ الصاحبیہ، ۶۵۔ الرسالۃ الجدیہ، ۶۶۔ رسالۃ فی السوال، ۶۷۔ کتاب جواب الفیلانی، ۶۸۔ کتاب الرعاہ، ۶۹۔ نہایت الایجاز فی درایتہ الاعجاز، ۷۰۔ المحصل شرح المفصل، ۷۱۔ شرح سقط الزند نامکمل ہے، ۷۲۔ شرح تنج البلاغۃ نامکمل ہے، ۷۳۔ مناقب امام شافعی، ۷۴۔ فضائل صحابہ، ۷۵۔ بحر الانساب کشف میں ہے کہ یہ امام صاحب کی بہت بڑی کتاب ہے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ علم انساب پر ہے، ۷۶۔ حدائق الانوار فی حدائق الاسرار موضوعات علوم پر ہے اور اس میں ساٹھ علوم کے موضوعات بتائے ہیں، ۷۷۔ الاسرار المکتومہ فی خطبۃ الشمس والنجوم سحر و طلسمات وغیرہ پر ہے اخبار اکھماء اور طبقات اطباء دونوں میں اس کا نام آیا ہے طبقات الشافعیہ اور مقدمہ ابن خلدون میں ہے کہ یہ کتاب امام صاحب کی تصنیف نہیں بلکہ ایک جعلی کتاب ہے لیکن خود امام صاحب نے شرح اشارات میں طلسمات کے متعلق لکھا ہے کہ اگر تم

تحقیق چاہئے ہو تو سر مکتوم کی طرف رجوع کرو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب خود امام صاحب ہی کی ہے۔
۷۸۔ کتاب المحصول اصول فقہ میں نہایت مبسوط کتاب ہے۔

۷۹۔ کتاب المحصل..... اس کا پورا نام محصل افکار الفقہ میں و للتاخرین من المجتہدین و المتعلمین ہے اور اس میں علم کلام کے صرف اصول و قواعد بیان کئے ہیں اور اس کو چار رکن پر مرتب کیا ہے پہلا رکن مقدمات میں ہے دوسرا تقسیم معلومات میں تیسرا الہیات میں اور چوتھا سمعیات میں، عزالدین عبد الحمید نے اس پر ایک تعلیق لکھی ہے علاء الدین علی بن عثمان المارونی متوفی ۷۵۰ھ نے اس کا اختصار کیا ہے اور محقق علی بن عمر اکاتبی القردونی متوفی ۶۷۵ھ نے اس کی شرح مفصل کے نام سے لکھی ہے، محقق طوسی نے بھی المحصل کے نام سے اس کی تلخیص کی ہے اور اس میں امام صاحب پر اعتراضات کئے ہیں۔

ماخذ تصنیفات..... کاپتہ چلانا نہایت اہم اور دلچسپ کام ہے امام صاحب نے قدامت و متاخرین دونوں کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور دونوں کے خیالات میں آمیزش پیدا کی ہے چنانچہ فلسفہ و حکمت میں بوعلی سینا اور فارابی کی تصانیف سے ابو البرکات بغدادی کی کتاب المعبر سے فن تفسیر میں عام مفسرین کی تفسیروں کے ساتھ خاص خاص عقلی مسائل میں ابو مسلم بصفہانی، ابو القاسم بختی، ابو بکر اصم اور قتال کی تفسیروں سے حکماء اسلام میں امام غزالی کی تصنیفات سے، ادبی مسائل میں زحشری کی کشف سے احکام القرآن میں ابو بکر رازی حنفی کی کتاب سے اور اصول فقہ میں امام غزالی کی کتاب مستصفیٰ اور ابو الحسین بصری کی کتاب معتمد سے خاص طور پر فائدہ اٹھایا ہے۔

خصوصیات تصنیف..... ۱۔ ان کی تصنیفات کی وجہ سے مسلمانوں کی تصنیفی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوا کیونکہ آپ نے تصنیف و تالیف میں ایک خاص جدت پیدا کی اور تصنیفات کے مرتب کرنے کا ایک نیا انداز قائم کیا چنانچہ ابن خلکان نے لکھا ہے ”وہ وادل من اخترع ہذا الترتیب فی کتبہ داتی فیہا ہالم سبق الیہ“ کہ امام صاحب وہ پہلے شخص ہیں جس نے اپنی کتابوں میں یہ ترتیب ایجاد کی اور ان میں ایسی ایسی باتیں بیان کیں جن کو ان سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا تھا، اس بناء پر قدامت کے بعد تصنیف و تالیف کا جو نیا انداز قائم ہوا اس کا پہلا خاکہ امام صاحب ہی نے قائم کیا۔

۲۔ آپ کی تصانیف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسائل کو اس قدر سہل اور آسان طریقہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بچہ کو بھی ان کے سمجھنے میں دقت پیش نہیں آتی، آپ سے پہلے فلسفہ و حکمت کے مسائل نہایت پیچیدہ اور دقیق الفاظ میں بیان کئے جاتے تھے سب سے پہلے امام غزالی نے اس طلسم کو توڑا امام غزالی کے بعد امام رازی نے اس کو بآسانی بچہ اطفال بنا دیا۔

۳۔ آپ کی تصنیفات کی یومیہ مقدار جو تفسیر خیر کی بعض سورتوں کی تفسیر سے معلوم ہوتی ہے نہایت حیرت انگیز ہے مثلاً سورۃ انفال کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں کہ ”اس سورۃ کی تفسیر رمضان ۶۰۱ھ میں اتوار کے دن تمام ہوئی اس کے بعد سورۃ توبہ کی تفسیر شروع کی ہے اور اس کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ ”اس سورۃ کی تفسیر سے ۱۴ رمضان ۶۰۱ھ میں جمعہ کے دن فراغت حاصل ہوئی۔“ اس سورۃ کی تفسیر مصری چھاپے میں ۱۹۳ صفحوں میں تمام ہوئی ہے اور ہر صفحے میں ۳۱ سطریں ہیں جن کا خط نہایت باریک ہے اس لحاظ سے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ رمضان کی پہلی تاریخ اتوار کے دن پڑی تھی تو سورۃ توبہ کی تفسیر میں ۱۴ دن یعنی صرف دو ہفتے صرف ہوئے اور اس حساب سے اگر ۱۹۳ صفحوں کو ۱۴ دن پر تقسیم کیا جائے تو تصنیف کی یومیہ مقدار تقریباً ۱۴ صفحے ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی مقدار ہے کہ عام طور پر لوگ روزانہ ۱۴ صفحے کی کتاب بھی بمشکل کر سکتے ہیں اور سورۃ حم السجدہ کی تفسیر کے لحاظ سے تو یومیہ مقدار ۲۰ صفحے ہوتے ہیں جو پہلے سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔

۴۔ سب سے بڑی خصوصیت استقصاء و جامعیت ہے کہ آپ ہر مسئلہ پر نہایت تفصیل سے بحث کرتے ہیں اور اس مسئلہ پر جس قدر دلائل و براہین اور اعتراضات و جوابات ہوتے ہیں سب کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں اسی اصول کے

مطابق انہوں نے تفسیر کبیر لکھی ہے اسی لئے ان کی تفسیر میں نحوی، صرفی، ادبی، عقلی اور متکلمانہ ہر قسم کے مباحث موجود ہیں اور انہی میں وہ باتیں بھی شامل ہیں جن کو خاص تفسیر کہتے ہیں لہذا شیخ ابو حیان کا اپنی کتاب ”البحر“ میں یہ کہنا کہ ”اس میں اور سب چیزیں ہیں مگر تفسیر نہیں ہے“ سراسر ظلم لے ہے۔

(۱۳۹) صاحب الملل والخل

ابو الفتح محمد بن ابی القاسم عبد الکریم بن ابی بکر احمد، شہرستان جو خراسان کا ایک شہر ہے اس میں ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے نسبت میں شہرستانی کہلاتے ہیں۔

آپ نے احمد خوانی اور ابو نصر قشیری وغیرہ سے علم فقہ، ابو القاسم انصاری سے علم کلام اور علی بن احمد مدینی وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے حافظ ابو سعید عبد الکریم سمعانی نے حدیث کی کتابت کی، آپ اشعری مذہب کے بلند پایہ متکلم علوم و فنون میں اپنے دور کے امام، بڑے قوی الحافظ اور شیریں کلام تھے آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں لیکن الملل والخل زیادہ مشہور ہے جس میں آپ نے مختلف مذاہب و عقائد محققانہ انداز میں بیان کئے ہیں آپ نے اواخر شعبان ۵۴۸ھ میں شہرستان میں وفات پائی۔ ۲

(۱۴۰) صاحب کتاب المعبر

اوحد الزمان ابو البرکات بہتہ اللہ بن مکا البغدادی اپنے دور کا ماہر طبیب علوم ادواکل کا واقف کار نہایت خوبصورت اور صاحب ثروت تھا صاحب مفتاح السعادة لکھتے ہیں :

اوحد الزمان طبیب فاضل عالم بعلوم الاوائل کان حسن العبارة لطیف الاشارة
اوحد الزمان فاضل طبیب، علوم ادواکل کا جاننے والا بہتر عبارات اور لطیف اشارہ والا تھا۔
لیکن طبیعت کے لحاظ سے بہت دنی تھائیں اس کی زندگی کا بیشتر حصہ یہودیت ہی میں گزرا تھا ایک مرتبہ ابن اخلع نے اس کی بھجوں میں یہ اشعار کہے۔

اذا تکلم تبدو فيه من فيه

لنا طيب يهودى حماقه

كانه بعدلم يخرج من التيه

يتيه والكلب اعلى منه منزله

جب اس نے یہ اشعار سنے تو اس کو بڑی غیرت آئی اور دل میں سوچنے لگا کہ جب تک میں اسلام قبول نہیں کرتا اس وقت تک نواز نہ جاؤں گا چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور پھر اپنی زندگی درس و تدریس اور لوگوں کے علاج معالجہ کیلئے وقف کر دی۔ آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہوا، کانوں کی سماعت جالی رہی، مزید براں برص اور جذام کی بیماری نے حملہ کیا اور ایسی ایسی آفتیں آئیں کہ بقول صاحب مفتاح اگر وہ کسی پہاڑ پر نازل ہوتیں تو اس کی جڑوں کو بھی کھوکھلا کر دیتیں اس کی تاریخ وفات کا صحیح پتہ نہ چل سکا البتہ صاحب مفتاح السعادة نے لکھا ہے کہ اس نے چھٹی صدی کے وسط میں وفات پائی۔ مرنے کے بعد قبر پر اس کی وصیت کے مطابق یہ عبارت لکھی گئی۔

هذا قبر اوحد الزمان ابی البرکات ذی العبر صاحب المعبر فسبحان من لا یقلبه غالب ولا ینجو من

قضایہ مستحیل ولا ھارب۔

۱۔ از ابن خلکان تاریخ الاطباء مقالات الجواہر المعیہ امام رازی وغیرہ۔ ۲۔ از مفتاح السعادة ۱۲

۳۔ ہمارا ایک طبیب ہے یہودی جب وہ بولتا ہے تو اس کی حماقت ظاہر ہوتی ہے وہ یہودیت میں ایسا سرگرداں ہے کہ اب تک اس کو اس سے نکلنے کی توفیق نہیں ہوئی اور وہ ایسا دانی ہے کہ اس سے کتاب بھی اچھا ہے۔ ۱۲۔

یہ اوحد الزمان ابوالبرکات کی قبر ہے جو بڑی عبرت والا اور کتاب المعتمر کا مصنف ہے پس پاک ہے وہ ذات جس پر نہ کوئی غالب آنے والا ہے اور نہ اس کی قضا سے کوئی حیلہ گر اور بھاگنے والا بھاگ سکتا ہے۔
اس کی کتاب المعتمر بہت مشہور کتاب ہے جس میں اس نے ریاضی کے علاوہ حکمت کی تمام اقسام کو بیان کیا ہے۔

(۱۴۱) صاحب شرح اشارات

ایک علامہ قطب الدین رازی کی ہے جن کے حالات ”قطبی“ شرح شمس کے ذیل میں گزر چکے اور ایک امام فخر الدین رازی کی ہے جن کے حالات ”المحصل“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۴۲) صاحب شرح مواقف

میر سید شریف جرجانی کی ہے جن کے حالات ”نحو میر“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۴۳) صاحب شرح تجرید

تعارف مع تحقیق قوشچی..... علاء الدین علی بن محمد مشہور بقوشچی صاحب شقائق طاش کبریٰ زادہ رومی نے قوشچی بمعنی ”حافظ البازی“ لکھا ہے مولانا عبدالحی صاحب نے التحلیقات السنیہ میں ۸۹۰ پر نقل کیا ہے کہ ان کی زبان میں اس کے یہی معنی ہیں تو ممکن ہے کہ آپ باز اور شکرے کی نسلوں کے متعلق زیادہ معلومات رکھتے ہوں جس کی وجہ سے آپ کو قوشچی کہا جاتا ہے مولانا موصوف ہی نے تعلیقات میں ۳۸۰ پر صاحب ”حبیب السیر“ کے حوالہ سے ایک اور وجہ ذکر کی ہے اور وہ یہ کہ علامہ موصوف اپنے بچپن میں امیر الخ بیگ کے منظور نظر تھے اور وہ آپ کو غایت شفقت کی بنا پر اپنا بیٹا کہا کرتا تھا اور بعض اوقات پرند کو اپنے ہاتھ سے ان کے ہاتھ پر بٹھادیتا تھا اس لئے آپ قوشچی سے مشہور ہو گئے۔
صاحب اکسیر کی غلطی..... بہر کیف ان نقول سے یہ ثابت ہو گیا کہ صاحب ”اکسیر فی اصول التفسیر“ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ قوشچ ایک جگہ کا نام ہے اور اس کی طرف منسوب ہو کر آپ قوشچی کہلاتے ہیں یہ غلط ہے۔

تحصیل علوم..... آپ نے سمرقند کے مختلف علماء سے علم حاصل کیا خصوصیت سے علوم ریاضیہ قاضی زادہ رومی شارح لخص چینی سے حاصل کئے جو علوم ریاضی میں بڑی مہارت رکھتے تھے اس کے بعد آپ بلاد کرمان تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء سے مختلف علوم و فنون حاصل کر کے اپنے دور کے علامہ بنے صاحب حبیب السیر نے ان کے متعلق لکھا ہے ”کان اعلم علماء زمانہ و افضل حکماء دورانہ“ آپ اپنے زمانہ کے علماء میں عالم تر اور حکماء میں فاضل تر تھے۔

جب آپ سمرقند چھوڑ کر کرمان گئے تو آپ نے کسی کو اطلاع نہیں کی بلکہ چپکے سے نکل گئے اور وہاں علوم حاصل کرنے کے بعد شرح تجرید لکھی پھر آپ سمرقند واپس ہوئے اور امیر الخ بیگ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت پیش کی کہ میں صرف تحصیل علم کی خاطر اتنی مدت آپ سے غائب رہا، امیر نے آپ کا عذر قبول کیا اور پوچھا کہ کرمان سے کیا تحفہ لائے ہو۔ فرمایا کہ رسالہ لایا ہوں جس میں میں نے قمر کے شکار کو حل کیا ہے جس کے حل میں بڑے بڑے لوگ ناکام رہے ہیں امیر نے کہا: لاؤ دیکھیں کہاں کہاں غلطی کی ہے آپ نے وہ رسالہ پیش کیا امیر نے کھڑے کھڑے ہی اس کا مطالعہ کر ڈالا اور آپ کی اس عجیب و غریب کوشش و محنت سے بہت خوش ہوا۔

مجمّل حیات..... صاحب شقائق نے لکھا ہے کہ جب امیر الخ بیگ نے سمرقند میں رصد خانہ کی تعمیر شروع کی تو والا اس

مہم کو غیاث الدین جمشید کی سپردگی میں دیا گیا جو اس فن کا ماہر تھا مگر اس کی زندگی نے وفات کی اور کچھ ہی دن بعد اس کا انتقال ہو گیا اس کے انتقال کے بعد یہ مہم قاضی زادہ رومی کی ذمہ داری میں آئی لیکن قاضی زادہ رومی بھی قبل از تکمیل دنیا سے رخصت ہو گئے تو علامہ قونجی کو اس کا ذمہ دار بنایا گیا اور آپ کے ہاتھوں رصد خانہ کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچی تعمیر رصد خانہ کے دوران جو حالات پیش آئے ان کو کتابی شکل میں قلمبند کیا گیا جس کو زیج الخ بیک کہا جاتا ہے۔

جب امیر الخ بیک کی وفات کے بعد حکومت کی باگ ڈور اس کی اولاد کے ہاتھ میں آئی اور انہوں نے علامہ کی قدر نہ کی تو آپ سمرقند سے امیر حسن الطویل کے یہاں تبریز آ گئے امیر حسن نے آپ کی بہت تعظیم کی اور آپ کو شاہی خاں شہنشاہ بلاد روم کے پاس سفیر و ثالث بنا کر بھیجا تاکہ آپ ان دونوں میں مصالحت کی کوئی صورت پیدا کریں آپ شاہ محمد خاں کے یہاں حاضر ہوئے تو اس نے امیر حسن سے کہیں زیادہ تعظیم و تکریم کی اور آپ کو اپنے یہاں رہنے کی دعوت دی آپ نے شاہ کی دعوت کو قبول کیا اور کہا میں اپنی سفارت کی ذمہ داری سے سبکدوشی کے بعد ہی آپ کے یہاں آسکوں گا چنانچہ آپ امیر حسن کے یہاں واپس آئے اور ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کی اور شاہ محمد خاں نے آپ کو بلانے کیلئے حذام بھیج دیئے شاہی حذام ہر منزل پر ایک ہزار درہم لٹاتے ہوئے علامہ کو قسطنطنیہ لائے یہاں علماء و اعیان شہر نے آپ کا پرزور استقبال کیا۔ علامہ نے حاضر دربار ہو کر علم حساب میں اپنا تصنیف کردہ ایک رسالہ ”محمدیہ“ شاہ کی خدمت میں پیش کیا جس کے متعلق لکھا ہے ”رسالۃ لطیفۃ لایوجد النفع منها“۔

جب شاہ محمد خاں امیر حسن طویل کے ساتھ جنگ کیلئے گیا تو علامہ بھی ساتھ تھے آپ نے اسی سفر میں ایک رسالہ علم ہیئت میں تصنیف کیا جو ”نقیحۃ“ کے ساتھ موسوم ہے اس کے بعد شاہ محمد خاں قسطنطنیہ واپس ہوا اور اس نے ”ایا صوفیہ“ مدرسہ آپ کے حوالہ کیا جس میں آپ کا روزینہ و دوسور ہم تھا۔

وفات آپ آخر عمر تک قسطنطنیہ قیام پذیر رہے یہیں آپ نے وفات پائی اور سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے جوار میں مدفون ہوئے صاحب کشف الظنون نے آپ کا سنہ وفات ۸۷۹ھ لکھا ہے۔
تصانیف مذکورہ بالا کتب کے علاوہ آپ نے کتاب العقود، محبوب العماک، حاشیہ علی شرح الکشاف (للتھانی) رسالہ فی مباحث الحد وغیرہ کتابیں تصنیف کیں لیکن آپ کی تصنیفات میں شرح تجرید سب سے عمدہ کتاب ہے جس کی بابت صاحب شقائق نے لکھا ہے۔

وهو شرح عظیم لطیف فی غایتہ اللطافہ لخص فیہ فوائد الاقدمین احسن تلخیص و اضاف الیہا زوائد

وہی نتائج فکرہ مع تحریر سہل واضح .

وہ ایک عظیم الشان نہایت لطیف شرح ہے جس میں آپ نے متقدمین کے فوائد کو عمدہ طریقہ سے منضبط کیا ہے اور مزید فوائد کا بھی اضافہ کیا ہے جو آپ کے فکر کا نتیجہ ہے اور تحریر نہایت سہل اور واضح ہے۔ لہ

(۱۴۴) صاحب رسالہ قشیریہ

زین الاسلام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ القشیری ۲۷۶ھ مطابق ۹۸۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے دور میں علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے لحاظ سے خراسان کے شیخ مکملائے آپ قشیر بن کعب کے خاندان سے تھے اس لئے نسبت میں قشیری کہلاتے ہیں نیز آپ کا قیام بیشتر نیشاپور میں رہا اس لئے نیشاپوری بھی کہے جاتے ہیں سلطان الپ ارسلان آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔

لے از شقائق نعمانیہ حبیب السیر التعلیقات السنیہ کشف الظنون ۱۲

آپ کی تصنیفات میں ”الرسالة القشيرية“ فن تصوف کا بے نظیر رسالہ ہے اور بہت مقبول ہے اس کے علاوہ التیسیر فی التفسیر اور لطائف الاشارات بھی آپ کی تصانیف ہیں آپ نے ۳۶۵ھ مطابق ۱۰۷۰ء میں وفات پائی۔ ۱

(۱۴۵) صاحب ادب الکاتب

ابو محمد عبد اللہ بن مسلم بن قتیبة الدینوری ۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے اسحاق بن راہویہ، ابو اسحاق ابراہیم بن سفیان بن سلیمان زبیدی، ابو حاتم مجتبیٰ وغیرہ سے علم کی تحصیل کی بعد ازاں یودوباش اختیار کی اور وہیں ایک عرصہ تک حدیث اور اپنی تصانیف پڑھاتے رہے اور دنیور کے قاضی بھی رہے آپ عالم فاضل اور صاحب تصانیف ہیں صاحب معجم نے آپ کا تعارف ان الفاظ سے کر لیا ہے۔

عالم مشارك في انواع من العلوم كاللغة والنحو وغريب القرآن ومعانيه وغريب الحديث والشعر والفقہ والاخبار وایام الناس وغير ذلك.

آپ لغت و نحو غریب القرآن و معانی قرآن غریب الحدیث شعر فقہ و اخبار اور واقعات عرب و غیرہ بہت سے علوم کے ماہر عالم تھے۔

غریب القرآن، غریب الحدیث، مشکل القرآن، مشکل الحدیث، ادب الکاتب، عیون الاخبار، طبقات الشعراء، المعارف کتاب الاثریہ، اصلاح الخط، کتاب الخلیل، کتاب الانواء، کتاب المسائل وال جوابات، کتاب التیسیر والتقدیر، جامع الفقہ اور کتاب الجراشیم وغیرہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں آپ نے ۲۷۶ھ میں اچانک وفات پائی۔ ۲

(۱۴۶) صاحب الاتقان

علامہ جلال الدین بن سیوطی کی تصنیف ہے جن کے حالات تفسیر ”جلالین“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۴۷) صاحب مجمع البیان

امین الاسلام، امین الدین ابو علی فضل بن حسن بن الفضل طبرسی، طوسی، سبزواری، شیعی، صاحب معجم نے لکھا ہے مفسر مشارک فی بعض العلوم۔

مجمع البیان، اعلام الوری باعلام الہدی (۲ جلد) حقائق الامور (فی الاخبار) غنیۃ العابد و منیۃ الزاہد، عدۃ السرف و عدۃ الخضر وغیرہ کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں آپ نے ۵۴۸ھ میں وفات پائی۔ ۳

(۱۴۸) صاحب معالم الاصول

جمال الدین ابو المصور حسن بن زین الدین بن علی بن احمد بن محمد بن جمال الدین بن تقی الدین بن صالح عالمی بھی مشہور بالشامی فقیہ، اصولی، محدث، ادیب اور شاعر تھے۔ مقام جمع میں ۲۷ رمضان ۹۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور سبیل شروع محرم ۱۰۱۱ھ میں وفات پائی۔ منقی الجمال فی الاحادیث الصحاح والحسان، معالم الدین و ملاذ المجتہدین فی اصول الدین، التحریر الطائوسی (فی الرجال) مشکاة القول السدید فی الاجتهاد و التقليد اور دیوان شعر وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔ ۴

۱۔ از کتاب الاعلام ۱۲۔ ۲۔ از معجم وغیرہ ۱۲۔ ۳۔ از معجم المولعین ۱۲۔ ۴۔ ایضاً ۱۲۔

(۱۴۹) صاحب علل الشرائع

ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ النعمی الشیعی الشیربالی شیخ الصدوق مفسر و فقیہ، اصولی محدث حافظ اور اسماء رجال کے عالم تھے اصل کے لحاظ سے آپ خراسانی ہیں لیکن آپ کی اکثر زندگی بغداد میں گزری اور ۲۸۱ھ میں رنے میں وفات پائی۔

آپ بہت بڑے صاحب قلم اور کثیر التصانیف تھے فرست طوسی میں آپ کی تصانیف کی تعداد تین سو تھائی ہے اور علامہ عالمی نے ۱۸۶ تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے چند مصنفات یہ ہیں۔
الجمعة الجماعة، الجنة والنار، المواعظ والحکم، غریب حدیث النبی ﷺ و امیر المومنین من لایحضرہ الفقیہ، علل الشرائع - ۱۔

(۱۵۰) صاحب مروج الذهب

ابو الحسن علی بن حسین بن علی السعدوی، نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں اس لئے نسبت میں مسعودی کہلاتے ہیں۔
بلند پایہ مورخ و اخباری اور مختلف علوم و فنون کے عالم و فاضل تھے جمادی الاخرہ ۳۲۵ھ یا ۳۲۶ھ میں مصر میں وفات پائی اور بہت سی علمی قابل قدر تصانیف یادگار چھوڑیں مثلاً مروج الذهب، معاون الجواہر (فی تحف الاشراف والملوک) التاریخ فی اخبار الامم من العرب و انجم التنبیہ و الاشراف خزائن الملک و سر العالمین کتاب المقالات فی اصول الدیانات وغیرہ۔
مولانا شبلی نے ”الفاروق“ میں لکھا ہے کہ ابو الحسن مسعودی فن تاریخ کا امام ہے اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا وہ دنیا کی اور قوموں کی تواریخ کا بہت بڑا امام تھا اس کی تمام تاریخی کتابیں مانتیں تو کسی اور تصنیف کی کچھ حاجت نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ قوم کی بد مذاتی سے اس کی اکثر تصنیفات ناپید ہو گئیں یورپ نے بڑی تلاش سے دو کتابیں مہیا کیں ایک مروج الذهب اور دوسری کتاب الاشراف و التنبیہ مروج الذهب مصر میں چھپ گئی ہے موصوف نے سنہ وفات ۳۸۶ھ لکھا ہے۔ علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ مسعودی نے مروج الذهب میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اپنے زمانہ ۳۳۰ھ تک کی تمام غریبی و شرقی اقوام عالم کے حالات بسط و شرح کے ساتھ ضبط کئے ہیں ان کے مذہب و عادات ان کے شہروں کے حالات ان کے پہاڑوں، دریاؤں، ممالک و سلطنتوں کی کیفیات معرض بیان میں لایا ہے اور عرب و عجم کو علیحدہ علیحدہ خاندانی شاخوں میں دکھایا ہے اسی لئے اس کو مورخین میں سر بلندی نصیب ہوئی۔ ۲

(۱۵۱) صاحب الدیوان

علامہ خیر الدین زر کلی کے اشعار کا مجموعہ ہے جن کی کتاب ”الاعلام“ دس جلدوں میں ہے اور راقم الحروف کے مطالعہ میں رہی ہے انہی اس کے مزید حالات ہم کو نہ مل سکے۔

(۱۵۲) صاحب شرح حکمتہ الاشراق

نام و نسب اور تحصیل علم..... قطب الدین ابوالشاء محمود بن مسعود بن مصلح الفارسی الشیرازی الشافعی ۶۳۴ھ میں

۱۔ ایضاً ۱۲۔ ۲۔ از مجمل المولین الفاروق مقدمہ ابن خلدون ۱۲۔

شیراز میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم اپنے والد مسعود سے (جو اپنے دور کے مشہور طبیب تھے) اور اپنے چچا کی سے حاصل کی پھر محقق نصیر الدین طوسی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اخذ علوم کیا اس کے بعد آپ روم چلے گئے صاحب روم نے آپ کی بہت تعظیم و تکریم کی اور وہاں آپ کو سیواس اور ملطیہ کا قاضی بنا دیا گیا پھر آپ بغداد و دمشق اور شام گئے۔ درس و تدریس اس کے بعد تبریز آکر مستقل سکونت اختیار کر لی اور تاحیات وہیں علوم عقلیہ اور جامع الاصول وغیرہ کا درس دیتے رہے علامہ بغوی کی ”شرح السنہ“ کا مطالعہ کثرت سے کرتے تھے۔

جامعیت بقول علامہ اسنوی، معقولات میں امام عصر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ظریف الطبع بھی تھے رنج و غم کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے، اور لطف یہ کہ ہر فن میں ادلی تھے گانا بجانا موسیقی، بینڈ، شعبہ اور شطرنج وغیرہ ہر چیز کا آپ شوق رکھتے تھے۔

زہد و عبادت لیکن اس کے باوجود نہایت متورع اور غایت درجہ محتاط بھی تھے چنانچہ نماز ہمیشہ باجماعت ادا فرماتے تھے، علماء و فقہاء کے ساتھ نہایت عاجزی و انکساری سے پیش آتے، جب کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو روزہ رکھتے اور رات بھر جاگتے تھے۔

تصنیفات آپ نے بہت سی اہم اور مفید کتابیں تصنیف کیں فن تفسیر میں آپ کی مشہور کتاب ”فتح السنان“ چالیس جلدوں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ مشکلات التفسیر شرح کلیات قانون (الابن سینا طیب میں) شرح مفتاح العلوم (ملا غت میں) غرۃ التاج (حکمت میں) نہایت الادراک فی وراۃ الافلاک، الحقۃ الشہیہ، التبصرہ (تینوں علم ہیئت میں) شرح الاسرار (المسردوی) الاختصاف فی شرح الکشاف شرح مختصر ابن حاجب شرح تذکرہ نصیریہ رسالہ (فی البرص) وغیرہ آپ کی بہترین تصانیف ہیں فلسفہ میں نہایت عمدہ اور مفید کتاب شرح حکمت الاشراف بھی آپ ہی کی ہے صاحب حبیب السیر علامہ غیاث الدین ہروی نے قطب الدین شیرازی دہمانے ہیں ایک تلمیذ طوسی شارح قانون اور ایک شارح مفتاح و شارح حکمت الاشراف مگر یہ غلط ہے اور یہ سب کتابیں آپ ہی کی ہیں ملا معصوم بخاری بھی معصوم ہونے کے باوجود حواشی شرح فہرست میں اس دہم کے شکار ہو گئے مولانا عبدالحی صاحب نے التعليقات السنیہ اور الافادۃ الخطیرۃ فی بحث سبع عرض شعیرہ میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

وفات قطب موصوف نے ۲۴ رمضان ۷۱۰ھ مطابق ۱۳۱۱ء میں وفات پائی۔ ا۔

مصنفین کتب متفرقہ

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ بعض مدارس میں کچھ اور کتابیں بھی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر کتاب میں ان کے مصنفین کے حالات بھی مختصر طور پر ذکر کر دیئے جائیں۔ واللہ الموفق

(۱۵۳) صاحب دستور المبتدی

شیخ صفی الدین بن نصیر الدین ردولوی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”میزان الصرف“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۵۴) صاحب شذ العرف

شیخ احمد الحمادی متوفی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء کی تصنیف ہے جو دارالعلوم قاہرہ میں عربی زبان کے استاذ تھے اور

علما از ہر میں باحیثیت تصور کئے جاتے تھے ذہرۃ الریح فی العانی والبیان والبدیع بھی آپ کی تصنیف ہے۔ ۱

(۱۵۵) صاحب النخو الواضح

علی بن صالح بن عبدالفتاح الجارم، مصر کے مشہور شاعر ادیب، انشاء پر داز لغوی اور تصحیح و بیخ تھے مصر کے رشید نامی مقام میں ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں تعلیم حاصل کی ۱۹۰۸ء میں علمی وفد کے ساتھ انگلینڈ گئے اور وہاں انگریزی ادب، نفسیات اور منطق وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۱۲ء میں دارالعلوم قاہرہ کے مدرس ہوئے ۱۹۳۰ء میں اس کے رکن منتخب ہوئے۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں النخو الواضح اور البلاغۃ الواضحة بہت مقبول اور بعض مدارس میں داخل درس ہیں ان دونوں کی تالیف میں آپ کے ساتھ مصطفیٰ امین بھی شامل ہیں۔

دیگر تالیفات یہ ہیں خاتمة الطاف، دیوان الجارم (۴ جلد) سیدۃ القصور، الشاعر الطموح، شاعر ملک العرب فی اسبانیاء مراح العربیہ، ہاتف الاندلس، فارس بن حمدان، شرح الکاتۃ، ادب الاسلام تصحیح کتاب الجلاء، علم النفس و آثارہ فی التریبۃ والتعلیم، تہذیب کتاب الفخری وغیرہ۔

آپ نے ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں وفات پائی۔ ۲

(۱۵۶) صاحب الفیہ

نام و نسب اور تحقیق نسبت..... جمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن مالک الطائی نساب الشافعی مذہب الحلیانی منشاء۔ الدمشقی اقامتہ، حیان (فتح نیم و تقدیر) جو اندلس میں ایک شہر ہے وہیں ۵۹۷ھ میں پیدا ہوئے علامہ ذہبی نے سنہ ۶۰۰ھ یا ۶۰۱ھ بیان کیا ہے۔

تحصیل علوم..... علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ آپ نے دمشق میں شیخ نخاوی، حسن بن صباح اور ایک جماعت سے حدیث کا سماع کیا اور بہت سے علماء علوم عربیہ حاصل کئے اور حلب میں شیخ ابن یعیش کے تلمیذ ابن عمرو کے درس میں بھی شرکت کی علامہ تبریزی نے اوآخر شرح حاجیہ میں نقل کیا ہے کہ آپ علامہ ابن حاجب کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوئے ہیں اور ان سے استفادہ کیا ہے لیکن شیخ دماثی فرماتے ہیں کہ یہ نقل مجھے کسی اور سے نہیں ملی نیز ابن مالک کے ایک تلمیذ نے خود ابن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے حیان میں ثابت بن حیان سے پڑھا ہے اور میں تقریباً تیرہ روز شیخ ابو علی شلوین کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوں حافظ سیوطی نے بغیۃ الوعاة میں ذکر کیا ہے کہ ابن مالک کے اساتذہ میں جلیل القدر استاذ شیخ موفق الدین ابو البقاء مشہور بابن یعیش و معروف بابن الصانع ہیں چنانچہ ابن ایاز نے اوائل شرح التصریف میں ذکر کیا ہے کہ ابن مالک نے ابن یعیش جلی شارح مفصل سے علم حاصل کیا ہے۔

علمی مقام و جلالت شان..... شیخ ابن مالک نحو و تہذیب، تجوید و قرأت، لغت و عربیت اور فن حدیث وغیرہ بہت سے علوم میں اپنے وقت کے امام تھے بالخصوص نحو و عربیت میں تو بحر ناپیدا کنار تھے اور بڑے بڑے نحویوں کو نظر میں نہ لاتے تھے چنانچہ موصوف شیخ جمال الدین بن الحاجب کی بابت کہا کرتے تھے کہ انہوں نے علم نحو صاحب مفصل (جار اللہ زحشری) سے حاصل کیا ہے اور صاحب مفصل معمولی نحوی ہے شیخ رکن الدین بن القویح کہا کرتے تھے کہ ابن مالک نے نحو کی کوئی حرمت و منزلت نہیں چھوڑی، شہاب الدین محمود بن مالک کا بیان ہے کہ ابن مالک عادلہ میں امام تھے جب

آپ نماز سے فارغ ہوتے تو قاضی القضاۃ شمس الدین ابن خلکان ان کی تعظیم کی خاطر گھر تک ساتھ آتے تھے، آپ عربیت وغیرہ میں امام ہونے کے ساتھ ساتھ کامل العقل، رقیق القلب نہایت پاکدامن اور کثیر العبادت تھے۔ درس و تدریس..... علامہ ابن مالک گو اندلسی الاصل ہیں مگر بعد میں آپ دمشق منتقل ہو گئے تھے تاحیات یہیں اقامت پذیر رہے اور یہیں تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کا شغل رہا چنانچہ ایک مدت تک تربتہ العالیہ اور جامع معمر میں صدر کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور آپ کے صاحبزادے امام بدر الدین ابو عبد اللہ محمد اور شمس بن ابی الفتح علی، بدر بن جماعہ، علاء بن الخطار، شہاب الدین ابو بکر بن یعقوب شافعی اور امام نووی جیسی بلند پایہ ہستیاں آپ کے شرف تلمذ سے سہرا نواز ہوئیں۔ تصنیفات و تالیفات..... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے لقیہ نحو میں بہت مشہور ہے اور بعض مدرس میں اب بھی داخل درس ہے، علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ آپ نے نحو میں ایک ارجوزہ نظم کیا جس کا نام ”الکافیۃ الشافیۃ“ ہے یہ تقریباً تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے پھر آپ نے اس کو نثر میں لکھا جس کا نام القوائد الخویہ والمقاصد الخویۃ ہے جس پر علامہ سعد الدین ابن العربی صوفی نے ان اشعار میں تقریظ لکھی ہے۔

الاحصہ والنشر العلم اہلہ

ان الامام جمال الدین فضلہ

یزل مفید الذی لب تاملہ

املی کتابالہ یسمی القوائد لم

ان القوائد جمع لانظیر لہ

فکل مسئلۃ فی النحو یجمعہا

اس کے بعد آپ نے اس کی تلخیص کی جس کا نام تسہیل القوائد و تکمیل المقاصد ہے شیخ قاضی القضاۃ محی الدین عبد القاضی بن ابی القاسم ہامکی فرماتے ہیں کہ تسہیل القوائد میں القوائد پر الف لام عند کا ہے جس سے کتاب مذکور ”القوائد الخویہ“ کی طرف اشارہ ہے اور ابن العربی کے قول ”ان القوائد جمع اھ“ سے مراد بھی یہی ہے شیخ صلاح صفدی نے جو یہ سمجھا ہے کہ اشعار تسہیل کی بابت ہیں اور کہا ہے کہ ”فی قولہ“ ان القوائد جمع لانظیر لہ توریتہ لولان الکتاب تسہیل القوائد لا القوائد یہ موصوف کی غلط فہمی ہے ان کے علاوہ دیگر تصنیفات یہ ہیں۔ (۴) الصرف فی معرفۃ لسان العرب (۵) سبک العظوم و فک الختوم (۶) عدۃ الحافظ و عدۃ اللافظ (۷) ایجاز التعریف (۸) شواہد التوضیح (۹) تحفۃ المورود فی المقصود و الحمد و الدود۔ (۱۰) الاعتقاد فی الفرق بین اللفظ و الضاد (۱۱) شرح الجرد و لیتہ (۱۲) شرح التسہیل (۱۳) الفتاوی (۱۴) نظم القوائد۔ رحلت و وفات..... آپ نے دمشق میں ۱۲ شعبان ۶۷۲ھ مطابق ۱۲۷۴ء میں وفات پائی شرف الدین حسنی نے آپ کی وفات پر ایک طویل مرثیہ لکھا جس کے آخری شعر یہ ہیں۔

الاعراب یا مغبا کل مقال

یا لسان الاعراب یا جامع

وفی نقل منادات العوالی

یا فرید الزمان فی نظم و المعز

علمو ایشیت عند الزوال

نکم علوم ہشتبائی اناس

شیخ صلاح صفدی نے لکھا ہے کہ میں نے کسی نحوی کے بارے میں اس سے بہتر مرثیہ نہیں دیکھا۔

فہرست حواشی و شروح کتاب ”القیہ“

مصنف

نمبر شمار شرح

شیخ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف العزوف باین ہشام

۱ دفع الخصاصۃ عن الخلاصۃ

شیخ محمد بن محمد الاسدی القدسی

۲ بلغۃ الخاصۃ فی حل الخلاصۃ

شیخ محمد بن قاسم بن علی الغزوی

۳ فتح الارب الممالک شرح الالقیہ ابن مالک

علامہ جلال الدین سیوطی	۴	المنهج الرضیة فی شرح الالفیہ
علامہ نقی الدین احمد بن محمد الشنم	۵	منہج المسالک الی الفیہ ابن مالک
شیخ برہان الدین ابراہیم بن محمد بن قیم الجوزیہ	۶	ارشاد المسالک
فاضل احمد زینی و حلان	۷	الازہار التریجیہ
امام ابن مالک (صاحب الترجمہ)	۸	شرح الالفیہ
یدر الدین ابو عبد اللہ محمد (ولد الامام ابن مالک)	۹	=====
شیخ شمس الدین حسن بن احمد بن القاسم الراوی	۱۰	=====
شیخ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر الاعسی الواری	۱۱	=====
شیخ ابو زید عبد الرحمن بن علی بن صالح المکودی	۱۲	=====
شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن محمود الخطیب البجری	۱۳	=====
شیخ محمد بن ابی الفتح بن ابی الفضل الجعفی	۱۴	شرح الالفیہ
علامہ اشیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی	۱۵	منہج السالک فی الکلام علی الفیہ ابن مالک
شیخ ابولامہ محمد بن علی العتاش الدکاکی	۱۶	شرح الالفیہ
شیخ محمد بن احمد الاسنوی	۱۷	=====
شیخ دین الدین عمر بن المظفر بن الوردی	۱۸	=====
شیخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن بن علی۔ ابن الصلح الزمری	۱۹	=====
قاضی برہان الدین ابراہیم بن عبد اللہ الحکری المصری	۲۰	=====
شیخ بہرام بن عبد اللہ الدیری	۲۱	=====
شیخ نور الدین علی بن محمد الاشمنی	۲۲	=====
شیخ بدر الدین محمد ابن محمد الرضی الغزوی	۲۳	=====
شیخ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الشہیر بابن عقیل	۲۴	=====

(۱۵۷) صاحب شرح الفیہ

نام و نسب اور پیدائش..... قاضی القضاۃ بہاء الدین عبد اللہ بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن محمد بن محمد القرشی الباشمی العقیل الہدانی الیاسی المصری سیدنا عقیل بن ابی طالب کی نسل سے ہیں اس لئے ابن عقیل سے مشہور ہیں آپ کے آباء و اجداد شہر ہمدان میں مقیم تھے وہاں سے حلب اور رتہ کے درمیان باللس نامی مقام پر کچھ افرلو آکر بس گئے اس کے بعد ان میں سے کسی ایک نے مصر آکر بودوباش اختیار کر لی اور اسی وارد مصر کی نسل سے موصوف بقول ابن حجر و صفی قاہرہ میں بروز جمعہ ۹ محرم ۶۹۸ھ میں پیدا ہوئے بعض حضرات نے سنہ پیدائش ۶۹۳ھ لکھا ہے۔

تحصیل علوم..... آپ نے علم قرأت تقی صانع سے اور فقہ زین الدین کتانی سے حاصل کیا اور خاص طور سے علاء قنوی سے فقہ عربیت، معانی، تفسیر اور عروض کی بالا التزام تعلیم پائی نیز جلال الدین قزوینی اور ابو حیان سے بھی استفادہ کیا اور تجار حسن بن عمر کردی اور شرف بن الصابونی وغیرہ سے حدیث سماعت کی۔

درس و تدریس..... تحصیل علم کے بعد قطیف، خشابہ اور جامع ناصری میں درسی خدمات انجام دیں پھر جامع طولونی میں

۱۔ از کتاب الاعلام بغیۃ الوعاہ کشف الظنون حاشیہ خضری و غیرہ ۱۲۔

اپنے شیخ ابو حیان کے بعد درس تفسیر میں مشغول رہے شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی، جلال الدین جمال بن ظہیرہ اور شیخ ولی الدین عراقی کو غیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

علمی مقام و عمدہ قضا..... آپ کا شمار آئمہ نحاۃ میں ہوتا ہے چنانچہ اسنوی نے اپنی کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ آپ عربیت اور بیان میں امام تھے اور فقہ و اصول میں بہترین کلام کرتے تھے آپ کے متعلق بعض اکابر کا قول ہے ”ما تحت اویم السماء انجی من ابن عقیل“ کہ آسمان تلے ابن عقیل سے بڑھ کر کوئی نحوی نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ موصوف نہایت بارعب اور باوقار تھے ہمہ وقت آپ کے یہاں شرفاء و امراء کا مجمع رہتا تھا حسینیہ میں جلال قزوینی کے اور قاہرہ میں عز بن جماع کے نائب قاضی بھی رہے ہیں۔

وفات..... آپ نے شب چہرہ شنبہ ۲۳ ربیع الاول ۷۶۹ھ مطابق ۱۳۶۷ء میں بمقام قاہرہ وفات پائی اور امام شافعی کے قریب مدفون ہوئے۔

تصانیف..... آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں شرح الفیہ ابن مالک، جو ”شرح ابن عقیل“ کے نام سے مشہور ہے نحو کی بہترین کتاب ہے جس کا جرمنی زبان میں ترجمہ بھی ہوا ہے، دیگر تصنیفات یہ ہیں، الساعد فی شرح التسمیل تیسیر الاستعدا للترتیب الاجتہاد، التعلیق الوجیز علی الکتاب العزیز، الجامع النقیض (فی فقہ الشافعیہ) افسوس کہ آخر الذکر دونوں کتابیں پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکیں۔

شرح و تعلیقات شرح ابن عقیل..... (۱) الشرح النبیل الحاوی لکلام ابن المصنف وابن عقیل از شیخ عماد الدین محمد بن احمد الاقفہسی (۲) السیف الصقل علی شرح ابن عقیل از علامہ جلال الدین سیوطی (۳) حاشیہ از شیخ محمد خضری الدمیاطی (۴) فتح الجلیل فی شرح شواہد ابن عقیل، از علامہ سجاج التوتنی ۱۱۹ھ (۵) تعلیق از شیخ محمد محی الدین عبد الحمید (۶) حاشیہ العقد النبیل علی شرح ابن عقیل از رائف سطور محمد حنیف غفرلہ لنگوہی۔

(۱۵۸) صاحب شرح شذور الذهب

شیخ جمال الدین ابن ہشام نحوی کی ہے جن کے حالات ”معنی اللیب“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۵۹) صاحب نقد النصوص

ملا عبد الرحمن جامی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”شرح جامی“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۶۰) صاحب تیسیر المنطق

نام و سنہ پیدائش..... مولانا عبد اللہ صاحب لنگوہی، مجاز طریقت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (تور اللہ مرقدہ) مولود

۱۲۵۵ھ تحصیل علم..... آپ ہوش سنبھالتے ہی انگریزی تعلیم میں لگ گئے گھر نہ دیندار تھا چنانچہ آپ بچپن ہی میں پابند صوم و صلوة تھے اور نماز کیلئے محلہ کی لال مسجد میں آتے تھے، اسی مسجد کے ایک حجرہ میں حضرت مولانا محمد حنی صاحب کاندھلوی رہا کرتے تھے آپ نے ان میں نماز کا شوق دیکھ کر دینی تعلیم کی رغبت دلائی آپ کی سمجھ میں آگیا اور مولانا سے میزان شروع کر دی آپ قدرے فنی تھے مولانا آپ کو ہر روز ایک گردان یاد کراتے تھے ایک روز آپ نے دو گردانیں یاد کرنے کیلئے کہہ دیا مگر شام تک

۱۔ از کتاب الاعلام کشف الظنون بغیۃ الوعاہ وغیرہ ۱۲۔

رہنے اور یاد نہ ہوئیں مولانا نے فرمایا ”بندہ خدا ایک گردان میں شام کر دی کہنے لگے نہیں حضرت یہ تو دودھ ہیں۔ اور یہ کہہ کر آبدیدہ ہو گئے بہر حال ہسلا پھسلا کر آگے چلایا شدہ شدہ آپ کی انگریزی چھوٹ گئی اور عربی کے ہو رہے یہاں تک کہ صرف تین سال میں تعلیم پوری کر لی فراغت کے بعد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں نور پے ماہوار پر مدرس ہوئے اور اس کے ساتھ تجارت کتب کا سلسلہ بھی رکھا حضرت حکیم الامت نے اپنے مواعظ قلبند کرنے کا کام بھی آپ کے سپرد کیا۔

درس و تدریس ۱۲ شوال ۱۲۳۷ھ میں پندرہ روپے ماہوار پر مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس ہوئے اور شوال ۱۳۲۸ھ میں اکابر مدرسہ کے ساتھ حج کیلئے تشریف لے گئے، سفر حج سے واپسی پر صفر ۱۳۲۹ھ سے ایک ماہ چوبیس یوم مدرسہ میں کام کیا اس کے بعد اہل کاندھلہ کے اصرار پر براہ راست تھانہ بھون ہو کر کاندھلہ تشریف لائے اور یہاں مدرسہ عربیہ میں جو پہلے سے قائم تھا اخیر تک تعلیم دیتے رہے۔

وفات ۱۵ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۲۱ء شب شنبہ میں کاندھلہ ہی میں انتقال ہوا اور عید گاہ کے متصل قبرستان میں جس میں حضرت مفتی الہی بخش صاحب وغیرہ اکابر علماء مدون ہیں تدفین عمل میں آئی۔
تصانیف تیسیر المبتدی (جو آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانی کی تعلیم کیلئے لکھی تھی) اور تیسر المنطق جو حضرت حکیم الامت کے ایماء سے تصنیف کی تھی) اور اکمال الشم شرح اتمام النعم (ترجمہ تبویب الحکم) آپ کی علمی یادگار ہیں۔ لے

(۱۶۱) صاحب ملا جلال

نام و نسب اور پیدائش جلال الدین محمد بن اسعد الصدیقی نساب الشافعی مذہباً گزرون میں دو ان نامی ایک قریہ کے رہنے والے تھے اس لئے دو انی کہلاتے ہیں آپ تقریباً ۸۲۸ھ میں پیدا ہوئے شیراز کی سکونت اختیار کی اور فارس کے قاضی بنے۔
تحصیل علوم آپ نے مختلف اصحاب علم حضرات سے علوم کی تحصیل کی جن کا ذکر موصوف کے رسالہ ”انموذج العلوم“ کے آغاز میں موجود ہے ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں۔

(۱) آپ کے والد سعد الدین اسعد جو گزرون کے مدرسہ ”جامع الرشیدی“ میں مدرس تھے ان سے آپ نے علوم آئید و عقلیہ فنون ادبیہ اور علم فقہ و تفسیر حاصل کیا۔ (۲) شیخ صفی الدین بن عبد الرحمن ابجدی ان سے آپ نے الاربعین النوریہ پڑھی۔ (۳) ابو الجعد عبد اللہ بن میمون کرمانی ان سے آپ نے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھی۔ (۴) مظہر الدین محمد تلمیذ میر سید شریف جرجانی (۵) کن الدین روز بہان العری شیرازی۔ (۶) محی الدین محمد انصاری کو سکناری (۷) شیخ ہمام الدین کلیاری شارح طوابع (۸) خواجہ حسن شاہ بقال (یہ دونوں حضرات سید شریف جرجانی کے تلامذہ میں ہیں) (۹) شیخ محبوبی الماری۔
نیز موصوف نے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اہل شیراز کو علی الاطلاق اجازت دی تھی جن میں سے ایک میں بھی تھا اس لحاظ سے آپ کو حافظ ابن حجر سے بھی اجازت حاصل ہے۔

درس و تدریس اور اصحاب و تلامذہ پہلے آپ امیر زادہ یوسف بن مرزا جہان شاہ کی جانب سے عمدہ صدارت پر فائز تھے پھر آپ اس سے مستعفی ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور مدرسہ ”دار الایام“ میں پڑھاتے رہے جرجان ہرموز، کرمان، عراق اور خراسان وغیرہ کے بے شمار تشنگان علم نے آپ سے سیرابی حاصل کی، عبد اللہ یزدی، خطیب ابو الفضل گزرونی، رفیع الدین ابجدی شیرازی آپ ہی کے تلامذہ میں سے ہیں۔
علمی مقام یوں تو آپ تمام علوم پر گہری نظر رکھتے تھے لیکن علوم عقلیہ میں خصوصیت کے ساتھ مہارت تامہ حاصل تھی آپ کی تعریف میں کسی کا شعر ہے۔

فنون فضل راجع کتاب

سپر علم را بود آفتاب

علامہ شمس الدین سخاوی الضوء الامع میں رقم طراز ہیں :

تقدم فی العلوم سیماعی عقلیات واخذ عنه اهل تلك النواحي دار تحلو اليه من الروم و خراسان و ماوراء النهر.
آپ تمام علوم میں سبقت لے گئے بالخصوص علوم عقلیہ میں اور آپ سے وہاں کے باشندوں نے علم حاصل کیا اور روم خراسان اور ماوراء النہر سے لوگ آپ سے علم حاصل کرنے کیلئے آئے۔
مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی العقلیات السنیہ میں لکھتے ہیں۔

رقدم راسخ فی العلوم العقلية ومشاركة فی العلوم الشرعیه تصانیفہ دلت علی انه البحر بلا منازع
والجریلا نازع.

علوم عقلیہ میں ٹھوس معلومات رکھتے تھے اور علوم شرعیہ میں بھی معلومات تھیں آپ کی تصانیف گواہ ہیں کہ
آپ بالاتفاق علم کے دریا اور اس کے ماہر ہیں۔
تصانیف آپ کثیر التصانیف ہیں اور آپ کی کتابیں بڑی معرکہ الاراء نہایت ٹھوس اور بہت مفید ہیں جن کی
تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) شرح عقائد عضدیہ علم کلام میں ہے اور عقائد جلال کے ساتھ مشہور ہے (۲) شرح تہذیب المنطق ملا جلال
کے ساتھ مشہور ہے یہ دونوں کتابیں بعض مدارس میں اب بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ (۳) شرح مختصر عضد اصول میں ہے۔
(۴) شرح ہیاکل النور (۵) الرداء (۶) شرح الرداء یہ سب حکمت میں ہیں الرداء اسد اللہ الاکبر کے روضہ کے
قریب قیام کے زمانہ میں لکھی ہے۔ (۷) تفسیر سورۃ اخلاص (۸) سالہ قدیمہ فی اثبات الواجب (۹) سالہ جدیدہ فی اثبات
الواجب (۱۰) حاشیہ فتاویٰ الانوار فقہ شافعی میں ہے۔ (۱۱) حاشیہ قدیمہ (۱۲) حاشیہ جدیدہ یہ دونوں شرح تجرید قویجی پر ہیں۔
(۱۳) حاشیہ قدیمہ (۱۴) حاشیہ جدیدہ یہ دونوں شرح مطالعہ پر ہیں جن میں اپنے معاصر میر صدر الدین شیرازی پر رد کیا ہے
اور اکثر مباحث میں آپ ہی غالب رہے ہیں۔ (۱۵) حاشیہ شرح تفسیر قطبی (۱۶) مسئلہ فی ایمان فرعون (۱۷) انموذج
العلوم اس میں علوم مختلفہ وفنون متفرقہ کے معرکہ الاراء مسائل مذکور ہیں۔ (۱۸) شرح فکلی الشہادۃ (۱۹) العشرۃ مجالیہ
(۲۰) قلعیہ لولہاف والقلم ولسطرون (۲۱) بستان القلوب (۲۲) اخلاق جلالیہ۔

قدیمہ جدیدہ، اجد کیا چیز ہے؟ عوام تو عوام اب تو خواص بھی مشکل سے واقف ہوں گے محقق طوسی نے علم کلام
میں تجرید نامی متن لکھا تھا علامہ علی قویجی نے اس کی شرح لکھی شرح پر دوانی نے حاشیہ لکھا اس کے معاصر امیر صدر الدین
الاشعری نے بھی شرح تجرید پر حاشیہ لکھا جس میں دوانی پر چوبیس کی گنیں تھیں دوانی نے اس کا جواب لکھا الاشعری نے پھر اس کا
جواب لکھا، دوانی نے جواب الجواب تحریر کیا، یوں دوانی کے تین حاشیے قدیمہ، جدیدہ، اجد ہو گئے صدر الدین مر گئے تھے ان
کے بیٹے میر غیاث منصور نے جو غیاث الکھماء کے نام سے مشہور ہیں والد کی طرف سے حجاب لکھا اب ادھر بھی وہی تین
قدیمہ، جدیدہ، اجد ہو گئے، ذہنی زور آزمائیوں کا ان کتابوں میں طوفان ابلتا تھا۔

وفات سنہ وفات میں اختلاف ہے سخاوی کے بعض تلامذہ نے ضوء کے حاشیہ پر ۹۱۸ھ لکھا ہے بعض نے ۹۰۷ھ اور
بعض نے ۹۰۹ھ بتلایا ہے اور بعض نے غیاث الدین منصور کے محاکمات کے دیباچہ سے ۹۰۸ھ نقل کیا ہے یہی راجح معلوم ہوتا
ہے کیونکہ صاحب کشف لور دیگر مصنفین نے اسی کو اختیار کیا ہے آپ نے کل اسی برس کی عمر پائی جائے وفات قریہ دلا ہے۔
حواشی حاشیہ ملا جلال (۱) حاشیہ از عبداللہ یزدی (۲) حاشیہ از سید ابوالفتح سعیدی متوفی ۹۵۰ھ (۳) حاشیہ از جمال
الدین شیرازی (۴) حاشیہ از مولانا یوسف کوخ قرباغی (۵) حاشیہ از بحر العلوم عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۲۲۵ھ (۶) حاشیہ از

مفتی ظہور اللہ لکھنوی متوفی ۱۲۵۶ھ (۷) حاشیہ از قاضی ارتضاعلی خاں مدراسی (۸) حاشیہ از مولانا عماد الدین لکھنی (۹) حاشیہ از سید محمد میرزا ہمدردی متوفی ۱۱۱۱ھ۔ ۱

(۱۶۲) صاحب سبع شداد

لطف اللہ بن حسن توفانی، مولیٰ لطفی کے ساتھ مشہور ہیں، روم کے باشندے تھے اس لئے رومی کہے جاتے ہیں آپ بڑے جید عالم و فاضل تھے آپ نے علوم دینیہ ستان پاشا سے حاصل کئے اور علوم ریاضی علامہ قونجی سے بلاد روم میں جبکہ سلطان بایزید کا زمانہ تھا آپ نے مراد خاں کے مدرسہ میں جو بروسا میں واقع تھا تدریسی خدمات انجام دیں پھر شہر درند کے مدرسہ دارالحدیث میں مدرس ہوئے احمد بن سلیمان رومی جو ابن کمال پاشا سے مشہور ہیں آپ ہی کے شاگرد ہیں۔ آپ کے قلمی فضل و کمال اور اطالوت لسان کی بنا پر ہم عمروں کو آپ سے حسد ہو گیا اور آپ پر لحد و زندیق کا فتویٰ لگایا یہاں تک کہ مولیٰ خطیب زادہ نے آپ کے قتل کی اباحت کا حکم دیدیا چنانچہ آپ ۹۰۰ھ میں قتل کر دیئے گئے۔ آپ کی تصنیفات میں رسالہ سبع شداد ہے جس میں میر سید شریف جرجانی پر سات سوالات ہیں یہ فن ریاضی کی بہت عمدہ کتاب ہے اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اس کے علاوہ آپ نے سید شریف کے حاشیہ شرح مطالع اور شرح مفتاح پر حواشی بھی لکھے ہیں۔ ۲

(۱۶۳) صاحب القراءۃ الرشیدۃ

شیخ علی عمر اور شیخ عبدالفتاح صبری بک شیخ علی عمر مصر کے باشندے تھے باوجود نامی ایک مقام میں ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں تعلیم حاصل کر کے انگلینڈ گئے فراغت کے بعد کچھ دنوں تدریسی کام کیا پھر سیاست میں حصہ لیا اور ملک کی آزادی کیلئے شب و روز کوشاں رہے اس کے بعد وزارت المعارف کے آرگنائزر مقرر ہو گئے۔ آپ کی تصانیف میں ہدایۃ المدارس ہے اس کے علاوہ آپ القراءۃ الرشیدۃ کی تالیف میں شیخ عبدالفتاح صبری بک کے ساتھ شریک رہے اور قاہرہ میں ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی۔ ۳

(۱۶۴) صاحب قلیوب

شہاب الدین ابوالعباس احمد بن احمد بن سلامہ، مصر میں اہل قلیوب سے تعلق ہونے کی وجہ سے قلیوبی کہلاتے ہیں بہترین فقیہ اور لائق ادیب تھے آپ کی متعدد تصانیف ہیں مثلاً رسالہ قلیوبی ادب میں تحتہ الراغب اہل بیت کے تذکرہ میں رسالہ مکہ و مدینہ اور بیت المقدس کے فضائل میں اور اق لطیفہ، جامع صغیر سیوطی پر تعلیق ہے جس میں حسن، ضعیف اور صحیح روایات کی نشاندہی کی ہے کتاب الہدایہ من الضلالہ فی معرفۃ الوقت والقبلہ من غیر آلہ وغیرہ آپ نے ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۹ء میں وفات پائی۔ ۴

(۱۶۵) صاحب اخوان الصفا

شیخ احمد بن محمد طروانی کی تالیف ہے جن کے حالات ھنیہ البین کے ذیل میں گزر چکے۔

۱۔ از الصواعق اللامعہ الصلیقات حبیب السیر نظام تعلیم وغیرہ ۱۲۔ ۲۔ الشائق حدائق الصلیقات ۱۲۔ ۳۔ از معجم المؤلفین۔ ۴۔ از کتاب الاعلام۔

(۱۶۶) صاحب مقامات بدیع

نام و نسب اور تحصیل علوم..... بدیع الزماں ابو الفضل احمد بن حسین بن سحی بن سعید ہمدانی شہر ہمدان میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی ہرات جو بلاد خراسان میں واقع ہے وہیں کے باشندے ہو گئے تھے آپ نے فارسی و عربی دونوں زبانوں میں علم حاصل کیا اور ہمدان میں کوئی ادیب ایسا نہ چھوڑا جس کا تمام علم حاصل نہ کر لیا ہو اس کے بعد آپ ہمدان چھوڑ کر صاحب بن عباد کے پاس گئے اور ان کے علوم و احسانات سے ترقی پائی بعد ازاں جرجان کا رخ کیا اور اکثاف اسماعیلیہ میں رہے نیز ابو الحسن احمد بن فارسی صاحب الجمل وغیرہ سے علوم حاصل کئے اور شعر و ادب میں اونچا مقام پیدا کیا امام ثعالی نے یتیمہ الدہر میں آپ کو فخر ہمدان و فروزان، جیسے معزز القاب سے یاد کیا ہے اور ابو اسحاق نے زہرۃ الآداب میں کہا ہے کہ بدیع الزماں ایک بزم ہے جو اپنے مسکے کے موافق ہے۔

عام حالات زندگی..... موصوف ۳۸۲ھ میں نیشاپور گئے جہاں آپ کی خدا داد صلاحیت کے جوہر آشکار ہوئے اور لوگوں میں شہرت عام حاصل ہوئی یہاں آپ نے چار سو مقالے لکھوائے پھر ابو بکر خوارزمی سے مناظرات میں مشغول ہو گئے جو آپ سے زیادہ سن رسیدہ اور نامور تھا شروع میں ان کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوا جس نے بڑھ کر مناظرہ کی شکل اختیار کر لی کچھ لوگوں نے اسے غالب بتایا اور کچھ نے بدیع کو لیکن بدیع کو اس کی جوانی اور خوش بیان نیز خود نمائی کی ضرورت نے مدد ہم پہنچائی چنانچہ وہ خوارزمی پر اس قدر نمایاں فوقیت لے گئے کہ اس کی وجہ سے امراء و دسائیں ان کی شہرت عام اور عزت بڑھ گئی اور ہر آپ کے حریف نے داعی اجمل کو لبیک کہا جس کے باعث ان کیلئے میدان صاف اور زمانہ سازگار ہو گیا پھر آپ ایران کے امراء سے مدد استعانت کیلئے شہر بشہر آمدورفت کرتے رہے اور بالآخر ہرات میں مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے اور یہاں آپ معززین علما میں شمار ہونے لگے اور نہایت آسودگی و خوش حالی کے ساتھ زندگی گزارتے رہے۔

اخلاق و عادات اور خدا داد صلاحیتیں..... آپ شکل و صورت کے لحاظ سے نہایت حسین و خوبصورت ہنس کھ مفسر غیور ذی ذہن اور تجربہ علمی میں یگانہ روزگار تھے حافظہ اور یادداشت بڑی قوی اور پختہ تھی لائبے لائبے قصیدوں اور بڑی بڑی کتابوں کو ایک بار پڑھ کر بلا تقدیم و تاخیر اور بلا کم و کاست نہایت روانی کے ساتھ دہرا دیتے تھے کتاب کے پانچ پانچ اور چار چار ورق صرف ایک دفعہ دیکھ کر محفوظ کر لیتا ایک معمولی بات تھی بسا اوقات کسی قصیدہ یا رسالہ کی آخری سطر سے بڑھنا شروع کرتے اور مطلع تک التائی پڑھتے چلے جاتے تھے۔

بدیع گوئی..... طبیعت کی شعلہ باری اور جدت، دل و دماغ کی صفائی اور سرعت، بدیع گوئی اور مضامین کی ندرت میں بدیع کی شان ممتاز ہے آپ کی فرمائش پر احباب حسب منشاء موضوع بتاتے اور آپ فی البدیہہ اسی موضوع پر مقالہ کا املاء کر دیتے تھے اس بدیع گوئی کا ثمرہ ہے کہ آپ بسا اوقات فارسی اشعار کی ارتجالا ایسے طور پر تعریف کرتے ہیں کہ اس کا حسن و جمال اور معنی و مضمون دونوں بالکل اسی طرح باقی رہتے ہیں جیسا کہ پہلے تھے۔

بدیع الزماں کی شاعری..... لطیف و نازک ہے لیکن عمدگی میں اس کی نثر کے برابر نہیں پہنچتی، بیک وقت عمدہ شاعری اور عمدہ انشا پر دازی کسی ایک شخص میں بہت کم جمع ہوتی ہیں ابو القاسم ناصر الدولہ کے متعلق کہے ہوئے اشعار سے اس کی شاعری کا اندازہ ہو سکتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

واقی حیاء کیاریا۔ ح نقد کدورت العصر ہما ہرا

غصی جنوبک یاریا۔ ض نقد فنت الحور غمرا

خلع الربیع علی الربی۔ در بو عہا ترزا و بزا

دار فنی جھنک یا غمرا۔ م نقد خدشت الورد و خزا

دکان امطار الربیع۔ الی مدی تلیک تنزی

ومطار قاندہ نقشت۔ فیما ید الامطار طرزا

یا ایہا الملک الذی۔ بسا کر الامال بغری
خلقت ید اک علی العدی۔ سیقلو للعافین کنزاً

لازلت یا کنف الامیر۔ لنا من الاحداث حرزاً

مقامات بدیع..... حریری اور بدیع دونوں بڑے اہل علم اور اہل ادب سے تھے مشرق و مغرب میں ان کا شہرہ تھا ان کی نظم و نثر ضرب المثل تھی انہوں نے رسائل بھی لکھے اور مقامات بھی اور ان میں بلند پایہ لطیف مضامین کو شستہ عبارات میں پراثر اور زوردار طریقہ کے ساتھ بیان کیا خوشگوار استعارات عمدہ اور بہترین تھیں، پر زور اور نادر تشبیہات مشہور حکمتیں اور کہاوتیں قرآنی اقتباسات، آثار قدیمہ کی جانب اشارات دونوں کی مقامات میں بدرجہ کمال پائے جاتے ہیں، ان ہی مقامات کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں ادب کے روشن چراغ بلکہ ”فرقدین“ ستارے ہیں لیکن بدیع الزماں سب سے پہلا شخص ہے جس نے اس صنف نثر میں خوبی پیدا کی جس کا اعتراف خود حریری نے اپنے مقامات میں کیا ہے بدیع نے مقامات لکھنا اپنے استاد ابن فارس سے سیکھے پھر بھیک مانگنے اور دوسرے موضوعات پر اس نے چار سو مقامات اطباء کرائے جنہیں ابوالفتح اسکندری کی طرف منسوب کر کے عیسیٰ بن ہشام کی زبانی کہلایا ہے ان میں سے صرف تریپن مقامات دستیاب ہو سکے جن کی شرح محمد عبدہ نے کی ہے۔ شیخ عبدہ نے لکھا ہے کہ بدیع کے کلام کی امتیازی خصوصیات میں یہ ہے کہ اس کو اپنی رصانت اور شان و شوکت کے لحاظ سے اہل و بر (بدوی لوگ) کے کلام پر فخر حاصل ہے اور لطافت و نزاکت اور ساخت و پرواخت کے اعتبار سے اہل حضر (شہری لوگ) کے کلام سے ملتا جلتا ہے وہ سامع کے ذہن و فکر میں جہاں اپنے خیموں کے درمیان ہونے کا نقشہ کھینچتا ہے وہیں عبارات و محلات کی رہائش کا منظر بھی پیش کرتا ہے۔

بدیع الزماں کی دیگر تصانیف..... آپ نے مقامات کے علاوہ بہت سے رسائل بھی لکھے ہیں جو فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بہت معیاری ہیں چنانچہ ابن خلکان نے اسی وصف کے ساتھ آپ کا تعارف کر لیا ہے فرماتے ہیں۔

صاحب الرصائل الرائقة والمقامات الفائقة.

عمدہ رسائل اور بلند تر مقامات والے تھے

آپ کے مکتوبات کو حاکم ابو سعید عبد الرحمن بن سعد نے جمع کیا ہے نیز اس کے اشعار کا ایک دیوان بھی ہے۔

وفات..... آپ نے بروز جمعہ ۱۰ جمادی الثانیہ ۳۹۸ھ میں ہرات شہر میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے بعض حضرات نے سنہ وفات ۳۹۲ھ مانا ہے سبب وفات میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ طبعی موت مر اور بعض کہتے ہیں کہ زہر دے کر ماریا۔ وفات کا عجیب و غریب واقعہ..... حاکم ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ آپ پر سکتہ طاری ہوا اور حالت یہ ہو گئی کہ

سفر ملک عدم پر ہیں رشید آبادہ

بلکہ اب دیر نہیں صبح چلے شام چلے

لوگوں نے سمجھا کہ آپ کی روح پرواز کر گئی اس لئے انہوں نے دفن کر دیا، قبر میں آپ کو آفاقہ ہو گیا اور وہاں کی تاریکی دیکھ کر چیخا چلانا شروع کیا، لوگ آواز سن کر دوڑے اور قبر کھولی تو اس حال میں ملے کہ اپنی دائرہ پکڑے ہوئے ہیں گویا قبر کے خوف و ہراس سے آپ پر موت طاری ہو گئی۔ لے

(۱۶۷) صاحب دیوان بحرری

نام و نسب اور پیدائش..... ابو عبادہ ولید بن عبید اللہ بن محیی البحرری الطائی خالص عربی النسل تھا بحر جو اس کے اجداد میں کوئی صاحب تھے اس کی طرف منسوب ہو کر بحرری کہلاتا ہے اور اسی سے مشہور ہے یہ ۲۰۶ھ میں بمقام ”منع“ جو حلب

۱۔ از ابن خلکان حریری اور مقامات تاریخ ادب عربی وغیرہ ۱۲۔

اور فرات کے درمیان ایک جگہ ہے پیدا ہوا اور دیہات میں طائی قبائل وغیرہ میں پرورش پانے کی وجہ سے عربی فصاحت اس پر غالب رہی۔

حالات زندگی..... بختری اپنے وطن سے بغداد گیا وہاں ابو تمام سے ملاقات ہوئی اور اسی کا ہور ہا چنانچہ اس سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ بدیع میں اس کے طریقہ کو اپنایا اور ابو تمام کا پروردہ بن کر اس کی آواز کو دہراتا اور اسی کے نقش قدم کا اتباع کرتا رہا کیونکہ یہ بھی اسی جیسا طائی تھا یہاں تک کہ ایک روز اس سے ابو تمام نے کہا بیٹے! بغداد میرے بعد تم ہی شاعروں کے سردار مانے جاؤ گے خدا نے اس کی یہ پیشین گوئی سچ کر دکھائی چنانچہ ابو تمام کے بعد بختری کی شاعری کا چرچا گھر گھر عام ہو گیا اور وہ لوب و شاعری میں لام بن گیا عراق میں یہ متوکل اور اس کے وزیر بن خاقان کا خدمت گار رہا یہاں تک کہ وہ دونوں اس کی موجودگی میں قتل کر دیئے گئے اور یہ مع واپس آگیا اس اثنا میں کبھی نکھار بغداد کے گاؤں ”سرمین رای“ کے رئیسوں کے پاس جاتا اور ان کی مدح کرتا رہا، ابو تمام کے علاوہ دیگر علماء سے بھی روایت رکھتا ہے جن میں ابو العباس میرد بھی شامل ہے۔

بختری کا ادبی مقام..... بختری اپنے زمانہ کا بلند پایہ شاعر اور ادیب تھا امراء و سلاطین کی مجالس میں اس کے اشعار بنظر استحسان دیکھے اور سنے جاتے تھے اس کے اشعار سلاسل الذہب کہلاتے ہیں پر شوکت الفاظ مضامین کی دل کشی حلاوت و فصاحت اس کا وہ خاص اسلوب ہے جس میں وہ اپنے استاد و مربی سے بھی ممتاز ہے اور یہی وہ اسلوب ہے جسے اس کے معاصرین اور بعد میں آنے والوں نے اپنایا اور جسے بعد میں ”اسلوب اہل شام“ سے پہچانا جانے لگا۔

بڑے بڑے شعراء کا حسن اعتراف..... مشہور شاعر معری سے پوچھا گیا کہ ابو تمام بختری اور متنبی تینوں میں اچھا شاعر کون ہے معری نے کہا کہ ابو تمام اور متنبی دونوں عاقلند ہیں اور شاعر در حقیقت بختری ہے ابو الطیب متنبی جو بڑوں بڑوں کو نظر میں نہیں لاتا اس نے بختری کی شان میں ایک مستقل قصیدہ لکھا ہے جو چودہ اشعار پر مشتمل ہے جس کے تین شعر یہ ہیں۔

واین منك ابن یحییٰ صولہ الامد

فاین من زفراتی من کشف بہ

وبالودی قل عندی کثرة العدد

لما وزنت بک الدنيا فملت بها

ابا عبادۃ حتی وریث فی خلدی

مادرائی خلد الایام لی فرح

اخلاق و عادات..... علم و ادب اور فضل و کمال کے ساتھ ساتھ بختری میلے کچیلے کپڑوں والا نہایت بخیل اور بڑا کنجوس تھا شعر پڑھنے اور سننے کا انداز نہایت ناپسندیدہ اور بھونڈا تھا اپنا کلام پڑھتے وقت ہلکتا باچھیں پھیلاتا، جھک کر جھک کر آگے یا پیچھے ہٹا کبھی سر کبھی موڑ ہوں کو حرکت دیتا آستین سے اشارہ کرتا ہر شعر کے بعد ٹھہرتا اور کہتا تھا بخدا کیا خوب عرض کر رہا ہوں پھر سامعین کی طرف متوجہ ہو کر کہتا تھا آپ لوگوں کو کیا ہوا کہ اس کلام کی داد نہیں دے رہے۔ بخدا یہ وہ کلام ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے سب قاصر ہیں۔“

اہل کمال کی فضیلت کا اعتراف..... بایں ہمہ اوصاف بختری منصف مزاج اور صاحب کمال لوگوں کی فضیلت کا معترف تھا اور بوس دعویٰ نہیں کرتا تھا ایک مرتبہ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم زیادہ اچھا شعر کہتے ہو یا ابو تمام اس نے جواب دیا جیدہ خیر من جیدی و ردی خیر من ردیہ ”اس کا عمدہ شعر میرے عمدہ شعر سے اور میرا ردی شعر اس کے ردی شعر سے بہتر ہے نیز ایک مرتبہ لوگوں نے اس کے اشعار سن کر کہا ”آپ ابو تمام سے بہتر شعر کہتے ہیں۔“ اس نے کہا تمہارے اس قول سے نہ مجھے کوئی فائدہ پہنچے گا اور نہ اس سے ابو تمام کا کوئی نقصان ہو گا بخدا اس کے طفیل میں روٹی پیدا ہوں میری دلی تمنا ہے کہ میں لوگوں کے کہنے کے مطابق ہوتا لیکن بخدا میں ابو تمام کا تابع، اس کا خوشہ چین اور اس کی پناہ میں رہنا والا ہوں اس کی تیز و تند ہوا کے

۱۔ تو میری آہوں سے کس مرتبہ میں ہیں اس محبوب کی آہیں جس پر میں عاشق ہوں اور کس مرتبہ میں ہے اسی سچی کے بیٹے تیرے حملے سے شرم کا حملہ جب میں نے تیرے ساتھ دنیا کو تو لیا اور ناظر اہل دنیا سے تیرا بلہ چھلکا ہاں اس وقت سے میرے نزدیک کثرت عدد کمتر اور بے حقیقت ہو گیا ہے ابو عبادہ زمانہ کے دل میں میرے لئے کبھی کوئی خوشی نہ گزری یہاں تک کہ تو میرے بدل میں گزرا۔“

سامنے میرا زم و نازک جھونکار جاتا ہے اور اس کے آسمان کے مقابلہ میں میری زمین پست رہ جاتی ہے۔
بھتری شاعری..... شعر و شاعری میں بھتری ابو تمام کا پیر و لور بدائع میں اس کا تابع ہے تاہم معانی کیلئے نہایت حسین الفاظ
منتخب کرتا ہے، اس نے مضامین و معانی فطرت کے جمال افروز نظاروں اور اپنے تیل کے الہام سے پیدا کئے ہیں نہ کہ علم منطق
کے قضیوں سے اس طرح اس نے شاعری کے حسن و جمال رفتہ کو واپس کر دیا بھتری نے ہجو کے علاوہ شاعری کی تمام اصناف
میں جولانی طبع دکھائی ہے عمدہ مدح کہنا اس میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا ممدوح کے اخلاق کی پوری پوری تصویر کشی ہو کھے محلات
اور عمدہ تعمیرات کا وصف اس کی شاعری کی مابہ الامتیاز خصوصیت ہے تقریباً اس کے ہر قصیدہ کے آغاز میں تشبیہ ہوتی ہے۔
بھتری شاعری کا نمونہ..... معتز بالہدائن التوکل کی تعریف میں کہتا ہے۔

لک عہد لدی غیر مضاع . بات شوقی طوعالہ ویراعی وھوی کلما جوسی منہ و مع . ایس العاذلون من اقلاعی

تو تو لیت عتہ خیف و رجوعی . او تجوزت فیہ خیف ارتجاعی

توکل کے تعمیر کردہ تالاب کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

تنصب فیہاد فلولاد الماء معجلہ . کالقیل خارجتہ من جبل محبر یھا

من السبائك تجری فی مجار یھا . اذا علتھا الصبا ابدت لھا جکا

مخا جب الشمس احیا نایضا حکمھا . وریق الغیث احیا نایا کیاھا

اذا النجوم ترات فی جوائیھا . لیل حسب سماء و کبت فیھاھا

خلیفہ متوکل کی مدح اور عید الفطر کے موقع پر مبارک باد میں کہتا ہے

بالبر صمت وانت افضل صائم . وسمتہ اللہ الرضیۃ تقطر

یوم اغر من الزمان مشر . اظہرت عز الملک فیہ جمعل

فالقیل تمہل والفوارس تدعی . والبیض تلعب والاسمۃ تزہر

والجو محنکر الجوانب اغمر . والشمس طالعہ تود فی النخی

حتی طلعت بنور وھمک فاجل . ذاک الدبی وانجاب ذاک العیر

یوئی الیک ہوا عین محظر . ذکر واطلعت النبی فہللا

حتی انتہیت الی المصلی لا یلتا . نور الہدی ید وعلیک وعلیک

للہ لا یرئی ولا یتکبر . مخلوان مشا قاتکلف فوق ما

ابدیت من فضل الخطاب صحتہ . نمی عن الحق المبین و تحیہ

خواب میں محبوبہ کے دیدار پر کہتا ہے

اذا انتزعتہ من یدی انتباہتہ

اذا ما الکری اھدی الی خیالہ . شفی قریبہ البریخ او تقع الصدی

لعذب ایقاضا ونعم ہجدا

حسب حبیب اراح منی او غدا . ولم ارمثلینا ولا مثل شاننا

بھتری کے معاشی حالات..... بھتری کا بیان ہے کہ میں ابو عامر کے یہاں محض میں حاضر ہوا دیکھا کہ بہت سے
شعراء و ادباء دربار میں حاضر ہیں اور اپنے اپنے اشعار پیش کر رہے ہیں میں نے بھی اپنا کلام پیش کیا شاہ نے پوری توجہ کے
ساتھ میرا کلام سنا اور ختم مجلس کے بعد میری مزاج پر ہی کرتے ہوئے پوچھا معاشی لحاظ سے تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے
اپنی غربت اور افلاس کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ بہت ہی پریشان ہوں یہ سن کر شاہ نے اہل معرہ کے نام ایک خط لکھا
جس میں میرے اشعار کی تعریف و توصیف کی اور میری مدح و ثنا کے بعد سفارشی کلمات لکھے جب میں خط لے کر معرہ پہنچا

تو ان لوگوں نے میرا انتہائی اکرام و اعزاز کیا اور چار ہزار درہم بطور وظیفہ مقرر کر دیئے۔
بخری کی وفات..... اس کے سنہ وفات میں اختلاف ہے بعض نے ۲۸۵ھ ذکر کیا ہے اور بعض نے ۲۸۳ھ اور بعض نے ۲۸۴ھ لیکن آخر الذکر ہی صحیح معلوم ہوتا ہے چنانچہ انتم اعلیٰ اور تاریخ ابوب عربی وغیرہ بہت سی کتابوں میں یہی سنہ مذکور ہے جائے وفات مقام منج ہے۔

تصانیف..... بخری کی شاعری کو ابو بکر صولی نے یکجا کر کے حروف ہجاء کے مطابق ترتیب دیدیا ہے یہ دیوان آج بھی بعض مدارس میں پڑھایا جاتا ہے اس کے علاوہ اس کی کتاب ”معانی الشعر“ اور ”حماۃ البحر“ ہے جو ابو تمام کے حماسہ کی طرح ہے لیکن بخری کا حماسہ کثرت ابواب اور خوش آہنگ شاعری میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے یہ حماسہ بیروت سے شائع ہو چکا ہے۔

(۱۶۸) صاحب الاغانی

نام و نسب اور پیدائش..... ابو الفرج علی بن حسین بن محمد بن احمد اصمہانی نسلا اموی اور آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کے اجداد میں تھا، اس کی ولادت ۲۸۴ھ میں معتضد باللہ کے عہد میں شہر اصمہان میں ہوئی بچپن بغداد میں گذر اچھاپنی اہمیت کے لحاظ سے اس زمانہ میں ام البلاد کی حیثیت رکھتا تھا۔

تحقیق اصمہان..... یہ اولاد یافق میں سے اصمہان بن فلوچ کا یا اصمہان بن سام کا آباد کیا ہوا ہے یہ بھی کہتے ہیں کہ اصب بمعنی شہر ہے اور ہان سواران پس اصمہان کے معنی شہر سواران ہے یہ ملک ایران کا ایک بہت بڑا شہر ہے جس میں حضرت سلمان فارسیؓ، شیخ علی عماد الدین کاتب، ضمیری، شلبی، غیاثی، نکاتی وغیرہ بہت سے نامور لوگ پیدا ہوئے ہیں۔

اصمہانی کا ماحول..... اغانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو الفرج کے فکر و فن کی تعمیر میں اس کے خاندان کے شعری و ادبی ماحول کا اہم حصہ ہے اس کا پورا گھر انہ شعر و سخن کے رنگ میں رنگا ہوا تھا اس کی چچی ساز و غنا کی دلدادہ تھیں اس کے والد کو موسیقی سے بڑی دلچسپی تھی آل مر زبان اس زمانہ میں گانوں اور موسیقی کے راگوں میں باکمال سمجھے جاتے تھے ذوق کے اس اشتراک کی بنا پر آل مر زبان اور ابو الفرج کے خاندان میں گہری دوستی تھی علم و ادب بھی اس کو دراختہ ملا تھا تعلیم و تعلم اور ادبی افادہ و استفادہ کے اس ماحول نے ابو الفرج کی سیرت و شخصیت کی تعمیر میں اہم رول ادا کیا۔

استفادہ علوم..... ابو الفرج نے جن باکمال اہل علم سے استفادہ کیا ان میں ابن درید، ابن الانباری، ابی جی، افش طبری، لفظیہ، ابن المرزبان، ابن قدامہ، اور یزیدی جیسے لغت، نحو، ادب، شعر، انساب، حدیث تفسیر اور تاریخ کے فضلاء و ائمہ ہیں ابو الفرج کی شخصیت کی تعمیر میں ان کا بڑا حصہ ہے جاحظ کے علمی و ادبی ترکہ سے بھی پورا فائدہ اٹھایا اور ابو تمام بخری اور ابن الرومی کی نازک خیالی، پر گوئی اور حسن ادا سے استفادہ کیا باقی زندگی منتہی جیسے بلند پایہ شاعر کے عہد میں بسر کی جس کی شاعری کی پوری دنیا نے عرب میں دھوم مچائی اور اس کا یہ دعویٰ تھا۔

اذا قلت شعر الصبح الدہر معدا

والدہر الامن رواہ تصانیفی

اصمہانی دور حیات..... اصمہانی کا زمانہ عیش و عشرت، طوائف الملوکی اور علوم و فنون کی ترقی کیلئے مشہور ہے یہ علم و ادب کا عہد زریں تھا عباسی عہد کا یہ تیسرا دور علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو کر رنگ رلیوں، فضول خرچیوں اور عیش پرستیوں کیلئے مشہور ہے ابو الفرج اصمہانی اسی دور کا نمائندہ ہے جس کو علمی فضل و کمال کے ساتھ دنیاوی حیثیت سے بھی وجاہت حاصل تھی، عرصہ تک وہ مشہور بویہی حکمران ابو محمد الوزیر اہلبلی کا ہم نشین اور رکن الدولہ کا سیکریٹری رہا، سیف الدولہ کے دربار سے بھی منسلک رہا بنو امیہ اندلس سے بھی اس کے تعلقات استوار و خوشگوار تھے، اس طرح اس کو بغداد، حلب اور اندلس وغیرہ کے مختلف و متضاد علمی و تمدنی سرچشموں سے استفادہ کا پورا موقع میسر ہوا۔ بغداد

میں فارسی الاصل شیعہ اور شعوبی اثرات حلب میں عربی حمدانی قوم پرستی کے رجحانات اور مغرب کے اموی تاز اثرات اور ان سب کی باہمی کشمکش نے ابو الفرج کے مزاج میں وسعت اور آزاد مشربی پیدا کر دی تھی اور وہ اپنی فطری صلاحیتوں کی بنا پر موقع شناس اور عیش پسند فنکار شاعر اور آزاد مشرب ادیب کی حیثیت سے ابھر اور دیکھتے دیکھتے دنیائے عرب میں مشہور ہو گیا۔ جلالیت شان و علو مقام..... ابو الفرج اصبہانی مشہور حکایت نگار، مایہ ناز انشاء پرداز، کامل ادیب، ماہر لسان و لغت شاعر نقاد، مورخ مرثعہ نگار، مصور عصر اور زبردست عالم تھا، علم انساب، صرف و نحو، سیر و مغازی، بطیرہ طب اور علم نجوم کے ساتھ ساتھ موسیقی اور ساز و سرود کا بھی ماہر تھا نیز علم مجلسی کا بڑا واقف کار، آثار صحابہ و تابعین اور احادیث مسندہ پر غیر معمولی نظر رکھنے والا اور داستان گوئی و سوانح نگاری میں اپنی نظیر آپ تھا۔ قوت حافظہ..... غضب کی رکھتا تھا مشہور مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

كان يحفظ من الشعر والاغانى والاخبار والآثار والاحاديث المسنده والنسب مالم ارقط من يحفظ مظه. شعر، اغانی، اخبار و آثار، احادیث مسندہ اور نسب کا ایسا حافظ تھا کہ اس جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا اخلاق و عادات اور کردار..... کے متعلق بطرس البستانی لکھتا ہے

كان ابو الفرج لاصبهانى لطيف الصنادمة حسن المعاشرة هلو الحديث يحب اللذة و مجالس اللهو ويشرب الخمر و يصحب القيان والمغنين.

ابو الفرج اصبہانی بڑا منہدار، آداب مجلس کا واقف کار شیریں گفتار، عیش و طرب کی مجلسوں کا دلدادہ، شراب نوشی کا خوشگرم تھا اور مغلیوں اور طوائفوں کے یہاں رہتا تھا۔

یا قوت حموی صاحب معجم الادباء کا بیان ہے کہ یہ بڑا لامابالی تھا صفائی و ستھرائی اور لباس کی طرف اس کی کوئی توجہ نہ تھی، جب تک کپڑے پھٹ نہ جاتے نہ بدلتا تھا، وزیر مہملی کو اس کی یہ عادت بڑی ناگوار تھی مگر اس کے علم و فضل اور شعرو ادب کی بنا پر گوارا کرتا تھا، اس کو جانوروں سے بڑی دلچسپی تھی چنانچہ اس کے یہاں بہت سے جانور پلے تھے جن میں ایک بلی اور مرغ بھی تھا جن کے مرنے پر اس نے نہایت دل کش انداز میں مرثعے لکھے ہیں لوگ اس کی بھجوسے ڈرتے تھے مگر منہ پھٹ ہونے کے باوجود نہایت خوش مزاج دلچسپ اور بذلہ رنج تھا اپنی خوش گفتاری، لطیفہ گوئی اور ظرافت سے مہملی جیسے وزیر کا نہایت مقرب صاحب اور اندیم رہا ہے۔

مذہب و مسلک..... بطرس البستانی کی تحقیق ہے کہ یہ شیعہ تھا چونکہ شیعوں کے درمیان اس کی تعلیم و تربیت ہوئی انہیں سے میل جول رہا اس پر شیعوں کے احسانات بھی رہے تھے اس لئے اموی الاصل ہونے کے باوجود شیعیت پر قائم رہا جس پر ابن الاثیر نے تعجب کا اظہار کیا ہے اور بات ہے بھی عجیب اس لئے کہ ایک طرف تو اس نے مقاتل الطالبین میں اپنے کو شیعان علی میں شمار کیا ہے اور دوسری طرف اپنی امویت پر بھی فخر کرتا ہے دراصل وہ اپنے دور کے سیاسی سماجی اور فکری رجحانات کی ترجمانی اور ہم رنگی کے ساتھ بڑی ہوشیاری سے ارباب اقتدار کے عظمت و جلال کو ختم کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے ان کے کمزور پہلوؤں کو نمایاں کیا ارباب حکومت کی سر مستیوں کے ذکر سے اس کا مقصد آزادی اور آزاد خیالی کے رجحانات کی ہمت افزائی بھی تھی اور خوبصورت انداز میں ارباب حکومت پر بالواسطہ تنقید بھی۔

ابو الفرج بحیثیت شاعر..... نثر نگاری نے ابو الفرج کو باقاعدہ طور پر شاعری اور قصیدہ نگاری کا موقع تو نہیں دیا پھر بھی اس کا پورا ماحول شاعرانہ تھا خود ابو الطیب متنبی اس کا ہم عصر تھا اس لئے ابو الفرج نے بھی کبھی تفریحا اور کبھی ضرورت شعر و سخن کی طرف بھی توجہ کی اور اپنے ادبی دور اور موقع و محل کی مناسبت سے بھجو گوئی، مدح سرائی تو صلیبی شاعری اور کبھی کبھی وجدانی اور داخلی شاعری کے پھول کھلائے۔

وصفیہ شاعری..... میں ابو الفرج کو کمال حاصل تھا ”رثاء الدیک“ اس کا مشہور مرثیہ ہے جو اس نے اپنے پالتو مرغ کی موت پر لکھا تھا اس کا ایک ایک شعر اس کی دقیقہ رسی، بلندی، نخیل اور جدت ادائیہ دیتا ہے اس نے ایسے انداز میں مرغ کی مرقع نگاری کی ہے جس سے اس کی تصویر نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے اس کے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں۔

لہفی علیک ابا الذئیر لوانہ دفع المنايا عنک لہف شفیق
اس کے سفید، چمکدار اور رنگ برنگے طاؤسی پروں کی مصوری ان الفاظ میں کرتا ہے۔

و کسیت کا اطانوس ریشا لامعا متلا لها ذا رونق و بريق
مع خمرة فی صفرة فی خضرة تخلیها یفنی عن التحقیق
اس کی گردن کے لوہری حصہ کو مون زریں سے تشبیہ دیتا ہے اور اس کے کیس کو لعل عقیق کے تاج سے تعبیر کرتا ہے۔

و کان سالفیتک تبر سائل و علی المفارق منک تاج عقیق
پھر اس کی سریلی آواز کو یاد کرتا ہے جس میں اس کو موسیقی کے نغمے محسوس ہوتے ہیں۔

نائی دقیق ناعم قرنہ بہ نغم مولفتہ من الموسیق

تاریخ و سیر کی کتابوں میں اس مرثیہ کے ۳۰ اشعار منقول ہیں جو سب بلند پایہ ہیں وصف البر والقد یعنی چوہے ملی کی توصیف پر بھی اس کی وصفیہ شاعری کا شاہکار ہے یہ اس کی جدت طبع تھی کہ اس نے روایتی درباری شاعری سے ہٹ کر ترقی پسند اندر روش اختیار کی اور معمولی چیزوں پر طبع آزمائی کر کے ان کو بڑے دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔

مدح سرانی..... میں بھی ابو الفرج نے تشبیہات و استعارات سے بڑی ندرت پیدا کی سیف الدولہ اور وزیر مہملی کی شان میں اس نے کئی قصیدے لکھے جو تاریخ ادب کی زینت ہیں اگرچہ قصیدہ نگاری میں شہنشاہی کے سامنے اس کا چراغ نہ جل سکا مگر اس میں بھی اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف ادیبوں کو کرنا پڑا وزیر مہملی کے یہاں بچہ پیدا ہوا تو ابو الفرج نے اس کی صہیت میں ایک طویل قصیدہ لکھا جس میں مہملی کو مبارک باد دیتے ہوئے کہتا ہے۔

اسعد بمو لودا تاك مبارکا كالبدرا شرق جخ لیل مقمر

شمس الضحیٰ قرنہ الی بدر الدجی حتی اذا اجتماعا ات بالمشتري
ایک دوسرا قصیدہ جنیتہ عید الفطر کا ہے جس کا مطلع ہے

اذا ما علا فی الصدرو النہی والامر وزیر مہملی کی تعریف میں کہتا ہے۔

ولما انتجعنا لائیدن بطلہ

وردنا علیہ مقترین فراشنا

ایک دوسرے قصیدہ میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے

فدانو لك نفسی هذا الشتاء. علینا بسلطانہ قدمجہم

ولامن ثیابی الارم. یوتر فیہا نسیم الہواء

فانت العماد و نحن العفاه. وانت الرئیس ونحن الخدم

جھوگوئی..... کی بہت سے اہل ادب نے تعریف کی ہے لیکن اس کی جھوگوئی طرز و تسخر کی روح سے جو جھوکی جان ہے بالکل خالی ہے، راضی باللہ کے عہد میں جب ابو عبد اللہ بریدی منصب وزارت پر سرفراز ہوا تو ابو الفرج نے ایک طویل جھوپیہ قصیدہ لکھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

یاسماء اسقلی ویاراض میدی
قد تولى وزاره ابن البریدى
بدم رکن الاسلام واهلک الملک
ومحیت آثاره نور مودی
ابن البریدى وزارت پر آگیا ہے اے زمین تو دھنس کیوں نہیں جاتی اے آسمان تو ٹوٹ کر گر کیوں نہیں جاتا
اسلام کا ستون گرا دیا گیا، اقتدار سوا ہو گیا اس کے آثار مٹا دیئے گئے کیونکہ وہ شخص برباد ہی کرنے والا ہے۔
ایک بار وہ کسی وجہ سے اپنے سر پرست ابو محمد ذریہلمی سے شکوہ سنج ہو اور کہنے لگا۔

ابین مفتقر الیک رائیتی
بعد الغنی فرمیت بی من خالق
کیا آپ نے کسی گداگر کی طرح مجھ کو سمجھا ہے اگر ایسا ہے تو آپ نے گویا غنی بنانے کے بعد مجھ کو بلند یوں سے
نیچے دھکیل دیا ہے۔ آخر میں کہتا ہے۔

لست المعلوم انا المعلوم لانی
املت للاحسنان غیر الخالق
آپ مورد ملامت نہیں قصور وار تو میں ہی ہوں کہ میں نے خالق کائنات کو چھوڑ کر اس کے غیر سے حسن سلوک
کا آسہ لگایا۔

داخلی اور وجدانی شاعری..... ایک مرتبہ ابو الفرج بصرہ گیا وہاں وہ بالکل اجنبی تھا کسی سے بھی واقف نہ تھا صرف
بعض لوگوں کا نام جانتا تھا اس کس میرسی کے عالم میں وہ ایک سرانے کی طرف چل پڑا اور اسے ایک کمرہ کر ایہ پر ملا اسی کمرہ
میں حکایت حال کے طور پر ایک قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں ان میں وہ خدا کا شکر ادا کرتے
ہوئے کہتا ہے کہ یہ آخر میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ کیا اب دنیا سے میزبانی و مہمانی کی رسم اٹھ چکی ہے۔ بازار کا کھانا اور کر ایہ پر
رہنا تو مجھے اپنا چھا گھر یاد دلاتا ہے ایسی حالت میں میں کیونکر خوش و خرم رہ کر چین کی نیند سو سکتا ہوں وہی پاک ذات غیب
کی بات جانے! اس مفہوم کو اس نے اس طرح ادا کیا ہے۔

الحمد لله على ما ارى. من صنعتي من بين هذا الوري

و بعد ملکی منزلا مبہجا. سکنت بهامن بیوت الکری

و كيف احظي بلذیذ الکری. سبحان من يعلم خلفنا

اصار فی الدهر رالی حالته

و صار خبز البيت خبز الشری
و بین ابدینا و تحت الثری
ابو الفرج اصمہانی بحیثیت نثار..... بنیادی طور پر ابو الفرج ایک انشاء پرداز اور صاحب طرز ادیب تھا اس کا جو ہر نثر و
انشاء ہی کے میدان میں نمایاں ہوا نثری ادب میں اس کا حصہ نہایت مہتمم بالشان ہے اور اس کی بیشتر ادبی خدمات کا تعلق
چار دائروں سے ہے۔ ۱۔ حکایت نگاری، ۲۔ تاریخ نویسی، ۳۔ تنقید نگاری، ۴۔ مرقع نگاری اور تصویر کشی۔

حکایت نگاری..... اس کا خاص موضوع ہے اغانی کی حکایت میں اس نے ادبی رنگ و آہنگ میں عرب اور ایام عرب کے
واقعات، ادباء و شعراء کے قصوں، سازندوں اور موسیقی کاروں کے لہجوں کو اس دلچسپ اسلوب نگارش میں پیش کیا ہے جس
کی دوسری مثال مشکل سے مل سکتی ہے، اغانی کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس کتاب میں اغانی (راگ راگنی)
اور مغنیوں کے حالات بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر حکایت سے حکایت نکلتی چلی گئی اور ضمنا اخبار و آثار، سیر و اشعار، ادبی
قصص اور لطائف و ظرائف بھی شامل ہوتے گئے اور فنکاروں کے ذکر میں ان کے اخلاق و عادات اور فکر و فن پر تبصرہ بھی
شامل ہو گیا اس طرح حکایت نگاری کے پردہ میں ایک عمدہ کی پوری زندگی اس کتاب میں جلوہ آراء ہو گئی۔

تاریخ نویسی..... خالص تاریخ میں ابو الفرج کی کوئی کتاب موجود نہیں کتاب الاغانی کی حکایت و مرویات کی حیثیت نیم
تاریخی قصوں سے زیادہ نہیں جو بعد میں رومان میں تبدیل ہوتے گئے، اغانی کی اہمیت و شہرت کی وجہ اس کی تاریخی حیثیت

نہیں بلکہ ادبی ہے اس سے ایک ادیب اور انشا پرداز کے ذوق کی آسودگی ہوتی ہے اور متفرق واقعات کی روشنی میں چند ادوار کی عمومی جھلک بھی دیکھی جاسکتی ہے لیکن ایک مورخ و محقق کی تسکین کا سامان اس میں نہیں ہے۔

البتہ ابوالفرج کی ایک دوسری تصنیف ”مقاتل الطالین“ ہے جو تاریخی سیر و سوانح کی کتاب ہے اس میں اس کا تاریخی ذوق نمایاں ہے یہ کتاب اس نے ۲۹ سال کی عمر میں مکمل کر لی تھی، اس میں عہد رسالت سے لے کر ۳۱۳ھ تک بنی طالب کے جتنے لوگ قتل کئے گئے ان سب کے سیر و سوانح اور اسباب قتل روایت حدیث کے طرز پر رواہ کے سلسلہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں خواہ رواہ کسی پایہ کے ہوں اس میں موصوف نے دروغ پر گردن رلوی کے اصول پر عمل کیا ہے چونکہ اس کتاب میں افغانی سے زیادہ تاریخ نویسی کے ادب ملحوظ رکھے گئے ہیں اس لئے اس کو مصنف کی تاریخی خدمات میں شمار کیا جاتا ہے۔

حالات و زمانہ کی تصویر کشی..... اور اشخاص کی مریع نگاری اصہبانی کا خاص موضوع ہے جس کا نمونہ الاغانی ہے اس کی تاریخی حیثیت جیسی بھی ہو مگر بحیثیت مجموعی اس دور کے حالات کی جیسی تصویر اس میں نظر آتی ہے کسی کتاب میں نہیں مل سکتی۔

تنقید نگاری..... میں بھی ابوالفرج نے اپنی عمق پرور اور تنقیدی بصیرت کا ثبوت دیا ہے بحیثیت مجموعی اس کی تنقید میں بڑا اعتدال و توازن ہوتا ہے، تنقید ادب ہو یا تنقید سہاج اس کی تنقیدیں افراط و تفریط اور انتہا پسندی سے پاک ہوتی ہیں۔

اسلوب نگارش..... واقعات کی روایت میں ابوالفرج نے محدثین کا طرز اختیار کیا ہے جو اس دور میں مقبول عام تھا چنانچہ انہیں کی طرح روایت میں معصن سلسلے ”عن فلاں بن فلاں“ کا اہتمام افغانی اور مقاتل الطالین دونوں کتابوں میں رکھا ہے البتہ اسلوب کی صحت اور رواہ کی جرح و تعدیل کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں رکھی، مقاتل الطالین میں کبھی کبھی بعض رواہ کی خامیوں کی طرف اشارہ کر جاتا ہے مثلاً ایک جگہ علی بن محمد التوفلی کی روایت کو بیکار محض اور انوہ (اراجف و باطل) قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس کی تمام روایات اس کے والد سے موقوف مروی ہیں جو اس سے بہت دور کو فہ سے بہت پہلے جا چکے تھے، مفرد الفاظ اور فقرے نہایت چست، بر محل، موزوں اور سچے تلے استعمال کرتا ہے، زبان سلیس اور ترکیبیں شگفتہ ہوتی ہیں جو ہر دور میں مقبول رہیں حتیٰ کہ آج بھی ان کا رنگ پھیکا نہیں پڑا یہی وجہ ہے کہ افغانی اپنے موضوع اور زبان و بیان کے اعتبار سے ہر دور میں بے مثال اور سدا بہار رہی ہے اور آج بھی ہے الفاظ اور زبان پر اس کو اتنی قدرت ہے کہ چند الفاظ اور فقروں میں مطلوب چیز کا پورا نقشہ کھینچ دیتا ہے مثلاً غلظ و غضب کا بیان ان الفاظ میں کرتا ہے ”فتر بد و جہ و حنظل عیناہ و ہم بالوثوب، یحرقن کما یحرقن الطائر، فاضطرب اضطراب العصفور فحیل الی ان الشجرۃ یسقط“

اصہبانی کی وفات..... بروز چہار شنبہ ۱۳ ذی الحجہ ۲۶۵ھ میں مدینۃ السلام بغداد میں ابوالفرج کی وفات ہوئی اسی سال ابو علی قالی جیسے عالم اور سیف الدولہ معز الدولہ بن بویہ اور کافور انجیدی جیسے ادب نواز بادشاہوں کا بھی انتقال ہوا تھا کہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے ان کے حواس کچھ مختل ہو گئے تھے افغانی کے مقدمہ میں النطن صالخان نے ان کی وفات پر بڑے موثر انداز میں اظہار تاسف کیا ہے۔

لما قبض ابوالفرج جنت حدائق الادب و ذوات اشجار النسب واصبح الادیاء ایتاما وھاتوا بعدان کا

نوکر اما علی ان من ترک مولفا مثل ہذا لا یموت لہ ذکر ولا ینقطع لہ نشر۔

ابوالفرج کے انتقال سے ادب کے چستان ویران ہو گئے انساب کے شگوفے مرجھا گئے، ادباء بے سہلا ہو گئے جبکہ وہ اس سے پہلے صاحب کرم تھے، لیکن جس نے افغانی جیسی یادگار چھوڑی ہو اس کا ذکر نہیں مٹ سکتا وہ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

وما مات من البقی لنا ذکر علمہ . و احوالہ ذکر اعلیٰ غایر اللہ

جب تک کسی کے علمی ذخائر باقی ہیں وہ نہیں مٹ سکتا، اس کا ذکر ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اصہبانی کے ادبی کارنامے..... یا نوت حموی کے بیان کے مطابق اس کی جملہ تصانیف کی فرست حسب ذیل ہے۔

الاغانی الکبیر، ۲۔ الاغانی الصغیر یہ ابو الفرج نے الاغانی کی تمام جلدوں کا خلاصہ ایک جلد میں کیا تھا، ۳۔ مقاتل الطالبین تاریخی کتاب ہے جس میں خطاط کے مقتولین کے سوانح اور ان کے قتل کے اسباب بیان کئے ہیں، ۴۔ ادب الغرباء، ۵۔ التحدیل والانصاب فی اخبار القبائل و انسابہا، ۶۔ اخبار القیام، ۷۔ الاماء والشواعر، ۸۔ کتاب الممالیک الشعراء، ۹۔ کتاب الدیارات، ۱۰۔ کتاب تفسیل ذی الحج، ۱۱۔ کتاب الاخبار والنوادر، ۱۲۔ کتاب ادب السماع، ۱۳۔ کتاب اخبار الطفلیں، ۱۴۔ مجموع الاخبار ولائع، ۱۵۔ کتاب الخدایں والخدات، ۱۶۔ کتاب الفرق والبعیاء فی الاداء والاحرار، ۱۷۔ کتاب دعوة التجار، ۱۸۔ کتاب اخبار حططہ البرکی، ۱۹۔ کتاب جمہرۃ النساب، ۲۰۔ کتاب نسب بنی عبد شمس، ۲۱۔ کتاب نسب بنی شیبان، ۲۲۔ کتاب نسب البالیہ، ۲۳۔ کتاب نسب بنی تغلب، ۲۴۔ کتاب الخلمان الغنیم، ۲۵۔ کتاب النصیاء، انطون صالحی یسوعی نے اغانی کے مقدمہ میں کتاب ”نزهة الملوك والايمان فی اخبار القیام والمغنیات الاوائل الحسان“ کا تذکرہ کیا ہے اس کے بیان کے مطابق اس کتاب میں ابو الفرج نے مشہور گانے والیوں کے حالات زندگی اور ان کے گانے کے طرز پر روشنی ڈالی ہے اس کے ساتھ بڑے دلچسپ لطائف و ظرائف اور پر تکلف حالات قلمبند کئے ہیں۔

کتاب الاغانی..... یوں تو ابو الفرج کے علمی ادبی کارنامے بہت ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا فہرست سے ظاہر ہے لیکن اس کا ادبی پایہ تمام ”الاغانی“ کی بنا پر ہے جو اس کی شاہکار تصنیف ہے اس لئے ہم ذیل میں اس کا تعارف قدرے تشریح کے ساتھ کرتے ہیں۔

عربی شاہکار، سرچشمہ ادب و انشاء اور مایہ ناز و بے نظیر کتاب ”الاغانی“ کے بارے میں اہل علم اور مورخین کا متفقہ فیصلہ ہے ”انہ لم یعمل فی بابہ مثله“ کہ اس موضوع پر اس جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی اور یہ کہ ادب کی ہر کتاب اس سے کم درجہ یا اس کی خوشہ چیں ہے نیز یہ کہ اگر یہ جامع تصنیف نہ ہوتی تو جاہلیت صدر اسلام اور عہد بنی امیہ کی بڑی ادبی روایات ضائع ہو جاتیں، اس کتاب کی بنیاد ان سوسروں پر ہے جو خلیفہ رشید کیلئے منتخب کئے گئے تھے اور جن میں واقف کیلئے اضافہ کیا گیا تھا اور جو خود اس نے اپنے منتخبہ راگوں میں سے پسند کئے تھے اس کتاب کے بہت سے اجزاء ہیں جن میں سے ۲۸۵ھ میں بیس اجزاء شائع ہوئے تھے بعد میں ایک مستشرق کو یورپ کے کسی کتب خانہ میں اس کا ایک اور حصہ مل گیا تو اس کے اکیس اجزاء مکمل ہو گئے ایک اطالوی پروفیسر گوٹے نے اس کی طویل فہرست ایجاد کے لحاظ سے مرتب کی جو ۱۹۰۰ء میں لندن سے شائع ہوئی پھر وہ فہرست عربی میں منتقل ہو کر ۲۲۳ھ میں الاغانی کے ساتھ مصر سے شائع ہوئی، موصوف کی یہ کتاب ایک طرح کی ادبی انسائیکلو پیڈیا ہے جس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو کر ادبیات عالم میں جگہ پا چکے ہیں اہل مغرب خصوصیت سے اس کتاب کے شیدائی رہے ہیں۔

مدت تالیف..... کے بارے میں ابو محمد الوزیر اسماعیلی نے آپ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کتاب کو پچاس برس کی محنت شاقہ کے بعد مکمل کیا ہے اور اپنی عمر میں صرف ایک بار ہی لکھا ہے۔

کتاب الاغانی کی قدر و قیمت..... کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ابو الفرج نے یہ کتاب مکمل کرنے کے بعد سیف الدولہ کے حضور میں پیش کی وہ اس وقت رومیوں سے جنگ کی تیاری میں مشغول تھا اس نے ایک ہزار اشرفیاں دیں اور معذرت کی کہ غلٹ کے باعث اس کی پوری قدر نہ کر سکا یہ خبر جب نامور انشاء پرداز صاحب بن عباد کو پہنچی تو اس نے کہا سیف الدولہ نے ناقدری کی ابو الفرج تو اس سے کہیں زیادہ کا مستحق تھا اغانی کے قابل رشک محاسن اور سچے تلے فقر و کافروں کا حریف کون ہو سکتا ہے، یہ الفاظ اور فقرے زاہد کیلئے مایہ تفریح، عالم کیلئے معلومات کا خزانہ، انشا پرداز اور جو مایہ ادب کیلئے سرمایہ تجارت، بہادر کیلئے ہمت و شجاعت کی ڈھال، ظریف کیلئے ریاضت و ضاعت، بادشاہ کیلئے سامان سرور و لذت ہیں میرے کتب خانہ میں ایک لاکھ سترہ ہزار کتابیں ہیں مگر اغانی سے بڑھ کر میری انیس کوئی کتاب نہیں۔

صاحب بن عباد نے یہ بھی کہا کہ کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کی مجھے جستجو رہی اور افغانی میں نہ مل گئی ہو جو واقعات علماء نے بہت سی کتابوں میں لکھے ہیں وہ سب اس میں حسن تالیف اور لطف بیان کے ساتھ موجود ہیں سیف الدولہ سفر و حضر میں اس کتاب کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا، کہتے ہیں کہ اس کا ایک مسودہ بغداد میں چار ہزار درہم میں فروخت ہوا تھا، صاحب الطیب کے حوالہ سے بطرس بستانی نے لکھا ہے کہ اندلس کے اموی خلیفہ حاکم مسعمر نے افغانی کو محض دیکھنے کیلئے ایک ہزار درہم بھیجے تھے حکومت مروانیہ کے فرماں روا حکم بن ناصر کے بارے میں بھی اسی طرح کی روایت بیان کی جاتی ہے اس نے بھی ایک ہزار درہم صاحب افغانی کو محض اس کتاب کے دیکھنے کیلئے عنایت کئے تھے تاکہ وہ عباسی خلفا سے پہلے اس کو دیکھ لے۔

افغانی کی اہم خصوصیات..... ڈاکٹر ذکی مبارک لکھتے ہیں کہ افغانی کے مقدمہ پر نظر ڈالنے سے اس کی اہم خصوصیات خود بخود واضح ہو جاتی ہیں۔ صاحب افغانی خود لکھتا ہے۔

”کتاب کے ہر فصل میں کچھ نہ کچھ ایسا مواد مہیا کیا گیا ہے جو اہل ذوق کی تفریح کا سامان بن سکے، اس میں سنجیدہ واقعات بھی ہیں اور خرافات بھی، ایام عرب کے قصص بھی ہیں اور مستند تاریخی واقعات بھی، شاہان عرب اور خلفاء اسلام کے افسانے بھی ہیں اور شعراء و ادباء کے ظریفانہ قصے بھی موسیقی کے جس قدر راگ لکھے گئے ہیں ان میں سے بیشتر کے متعلق کوئی نہ کوئی ایسا افسانہ ضرور ہے جو لوگوں کے ہنسنے ہنسانے کا کام دے لیکن ہر لحن کے ساتھ اس کا التزام نہیں ہے اور جو واقعات نقل کئے گئے ہیں ضروری نہیں کہ وہ نتیجہ خیز بھی ہوں اور اگر نتیجہ خیز ہوں تو ضروری نہیں کہ سامعین کیلئے دلچسپ بھی ہوں جس سے اہل ذوق محظوظ ہو سکیں۔“

افغانی کا سلسلہ اسناد..... جس دور میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اس دور میں نقل روایت کا ایک خصوصی نفع قائم ہو گیا تھا اور ہر واقعہ سلسلہ اسناد و رواہ کے ساتھ پیش کیا جاتا تھا اس کے بغیر کوئی کتاب مشکل ہی سے قابل توجہ بنتی تھی اس لئے افغانی بھی اسی اسلوب میں لکھی گئی چنانچہ اس کے مندرجات مسلسل سند سے مروی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ معصن سلسلہ سے (عن فلاں ابن فلاں) قال (کہ انداز پر) جو حکایت بھی نقل کر دی جائے وہ لازمی طور پر مستند و معتبر ہی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسناد کے خوبصورت سلسلہ کے باوجود رواہ اور اسناد دونوں نہایت کمزور ہیں اور ان میں بڑا تضاد و تناقص ہے، مستشرقین کو اس اسلوب نگارش سے غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے افغانی کی تمام روایات کو مستند خیال کر لیا جو زیف ہیل کی کتاب ”عربوں کا تمدن“ اسی غلطی کا ایک نمونہ ہے۔

افغانی کے انتخابات..... بہت سے ادباء نے اس کے انتخابات لکھے ہیں جن میں سے وزیر ابن الغری متونی ۴۱۸ھ ابن واصل حموی متونی ۶۹۷ھ ابن باقیہ کاتب حلبی متونی ۴۸۵ھ امیر محمد بن عبد اللہ بن احمد حرانی متونی ۴۲۰ھ جمال الدین محمد بن مکرم انصاری متونی ۷۱۱ھ قابل ذکر ہیں۔

(۱۶۹) صاحب جمہرۃ اشعار العرب

ابوزید محمد بن ابی الخطاب قرشی متونی فی حدود ۷۰۰ھ کی تصنیف ہے مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(۱۷۰) صاحب تعلیم التعلیم

تعارف..... شیخ برہان الاسلام زرنوجی کی تصنیف ہے جو چھٹی صدی ہجری کے علما میں سے ہیں اور صاحب ہدایہ کے

تلامذہ میں ہیں آپ کے علاوہ شیخ قوام الدین حماد بن ابراہیم بن اسماعیل الصفاء شیخ رکن الاسلام المعروف بالادیب الختار، شیخ سعید الدین شیرازی، شیخ فخر الاسلام المعروف بقاضی خاں، شیخ رضی الدین نیشاپوری صاحب ”مکرم الاخلاق“ شیخ شرف الدین العقبلی اور شیخ فخر الدین کاشانی وغیرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔
شعر و اشعار..... فقیہ وقت ہونے کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے آپ کے اکثر اشعار نصاب و پند سے متعلق ہیں تعلیم المعظم میں ذکر کردہ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

من شاء ان يحترق آماله جملا. فليخذ ليله في دو كها جملا

اقلل طعامك كي تحظى به ثمرا. ان شئت يا صاحبي ان تبلغ الكملا

دعى نفسك التكاسل والتواني. والا مابقي في ذا الهوان

الفقه انفس شئ انت ذاخره. من يدرس العلم لم تدرس مفاخره

فاكسب لنفسك ما اصيحت تجهله. فادل العلم اقبال واخره

اذا تم عقل المرم قل كلامه

تصانيف..... آپ کی کتاب ”تعلیم المعظم“ تیرہ فصلوں پر مشتمل ہے جس میں بڑھنے سے متعلق ضروری باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب گو مختصر ہے مگر بہت مفید ہے مولانا عبدالحی صاحب نے اس کے متعلق لکھا ہے

هو كتاب نفيس مفيد مشتمل على فصول قليل الحجم كثير المنافع

یہ عمدہ اور مفید کتاب ہے جو چند فصلوں پر مشتمل ہے کم ضخامت والی اور بہت نفع والی ہے۔
شرح و حواشی کتاب تعلیم المعظم..... (۱)۔ شرح تعلیم المعظم۔ از شیخ ابراہیم بن اسماعیل۔ ۱۔

(۱۷۱) صاحب منیۃ المصلی

شیخ سعید الدین محمد بن محمد بن علی کاشغری، آبائی وطن کاشغر تھا اس لئے نسبت میں کاشغری کہلاتے ہیں اپنے وقت کے بلند پایہ فقیہ تھے عرصہ تک مکہ معظمہ میں رہے اور علم تصوف حاصل کیا پھر یمن گئے اور وہاں نثر نامی ایک گاؤں میں مستقل اقامت پذیر ہو گئے۔

آپ کی تصنیفات میں ”جمع الغرائب و متبع اللباب“ چار جلدوں میں ہے اور منیۃ المصلی و غنیۃ المبتدی بعض مدارس میں داخل درس ہے جو صرف ابواب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے شیخ ابراہیم حلبی نے ”غنیۃ المستملی“ کے نام سے اس کی بہت عمدہ شرح لکھی ہے جو کبیری کے نام سے مشہور ہے آپ نے ۱۳۰۵ء میں وفات پائی۔ ۲۔

(۱۷۲) صاحب بلوغ المرام

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے جن کے حالات ”تجلیۃ الفکر“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۷۳) صاحب ریاض الصالحین

نام و نسب اور پیدائش..... محی الدین ابوزکریا محیی بن شرف بن حسن بن حسین بن محمد بن جعد بن حزام النوادی، آپ ماہ محرم ۶۳۰ھ میں نواۃ مقام میں پیدا ہوئے جو ارض حوران میں اعمال و مشق کا ایک قصبہ ہے وہیہ یقول الشاعر

۱۔ از نوادہ بہیہ تعلیم المعظم ۱۲۔ ۲۔ کتاب الاعلام ۱۲۔

ووقت من الم النوى. فلقد نشأك عالم

لقبت هير ايتاوى

فضل الحبوب على النوى

لله اخلاص مانوى. و علا علاه وفضله

اس لئے نسبت میں نوادی کہلاتے ہیں اتحاف میں سال ولادت ۸۱ھ ہے جو تائخین کی تحریف ہے۔

تحصیل علوم..... ابتداء میں اپنے شہرہ میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا پھر ۶۳۹ء میں انیس برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ مدرسہ رواجہ دمشق میں آگئے اور وہاں کمال الدین اسحاق بن احمد جعفری رضی بن برہان زین الدین بن عبد الدائم عماد الدین بن عبد الکریم، زین الدین خلف بن یونس، نقی الدین بن ابی الیسر، جمال الدین بن الصیرفی سے علم حاصل کیا اور اپنے وقت کے بہت بڑے امام بنے، علامہ عبدالحی صاحب لکھتے ہیں۔

و برع فی العلوم و صار محققاً فنیونہ ما فقی عملہ حافظاً للحديث عارفاً بانواعہ

علوم میں بہت نمایاں، فنون میں محقق، عمل میں مدقق حافظ حدیث اور اس کے انواع سے باخبر تھے۔

حالات زندگی..... ۶۵۱ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کیلئے گئے اور مدینہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا وقت کے بہت پابند تھے اور کھانا صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھاتے تھے آپ نے زندگی بھر شادی نہیں کی آپ بہت ہی سربلج التصنیف تھے کہا جاتا ہے کہ لکھتے لکھتے جب آپ کا ہاتھ تھک جاتا تب آپ قلم رکھتے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

لئن کان هذا الدمع یجری صباۃ علی غیر سعدی فہود مع مضیع

آپ کی مجموعی تصانیف کا حساب لگایا تو یومیہ دو کراسہ سے زائد کا اوسط پڑا۔

افضل الجہاد کلمتہ حق عند سلطان جائز..... علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن الحاضرہ میں ذکر کیا ہے کہ جب شاہ ظاہر پھرس نے ملک شام میں تاتاریوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو اس نے علمائے اس بات کا فتویٰ طلب کیا کہ میں دشمن کے مقابلہ کیلئے رعیت سے مال لے سکتا ہوں چنانچہ تمام علمائے اس کی رائے کے مطابق فتویٰ دیدیا اس کے بعد ظاہر نے دریافت کیا کہ تمہارے علاوہ کوئی اور ایسا عالم ہے جس نے فتویٰ نہ دیا ہو۔ علمائے کہا ہاں! شیخ محی الدین نوادی ہیں ظاہر نے آپ کو بلوا کر فتویٰ کی فرمائش کی تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ فتویٰ نہیں دے سکتا، ظاہر نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو امیر بند و قدر کا غلام اور بالکل نادار تھا اللہ نے تجھے حاکم بنادیا تو اب تیرے پاس سونے چاندی میں لدے ہوئے ایک ہزار غلام اور دو سو باندیاں ہیں سو جب تو کروفر کا یہ تمام مال صرف کر چکے تب رعیت سے مال لینے کا فتویٰ دے سکتا ہوں۔

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو بای

آئین جو ان مرداں حق گوئی و بیباکی

یہ سکر ظاہر نہایت غضب ناک و یرہم ہوا اور امام نوادی سے کہا کہ تو میرے شیر یعنی دمشق سے نکل جا، آپ نے فرمایا "السمع والطاعة" چنانچہ آپ دمشق سے نوئی آگئے علمائے ظاہر سے سفارش کر کے واپسی کی اجازت حاصل کی مگر آپ نے فرمایا کہ جب تک ظاہر دمشق میں موجود ہے میں وہاں قدم بھی نہ رکھوں گا اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی ظاہر کا انتقال ہو گیا۔ تصانیف..... آپ کی تصانیف میں شرح مسلم نہایت مشہور و مقبول کتاب ہے بلکہ علمی حلقوں میں آپ شارح مسلم ہی کی حیثیت سے مشہور ہیں اس کا نام "المہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ہے نیز ریاض الصالحین کو بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے اور بعض مدارس میں داخلہ درس ہے ان کے علاوہ دیگر تصنیفات یہ ہیں۔

(۳)۔ تہذیب الاسماء واللغات: اس میں آپ نے وہ تمام الفاظ جمع کر دیئے ہیں جو مختصر مزنی تہذیب، ضبط تنبیہ،

وجیز اور روضہ میں ہیں مزید براں مردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہ کے اسماء کا آپ نے اضافہ کیا ہے کتاب کے دو حصے ہیں ایک حصہ میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات اسی لئے آپ کو تہذیب الاسماء واللغات کہا جاتا ہے۔ ۳۔ الروضہ، ۵۔ شرح

المهذب، ٦- كتاب الاذکار، ٧- کتاب المناسک، ٨- الاربعون، ٩- النبیان فی آداب حملہ القرآن، ١٠- الاشارات فی
 مہمات الحدیث، ١١- التحریر فی الفاظ التبیہ، ١٢- الخلاصہ، ١٣- الارشاد، ١٤- التقریب فی اصول الحدیث، ١٥- التیسیر مختصر
 الارشاد، ١٦- تحفہ الطالب، ١٧- شرح التبیہ، ١٨- کلت علی الوسیط، ١٩- شرح الوسیط، ٢٠- شرح البخاری کچھ حصہ، ٢١-
 ردؤس المسائل، ٢٢- رسالہ فی الاستتقاء، ٢٣- رسالہ فی استحباب القیام لایل الفضل، ٢٤- رسالہ فی تسبیح الغنائم والاصول
 والضوابط، ٢٥- الاشارات علی الروضہ، ٢٦- شرح سنن ابوداؤد نامکمل ہے۔

وفات..... جب آپ بیت المقدس کی زیدت کر کے واپس ہوئے تو اپنے والدین کی موجودگی میں شب چہد شنبہ ۱۴ ربیع الثانی ۶۷ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا گیا۔

بشائر قلبی فی قدومی علیہم۔ ویا لسروری یوم سیری الیہم
وفی رحلتی یصفو مقامی وحبلاً۔ مقام بہ حظ الرجال لیدیہم
ولا زادلی الا یقینی بانہم۔ لہم کرم یعنی الوفود علیہم
انتقال کے بعد آپ کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے گئے۔

رأى الناس منه زهد يحيى سميه. وتقواه فيما كان يبدى ويخفيه
 تحلى بأوصاف النبى وصحبه. وتابعهم هديا فمن ذايدانيه
 فطوبى له ما شاقه طيب مطعم. ولا ملبس لانت ورقت حواشيه
 يسرا اذا ما سدوا الخضم حجته. وان ضل عن قصد الحجة يهديه
 قضى وله علم تجدد ذكره. وغشيره فالله هر هيات يطويه
 بكى فقد علم الحديث واهله. راويه والكتب الصحاح وقاربه
 ولاح على وجه العلوم كاتبه. تخبر ان العلم قد مات محييه

(۱۷۴) صاحب تنویر الابصار

نام و نسب اور تحقیق نسبت شیخ الاسلام محمد بن عبد اللہ بن احمد خلیب بن محمد خلیب بن ابراہیم خلیب التمر تاشی الغزنی لکھنوی تمر تاشیہم تادیم و سکون راء خوارزم کا ایک گاؤں ہے (کنذانی الطحطاوی) غزنی ملک شام میں ایک شہر ہے جس کو غزہ پرہاشم کہتے ہیں قاموس میں ہے کہ غزنی فلسطین میں ایک شہر ہے جہاں امام شافعی پیدا ہوئے تھے اور وہیں ہاشم بن مناف نے وفات پائی تھی۔

تحصیل علوم آپ نے پہلے اپنے شرغزہ کے علما کبار سے علوم کی تحصیل کی پھر قاہرہ جا کر شیخ زین بن غنیم مصری صاحب بحر الرائق اور امین الدین بن العال وغیرہ سے استفادہ کیا اور اپنے زمانہ کے محدث کبیر و فقیہ بے نظیر بنے شیخ عبد الباقی الخلیل اور شیخ صالح المحطی اشیاء و نظائر وغیرہ علما مہار نے آپ سے علم حاصل کیا۔

تصانیف آپ کی تصانیف میں سے نور الابصار فقہ میں نہایت مشہور متن ہے جس میں آپ نے غایت درجہ تحقیق و تدقیق کی اور خود اس کی شرح بھی لکھی ہے جس کا نام مخ الغفار ہے جس پر شیخ الاسلام خیر الدین رحلی نے حواشی لکھے ہیں دوسری محققانہ تصانیف یہ ہیں، تحفۃ الاقران فقہ میں مظلومہ ہے حاشیتہ الدرر الغرر، شرح کنز، شرح زاد الفقیر، شرح وقایہ، فتاویٰ دو جلدوں میں ہے شرح منار اصول فقہ میں شرح مظلومہ ابن وہبان، معین المفتی علی جواب المستفتی، رسالہ کراہت فاتحہ خلف الامام، رسالہ عصمت انبیاء رسالہ عشرہ مبشرہ وغیرہ۔

١. از طبقات الشافعية، مقدمه تدوين الراوى، الرسالة المستطرفة، التعليقات السنية، حسن الحاضر وغيره ١٢٥.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

كان فقيها محدثا لغويا ذامشار كة تامة في جميع العلوم
آپ فقیہ، محدث، لغوی تھے اور دیگر تمام علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔
علامہ سیوطی بغیۃ الوعایہ میں تحریر فرماتے ہیں :

وهو حامل لواء اللغة في زمانه

ان کے دور میں لغت کا جھنڈا انہی کے ہاتھوں بلند تھا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں : ”وكان اليه السمت في اللغة“ ان کے دور میں فن لغت کی انتہا ان ہی پر ہوئی تھی۔
حضرت نظام الدین اولیاء کا زمانہ صفائی کے قریب ہی قریب ہے بلکہ اگر لقاء ثابت نہ ہو تو معاشرت یقینی ہے
حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کو جو علاء الدین امیر حسن سبجری نے ”فوائد الفوائد“ کے نام سے قلمبند کیا ہے اس
میں شیخ صفائی کی بابت لکھا ہے کہ

دراں ایام در حضرت دہلی علما کبار بودند باہمو (صفائی) در علوم متساوی بود امانو علم حدیث

ازہمہ ممتاز و هیچ کس مقابل اونہوڈ۔

ان دنوں دہلی میں بڑے بڑے علما تھے اور علوم میں صفائی ان کے مساوی تھے لیکن علم حدیث میں صفائی کو سب پر
امتیاز حاصل تھا اس علم میں ان کا مد مقابل کوئی دوسرا نہ تھا۔
اسی فوائد الفوائد میں حضرت نظام الدین کا قول منقول ہے ”اگر حدیث پر اد مشکل شدے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام
را خواب دیدے و صحیح کر دے۔“

وفات..... بعد خلیفہ مستعصم باللہ شہر بغداد میں خدا کی یہ رحمت ۶۵۰ھ میں خزانہ رحمت کی طرف منتقل ہو گئی اور
وصیت کے مطابق آپ کو مکہ معظمہ میں دفن کیا گیا۔
تصنیفات و تالیفات..... آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں اور فقہ و حدیث اور لغت وغیرہ میں متعدد کتابیں آپ نے
دنیا اسلام کے سامنے پیش کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) مشارق الانوار..... اس کا پورا نام ”مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ“ ہے آپ کی یہ مشہور کتاب
حدیثی انتخاب کا بہترین مجموعہ ہے جو عام اسلامی ممالک میں مدت تک زیر درس رہا، متن حدیث پڑھانے کیلئے اس سے اچھا
مجموعہ مکتوب الاسانید حدیثوں کا شاید اب بھی پیش کرنا دشوار ہی ہے۔

جب آپ ہندوستان سے سفیر ہو کر بغداد گئے اس وقت مستنصر باللہ عباسی خلیفہ کا عہد تھا اسی کے حکم کے بموجب
آپ نے حدیثوں کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہے جو صحیحین کی دو ہزار دو سو چھیالیس احادیث کا نہایت عمدہ انتخاب ہے جس کو
حق تعالیٰ نے غیر معمولی حسن قبول عطا فرمایا ہے کہتے ہیں کہ خود خلیفہ مذکور نے یہ کتاب شیخ سے پڑھی ہے۔

(۲) کتاب العباب..... یہ لغت کی بہترین کتاب ہے مگر انیسویں کے پوری نہیں ہو سکی اور نیم تک پہنچنے پہنچے ممت
ہو گئی حتیٰ قبل فیہ

ان الصفائی الذی. حاز العلوم والحکم کان قصاری امره. ان التھی الی بکم

علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے ابن سیدہ کی ”الحکم“ اور صفائی کی ”العیاب“ دونوں کو ملا کر ساتھ جلدوں میں لغت
لکھی تھی اسی کا خلاصہ قاموس ہے حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ ”عربی زبان کے اس ہندی لغوی (صفائی) کے بعد جس نے
جہاں کہیں بھی عربی لغت پر جو کچھ بھی لکھا ہے وہ ایک لحاظ سے صفائی ہی کا زلہ رہا ہے انہی کی محنت و تلاش و تجر و اجتہاد کا
مرہون منت ہے صفائی کی دیگر تصنیفات یہ ہیں۔ ۳۔ مصباح الدجی من احادیث المصطفیٰ، ۴۔ الشمس المنیرہ من الصحاح

لے قال لریالی وکان لوموم بونی وقتہ نکاح تحرق ذلک الوم من ذلک الوم برمانی فضل لاصلا علما شکر اذ فارقاہ فلفقنی شخص انہی فی سیمتہ فنانہ وذلک سیدہ انہی ۱۱

المأثورہ، ۵۔ درۃ السحاب فی دفات الصحابہ، ۶۔ شرح بخاری، ۷۔ مجمع البحرین لغت کی نہایت ضخیم کتاب ہے چودہ جلدوں میں تمام لغات عرب پر حاوی ہے، ۸۔ کتاب الشولوزیہ بھی لغت میں ہے، ۹۔ کتاب الافعال، ۱۰۔ کتاب العروض، ۱۱۔ کتاب النوادر فی اللغۃ والترکیب، ۱۲۔ زبدۃ المناہک، ۱۳۔ کتاب الفرائض، ۱۴۔ درجات العلم والعلماء، ۱۵۔ کتاب اسماء الفقارہ، ۱۶۔ کتاب اسماء الاسد، ۱۷۔ کتاب اسماء الذئب، ۱۸۔ بغیۃ الصدیان، ۱۹۔ شرح ابیات المفصل، ۲۰۔ تکملۃ الصحاح اس میں صحاح جوہری کے اغلاط کی تصحیح کی ہے۔

ان کے علاوہ آپ نے احادیث موضوعہ میں دور سارے بھی لکھے مگر ان میں تشدد اختیار کیا ہے اور موضوع احادیث کے ساتھ غیر موضوع احادیث کو بھی ذکر کر ڈالا ہے اسی لئے آپ ابن الجوزی اور صاحب سفر السعاده جیسے متقدمین میں شہرہ ہوتے ہیں، مولانا عبدالحی صاحب نے اس قسم کے متقدمین محدثین کا تذکرہ اپنے رسالہ ”الاجوبۃ الفاضلۃ للاسولۃ العشرۃ الکاملہ“ میں کیا ہے۔

حافظ سخاوی نے فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ علامہ صاغانی نے اپنے ان رسالوں میں ”الشہاب القضاعی“، ”مجموع“، ”ملا فی شئ“ اور اربعین ابن ودعان ”الوصیۃ“، علی ابن ابی طالب خطبۃ الوداع احادیث ابی الدنیا الاشج اور تسطور و نعیم بن سالم، دیلم و سحران وغیرہ سے احادیث ذکر کی ہیں و فیہا التخییر ایضاً من اصح واحسن وما فیہ ضعف یسر۔

(۱۷۷) صاحب نظرات و عبرات

نام و نسب اور پیدائش..... سید مصطفیٰ لطفی بن محمد لطفی بن محمد حسن لطفی مظلوطی، صوبہ سیوط کے شہر مظلوط میں ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اور اپنے شریف گھرانہ میں پرورش پائی جو دینی عظمت اور فقیہی میراث کا مالک تھا ان کے گھرانہ میں تقریباً دو سو سال تک شرعی قضا کا عہدہ اور صوفیہ کی گدی درجۃ چلی آرہی تھی۔

تحصیل علوم..... اپنے آبائی دستور کے مطابق مظلوطی کی بھی تعلیم و تربیت ہوئی رہی چنانچہ اس نے مدرسہ میں قرآن مجید حفظ کیا، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی اور باوجودیکہ ان کا دل مائل بتقویٰ تھا اور آبائی سلسلہ بھی متقاضی تھا کہ وہ دینی تعلیم میں دلچسپی لیں لیکن ان کی توجہ صرف لسانیات و ادبیات ہی پر مرکوز رہنے لگی وہ اشعار یاد کرتے، نادر کلام ضبط کرتے، اشعار نظم کرتے اور مضامین لکھتے تھے، ازہریوں میں ان کی ذہانت اور ان کے حسن اسلوب نگارش کی شہرت ہونے لگی تو مفتی محمد عابد نے انہیں اپنا مقرب بنالیا، انہیں ادب و زندگی کے بلند مقصد اور اس تک پہنچنے کیلئے بہترین راستہ سے باخبر کیا، مفتی محمد عابد کے قرب سے مظلوطی نے سعد باشا زغلول سے راہ و رہم پیدا کر لی اور ان دونوں عظیم شخصیتوں کے قرب نے اسے رسالہ ”الموید“ کے مالک کی نظر میں بلند مرتبہ بنادیا یہی سب سے بڑی وہ تین قوتیں ہیں جنہوں نے مظلوطی کی فطری صلاحیت اور اس کے والد کی تربیت کے بعد اسے کامیاب ادیب بنانے میں نمایاں حصہ لیا۔

قید و بند اور ابتلاء مصائب..... ازہر کی طالب علمی کے زمانہ میں ان پر الزام لگایا گیا کہ اس نے ایک ہفتہ وار رسالہ میں خدیو عباس علمی ثانی کی ہجو میں قصیدہ کہہ کر شائع کر لیا ہے چنانچہ اس الزام میں اس کو قید کی سزا دی گئی اور اس نے جیل میں اپنی سزا کی مدت پوری کی اور جب مفتی محمد عابد کا انتقال ہو گیا تو ان سے امید اور ان پر اعتماد کی وجہ سے مظلوطی کو بہت صدمہ ہوا اور وہ ناامید ہو کر اپنے وطن واپس آگیا۔

تصبیہ داری اور قسمت کی پادری..... ایک مدت کے بعد اس کی مردہ امیدوں میں جان آئی تو وہ رسالہ ”الموید“ کے ذریعہ اپنی کامیابی کے ذرائع تلاش کرنے لگا اور جب وزارت تعلیم سعد باشا کو ملی تو انہوں نے اپنی وزارت میں مظلوطی کو عربی

کا انشاء پر داز مقرر کر لیا، پھر جب سعد باشا وزارت قانون میں منتقل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ مظلوطی کو بھی لے گئے اور اسی قسم کا عمدہ وہاں دیدیا پھر حکومت سعد باشا کی مخالف پارٹی کے ہاتھ میں چلی گئی تو یہ بھی وہاں سے چلے گئے پھر جب پارلیمنٹ قائم ہوئی تو انہیں سعد باشا نے وہاں انشاء پر دازی سے متعلق ایک عمدہ پر مقرر کر دیا جس پر آپ تادم حیات قائم رہے۔

حلیہ اور اخلاق و عادات..... مظلوطی نہایت سڈول اور متناسب بدن، خوش مذاق و خوش وضع، لطیف الفکر اور عمدہ اسلوب والے تھے ان کے قول و فعل سے نہ عبقریت کی جھلک نظر آتی تھی اور نہ غیاوت و کج فہمی کی وہ بات کو صحیح طور پر سمجھ لیتے تھے مگر ذرا دیر کے بعد ان کی فکر لغزشوں سے پاک رہتی تھی مگر اس کیلئے انہیں کچھ کوشش کرنی پڑتی تھی وہ درحقیقت الحس تھے لیکن قدرے سکون کے ساتھ وہ بڑی احتیاط سے لب کشائی کرتے تھے اور یہ خصائل جس میں سمجھی ہوں لوگ اسے غبی اور جاہل سمجھیں گے یہی وجہ ہے کہ وہ مجلسوں سے کنارہ کش بحث و جدال سے گریزاں رہتے اور تقریر کرنے کو ناپسند کرتے تھے ان خصائل کے ساتھ وہ رفیق القلب، صاف دل، پاک نفس، نیک طینت، صحیح العقیدہ اور فیاض طبع تھے اور اپنی تمام صلاحیتوں کو خاندان و وطن اور انسانیت پر نثار کرنے والے تھے۔

اسلوب نگارش..... مظلوطی فطر تا ادیب پیدا ہوئے تھے، ان کے ادب میں آمد آورد سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ تکلف سے نہ کوئی نیا ادب پیدا ہوا ہے نہ کوئی مستقل اسلوب، ان کے زمانہ تک فنی نثر قاضی کے ادب کی ایک بگڑی ہوئی شکل یا ابن خلدون کے فن کا ایک بقیہ ڈھانچہ تھی لیکن آپ اس کے اسلوب کو ان دونوں میں سے کسی کا چربہ نہیں کہہ سکتے، اپنے زمانہ میں مظلوطی کا اسلوب بالکل ایسا ہی تھا جیسے ابن خلدون کا اسلوب اپنے زمانہ میں بالکل انوکھا جسے بغیر کسی نمونے کے کسی زوردار طبیعت نے ایجاد کر لیا ہو۔

افسانہ نگاری..... مظلوطی سب سے پہلا افسانہ نویس ہے اور اس نے اس فن کو اس حد تک عمدہ اور کامل بنادیا جس کی توقع اس جیسے ماحول میں پیدا ہونے والے اور اس کے دور کے لکھنے والوں سے نہیں کی جاسکتی تھی مظلوطی کے ادب کے پھیلنے کا راز یہ ہے کہ وہ اس زمانہ میں رونما ہوا جو خالص ادب پر جمود و اضمحلال طاری تھا اور اس عالم میں اچانک لوگوں کو اس کے یہ دلچسپ افسانے نظر آئے جو پاکیزگی اسلوب، شیریں بیانی اور حسن الفاظ کے ساتھ نہایت عمدگی سے درد و غم کی مصوری اور نہایت دلکش اسلوب سے معاشرہ کے عیوب کی نشاندہی کر رہے تھے۔

ادبی خامی اور کوتاہی..... مظلوطی کے ادب میں دو ایسی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے اسے دوام نہیں ہو سکا ایک لفظی کمزوری دوم معنوی تنگی، لفظی کمزوری کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اپنی زبان کا وسیع علم اور اس کے ادب پر گہری نظر حاصل نہ تھی یہی وجہ ہے کہ آپ اس کے بیان اور تعبیر افکار میں غلطی، زائد الفاظ کی بھرمار اور الفاظ کا بے محل استعمال پائیں گے معنوی تنگی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نہ تو علوم شرقیہ کو بکمال حاصل کیا تھا اور نہ وہ مغربی علوم سے براہر است و اقیفیت رکھتے تھے یہی سبب ہے کہ آپ ان کی فکر میں سطحیت، سادگی، محدودیت اور ادھوراپن پائیں گے مختصر یہ کہ نثر میں مظلوطی کو وہی مقام حاصل ہے جو بارودری کو شاعری میں حاصل تھا دونوں نے اپنی اپنی جگہ احیاء و تجدید ادب کا فریضہ انجام دیا اپنے لئے ایک معین اور واضح اسلوب اختیار کیا اور ادبی اسلوب کو ایک منجمد حالت سے دوسری بہتر حالت میں منتقل کر دیا۔

وفات..... مظلوطی نے ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں وفات پائی، وفات کے وقت ان کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی۔

تصانیف و تراجم..... (۱) النظرات تین جلدوں پر مشتمل ہے جس میں اس کے وہ تمام مضامین جمع کر دیئے گئے جو رسالہ ”المؤید“ میں شائع ہوتے رہے ان میں کچھ تو تنقیدی ہیں کچھ اجتماعیات اور وصف سے متعلق ہیں اور کچھ کہانیاں ہیں۔ (۲) العبرات اس میں اس کے طبع زلو یا مخوذ افسانے ہیں (۳) مختار المظلوطی یہ قدیم شاعروں اور لویوں کے اشعار و مضامین کا انتخاب ہے۔

اس کے بعض دوستوں نے فرانسیسی زبان سے اس کیلئے الفونس کاء کی تصنیف ”میدولین“ (زیر فون در ختین کے

سایہ تلے) برناؤی سان پیر کی تصنیف بول دور چینی (نفیلت) لؤمون رشان کی تصنیف ”سیر انودر گر اک“ (شاعر) کے ترجمے کئے جنہیں اس نے آزادانہ اپنے الفاظ میں منتقل کر دیا اور اس طرح اس نے عربی ادب کے سرمایہ میں گرانقدر دولت کا اضافہ کیا جس نے جدید افسانہ نگاری کو بڑی قوت بخشی اور قابل اقتدار نمونہ فراہم کیا۔ ۱۔

(۱۷۸) صاحب تیسیر

نام و نسب اور پیدائش..... شیخ ابو عمر عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمر الدانی مقام دانیہ کے باشندے تھے اس لئے نسبت میں دانی کہلاتے ہیں سنہ پیدائش ۲۷۱ھ ہے آپ فن قرأت کے امام حدیث طرق حدیث اور اسماء و جال کے ماہر، عمدہ خطاط، جید الخط، ذکی و ذہین، متقی و پرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے۔

حالات علوم و حالات زندگی..... ۳۸۶ھ میں علم کی تحصیل شروع کی ۳۹۷ھ میں مشرق کی طرف گئے اسی سال شوال میں مصر گئے اور یہاں ایک سال قیام کیا پھر حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور ماہ ذیقعدہ ۳۹۹ھ میں اندلس آئے پھر ۴۰۳ھ میں سرحد کی طرف نکلے اور سر قسط میں سات سال قیام کیا وہاں سے قرطبہ گئے اور ۴۱۷ھ میں قرطبہ سے اپنے وطن دانیہ میں آئے اور آخر تک یہیں قیام پذیر رہے صاحب مفتاح السعاده نے آپ کا تعارف بایں الفاظ کر لیا ہے۔

كان احد الانعماء في علم القرآن درواياته وتفسيره ومعانيه وطرقه واعرابه.

آپ علم قرآن اس کی روایت تفسیر اس کے معانی طرق اور اعراب کے امام تھے۔

قوت حافظہ..... آپ فرماتے تھے کہ میں نے جو چیز دیکھی اسے لکھ لیا اور جو لکھا اسے حفظ کر لیا اور جو کچھ حفظ کیا اسے کبھی نہیں بھولا۔

تصانیف..... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں ”التیسیر“ فن قرأت سبعہ میں بہت مشہور اور عربی مدارس میں داخل درس ہے دیگر تصنیفات یہ ہیں جامع البیان، الاقتصاد، المقنع، یہ رسم مصحف پر ہے الحکم یہ نقطہ پر ہے الخوی یہ طبقات القراء پر ہے الفتن والملاحم شرح قصیدہ خاقانی وغیرہ۔

وفات..... آپ نے تقریباً تتر سال کی عمر پا کر بروز دوشنبہ ۱۵ شوال ۴۴۴ھ میں وفات پائی۔ ۲۔

(۱۷۹) صاحب رسالہ حمیدیہ

حسین بن محمد بن مصطفیٰ الجسر ۲۶۱ھ میں طرابلس میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پائی ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر مصر آئے اور ۲۷۹ھ میں جامعہ ازہر میں داخل ہوئے اور ۲۸۴ھ تک رہے اور عالم جید ہو کر طرابلس واپس ہوئے کہا جاتا ہے کہ جس کا خاندان مصری الاصل تھا ۱۷۰۷ء کے لگ بھگ ان کے اسلاف دیماط سے نکال دیئے گئے تھے اب وہ مختلف مقامات میں جا کر آباد ہو گئے۔

آپ فقہ و ادب کے بہترین عالم تھے اور مفید کتابیں بھی تالیف کیں جن میں ”الرسالۃ الحمیدیہ فی حقیقۃ الدیانۃ الاسلامیہ“ بہت مشہور و معروف اور مقبول کتاب ہے اس میں آپ نے شریعت اسلام کے عقائد و رموز و اسرار اچھوتے انداز میں بیان کئے ہیں اور اس میں فلسفہ جدید کی روشنی میں بہت سے حقائق کا انکشاف کیا ہے کتاب کی عمدگی کی بناء پر بعض مدارس عربیہ میں شامل نصاب کر لی گئی ہے اس کے علاوہ آپ نے الحصول الحمیدیہ فی العقائد الاسلامیہ نزہۃ الفکر اشارات الطاعن فی حکم صلوة الجماعة ریاض طرابلس الشام ۱۰ جلدوں میں، الکوکب الدرہ فی الفنون الادبیہ اور

۱۔ از کتاب الاعلام، تاریخ ادب عربی ۱۲۔ ۲۔ از مفتاح السعاده، مقدمہ عنایات رحمانی ۱۲

”طرابلس“ کے نام سے ایک اخبار بھی نکالا تھا آپ نے طرابلس ہی میں ۱۳۲۷ھ میں وفات پائی۔

(۱۸۰) صاحب شرح عقائد جلالی

یہ عقائد عضدیہ کی شرح جلال الدین دوانی کی ہے جن کے حالات ”صاحب ملاجلال“ کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۸۱) صاحب تدریب الراوی

(۱۸۲) صاحب شرح نقایہ

شیخ نور الدین علی بن سلطان بن محمد المشہور بالقاری الہروی ہرات میں قارہ نای ایک گاؤں میں پیدا ہوئے اور طلب علم کیلئے ہرات سے مکہ معظمہ حاضر ہو کر محقق وقت شیخ احمد بن حجر عسقلانی، علامہ ابوالحسن بکری، شیخ عبداللہ سندھی، شیخ قطب الدین مکی وغیرہ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی اور تفسیر حدیث، فقہ، کلام، منطق، فلسفہ غرض ہر فن میں مہارت حاصل کر کے اپنے وقت کے امام بنے بالخصوص تحقیق و تدقیق میں آپ کا بہت اونچا مقام ہے مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں۔

احد صدور العلم فرد عصره الباهر السميت في التحقيق
روساء علم من سلكه من دور الى دور في تحقيق وتفويض في بڑے نمایاں تھے۔
آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں اور بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور ایسی عمدہ اور مقید مجموعہ نفائس و فرائد کہ ان کی وجہ سے آپ کو بیسویں صدی کا مجدد کہا جاتا ہے مولانا عبدالحی صاحب لکھتے ہیں:

وكلها مفيدة بلغت الى مرتبة المجددية على راس الف

آپ کی سب تصانیف مفید ہیں اور آپ کو سوئیں صدی کے مجدد ہونے کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔
آپ کی تصنیفات میں شرح نقایہ کتب فقہ میں نہایت اہم درجہ رکھتی ہے اور بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اس کا اصلی نام ”فتح باب العنايۃ فی شرح نقایہ“ ہے حضرت شاہ صاحب کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ ”یہ کتاب ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ فقہ حنفی کے مسائل احادیث صحیحہ سے مبرا نہیں ہیں اس میں آپ نے تمام مسائل پر محدثانہ کلام کیا ہے نیز مزمر قاعہ شرح مشکوٰۃ بھی آپ کی معرکہ آراء تصنیف ہے بجز اللہ اب تو بمبئی اور ملتان دو جگہ سے شائع ہو چکی ہے ورنہ کچھ دن پہلے اس کے نئے چھ سو روپیہ میں بھی دستیاب نہیں ہو سکے، دیگر تصانیف یہ ہیں۔

- ۳۔ نور القاری شرح صحیح البخاری، ۴۔ شرح صحیح مسلم، ۵۔ جمالین حاشیہ جلالین، ۶۔ شرح شفاء قاضی عیاض، ۷۔ جمیع الوسائل شرح الشمال، ۸۔ شرح جامع الصغیر فی حنیث البشیر النذیر لسیوطی، ۹۔ شرح حصن حصین، ۱۰۔ شرح اربعین نواری، ۱۱۔ شرح الجزریہ، ۱۲۔ شرح الخبیہ، ۱۳۔ شرح فقہ اکبر، ۱۴۔ شرح الشاطیہ، ۱۵۔ شرح ثلاثیات البخاری، ۱۶۔ شرح موطا امام محمد، ۱۷۔ سند الانام شرح مسند الامام، ۱۸۔ شرح مناسک حج، ۱۹۔ الاثمار الجینہ فی اسماء الحنفیہ، ۲۰۔ نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب شیخ عبدالقادر، ۲۱۔ تزیین العبارة فی تحسین الاشارة، ۲۲۔ التذهین للتزین یہ دونوں رسالے تشہد میں انگلی اٹھانے کے سلسلہ میں ہیں، ۲۳۔ الحظ الاوفر فی الحج الاکبر، ۲۴۔ التاموس فی تلخیص القاموس، ۲۵۔ تذکرۃ الموضوعات، ۲۶۔ الابتداء فی الاقتداء، ۲۷۔ فرائد القلائد فی تخریج احادیث شرح

العقائد، ۲۸. الصنوع فی معرفۃ الموضوع، ۲۹. كشف الخضر عن المر الخضر، ۳۰. ضوء المعالی شرح بدر الامالی، ۳۱. معدن العدنی فی فضائل اویس القرنی، ۳۲. الاحادیث القلمیہ والکلمات الانسیہ، ۳۳. تباعد العلماء عن تقرب الامراء، ۳۴. الحزب الاعظم، ۳۵. حاشیہ مواهب اللدنیہ، ۳۶. بهجۃ الانسان فی منحة الحيوان، ۳۷. شرح عین العلم، ۳۸. اربعین فی النکاح، ۳۹. اربعین فی فضائل القرآن، ۴۰. اعراب القاری، ۴۱. رسالۃ فی صلوة الجنائزۃ فی المسجد، ۴۲. مشرب الوردی فی مذهب الہدی، ۴۳. رسالہ فی والدی المصطفیٰ، ۴۴. رسالہ فی حکم سب الشیخین وغیر ہما من الصحابہ، ۴۵. رسالہ فی ترکیب لا الہ الا اللہ، ۴۶. رسالہ فی قرۃ البسملة اول سورۃ البرۃ۔
آپ نے مکہ معظمہ میں ماہ شوال ۱۰۱۳ھ میں وفات پائی۔

(۱۸۳) صاحب اسباق الخو

نام و نسب اور پیدائش..... مولانا حمید الدین بن مولوی عبدالکریم فرہای ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں ”پھرہا“ میں ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے جو آپ کا پدری وطن ہے اسی پھرہا کو عربی شکل دے کر مولانا اپنے نام کے ساتھ کبھی کبھی فرہای لکھا کرتے تھے آپ کا خاندان ضلع کے معزز خاندانوں میں سے شہد ہوا ہے آپ مولانا شبلی مرحوم کے ماموں زاد بھائی تھے۔
تحصیل علم..... سب سے پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا پھر فارسی کی ابتدائی کتابیں اسی ضلع کے ایک دیہات چٹارا کے باشندہ مولوی مہدی حسین صاحب سے پڑھیں فارسی زبان اور فارسی ادب کا ذوق ان میں بچپن ہی سے نمایاں تھا اس لئے فارسی زبان میں بہت جلد اس قدر ترقی کی کہ شعر کہنے لگے عربی زبان کی تحصیل زیادہ تر مولانا شبلی مرحوم سے کی اور مولانا شبلی سے کسب فیض کرنے کے بعد کچھ مدت تک مولانا عبدالحی لکھنوی کے حلقہ درس میں شرکت کی پھر لاہور کا سفر کیا اور یہاں مشہور ادیب مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر تھے ان کی شاگردی سے آپ نے پورا فائدہ اٹھا کر عربی زبان اور دینی علوم کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد کم و بیش بیس سال کی عمر میں انگریزی زبان کی تحصیل کیلئے علی گڑھ کالج میں داخل ہوئے اور یہاں انگریزی اور دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ خاص توجہ سے فلسفہ جدیدہ کی تحصیل کی اور اس میں امتیاز حاصل کیا۔

درس و تدریس..... سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں مدرسۃ الاسلام کراچی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے جہاں آپ نے کئی سال بسر کئے اس کے بعد ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور یہاں دو سالہ قیام کے بعد ۱۹۰۸ء الہ آباد یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے ۱۹۱۰ء میں اعظم گڑھ کے سرانے میر نامی مقام میں آبادی سے باہر ایک باغ میں مدرسۃ الاصلاح کی بنیاد رکھی ۱۹۱۳ء کے اوائل میں آپ الہ آباد سے حیدر آباد آئے اور یہاں دارالعلوم حیدر آباد کے صدر پرنسپل بنائے گئے۔

وفات..... آپ ابتداء سے ورزش کے عادی تھے جس کا اثر آپ کی صحت پر بہت نمایاں تھا لیکن آپ کو کبھی کبھی پیشاب کے رک جانے کی شکایت تھی یہ تکلیف آپ کو کئی بار ہوئی اور آخری مرتبہ آپریشن کرنا پڑا جو ناکام رہا اور ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۳۰ء کو انتقال فرما گئے اور تھرائس (جہاں آپریشن ہوا تھا) غریبوں کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

تصنیفات و تالیفات..... تفسیر نظام القرآن، مفردات القرآن، الامعان فی اقسام القرآن، الراى الصحيح فیمن ہوالذبیح، جمہرہ البلاغۃ، اصول التاویل، القائد الی عیون العقائد، الحج القرآن، کتاب الرسوخ فی معرفۃ الناسخ و

المنسوخ، الرائع فی اصول الشرائع، الاکلیل فی شرح الانجیل، اسباق النحو وغیرہ۔

(۱۸۴) صاحب اصول بزودی

نام و نسب..... شیخ فخر الاسلام ابوالحسن علی بن محمد بن حسین بن عبدالکریم بن موسی بن مجاہد البرودی الحنفی قلعہ بزودہ جو سفت سے چھ فرخ کے فاصلہ پر ہے اس کی طرف منسوب ہو کر بزودی کہلاتے ہیں۔ علامہ کفوی نے آپ کے اور آپ کے بھتیجے احمد بن ابی الیسر کے اور عبدالکریم بن موسی کے تراجم کے ذیل میں عبدالکریم کو آپ کا دادا مانا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آپ کے پردادا ہیں چنانچہ علامہ سمعانی نے کتاب الانساب میں حافظ ذہبی نے سیر النبلاء میں اور ملا علی قاری نے طبقات میں یہی ذکر کیا ہے۔

عام حالات زندگی..... آپ ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور فروغ و اصول فقہ و حدیث مناظرہ و کلام وغیرہ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل کر کے مرجع خلافت بنے موانا عبداللہ صاحب نے آپ کا تعارف ان الفاظ میں کر لیا ہے، ”الامام الکبیر الجامع بین اشتات العلوم امام الدینیانی الفروع والاصول“ آپ حفظ مذاہب میں ضرب المثل تھے آپ نے ایک عرصہ تک سمرقند میں درس و تدریس اور قضاء کے فرائض انجام دیئے ہیں صاحب حدائق نے نقل کیا ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایک شافعی المذہب ہجر عالم آئے جن کے تجربہ کا یہ عالم تھا کہ وہ جس سے بھی مناظرہ کرتے اسی پر غالب آجاتے یہاں تک کہ اس نے بہت سے احتناق کو شافعی بنالیا یہ صورت حال دیکھ کر لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ وہ ان کی طرف توجہ کریں ورنہ ہم سب لوگ شافعی ہو جائیں گے آپ چونکہ گوشہ نشین آدمی تھے اس لئے آپ نے اولاً انکار کیا لیکن جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ خود اس عالم کے پاس تشریف لے گئے عالم مذکور نے امام شافعی کے فضائل و مناقب بیان کرنا شروع کئے اور کہا کہ ہمارے امام کا حافظہ اس قدر تھا کہ ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا اور ہر روز ایک ختم کرتے تھے نیز رات کو تراویح میں پورا قرآن پڑھا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ قرآن پاک ہتمام کمال ہے اور اس کو یاد کر لینا اہل علم کیلئے سہل مناسب ہے، تم سرکاری دفتر کا حساب و کتاب لاؤ اور دو سال کے آمد و خرچ کی سب تفصیل پڑھ کر مجھے سناؤ لوگوں نے ایسا ہی کیا آپ نے دفتر مذکور کو شاہی مہر لگو کر ایک مقفل مکان میں محفوظ کر دیا اور حج کیلئے تشریف لے گئے چھ ماہ بعد واپس ہوئے اور ایک عام جلسہ میں دفتر مذکور منگوا کر شافعی علم کے ہاتھ میں دیا اور دو سال کا حساب زبانی بلا کسی تغیر و تبدل کے سنا دیا، آپ کا یہ غیر معمولی حافظہ دیکھ کر وہ شافعی عالم شرم سے پانی پانی ہو گیا اور دوسرے حاضرین مجلس میں بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

تصانیف..... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے اصول فقہ میں آپ کی کتاب جو ”اصول بزودی“ کے نام سے مشہور ہے بعض مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے موصوف کی یہ کتابیں ایک ایسا متن ہے جس کی عبارتوں کا سمجھنا گویا لوہے کے بنے چپانے ہے لیکن اگر اس لوہے کے چپانے کی قدرت کسی میں پیدا ہو گئی تو پھر اس کیلئے واقعی جو چپانے کی چیزیں ہیں وہ کچھ بھی بانی نہیں رہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کیلئے تو فخر الاسلام نے یہ کتاب لکھی لیکن واقعی اصول فقہ کے مسائل کے سمجھنے اور ان پر حاوی ہونے کیلئے شاید ان ہی کے مشورے سے نہایت سلیس صاف اور واضح عبارت میں ان کے حقیقی بھائی جن کا نام محمد تھا اس فن میں اور اس کے علاوہ دوسرے فنوں میں ایسی کتابیں لکھیں کہ ایک طرف لوگوں نے فخر الاسلام کو ابوالحسن (مشکل عبارتوں کا باپ) کہا تو دوسری طرف ان کے بھائی کا نام ابوالیسر (آسانی و سہولت کا باپ) رکھ دیا مفتاح العسادة میں طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

وللامام فخر الاسلام البرودی اخ مشہور بابی الیسر تصنیفاته کما ان فخر الاسلام مشہور بابی

العسر لعسر تصنیفاته۔

امام فخر الاسلام بزدی کے ایک بھائی ہیں جو ابوالیسر سے مشہور ہیں ان کی تصنیفات کی سہولت و آسانی کی وجہ سے جیسے فخر الاسلام ابوالعسر سے مشہور ہیں ان کی تصنیفات کی دشواری کی وجہ سے۔

بزدی کے متن کی کیفیت بحر العلوم مولانا عبدالعلی شمس الثبوت کے دیباچہ میں ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وتلك العبارات كانها صخر موكزة فيها الجواهر و اراق مسورة فيها الرماهر تحيرت اصحاب الازهار

الناقبة في اخذ معانيها وقع الغاصون في بجارها بالصداف عن لا ليها دلا استحي من الحق واقول قول

الصدق ان جل كلامه العظيم لا قدر على حله الامن نال فضله تعانى الجسم وافي الله وله قلب سليم.

لوریہ عبارتیں گویا چٹانیں ہیں جن میں جواہر جڑے ہوئے ہیں یا پتے ہیں جن میں شگوفے چھپے ہوئے ہیں روشن ذہن و ذکاوت والے ان کے معانی حاصل کرنے میں متحیر ہیں اور ان عبارتوں کے سمندر میں غوطہ لگانے والے بجائے موتیوں کے سپوں پر قناعت کر رہے ہیں حق کے اظہار میں شرماتا نہیں اور سچی بات کہتا ہوں کہ ان کی باتیں جو عظیم ہیں۔ ان کو وہی حاصل کر سکتا ہے جس نے خدا کے فضل عظیم سے حصہ پایا ہو اور خدا کے پاس سے قلب سلیم لے کر دنیا میں آیا ہو۔

(۲) مبسوط..... اس کی گیارہ جلدیں ہیں (۳) تفسیر قرآن نہایت ضخیم ہے ۱۳۰ اجزاء پر مشتمل ہے اور ہر جزو کی ضخامت قرآن پاک کے حجم کے مانند ہے، (۴) شرح جامع صغیر، (۵) شرح جامع کبیر (۶) انشاء الفقہاء، (۷) شرح البخاری (۸) کتاب الامالی (۹) شرح ہدایہ وغیرہ۔

وفات..... آپ نے ۵ رجب ۸۲ھ میں مقام کش میں وفات پائی اور بزبان اقبال یہ کہتے ہوئے چھوڑ کر ماند بوتیرا چن جاتا ہوں میں رخصت اے بزم جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں

سبکدوش میں مدفون ہو گئے۔

تاریخی غلطی..... نواب صدیق حسن خاں نے ”الخط بذکر الصحاح السنہ“ میں آپ کا سنہ وفات ۸۸۲ھ مانا ہے جو بڑی فحش غلطی ہے اور یہ دراصل صاحب کشف الظنوں کی تقلید کرنے سے ہوئی ہے کیونکہ موصوف نے شرح بخاری کے تذکرہ میں یہی سنہ ذکر کیا ہے لیکن خود موصوف نے اصول بزدی کے ذیل میں ۸۲ھ ہی ذکر کیا ہے علاوہ ازیں صاحب کشف التواریخ موالید علماء و وفیات فضلاء کے سلسلہ میں کچھ ہیں بھی متساہل فمن قلده تقلیدا بحتا من غیر ان یقده نقدا فقد وقع فی الزلل واللہ العاصم عن الخطاء والخلل۔

هذا آخر ما اردته من جمع الاحوال والحمد لله على كل حال

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

پیغمبر ماہست شد ملک وجود از باعث او کون و مکال شد موجود

مراز شفا بخش نداد محروم خالق لقیش رحمت عالم فرمود

صلی اللہ علیہ و علی اللہ واصحابہ اجمعین

نزدیک توچہ فتحہ فرستم ز دور در دست ما ہمیں صلا تست والسلام

شکرہ خدا کہ ہرچہ طلب کردم از خدا بر مہتائے ہمت خود کامراں شدم

العبد الضعیف محمد حنیف گنگوہی

۱۔ از فوائد یہ انساب سماعی حدائق حنیف مقام العبادۃ نظام تعلیم ۱۲۔



قُرَّةُ الْعُیُونِ فَمَذْکَرَةُ الْفُنُونِ

مَعَ اِضَافَاتٍ جَدِیدَہ

حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی
فاضل دارالعلوم دیوبند

دارالاسلام
اردو بازار ایم ایچ جٹ روڈ کراچی ۱

انتساب

مرکزِ علوم و فنون، دارالعلوم دیوبند کے نام
جسکی عرفان انگیز فضائیں لاکھوں کروڑوں عارفین و
محدثین عظام اور فقہائے کرام کی آماجگاہ و تربیت بنیں
میں اپنی یہ بضاعت مزجات معنون کرنے میں مسرت محسوس
کرتا ہوں۔

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی
(فاضل دیوبند)

فہرست کتب جن سے نظر تالیف میں استفادہ کیا گیا

نمبر شمار	اسماء کتب	مجلدات	مصنف	تقریبات
۱	مفتاح السعادة	۲	احمد بن مصطفیٰ طاش کبری زادہ رودی	۹۶۲ھ
۲	کشف الظنون	۲	حاجی خلیفہ بن عبد اللہ معروف سہلا کاتب چلبی	۱۰۶۷ھ
۳	الاتقان فی علوم القرآن	۱	علامہ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۴	ایجاد العلوم	۱	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	
۵	تاریخ الادب العربی	۱	احمد حسن زبیر مصری	
۶	علم آداب البحث والمناظرہ	۱	قاضی مصطفیٰ آفندی صبری	
۷	حجتہ اللہ البالغہ	۲	شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
۸	مقدمہ ابن خلدون	۱	شیخ عبد الرحمن ابن خلدون المغربی	۸۰۸ھ
۹	تاریخ ادب عربی	۱	عبد الرحمن طاہر سورتی	
۱۰	ترجمان العلوم	۱	مولانا محمد مدثر احمد	
۱۱	ابن ماجہ اور علم حدیث	۱	مولانا محمد عبد الرشید نعمانی	
۱۲	اصول الفقہ	۱	شیخ محمد ابو زہرہ	
۱۳	کتاب العقل	۱	مولوی انوار اللہ حیدر آبادی	
۱۴	مقدمہ عنایات رحمانی	۱		
۱۵	الحساب المرقوم	۱	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	۱۳۰۷ھ
۱۶	دائرة المعارف	۱۲	بطرس بن یونس بن عبد اللہ بن کرم بستانی	۱۸۸۳ء
۱۷	التشریح الاسلامی	۱	شیخ محمد خضریٰ بک	۱۳۲۵ھ
۱۸	صیحفہ ہمام بن منبہ (اردو)	۱	ڈاکٹر حمید اللہ صاحب	
۱۹	امام رازی	۱	مولانا عبد السلام ندوی	

فہرست مضامین مقدمہ کتاب قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۰	المقدمہ فی مبادی العلوم ومتعلقاتہا	۱۲	موضوعات علوم
=	مبادی علوم	۱۵	اغراض وغایات علوم
=	شروط صحت وحسن تعریف	"	شیء کی تقسیم
۱۱	ماہیت علم مطلق	"	اقسام تقسیم
=	علم مطلق اور اسکی تعریفات	"	تقسیم کی ایک اور تقسیم
۱۳	ماہیت علم سے متعلق ایک اور اختلاف	"	شروط تقسیم
=	اطلاقات علم و اسماء علوم مدونہ	۱۶	تقسیم و اقسام علوم
		۱۷	علوم اور ان کے اصول و فروغ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳	تصنیف و تالیف	۱۷	دو حصہ اولی
۲۴	طریق تالیف	۱۸	دو حصہ ثانیہ
۲۵	طریق ترجمہ	۱۹	دو حصہ ثالثہ
۲۶	اسالیب شرح	۲۰	دو حصہ رابعہ
۲۷	بعض اصطلاحات مصنفین	۲۱	دو حصہ خامسہ
۲۸	حوالہ نقل	۲۲	دو حصہ سادسہ
۲۹	طریق حوالہ نقل	۲۳	اصول علم
۳۰	شرائط تحصیل علم		جمعین علم فرض عین
	طریق تحصیل ملکہ		مراتب و شرف علم
	صرف مطالعہ کا علم اغلاط سے پاک نہیں ہوتا		تشریح حدیث و مناجح علم
			اقسام تدوین و اصناف و نبات

فہرست مضامین مقدمہ کتاب قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۸	دوسری صدی	۳۲	حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۳۰	(۱) علم التحصیر
۳۹	تیسری صدی	۳۳	طبقہ ثانیہ	۳۱	تفسیر و تادیل کی لغوی تحقیق
۴۰	چوتھی صدی	۳۴	طبقہ ثالثہ	۳۲	تفسیر کے اصطلاحی معنی
۴۱	پانچویں صدی	۳۵	طبقہ رابعہ	۳۳	وجہ تسمیہ
۴۲	چھٹی صدی	۳۶	طبقہ خامسہ	۳۴	تفسیر و تادیل کا باہمی فرق
۴۳	ساتویں صدی	۳۷	طبقہ سادسہ	۳۵	علم تفسیر کا موضوع
۴۴	آٹھویں صدی	۳۸	طبقہ سابوہ	۳۶	غرض و غایت
۴۵	نویں صدی	۳۹	طبقہ ثامنہ	۳۷	علم تفسیر کی فضیلت
۴۶	دسویں صدی	۴۰	طبقہ نائفہ	۳۸	تفسیر کیلئے کن کن علوم کی ضرورت ہے
۴۷	گیارہویں صدی	۴۱	(۲) علم اصول تفسیر	۳۹	مفسر کے شروط و آداب
۴۸	بارہویں صدی	۴۲	لغوی تحقیق	۴۰	طبقات مفسرین
۴۹	(۳) علم قراءت	۴۳	اصطلاحی تعریف	۴۱	طبقہ اولی
۵۰		۴۴	وجہ تسمیہ	۴۲	حضرت علیؓ
۵۱	لغوی تحقیق	۴۵	موضوع اور غرض و غایت	۴۳	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
۵۲	اصلاح معنی	۴۶	تدوین اصول تفسیر	۴۴	حضرت ابی بن کعبؓ
۵۳	موضوع	۴۷	پہلی صدی		
۵۴	غرض و غایت	۴۸			

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۶۲	اصطلاحی تعریف	۵۵	تدوین حدیث	۴۰	خیر القرون اور قرأت
۶۱	موضوع	۵۷	دوسری صدی کی تصنیفات	۴۱	دور تابعین
۶۰	غرض و غایت	۵۸	کتاب الآثار	۴۲	قراء مدینین
۵۹	تدوین	۵۹	ایک غلط فہمی کا ازالہ	۴۳	قراء مدینین
۵۸	(علم فقہ)	۶۰	موطا امام مالک	۴۴	قراء کوفین
۵۷	لغوی معنی	۶۱	جامع سفیان ثوری	۴۵	قراء بصریین
۵۶	اصطلاحی معنی	۶۲	کتاب الزہد والرقائق	۴۶	قراء شامیین
۵۵	علم فقہ کا موضوع	۶۳	موطا امام محمد	۴۷	قراء سبجہ
۵۴	غرض و غایت	۶۴	مسند ابو داؤد طیالسی	۴۸	تیسری صدی
۵۳	علم فقہ اور اسکی عظمت	۶۵	مصنف عبدالرزاق	۴۹	چوتھی صدی
۵۲	خیر القرون اور فقہ فی الدین	۶۶	مسند حمیدی	۵۰	پانچویں صدی
۵۱	دور تابعین	۶۷	مصنف ابن ابی شیبہ	۵۱	چھٹی صدی
۵۰	فقہائے سبجہ	۶۸	علم حدیث تیسری صدی میں	۵۲	(۴) علم تجوید
۴۹	مدون و وضع علم فقہ	۶۹	تدوین صحاح ستہ وغیرہ	۵۳	لغوی معنی
۴۸	ایک خلیان اور اسکا دفعیہ	۷۰	مسند داری	۵۴	اصطلاحی معنی
۴۷	تصنیفات امام اعظم	۷۱	سنن ابی مسلم الکاشی	۵۵	وجہ تسمیہ
۴۶	مؤلفات فقہ حنفی	۷۲	کتاب الدعاء لابن ابی الدینا	۵۶	موضوع تجوید
۴۵	مؤلفات فقہ مالکی	۷۳	مسند حارث بن ابی اسامہ	۵۷	غرض و غایت
۴۴	مؤلفات فقہ شافعی	۷۴	مسند بزار	۵۸	تدوین تجوید
۴۳	مؤلفات فقہ حنبلی	۷۵	مسند ابی یعلیٰ الموصلی	۵۹	(۵) علم حدیث
۴۲	(۸) علم اصول فقہ	۷۶	صحیح ابن خزمیہ	۶۰	حدیث کے لغوی معنی
۴۱	تعریف اصول فقہ	۷۷	صحیح ابوعوانہ	۶۱	حدیث کے اصطلاحی معنی
۴۰	موضوع	۷۸	معارج ثلاثہ طبرانی	۶۲	حدیث، خبر، اثر، سنت
۳۹	غرض و غایت	۷۹	چوتھی صدی	۶۳	علم حدیث
۳۸	تدوین	۸۰	صحیح ابن حبان	۶۴	وجہ تسمیہ
۳۷	دوسری صدی	۸۱	سنن دارقطنی	۶۵	موضوع حدیث
۳۶	شیعہ امام کا دعویٰ باطل	۸۲	صحیح حاکم	۶۶	غرض و غایت
۳۵	تیسری صدی	۸۳	پانچویں صدی	۶۷	شرف و منزلت حدیث
۳۴	چوتھی صدی	۸۴	سنن بیہقی	۶۸	ای عرب اور حفاظت حدیث
۳۳	پانچویں صدی	۸۵	معرفة السنن والآثار	۶۹	عمر رسالت میں صحابہ کے نوشتے
۳۲	چھٹی صدی	۸۶	کتاب الجمع بین الصحیحین للحمیدی	۷۰	کتابت حدیث کی ممانعت
۳۱	ساتویں صدی	۸۷	(۶) علم اصول حدیث	۷۱	اور اسکی وجہ
۳۰	(۹) علم فرائض	۸۸	لغوی تحقیق	۷۲	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
	وہم کا ازالہ	۸۱	مفتیان شرع متین	۷۳	لغوی معنی
۹۰	عربی ادب کی تاریخ	۸۲	ملت اسلامیہ کے پہلے مفتی	۷۴	اصطلاح تعریف
۹۱	پہلی صدی ہجری	۸۳	منصب افتاء پر صحابہ کرام	۷۵	موضوع
۹۲	دوسری صدی ہجری	۸۴	صحابہ کے بعد فتاویٰ	۷۶	غرض و غایت
۹۳	تیسری صدی ہجری	۸۵	افتاء کی اہمیت	۷۷	تدوین
۹۴	چوتھی صدی ہجری	۸۶	افتاء کیلئے کن کن امور کی	۷۸	عظمت علم فراغت
۹۵	پانچویں صدی ہجری	۸۷	ضرورت ہے۔	۷۹	(۱۰) علم حکم اشراک
۹۶	انواع علوم ادبیہ	۸۸	کتب فتاویٰ	۸۰	لغوی تحقیق
۹۷	ادبی علوم سے کیا مراد ہے	۸۹	(۱۳) علم کلام یا عقائد	۸۱	اصطلاحی معنی
۹۸	فن ادب کے ارکان اربعہ	۹۰	لغوی معنی	۸۲	موضوع
۹۹	(۱۵) علم صرف	۹۱	اصطلاحی تعریف	۸۳	غرض و غایت
۱۰۰	لغوی معنی	۹۲	وجہ تسمیہ	۸۴	عہد نبوی اور علم حکم اشراک
۱۰۱	اصطلاحی معنی	۹۳	موضوع	۸۵	عہد صحابہ میں علم الاسرار
۱۰۲	موضوع	۹۴	غرض و غایت	۸۶	دور تابعین و مجتہدین
۱۰۳	غرض و غایت	۹۵	تدوین علم کلام	۸۷	علم اسرار الدین اور اس کی
۱۰۴	تدوین	۹۶	علم کلام اور اس کی ضرورت	۸۸	باقاعدہ تدوین
۱۰۵	(۱۶) علم نحو	۹۷	علم کلام علماء اعلام کی نظر میں	۸۹	علم الاسرار اور اس کی اہمیت
۱۰۶	لغوی معنی	۹۸	علم کلام اور اس کی دو شاخیں	۹۰	عظمت
۱۰۷	اصطلاحی تعریف	۹۹	علم کلام اور طریق قداماء	۹۱	علم الاسرار اور اسکے فوائد
۱۰۸	موضوع	۱۰۰	و متاخرین	۹۲	ایک ضروری تنبیہ
۱۰۹	غرض و غایت	۱۰۱	مخلوط علم کلام	۹۳	(۱۱) علم الاشباہ والنظائر
۱۱۰	شرف علم نحو	۱۰۲	علم کلام اور آج کا دور	۹۴	لغوی تحقیق
۱۱۱	تدوین	۱۰۳	کتب کلام و عقائد	۹۵	اصطلاحی معنی
۱۱۲	نحۃ قرن اول	۱۰۴	(۱۳) علم ادب	۹۶	موضوع
۱۱۳	نحۃ قرن ثانی	۱۰۵	لغوی تحقیق	۹۷	غرض و غایت
۱۱۴	نحۃ قرن ثالث	۱۰۶	اصطلاحی تعریف	۹۸	علم الاشباہ اور اس کی عظمت
۱۱۵	نحۃ قرن رابع	۱۰۷	وجہ تسمیہ	۹۹	علم الاشباہ اور اس کی تدوین
۱۱۶	اہل کوفہ و اہل بصرہ کے	۱۰۸	علم ادب کا موضوع	۱۰۰	(۱۲) علم الفتاویٰ
۱۱۷	نحوی جھگڑے	۱۰۹	غرض و غایت	۱۰۱	لغوی تحقیق
۱۱۸	(۱۷) علم معانی	۱۱۰	ادب عربی کی اہمیت و	۱۰۲	اصطلاحی تعریف
۱۱۹	لغوی تحقیق	۱۱۱	شرف عربیت	۱۰۳	تاریخ فتاویٰ
۱۲۰		۱۱۲	علم ادب کے متعلق ایک		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۱۶	کی تنقیدی نظر جامعین حکمت و شریعت کتب حکمت و فلسفہ	۱۰۶	مناظرہ، مجادلہ، مظاہرہ موضوع	۹۹	اصطلاحی تعریف موضوع
۱۱۷	لغوی تحقیق اصطلاحی معنی	۱۰۷	غرض و غایت تدوین	۱۰۰	غرض و غایت تدوین
۱۱۸	موضوع ہیئت غرض و غایت	۱۰۸	آداب بحث و مناظرہ بعض الفاظ مصطلحہ کی	۱۰۱	علم بیان لغوی معنی
۱۱۹	تدوین ہیئت بیطبیعی و طبیعی	۱۰۹	ضروری تشریح (۲۲) علم حکمت یا فلسفہ	۱۰۲	اصطلاحی تعریف تحقیق بیان بلسان جاہل
۱۲۰	اہل عرب اور علم ہیئت کتب ہیئت	۱۱۰	غرض و غایت تاریخ فلسفہ	۱۰۳	موضوع غرض و غایت
۱۲۱	کتب ہیئت (۲۴) علم اصطلاحی	۱۱۱	یونان یونانی فلسفہ کی ابتداء	۱۰۴	تدوین علم منطق
۱۲۲	لغوی تحقیق اصطلاحی تعریف	۱۱۲	یونان میں فلسفہ کا مروجہ اول طبقات فلاسفہ	۱۰۵	لغوی معنی اصطلاحی تعریف
۱۲۳	موضوع اصطلاحی غرض و غایت	۱۱۳	فلسفہ اور اتصال سند ذیبا غورث	۱۰۶	وجہ تسمیہ موضوع
۱۲۴	تدوین (۲۵) علم حساب	۱۱۴	بقراط سقراط	۱۰۷	غرض و غایت تدوین
۱۲۵	لغوی معنی اصطلاحی تعریف	۱۱۵	افلاطون ارسطو	۱۰۸	علم منطق اور اسکی مستقل فنی حیثیت منطق کے متعلق عام نظریہ
۱۲۶	موضوع حساب غرض و غایت	۱۱۶	اسکندر فلسفہ کے سات اسکول	۱۰۹	اور اق منطق سے استنباط علم منطق رئیس العلوم ہے
۱۲۷	اصول علم حساب حساب کی ضرورت اور اس کی	۱۱۷	تدوین اول عبد اسلام میں نقول و تراجم	۱۱۰	کتب منطق (۲۱) علم مناظرہ
۱۲۸	خوبی تدوین	۱۱۸	منصوری دور ہامونی دور	۱۱۱	لغوی معنی اصطلاحی تعریف
۱۲۹	(۲۶) علم ہندسہ لغوی معنی	۱۱۹	اسماء ناقلین و مترجمین تدوین ثانی	۱۱۲	
۱۳۰		۱۲۰	تدوین ثالث فلسفہ ارسطویہ مسلم فلاسفہ	۱۱۳	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۳	تاریخ کی عظمت اور اسکے فوائد	۱۳۱	موضوع	۱۳۱	اصطلاحی تعریف
"	آغاز تاریخ	"	غرض و غایت	"	موضوع
۱۲۵	عرب میں تاریخ کی ابتداء	"	تاریخ طب	"	غرض و غایت
"	قدیم مؤرخین اور انکی تصنیفات	"	ہندی طب	"	تدوین
۱۲۶	تاریخ کے مآخذ	۱۳۳	چینی طب	"	تحقیق اقلیدس
"	اقسام تاریخ	"	بابلی طب	"	کتاب اقلیدس
"	تاریخی زمانے	"	مصری طب	"	مفہومات و شروح اقلیدس
"	تاریخ کیلئے کیا کیا چیزیں	"	یونانی طب	"	اقلیدس کے بعد
"	لازم ہیں	۱۳۳	رومی طب	۱۳۱	علم ہندسہ اور اسکی خوبی
"	بہترین مؤرخ	"	اسلامی طب	"	فروع ہندسہ
		۱۳۴	(۲۸) علم التاریخ	"	(۲۷) علم طب
		"	لغوی معنی	"	لغوی معنی
		"	اصطلاحی تعریف	"	اصطلاحی تعریف

دیباچہ

یارب تو کریمی و رسول تو کریم صد شکر کہ مستقیم میان دو کریم

حمد اللہ سیاح النعم، الذی ہو موجود لاعن عدم، ولایدرکہ بعدالہم، ہوالنعمان بفوائد النعم، وعوائد
المزید والمقسم، وصلى اللہ وسلم علی النبی وفاء النعم، ارسلہ علی حین فترۃ من الرسل وطول ہجۃ
من الامم، وانقراض من المبرم، وخصہ بجوامع الکلم ومناہج الحکم وعلی الہ واصحابہ مصابیح
الظلم، صلوة وسلاما دائمین مانطق لسان وخط قلم۔ اما بعد

ہر بول تراول سے گرا کے گزرتا ہے کچھ رنگ بیاں حالی ہے سب سے جدا

انسان کی طبیعت و فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ دست قدرت نے اس میں کسب کمالات اور جلب منفعت کی
بے پناہ خواہش و دلیت فرمائی ہے۔ جب اسکے سامنے کسی شے کی خوبی یا منفعت کا ذکر ہوتا ہے تو اسکی طبیعت فوراً اسکی
طرف مائل اور غیر محسوس طریقہ پر اس کی محبت قلب میں جاگزیں ہو جاتی ہے اور اسکے تقرب و حصول میں وہ اپنی کامیابی
سمجھتا ہے۔

یہی وہ فلسفہ ہے جس نے ہر طالب علم و فن پر اول و پہلے ہی فن کی تعریف، موضوع، غرض و غایت اور مصنف
کتاب کی سوانح حیات معلوم کرنا ضروری قرار دے دیا ہے۔ اور یہی وہ حکمت ہے جس کے پیش کی نظر ارباب بصیرت نے
طلب علم کے واسطے ان امور کو بمنزلہ اصول و مبادی تسلیم کیا ہے۔

اُجکل طبقہ طالبین میں جو عام بد مزاجی اور بے توجہی و بے رغبتی نظر آتی ہے اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے
مدارس عربیہ میں جہاں مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں وہاں عموماً فن کی تعریف، موضوع، غرض و غایت اور
مصنف کتاب کی سوانح حیات صحیح معنی میں بیان نہیں ہوتی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ تو طالب کو اس فن سے کما
بیشی دلچسپی اور لگاؤ پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ وہ اسکے فوائد سے کما بیشی متع ہو جاتا ہے۔

تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو کتاب خواں ہے مگر صاحب کتاب نہیں

اس خامی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ہمارے یہاں اس موضوع پر نہ عربی میں کوئی تصنیف ہی اور نہ فارسی و اردو
میں کوئی تالیف جس میں ان امور کی خدمت کو کا حقہ انجام دیا گیا ہو۔

اس سلسلہ میں میری کتاب، ظفر المحصلین یا حوالہ المصنفین، بحمد اللہ کئی بار چھپ کر قبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے
جس میں مبادی علوم کی بحث مخلوط طریقہ پر کی گئی تھی۔ اب بعض احباب کی خواہش کے مطابق جدید اضافوں کی ساتھ، قرۃ
العیون فی تذکرۃ الفنون، کے نام سے علیحدہ طور پر کتابی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ حق تعالیٰ
شرف قبولیت سے نوازے اور میرے لئے ذخیرہ آخرت بنائے (آمین)۔

محمد حنیف غفرلہ لنگوہی
یکم صفر ۱۳۹۸ھ

المقدمۃ

فی مبادی العلوم و متعلقاتها

مبادی علوم..... ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہوتا ہے جہو مبادی سے تعبیر کرتے ہیں۔ مبادی کے متعلق جتہ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کہیں ار قاسم فرماتے ہیں کہ کسی فن کے مبادی کی تعلیم کی اصل غایت و غرض خود ان مبادی کی یادداشت یا اس کی تعلیم کے شامل و خصائص کا تحفظ نہیں ہو تا بلکہ اس کا مقصد معلوم و مستفیض میں ایک ایسی استعداد پیدا کر دینا ہے جو آئندہ تحصیل علوم کیلئے بطور ایک بنیاد و اساس کار آمد ہو، مبادی علوم امور عشرہ کہلاتے ہیں۔ یعنی علم کی تعریف، تعیین موضوع، بیان غرض و غایت، تصدیق بالقائدہ، تعارف واضح علم، بیان وجہ تسمیہ وغیرہ ابن ذکرری نے تحصیل القاصد، میں مبادی مذکورہ کو ذیل کے اشعار میں پیش کیا ہے۔

وتلك عشرة على المراد

فاول الابواب فی المبادی

والاسم واستمداد حکم الشارع

الحد والموضوع ثم الواضع

ونسبته فائدة جلیلة

تصور المسائل الفضیلة

وقال العلامة الصبان

الحد والموضوع ثم الثمرة

ان مبادی کل فن عشرة

والاسم الاستمداد حکم الشارع

وفضله ونسبته والواضع

ومن دزی الجميع حاز الشرفاء

مسائل والبعض بالبعض اكفى

ماہیت شئی کی تعریف اور اس کے اقسام..... کسی ماہیت کی تعریف احداً قول شارح وہ ہے جس میں صحیح نظر و فکر کے ذریعہ مطلوب تک رسائی ہو، یعنی اس شئی کی حقیقت کی معرفت حاصل ہو جسے الانسان حیوان ناطق یا شئی کے ماعد اسے امتیاز حاصل ہو۔ جیسے الانسان حیوان ضاحک۔ تعریف کی دو قسمیں ہیں۔ لفظی، حقیقی، تعریف لفظی یہ ہے کہ شئی کی تعریف ایسے لفظ سے کی جائے جو اس سے واضح تر ہو تعریف السعدان بانہ بنت وتعریف الخضر بابہ اسد، تعریف حقیقی وہ ہے جس کا تصور مطلوب کے تصور تک پہنچا دے۔ اس کی چار قسمیں ہیں۔ حد تام۔ جو جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہوتی ہے۔ جیسے الانسان حیوان ناطق، حد ناقص۔ جو صرف فصل قریب سے یا فصل قریب اور جنس بعید سے مرکب ہوتی ہے جیسے الانسان ناطق او جسم ناطق، رسم تام۔ جو جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہوتی ہے۔ جیسے الانسان حیوان ضاحک، رسم ناقص جو صرف خاصہ سے یا خاصہ اور جنس بعید سے مرکب ہوتی ہے۔ جیسے الانسان ضاحک او جسم ضاحک، پھر تعریف ماہیت موجودہ کی ہوگی یا غیر موجودہ کی، اول کو حقیقی کہتے ہیں۔ ثانی کو اسمی جیسے عقلاء کی تعریف بانہ طارح۔

شروط صحت و حسن تعریف..... صحت تعریف حقیقی کے لئے اس کا جامع افراد ہونا، مانع دخول غیر ہونا، دور و تسلسل سے خالی ہونا اور معرف سے اجلی ہونا ضروری ہے۔ اگر ان شروط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو تعریف فاسد ہوگی، شروط حسن تعریف (یعنی وہ امور جن کے فقدان سے تعریف کا صرف حسن جاتا رہے فساد لازم نہ آئے۔) کہہ ہیں کہ تعریف میں نادر و غریب الفاظ نہ ہوں، تعریف کلمہ او کیسا تھ (حو تشکیک کے لئے ہوتا ہے) نمو قرینہ نمویکی صورت میں تعریف مجاز پر مشتمل نہ ہو، تعریف مشترک الفاظ کے ساتھ نمو، البتہ اگر اقسام معرف کے بیان کے لئے کلمہ او استعمال کیا

جائے تو کوئی مضائقہ نہیں جیسے المبتداء ہو الاسم المرفوع العاری عن العوامل الملقیہ اودصف رافع المستثنیٰ عنہ۔
ماہیت علم مطلق..... بدیہی ہے کہ اس کی تعریف و توصیف کی حاجت ہی نہو یا نظری ہے کہ بلا غور و فکر کام ہی نہ چلے۔
نیز نظری ہونے کی صورت میں محسوس الحدید ہے ای غیر محسوس۔ اس میں اختلاف ہے، پہلا قول امام فخر الدین رازی کا ہے کہ
علم بدیہی ہے۔ اسی کو صاحب سلم ملاحظہ اللہ بہاری نے حق قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ علم بالکل ظاہر و باہر شئی ہے البتہ
وہ غایت و ضوح کی وجہ سے جز خفاء میں ہے۔

بداہت علم کی دلیل یہ ہے کہ غیر علم کے حصول کا مدار علم ہی پر ہے۔ اگر خود علم بھی نظری ہو کر محتاج علم آخر
ہو جائے تو توقف شئی علی الغنہ لازم آئے گا جو باطل ہے۔

دوسری رائے امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک ابن عبداللہ الجوبنی اور حجت الاسلام امام غزالی کی ہے کہ علم محسوس
الحدید ہے۔ اس واسطے کہ جب اشیاء محسوسہ کی بھی تحدید ایسی عبارت کے ساتھ محسوس ہے جو جامع جنس و فصل ہو تو غیر
محسوسات میں یہ چیز بدیہی طریق اولی محسوس ہوگی۔

تیسرا نظریہ یہ ممکنین کا ہے کہ علم نظری تو ہے لیکن ممکن الحدید ہے۔ یہی راجح ہے۔ وجہ یہ ہے کہ علم مقولہ کیف
سے ہے اور کیف اجناس عشرہ میں سے ایک جنس ہے تو علم بھی ایک جنس ہوا۔ اور قاعدہ ہے کہ ہر جنس کے لئے فصل
ہوتی ہے نیز جس چیز کے لئے فصل ہو اس کی کوئی نہ کوئی حد ہوتی ہے اور حد نظریات کا خاصہ ہے۔ لہذا علم بھی نظری
ہو گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس کی حد وہی جنس و فصل ہوں گے جو اس کی حقیقت ہیں اس لئے علم ممکن الحدید بھی ہو گا۔

علم مطلق اور اس کی تعریفات..... جن لوگوں نے علم کو ممکن الحدید مانا ہے۔ انہوں نے اس کی مختلف تعریضیں کی
ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے پندرہ تعریضیں نقل کی ہیں مگر ہر ایک پر کوئی نہ کوئی نقص موجود ہے۔ ہم یہاں چند
تعریضیں سپرد قلم کر رہے ہیں۔

(۱) العلم هو حصول صورة الشئ فی العقل۔

قوت دراکہ جو انتقاش اشیاء کے لئے شکل آمینہ انسان کے اندر ودایت ہے اور عقلاء اس کو عقل و ذہن سے تعبیر
کرتے ہیں۔ اس میں شئی معلوم کی صورت کا حاصل ہونا علم کہلاتا ہے۔ خواہ وہ شئی کلی ہو یا جزئی ہو، موجود ہو یا
معدوم، یہ مطلق علم کی مشہور تعریف ہے۔ جس کے متعلق ابن صدر الدین نے کہا ہے کہ یہ محققین حکماء کے نزدیک
اصح الحدود ہے۔ میر باقر داماد صاحب ”الافق المبین“ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس قول پر علم مقولہ کیف سے ہے۔ مگر اس
میں یہ خامی ہے کہ یہ ظن، جمل مرکب، تقلید، شک، وہم سب کو شامل ہے۔ حالانکہ ان کو تحت العلم داخل کرنا استعمال
لغت، عرف، شرع سب کے خلاف ہے۔ اس واسطے کہ جاہل بچہل مرکب کو نہ باعتبار لغت عالم کہا جاتا ہے نہ باعتبار عرف
شرع و نہ لازم آئے گا کہ جو شخص واقعہً اجہل الناس ہو وہ علم الناس ہو جائے۔ اسی طرح خان، شاہک اور واہم کو بھی عالم
نہیں کہا جاتا۔

(۲) الصورة الحاصلة من الشئ عند العقل۔

یعنی شئی معلوم کی وہ صورت جو عقل انسانی میں حاصل ہوتی ہے اس کو علم کہتے ہیں۔ یہ صورت باعتبار ماہیت
متحد ہوتی ہے اور باعتبار اشخاص مختلف۔ یہ جمہور فلاسفہ کا مذہب ہے۔ جو اشیاء کے لئے وجود ذہنی کے قائل ہیں۔

(۳) الحاضر عند المذکر۔

یہ ان حکماء کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جب تک حضور حاصل نہ ہو اس وقت تک شئی منکشف نہیں ہو سکتی۔
(۴) بعض کے نزدیک علم ایک نور ہے۔ قائم لذاتہ اور واجب لذاتہ جو کسی مقولہ کے تحت میں داخل نہیں۔

(۵) قول النفس لطلبك الصورة۔

یہ ان حکماء کا مذہب ہے جو اس کے قائل ہیں کہ انتقاش المدرک بصورہ کا نام علم ہے۔ اس قول پر علم مقولہ انفعال سے ہے۔

(۶) العلم هو صفة بسيطة ذات اضافة قائمة بالمدرک علیہا ملء الامتیاز۔

علم ایک ذات الاضافہ صفت بسیطہ ہے جو مدرک کے ساتھ قائم ہوتی ہے اور اسی پر مدار امتیاز ہے۔ یہ علمائے ماترید یہ کا مذہب ہے جن کے یہاں اس صفت کو حالت اجمالیہ کہا جاتا ہے۔

(۷) العلم هو الذي يوجب كون من قام به عالما۔

یہ تعریف شیخ ابوالحسن اشعری کی ہے جو عقل علم کے اعتبار سے ہے۔ اسپر لزوم دور کا اعتراض ہے۔ کیونکہ علم کی اس تعریف میں عالم ماخوذ ہے۔ شیخ نے متعلق علم کا اعتبار کرتے ہوئے یوں بھی تعریف کی ہے۔ ”العلم ادراك المعلوم علی ما هو به اس تعریف پر بھی لزوم دور کا اعتراض ہے۔ کیونکہ تعریف میں معلوم ماخوذ ہے۔ علاوہ ازیں اس میں علم کے لئے اور اک کو استعمال کیا گیا ہے جو مبنی بر مجاز ہے۔ کیونکہ ادراک کے حقیقی معنی الحق وصول ہیں اور حدود میں مجاز کا استعمال مستحکم ہے۔

(۸) العلم اعتقاد جازم مطابق لموجب۔

علم پختہ اعتقاد کا نام ہے جو موجب صحیح کے مطابق ہو۔ یہ تعریف امام فخر الدین رازی کی ہے جو انہوں نے علم کے بدیہی ہونے سے تنزل اختیار کرتے ہوئے کی ہے۔ اور یہ تعریف تقریباً بے غبار ہے۔ بجز آنکہ اس سے تصور خارج ہو جاتا ہے کیونکہ تصور تحت الاعتقاد مندرج نہیں ہے۔ حالانکہ تصور علم ہے۔

(۹) العلم هو صفة توجب لمحلها تمیزا بین المعانی لا یحتمل النقیض۔

علم وہ صفت ہے جو اپنے محل کے لئے معانی کے درمیان ایسی تمیز کو واجب کرے جو محتمل نقیض نہ ہو، اس میں صفت سے مراد امر قائم بالغیر ہے اور محلہا سے مراد اس صفت کا موصوف ہے اور تمیز کے ذریعہ سے اور اکات کے علاوہ تمام صفات نفسانیہ شجاعت وغیرہ اور صفات غیر نفسانیہ سواد وغیرہ خارج ہو گئیں اور بین المعانی کے ذریعہ سے جو اس ظاہرہ کے اور اکات خارج ہوئے۔ فاما توجب تمیزانی الامور العینیہ اور لا یحتمل النقیض کے ذریعہ سے ظن، شک اور وہم خارج ہو گئے۔ کیونکہ ان میں جو تمیز حاصل ہوتی ہے اس کا متعلق محتمل نقیض ہوتا ہے۔ اسی طرح اس سے جمل مرکب بھی خارج ہو گیا۔ کیونکہ اس میں اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ صاحب جمل مرکب آئندہ زمانہ میں امر واقعی پر مطلع ہو جائے اور اس نے ایجاب یا سلب کے طور پر جو حکم لگایا ہے وہ اس کی نقیض کی طرف محول ہو جائے، نیز اس سے تقلید بھی خارج ہو گئی۔ کیونکہ وہ بذریعہ تشکیک زائل ہو جاتی ہے۔ یہ تعریف پسندیدہ متکلمین ہے۔ جس کو صاحب موافق نے مختار کہا ہے۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ یہ تعریف علوم عادہ کو شامل نہیں۔ مثلاً اس بات کا علم کہ ہم نے جو پہاڑ گزشتہ زمانہ میں دیکھا تھا وہ ابھی تک پتھر ہی کا ہے سونے کا نہیں بنا کہ یہ محتمل نقیض ہے لہذا خرق العادۃ۔

(۱۰) الاضافة الحاصلة بین العالم والمعلوم۔

عالم و معلوم میں ایک نسبت ہوتی ہے۔ جس کی تعبیر تعلق سے کی جاتی ہے۔ یہ قول جمہور متکلمین کا ہے۔

(۱۱) اکثر اشاعرہ اس پر یہ بات زیادہ کرتے ہیں کہ علم صفت حقیقہ تعلق والی ہے۔ اس صورت میں دو چیزیں ہوں

ایک صفت دوسری چیز تعلق۔

(۱۲) بعض حضرات نے ایک اور بات زیادہ کی اور وہ تین چیزوں کے قائل ہوئے۔ ایک علم جو صفت موجودہ ہے

دوسری عالمیت جو از قبیل احوال ہے۔ تیسرے ان دونوں میں سے کسی ایک کا یادوں کا تعلق۔

(۱۳) اعتقاد الشنی علی ماہود۔

یہ تعریف بعض معتزلہ کی ہے کہ جس پر یہ اعتراض ہے کہ یہ مدخل ہے کیونکہ اس میں وہ تھکید بھی داخل ہو جاتی ہے جو واقع کے مطابق ہو۔ نیز اس سے امر مستحیل کا علم خارج ہو جاتا ہے کیونکہ مستحیل بالالاتفاق شئی نہیں ہے۔

(۱۴) معرفة العلوم علی ماہود۔

یہ تعریف قاضی ابو بکر باقلانی کی ہے۔ لیکن یہ بھی مدخل ہے بایں معنی کہ اس سے علم باری تعالیٰ خارج ہو جاتا ہے۔ کیونکہ علم باری تعالیٰ کو معرفت نہیں کہا جاتا۔ علاوہ ازیں اس میں لفظ معلوم مذکور ہے جو علم سے مشتق ہے اور یہ مستلزم دور ہے۔

(۱۵) العلم ادراك الشنی بحقیقہ۔

علم وہ ادراک ہے جو ٹھیک حقیقت کے موافق ہو۔ یہ تعریف امام راغب کی ہے۔

(۱۶) العلم اتحاد مع العلوم۔

حکیم فرور یوس کے نزدیک یہی مختار ہے۔

(۱۷) العلم اتحاد مع العقل الفعال۔

(۱۸) العلم مقارنة العالم للمعلوم فی العقل الفعال۔

ان تینوں تعریفوں پر علامہ بحر العلوم نے شرح سلم العلوم میں کئی اعتراض نقل کئے ہیں۔

(۱۹) هو صفة يتجلى بها المذکور لمن قامت هی به

علم ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعہ سے شئی مذکور ہر اس شخص کے سامنے روشن ہو جاتی ہے جس کے ساتھ وہ صفت قائم ہو۔ اس میں لفظ مذکور موجود و معدوم ہو، ممکن اور مستحیل سب کو شامل ہے۔ نیز مفرد و مرکب اور کلی و جزئی کو بھی شامل ہے۔ اور تجلی کا مراد انکشاف تام ہے۔ جس کے ذریعہ ظن اور جہل مرکب تعریف سے خارج ہو گئے، اس تعریف کے متعلق میر سید شریف نے شرح مواقف میں کہا ہے کہ کشف ماہیت علم کی بابت یہ تعریف احسن الحدود ہے۔

(۲۰) امام مالک فرماتے ہیں کہ علم ایک نور ہے جس کی روشنی میں حقائق اشیاء اسی طرح نظر آنے لگتی ہیں جیسا

کہ آفتاب کی روشنی میں سیاہ و سفید۔

ماہیت علم سے متعلق ایک اور اختلاف..... ماہیت علم سے متعلق ایک اور اختلاف ہے اور وہ یہ کہ کسی شئی کا علم اس کے وجودی الذہن کو مستلزم ہے جیسا کہ فلاسفہ اور بعض متکلمین کا خیال ہے یا ذہن میں عالم و معلوم کے درمیان تعلق کا نام علم ہے جیسا کہ جمہور متکلمین کہتے ہیں۔ اس کو یوں سمجھو کہ کسی چیز کے علم ہونے پر تین امور حقیقی ہوتے ہیں۔ ایک وہ صورت جو ذہن میں حاصل ہوتی ہے۔ دوم اس صورت کا ذہن میں مرسم ہونا۔ سوم اس صورت کو نفس کا قبول کر لینا۔ تو اب تین میں سے علم کس کا نام ہے۔ بعض نے اول کو علم کہا اور بعض نے ثانی کو اور بعض نے ثالث کو۔

اطلاقات علم و اسمائے علوم مدونہ..... لفظ علم کا اطلاق جس طرح معانی مذکورہ پر ہوتا ہے اسی طرح اس کے مرادف یعنی اسمائے علوم مدونہ پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ علم کا اطلاق علوم مدونہ کی طرح چند معانی پر ہوتا ہے۔ اول مسائل مخصوصہ پر بحال فلان یعلم الخ۔ دوم ادراک و معرفت قواعد پر، مگر محض قواعد کی معرفت کا حاصل ہو جانا کافی نہیں۔ بلکہ دلیل کے ساتھ حاصل ہونا شرط ہے۔ لہذا جو شخص محض تقلیدی طور پر قواعد جانتا ہو اس کو عالم نہیں کہیں گے۔ سوم ملکہ

پر یعنی اس کیفیت پر جو نفس میں راسخ ہو۔

ملکہ کو اس وقت تک علم نہیں کہا جاسکتا جب تک کہ اس کے ذریعہ سے امور مخدو نہ فی الحافظہ اور جزئیات معلومہ کا استخراج نہ ہو جائے اور غیر حاصل اس کے ذریعہ سے حاصل نہ ہو جائے۔ مثلاً اہل معانی نے ترکیب بلغاء سے مستنبط کر کے ایسے چند اصول مقرر کر دیئے کہ ان کے اور اک و مہارست اور کثرت تصنیف و مزاہلت سے نفس کو ایک ایسی قوت حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان ان اصول کی جزئیات کا جس وقت چاہے استخراج کر سکتا ہے اور اسی کے ذریعہ و جزئیات مجہولہ کے استخراج پر بھی متمکن ہو جاتا ہے۔ علامہ سیالکوٹی نے ذکر کیا ہے کہ علم بمعنی ملکہ میں صرف ملکہ استخراج معتبر ہے جو تکرار مشاہدہ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ باقیہ کے استحصال کا حکم معتبر نہیں۔

چہدام مفہوم کلی اجمالی پر پنجم مسائل، مبادی تصوریہ، مبادی تصدیقیہ اور موضوعات کے مجموعہ پر۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ اجزاء العلوم ثلثہ، میر سید شریف جرجانی کی تحقیق یہ ہے کہ لفظ عام کا استعمال اور اک قواعد میں بطریق حقیقت ہے اور ملکہ میں جو باعتبار حصول اور اک کا تابع ہے اور باعتبار بقاء وسیلہ ہے اور متعلق اور اک (مسائل) کے اندر اس کا استعمال بطریق حقیقت عرفیہ ہے یا بطریق حقیقت اصطلاحیہ مجاز مشہور۔

موضوعات علوم..... سعادت انسانیہ کا مدار حسب وسعت حقائق و احوال اشیاء کی معرفت پر ہے اور حقائق و احوال اشیاء میں غیر معمولی تنوع ہے۔ اس لئے علماء اولین نے ضبط احوال و تسہیل تعلیم کے پیش نظر شئی واحد یا چند اشیاء متناسبہ کے احوال ذاتیہ و عوارض کو علیحدہ کر کے ان سے بحث کی ہے اور علوم مدون کئے ہیں۔ اشی منفردہ یا اشیاء متناسبہ کے احوال ذاتیہ و عوارض کو علیحدہ کر کے ان سے بحث کی ہے۔ اور علوم مدون کئے ہیں۔ اشی منفردہ یا اشیاء متناسبہ کو اصطلاحی زبان میں موضوعات کہتے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے علوم کا امتیاز ہوتا ہے۔ پس ہر علم کا ایک موضوع ہوگا۔ جس میں اس کے عوارض ذاتیہ کے سلب و ثبوت سے بحث ہوگی۔ جیسے علم طب کا موضوع جسم انسانی ہے اس حیثیت سے کہ امراض جسم انسانی کو لاحق ہوتے ہیں اور علاج کے ذریعہ سے ان کا تدارک کیا جاتا ہے۔ اسی طرح نحو کا موضوع کلمہ ہے۔ علم نحو کلمہ کے ان عوارض و احوال سے بحث کرتا ہے جو اس کو باعتبار معرب و مبنی پیش آتی ہیں۔ و علی ہذا القیاس۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایک علم کا جو موضوع ہو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی دوسرے علم کا موضوع نہ ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہی کسی دوسرے علم کا بھی موضوع ہو یا اس سے اخص ہو یا عام ہو یا مابیان ہو۔ لیکن وہ دونوں کسی امر ثالث کے تحت میں مندرج ہوں۔ یا مابیان ہو اور کسی امر ثالث کے تحت میں بھی مندرج نہ ہوں۔ لیکن کسی نہ کسی وجہ سے دونوں میں اشتراک ہو یا دونوں علی الاطلاق ہی مابیان ہوں۔ پس یہ کل چھ صورتیں ہوں۔ اول یہ کہ جو موضوع ایک علم کا ہے وہی بعینہ دوسرے علم کا موضوع ہو۔ اس صورت میں جو موضوع مخصوص ہیئت کے ساتھ مفید ہوگا مثلاً اجرام عالم علم ہیئت کا بھی موضوع ہیں اور علم سماء عالم کا بھی لیکن علم ہیئت کا موضوع ہونا بحیثیت شکل ہے اور علم سماء عالم کا موضوع ہونا بحیثیت طبیعت ہے۔

دوم دوم یہ کہ ایک علم کا موضوع دوسرے سے اخص ہو یا عام ہو تو یہ عموم و خصوص یا تو علی وجہ التحقيق ہو گا یا بس طور کہ عموم و خصوص کسی امر ذاتی کے سبب سے ہو۔ مثلاً عام خاص کے لئے جنس ہو یا امر عارض کے سبب سے ہو۔ اول کی مثال جیسے مقدار اور جسم تعلیمی ہے کہ جسم تعلیمی اخص ہے اور مقدار اس کے لئے جنس ہے جو علم ہندسہ کے موضوع ہے اور جسم تعلیمی مجسمات کا موضوع ہے۔ ثانی کی مثال موجود اور مقدار ہے کہ موجود علم الہی کا موضوع ہے اور مقدار علم ہندسہ کا موضوع ہے جو موجود سے اخص ہے۔ لیکن لاناہ جنسہ بل لکونہ عرضا عامالہ۔

چہدام یہ کہ دونوں موضوع متباہن ہوں اور کسی امر ثالث کے تحت میں مندرج ہوں جیسے علم ہندسہ اور علم

حساب کا موضوع کہ یہ دونوں تحت اکلم داخل ہیں پنجم یہ کہ دونوں موضوع متباہن ہوں اور کسی وجہ سے مشترک ہوں جیسے موضوع طب اور موضوع اخلاق کو قوی انسانیت میں ان دونوں کا اشتراک ہے۔

ششم یہ کہ ان دونوں میں علی الاطلاق تباہن ہو جیسے علم حساب اور علم طب کہ علم حساب کا موضوع عدد ہے اور علم طب کا موضوع بدن انسان اور ان دونوں میں کسی قسم کا اشتراک نہیں ہے۔

اغراض و غایات علوم..... جب آدمی کوئی کام کرتا ہے تو اس پر کوئی نہ کوئی اثر مرتب ہوتا ہے۔ اب یہ اثر بایں حیثیت کہ وہ اس فعل کا نتیجہ اور ثمرہ ہے فائدہ کھاتا ہے۔ اور بایں حیثیت کہ وہ انتماء فعل کے بعد ہوتا ہے غایت کھاتا ہے تو فائدہ فعل اور غایت فعل دونوں بالذات متحد ہوئے اور بالا اعتبار مختلف۔ پھر یہی اثر مذکور اگر اس فعل میں فاعل کے اقدام کے سبب ہو تو فاعل کے لحاظ سے غرض اور مقصود کھاتا ہے اور اس کے فعل کے لحاظ سے علت غائیہ۔ پس غرض اور علت غائیہ بھی بالذات متحد ہیں اور بالا اعتبار مختلف اور اگر سبب اقدام نہ ہو تو اس کو صرف فائدہ اور غایت کہتے ہیں تو غایت علت غائیہ کے لحاظ سے عام ہے۔ افادۃ العلامۃ الشریف۔

شیء کی تقسیم..... دو طرح کی ہوتی ہے ایک تقسیم الکی جزئیات جیسے جسم کی تقسیم نامی اور غیر نامی کی طرف۔ اور ایک تقسیم الکی اجزاء جیسے پانی کی تقسیم آکسیجن اور ہائیڈروجن کی طرف اور ہوا کی تقسیم آکسیجن وازوت کی طرف۔ ان دونوں تقسیموں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں شیء کو اس کے اقسام میں سے ہر قسم پر بطریق مواطاة محمول کر سکتے ہیں جیسے الاسم کلمتہ، الفعل کلمتہ، بخلاف دوسری صورت کے کہ اس میں حمل بالمواطاة جائز نہیں بلکہ حمل بالاستحقاق (حمل بذریعہ ذہن) ہوتا ہے جیسے الماء ذواکسیجن، شیء منقسم کو مقسم اور مورد قسمت کہتے ہیں۔ اور اجزاء مقسمہ کو اقسام اور اقسام میں سے ہر ایک کو دوسرے کے لحاظ سے قسم۔ اور وہ اجزاء جو مقسم میں داخل ہوں۔ اور اقسام میں مذکور نہ ہوں ان کو واسطہ کہتے ہیں۔ مثلاً الحيوان ناطق و صائل میں حیوان مقسم ہے اور ناطق و صائل اقسام اور ناطق بلحاظ صائل اور صائل بلحاظ ناطق مقسم ہیں۔ اور حیوان مقسم و حیوان بجزی (جو مقسم میں داخل ہیں اور اقسام میں مذکور نہیں) واسطہ کہلاتے ہیں۔ پھر تقسیم میں مقسم کبھی تو اقسام کے ساتھ صراحتہ مذکور ہوتا ہے جیسے الانسان اما انسان کاتب اور انسان غیر کاتب اور کبھی تقدیرا ہوتا ہے۔ جیسے الحيوان اما ناطق و صائل۔ اور کبھی صرف اقسام میں ملحوظ ہوتا ہے جیسے کلمہ کی تقسیم اسم، فعل اور حرف کی طرف۔

اقسام تقسیم..... تقسیم کی دو قسمیں ہیں۔ حقیقی اور اعتباری تقسیم حقیقی وہ ہوتی ہے جس کے اقسام عقلاً اور خارجاً ہر دو اعتبار سے متباہن ہوں جیسے حیوان کی تقسیم ناطق و صائل کی طرف، بخلاف تقسیم اعتباری کے کہ اس میں تباہن خارجی شرط نہیں بلکہ صرف تباہن عقلی شرط ہے۔ پس تقسیم حقیقی میں مفہومات و مصادقات ہر دو میں تقابیر منظور ہوتا ہے اور تقسیم اعتبار میں تقابیر صرف مفہومات میں جیسے کلی کی تقسیم اس کے اقسام خمسہ، جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام کی طرف کہ یہ پانچوں قسمیں باعتبارات مختلفہ شیء واحد یعنی لون پر صادق ہیں۔ چنانچہ لون اسود و ابيض کے لئے جنس ہے اور مکيف کیلئے نوع (کیونکہ مکيف بغیر لون کے بھی ہوتا ہے جیسے مکيف بالحرارہ، مکيف بالبرودہ) اور کثيف کے لئے فصل ہے (کیونکہ غیر کثيف متصف باللون نہیں ہوتا) اور جسم کیلئے خاصہ ہے (کیونکہ جو شیء جسم نہیں وہ ملون نہیں ہوتی) اور حیوان کیلئے عرض علیہ ہے۔

تقسیم کی ایک اور تقسیم..... تقسیم کی ایک اور تقسیم بھی ہے جس میں وہ عقلی، استقرائی، جعلی اور قطعی کی طرف مقسم ہوتی ہے۔ تقسیم عقلی وہ ہے جس میں عقل قسم آخر کا وجود جائز نہ رکھے۔ جیسے معلوم کی تقسیم موجود و غیر موجود کی

طرف کہ ان دونوں قسموں کے علاوہ کسی تیسری قسم کا وجود عقلاً غیر متصور ہے یہ تقسیم نفی و اثبات کے درمیان دائر ہوتی ہے۔ یعنی شئی اور اس کی نقیض یا مساوی نقیض سے مرکب ہوتی ہے۔ تقسیم استقرائی وہ ہے جس میں عقل قسم آخر کا وجود جائز رکھے گو بالفعل وہ قسم موجود نہ ہو جیسے عنصر کی تقسیم تراب، ماء، ہوا اور نار کی طرف، اس تقسیم میں اصل تو یہی ہے کہ یہ نفی و اثبات کے درمیان دائر نہ ہو۔ لیکن کبھی کبھی ضبط اقسام کی خاطر اس کے خلاف بھی کر لیتے ہیں جیسے یوں کہتے ہیں انصر لما ترازب لولا و ہذا الماء لولا۔ تقسیم جعلی جیسے مولفین کتب کا اپنی تصانیف کو ابواب معدودہ (عشرہ وغیرہ) پر منقسم کرنا کہ یہ تقسیم ان کے لحاظ سے جعلی ہے اور قارئین کتب کے لحاظ سے استقرائی، تقسیم قطعی وہ ہے جس میں عقل بواسطہ دلیل یا بواسطہ تجربہ کسی قسم آخر کا وجود جائز نہ رکھے۔

شروط تقسیم تقسیم کیلئے جامع افراد ہونا، مانع دخول غیر ہونا، متباین الاقسام ہونا اور قسم شئی کا قسم نہ ہونا، قسم شئی کا قسم نہ ہونا۔ نیز اقسام کا مترادف یا متساوی یا عموم و خصوص مطلق یا عموم و خصوص من وجہ کی نسبت پر مشتمل نہ ہونا ضروری ہے۔ پس اگر تقسیم جامع نہ ہو جیسے انسان کی تقسیم ایض و زنجی کی طرف (کہ اس سے اصر خارج ہے) یا مانع نہ ہو جیسے حیوان کی تقسیم ایض اور انسان کی طرف (کہ اس میں جبر بھی داخل ہے) یا متباین الاقسام نہ ہوں۔ جیسے حیوان ناطق کی تقسیم انسان اور بشر کی طرف تو ان سب صورتوں میں تقسیم فاسد ہوگی۔

تقسیم و اقسام علوم علم کو معنی واحد اور حقیقت واحدہ ہے لیکن جہات مختلفہ اور اعتبارات متعددہ کے لحاظ سے اقسام کثیرہ تصور و تصدیق، ضروری و کسبی اور کشفی و لدنی وغیرہ کی طرف منقسم ہوتا ہے۔ مثلاً

جب ہم کسی امر کا تصور اور کسی حقیقت کا ادراک کریں تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ہم اس پر کسی بات کا حکم لگائیں گے جس کو تصدیق کہتے ہیں یا حکم نہیں لگائیں گے جس کو تصور کہتے ہیں۔ پس مطلق علم کلی یہ دو قسمیں ہیں۔ تصور اور تصدیق ان میں سے ہر ایک کی پھر دو صورتیں ہیں یا تو بلا کسب و طلب حاصل ہو جائے الہم و لذت، وجود و عدم اور حرارت و برودت وغیرہ کا تصور اور نفی و اثبات کے عدم اجتماع و عدم ارتقاء کی تصدیق۔ اس قسم کے علوم کو علم ضروریہ یا بدیہہ کہتے ہیں یا بذریعہ کسب و طلب حاصل ہوگا۔ یعنی امور مجملہ کی تحصیل میں ایسے طریق کی ضرورت ہوگی جس کے توصل سے ان کو علم ہو سکے، اس قسم کے علوم کو علوم کسبیہ کہتے ہیں۔ اب اگر مجولات کا علم توصل امور بدیہہ ہو تو اس کو علم نظری کہتے ہیں اور اگر توصل استعداد محل و اصلاح قلب اور تصفیہ باطن و تزکیہ نفس ہو تو اس کو علم مکاشفہ کہتے ہیں جو اہل اللہ کی اصطلاح میں علم الحقائق کہلاتا ہے۔ والیہ اشارہ المولیٰ الجامی بقولہ

جان زائد سائل و ہم خیال جان عارف غرقہ بحر شہود

نیز اگر علم کا حصول بطریق تعلیم لفظی و تدریس قوی ہو تو اس کو علم ظاہری کہتے ہیں اور اگر بطریق فیض الہی و الہام ربانی ہو تو اس کو علم باطنی کہتے ہیں جو اہل حقیقت اور صوفیہ حضرات کی اصطلاح میں علم لدنی سے تعبیر کیا جاتا ہے بایں معنی کہ اس میں تعلیم خداوندی کے سوا اور کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ کما قال بعضہم۔

قرآنہ بلا سہو و فوت

تعلیمنا بلا حروف و صوت

حدیث من عمل بما علم ورثہ اللہ علم ما لم یعلم سے اسی علم کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص معلوم کی ہوئی بات پر عمل کرتا ہے حق تعالیٰ اس کو غیر معلوم باتوں کے علم کا بھی دراثہ بنا دیتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ علم لدنی حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے اور علم ظاہری تعلیم و مدرسین دیتے ہیں۔ کیونکہ تعلیم علم و تسہیل اسباب تو بہر صورت من جانب اللہ ہے۔ تعلیم علوم و فنون ہوا تعلیم صنعت و حرفت، تعلیم علوم ظاہری ہوا تعلیم علوم باطنی، چنانچہ حضرت آدمؑ کو جمیع لغات کا علم دیا اور فرمایا ”و علم آدم الاسماء کلہا حضرت داؤدؑ کو زورہ سازی سکھائی اور فرمایا ”و علمناہ صنعۃ لبوس الکم

حضرت عیسیٰ کو علم طب عطا کیا اور فرمایا ”وعلّمه الكتاب والحكمة. حضرت خضر کو علم لدنی سے سہرہ ور فرمایا۔“ وعلّمناه من لدنا علما۔ نبی کریم ﷺ کو علم قرآن اور اسرار الوہیت سے سرفراز کیا اور فرمایا ”وعلّمك ما لم تكن تعلم انہا انہا کو نطق و گویائی کا شرف بخشا اور فرمایا ”خلق الانسان علمه البیان صاحب کشف الاسرار نے لکھا ہے کہ علم کی تین قسمیں ہیں۔ خبری، الہامی، فہمی۔ ان میں سے ہر ایک کی تعریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ علم خبری کو شاشنود علم الہامی دہاشنود، علم فہمی جانہاشنود یعنی علم خبری وہ ہے جو کانوں سے سن کر حاصل ہو۔ علم الہامی وہ ہے جو دلوں سے مسوع ہو۔ علم فہمی وہ ہے جو قلب و روح پر آشکارا ہو، ان میں سے ہر ایک کے طریق حصول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں، علم خبری پر روایت است، علم الہامی بہدایت است، علم فہمی بعنایت است، یعنی علم خبری کا حصول بذریعہ روایت ہوتا ہے اور علم الہامی کا حصول بطریق بہدایت اور علم فہمی کا حصول بطور عنایت۔ اس کے بعد ہر ایک کا ثبوت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں علم خبری را گفت ”فاعلم انه، لا اله الا الله علم الہامی را گفت ان الذين اوتوا العلم من قلبه علم غیبی را گفت وعلّمناه من لدنا علما۔

علوم اور ان کے اصول و فروع..... منضبط کرنے کیلئے صاحب شفاء، صاحب فوائد خاتمیہ اور علامہ حید وغیرہ ارباب علم نے مختلف اسالیب اختیار کئے ہیں مگر ان سب میں بہتر اور جامع اسلوب صاحب مفتاح السعاده کا ہے فرماتے ہیں کہ جملہ اشیاء کے لئے کتابت، عبارت، اذہان، اعیان چار مراتب میں وجود ہوتا ہے اور ان مراتب اربعہ میں سے ہر سابق لاحق کا وسیلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ کتابت اور خط الفاظ پر دال ہوتے ہیں اور الفاظ موجود فی الاذہان پر اور یہ موجود فی الاعیان پر، اور جو علم ان میں سے پہلے تین مرتبوں سے متعلق ہو وہ تو علم آلی ہے اور جو متعلق بالاعیان ہو وہ سمعی ہو گا یا نظری، پھر ان دونوں میں سے ہر ایک میں یا تو بایں حیثیت بحث ہوگی کہ وہ شریعت سے ماخوذ ہے یہی علم شرعی ہے۔ یا بایں حیثیت بحث ہوگی کہ وہ متصانے علم ہے۔ اسی کو علم حکمی کہتے ہیں، پس یہ سات اصول ہیں اور ہر اصل کی متعدد انواع و فروع ہیں چنانچہ موصوف نے ہر اصل کے لئے ایک دوہ مقرر کرتے ہوئے اپنی کتاب کو سات دوہات پر مرتب کیا ہے اور ہر دوہ میں بہت سی انواع و فروع کو ذکر کیا ہے جس کا اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے۔

دوہ اولی..... علوم خطیہ۔ اس میں علم اودات الخط، علم قوانین الکتابت، علم تحسین الحروف، علم سیفیۃ تولد الخطوط، علم ترتیب حروف ابجدی، علم ترکیب اشکال بساط الحروف، علم الملاء الخط العربی، علم خط المصحف، علم خط العروض مذکور ہیں۔ دوہ ثانیہ..... علوم متعلقہ بالفاظ۔ ان میں یہ علوم مذکور ہیں۔ علم مخارج الحروف، علم اللغۃ، علم الوضع، علم الاشتقاق، علم التصریف، علم النحو، علم المعانی، علم البیان، علم البدیع، علم العروض، علم القوافی، علم قرض الشعر، علم مبادی، الشعر، علم الانشاء، علم مبادی الانشاء، علم المحاضره، علم الدواوین، علم التاریخ فروع علوم عربیہ..... علم الامثال، علم وقائع الامم، علم استعمالات الالفاظ، علم الترسل، علم الشروط والسمات، علم الاحاجی والاعلوطات، علم الالفاظ، علم المعنی، علم التصحیف، علم الملقوب، علم الجناس، علم مسامرة الملوك، علم حکایات الصالحین، علم اخبار الانبیاء، علم المغازی والسير، علم تاریخ الخلفاء، علم طبقات القراء، علم طبقات المفسرین، علم طبقات المحدثین، علم سیر الصحابہ، علم طبقات الحنفیہ، علم طبقات المالکیہ، علم طبقات الحنابلہ، علم طبقات النجاشیہ، علم طبقات الاطباء۔ دوہ ثالثہ..... وہ علوم جن میں معقولات ثانویہ سے بحث ہوتی ہے اور وہ یہ ہیں۔

علم المنطق، علم آداب الدرس، علم النظر، علم الجدل، علم الخلاف۔ دوہ رابعہ..... وہ علوم جو متعلق بالاعیان ہیں اور وہ یہ ہیں علم الالہی، علم الطبی، العلوم الرياضیہ وہی علم العدد، علم الهندسہ، علم الہیئہ، علم الموسیقی

فروع علم الہی..... علم معرفۃ النفس الانسانیہ، علم معرفۃ النفس الملکیہ، علم المراتب النبویۃ، علم مقالات الفرق۔
 فروع علم طبیعی..... علم الطب، علم البیطرہ، علم البیہرہ، علم النباتات، علم الحيوانات، علم الفلاحة، علم المعادن، علم
 الجواهر، علم الکون والفساد، علم قوس قزح، علم الفرائس، علم تعبیر الرویا، علم احکام الجہنم، علم السحر، علم الظلمات، علم
 السماء، علم الکیسایہ
 فروع علم طب..... علم البشری، علم التجالہ، علم الاطعمہ، علم الصيدلہ، علم طبع الاشریہ والمعالجین، علم قلع الآثار من
 الثیاب، علم ترکیب انواع الدوا، علم الجراحۃ، علم القصد، علم الحجامۃ، علم المقادیر والادزان، علم الباہ۔
 فروع علم فراستہ..... علم الثنائات والخیلان، علم الاساریہ، علم الاکتاف، علم عیافتہ الاثر، علم قیافتہ البشر، علم الایہداء
 بالبراری، الاقار، علم الریافتہ، علم الاستنباط، علم نزول الغیث، علم العرافۃ، علم الاختلاجات۔
 فروع علم احکام الجہنم..... علم الاختیارات، علم الرمل، علم القال، علم الفرعۃ، علم الطیرہ
 فروع علم السحر

علم التہمتہ، علم النیر نجات، علم الخواص، علم الرقی، علم الحزائم، علم الاستحصار، علم دعوة الکواکب، علم
 القلیطرات، علم الخفاء، علم الحیل الساسانیہ، علم کشف الدک، علم الشبکہ، علم تعلق القلب، علم الاستعانتہ بخواص الادویہ۔
 فروع علم ہندسہ..... علم عقود الابیہ، علم المناظرہ، علم الریایا الحربیہ، علم مراکز الاثقال، علم جبر الاثقال، علم المساحۃ، علم
 استنباط المساء، علم آلات الحربیہ، علم الرمی، علم التحدیل، علم البتکات، علم الملاحۃ، علم السیاحۃ، علم الادزان والموازیں۔
 فروع علم ہیئت..... علم الزیجات والتقویم، علم حساب الجہنم، علم کتاب التقویم، علم سیفیۃ الارصاد، علم آلات
 الرصدیہ، علم المواقی، علم آلات الظلیہ، علم الاکر، علم اکر الحریکۃ، علم سطح الکمرہ، علم صور الکواکب، علم مقادیر
 العلویات، علم منازل القمر، علم جغرافیاء، علم مسالک البلدان، علم البرود مسافاتہا، علم خواص الاقالیم، علم
 الادوار، والاکوار، علم القرائن، علم الملاحم، علم المواسم، علم وضع الاسطرلاب، علم اعمل، الاسطرلاب، علم وضع ربع الجیب
 والقطرات، علم عمل ربع الدائرہ، علم آلات الساعۃ
 فروع علم عدد..... علم حساب، التخت والمیل، علم الجبر والمقابلہ، علم حساب الخطائین، علم حساب الدور والوصایا، علم حساب
 الدراہم والدنانیر، علم حساب الفرائض، علم حساب الهواء، علم حساب العقود بالا صابح، علم اعداد الوفق، علم خواص
 الاعداد، علم التعالی الحدویہ۔

فروع موسیقی..... علم آلات العجمیہ، علم الرقص، علم النج
 دوحہ خامسہ..... علم علوم حکمیہ عملیہ، علم الاخلاق، علم تدابیر المعزل، علم السیاسۃ
 فروع حکمتہ عملیہ..... علم آداب الملوک، علم آداب الوزراء، علم الاحساب، علم قود العساکر والنجوش۔
 دوحہ سادسہ..... علوم شرعیہ۔ علم الفقراہ، علم تفسیر القرآن، علم روایت الحدیث، علم درایۃ الحدیث، علم اصول الدین
 (کلام) علم اصول اللہ، علم اللہ
 فروع قرآن..... علوم الشواذ، علم مخارج الحروف، علم مخارج الالفاظ، علم الوقوف، علم علل القرآن، علم رسم کتابت
 القرآن، علم آداب کتابتہ المصحف
 فروع حدیث..... علم شرح الحدیث، علم اسباب ورود الحدیث وازمتہ، علم تاریخ الحدیث ومنسوخہ، علم تادل اقوال النبی
 ﷺ، علم رموز الحدیث، علم غرائب لغات الحدیث، علم دفع الطعن عن الحدیث، علم تفلیح الاحادیث، علم احوال رواہ
 الحدیث، علم طب النبی ﷺ

فروع تفسیر..... علم الکی والمدنی، علم الحصری والسفری، علم التہادی واللیلی، علم الصبی والشیانی، علم الفرائشی والنوی، علم الارضی والسمائی، علم لول مازل و آخر مازل، علم سبب النزول، علم مازل علی لسان بعض الصحابہ، علم ماکثر نزولہ، علم ماباخر حکمہ عن نزولہ و ماباخر نزولہ عن حکمہ، علم مازل مفرقا و مازل جمعا، علم مازل مشیعا و مازل مفردا، علم مازل علی بعض الانبیاء و علم یزید، علم سیفیہ انزال القرآن، علم اسماء القرآن و اسماء سورۃ، علم جمعہ و ترتیبہ، علم عدد سورۃ و آیاتہ و کلماتہ و حروفہ، علم حفاظہ و رواۃ، علم العالی و النازل، من اسانیدہ، علم التواتر و المشہور، علم بیان الموصول لفظا و الموصول معنی، علم الامالۃ و الفتح، علم الادغام و الاظہار و الاختفاء و الانقلاب، علم المدد و القصص، علم تخفیف، التہزہ علم سیفیہ محل القرآن، علم آداب تلاوتہ و تالیہ، علم جواز الاقتباس، علم ما وقع فیہ بغیر لغتہ الحجاز، علم ما وقع فیہ من غیر لغتہ العرب، علم غریب القرآن، علم الوجہ و النظائر، علم معانی الادوات، علم الحکم و الصحابہ، علم مقدم القرآن و القرآن و موزنہ، علم عام القرآن و خاصہ، علم تاریخ القرآن و منسوخہ، علم مشکل القرآن، علم مطبق القرآن و مقیدہ، علم منطوق القرآن و مفہومہ، علم وجہ مخاطباتہ، علم حقیقۃ الفاظ القرآن و مجازاتہا، علم تشبیہ القرآن و استعاراتہ، علم کنایات القرآن و تہزیباتہ، علم الحصر و الاختصاص، علم الایجاز و الاطناب، علم الخیر و الانشاء، علم بدائع القرآن، علم نواصل لآی، علم ما وقع فی القرآن من الاسماء، والکنی والقاب، علم مبہمات القرآن، علم فضائل القرآن، علم افضل القرآن و فاضلہ، علم مفرقات القرآن، علم خواص القرآن، علم مرسوم الخط و آداب کتابتہ، علم تفسیر و تادلہ و بیان شرفہ، علم شروط التفسیر و آدابہ، علم غرائب التفسیر، علم طبقات المفسرین، علم خواص الحروف، علم خواص الروحانیہ، من لا آفاق علم التصریف بالحروف و الاسماء، علم حروف النورانیہ و الظلمانیہ، علم التصریف بالاسماء الاعظم، علم الکسر و البسط، علم الزایجہ، علم الجمع و الجا معتہ، علم دفع مطاعن القرآن۔

فروع علم حدیث..... علم المواعظ، علم الادعیہ، علم الآثار، علم الزہد و الورع، علم صلوات الحاجات، علم المغازی فروع اصول فقہ..... علم النظر، علم المناظرہ، علم الجدل

فروع علم فقہ..... علم القرائن، علم الشروط و الجمالات، علم القضاء، علم حکم المشرع، علم الفتاوی۔

اصول علم..... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: علم تین قسم کا ہے۔

پہلے کے علاوہ جو کچھ ہے زاہد ہے۔ آیتہ محکمہ، سنت قاطعہ اور فریضہ عادلہ۔

تیسرے علم فرض عین..... یہ امر ہمیشہ سے مسلم رہا ہے کہ علوم میں سے بعض ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور بعض ایسے جن کا حاصل کرنا ہر شخص پر فرادی فرادی فرض نہیں بلکہ جماعت میں سے ایک آدمی بھی سیکھ لے تو اوروں سے وہ فرض اتر جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ”طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم..... طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔ یہ حدیث بکثرت طرق حضرت انس کے واسطے سے مروی ہے اس کی اسناد گو کلام ہے۔ لیکن اس کا مضمون محدثین کے نزدیک بھی درست ہے، لیکن وہ کونسا علم ہے جس کا حاصل کرنا فرض ہے اور اس کی مقدار کیا ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

مفسرین و محدثین نزدیک وہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کا علم ہے اور فقہاء کے نزدیک علم حلال و حرام

علم دیں قصص و تفسیر و حدیث ہر کہ خواند غیر ازین گرد و خبیث

مشکمین فرماتے ہیں کہ وہ علم ہے جس سے معرفت توحید حاصل ہو، صوفیاء حضرات کے یہاں وہ علم قلب و معرفت خواطر ہے اور اہل حق کے نزدیک علم مکاشفہ، شیخ ابوطالب مکی کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے وہ علم مروا ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے حدیث ”ہنی الاسلام علی خمس اھ میں بیان فرمایا ہے، امام مالک سے پوچھا گیا طلب علم سب لوگوں پر فرض ہے۔ فرمایا نہیں، لیکن آدمی کو اتنا علم ضرور حاصل کر لینا چاہئے کہ اپنے دین میں فائدہ اٹھا سکے، علامہ ابن عبد البر

نے ذکر کیا ہے کہ فرائض دین کا اجمالی علم فرض عین ہے، کوئی آدمی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، جیسے توحید و صفات باری کا دل و زبان سے اقرار کرنا، انبیاء علیہم السلام کی رسالت و صداقت کا اعتراف کرنا، پنجگانہ نمازوں کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے تمام ارکان و احکام کا علم حاصل کرنا، امام غزالی نے ایک مثال کے ضمن میں فرض عین کی تشریح اس طرح کی ہے۔ فرض کرو ایک شخص اسلام قبول کرنا چاہتا ہے اس پر اس وقت صرف کلمہ شہادت کا زبان سے کہنا اور اس پر اعتقاد کرنا فرض ہے، اب نماز کا وقت آگیا تو نماز کا سیکھنا فرض ہو جائے گا، اسی طرح روزہ، زکوٰۃ، حج لیکن ان فرائض کے صرف ضروری ارکان سیکھنے فرض ہوں گے، مستحبات و نوافل اور دوسری قسم کی تحقیقات اور تفصیلات کا سیکھنا فرض عین نہیں۔ یہ لو امر کا حال ہے، نوابی کی تعلیم بھی حسب موقع فرض ہو جائے گی۔ مثلاً کسی شر میں شراب اور سور کے گوشت کھانے کا ردواج ہو تو وہاں شراب اور سور کی حرمت کا جاننا فرض ہوگا۔

مراتب و شرف علم..... مراتب و شرف علم کے سلسلہ میں بہت سی آیات و احادیث وارد ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یرفع الله الذين آمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجات (المجادلہ رکوع ۲)

اللہ بلند کرے گا ان کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں تم میں سے اور علم۔ ان کے درجے۔

انما یخشى الله من عباده العلماء۔ (الفاطر۔ ع ۴)

مذ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندو میں جن کو سمجھ ہے۔

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوالباب (الزمر رکوع ۱)

تو کہہ کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے اور بے سمجھ۔ سوچتے وہی ہیں جن کو عقل ہے۔

اللہ کے نبی سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشادات بھی اس سلسلہ میں بکثرت موجود ہیں۔

ہم یہاں پہلے حضرت معاذ کی ایک حدیث نقل کرتے ہیں جو اس سلسلہ میں جامع حدیث ہے۔

(۱) عن معاذ بن جبل ؓ انه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تعلموا العلم فان تعلمه لله تعالى خشيته، وطلبه، عباده، ومذاكراته تسبيح، والبحث عنه جهاد وتعليمه، لمن لا يعلمه، صدقته وبذله، لاهله قريته، لانه معالم الحلال والحرام ومنار سبل اهل الجنة وهو الانيس في الواحش. والصاحب في القربه والمحدث في الخلوه والدليل على السراء والضراء والسلاح على الاعداء والتزين عند الاخلاء يرفع الله تعالى به اقواما فيجعلهم في الخير قاده وائمه تقضى اثارهم ويقضى بنعالهم، ترغب الملائكة في خلعتهم وياجنحتهم تمشيهم يستغفر لهم كل رطب ويابس وحيات البحر وهوامه، وسباع البر وانعامه لان العلم حياه القلوب من الجهل ومصايح الابصار من الظلم تبليغ العبد بالعلم منازل الاخيار والدرجات العلى في الدنيا والاخره والتفكر فيه يعدل الصيام ومدارسته، تعدل القيام، به توصل الارحام وبه يعرف الحلال والحرام وهو امام والعمل تابعه ويلهمه السعداء ويحرمه الاشقياء۔

حضرت معاذ ؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ علم حاصل کرو کیونکہ بوجہ اللہ علم کی تعلیم خشیت ہے اور اس کی طلب عبادت ہے۔ اس کا مذاکرہ تسبیح اور اس کی تلاش جہاد ہے۔ بے علموں کو علم سکھانا صدقہ ہے، مستحقوں میں علم خرچ کرنا تقرب ہے، کیونکہ علم حلال و حرام کا نشان ہے، جنت کے راستوں پر روشنی کا ستون ہے، تنہائی میں مونس ہے اور پردہ لیس میں رفیق ہے، خلوت میں ندیم ہے اور راحت و مصیبت کا بتانے والا ہے۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہتھیار ہے دوستوں میں زینت ہے۔ علم کے ذریعہ خدا بغضوں کو اٹھاتا ہے اور نیکی کا ایسا امام بناتا ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلا جاتا ہے اور ان کے قول پر عمل کیا جاتا ہے۔ ملائکہ ان کی خدمت پر راغب ہوتے ہیں۔ اپنے پروں سے انہیں چھوٹے ہیں

ان کی مغفرت کے لئے ہر چیز (حتیٰ کہ) پانی کی مچھلیاں، زمین کے کیڑے مکوڑے، خشکی کے درندوچ ندوچا کرتے ہیں۔ کیونکہ علم دلوں کے لئے زندگی ہے جہل کی موت میں، آنکھوں کے لئے روشنی ہے تاریکی میں، علم ہی کے ذریعہ بندے دنیا و آخرت میں اخیار کے مرتبے اور بلند درجے حاصل کرتے ہیں، علم میں غور و فکر روزے کے برابر اور اس کی مشغولیت قیام کے ہم پلہ ہے۔ علم ہی سے رشتے جڑتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی شناخت ہوتی ہے۔ علم عمل کا رہنما ہے اور عمل علم کا ہیرو ہے۔ نصیبہ و روں ہی کو علم کی توفیق میسر آتی ہے اور بد بخت اس سے محروم رہتے ہیں۔

حافظ ابن البر نے کتاب ”جامع بیان العلم میں اس روایت کی تخریج کی ہے اور کہا ہے کہ ”ہو حدیث حسن جد لونی اسنادہ ضعیفہ حدیث گو موقوف بھی ہے مگر مختلف طرق سے مروی ہے اور اس قسم کے مضامین میں حدیث موقوف بھی مرفوع کے درجہ میں ہوتی ہے۔ لان مثله لا یقال بالرای۔

تشریح حدیث و منافع علم..... سعادت ابدیہ دو ہی چیزوں میں منحصر ہے۔ ایک جلب منفعت میں دوسرے دفع مضار میں اور ان میں سے ہر ایک یا دنیاوی ہے یا دینی۔ تو یہ چار قسمیں ہوتی ہیں۔

اول منافع دینیہ اس کی دو قسمیں ہیں۔ خفی اور جلی، حدیث مذکور میں ”فان تعلمہ للہ خشیتہ“ نفع اول کی طرف اور ”تعلیمہ لمن لا یعلمہ صدقۃ و بذلہ لاہلہ قریبۃ“۔ نفع ثانی کی طرف اشارہ ہے۔

دوم منافع دنیویہ۔

اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ وجدانی و ذوقی اور جالبی و رتی۔ پھر نفع وجدانی یا راحت ہے یا استیلاء اور راحت یا تو خلاف نفس امر کی مشقت سے خلاصی پر ہوگی یا باعث سرور شعی کے فقدان پر کسی امر مونس کے ساتھ ہوگی۔ نیز ان میں سے ہر ایک خارجی ہوگی یا ذاتی تو راحت کی چار قسمیں ہوں گی۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ”ہو الانیس فی الوحشۃ“ قسم اول کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کو علم کی جو انیسیت حاصل ہوتی ہے اس کے ذریعہ وہ ہر قلق و اضطراب سے راحت پاتا ہے اور ”والصاحب فی الغریبۃ“ قسم ثانی کی طرف اور ”والمحدث فی الخلوۃ“ قسم ثالث کی طرف اشارہ ہے کہ گوشہ نشین و عزلت گزین آدمی کو علمی سرگوشی میں وہ مزہ آتا ہے جو عاشق زار کو معشوق کے ساتھ ہمکلامی میں بھی نہیں ملتا اور ”الدلیل علی السراء والضراء“ قسم رابع کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ علم کا مقام ایک صاحب بصیرت اور رائے سدید شخص کا سا ہے اور عواقب امور سے لاعلمی اور انجام کار سے نادانیت مولم نفس و مہین صدر سے تو جس طرح ایک لائق مشیر اپنے صحیح مشورہ کے ذریعہ سے دوسروں کو بہت سے مصائب سے بچا لیتا ہے اسی طرح علم جملہ ہوم و احزان سے راحت اور تمام مہلکات سے نجات بخشتا ہے۔

استیلاء بھی دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس سے شر کا استیصال اور ضرر کا دفع ہو، دوسرے وہ جو جالب خیر و دفع خیر ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ”السلاح علی الاعداء استیلاء اول کی طرف اشارہ ہے کہ علم سے باطل پایال اور جہالت و شبہات کا استیصال ہوتا ہے اور ”والترین عند الاخلاء استیلاء ثانی کی طرف اشارہ ہے کہ علم باعث حسن و جمال اور ایسا کمال ہے کہ وہ انسانوں کے قلوب کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

نعم القرنین اذا ما عاقل اصحابہ

العلم زین و کنز لا فادله

قسم دوم۔ منافع رتی۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ اس واسطے کہ وجاہت اور رتبہ یا تو عند اللہ ہو گیا عند الملأ الا علی یا عند الملأ الا سفلی۔ حضور ﷺ کا ارشاد ”یرفع اللہ بہ اقوالہ پلے رتبہ کی طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ علم کے ذریعہ سے صاحب علم کو دوسروں کی قیادت و سیادت عطا فرماتے ہیں۔

شد یکے فوق سماک و دگرے تحت سماک

علم و اندباد ریس و بقادر و زرو سیم

اور ”یرغب المباحۃ فی ظہم رتبہ ثانیہ کی طرف اشارہ ہے اور ”یسعفر لہم کل رطب ویاہس رتبہ ثالثہ کی طرف اشارہ ہے۔ قسم ثالث دفع مضار دینیہ ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک ارتکاب منہیات و اتباع شہوات دوسرے اوامر سے اجتناب اور غفلت، حضور ﷺ کا ارشاد ”انظر فیہ یجدل الصیام پہلی صورت کی طرف اشارہ ہے اور ”مدارستہ تعدل القیام دوسری صورت کی طرف

قسم رابع دفع مضار دنیویہ ہے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک دفع مصالح و مقاصد اور جلب معائب و مفاسد، دوسرے قانون شرعی کے ترک سے مضرت اجتلاب مفاسد، حضور ﷺ کا ارشاد یہ توصل الارحام۔ پہلی صورت کی طرف اشارہ ہے اور ”بہ یعرف الخلال والحرام دوسری صورت کی طرف۔

(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان من الذنوب ذنوبا لا يكفرها صلوٰة ولا صوم ولا حج

الا اللهم في طلب العلم۔

بعض گناہ ایسے بھی ہیں جن کا کفارہ نہ نماز ہے نہ روزہ نہ حج بلکہ صرف علم کی جستجو ہے۔

(۳) قال النبي صلى الله عليه وسلم لان تغدوا فتعلم بابا من العلم خير لك من ان تصلى مائة

ركعة (رواہ ابن عبد البر)

یعنی طلب علم کے لئے نڈھال اور علم کا ایک باب سیکھنا ایک سو رکعات پڑھنے سے بہتر ہے۔

(۴) قال النبي صلى الله عليه وسلم طلب العلم افضل عند الله من الصلوٰة والصيام والحج والجهاد

(رواہ الدیلمی عن ابن عباس)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ علم طلب کرنا اللہ کے نزدیک نماز، روزہ، حج اور جہاد سے بھی افضل ہے۔

(۵) قال النبي صلى الله عليه وسلم من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له طريقا الى الجنة

(رواہ الترمذی عن ابی ہریرہ)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص علم کی جستجو میں راہ چلے حق تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان کر دیتے ہیں۔

(۶) قال النبي صلى الله عليه وسلم اذا جاء طالب العلم الموت وهو على هذه الحالة فهو شهيد . (روی

عن ابی ہریرہ و ابی ذر)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس طالب علم کے حالات میں موت آجائے وہ شہید ہے۔

(۷) قال النبي صلى الله عليه وسلم ”فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب (رواہ ابو داؤد

والترمذی عن ابی الدرداء)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ عابد کے مقابلہ میں عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی فضیلت باقی کواکب

پر، ولنعلم ما قال بعضهم۔

ان لا يفورك فضل ذاك المغرس

من همه في مطعم او ملبس

وايجرله طيب المنام وغلس

كرمت فيه وكت صدر المجلس

عند النعال له صموت الاخرس

العلم مغرس كل فضل فاجتهد

وعلم بان العلم ليس يناله

واحرص لتبلغ فيه حظا و افرا

لتعز حتى ان حضرت بمجلس

ان الخلى من العلوم مقامه

وقال بعضهم

اخو العلم حتی خالد بعد موته واوصاله تحت الثراب رمیم
وذو الجہل میت وھو یمسی علی الثری یظن من الاحیاء وھو عدیم
خاتم ملک سلیمما نست علم جملہ عالم صورت وجانست علم
لاتعجبین الجہول حلتہ فذاک میت وثوبہ، کفن

جاحلے کاں یعلم زندہ نشد میتش دان و مسککش مدفن

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ علم کا شرف اور اس کی فضیلت یا تو اس کے موضوع کے شرف کے لحاظ سے ہوتا ہے جیسے زرگری چڑا رنگنے کے کام سے اس لئے اشرف ہے کہ زرگری کا موضوع سونا چاندی ہے اور وہ چڑا رنگنے کے موضوع سے اشرف ہے۔ جو کہ مردہ جانور کی کھال ہے یا شرف غرض کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے صناعت طب بھٹکی کے پیشہ سے اشرف ہے۔ کیونکہ طب کی غرض انسان کی تندرستی کو فائدہ پہنچانا ہے، اور بھٹکی کا کام محض بیت الخلاء کی صفائی کی غرض پر مبنی ہے۔ یا علم کا شرف یا اعتبار احتجاج ہوتا ہے جیسے علم فقہ کی بہ نسبت طب کے اس کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے اس لئے کہ دنیا کا کوئی واقعہ خواہ کسی کو بھی پیش آیا ہو ایسا نہیں ہوتا جس میں فقہ کی حاجت نہ ہو، اسی کے ذریعہ سے دینی اور دنیاوی احوال کی اصلاح و درستی کا نظام قائم رہتا ہے۔

اقسام تدوین و اصناف مدونات..... جس طرح ہر علم بحرناہد اکنار ہے اسی طرح علمی ذخیرہ بھی بے شمار ہے۔ لیکن معنوی جہت سے ہم اس کو دو قسموں میں منحصر کر سکتے ہیں کیونکہ علمی ذخیرہ میں یا تو قواعد علوم ہیں یا اس کے علاوہ پہلی قسم مقدار کے لحاظ سے تین قسموں میں منحصر ہے۔ اول مختصرات جن میں بغرض استحضار اہم مسائل کو قلمبند کر لیا جاتا ہے، اس سے زیادہ تر شہسی حضرات ہی مستفید ہوتے ہیں۔ دوم مبسوطات، ان سے مطالعہ میں بہت مدد ملتی ہے۔ سوم متوسطات، ان سے عام و خاص، مبتدی منتہی سب مستفید ہو سکتے ہیں۔ دوسری قسم میں دو صورتیں ہیں یا تو ان کا تعلق اخبار مرسلہ سے ہے جن کو کتب تواریخ کہتے ہیں یا ان میں لوصاف و امثال ہیں جن کو نظم میں ڈھال لیا گیا ہے۔ انہیں کو دو اویں شعر کہا جاتا ہے۔

تصنیف و تالیف..... ادائیگی فرض و تادیب سنن موکدہ و نوافل ضروریہ اور تلاوت کتاب و درس و تدریس حدیث مستطاب کے بعد بقدر طاقت و اندازہ فرصت و اقتضاء وقت تحریر علوم سنیہ سے افضل کوئی شغل اور تصنیف و تالیف سے بہتر کوئی کام نہیں ہے جو بہتر بات تسوید میں آجائے اور جو پاکیزہ کلمہ صفحہ قرطاس پر مرتوم ہو جائے اس کی مثال حجرہ طیبہ کی سی ہے کہ ”توفی اکلمھا کل حین باذن ربھا اور علم بے تصنیف بے اولاد مرد کی طرح ہے اور تالیف اباطیل مثل فرزند بدنہاد۔ قال بعضهم۔

وما من کاتب الا سیلی وبقی الدھر ما کتبت یداہ
فلا تکتبن بکف غیر شئی یسرک فی القیامۃ ان تراہ
علم ست کہ ہر جہ ست بنما یدازو ہر عقدہ کہ مشکل ست بکشاید ازو
غیر از تصنیف نیک دیگر نبود کاریکہ پس از تو کارھا آید ازو

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ”من کتب حرفا الرجل مسلم فکانما تصدق بدینار و اعتق رقبۃ و کتب اللہ لہ بكل حرف حسنة و معانہ سینۃ یعنی جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے نفع کی خاطر ایک حرف لکھے وہ ایسا ہے کہ گویا اسے ایک اشرافی خیرات کی اور ایک غلام آزاد کیا۔ حق تعالیٰ اس کے لئے ہر حرف کے بدلہ میں ایک نیکی لکھیں گے اور ایک گناہ معاف فرمائیں گے۔ ولنعم ما قیل فی القلم۔

لہ الرقاب و دانت خوفہ الامم

ان یخدم القلم السیف الذی خضعت

ان السیوف لہا مذار ہفت خدم

کذا قضی اللہ للاقلام مذبرت

وقال بعضهم

وعده مما یجلب المجد والکرم

اذا قسم الابطال یوما بسیفهم

مدی الدھران اللہ اقسام بالقلم

کفی قلم الکتاب فخرا ورفعة

وقال الدقوقی

مخلده والعلم والفضل ولده

ومامات من تبقى التصانیف بعده

طریق تالیف..... جب کوئی مصنف کسی مضمون پر قلم اٹھاتا ہے تو وہ یا کسی ایسی چیز کا اختراع کرتا ہے جس کا وجود اس سے قبل نہیں ہوتا جیسے حقدین کہ ان کی تصنیفات اسی شان کی ہیں یا کسی ناقص کام کی تکمیل کرتا ہے جیسے علامہ جلال الدین سیوطی اور ان کی جلالین نصف اول۔ یا مغلق بات کی تشریح کرتا ہے۔ جیسے صاحب نور الانوار یا طویل مضمون کا اختصار کرتا ہے۔ جیسے سعد الدین تفتازانی اور ان کی مختصر المعانی یا متفرق اشیاء کو جمع کرتا ہے جیسے صاحب ہدایہ اور ان کی کتاب ہدایۃ البندی (متن ہدایہ)۔ یا مخلوط و غیر مربوط مضمون کو مرتب و مہذب کرتا ہے۔ جیسے علامہ فروغی اور ان کی تلخیص المباح۔ یا کسی فن کے قواعد و مسائل کو اختصار کے ساتھ پیش کرتا ہے جیسے کافیہ و کنز وغیرہ متون۔ چنانچہ شیخ ابو حیان لکھتے ہیں۔ ”ہر تالیف کہ خالی باشد از ہشت چیز آل نوے از ہدیان ست معدوم قد اخترع و مفرق قد جمع و ناقص

قد کمل و مجمل قد فصل و مسہب قد ہذب و مخلط قد رتب و مبہم قد عین و خطاء قد بین۔ (خطیرہ القدس)

طریق ترجمہ..... ترجمہ کے دو طریقے ہیں اول یہ کہ اصل میں جو لفظ ہو اس کے ہم معنی الفاظ تلاش کر کے لفظی ترجمہ کیا جائے۔ یہ بہت پرانا طریقہ ہے۔ چنانچہ یوحنا بن بطریق اور ابن ناعمہ حمصی کا یہی طرز تھا۔ اس طریقہ میں دو دو قیتیں ہیں۔ اول تو ہر لفظ کے مقابل میں ایسے لفظ کا ملنا جو تمام خصوصیتوں کے لحاظ سے اصل کے ہم معنی ہوتا ممکن یا قریب ازنا ممکن ہے۔ دوم لفظی ترجمہ سے مطلب اچھی طرح واضح نہیں ہوتا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پوری اصل عبارت کا مطلب عبارت میں ادا کیا جائے۔ غالباً یہ طریقہ حین سے شروع ہوا تھا۔ بعد میں اور لوگوں نے بھی اس کی تقلید شروع کر دی۔ آج کے دور میں بھی اسی کو پسند کیا جاتا ہے۔

اسالیب شرح..... مغلق مضمون کی تشریح کے تین طریقے ہیں۔

اول تشریح بقال اقوال جیسے شرح مقاصد، شرح مطالع، شرح عقد، شرح ایسا غوجی وغیرہ۔

دوم تشریح بقولہ جیسے شرح تہذیب اور تلوک وغیرہ۔

سوم شرح مزدوج جس میں عبارت متن اور شرح کو ملا دیا جاتا ہے۔ جیسے شرح جامی، شرح عقائد، شرح تہذیب الفکر وغیرہ عام طور پر موخرین شرح کے ہاں یہی طریقہ رائج ہے۔

بعض اصطلاحات مصنفین..... حقدین مصنفین کی عادت ہے کہ وہ کسی اعتراض یا جواب کے ضعف و قوت کی طرف مخصوص الفاظ سے اشارہ کرتے ہیں۔ چنانچہ لفظ ”تاء مل سے قوی جواب کی طرف اشارہ ہے اور ”قاء مل سے جواب

ضعیف کی طرف اور ”قلبتا مل سے جواب اضعف کی طرف، اور ”فہ بحث عبارت عام ہے کہ مستعمل فیہ مقام میں کوئی تحقیق ہو یا فساد دونوں کے لئے استعمال کرتے ہیں اس لئے مناسب محل معنی پر محمول کرنا چاہئے۔ اور ”فہ نظر اس موقع پر استعمال کرتے ہیں جہاں فساد لازم آتا ہو، پھر جہاں سوال اقوی ہو وہاں ”لقلکل کہتے ہیں اور اس کے جواب میں ”اقول یا ”نقول لاتے ہیں اور اگر ضعیف ہو تو ”فان فیل کہتے ہیں اور اس کے جواب میں ”اجیب یا ”یقال لاتے ہیں اور اضعف ہو

تو ”لا یتقال کہتے ہیں اور اس کے جواب میں ”لانا نقول لاتے ہیں اور اگر قوی ہو تو ”فان قلت کہتے ہیں اور اس کے جواب میں ”قلت اجمال بعد از تفصیل اور نتیجہ کو کہتے ہیں اور ”حاصل کلام تفصیل بعد از اجمال کو کہتے ہیں۔ (کلیات ابو البقاء) اور ”صواب خلاف خطا کو کہتے ہیں اور ان دونوں کا استعمال مجتہدات میں ہوتا ہے اور ”بالجملہ کثرت اور تفصیل میں اور ”محصول کلام اجمال بعد از تفصیل اور نتیجہ کو کہتے ہیں اور ”حاصل کلام تفصیل بعد از اجمال کو کہتے ہیں (کلیات ابو البقاء) اور ”صواب خلاف خطا کو کہتے ہیں اور ان دونوں کا استعمال مجتہدات میں ہوتا ہے۔ اور ”حق و باطل کا استعمال معتقد اس میں ہوتا ہے۔ (حظیرہ القدس)

حوالہ نقل..... جب کوئی مضمون کسی دوسرے شخص کے کلام سے لیا جائے تو اس کا حوالہ دینا ضروری ہے ورنہ سرقہ کلامیہ پر محمول ہو گا جو نہایت قبیح حرکت ہے۔ اسی وجہ سے علامہ سیوطی کو شیخ شہاب الدین قسطلانی شارح بخاری سے بڑی شکایت تھی۔ کہا کرتے تھے کہ ”انہوں نے مواہب لدنیہ میں میری کتابوں سے بددلی ہے اور اس میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ میری کتابوں سے نقل کر رہے ہیں اور یہ بات ایک قسم کی خیانت ہے جو نقل میں معیوب ہے۔ نیز موصوف اپنی کتاب ”الاشیاء النظار ص ۱۲۶۴ میں شیخ بہاء الدین ابن الخاس کی عبارت ”وجدت ذلک بخط عالی بن عثمان بن جنی عن ابیہ قال اہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ان کی دیانت داری اور امانت داری دیکھو کہ انہوں نے بخط صاحبزادہ ابن جنی ایک فائدہ پایا جو اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے۔ اور وہ کسی کتاب میں مسطور نہ تھا کہ اس سے نقل کیا ہو اس کے باوجود شیخ نے ابن جنی اور اس کے صاحبزادے کی طرف منسوب کئے بغیر اس کے ذکر کو جائز نہیں سمجھا، ان کلام چوروں کی طرح نہیں جنہوں نے میری تصانیف ”معجزات الکبیر اور خصائص صغری وغیرہ پر جن کے تتبع میں، میں نے سالہا سال صرف کئے غارت گری کی ہے اور ان کو چر کر خیمیری و سخاوی وغیرہ کی کتابوں سے کچھ مضامین منضم کر کے اپنی طرف منسوب کر لیا۔ نہ میری کتابوں کا حوالہ دیا اور نہ خیمیری و سخاوی کی طرف نسبت کی۔ جن کی کتابوں سے مضامین بڑھائے ہیں اور یہ چیز علمی دیانتداری کے بالکل خلاف ہے۔ حالی نے خوب کہا ہے۔

خدا اس لوٹ سے جو لوٹ ہے علمی و اخلاقی

نہیں حالی ضرر سے و حشیوں کی لوٹ بھی لیکن

طریقہ حوالہ نقل..... حوالہ نقل کے مختلف طریقے ہیں۔

(۱) ہر جگہ منقول عن کتاب کے نام کی تصریح کی جائے۔

(۲) اوائل کتاب میں یہ لکھ دیا جائے کہ اس کتاب کا ماخذ فلاں فلاں کتابیں ہیں جیسا کہ سید مرتضیٰ نے تاج العروس میں کتب لغت کی ایک کثیر تعداد کا حوالہ دیا ہے۔ راقم الحروف نے اپنی تالیف میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

(۳) ہر مضمون کے ختم پر منقول عن کتب کو ذکر کر دیا جائے۔ آج کل عام طور سے یہی طریقہ رائج ہے اور میں نے اپنی کتاب ”ظفر المحصلین باحوال المصنفین میں ان دونوں طریقوں کو جمع کر دیا ہے۔

(۴) صرف اجمال حوالہ پر اکتفاء کیا جائے جیسا کہ ابن حجر مکی وغیرہ نے کیا ہے اور آیات قرآنی ”اولم نلتھم بینہ ما فی الصحف الاولی، انہ لقی زبرا الاولین، ان ہذا لقی الصحف الاولی صحف ابراہیم و موسی وغیرہ سے اس کی تائید

ہوئی۔ شراط تحصیل علم..... تحصیل علم کے لئے بہت سی شرطیں ہیں ہم پہلے سقراط حکیم کا ایک جامع قول پیش کرتے ہیں۔ جس میں اجمالی طور پر تقریباً ساری ہی شرطیں موجود ہیں۔ اس کے بعد کچھ شرطیں تفصیل سے پیش کریں گے۔

ینبغی ان یکون الطالب شابا فارغ القلب غیر ملتفت الی الدنیا صحیح المزاج

محببالعلم بحیث لا ینتار علی العلم شیئا ”من الاشیاء“ صدوقا منصفاً بالطبع

متعلینا امینا عالما بالوظائف الشرعیة والاعمال الدینیة غیر مغل بواجب فیہا
ویحرم علی نفسه ما یحرم فی ملتہ نبیہ ویوافق الجمهور فی الرسوم والعادات
ولا ینکون فظاسنی الخلق ینزح من دولہ فی المرتبة ولا ینکون اکولا ولا
متہتکا ولا خاشعا من الموت ولا جامعا للمال الا بقدر الحاجة فان الاشتغال

بطلب اسباب المعیشة مانع عن تحصیل العلم.

یہ ہونا چاہئے کہ طالب علم جوان ہو فارغ القلب ہو، دنیا سے کنارہ کش ہو، صحیح المزاج ہو اور علم دولت ہو کہ علم کے مقابلہ میں کسی چیز کو بھی ترجیح نہ دے، راست گو اور منصف مزاج ہو، دین و دلو اور امانت دار ہو، افعال شرعیہ اور احکام دینیہ سے واقف ہو اور ان کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اپنے اوپر ہر وہ چیز حرام قرار دے جو اس کے نبی کی شریعت میں حرام ہو، اخلاق و عادات میں جمہور کا پیرو ہو، بد خلق نہ ہو، اپنے سے کم رتبہ والوں پر رحم دل ہو، کھدورانہ ہو، بے آبرو اور لا پرواہ نہ ہو، ہر وقت موت سے خائف نہ ہو، مال جمع کرنے والا نہ ہو مگر بقدر ضرورت کیونکہ اسباب معیشت میں مشغول رہنا تحصیل علم سے مانع ہے۔

(۱) اخلاص نیت..... تحصیل علم کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اس کے ذریعہ سے خدا اور رسول کے بتائے ہوئے احکام پر عمل ہو غفلتوں کو ہوشیار، جاہلوں کو واقف کار کیا جائے اور ضلالت و گمراہی کا خاتمہ ہو۔ جو علم اس مقصد کے خلاف حاصل کیا جائے وہ وبال جان ہو گانہ کہ باعث نجات۔

جزیاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع ست
سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر حق
جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت ست
علمی کہ رہ حق تہاید جہالت ست

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ”من تعلم علما لغیر اللہ فلیتوب امقعدہ من النار۔ جو شخص رضائے خداوندی کے علاوہ کیلئے علم سیکھے، وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے، نیز آپ کا ارشاد ہے۔

من تعلم العلم لاریع دخل النار لیباہی بہ العلماء ولیماری بہ السفہاء ویقبل بہ وجوہ الناس الیہ ولیاخذ بہ الاموال۔

جو شخص چار چیزوں میں سے کسی ایک کے لئے علم حاصل کرے گا وہ آگ میں داخل ہوگا۔
(۱) اس لئے علماء پر فخر کرے۔

(۲) جملاء سے محبت کرے۔

(۳) مجلس میں اونچی جگہ بیٹھے لوگوں سے مال حاصل کرے۔
و لعم باقی فی ہذا المعنی۔

فان العلم من سفن النجاة

اذا ما حل فی غیر النقات

بعید ان تراه من الهداة

فاز بفضل من الرشاد

لیل فضل من العباد

تعلم ما استطعت لقصد وجهی

ولیس العلم فی الدنیا یفخر

ومن طلب العلوم لغیر وجهی

من طلب العلم للمعاد

فیا لخمیران لطالیہ

و ارشد الشیخ قراۃ الدین حماد بن

ابراہیم الصفا رملہ لای حنیفہ

(۲) تزکیہ باطن..... اخلاص نیت کے بعد اخلاق و ذیلہ سے طالب کے پاک صاف ہونے اور مکارم اخلاق کے ساتھ مزین ہونے کی شرط اسی طرح مقدم ہے۔ جیسے نماز کے لئے شرط طہارت دیگر شرائط پر مقدم ہے۔ اور جس طرح ملائکہ

رحمتہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کلاب ظاہری ہوں، اسی طرح علم اس قلب میں داخل نہیں ہوتا جس میں کلاب باطنی ہوں۔ فی الحدیث ”ان اللہ کریم یحب مکارم الاخلاق۔ ولہ در القائل

بمکارم الاخلاق کن متخلقا لیفوح مسک ثنائک العطر الشدی (۳) خاکساری و فروتنی..... طالب علم کے لئے عاجزی و انکساری بھی ضروری ہے۔ کیونکہ تواضع کے بعد ہی بلندی حاصل ہوتی ہے۔ رفعت نزد خدا اور انکسار ست و تکبر سرکشی سبب لو بار، من تواضع للہ رفعہ اللہ

مباش غرہ بعلم و عمل کہ شد ایلئس ذرے ہوئے بلند ہو اس کو لے اڑی قطرے ہوئے جو پست گھر ہو کے رہ گئے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ”میں نے طالب علمی میں خود کو نیچا کیا تو اب استوی عزت پائی۔ چار چیز آوردہ ام شاہاکہ در سنج تو نیست چار چیز آوردہ ام شاہاکہ در سنج تو نیست

(۴) احترام استاد..... طالب کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز اپنے معلم کا ادب و احترام ہے۔ کیونکہ جس طالب سے اس کے استاد کو اذیت ہو وہ برکت علم سے محروم ہوتا ہے۔ دی گئی منصور کو سولی ادب کے ترک پر تھانا لحق حق مگر اک حرف گستاخانہ تھا (امیر)

طالب علم کو چاہئے کہ وہ استاد کے سامنے کسی قسم کی لٹانیت اور تکبر کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ ہمہ وقت عاجزی و انکساری سے پیش آئے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ”من لم یحمل ذل المتعلم ساعة بقی فی ذل الجهل ابدًا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”تین شخصوں کی تحقیر منافق ہی کر سکتا ہے۔ بوڑھے مسلمان کی، عادل حاکم کی اور نیکی کے معلم کی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”خود علم سیکھو اور دوسروں کو سکھاؤ، علم کے لئے سنجیدگی و بردباری پیرا کرو، جس سے علم سیکھو اور جسے سکھاؤ اس سے خاکساری بڑھو، جبار عالم نہ بنو کہ تمہاری بد مزاجی تمہارے علم کا ساتھ چھوڑ دے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ”جب تم کسی عالم کے پاس پہنچو تو پہلے خاص طور پر عالم کو پھر دوسروں کو سلام کرو۔ عالم کے رو برو مودب بیٹھو، ہاتھوں سے اشارے نہ کرو، آنکھیں نہ منکاو۔

من کہ ایں در معانی سفتہ ام من کہ ایں در معانی سفتہ ام

شیخ برہان الاسلام زرنوجی نے ”تعلیم المعلم میں لکھا ہے کہ شیخ شمس الامامہ حلوانی کچھ دن کیلئے بخارا سے نکل کر کسی گاؤں میں مقیم ہو گئے تھے جہاں آپ کے اکثر تلامذہ ملاقات کیلئے حاضر ہوئے، لیکن قاضی ابو بکر محمد بن علی زرنوجی ملاقات کیلئے نہ جاسکے۔ کچھ دن کے بعد جب انہوں نے شمس الامامہ سے ملاقات کی تو شمس الامامہ نے دریافت کیا کہ تم ملاقات کیلئے کیوں نہ آئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ والدہ کی خدمت میں مشغول تھا اس لئے حاضر نہ ہو سکا۔ شمس الامامہ نے فرمایا کہ عمر میں تو برکت ہوگی مگر درس کی رونق نہ پاسکو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کو اکثر عمر گاؤں میں رہنا پڑا۔ جس کی وجہ سے درس کا کوئی نظم قائم نہ ہو سکا۔ فمن تاذی منه استاذہ یحرم برکۃ العلم ولا یتضع بہ الاقلیل۔

من آنچه شرط بلاغت باتومی گویم تو خواہ از سختم پند گیر و خواہ ملال

نیز خلیفہ ہارون الرشید کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو تحصیل علم کے لئے اس صحنہ کے پاس بھیجا، ایک روز دیکھا کہ اس صحنہ وضو کر رہے ہیں اور شہزادہ ان کو وضو کراتے ہوئے پاؤں پر پانی ڈال رہا ہے۔ یہ دیکھ کر ہارون اس صحنہ پر برا فرودختہ ہوا اور کہا کہ میں نے اس کو آپ کے پاس تحصیل علم اور ادب سیکھنے کے لئے بھیجا ہے اور یہ کوئی ادب کی بات ہے کہ آپ اپنا پاؤں خود دھوئیں اس کو چاہئے تھا کہ ایک ہاتھ سے پانی ڈالتا اور دوسرے ہاتھ سے آپ کا پاؤں دھوتا۔

شہاں وادی ایمین گئے رسد بمراد کہ چند سال بجال خدمت شعیب کند
(۵) مطالعہ ٹھوس استعداد اور ترقی علم کے لئے مطالعہ و کتب بینی نہایت ضروری ہے۔ حکیم جالینوس سے پوچھا گیا کہ اپنے سب ساتھیوں سے زیادہ تم نے حکمت کیسے حاصل کی۔ جالینوس نے جواب دیا۔ اس طرح کہ میں نے کتب بینی کے لئے چراغ پر اس سے زیادہ خرچ کیا ہے جتنا وہ شراب پر خرچ کر چکے ہیں۔

ذوق اس بارہ ندانی بخدا تاملی

فاضل لطفی کہتے ہیں کہ میں شان باشا وزیر کے تلامذہ میں تھا۔ ان کی عادت تھی کہ تعطیل والی راتوں میں علماء کو مدعو کرتے اور عمدہ پر تکلف کھانا کھلاتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ علماء حاضر ہوئے جن میں مصطفیٰ قسطلانی، خواجہ زادہ اور خطیب زادہ بھی تھے۔ میرا ایک دوست تھا میں اس سے باتیں کرنے لگا اور میں نے دور ان گفتگو میں کہا کہ ایک مرتبہ ایسا بیمار ہوا کہ خون پھوٹ پھوٹ کر پسینہ کی طرح نکلا اور میرا کریرہ ٹکین ہو گیا۔ اس پر تمام حاضرین ہنس پڑے۔ لیکن قسطلانی نے کہا ہنسنے کی بات نہیں ہے، یہ تو فلاں مرض ہے جس کو شیخ نے ”القانون کی فلاں فصل میں ذکر کیا ہے۔“ خواجہ زادہ نے ازراہ طعن کہا ”آپ نے قانون کا مطالعہ کیا ہے۔“ قسطلانی نے جواب دیا ”جی ہاں، قانون ہی کا نہیں شیخ ابن سینا کی تمام تصنیفات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ بلکہ کی شیخ کی ”شفاء“ تو بتامہ سات مرتبہ دیکھی ہے۔ یہ سن کر حاضرین انگشت بدندان رہ گئے۔

کوشش کرو کہ پھر سے بہار آئے باغ میں کچھ تیل چاہئے ابھی اس چراغ میں (عشرت)

نیز طالب علم کو چاہئے کہ وہ قلم و قراطس ساتھ رکھے اور جو نئی بات مطالعہ میں آئے اس کو نوٹ کر لے۔ لان العلم صید والکتابۃ لہ قید، وفی الحدیث، قید والعلم بالکتابۃ ۱ (رواہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول) وقد قیل من حفظ فرومن کتب قر بعینی حفظ کی ہوئی بات کا ذہن سے نکل جاتا تو ممکن ہے لیکن جب وہ تحریر میں آگئی تو اب اس کا بھولنا ناممکن سا ہو گیا۔

مگر صرف نوشتہ پر بھروسہ نہ کرے بلکہ جو کچھ لکھا ہے اس کو محفوظ کرنے کی کوشش کرے۔ لان العلم ما ثبت فی الجواہر لا ما اودع فی الدفاتر، لکھنے کا مقصد تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ اگر کسی وقت نسیان و ذہول ہو جائے تو نوشتہ کی طرف مراجعت کی جاسکے۔ ولعمم ما قال الخلیل۔

لیس بعلمہا حوی القمطر مالعلم الاما حواہ الصدر

یعنی وہ علم نہیں جو کتابوں میں مسطور ہے۔ علم وہی ہے جو سینہ میں ساچکا ہے۔

(۶) استفسار و سوال جو بات سمجھ میں نہ آئے یا جس چیز کا علم نہ ہو اس کے پوچھنے میں نہ شرمائے۔ گو بار بار دریافت کرنا پڑے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مروی ہے ”لیس من اخلاق المؤمن الملق الا فی طلب العلم کہ چالپوسی کرنا مؤمن کی شان نہیں ہے۔ مگر طلب علم کے سلسلہ میں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا ”انی لک هذا العلم۔ قال: قلب عقول ولسان سنوول مشہور مقولہ ہے۔ جو سوال کرنے میں سبکی سمجھتا ہے اس کا علم بھی ہلکا رہتا ہے۔ حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ ”جو طلب علم میں شرماتا ہے اس کا علم حقیر رہتا ہے۔ امام غزالی سے سوال ہوا کہ آپ کو اصول و فروع کا احاطہ کہاں سے حاصل ہوا۔ آپ نے یہ آیت پڑھی ”فاستلوا اهل الذکر ان کتم لاتعلمون۔“ فاشار الی ان السؤال من اسباب العلم وطرائقه۔ امام اصمعی سے پوچھا گیا کہ آپ نے تمام علم کیسے حاصل کیا۔ کہنے لگے مسلسل سوال سے۔ اصمعی کا شعر ہے

تمام العمی طول السکوت علی الجہل

شفاء العمی طول السؤال وانما

کوری عقل کا علاج دائمی سوال ہے اور کوری عقل کی تکمیل جہل پر دائمی سکوت ہے، قال السعدی الشیرازی ”ہرچہ مذانی از پرسید نش تنگ مدار۔“

(۷) مذاکرہ و تکرار تحصیل علم کے لئے مطالعہ و مناظرہ اور تکرار و مذاکرہ بھی ضروری ہے۔ کیونکہ علم میں پیشگی شرط نصیحت بود بجا آرم اگر قبول کنی ورنہ آں تو میدانی

اسی سے آتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے ”المسبق حرف والسكراد الف یعنی سبق تو کم ہونا چاہئے اور تکرار و مطالعہ زیادہ سے زیادہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ سبق کی بہ نسبت تکرار اور غور و خوض جتنا بھی زیادہ ہوگا فہم و اور آگ اٹھائی ہوئے گا۔ وقد قبل حفظ حرفین خیر من سماع وقرین وفہم حرفین خیر من حفظ وقرین درس میں بیٹھ کر صفحات کے صفحات سن لینے سے زیادہ مفید یہ ہے کہ صرف دو حرف محفوظ کر لئے جائیں اور صفحات کے صفحات محفوظ کر لینے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ دو حرف سمجھ بوجھ کر یاد کر لئے جائیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ تکرار کا مقصد طلب ثواب و اظہار صواب ہو نہ کہ تیرہ و تکی۔

(۸) حفظ اوقات طالب علم کو چاہئے کہ وہ اپنے اوقات کی قدر کرے اور فضول گفتگو اور لاپرواہی باتوں کو بچوائے قول نبی ﷺ ”من حسن اسلام المرء تو کہ ملا یعنیہ ترک کرتا ہو ضروریات شرعیہ فرائض و واجبات اور حوائج بشریہ اکل و شرب۔ بول و براز اور بقدر ضرورت نوم و خواب سے باقی ماندہ اپنے تمام اوقات کتب بینی اور مذاکرہ و تکرار میں صرف کرے۔ کیونکہ انسان کی ترقی کا راز حفظ اوقات ہی میں مضمر ہے۔ اسلام کے ہوش ربا کار نامے قدر شناسی اوقات ہی کے نتائج ہیں، اگر وہ لوگ اپنے اوقات کی قدر نہ کرتے تو ابو عبد اللہ حسن بن حامد بن علی بن مردانہ یعنی اپنی کتاب ”الجامع فی اللہب چار سو اجزاء میں۔ شیخ حسین بن محمد بن احمد بن ماسر جس نیشاپوری متوفی ۳۶۵ھ اپنی کتاب ”المسند الکبیر تیرہ سو اجزاء میں، ابو علی اسماعیل بن القاسم بن عیذون بن ہارون بن عیسیٰ بن محمد بن سلمان القالی متوفی ۳۵۶ھ اپنی کتاب ”التاریخ پانچ ہزار اور اسی میں ”ابو عبد اللہ جمال الدین محمد بن سلیمان بن الحسن بن الحسن النخعی المقدسی الحنفی مشہور بابن العقیب متوفی ۶۹۸ھ اپنی تفسیر ثناوے جلدوں میں، ابو سلیمان داؤد بن علی اصہبانی اپنی تصنیفات اٹھارہ ہزار اور اسی میں، شیخ الاسلام بزدوی الحنفی اپنی تفسیر ایک سو بیس اجزاء میں، شیخ ابو الصفاء صلاح الدین عقیل بن ابیک الصفدی اپنی کتاب ”الوانی بالوفیات پچاس جلدوں میں، حافظ ابو محمد حسن بن احمد بن محمد سمرقندی اپنی کتاب ”بحر الاسانید من صحاح المسانید تین سو جزء میں دنیا کے سامنے پیش نہیں کر سکتے تھے۔

قدمات قوم و مامات مکارم دمات وہم فی الناس اموات
لیس الفتی بفتی یتضاء بہ ولا یكون لہ فی الارض آثار

ظاہر ہے کہ وہی چوبیس گھنٹے ان کے شب و روز کے تھے اور وہی ہمارے ہیں لیکن اسلاف نے اپنے اوقات کی قدر کی اور ہم اس سے غافل ہیں۔

نصیحت ہمیں ست جان پدر کہ عمرت عزیز ست ضائع کن
مشہور مقولہ ہے ”الوقت من ذہب یعنی وقت بھی ایک سونا ہے، حدیث میں ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں کہ جب وہ طلوع ہوتا ہو مگر یہ کہ وہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے انسان میں ایک نوپیدا مخلوق ہوں میں تیرے عمل پر شاہد ہوں مجھ سے کچھ حاصل کرنا ہو تو کر لے میں قیامت تک لوٹ کر نہیں آؤں گا، دنیا کی تمام چیزیں ضائع ہو جانے کے بعد واپس آ سکتی ہیں لیکن ضائع شدہ وقت نہیں آ سکتا۔

غافل ز احتیاط نفس یک نفس مباح شاید ہمیں نفس نفس واپس بود
طریقہ تحصیل ملکہ ایک عالم کو جب تک کسی علم کے مبادی و قواعد اصول پر پورا پورا احاطہ حاصل نہ ہو جائے اور

اس کے جملہ مسائل سے واقفیت حاصل کر کے اصول سے فروغ نکالنے کا ملکہ پیدا نہ کر لے اس وقت تک اس کو اس علم میں حاذق و ماہر نہیں کہا جاسکتا۔

اب یہ ملکہ مسائل کے صرف رٹ لینے اور سمجھ لینے سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ ملکہ نفس، مسائل کو سمجھ لینے اور یاد کر لینے سے ایک بالاتر درجہ ہے، جو صرف عالم ماہر کو حاصل ہوتا ہے۔ علم میں ملکہ حاصل کرنے کا سہل تر طریقہ یہ ہے کہ طلبہ بحث و مناظرہ کے عادی ہوں، مسائل علمیہ پر تحقیقی بحثیں ہوں، مختلف مضامین پر گفتگو چھڑے، اور اس میں سرگرمی سے حصہ لیں، اس طریق سے ملکہ بہت جلد پیدا ہو جاتا ہے۔

مگر آج کل تعلیم کا رنگ ہی دوسرا ہے۔ طلبہ برسوں مجالس علمیہ میں بیٹھتے ہیں مگر گرم صم نہ بولتے ہیں نہ بحثیں کرتے ہیں نہ مناظروں میں حصہ لیتے ہیں، ان کی تمام تر توجہ مسائل کے رٹنے پر ہوتی ہے۔ اس غلط عملی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کو نہ ملکہ نصیب ہوتا ہے نہ علم میں تحقیقی نظر۔ بلکہ یہ سطحی کے سطحی ہی رہتے ہیں اور فارغ التحصیل ہونے پر بھی ملکہ راسخہ سے قطعی محروم ہوتے ہیں۔

صرف مطالعہ کا علم اغلاط سے پاک نہیں ہوتا..... اخیر میں ایک گزارش یہ ہے کہ آج کل بعض شائقین علم کو دیکھا گیا ہے کہ وہ کسی استاد کے زیر تربیت تحصیل علم کو ضروری خیال نہیں کرتے بلکہ ذاتی مطالعہ کو کافی سمجھتے ہیں جو ان کی خام خیالی ہے۔ کیونکہ صرف مطالعہ کا علم اغلاط سے پاک نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ الفاظ میں اشتراک و تراوف، حقیقت و مجاز اور عموم و خصوص کے احتمالات پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ اس لئے محض لفظوں کی لوٹ پلٹ سے یقین تک رسائی نہیں ہوتی۔ محقق معلم ایک نکھری نکھرائی مراد معلم کو بتا دیتا ہے، پھر یہ کچھ قدرتی نظام بھی ہے کہ جب ایک جماعت تشنہ لب دست حاجت دراز کئے ہوئے تحصیل علم کے لئے آتی ہے تو اس اجتماع میں کچھ عجیب برکت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی معلم میں قوت افادہ اور معلم میں وہی طور پر قوت استورہ کچھ اس طرح رونما ہو جاتی ہے کہ علوم جس انداز سے یہاں کھلتے ہیں صرف اپنے مطالعہ سے نہیں کھلتے اس لئے کسی اچھے استاد کی تربیت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

مختار توئی خواہر سی یانہ رسی

دادیم ترا از گنج مقصود نشان

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی (فاضل دیوبند)

(۱) علم التفسیر

تفسیر و تاویل کی لغوی تحقیق..... تفسیر سے حرنی مادہ ”الفسر (ف، س، ر) سے تفعلیل کے وزن پر ہے، فسر کے معنی کشف و البیان یعنی کھولنا اور واضح کرنا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ”الفسر الفسر کا مقلوب ہے۔ جب صبح کی روشنی پھیلتی ہے اس وقت کہتے ہیں ”الفسر الصبح صبح روشنی ہو گئی، مگر صاحب روح المعانی نے اس کی تردید کی ہے اور کہا ہے ”والقول بانہ مقلوب الفسر مملا یفسر لہ وجہ بعض حضرات نے تفسیر کا ماخذ ”تفسرہ مانا ہے۔ جو اس قوت کا نام ہے جس کے ذریعہ سے طبیب مرض کی شناخت کیا کرتا ہے۔ تاویل کی اصل ”الاول ہے۔ بمعنی رجوع گویا تاویل آیت (کلام الہی) کو ان معانی کی طرف پھیر دینے کا نام ہے۔ جن کی وہ محمل ہوتی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا ماخذ ”الایالات ہے۔ بمعنی سیاست (ملکی انتظام) گویا تاویل کرنے والے نے اس کا انتظام درست کر دیا مگر صاحب روح المعانی نے اسے ”لیس بیشی“ کہا ہے۔

تفسیر کے اصطلاحی معنی..... تفسیر کی اصطلاحی تعریف کے سلسلہ میں سب سے بہتر اور جامع تعریف شیخ ابو حیان کی ہے۔ فرماتے ہیں ”هو علم یبحث فیہ عن کیفیۃ النطق بالفاظ القرآن ومدلولاتہا واحکامہا الافرادیۃ والنثر کیہ

ومعابنہا التي تحمل علیہا حالة التركيب وتتمت لذلك یعنی تفسیر ایک ایسا علم ہے جس میں الفاظ کو قرآن کی کیفیت نطق الہ کے مدلولات اور احکام افراد و ترمیم اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جن پر بحالت ترکیب ان الفاظ کو محمول کیا جاتا ہے اور ان کے تسمات بھی تفسیر میں شامل ہیں، تعریف میں لفظ علم ممزولہ جس کے ہے جو جملہ علوم کو شامل ہے۔ اور کیفیت نطق کی قید سے علم قرأت اور الفاظ کے مدلولات (معانی) کی قید سے علم لغت اور احکام افراد و ترکیب کی قید سے صرف و نحو، بیان و بدیع اور حالت ترکیب کی قید سے مدلولات حقیقہ و مجازیہ اور ان کے تسمات کی قید سے معرفت تاریخ و منسوخ، ظاہر و نص، توضیح قصص اور احکامات کی طرف اشارہ ہے۔

وجہ تسمیہ..... چونکہ اس علم سے مدلولات الفاظ قرآن کی تشریح اور معانی نظم کا کش و ایضاح مقصود ہوتا ہے یعنی اس کے ذریعہ سے کتاب اللہ سمجھی جاتی ہے اور اس کے معانی کا بیان، اس کے احکام کا استخراج ہوتا ہے اس لئے اس کو تفسیر کہتے ہیں۔

تفسیر و تاویل کا باہمی فرق..... مفسرین کی ایک جماعت ابو عبیدہ وغیرہ ان دونوں میں فرق کے قائل نہیں بلکہ ان کے نزدیک دونوں کے ایک ہی معنی ہیں لیکن محققین مفسرین عدم فرق کے قائل نہیں بلکہ ابن حبیب نیشاپوری نے تو اس بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے یہاں تک کہا ہے کہ ”ہمارے زمانہ میں ایسے مفسر لوگ پیدا ہو گئے ہیں کہ اگر ان سے تفسیر و تاویل میں فرق دریافت کیا جائے تو انہیں اس کا بھی جواب نہ آئے۔ پھر ان حضرات کے یہاں وجود فرق میں چند اقوال ہیں۔

(۱) تفسیر امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ تفسیر بہ نسبت تاویل کے عام ہے۔ تفسیر کا استعمال زیادہ تر الفاظ اور مفردات میں ہوتا ہے اور تاویل کا استعمال معانی اور جملوں میں ہوتا ہے۔ نیز تاویل کا استعمال زیادہ تر کتب الہیہ کے بارے میں ہوتا ہے اور تفسیر کو کتب سماویہ اور ان کے علاوہ دیگر کتب میں بھی استعمال کر لیتے ہیں۔

(۲) تفسیر ایسے لفظ کے بیان (واضح کرنے) کا نام ہے جو صرف ایک ہی پہلو کا حامل ہو اور تاویل مختلف معانی کے حامل لفظ کو اس کے کسی ایک معنی کی طرف لوٹانے کا نام ہے۔

(۳) ماتریدی فرماتے ہیں کہ تفسیر اس یقین کا نام ہے کہ لفظ سے حق تعالیٰ کی مراد یہی امر ہے اور تاویل اس کو کہتے ہیں کہ بہت سے احتمالات میں سے کسی ایک کو یقین کے بغیر ترجیح دے دی جائے۔

(۴) ابوطالب ثعلبی فرماتے ہیں کہ تفسیر لفظ کی وضع کو بیان کرنے کا نام ہے۔ حقیقہ ہو یا مجاز ایسے ”الصرط کی تفسیر الطریق کے ساتھ اور ”صیب کی تفسیر مطر کے ساتھ۔ اور تاویل لفظ کے اندر دنی (مدعا) کی تعبیر کا نام ہے۔ جیسے آیت ”ان ربک لبا لمصداد کی تفسیر یہ ہے کہ مرصاد صد سے ماخوذ ہے۔ یتل ر صدۃ میں نے اس کی نگرانی کی اور تاک رکھی۔ مرصاد اسی سے مصدر میسی ہے اور اس کی تاویل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس سے اپنے حکم کی بجا آری میں سستی کرنے اور غفلت برتنے کے برے انجام سے ڈرایا ہے۔

(۵) ابونصر قیشری فرماتے ہیں کہ تفسیر کا انھماک محض پیروی اور سماع پر ہے اور استنباط ایسی چیز ہے جو تاویل سے تعلق رکھتی ہے۔

(۶) تفسیر کا تعلق روایت سے ہے اور تاویل کا تعلق درایت سے۔

علم تفسیر کا موضوع..... قرآن پاک ہے اس لحاظ سے کہ اس کی مطالب و مقاصد بیان کئے جائیں۔

علم تفسیر کی غرض و غایت..... تحصیل سعادت اور اجتناب شقاوت ہے۔

علم تفسیر کی فضیلت..... کوئی مخفی امر نہیں اس کی بابت خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”یوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت

الحکمتہ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ ابن ابی حاتم وغیرہ نے بطریق ابن ابی طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے خیر کثیر کی بابت روایت کیا ہے کہ ”اس سے قرآن کی معرفت مراد ہے کہ اس میں ناسخ کیا ہے اور منسوخ کیا۔ محکم کیا ہے اور متشابہ کیا، مقدم کون چیز ہے اور موخر کیا، حلال کیا ہے اور حرام کیا، اور امثال کون کوئی ہیں، ابن مردودہ نے بطریق جویریہ بواسطہ ضحاک حضرت ابن عباس سے مرفوع روایت کیا ہے کہ ”یونانی الحکمۃ سے مراد قرآن شریف کا عطا کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ”یعنی قرآن شریف کی تفسیر، کیونکہ پڑھنے کو تو ایسے نیک و بد سب ہی پڑھتے ہیں، بیہوشی وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا ہے کہ ”قرآن شریف کی تعریف و تفسیر و توضیح کرو اور اس کے غریب (نامانوس) الفاظ کی تلاش میں سرگرم رہو۔

ابن الانباری نے بطریق شعبی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھ کر اس کی تعریف کرے (سمجھائے) تو اسے حق تعالیٰ کے یہاں ایک شہید کا اجر ملے گا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اتفاق میں کہا ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ تفسیر کا جاننا فرض کفایہ ہے اور منجملہ تین شرعی علوم کے یہ بزرگ ترین علم ہے۔ اصہبانی کا قول ہے کہ سب سے اچھا پیشہ یا کام جو انسان کرتا ہے وہ قرآن شریف کی تفسیر ہے۔

تفسیر کیلئے کن کن علوم کی ضرورت ہے..... تفسیر کے دو جزء ہیں ایک معرفت ناسخ و منسوخ، معرفت اسباب نزول، مقاصد آیات کی تشریح، غریب الفاظ کی توضیح، ابہام و اجمال کی تنقیح تفسیر کا یہ حصہ نقل صحیح اور اقوال سلف کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور معتقدین اسی کو تفسیر کہا کرتے ہیں، دوسرا حصہ وہ ہے صرف، نحو، بیان و معانی اور لغت وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور یہ علوم ہمیں حصہ اول کے مبادی ہیں جن کی ضرورت تفسیر میں واقع ہوئی ہے۔ ان دونوں جزیوں کے لحاظ سے فن تفسیر میں صرف و نحو، بیان و معانی، بدیع، لغت، فقہ و اصول فقہ، حدیث و اصول حدیث، قرأت و کلام، تاریخ و رجال، زبد و رقائق، جمل خلاص، سیرہ و اسرار حقائق و حجاب وغیرہ سب کی ضرورت ہے۔

مفسر کے شروط و آداب..... علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص کتاب اللہ کی تفسیر کا ارادہ کرے اسے چاہئے کہ پہلے قرآن کی تفسیر قرآن ہی میں تلاش کرے۔ کیونکہ قرآن میں جو چیز ایک جگہ منجمل یا مختصر ہے دوسرے مقام میں اس کی تفسیر اور تفصیل کی گئی ہے۔ پھر سنت صحیحہ میں تلاش کرے کیونکہ سنت شارح قرآن ہے۔

نطق النبی لنا بہ عن ربہ

فہو المفسر للکتاب وانما

اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کی طرف رجوع کرے کہ وہ لوگ تمام قرآن و احوال نزول قرآن سے واقف، کامل العقل، صاحب علم صحیح اور عمل صالح کی صفات سے متصف تھے، ابو طالب طبری نے ابتداء تفسیر میں لکھا ہے کہ مفسر کے واسطے جو شرطیں لازم ہیں ان میں سے پہلی شرط اعتقاد کا صحیح ہونا اور دل و دماغ کا ہر قسم کی باطل آلاش سے پاک صاف ہونا ہے۔

گرہ کشاؤ نہ راوی نہ صاحب کشاف

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہوں ترول کتاب

نیز سنت نبویہ پر مداومت کے ساتھ عمل پیرا ہونا اور عمل صالح کے زیور سے آراستہ ہونا بھی ضروری ہے۔

گر در عمل نکوشی ناداں مفسری

از من بگوئی عالم تفسیر گوئے را

با علم اگر عمل کنی شاخ بے بری

بار و رخت علم نہ انم بجز عمل

نیز سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے کو ہرگز دخل نہ دے کیونکہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی نے آنحضرت ﷺ کا ارشاد روایت کیا ہے ”من تکلم فی القرآن براۓ فاصاب قد اخطا کہ جس شخص نے قرآن کے بارے میں اپنی رائے سے کوئی بات کہی اور وہ درست ہی کسی تب بھی اس نے غلطی ہی کی، اہل علم کے

نزدیک اس کا مطلب یہی ہے کہ جو شخص معرفت اصول و فروع علم حاصل کئے بغیر قرآن کے متعلق محض اپنی رائے سے کوئی بات کہے اور وہ اتفاقاً صحیح تفسیر کے موافق بھی ہو جائے تب بھی اس کی یہ موافقت ناپسندیدہ ہوگی۔ کیونکہ یہ موافقت بے سمجھے ہوئے ہو گئی ہے۔

برہو اتادیل قرآن می کنی پست و کثر شد از تو معنی سنی

طبقات مفسرین..... قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے جس کے مطالب نہایت واضح، مضامین بڑے شگفتہ و دل آویز، الفاظ خوب سبک اور شیریں، ایک ایک جملہ ایک ایک کلمہ اور ایک ایک حرف درہائے سفتہ کی طرح مرتبط و منسلک جن میں نہ کسی قسم کا معنی و اغلاق ہے اور نہ کوئی ایچ بیچ کہ بجز اشخاص معدودہ اور کوئی نہ جانتا ہو۔ بلکہ جس طرح ایک زبانداں عالم اس کے مطالب سے مستفید ہوتا ہے اسی طرح غیر عالم بھی بقدر استعداد و فہم سمجھ سکتا ہے، البتہ جو لوگ زبان داں نہیں وہ تفاسیر و تراجم کے محتاج ہوتے ہیں، نیز بعض مطالب عالیہ جو عبارات لہجہ کی تہہ میں مستور ہیں یا جن امور کی طرف الفاظ میں اشارے یا عبارات میں تعقید و اطلاق، عموم و خصوص، استعارات و کنایات، مجاز و تشبیہات ہیں وہ کسی ماہر کے بتائے بغیر اچھی طرح سمجھ میں نہیں آسکتے اس لئے خود مہبط وحی (پیغمبر) نے حکم لتبین للناس ما نزل الیہم صحابہ کرام کو دقتاً و قفاً علوم و معانی قرآن کی تعلیم فرمائی پس مفسر اول خود نبی امین، سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین علیہ کی ذات گرامی ہے۔ آپ کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیعت عظام نے یہ فرض انجام دیا۔ پھر ان کے فیض یافتہ تابعین و تبع تابعین نے اور ان کے بعد بے شمار علماء صالحین نے حسب ضرورت تفاسیر لکھیں جن کی تعداد آج سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں سے بھی تجاوز ہے۔

طبقہ اولی..... ہر چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی ذات فیضیاب کی صحبت سے یہ قابلیت پیدا ہو گئی تھی کہ عوام قرآن کو سمجھ سنبھاسکیں لیکن تفاوت اذہان اور گونا گوں قابلیتوں کے لحاظ سے فرق مراتب کی بناء پر گروہ صحابہ میں سے دس اشخاص مشہور مفسر ہوئے۔ یعنی خلفائے اربعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، خلفائے اربعہ میں سب سے زیادہ تفسیر قرآن کے متعلق روایتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔ بلکہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس تو اس فن کے امام ہی تھے۔ باقی تینوں خلفاء سے اس بارے میں بہت ہی کم روایتیں آئی ہیں جس کا سبب یہ تھا کہ ان حضرات نے بہت پہلے وفات پائی تھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اتفاق میں لکھا ہے کہ مجھے تفسیر قرآن کے بارے میں حضرت ابو بکر کے بہت ہی کم آثار یاد ہیں، جو تعداد میں دس سے بھی زیادہ نہ ہوں گے۔ پھر حضرت علی سے آثار بکثرت مروی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ..... حضرت عمر نے بواسطہ وہب بن عبداللہ حضرت ابوالطفیل سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ لوگو! مجھ سے پوچھو، واللہ جو بات بھی دریافت کرو گے میں تم کو اس کا جواب دوں گا۔ ہاں کتاب کی نسبت پوچھو کیونکہ بخدا کوئی آیت ایسی نہیں جس کی بابت مجھ کو یہ علم نہ ہو کہ وہ رات کو اتری یا ماؤں کو اور ہموار میدان میں اتری یا پہاڑ میں۔

ابو نعیم نے ”حلیہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ ”بے شک قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے اور ان میں سے کوئی حرف ایسا نہیں جس کا ایک ظاہر اور باطن نہ ہو اور بلاشبہ حضرت علی بن ابی طالب کے پاس ان کے ظاہر و باطن دونوں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ..... آپ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہ نسبت اور بھی زیادہ روایتیں منقول ہیں، ابن جریر وغیرہ نے روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ”اس ذات پاک کی قسم جس کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں، کتاب اللہ کی کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر میں یہ جانتا ہوں کہ وہ کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کہاں نازل ہوئی ہے اور اگر

میں کسی ایسے شخص کا مکان (جگہ) جانتا ہوتا جو مجھ سے زیادہ کتاب اللہ جانتا ہو اور وہاں تک سواریاں پہنچ سکتی ہوں تو میں اس کے پاس ضرور پہنچتا۔ ابو نعیم نے بواسطہ ابوالخثری روایت کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علیؑ سے دریافت کیا۔ آپ ہم سے ابن مسعودؓ کی نسبت کچھ بیان فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ انہوں نے قرآن و سنت کو جان لیا ہے اور وہ فتنی ہو گئے ہیں۔

حضرت ابی بن کعبؓ..... آپ کا ایک کبیر نسخہ تفسیر میں ثابت ہے۔ جس کو ابو جعفر رازی حضرت ربیع بن انس سے بواسطہ ابو العالیہ روایت کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ معتبر مانا گیا ہے، اس سلسلہ میں ابن جریر و ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد نے مسند میں روایات درج کی ہیں۔ حضرت انسؓ، ابو ہریرہؓ، ابن عمرؓ، جابرؓ، ابو موسیٰ الاشعریؓ، عبد اللہ بن زبیرؓ، عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے بھی تفسیر میں روایات ہیں۔ مگر بہت کم۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ..... رہے عبد اللہ بن عباسؓ سو وہ تو ترجمان القرآن ہیں۔ جن کے حق میں آنحضرتؐ نے دعا کی تھی کہ ”بار الہا، اس کو دین میں فقیہ بنا اور اس کو تادیل (تفسیر) کا علم عطا فرما۔ عبد اللہ بن حراش کے طریق پر بواسطہ عوام بن حوشب حضرت مجاہد سے حضرت ابن عباسؓ کا قول منقول ہے کہ حضور اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا۔ بے شک ترجمان القرآن تو یہی ہے۔ ابن جریر نے حضرت ابن مسعودؓ کا قول روایت کیا ہے۔ انا قال۔ نعم ترجمان القرآن ابن عباس۔ حضرت ابن مسعودؓ کی وفات بر قول حج ۳۲ھ میں ہے اور حضرت ابن عباسؓ اس کے پچھتیس سال بعد تک بقید حیات رہے ہیں تو اب اندازہ کر لو کہ انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کے بعد کتنا علم حاصل کیا ہو گا۔ ابو نعیم نے حضرت مجاہد سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ اپنے کثرت علم کے سبب بحر (دریا) کے نام سے موسوم تھے۔ ابن الحنفیہ سے روایت ہے کہ ابن عباسؓ اس ہمت کے بجز تھے۔

تفسیر قرآن کے بارے میں آپ سے اتنی کثیر روایتیں آئی ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا اور ان سے تفسیر کے متعلق کئی کئی روایتیں بھی آئی ہیں اور ان کے اقوال کو مختلف طریقوں سے نقل کیا گیا ہے۔ مثلاً طریق علی بن ابی طلحہ ہاشمی عن ابن عباسؓ، طریق قیس بواسطہ عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ، طریق ابن اسحاق بواسطہ محمد بن ابی حمزہ عن عکرمہ او عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ، طریق جویہ بواسطہ ضحاک عن ابن عباسؓ، طریق بکر بن سہل دمیاطی بواسطہ عبد الغنی بن سعید عن موسیٰ بن محمد عن ابن جریج عن ابن عباسؓ، طریق شبیل بن عباد کی بواسطہ ابو خبیث عن مجاہد عن ابن عباسؓ، طریق سدی بواسطہ ابومالک و ابوصالح عن ابن عباسؓ، طریق کلبی عن ابی صالح عن ابن عباسؓ، طریق ضحاک بن مزاحم عن ابن عباسؓ، طریق مقاتل بن سلیمان طریق وغیرہ ان تمام طریقوں میں علی بن ابی طلحہ ہاشمی کا طریق روایت اعلیٰ درجہ کا ہے۔ امام احمد ابن حنبل نے کہا ہے کہ مصر میں فن تفسیر کا ایک صحیفہ ہے جس کو علی بن ابی طلحہ نے روایت کیا ہے، اگر کوئی شخص اس کی طلب کا ارادہ کرے مصر کی طرف جائے تو یہ کچھ بہت (بڑی بات) نہیں، ابو جعفر نحاس نے اپنی کتاب النسخ میں اس قول کو مستند بنایا ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ نسخہ مصر میں ابوصالح کاتب لیث کے پاس تھا۔ جس کو انہوں نے معاویہ بن صالح سے بواسطہ علی بن ابی طلحہ ہاشمی حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے، امام بکری نے اپنی کتاب میں جو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے اقوال بطور تعلیق درج کئے ہیں وہ بیشتر ابوصالح کی روایت سے لئے ہیں، اسی سے ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن المذہب نے بھی بہت سی روایتیں اپنے اور ابوصالح کے مابین چند واسطوں کے ساتھ بیان کی ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ابوصالح کے شاگرد شیخ علی بن ابی طلحہ نے خود ابن عباسؓ سے تفسیر کے متعلق کچھ نہیں سنا بلکہ ابن عباسؓ اور ان کے درمیان مجاہد یا سعید بن جبیر کا واسطہ ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ واسطہ معلوم ہو جانے کے

بعد اور یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہے۔ اس روایت کے مان لینے میں کوئی قباحت نہیں۔ غلیلی نے اپنی کتاب ”الارشاد میں کہا ہے کہ ابو صالح کے شیخ معاویہ بن صالح قاضی اندلس کی روایت کو جو وہ بواسطہ علی بن ابی طلحہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ بڑے بڑے محدثین نے معتبر مانا ہے۔ باوجود یہ کہ حافظ حدیث کا اتفاق ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے خود ابن عباس سے کچھ نہیں سنا۔ حضرت ابن عباس سے روایت تفسیر کا طریق قیس بواسطہ عطاء بن السائب عن سعید بن جبیر بھی اعلیٰ طریق ہے جو یحییٰ بن یزید کی شرط پر صحیح ہے۔ چنانچہ فریابی اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اکثر روایتیں اسی طریق سے کی ہیں۔ اسی طرح طریق ابن اسحاق بواسطہ محمد بن ابی محمد عن عکرمہ او سعید بن جبیر عن ابن عباس بھی ایک جید طریق ہے جس سے ابن جبیر اور ابن ابی حاتم نے بہت سی باتیں روایت کی ہیں اور طبرانی کی معجم کبیر میں بھی اس طریق سے بہت سی چیزیں مروی ہیں اور ان میں سب سے بود اور لجر طریقہ طریق کلبی ہے جس کو وہ بواسطہ ابو صالح حضرت ابن عباس سے روایت کرتا ہے۔ لیکن ابن عدی نے ”کامل میں بیان کیا ہے کہ کلبی کی کچھ حدیثیں اچھی اور خاص بھی ابو صالح کے واسطے سے مروی ہیں۔ کلبی ایک مشہور مفسر ہے جس کی تفسیر سے زیادہ طویل اور پر از تفصیل تفسیر کسی دوسرے مفسر کی نہیں پائی جاتی اور ضحاک بن مزاحم کا طریق روایت منقطع ہے۔ کیونکہ یہ حضرت ابن عباس سے نہیں ملا اور ضحاک سے جو روایت جو برک ہو وہ نہایت ضعیف ہے کیونکہ جو برک بہت کمزور بلکہ متردک راوی ہے، ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں سے کسی نے بھی اس طریق سے کوئی چیز روایت نہیں کی۔ ہاں ابن مردویہ اور ابوالشیخ ابن حیان نے اس طریق سے روایت کی ہے۔

طبقہ ثانیہ تابعین کا ہے جن کے پیشتر اقوال اس قسم کے ہیں کہ انہوں نے ان اقوال کو صحابہ سے سنا اور حاصل کیا ہے۔ ابن حجر کا بیان ہے کہ تفسیر کے سب سے بڑے عالم مکہ کے لوگ ہیں کیونکہ وہ حضرت ابن عباس کے رفقاء ہیں۔ جیسے مجاہد، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ (مولیٰ ابن عباس) سعید بن جبیر، طاؤس وغیرہ، اسی طرح کوفہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب اور اہل مدینہ بھی تفسیر کے بارے میں اعلیٰ معلومات کے حامل ہیں۔ مثلاً زید بن اسلم جن سے ان کے بیٹے عبدالرحمن بن زید اور مالک بن انس نے تفسیر کو اخذ کیا ہے۔ اسی طرح حسن بصری، عطاء بن ابی سلمہ خراسانی، محمد بن کعب قرظی، ابو العالیہ، ضحاک بن مزاحم، عطیہ بخوی، قتادہ، مرہ ہمدانی اور ابو مالک۔ ان بزرگوں میں سے حضرت مجاہد کا نام سرفہرست ہے۔ فضل بن میمون کا قول ہے کہ میں نے حضرت مجاہد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اس نے تیس مرتبہ قرآن کو ابن عباس پر پیش کیا ہے (یعنی ان کے رو برواقتی مرتبہ قرآن پڑھا ہے، اور تین مرتبہ اس طرح پڑھا کہ اس کی ہر آیت پر ٹھہر کر اس کی بابت دریافت کرتا تھا کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کیونکر ہوئی تھی۔ امام ثوری بھی کہتے ہیں کہ ”اگر تم کو مجاہد سے تفسیر کی روایت ملے تو وہ تمہارے لئے بہت کافی ہے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ اسی سبب سے مجاہد کی تفسیر پر امام شافعی اور بخاری وغیرہ اہل علم اعتماد کرتے ہیں۔ اسی طرح سعید بن جبیر کی تفسیر بھی قابل اعتماد ہے۔ سفیان ثوری نے کہا ہے کہ تم تفسیر چار شخصوں سے اخذ کرو۔ یعنی سعید بن جبیر، مجاہد، عکرمہ اور ضحاک سے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ تابعین میں سے چار شخص بہت بڑے عالم ہیں۔ عطاء بن ابی رباح مناسک کے بعد، سعید بن جبیر تفسیر کے بعد، عکرمہ یہ کے اور حسن حلال و حرام کے حضرت عکرمہ کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہے۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ عکرمہ سے بڑھ کر کتاب اللہ کا عالم باقی نہیں رہا۔

طبقہ ثالثہ تبع تابعین کا ہے جو صحابہ اور تابعین دونوں کے اقوال روایت کرتے ہیں۔ جیسے سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن الجراح، شعبہ بن الحجاج، زید بن ہارون، عبدالرزاق، آدم بن ابی لہاس، اسحاق بن راہویہ، روح بن عبادہ، عبد بن حمید، ابو بکر عثمان بن ابی شیبہ، ابن جریر، اسماعیل بن عبدالرحمن سدی، ابوالحسن مقاتل بن سلیمان مروزی، ابونصر محمد بن سائب کلبی

کوئی، ابن قتیبہ ابو محمد بن عبد اللہ بن مسلم دینوری، ان سب کی تفاسیر ہیں مگر رطب دیا بس سے خالی نہیں، مقاتل کو بعض نے شیعہ بتلایا ہے۔

طبقہ رابعہ..... طبقہ رابعہ میں ابو جعفر محمد بن جریر طبری، ابو القاسم ابراہیم بن اسحاق انماطی، عبد الرحمن بن ابی حاتم، ابن ماجہ، حاکم، ابن حبان، ابن مردویہ، ابو الشیخ، ابن المنذر ابو حنیفہ، احمد بن داؤد نحوی، دینوری وغیرہ مشاہیر اہل داخل ہیں، ان سب کی بھی تفاسیر ہیں مگر رطب دیا بس سے خالی نہیں۔ ابو الشیخ ابن مردویہ اور ابن حبان کی تفاسیر میں ضحاک کی اکثر روایات جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں جو پیر کے واسطے سے ہوتی ہیں اور یہ شخص محدثین کے نزدیک قابل اطمینان نہیں بلکہ کذاب ہے ہاں ان سب میں بڑی اور عظیم الشان تفسیر ابن جریر طبری کی ہے جس میں وہ توجیہ اقوال اور بعض کو بعض پر ترجیح دیتے اور اعراب سے بھی بحث کرتے ہیں۔ لیکن اس میں جو اقوال بذریعہ شریں عمارہ درج ہیں وہ غیر معتبر ہیں کیونکہ بشر کو حفاظ نے ضعیف کہا ہے جیسا کہ طبقہ ثالثہ میں کلبی اور مقاتل کو مجروح سمجھا گیا ہے۔

طبقہ خامسہ..... طبقہ خامسہ میں ابو عبد الرحمن محمد بن حنین سلمی نیشاپوری، ابو اسحاق احمد ثعلبی نیشاپوری، ابو محمد عبد اللہ جوینی، ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قسیری، ابوالحسن واحدی نیشاپوری وغیرہ حضرات ہیں، یہ لوگ اسناد کو حذف کر کے صحابہ و تابعین کی طرف اقوال منسوب کر دیتے ہیں کہ ابن عباس نے یوں فرمایا، مجاہد نے یہ کہا، ابو العالیہ کا یہ قول ہے، اس میں بہت سے حوالے اصل بھی ہوتے ہیں بلکہ ابو عبد الرحمن محمد بن حسین سلمی نیشاپوری کی تفسیر میں تو بہت کچھ خرافات، ابو اسحاق احمد ثعلبی کی تفسیر میں بہت کچھ جھوٹے قصے اور غلط روایات بھی ہیں۔

طبقہ سادسہ..... طبقہ سادسہ میں وہ متاخرین ہیں جو چھٹی صدی میں گزرے ہیں۔ جیسے ابو القاسم اسماعیل بن محمد اصفہانی ان کی تفسیر ”الجامع تیس جلدوں میں ہے۔ ابو القاسم حسین راغب اصفہانی ابو حامد زین الدین محمد بن محمد بن محمد غزالی، ابو جعفر محمد بن حسین بن علوی طوسی، ابو القاسم محمد بن عمر جبار اللہ زحشری وغیرہ اس طبقہ میں یہ بات پیدا ہو گئی تھی کہ یہ لوگ جن خاص خاص علوم میں اعلیٰ دستگاہ رکھتے تھے انہی کے مطابق اپنے اپنے مذاق پر تفسیر کرتے تھے، صریح اور نحوی صرف خود صرف کے قواعد، مسائل، فروع اور اختلافات بیان کرتا جیسے زجاج اور واحدی نے کتاب ”بسیط میں اور ابو حیان نے کتاب ”الحج والہجر میں کیا ہے اور متکلم ادنیٰ مناسبت سے مسائل فلسفہ کا ذکر کر کے ان کے رد کے درپے ہوتا، اسی طرح مورخ قصوں کی بھرمار کر کے گزشتہ لوگوں کے واقعات و حالات درج کرتا جیسے ثعلبی نے کیا ہے، اور معتزلی آیات کو اپنے اعتراض پر ڈھالتا جیسے زحشری نے کیا ہے جو علماء کی جماعت میں صرف اعتراضی عقائد ہی نہیں بلکہ ان عقائد میں شدت اور غلو کی وجہ سے سخت بدنام ہے، لوگوں کی سوء ظنی اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ گویا شکر میں لپیٹ کر کوئین کھلانے کی مہارت اس شخص کو خاص طور پر حاصل ہے۔ چھپا چھپا کر اپنے عقائد خاص کی سمیت جذب کرتے چلے گئے ہیں۔ زین الدین بن المیر اسکندرانی نے اس راز کو فاش بھی کیا ہے۔ لیکن ان بدنامیوں اور برسر باز رسوائیوں کے باوجود اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فنون عربیت میں یہ کتاب بے مثل و لا جواب ہے اور صاحب مصباح کا یہ کہنا لم یصف مثله قبلہ اس جیسی کوئی کتاب اس سے پہلے تصنیف نہیں ہوئی بالکل بجائے، قال بعضهم فی مدح الکشاف

ولیس فیہا لعمری مثل کشاف

ان التفسیر فی الدنیا بلا عدد

فالجهل کالداء والكشاف کالشافی

ان کنت تبغی الہدی فالزم قرانہ

طبقہ سابعہ..... طبقہ سابعہ میں یہ لوگ ہیں ابو عبد اللہ محمد فخر الدین رازی، ان کی تفسیر کا نام مفاتیح الغیب ہے۔ جو آٹھ جلدوں میں ہے۔ تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے۔ یہ منطق و کلام کے امام تھے۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں کوئی چیز چھوڑی نہیں مگر فلسفہ قدیم کے رد میں مقصد سے

دور نکل جاتے ہیں۔ محمد بن ابی بکر رازی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی، مالکی، ان کی تفسیر کا نام جامع احکام القرآن ہے جس کو تفسیر قرطبی کہتے ہیں۔ موفق الدین احمد بن یوسف الموصلی، ان کی تفسیر کواشی، دو ہیں خورد کو تخصیص اور کلاں کو تبصرہ کہتے ہیں۔ قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بیضاوی، ان کی تفسیر کا نام ”انوار التزیل و اسرار التاویل“ ہے جو تفسیر بیضاوی سے مشہور ہے۔

طبقہ ثامنہ طبعی ثامنہ میں یہ لوگ ہیں۔ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، ان کی تفسیر ”مدارک گو مختصر“ ہے مگر نہایت عمدہ ہے۔ پیٹہ اللہ شرف الدین بن عبد الرحیم بازاری، ان کی تفسیر کا نام ”اسرار التزیل“ ہے۔ ابو الفداء عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر قرطبی، ان کی تفسیر کئی جلدوں میں بطرز محدثانہ ہے روایت میں احتیاط کرتے ہیں۔ شرف الدین عبد الواحد بن المیزان کی تفسیر بھی کئی جلدوں میں ہے۔ قطب الدین بن محمود بن مسعود شیرازی، ان کی تفسیر ”فتح المنان“ تفسیر القرآن چالیس جلدوں میں ہے جس کو تفسیر ”علامی“ کہتے ہیں۔ شرف الدین حسن بن محمد طبری، ان کی تفسیر ”فتوح الغیب عن قتادہ الریب“ نہایت عمدہ تفسیر ہے جو کچھ مفسر کے فرائض ہیں سب ادا کئے ہیں۔

طبقہ تاسعہ طبقہ تاسعہ میں نویں صدی اور اس کے بعد کے مفسرین جلال الدین محمد بن احمد علی، جلال الدین عبد الرحمن سیوطی صاحب جلالین، شیخ علی بن احمد بن حسن مہمانی صاحب جمیع الرحمن و تیسیر المنان ملک العلماء شباب الدین دولت آبادی صاحب بحر مواج، علامہ سعد الدین تفتازانی صاحب کشف الاسرار و وعدۃ الابرار عبد الرحمن بن عمر بلقینی صاحب مواقع العلوم، ابو الفضل شباب الدین محمود آلوسی صاحب روح المعانی وغیرہ حضرات ہیں۔

مذکورہ بالا تفاسیر میں سے ہمارے یہاں صرف تفسیر بیضاوی، تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری اور تفسیر جلالین داخل در رس ہیں۔

(۲) علم اصول تفسیر

لغوی تحقیق اصول تفسیر میں مضاف یعنی اصول اصل کی جمع ہے جو ضد فرع اور بنیاد ہے، قاعدہ، دلیل، رائج، نسب، ماخذ اور مصدر وغیرہ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے اور مضاف الیہ یعنی تفسیر کی لغوی و اصطلاحی تحقیق ”علم تفسیر“ کے ذیل میں گزر چکی۔

اصطلاحی تعریف علم اصول تفسیر ایسے قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کو محتضر رکھنے سے علی وجہ الصحۃ نظم قرآن کے معانی مقصودہ کی تشریح اور احکام شرعیہ کا استنباط کیا جاسکے۔

وجہ تسمیہ چونکہ اس علم کے ذریعہ سے قرآنی الفاظ کے مدلولات کی تفصیل، شرح معانی نظم اور استخراج احکام شرعیہ کے قواعد معلوم ہوتے ہیں اس لئے اس علم کا نام اصول تفسیر ہے۔

موضوع اور غرض و غایت اس علم کا موضوع نظم قرآن ہے۔ مگر علی الاطلاق نہیں بلکہ بحیثیت مذکورہ اور غرض و غایت سنت نبویہ اور آثار صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے مطابق نظم قرآن سے استخراج احکام شرعیہ کا ملکہ حاصل کرنا بالفاظ دیگر کلام اللہ کی مراد سمجھنے اور اس سے احکام دینیہ کے استنباط کرنے میں خطا واقع ہونے سے بچنا ہے۔ تدوین اصول تفسیر قرآن پاک ایک مکمل ضابطہ حیات، کامل قانون ہدایت، جامع اصول و کلیات اور صد ہا علوم و فنون کا سرچشمہ ہے۔

جامع العلم فی القرآن لکن
تقاصر عنه افہام الرجال
چنانچہ علماء اسلام نے تین سو سے زیادہ علوم و فنون تدوین کئے ہیں اور ہر ایک فن پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ ان تمام

علوم یا اکثر کے مجموعہ کو علوم القرآن یا اصول التفسیر کہتے ہیں۔

پہلی صدی اسلام میں جس طرح قرآن مجید سب سے پہلے کتابی صورت میں مرتب ہوا اسی طرح اس کے علوم پر بھی کام کا آغاز سب سے پہلے ہوا۔ چنانچہ پہلی صدی ہجری کے اوائل میں علوم قرآن میں سے فضائل قرآن پر کام ہوا اور سید القراء صحابی رسول ﷺ حضرت ابولمذر ابی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ متوفی ۱۹ھ کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ آپ نے سب سے پہلے اس موضوع پر کتاب فضائل القرآن لکھی اور کبار تابعین میں سے قاضی بصرہ ابوالاسود دلی متوفی ۶۹ھ نے سب سے پہلے نقطہ مصاحف پر ایک مختصر رسالہ لکھا جس کا تذکرہ علامہ ابو عمر والدانی متوفی ۴۴۲ھ نے کتاب الحکم میں کیا ہے، اسی صدی کے اختتام پر دوسری صدی کے اوائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نامور شاگرد حضرت عکرمہ متوفی ۱۰۷ھ نے قرآن مجید کے اسباب نزول پر کتاب لکھی جس میں وہ تمام معلومات جمع کیں جو موصوف نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنی تھیں۔

دوسری صدی دوسری صدی کے اوائل میں قرآن کے خاص خاص موضوع اور مباحث پر جداگانہ اور مستقل تصانیف کا سلسلہ شروع ہوا اور ہر موضوع پر بلند پایہ ائمہ فن نے قلم اٹھایا۔ چنانچہ امام لغت خلیل بن احمد بصری متوفی ۷۰ھ نے نقطہ مصاحف پر قلم اٹھایا، اسباب و علل سے بحث کی اور انہیں کتابی صورت میں مرتب کر کے پیش کیا، قراء سبعہ میں سے قاضی دمشق عبداللہ بن عامر محبسی متوفی ۱۱۸ھ نے سب سے پہلے قرآن پاک کے مقلوع اور موصول پر مقلوع القرآن و موصولہ کے نام سے کتاب لکھی نیز مصاحف کی تاریخ تدوین اور اختلاف مصاحف کے موضوع پر سب سے پہلے ”اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق“ کے نام سے کتاب مرتب کی۔ ان کے بعد امام ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی متوفی ۱۸۹ھ نے کتاب اختلاف مصاحف اہل المدینۃ والبلدین والکوفۃ والبصرہ“ لکھی، ابان بن تغلب بکری کوئی متوفی ۲۱ھ نے سب سے پہلے ”غریب القرآن“ کے نام سے قرآن مجید کے غریب الفاظ کو جمع کیا، مشہور مفسر اور فقیہ خراسان مقاتل بن سلیمان متوفی ۵۰ھ اور علامہ حسین بن واقد مروزی متوفی ۵۷ھ نے ناخ و منسوخ پر ”کتاب النسخ والمنسوخ“ اور وجوہ و نظائر قرآن پر کتاب وجوہ القرآن اور ابو عمرو بن العلاء بصری متوفی ۱۵۱ھ نے حروف القرآن پر قراء سبعہ میں سے امام ابو عمارہ حمزہ بن حبیب کوئی متوفی ۱۵۸ھ نے اجزاء قرآن پر کتاب اسباع القرآن اور امام نافع بن عبدالرحمن مدنی متوفی ۱۶۹ھ نے کتاب العواشر اور انہی دونوں حضرات نے وقف و ابتدا کے موضوع پر کتابیں لکھیں۔ اول الذکر نے کتاب الوقف والابتداء اور ثانی الذکر نے کتاب وقف التمام تصنیف کی۔ امام ابوالحسن علی بن حمزہ کسائی متوفی ۱۹۸ھ نے سب سے پہلے فرق باطلہ کی تردید میں کتاب جوابات القرآن اور ابو عبیدہ معمر بن النبی متوفی ۲۱۰ھ نے اعراب معانی قرآن پر قطر اوی کی۔

تیسری صدی تیسری صدی کے اوائل میں مصادر قرآن اور اس کے جمع و تثنیہ کے موضوع پر سب سے پہلے امام نحو سحبی بن زیاد فراء متوفی ۲۰۷ھ نے کتاب الجمع والتثنیۃ فی القرآن اور کتاب المصادر فی القرآن کے نام سے دو جداگانہ کتابیں تصنیف کیں۔ شیم بن عدی طائی متوفی ۲۰۷ھ نے اور استاد سیبویہ یوزید سعید بن زید انصاری متوفی ۲۱۵ھ نے لغات القرآن پر، ابوالحسن علی بن محمد مدائنی متوفی ۲۲۲ھ نے ”تسمیۃ المستزین الذین جملوا القرآن عصین“ وغیرہ کے نام سے اساء مناقبین کے موضوع پر امام کسائی کے نامور شاگرد عبداللہ بن احمد معروف باین ذاکون متوفی ۲۳۲ھ نے سب سے پہلے ”اقسام القرآن وجوابہا“ کے نام سے قرآن مجید کی قسموں اور ان کے جوابات پر، ابو عثمان عمرو بن بحر الجاحظ، متوفی ۲۵۵ھ نے نظم القرآن اور مسائل القرآن کے نام سے نظم و ترتیب اور اعجاز پر حافظ حدیث ابواسحاق ابراہیم بن محمد حربی متوفی ۲۸۵ھ نے جود القرآن کے نام سے قرآن کے سجدوں پر امام لغت ابو علی احمد بن جعفر دینوری متوفی

۲۸۹ھ نے سب سے پہلے ضامۃ القرآن پر مشہور نحوی محمد بن یزید واسطی متوفی ۳۰۶ھ نے ”اعجاز القرآن فی نظمہ“ کے نام سے اعجاز قرآن کے موضوع پر کتابیں تصنیف کیں۔

چوتھی صدی..... چوتھی صدی کے اوائل میں علوم قرآن پر یکجا بحث کا آغاز ہوا۔ چنانچہ علامہ ابو بکر محمد بن خلف نحوی متوفی ۳۰۹ھ نے علوم قرآن پر ۲ جزوں میں کتاب ”احادیث فی علوم القرآن“ اور نامور حافظ حدیث محمد بن اسحاق صاعانی کے شاگرد اور محمد بن فارس لغوی کے استاد حافظ احمد بن جعفر معروف بابن السنادی متوفی ۳۳۶ھ نے گونا گوں علوم قرآن پر کم و بیش چار سو مستقل کتابیں لکھیں اور ان میں ایسی نادر معلومات جمع کیں جو بڑی بڑی کتابوں میں نہیں ملتیں گویا چوتھی صدی میں علوم قرآنی کی کم از کم سواصناف پر تناء ابن السنادی نے وہ کام کر دیا جو پھر نہ ہو سکا۔

پانچویں صدی..... پانچویں صدی میں ابو نصر محمد بن احمد بن علی مروزی حنفی متوفی ۴۸۴ھ نے اس موضوع پر دو کتابیں التذکرہ لایل التبصرہ اور المقول لکھیں۔ آج یہ کتابیں نہیں ملتیں، اس لئے نہیں بتایا جاسکتا کہ ان کتابوں میں کون کون سی اہم مباحث اور علوم سے بحث کی گئی ہے۔

چھٹی صدی..... چھٹی صدی میں نامور مفسر علامہ ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے جن کا شمار حفاظ حدیث میں ہے فنون الانان فی علوم القرآن تصنیف کی۔ جس میں اختصار کے باوجود بعض اہم مباحث کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔

ساتویں صدی..... ساتویں صدی میں حافظ العصر شہاب الدین ابو شامہ عبد الرحمن مقدسی متوفی ۶۶۵ھ نے الرشید الوجیز فی علوم القرآن العزیز تالیف کی جس کا مخطوطہ مکتبۃ البدیر یہ بیت المقدس میں محفوظ ہے۔

آٹھویں صدی..... آٹھویں صدی میں علامہ بدر الدین زرکشی متوفی ۷۹۴ھ نے ”البرہان فی علوم القرآن“ نامی کتاب لکھی۔ جس میں ۲۷ انواع علوم قرآن سے بحث کی۔ اس موضوع پر یہ کتاب نہایت کامیاب ہے اور سیوطی کی کتاب ”الاتقان فی علوم القرآن“ کی اساس اور بنیاد یہی کتاب ہے جو چار ضخیم جلدوں میں قاہرہ سے شائع ہو گئی ہے۔

نویں صدی..... نویں صدی میں جلال الدین عبد الرحمن بن عمر یلقینی شافعی متوفی ۸۲۴ھ نے مواقع العلوم من مواقع الجہوم لکھی۔ پھر اس موضوع پر محی الدین محمد بن سلیمان کاشی حنفی ۸۵۶ھ نے ”التیسیر فی علم التفسیر“ تحریر کی۔

۸۷۲ھ میں علامہ سیوطی نے اپنی مبسوط تفسیر مجمع البحرین و مطلع البدرین کا مقدمہ لکھا جس میں موصوف نے قرآن مجید کے ایک سو دو علوم پر تبصرہ کیا ہے۔ اس کا نام ”التحیر فی علوم التفسیر“ ہے جس کی اصل اور بنیاد علامہ یلقینی کی کتاب مواقع العلوم ہے۔ اس کے دو مخطوط جامع ازہر (قاہرہ) کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں، اس کے بعد سیوطی کو علامہ زرکشی کی کتاب ”البرہان“ ملی تو موصوف نے اس کو سامنے رکھ کر از سر نو مجمع البحرین کا مقدمہ لکھنا شروع کیا جو ۸۷۸ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ یہی مقدمہ ”الاتقان فی علوم القرآن“ کے نام سے عالم مشہور ہے۔ اس میں زرکشی کی کتاب پر ۳۳ انواع علوم کا اضافہ ہے۔

دسویں صدی..... دسویں صدی میں شیخ عبد الوہاب شعرانی متوفی ۹۷۳ھ نے علوم قرآن پر ۹۳۲ھ میں الجوہر المصون السر الرقوم فیما تحت ظلہ من الاسرار و العلوم لکھی جس میں قرآن پاک کے تین ہزار علوم کو بیان اور ان پر تبصرہ کیا ہے۔

گیارہویں صدی..... گیارہویں صدی میں سب سے پہلے ہندوستان میں ملا جیون احمد بن ابی سعید صالحی ایٹھوی متوفی ۱۱۳۰ھ نے احکام القرآن کے موضوع پر ۱۰۶۹ھ میں ”التفسیرات الاحمدیہ فی بیان لآیات الشریعہ مع تعریفات المسائل الفقہیہ“ تالیف کی جس میں قرآن پاک کی کم و بیش پانچ سو آیات کی تشریح کو تو صحیح حتیٰ نقطہ نگاہ سے کی ہے۔

بارہویں صدی..... بارہویں صدی کے اوائل میں محدث ابن عقیہ جمال الدین محمد بن احمد مکی نے الاحسان فی علوم

القرآن لکھی جس سے سید مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس میں استفادہ کیا ہے اور شیخ محمد آفندی ار میری متوفی ۱۱۶۰ھ نے بدائع البرہان فی علوم القرآن اور ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ نے الفوز الکبیر فی اصول التفسیر لکھی جو قرآن فہمی کے اصول پر نہایت مختصر، مفید اور اہم کتاب ہے۔

(۳) علم قرأت

لغوی تحقیق..... لفظ قرأت بکسر اول بر وزن ہدایت مصدر ہے۔ بمعنی خواندگی قرأ (ف) (ن) قرأء قرأءۃ، قرأتا، الکتاب تلفظ کرنا اور پڑھنا۔

اصطلاحی معنی..... قرآن پاک کے الفاظ دو طرح کے ہیں۔ اول متفق علیہ جن کو تمام صحابہ نے ایک ہی طرح روایت کیا ہے۔ دوم مختلف فیہ جن کو لغات کے مختلف ہونے کی بناء پر حق تعالیٰ نے کئی کئی طرح نازل فرمایا ہے تو علم قرأت اس علم کا نام ہے جس میں وہ الفاظ و مسائل بیان کئے جائیں جو نزول کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ سے کئی کئی طرح آئے ہیں۔ بالفاظ دیگر علم قرأت وہ علم ہے جس میں اختلاف قرأت متواتر مشورہ کے اعتبار سے صورت نظم قرآنی پر بحث کی جائے۔ موضوع..... علم قرأت کا موضوع قرآن پاک کے الفاظ ہیں کیونکہ اس علم میں انہی کے تلفظ کے حالات سے بحث کی جاتی ہے۔

غرض و غایت..... نظم قرآن کی تلاوت اور ضبط اختلافات متواترہ کے ملکہ کی تحصیل ہے۔ خیر القرون اور قرأت..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن وجہ سے قرآن پاک پڑھتے تھے وہ سب صحیح اور منزل من اللہ تھیں۔ آنحضرت ﷺ بذات خود وہ قراتیں پڑھتے آپ سے صحابہ کرام سنتے اور اس کے مطابق پڑھتے تھے۔ لیکن جماعت صحابہ میں بعض حضرات کو اس سلسلہ میں امامت کا درجہ حاصل تھا۔ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بقول علامہ دانی آپ سے حروف القرآن کے متعلق روایات وارد ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ”یوم القوم القرآن ہم لکتاب اللہ و اکثر ہم قرآن اور آنحضرت ﷺ کا آپ کو امامت کے لئے آگے بڑھانا بطریق تواتر ثابت ہے۔ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ سے بھی حروف القرآن میں روایت وارد ہیں۔

سوم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جن حضرات نے عہد نبوی ﷺ میں قرآن پاک جمع کیا تھا ان میں سے ایک آپ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت مغیرہ بن ابی شہاب مخزومی، ابو عبد الرحمن سلمی، زر بن حبیش اور ابو الاسود دؤلی نے آپ کو قرآن پاک سنایا ہے۔

چہارم حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، آپ نے آنحضرت ﷺ کو قرآن سنایا اور آپ کو ابو عبد الرحمن سلمی ابو الاسود دؤلی اور عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ نے سنایا۔ ابو عبد الرحمن کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے زیادہ قاری قرآن نہیں دیکھا۔ پنجم سید القراء حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، آپ نے آنحضرت ﷺ سے قرآن پڑھا اور آنحضرت ﷺ نے آپ کو بطور ارشاد دو تعلیم قرآن کا ایک حصہ سنایا حضرت ابو قلابہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کے حق میں ارشاد فرمایا ”اقرؤ ہم ابی بن کعب“ صحابہ میں سے حضرت عبد اللہ بن عباس، ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن السائب نے اور تابعین میں سے عبد اللہ بن ابی عیاش بن ابی ربیعہ، ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن حبیب اور ابو العالیہ ریاحی نے آپ سے قرآن پاک پڑھا ہے۔ ششم حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، کاتب وحی اور امین رسول ﷺ و جامع قرآن آپ نے آنحضرت ﷺ کو قرآن پاک سنایا۔ صحابہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اور تابعین میں ابو عبد الرحمن قسلی، ابو العالیہ ریاحی اور بقول بعض حضرت ابو جعفر نے آپ سے قرآن پاک پڑھا۔

ہفتم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، تحقیق و ترتیل اور تجوید قرآن میں امام اور نہایت خوش الحان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ”من احب ان یقرأ القرآن غضا کما انزل فلیقرأ ابن ام مہدی آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ سے حضرت اسود، حکیم بن حذلم، حارث بن فیس، زر بن حبیش، عبید ابن قیس، عبید بن فضلہ، علقمہ، عبید بن عمرو سلمانی، عمرو بن شریل، ابو عبد الرحمن سلمی، ابو عمرو شیبانی، زید بن وہب وغیرہ نے قرآن پاک پڑھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے تقریباً سورتیں حفظ کی ہیں، عاصم و حمزہ، خلف و اعش اور کسائی کی قرأت آپ ہی پر مبنی ہوتی ہے۔

ہشتم حکیم الامتہ حضرت ابوالدرداء عوفیہ بن زید رضی اللہ عنہ جامع قرآن، عبداللہ بن عامر مجہشی، خلید بن سعد، راشد بن سعد اور خالد بن سعد ان وغیرہ نے آپ سے قرآن پاک پڑھا ہے۔ حضرت مسلم بن مسلمہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ سے پڑھنے والوں کو شمار کیا تو تقریباً سولہ سو ہوئے۔

نہم حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ۔ آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور آپ کو حطاب بن عبد اللہ رقاشی، ابورجاء عطار دی اور ابو جہنم نے سنایا۔ آپ نہایت خوش الحان تھے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی قرأت سنی تو فرط مسرت میں ارشاد فرمایا۔ لقد اونی هذا من مارون مزامیر آل داؤد۔“

دہم بحر التفسیر و جلالہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، آپ نے عبد نبوی رضی اللہ عنہ میں قرآن پاک حفظ کیا اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سنایا، آپ سے حضرت ایاس، سعید بن جبیر سلیمان بن قتیبہ، عکرمہ بن خالد اور ابو جعفر زید بن قحطاف نے پڑھا۔

یازدہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، آپ نے قرآن پاک حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پڑھا اور آپ کو عبد الرحمن بن ہریرہ الاعمرج اور ابو جعفر نے سنایا۔ آپ رات کو تین حصوں پر تقسیم کرتے تھے۔ ایک حصہ قرآن کے لئے اور ایک سونے کے لئے اور ایک ضبط و حفظ احادیث کے لئے۔ ابو جعفر اور تابعی کی قرأت آپ ہی پر مبنی ہوتی ہے۔

دوازدہم عبداللہ بن ابی السائب بن صفی الخزومی۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قرأت روایت کرتے ہیں۔ مجاہد بن جبیر اور عبداللہ بن کثیر نے آپ سے پڑھا۔ قال مجاهد لنا نفخر علی الناس بقارئنا عبداللہ بن السائب ویفقیہنا ابن عباس ویمودنا ابی مخدورہ وبقاضنا عبید بن عمیر۔

دور تالیفین..... تالیفین حضرات جنہوں نے صحابہ کرام سے قرآن پاک پڑھا ان کے پانچ فرقے ہیں۔ قراء مدینین، قراء مکین، قراء کوفین، قراء بصرین، قراء شامین

قراء مدینین..... (۱) سعید بن المسیب متوفی ۹۳ھ آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پڑھا اور آپ سے محمد بن مسلم بن شہاب زبیری نے پڑھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور سعید بن زید سے روایت رکھتے ہیں۔ آپ سے حروف و القرآن میں روایت ہے۔

(۲) امیر المومنین ابو حفص عمر بن عبدالعزیز متوفی ۱۰۱ھ آپ سے بھی حروف القرآن میں روایت ہے۔ نہایت، خواش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے، ایک مرتبہ رات میں باہر تشریف لائے اور با آواز بلند خوش الحانی کے ساتھ پڑھنے لگے۔ چاروں طرف سے لوگ جمع ہو گئے تو حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ آپ نے لوگوں کو لٹو بنادیا۔

(۳) حضرت عروہ بن الزبیر بن العوام متوفی ۹۳ھ، ابن شاذب کا بیان ہے کہ آپ ہر روز چوتھائی قرآن دیکر کر پڑھتے اور اتنا ہی رات کو تہجد میں پڑھتے تھے اپنے والدین اور حضرت عائشہ سے روایت رکھتے ہیں۔

(۴) ابو محمد عطاء بن یسار ہلالی متوفی ۱۰۳ھ ان سے حروف القرآن میں روایت ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے زید بن اسلم اور شریک راوی ہیں۔

(۵) ابو داؤد عبد الرحمن بن ہر مزالا عرج متوفی ۱۷۱ھ۔ آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن عیاش سے قرأت حاصل کی اور آپ سے نافع بن ابی نعیم نے حاصل کی۔ اسد بن اسید نے آپ سے حروف القرآن میں روایت کی ہے۔

(۶) ابو بکر محمد بن مسلم زہری، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پڑھا اور عبد اللہ بن عمر، انس بن مالک، سہل بن سعد، سائب بن یزید، ابو الطفیل محمود بن ربیع اور محمود بن لبید سے روایت کی ہے۔ عثمان بن عبد الرحمن الو قاص نے آپ سے حروف القرآن میں روایت کی ہے اور نافع بن ابی نعیم نے آپ سے پڑھا ہے، مالک بن انس، معمر، اوزاعی، عقیل بن خالد اور ابو عباہر ایہم آپ سے روایت کرتے ہیں۔

(۷) ابو عبد اللہ مسلم بن جندب، آپ نے حضرت عبد اللہ بن عیاش سے پڑھا اور آپ سے حضرت نافع نے پڑھا۔
قال عمر بن عبد العزيز من سره ان يقرأ القرآن غصنا فيقرأ على قراء مسلم بن جندب.

قراء یمنین..... ابو عاصم عبید بن عمیر بن قنادہ، حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب سے روایت رکھتے ہیں۔ حضرت مجاہد، عطاء اور عمرو بن دینار آپ سے روایت کرنے والے ہیں۔ حروف القرآن میں آپ سے روایت ہے۔
(۲) ابو محمد عطاء بن ابی رباح قرشی متوفی ۱۱۵ھ، آپ حضرت ابو ہریرہ سے قرأت روایت کرتے ہیں۔ ابو عمر نے آپ سے پڑھا ہے۔ حروف القرآن میں آپ سے روایت ہے۔

(۳) ابو عبد الرحمن طاؤس بن کیسان یمانی متوفی ۱۰۶ھ، آپ نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے قرآن پڑھا۔ حروف القرآن میں آپ سے بھی روایت ہے۔

(۴) ابو الحجاج مجاہد بن جبر متوفی ۱۰۳ھ میں آپ نے عبد اللہ بن السائب اور عبد اللہ بن عباس کو تقریباً تیس گردائیں سنائیں، عبد اللہ بن کثیر، ابو عمرو بن العلاء اور اعش وغیرہ نے آپ سے پڑھا ہے۔

(۵) ابو عبد اللہ عکرمہ (مولی ابن عباس) متوفی ۱۰۵ھ آپ سے حروف القرآن میں روایت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور عبد اللہ بن عمر سے روایت رکھتے ہیں۔ طباء بن احمر اور ابو عمرو بن العلاء نے آپ کو قرآن سنایا ہے۔ ابو خالد حذاء اور خلف آپ سے روایت کرنے والے ہیں۔

قراء کوفیین..... (۱) ابو شبل علقمہ بن قیس بن عبد اللہ غنی متوفی ۶۲ھ، آپ عہد نبوی ﷺ میں پیدا ہوئے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرآن پاک پڑھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع کا موقعہ پایا، ابراہیم بن یزید غنی، ابواسحاق سبتی، عبید بن فضلہ وغیرہ نے آپ کو قرآن سنایا، نہایت خوش الحان تھے۔ جب حضرت عبد اللہ بن مسعود آپ سے قرأت سنتے تو فرماتے لو راك رسول الله ﷺ لسربك.

(۲) ابو عمرو واسود بن یزید بن قیس غنی متوفی ۷۵ھ، آپ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پڑھا اور خلفاء اربعہ سے روایت کی۔ غیر رمضان میں ہر ہفتہ اور رمضان میں ہر دورات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ ابراہیم غنی، ابواسحاق، سبتی، اور یحییٰ بن وثاب نے آپ سے پڑھا ہے۔

(۴) ابو میسرہ عمرو بن شریحیل ہمدانی، آپ نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قرآن سنایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایات کا شرف حاصل کیا، ابو داؤد اور ابواسحاق آپ سے روایت کرتے ہیں۔

(۵) ابو یزید ربیع بن خثیم کوفی متوفی قبل از ۹۰ھ راوی حروف قرآن، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قرأت حاصل کی، آپ سے ابو زرہ بن عمرو نے پڑھا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ سے کہا کرتے تھے۔ لو راك محمد صم وحبك

(۶) ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن حبیب السلمی الضریر متوفی ۷۴ھ عہد نبوی ﷺ میں پیدا ہوئے۔ حضرت عثمان بن

عفان ؓ، حضرت علی ؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ، حضرت زید بن ثابت ؓ اور حضرت ابی بن کعب سے قرأت پڑھی۔ عاصم، عطاء حسن اور حسین نے آپ کو قرآن سنایا۔

(۷) ابومریم زین جیش بن حباشہ متوفی ۸۳ھ، آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ، حضرت عثمان بن عفان ؓ اور حضرت علی ؓ کو قرآن سنایا اور آپ کو عاصم، سلیمان اعمش، ابواسحاق اور محیی بن دثاب نے سنایا۔

(۸) ابو العالیہ عبید بن فضلہ، آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور علقمہ سے قرأت پڑھی، محیی بن دثاب اور حران بن امین آپ سے قرأت روایت کرتے ہیں۔

(۹) ابو عمر ان ابراہیم بن یزید بن قیس بن اسود مخفی متوفی ۹۶ھ، آپ نے حضرت اسود بن یزید اور علقمہ سے پڑھا اور آپ سے اعمش اور طلحہ بن مصرف نے۔

(۱۰) ابو عمر و عامر بن شراحیل شعی متوفی ۱۰۵ھ، آپ نے ابو عبد الرحمن سلمیٰ اور علقمہ سے پڑھا ہے۔ محمد بن ابی لیلیٰ آپ سے قرأت روایت کرتے ہیں۔

قراء بصریین..... (۱) ابو العالیہ رفیع بن مران رباحی متوفی ۹۶ھ، آپ نے حضرت الملوک کعب ؓ، زید بن ثابت ؓ اور عبداللہ بن عباس ؓ سے قرآن پڑھا، حضرت عمر ؓ کو تین یا چار بار قرآن سنانا بھی ثابت ہے، اعمش اور ابو عمر وغیرہ نے آپ سے پڑھا ہے۔

(۲) ابو رجاء عمران بن نیم عطاردی متوفی ۱۰۵ھ ہجرت سے گیارہ سال قبل پیدا ہوئے اور عہد نبوی میں مشرف باسلام ہوئے مگر حضور ﷺ کو دیکھ نہیں سکے، آپ نے قرآن پاک حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے پڑھا اور حضرت عمر ؓ سے روایت کی۔ شباب عطاردی نے آپ سے قرأت کی روایت کی ہے۔

(۳) نصر بن عاصم لیثی متوفی قبل از ۹۰ھ، آپ نے حضرت ابوالاسود سے پڑھا ہے اور مالک بن دینار اور عون عقیلی نے آپ سے حروف کی روایت کی ہے۔

(۴) ابوسعید حسن بن ابی الحسن الیسار بصری متوفی ۱۱۰ھ، آپ نے بواسطہ حطان بن عبداللہ قاشی حضرت ابوموسیٰ الاشعری سے اور بواسطہ ابو العالیہ حضرت ابو زید و حضرت عمر ؓ سے پڑھا۔ ابو عمر و بن العلاء اور سلام بن سلیمان الطویل آپ سے روایت کرنے والے ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں لو اشاء اقول ان القرآن نزل بلغة الحسن لقلت لفصاحتہ۔

(۵) ابو بکر محمد بن سیرین متوفی ۱۱۰ھ، آپ حضرت انس بن مالک ؓ، زید بن ثابت ؓ، عمران بن حصین ؓ، عائشہ ؓ اور ابو ہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں اور امام شعی، ثابت، قتادہ، ایوب اور مالک بن دینار آپ سے روایت کرنے والے ہیں۔ حروف اقرآن میں آپ سے روایت ہے۔

(۶) ابو الخطاب قتادہ بن دعامہ سدوسی متوفی ۱۱۷ھ، آپ نے ابو العالیہ اور حضرت انس بن مالک سے قرأت کی روایت کی ہے اور آپ سے روایت کرنے والے ابو ایوب، شعبہ، اور ابو عوانہ ہیں۔ ابان بن یزید عطاردی نے آپ سے حروف اقرآن میں روایت کی ہے۔ آپ قوت حافظہ میں ضرب المثل تھے۔

قراء شامیین..... ابوباسم مغیرہ بن ابی شہاب عبداللہ بن عمرو مخزومی متوفی ۹۱ھ، آپ نے حضرت عثمان بن عفان ؓ سے قرأت حاصل کی اور آپ سے عبداللہ بن عامر نے۔

قراء سبعیہ..... صحابہ و تابعین کے بعد سات حضرات فن قرأت میں مشہور ہوئے اور ان کی قرأتوں نے بہت زیادہ رواج پایا، اول ابو رومہ نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم لیتی متوفی ۱۶۹ھ۔ عالم وجوہ قرأت امام اہل مدینہ، بڑے عابد و زاہد اور سخی شخص تھے۔ تقریباً ستر تابعین سے آپ نے قرآن پاک پڑھا۔ جن میں ابو جعفر یزید بن قتیبہ، زہری اور عبد الرحمن بن

ہر مزاہد الاعرج وغیرہ داخل ہیں۔

دوم ابو معدب عبد اللہ بن کثیر بن عمرو بن عبد اللہ بن زاذان مالکی متوفی ۱۲۰ھ، آپ ۲۵ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور حضرت عبد اللہ بن زبیر ؓ، ابویوب انصاری ؓ، انس بن مالک ؓ، مجاہد بن جبر ؓ وغیرہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ عبد اللہ بن السائب سے قرأت حاصل کی۔ ابو عمرو کا بیان ہے کہ میں نے ابن کثیر اور مجاہد دونوں سے پڑھا ہے مگر ابن کثیر حضرت مجاہد سے زیادہ عالم بالحدیث تھے۔

سوم ابو عمرو زبان بن العلاء بن عمار بن العریان حمیری متوفی ۱۵۲ھ ہیں۔ آپ نے مکی، مدنی، کوفی، بصری، سینکڑوں شیوخ سے قرأت حاصل کی۔ قرأت جمعہ میں آپ سے زیادہ کسی کے شیوخ نہیں۔ حضرت انس بن مالک، حسن بن ابی الحسن بصری، سعید بن جبیر، عکرمہ اور مجاہد جیسی مایہ ناز ہستیاں آپ کے شیوخ میں داخل ہیں۔ قراء کی ایک بڑی جماعت عبد اللہ بن مبارک، اصمعی، معاذ بن مسلم نحوی وغیرہ نے آپ سے قرأت روایت کی ہے۔ سفیان بن عیینہ سے مروی ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے بہت سی مختلف قراستیں حاصل کی ہیں تو آپ کس کی قرأت پر پڑھنے کا حکم فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بقراءۃ ابی عمرو بن العلاء۔

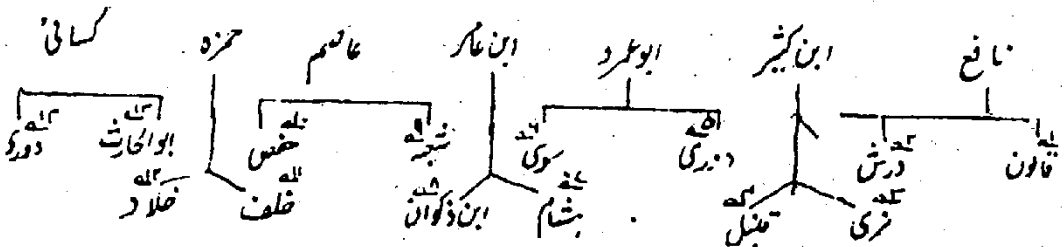
چہارم۔ ابو عمران عبد اللہ بن عامر بن یزید بن میم ؓ متوفی ۱۱۸ھ، آپ نے حضرت ابو الدرداء اور مغیرہ بن ابی شہاب سے قرأت حاصل کی۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان، نعمان بن بشیر، واصل بن الاسقع اور فضالہ بن عبیدہ سے بھی سماع ثابت ہے۔

پنجم، ابو بکر بن عاصم بن بکر بن ابی الجواد سدی متوفی ۱۲۷ھ، ابو عبد الرحمن سلمیٰ اور زر بن حبیش سے قرأت حاصل کی، نہایت خوش الحان قراء میں سے ہیں۔ ابو امیہ رفاعہ بن یثرب بن یثرب اور حارث بن حسان بکری سے روایت رکھتے ہیں، ابو عبد الرحمن سلمیٰ کے بعد کوفہ میں ریاست قرأت آپ پر ختم ہو گئی۔

ششم ابو عمار حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسماعیل الزیاتی الکوفی متوفی ۱۵۲۰ھ امام اعظم، جعفر بن محمد الصادق اور ابو اسحاق ابن ابی لیلیٰ سے قرأت حاصل کی۔ امام عاصم کے بعد امامت قرأت آپ ہی کو حاصل ہوئی۔ ابراہیم بن اوہم، سفیان ثوری، شریک بن عبد اللہ اور علی بن حمزہ کسائی آپ سے قرأت کے راوی ہیں، عابد وزاہد، عالم عربیہ اور ماہر فرائض تھے۔

ہفتم۔ ابو الحسن علی بن حمزہ بن عبد اللہ بن یمن بن فیروز کسائی متوفی ۱۸۹ھ حضرت حمزہ زیاری سے قرأت حاصل کی۔ زیاری کے بعد کوفہ میں ریاست قرأت آپ ہی پر ختم ہوئی، امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے، ابن الانباری ابو بکر فرماتے ہیں کہ آپ میں کئی خوبیاں جمع تھیں۔ اول یہ کہ آپ سب سے زیادہ عالم نحو تھے۔ دوم یہ کہ معرفت غریب میں یکتا تھے۔ سوم یہ کہ قرأت میں بے نظیر تھے۔

مذکورہ بالا قرآء سبعہ میں سے ہر ایک کے دو درواری ہیں جن کے اسماء یہ ہیں۔



گزشتہ تینوں زبانوں میں بے شمار قراستیں پڑھی پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ مگر تصنیفی صورت سے نہیں بلکہ سینہ بہ سینہ۔ جب تیسری صدی میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا تو ہر مصنف نے اپنی کتاب میں وہ قراستیں بیان کیں جو

اس کو متصل اور صحیح سند سے پہنچی تھی، یہاں ان کو سنہ وفات کے اعتبار سے صدی وار بیان کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے تصنیف کا سال اس سے پہلی صدی میں ہو۔
تیسری صدی..... تیسری صدی میں سات کتابیں لکھی گئیں۔

(۱) کتاب القراءات۔

یہ ابو عبیدہ قاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ کی تصنیف ہے، ابو قدامہ کہتے ہیں کہ شافعی فہم میں، احمد پر ہیزار گاری میں، اسحاق حافظہ میں سب پر فائق ہیں اور ابو عبیدہ لغت و عربیت میں اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم ہیں، آپ کی یہ کتاب سب سے سمیت چھپیں قراتوں میں ہو اور اس فن کی سب سے پہلی کتاب ہے۔

(۲) کتاب القراءات۔

یہ ابو حاتم سہل بن محمد بن عثمان بجاتانی نحوی مقری بھری متوفی ۲۴۸ھ کی تصنیف ہے۔ جس میں چھپیں قراتیں ہیں۔ لیکن اس میں سب سے ابن عامر، حمزہ اور کسائی کی درجہ نہیں۔

(۳) کتاب القراءات۔

یہ قاضی ابوالفتح اسماعیل بن اسحاق متوفی ۲۸۴ھ کی تصنیف ہے جو قالون کے شاگرد ہیں۔ اس میں سب سے سمیت بیس سے زیادہ قراتیں ہیں۔

(۴) کتاب القراءات (۵) کتاب الشواذ۔

یہ دونوں ثعلب ابو العباس احمد بن سحی بن زید بن یار شیبانی متوفی ۲۹۱ھ کی تصنیف ہیں۔

(۶) کتاب القراءات۔

یہ احمد بن جبر بن محمد کو فی تزیل النفاک یہ متوفی ۲۵۸ھ کی ہے۔

(۷) آداب القراءات۔

یہ عبد اللہ بن مسلم نحوی معروف بابن تکیہ متوفی ۲۷۶ھ کی ہے۔
چوتھی صدی..... چوتھی صدی میں زیادہ کتابیں لکھی گئیں جن میں سے بعض قابل ذکر یہ ہیں۔

(۱) الجامع۔

یہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کی تصنیف ہے جو مشہور مورخ ہیں۔ اس میں بیس سے زیادہ قراتیں ہیں۔

۱۔ ہو ابو موسیٰ یحییٰ بن یزید ابن دروان الرزقی بخند الملک المدینہ سلیمان بن قبالون لجدہ قرآنہ فان قالون بلغیہ الروم جید توفی ۲۲۰ھ
۲۔ ہو عثمان بن سعید ابو سعید القرطبی التلمیذ ۱۹۷ھ بخند الملک مصر، قبل درشان طائر معروف سکی بہ و خفت فقیل درش لانه کان یلیس شیبا
۳۔ ہو ابو الحسن احمد بن محمد بن عبد اللہ بن القاسم بن تاجع
۴۔ ہو محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن خالد بن سعید بن جرہ ابو عمرو الجوزی التلمیذ
۵۔ ہو ابو عمرو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہبان بن عدی متوفی ۲۴۶ھ قال الاہوازی ر حل فی طلب القراءات
۶۔ ہو ابو عمرو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہبان بن عدی متوفی ۲۴۶ھ قال الاہوازی ر حل فی طلب القراءات
۷۔ ہو ابو عمرو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہبان بن عدی متوفی ۲۴۶ھ قال الاہوازی ر حل فی طلب القراءات
۸۔ ہو ابو عمرو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہبان بن عدی متوفی ۲۴۶ھ قال الاہوازی ر حل فی طلب القراءات
۹۔ ہو ابو عمرو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہبان بن عدی متوفی ۲۴۶ھ قال الاہوازی ر حل فی طلب القراءات
۱۰۔ ہو ابو عمرو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہبان بن عدی متوفی ۲۴۶ھ قال الاہوازی ر حل فی طلب القراءات
۱۱۔ ہو ابو عمرو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہبان بن عدی متوفی ۲۴۶ھ قال الاہوازی ر حل فی طلب القراءات
۱۲۔ ہو ابو عمرو حفص بن عمر بن عبد العزیز بن صہبان بن عدی متوفی ۲۴۶ھ قال الاہوازی ر حل فی طلب القراءات

(۲) کتاب القراءۃ۔

یہ ابو بکر محمد بن احمد بن عمر بن احمد بن سلیمان واجونی متوفی ۲۲۴ھ کی تصنیف ہے اس میں آٹھ قرائتیں ہیں۔

(۳) کتاب السبع۔

یہ ابو بکر بن مجاہد کی تصنیف ہے اور سب سے پہلی کتاب ہے جس میں قراءت سبعہ پر اتفاقی گئی ہے اور نافع کو سب سے پہلے لائے ہیں، قراءت سبعہ کا رواج اسی کتاب سے ہوا ہے۔ بعد کے سب حضرات انہی کے مقلد ہیں۔

(۴) کتاب القراءۃ۔

یہ ابو بکر احمد بن نصر بن منصور بن عبد المجید بن عبد المعظم شذائی متوفی ۳۷۰ھ کی تصنیف ہے۔

(۵) الغایۃ فی العشرہ

(۶) شامل۔

یہ دونوں ابو بکر احمد بن حسین بن مران متوفی ۳۸۱ھ کی تصنیف ہیں۔

(۷) کتاب القراءۃ۔

یہ امام دارقطنی ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن ممدی متوفی ۳۸۵ھ کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ جس میں اول اصول پھر فروع بیان ہوئے ہیں۔ بعد کے مصنفین نے یہ ترتیب اسی کتاب سے لی ہے۔

(۸) ارشاد فی العشرہ

(۹) محل۔

یہ دونوں ابو الطیب عبد المعظم بن عبید اللہ بن غلبون بن مبارک حلبی متوفی ۳۸۹ھ کی تصانیف ہیں۔

(۱۰) احتجاج القراء۔

یہ ابن السراج شمس الدین محمد بن اسدی متوفی ۳۱۶ھ کی تصنیف ہے۔

پانچویں صدی..... پانچویں صدی میں بحال سے زیادہ کتابیں لکھی گئیں جن میں اکثر محققانہ اور معتبر متون ہیں۔ ان میں سے نصف کے قریب علماء اندلس نے لکھی ہیں۔

(۱) المنتہی فی العشرہ۔

یہ ابو الفضل محمد بن جعفر خزاعی متوفی ۴۰۸ھ کی تصنیف ہے جس میں تمام حقد میں سے زیادہ طرق وغیرہ جمع کئے

ہیں۔

(۲) الہدایۃ فی السبع۔

(۳) التیسیر۔

یہ دونوں ابو العباس احمد بن ابی العباس ممدی کی تصانیف ہیں، حدیث و فقہ میں فاضل، تفسیر و قرأت اور عربیت

میں امام تھے۔ بقول حافظ ذہبی ۴۳۰ھ کے بعد وفات پائی۔

(۴) تبرہ فی السبع۔

(۵) تذکرہ

(۶) کتاب الادغام

(۷) کشف

(۸) موجز

(۹) آیات مشدودہ
یہ کل کتابیں ابو محمد کی ابن ابی طالب بن محمد بن عقیس قیروانی متوفی ۳۳۷ھ کی تصانیف ہیں۔ تمام علوم میں فاضل عربیت اور قراءت میں امام تھے۔

(۱۰) جامع البیان۔

اس میں پانچ سو روایات اور طرق ہیں۔

(۱۱) تمہید

(۱۲) مفردہ یعقوب

(۱۳) الامحاز

(۱۴) الموضح فی الفتح والامالہ

(۱۵) المختوی فی الثلوث

(۱۶) المصنع فی الرسم

(۱۷) التیسیر۔

جو سب سے زیادہ کتاب ہے۔

(۱۸) طبقات القراء۔

یہ سب کتابیں حافظ ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمرو الدانی الاموی معروف بابن الصمر فی متوفی ۳۴۴ھ کی تصانیف ہیں ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں صرف قراءت اور اس کے متعلقات پر آپ کی یادگار ہیں۔ آپ نے مختلف علوم پر ایک سو بیس کتابیں لکھی ہیں۔ اس وقت روئے زمین پر آپ ہی کی سند سے قراءتیں پڑھی جاتی ہیں۔

(۱۹) تذکار فی الشعر۔

یہ ابوالفتح عبد الواحد حسین بن شیطا بغدادی متوفی ۳۴۵ھ کی تصنیف ہے۔ جس میں ایک سو طرق درج ہیں۔

(۲۰) الوجیز فی الثمان

(۲۱) مفردات السبعہ

(۲۲) الايضاح

(۲۳) الاقتصاح

(۲۴) الموجز

(۲۵) النیر الجلی فی قراءت زید بن خلّی

(۲۶) جامع المشہور

(۲۷) قراءت حسن

(۲۸) قراءت ابن محصین

(۲۹) الاقتناع فی الثلوث۔

یہ سب کتابیں ابو علی حسن بن علی بن ابراہیم بن یزید ابن ہر حر اہوازی متوفی ۳۴۶ھ کی تصانیف ہیں۔

(۳۰) العنوان۔

یہ ابوطاہر اسماعیل بن خلف بن سعید بن عمران انصاری متوفی ۳۵۵ھ کی تصنیف ہے جو سب سے بہترین کتابوں میں

سے ہے۔

(۳۱) کامل۔

یہ ابو القاسم یوسف بن علی بن جبارہ بن محمد بن عقیل ہندی متوفی ۳۶۵ھ کی تصنیف ہے۔ اس میں پچاس قراستیں اور چودہ سوانح روایات و طرق ہیں۔

(۳۲) السوق العروس۔

یہ ابو معشر عبد الکریم بن عبد الصمد بن محمد بن علی بن محمد طبری متوفی ۴۷۸ھ کی تصنیف ہے۔ بہت ضخیم ہے۔ اس میں ہندوہ سو پچاس روایات و طرق درج ہیں۔

چھٹی صدی..... چھٹی صدی میں تیس کتابیں لکھی گئیں۔ جن میں اکبر محققانہ اور بعض زندہ جاوید متون ہیں۔ یہ سب علماء بغداد و مصر و اندلس کی یادگار ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) الاقناع

(۲) الغایہ۔

یہ دونوں ابو جعفر احمد بن علی بن احمد بن خلف بن یازش غرناطی متوفی ۵۴۰ھ کی تصانیف ہیں۔ دونوں سب سے ہیں اور اعلیٰ پایہ کی ہیں۔

(۳) بصرہ

(۴) ارادۃ الطالب

(۵) کفایہ

(۶) ایجاز۔

یہ سب ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن عبد اللہ بغدادی متوفی ۵۴۱ھ کی تصانیف ہیں۔

(۷) المصباح الزاہر فی العشرۃ التواتر۔

یہ ابو الکریم مہرک بن حسن بن احمد بن علی فحان شہروری متوفی ۵۵۰ھ کی تصنیف ہے جس میں پانچ سو طرق ہیں۔

(۸) شاطبیہ

(۹) طیبہ

(۴) علم تجوید

لغوی معنی..... لفظ تجوید باب تفصیل کا مصدر ہے جو جوہ بمعنی عہدگی سے مشتق ہے، تجوید کے معنی کسی چیز کو عہدہ بنانے، سنوارنے اور آراستہ کرنے کے ہیں۔

اصطلاحی معنی..... تجوید وہ علم ہے جس میں صحت تلفظ (یعنی ادائیگی) مخارج و صفات حروف اور ترتیل نظم (یعنی ادائیگی، قصر، وقف اور وصل وغیرہ) کی حیثیت سے تلاوت قرآن کی عہدگی، حروف کو صحت اور خوبصورتی سے پڑھنے کے قواعد بیان کئے جائیں۔

وجہ تسمیہ..... چونکہ اس علم میں اوصاف و اوقاف کی درستی اور مخارج و صفات کی عہدگی کے ساتھ قرآن کو سنوار کر پڑھنے کے قواعد بیان کئے جاتے ہیں اس لئے اس کا نام تجوید ہو گیا۔

موضوع تجوید..... کیفیت تلفظ و تلاوت نظم و نقش اس علم کا موضوع ہے۔

غرض و غایت صحت اور عمدگی کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

تدوین تجوید فن تجوید میں سب سے پہلے موسیٰ بن عبید اللہ بن محیی بن خاقان بغدادی متوفی ۳۲۵ھ نے کتاب تصنیف کی۔ ان کے بعد اور بہت سی کتابیں تالیف ہوئیں۔ جن میں المقدمۃ الجزریہ مؤلفہ ابو الخیر جزری، الرعاۃ لتجوید القراءہ مؤلفہ محمد بن ابی طالب متوفی ۴۳۷ھ الدرر المکتم مؤلفہ محمد بن میر علی متوفی ۹۸۱ھ انشراح الصدور فی تجوید کلام الغفور مؤلفہ شیخ وہبہ سرور محلی، القول المسدیدی فی بیان حکم التجوید مؤلفہ محمد بن علی بن خلف حسینی معروف بخدو، الغفار الفرید فی فن التجوید مؤلفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی عمدہ اور زیادہ مشہور ہیں، اس فن میں تین کتابیں داخل درس ہیں۔ المقدمۃ الجزریہ، فوائد مکبہ، خلاصۃ البیان۔

(۵) علم حدیث

حدیث کے لغوی معنی لفظ حدیث بقول علامہ سیوطی ضد قدیم کو کہتے ہیں اور خبر، ذکر، بات اور بیان وغیرہ میں مستعمل ہوتا ہے۔ عربی زبان میں اس کا وہی مفہوم ہوتا ہے جو ہم اردو میں گفتگو، کلامیات سے مراد لیتے ہیں۔ حدیث کے اصطلاحی معنی اصطلاح میں حدیث نکریم ﷺ کے اقوال و افعال کو کہتے ہیں اور افعال میں آپ کی تقریرات یعنی وہ واقعات بھی داخل ہیں جو آپ کے سامنے پیش آئے اور آپ ان کو دیکھ کر یا سن کر خاموش رہے کہ ان کو بھی جزو دین تصور کیا جائے گا اس واسطے کہ اگر وہ امور فشاء دین کے منافی ہوتے تو یقیناً آپ ان کی اصلاح کرتے یا منع فرمادیتے، اسی طرح افعال میں آپ کے اختیاری احوال بھی داخل ہیں، البتہ غیر اختیاری احوال حلیہ وغیرہ اس میں داخل نہیں کیونکہ ہم سے ان کا کوئی حکم متعلق نہیں، مگر یہ تعریف علماء اصول فقہ کے یہاں ہے، محدثین کی اصطلاح میں حدیث کے تحت ہر وہ چیز داخل ہے جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو ا قوال و افعال اور احوال ہوں یا تقریرات و صفات، بلکہ بعض حضرات نے صحابہ و تابعین کے اقوال و افعال کو بھی حدیث میں داخل مانا ہے جیسا کہ فتح الباقی فی شرح الفیۃ العراتی میں منقول ہے۔

حدیث، خبر، اثر، سنت حدیث اس کو کہتے ہیں جو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہو، لہذا بوقت اطلاع اس سے مراد صرف مرفوع حدیث ہوگی نہ کہ موقوف کیونکہ مرفوع اور موقوف دونوں پر خبر کا اطلاق ہوتا ہے نہ کہ حدیث کا، پس حدیث اور خبر کے درمیان عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہوئی۔ یعنی ہر حدیث خبر ہے۔ لیکن ہر خبر کا حدیث ہونا ضروری نہیں، مگر بعض علماء نے حدیث کا اطلاق بھی مرفوع و موقوف ہر دور پر کیا ہے۔ پس ان کے یہاں یہ دونوں مترادف اور ہم معنی ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ جو آنحضرت ﷺ سے مروی ہو وہ حدیث ہے اور جو غیر سے مروی ہو وہ جز ہے۔ اسی لئے مورخ و قصہ گو کو اخباری اور خادم سنت کو محدث کہا جاتا ہے، اس تفریق پر حدیث و خبر کے درمیان میانیت ہوگی۔ اثر کا اطلاق بھی مرفوع و موقوف دونوں پر ہوتا ہے تو یہ مرفوف خبر ہے لیکن فقہاء، خراسان موقوف کو اثر سے اور مرفوع کو خبر سے تعبیر کرتے ہیں، رہا لفظ سنت سویہ اکثر علماء اصول کے نزدیک مرفوف حدیث ہیں۔

علم حدیث علامہ زرقالی نے شرح بقوۃ میں اور شیخ غزالدین بن جماع نے علم حدیث کی تعریف یوں کی ہے ان علم الحدیث علم بقوانین ای قواعد یعرف بہا احوال السلف والسنن من صحیحۃ وحسنہ، کہ علم حدیث ایسے قوانین و قواعد کا جاننا ہے۔ جن سے سند و متن کے احوال صحت و حسن کے اعتبار سے معلوم ہوں، مگر یہ تعریف اصول حدیث کی ہے کہ نہ علم حدیث کی، اسی طرح علامہ سیوطی نے جو الفیہ میں تعریف کرتے ہوئے کہا

یدری بہا احوال متن وسند

علم الحديث ذوقواہن تحد

یہ بھی اصول حدیث کی ہے نہ کہ علم حدیث کی، علم حدیث کی تعریف وہ ہے جو علامہ عینی اور شیخ کرمانی نے شرح بخاری میں کی ہے۔ ”ہو علم یعرف بہ اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ و احوالہ کہ علم حدیث وہ علم ہے جس سے حضور ﷺ کے اقوال طیبہ، افعال مبارکہ، احوال حسنہ معلوم ہوں۔

علامہ جزائری فرماتے ہیں کہ پھر محدثین نے علم حدیث کی دو قسمیں کی ہیں۔ علم روایت الحدیث اور علم درایت الحدیث، علامہ ابن الاکفانی نے ارشاد القاصد میں لکھا ہے کہ علم روایت الحدیث وہ علم ہے جس سے بسماع متصل اور ضبط و تحریر کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال کا منقول ہونا معلوم ہو اور علم درایت الحدیث وہ علم ہے جس سے انواع و احکام روایت، شروط رواۃ، اصناف مرویات اور ان کے معانی کا استخراج معلوم ہو۔

وجہ تسمیہ..... چونکہ اس علم کے ذریعہ سے نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کی باتیں اور ان کے طریق عمل کی سچی خبریں معلوم ہوتی ہیں اس لئے اس کا نام علم حدیث رکھا گیا، لوریہ کوئی خود ساختہ اصطلاح نہیں بلکہ قرآن کریم ہی سے مستنبط ہے۔ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے دین کو نعمت فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی اور سوہواضحیٰ میں آپ کو ہی نعمت کے بیان کرنے کا حکم ان الفاظ میں دیا ہے۔ واما بنعمۃ ربک فحدث، پس آنحضرت ﷺ کی اسی تحدیث نعمت کو حدیث کہتے ہیں۔

موضوع حدیث..... شیخ کرمانی نے لکھا ہے کہ علم حدیث کا موضوع حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ بایں حیثیت کہ آپ رسول ہیں، علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ محی الدین کا نجی اس بات پر ہمیشہ متعجب رہے اور کہتے رہے کہ یہ تو علم طب کا موضوع ہے نہ کہ علم حدیث کا، علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ مجھے کا نجی پر تعجب ہے کہ ان کو علم طب سے کیسے اشتباہ ہوا حالانکہ ذات گرامی کو نبی ہونے کی حیثیت سے تو طب میں کوئی دخل ہی نہیں، لفظ الدین میں ہے کہ علم حدیث کا موضوع ذات نبی ﷺ ہے۔ لیکن مطلقاً نہیں بلکہ آپ کے اقوال وافعال، تقریرات و اوصاف کی حیثیت سے۔

غرض وغایت..... باعتبار اتصال وانقطاع احادیث کی سند کے اقسام اور نقل و روایت کے احکام و آداب معلوم کرنا۔ شرف و منزلت حدیث..... (۱) صحیح بخاری کی حدیث مثل ما بعینی اللہ تعالیٰ بہ من الہدی والعلم کمثل غیب اصلب ارضاء میں حضور ﷺ نے اپنے علوم نبوت و ہدایت کی مثال بارش سے دی ہے۔ جو بہترین قابل زرع و زرخیز زمین پر برے، کہ باران رحمت سے پوری طرح سیراب ہو کر خوب گھاس، دانہ اور پھل پھول اگائے اور اس سے سب کو نفع پہنچے۔ ایسے ہی امت کے وہ لوگ ہیں جو علوم نبوت سے سیراب ہو کر دوسروں کو تعلیم دیں، کہ یہ لوگ زمین مذکور کی طرح خود بھی منتفع ہوئے اور دوسرے کو بھی نفع پہنچایا۔

(۲) عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصر اللہ امرأ سمع مقالی فحفظھا

ودعاھا وادھا قرب حامل فقہ الی من ہوا فقہ منہ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا، خدا اس بندے کو خوش عیش کرے جو میری بات سن کر یاد کر لے اور دوسروں تک پہنچائے کیونکہ بہت سی دین کی باتیں کم سمجھ والے کے پاس ہوتی ہیں وہ دوسرے زیادہ سمجھ والے کے پاس پہنچ جائیں تو اس کو زیادہ نفع ہو سکتا ہے۔

(۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہم ارحم خلفای قلنا ومن خلفائک

یا رسول اللہ اقال الذین یروون احادیثی ویعلمونھا الناس۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ خدایا میرے خلفاء پر رحم فرما، ہم نے

عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، وہ لوگ جو میری احادیث کی روایت اور لوگوں کو ان کی تعلیم کرتے ہیں۔

ولقد اجاد ابو بکر حمید القرطبی فی قصیدتہ فقال

واحد الکتاب لہ نحو الرضی الندس

غور الحدیث مبین فارن واقترب

اعلامہ بر باہایا ابن اندلس

راطلبہ بالصین فہو احلم ان رفعت

عمرا یفرتک بین اللخط والنفس

فلا تضیع فی سوی تقیید شارہ

یجلو بنور ہدایہ کل ملتس

مالعلم الا کتاب اللہ او اثر

حمی لمحتتر س نعمی لمبتیس

نور ملتبس خیر ملتس

کز سنن راہی بود سونے رضائے ذوالعنن

راہ سنت روا گھر خواہی طریق مستقیم

گرسنان زندگی خواہد زمانے پر سنن

ہر مژدہ در چشم دے ہمچو سنانی باد تیز

امی عرب اور حفاظت حدیث عرب کی قوم عام طور پر امی یعنی بے پڑھی لکھی تھی اور ان میں کسی قسم کی مکتوبی یا زبانی تعلیم کا رواج نہ تھا۔ چنانچہ قرآن پاک نے ان کو "امیین" ہی فرمایا ہے، بعث نبوی ﷺ کے وقت شہر مکہ میں سولہ سترہ سے زیادہ آدمی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے (مورخ بلاذری نے ان سترہ آدمیوں کے نام بھی گنوائے ہیں) اور شہر مدینہ میں تو اس سے بھی کم عرب یہ فن جانتے تھے، تقریباً ۷ھ میں جو اتنا جیسے بڑے مقام پر رسول اللہ ﷺ نے ایک تبلیغی خط بھیجا تو رومی کہتے ہیں کہ سارے علاقے اور قبیلہ میں ایک شخص بھی نہ تھا جو خط کو پڑھ سکے۔ لوگ تلاش اور انتظار کرتے تھے تا آنکہ ایک بچہ ملا جس نے خط پڑھ کر سنایا، تقریباً اسی زمانے یا کچھ بعد کا واقعہ ہے کہ نمر بن تولب مسلمان ہوئے۔ یہ ایک بڑے قبیلے کے سرور تھے اور اتنے بڑے شاعر کہ ان کی نظمیں کا ایک دیوان تیار ہوا ہے۔ انہیں ان کے قبیلے عطل (یعنی) کا سردار مامور کر کے ایک محرر پر دولہ بارگاہ رسالت سے عطا ہوا۔ بازار میں آکر یہ پوچھنے لگے کیا آپ لوگوں میں کسی کو پڑھنا آتا ہے۔ یہ خط پڑھ کر مجھے سنائیے۔ یہ کتنا دلورہ انگیز امر ہے کہ نبی امی کو سب سے پہلے جو وحی ربانی ہوئی وہ یہ تھی۔

اقرا بلسم ربک الذی خلق، خلق الانسان من علق، اقراء وربک الاکرام الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم۔
پڑھ اپنے رب کے نام سے جو خالق ہے، جس نے انسان کو جیے ہوئے خون کے قطرے سے پیدا کیا، پڑھ کہ تیرا بزرگ و برتر رب وہ ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی اور انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔
پس نبی امی نے امت کو اللہ کا جو پہلا حکم پہنچایا اور جس کی عمر بھر تعمیل کرانی وہ پڑھنے اور لکھنے ہی کے متعلق تھا۔ نیز جب آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو وہاں سب سے پہلے جو سورۃ نازل ہوئی وہ سورۃ بقرہ ہے جس میں آیت مداینہ (اصول قرض دہی) بھی ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوا۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہیں جب تم آپس میں کوئی قرض دہی کسی معینہ مدت کیلئے کرو تو اسے لکھ لیا کرو۔
قرآنی ہدایت کے پیش نظر لکھنے پڑھنے پر جو توجہ دی گئی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مدینہ منورہ آنے کے بعد رسول اکرم ﷺ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر تھی، اس عمارت کے ایک حصے میں سائبان اور چبوترہ (صفہ) بنایا گیا، یہ اولین اسلامی اقامتی جامعہ تھی، رات کو اس میں طلبہ سوتے اور دن میں اساتذہ ان کو لکھنے پڑھنے اور مسائل دین وغیرہ کی تعلیم دیتے تھے، چنانچہ عبد اللہ بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ جو خوش خط تھے اور زمانہ جاہلیت میں بھی کتاب کی حیثیت سے مشہور تھے، انہیں وہاں لکھنا سکھاتے تھے، نیز حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے اس بات پر مامور کیا تھا کہ صفہ میں لوگوں کو لکھنا سکھائیں اور قرآن پڑھائیں، صفہ کی درسگاہ میں تعلیم پانے والوں کی کثیر تعداد کا اندازہ اس سے

ہو سکتا ہے کہ بعض مولف اہل صفہ کے چار سو طلبہ کا ذکر کرتے ہیں جو تعجب نہیں کہ ایک ہی دن کی حاضری ہو کیونکہ خود مقیم و شب باش طلبہ ستر اسی تک ہو جاتے تھے، سعد بن عبادہ انصاری اکیلے ایک ایک رات میں اسی اہل صفہ کی ضیافت کرتے تھے، مدینہ میں ۲۰ میں ایک اور اقامتی درس گاہ ”دار القراء“ کا بھی پتہ چلتا ہے جو مخرمہ بن نوفل کے مکان میں قائم ہوئی تھی۔ نیز ۲۰ھ کے معرکہ بدر میں ہاتھ آنے والے قیدیوں کی رہائی کا فدیہ یہ مقرر کیا گیا کہ جو قیدی لکھنا پڑھنا جانتا ہو وہ دس دس مسلمانوں بچوں کو اس فن کی تعلیم دے، اسی طرح آپ بچوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اپنے پڑوسیوں سے علم سیکھیں اور اپنے پڑوس کی مسجد میں سبق پڑھا کریں، اس کے علاوہ جب عمرو بن حزم ؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تو انہیں فرائض منصبی کے متعلق ایک تحریری ہدایت نامہ دیا گیا، اس میں انتظامی امور کے علاوہ تعلیم کی اشاعت کے بھی احکام ہیں، نیز مورخ طبری نے ۱۱ھ کے واقعات میں لکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو ناظم تعلیمات بنا کر یمن بھیجا جہاں وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں دورہ کیا کرتے اور مدارس کی نگرانی و انتظام کرتے تھے۔

اسلام کی اس عام تعلیمی سیاست کے اثرات سے جہاں دستور مملکت، حدود و رقبہ سلطنت، آبادیوں کی مردم شماری، دستاویزیں، معاہدے، پرانے، شاہان وقت کے نام، تبلیغ خطوط، سرحد اندازی، زراعت و معدنیات کا محصول طلبی، گورنروں، قاضیوں، تحصیلداروں کو وقتی ہدایت وغیرہ جملہ امور کو باقاعدہ سرکاری طور پر تحریری صورت میں انجام دیا جانے لگا وہیں حضور اکرم ﷺ کے ملفوظات اور آپ کی احادیث کو قلم بند کرنے کا بھی پورا اہتمام کیا گیا۔

عہد رسالت میں صحابہ کے نوشتے..... (۱) الصحیفۃ المصادقہ۔ صحیح بخاری میں وہب بن منبہ نے اپنے بھائی ہام بن منبہ سے روایت کی ہے، کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ ؓ کو کہتے سنا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں آپ کی حدیثیں بیان کرنے والا مجھ سے زیادہ کوئی نہیں۔ بجز عبد اللہ بن عمرو بن العاص القرشی ؓ کے کیونکہ وہ (بروقت) لکھا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ متوفی ۶۵ھ نے اپنے اس جمع کردہ ذخیرہ حدیث کا نام ”الصحیفۃ المصادقہ“ رکھا تھا، کہتے ہیں کہ اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں، یہ انہیں اس قدر عزیز تھا کہ اکثر فرمایا کرتے تھے ”ما یرغبنی فی الحیوۃ الا المصادقۃ والوہط (مجھے زندگی کی یہی دو چیزیں خواہش دلاتی ہیں صادقہ اور وہط) ان دونوں چیزوں کا تعارف خود آپ ہی نے ان الفاظ میں کر لیا ہے۔

فاما المصادقۃ فصیحفۃ کتبتھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واما الوہط فارض تصدق بہا عمرو

بن العاص کان یقوم علیہا۔

صادقہ تو وہ صحیفہ ہے جس کو میں نے حضور ﷺ سے سن کر لکھا ہے اور وہط وہ زمین ہے جو کو حضرت عمر ؓ نے راہ خدا میں وقف کیا تھا اور وہ اس کی دیکھ بھال رکھا کرتے تھے۔

یہ نسخہ ان کے خاندان میں عرصہ تک محفوظ رہا۔ چنانچہ ان کے پوتے عمرو بن شعیب اسی کو ہاتھ میں رکھ کر روایت کرتے اور اس سے درس دیتے تھے، بظاہر وہ انہیں حفظ نہ تھا، اس تالیف کا ذکر ابن منظور نے لسان العرب مادہ ”ظہم“ میں بھی کیا ہے، مسند واری کی حدیث میں ہے کہ ایک دن ہم لوگ عبد اللہ بن عمرو کے پاس تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کون سا شہر پہلے فتح ہوگا۔ قسطنطنیہ یا رومیہ۔ اس پر انہوں نے ایک پرانی صندوق منگوائی، اس میں ایک کتاب نکال کر اس پر نظر ڈالی پھر کہا۔ ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اور آپ جو کچھ فرما رہے تھے اس کو لکھتے جا رہے تھے۔ اس اثناء میں آپ سے پوچھا گیا۔ کون سا شہر پہلے فتح ہوگا قسطنطنیہ یا رومیہ۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ہر قل کے بیٹے کا سر پہلے فتح ہوگا یعنی قسطنطنیہ۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبد اللہ بن عمرو ہی نہیں صحابہ کی ایک جماعت کی جماعت ملفوظات نبوی ﷺ کو لکھا کرتی تھی اور یہ خود رسول اللہ ﷺ کے روبرو ہوتا تھا۔

(۲) صحیفہ علی کرم اللہ وجہہ۔ اس صحیفہ کا ذکر بخاری، مصنف عبد الرزاق، سنن ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہے، اس کے متعلق خود حضرت علی ؓ فرماتے ہیں۔

ما کتبنا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا القرآن وما فی هذه الصحيفة. (بخاری)
ہم نے حضور ﷺ سے بجز قرآن اور جو کچھ اس صحیفہ میں درج ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں لکھا۔ یہ صحیفہ چڑنے کے ایک ٹھیلے میں تھا جس میں حضرت علی ؓ کی تلوار مع نیام کے رہتی تھی (مسلم)۔ اس میں زکوٰۃ کے علاوہ خون بہا، اسیروں کی رہائی، کافر کے بدلے مسلمان کو قتل نہ کرنا، حرم مدینہ کے حدود اور اس کی حرمت، غیر کی طرف انتساب کی ممانعت، نقض عہد کی برائی، غیر اللہ کیلئے ذبح کرنے پر وعید اور زمین کے نشانات مٹانے کی مذمت وغیرہ بہت سے احکام و مسائل درج تھے۔ حدیث کی اکثر کتابوں میں اس صحیفہ کی روایتیں موجود ہیں اور صحیح بخاری ”کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یکرہ من التعقیر والتنازع فی العلم میں جو تفصیل ملتی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ صحیفہ کافی طویل تھا اور کم سے کم چار سرکاری دستاویزوں کا مجموعہ تھا۔

(۳) تالیف عمرو بن حزم ؓ۔ یہ مشہور واقعہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب عمرو بن حزم کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا تو انہیں ایک تحریری ہدایت نامہ دیا جس میں جو احکام اور ہدایات دینی تھیں درج فرمائیں۔ عمرو بن حزم نے اس قیمتی دستاویز کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ ایک سو دیگر فرامین نبوی بھی فراہم کئے جو نبی عادی اور نبی عریض کے یودیوں، حمیم داری، قبیلہ جہنہ و جذام وطنی و ثقیف وغیرہ کے نام موسوم تھے اور ان سب کی ایک کتاب تالیف کی، جو عہد نبوی ﷺ کے سیاسی دستاویزی یا سرکاری پروانوں کا اولین مجموعہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ ”اعلام السالکین عن کتب سید المرسلین کے نام سے ابن طولون نے جو کتاب تالیف کی اور جس کا نسخہ بخط مولف کتب خانہ ”المجمع العلمی“ دمشق میں محفوظ ہے اور وہ چھپ بھی گئی ہے اس میں حضرت عمرو بن حزم کی یہ تالیف بطور ضمیمہ شامل اور محفوظ کر دی گئی ہے۔

(۴) صحیفہ جابر بن عبد اللہ ؓ۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ نے حج پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا، امام بخاری کی التاریخ الکبیر میں ہے کہ مشہور تاجی قنادہ کہا کرتے تھے کہ مجھے سورۃ بقرہ کے مقابلہ میں صحیفہ جابر زیادہ حفظ ہے۔

(۵) ۸ رسالہ سمرہ بن جندب ؓ۔ حضرت سمرہ بن جندب ؓ نے بھی حدیثیں جمع کیں جو ان کے بیٹے سلیمان بن سمرہ کو وراثت میں ملیں، ابن حجر نے لکھا ہے کہ سلیمان نے اپنے باپ کے حوالہ سے نسخہ خیرہ (ایک ہزار سالہ) روایت کیا ہے، نیز ابن سیرین کہتے ہیں کہ سمرہ نے اپنے بیٹوں کیلئے جو رسالہ لکھا اس میں علم کثیر پایا جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

(۶) صحیفہ سعد بن عبادہ۔ حضرت سعد بن عبادہ انصاری ؓ زمانہ جاہلیت میں بھی لکھنا پڑھنا جانتے وغیرہ کے باعث ”مرد کامل“ سمجھے جاتے تھے، ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں انہوں نے احادیث نبوی ﷺ جمع کی تھیں۔ اس کی روایت ان کے بیٹے نے کی ہے۔ (ترمذی)

(۷) مجموعہ مغیرہ بن شعبہ ؓ۔ صحیح بخاری کے باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں مروی ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ نے امیر معاویہ ؓ کو بظاہر ان کی دریافت پر بعض حدیثیں اپنے کاتب کو الماء کرا کے روانہ کیں۔

(۸) مسند ابی ہریرہ ؓ۔ اس کے نسخے عہد صحابہ ہی میں لکھے گئے چنانچہ مندابی ہریرہ کا نسخہ عمر بن عبد العزیز کے والد عبد العزیز بن مروان گورنر مصر متوفی ۸۶ھ کے پاس بھی تھا، انہوں نے حشیر بن مرہ کو لکھا کہ تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کے صحابیوں کی جو حدیثیں ہوں انہیں لکھ کر بھیج دو۔ الاحادیث ابی ہریرہ فائدہ عندنا یعنی ابو ہریرہ کی حدیثوں کے بھیجنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ ہمارے پاس موجود ہیں۔ (طبقات ابن سعد)

(۹) تالیف ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور تالیف ان کے شاگرد بشر بن ہبیک نے مرتب کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ سے جو کچھ سنتا تھا لکھتا جاتا تھا، جب میں نے ان سے رخصت ہونا چاہا تو ان کے پاس ان کی کتاب لایا اور انہیں پڑھ کر سنائی اور ان سے کہا۔ یہ وہ چیز ہے جو میں نے آپ سے سنی ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں (داری) ابن وہب کہتے ہیں مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنی کتابیں دکھائیں، ان کی کتابوں کا ایک اہم واقعہ جو غالباً ان کی پیرانہ سالی کے زمانہ کا ہے قابل ذکر ہے، عمرو بن امیہ ضمیر اولین اسلامی سفیر اور عہد نبوی کے بہت ممتاز سفارتی افسر تھے، ان کے ایک فرزند کی جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے روایت ہے تحدثت عن ابی ہریرہ بحديث فانکو۔ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث (انہیں سے) بیان کی۔ انہوں نے ناواقفیت ظاہر کی۔

قلقت انی قد سمعته منك قال ان كنت سمعته منی فهو مكبوب عندی فاخذ بیدی الی بیتہ فرانا کتبا کثیرہ من حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوجد ذلك الحدیث فقال قد اخبرتك ان كنت حدثتك به فهو مکبوب عندی۔

میں نے کہا میں نے اسے آپ ہی سے سنا ہے کہا۔ اگر تم نے اسے مجھ سے سنا ہے تو وہ میرے پاس لکھی گئی ہوئی چاہی۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہم کو حدیث نبوی ﷺ کی بہت سی کتابیں دکھائیں، اور پھر وہ حدیث بھی پائی۔ پھر کہا۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر میں نے وہ حدیث تم سے بیان کی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی چاہیے۔ (۱۰) الصحیفۃ الصحیحۃ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد ہام بن مہنیہ کیلئے احادیث نبوی میں سے کوئی ڈیڑھ سو کا انتخاب کرنے کے بعد ایک چھوٹے سے رسالے کی صورت میں مرتب کر کے اٹاکر لیا ہے اس لئے ان کا نام ”صحیفہ ابی ہریرہ امام بن مہ“ ہونا چاہیے۔ لیکن اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کو اگر کسی صحابی کی حدیث دانی پر رشک تھا تو وہ عبد اللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے ”الصحیفۃ الصادقہ“ کے نام سے حدیثوں کا ایک مجموعہ چھوڑا ہے تو کوئی تعجب نہیں کہ اس کی دیکھا دیکھی انہوں نے اپنی تالیف حدیث کا نام ”الصحیفۃ الصحیحۃ“ رکھا ہو، بہر حال پہلی صدی ہجری کے تقریباً وسط کی یہ تالیف تاریخی نقطہ نظر سے ایک گراں مایہ یاد گار ہے، اس کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے صحیفوں کی روایتیں بھی کتب حدیث میں موجود ہیں، منکرین حدیث جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث نبوی ﷺ آٹھ سو سال بعد لکھی جانی شروع ہوئی اور امام احمد بن حنبل، بخاری، مسلم، ترمذی جیسے ائمہ کو بھی جملہ قرار دینا چاہتے ہیں ان کی دلیل زیادہ تر یہی رہی ہے کہ عہد نبوی یا عہد صحابہ کی حدیث کے متعلق کوئی یادگار موجود نہیں ہے اور یہ کہ بعض صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے کتابت حدیث کی ممانعت نقل کی ہے۔ پہلی دلیل کا غلط ہونا تو لو پر ثابت ہو چکا ہے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتابت حدیث کی ممانعت کو بھی تحقیق نظر سے دیکھتے چلیں۔ کتابت حدیث کی ممانعت اور اس کی وجہ..... ایسی حدیثیں جن میں حدیث کے لکھنے کی ممانعت نظر آتی ہے ان میں سب سے اہم روایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

لا تکتبوا عنی شینا سوی القرآن فمن کتب عنی غیر القرآن فلیمحه (دارمی، احمد، ابن قتیہ)

مجھ سے قرآن کے سوا کوئی اور چیز قلمبند نہ کرو، اگر کسی نے قرآن کے سوا مجھ سے کوئی چیز لکھی ہو تو اسے مٹا دے۔ یہی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی کی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ بھی ہے (اگرچہ اس کا راوی عبد الرحمن بن زید ضعیف سمجھا جاتا تھا) کہ آنحضرت ﷺ ایسے وقت برآمد ہوئے جب ہم رضی اللہ عنہم لکھ رہے تھے، فرمایا تم لوگ یہ کیا لکھ رہے ہو۔ ہم نے کہا، وہ حدیثیں جو آپ سے سنی ہیں۔ فرمایا کیا تم کتاب اللہ کے سوا کوئی اور کتاب چاہتے ہو۔ تم سے پہلے کی امتوں کو اس اور چیز

نے نہیں بھٹکایا۔ مجھ اس کے کہ انہوں نے کتاب اللہ کے ساتھ دیگر کتابیں بھی لکھ ڈالیں۔ ایک اور روایت کے الفاظ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کیا کتاب اللہ کے ساتھ کوئی اور کتاب۔ کتاب اللہ کو پاک اور خالص رکھو۔ (احمد)

ان تمام روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت وقتی اور عارضی تھی جو خاص طور پر حفاظت قرآن کے پیش نظر کی گئی تھی، چونکہ حق تعالیٰ نے آپ کو ”جوامع الکلم“ عطا فرمایا تھا اس لئے اندیشہ تھا کہ قرآن وحدیث دونوں خلط ملط نہ ہو جائیں۔ مگر جب قرآن سے اشتباہ کا اندیشہ جاتا رہا تو کتابت حدیث کی اجازت دے دی گئی۔ اس توجہ سے کی تاہم اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو خود بھی اس ممانعت والی حدیث کے روای ہیں ان کا اپنا طرز عمل یہ تھا کہ حدیث کی بہت سی کتابیں لکھ رکھی تھیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے ہم ذکر کر کے آئے ہیں۔ اگر آنحضرت ﷺ کی ممانعت وقتی اور عارضی نہ ہوتی بلکہ عام اور دائمی ہوتی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کا حدیثوں کے دفتر کے دفتر لکھ ڈالنا ممکن تھا۔

یہی حال حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے، خطیب بغدادی نے ان کی ذاتی رائے یہی لکھی ہے کہ حدیث کو نہ لکھنا چاہیے۔ لیکن یہ تو اتر سے ثابت ہے کہ ان کی وفات ہوئی تو اتنی تاہیں چھوڑیں کہ ایک اونٹ پر لادی جاسکتی تھیں۔ ترمذی نے ان کے شاگرد عکرمہ کے حوالے سے روایت کی ہے کہ کچھ اہل طائف ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کی کتابوں کو نقل کرنا چاہا۔ چنانچہ ابن عباس ان کو پڑھ کر الما کراتے گئے۔

بہر کیف ابتداء قرآن کے ساتھ عام طور پر کتابت حدیث کی اجازت دے دینا بالخصوص ان امتوں کو جنہیں ابھی تک کتابت کا پورا سلیقہ بھی حاصل نہیں ہوا تھا یقیناً مناسب نہ تھا، جن حضرات کو یہ سلیقہ حاصل تھا ان کو اس وقت بھی اجازت دے دی گئی تھی پھر بعد میں جب کتابت کی ضرورت زیادہ محسوس ہونے لگی تو عام طور پر بھی اجازت دے دی گئی جو امور مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں وہ ہمیشہ زمانہ کی ضروریات اور حالات کے تابع رہا کرتے ہیں۔ چنانچہ سند داری میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنا آغاز ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ کے فرمودہ امور دوسروں کو بھی بیان کروں، اس لئے چاہتا ہوں کہ اپنے دل (حفظ) کے ساتھ اپنے ہاتھ کی لکھائی سے بھی مدد لوں، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ایسا ہی ہے تو۔

احفظ حدیثی ثم استحسن بیدک منع قلبک۔ میری حدیثوں کو زبانی یاد کر پھر اپنے دل کے ساتھ اپنے ہاتھ سے مدد لے۔ حافظ ابن عبد البر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں۔ قید والعلم بالکتاب۔ کہ علم کو تحریر کر کے مفید کر لو، اسی لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کو کتابت علم کی وصیت فرمایا کرتے تھے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ کسی انصاری صحابی نے ایک دن آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی اور کہا کہ ہر روز وعظ و تذکیر میں آپ جو اہم اور کارآمد باتیں بیان فرماتے ہیں وہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہتیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو، یعنی لکھ لیا کرو۔

بہر کیف عہد نبوی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تحریر حدیث کا ثبوت بلا ریب موجود ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اس عہد کے نوشتوں کو فنی حیثیت سے مستقل کتابیں نہیں کہہ سکتے۔

مدون حدیث..... جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روز بروز اس دنیا سے رخصت ہونے لگے اور ابھی صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ بزم عالم ان کے مبارک وجود سے تقریباً خالی ہو چلی، چنانچہ بصرہ کے صحابہ میں سب سے آخر میں جس نے وفات پائی وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کا انتقال ۹۳ھ یا ۹۵ھ میں ہوا ہے۔ یہ وہ وقت تھا کہ دوسرے اسلامی شہروں میں بھی دو چار کبیر السن صحابہ کے علاوہ کہ جو جلد ہی فوت ہو گئے خورشید نبوت سے براہ راست کسب زیور کرنے والے تمام ستارے غروب ہو چکے تھے۔ ماہ صفر ۹۹ھ میں خلیفہ صالح عادل بن مروان حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو آپ

نے دیکھا کہ صحابہ کے متبرک نفوس سے دنیا خالی ہو چکی۔ اکابر تابعین میں کچھ تو صحابہ کے ساتھ ہی چلے بے باقی جو ہیں ایک ایک کر کے سارے مقامات سے اٹھتے جا رہے ہیں۔ اس لئے آپ کو اندیشہ ہوا کہ ان حفاظ اہل علم کے اٹھنے سے کہیں علوم شریعہ نہ اٹھ جائیں اور حدیث پاک کی جو امانت ان کے سینوں میں محفوظ ہے وہ ان کے ساتھ ہی قبروں میں نہ چلی جائے، اوہر ہر شیعہ، خوارج، قدریہ نئے نئے فرقے اسلام میں سر اٹھاتے جاتے تھے جو اپنے اپنے عقائد و خیالات کی ترویج میں پوری قوت سے کوشاں تھے۔ اس لئے آپ نے فوراً تمام ممالک کے علماء کے نام فرمان بھیجا کہ حدیث نبوی ﷺ کو تلاش کر کے جمع کر لیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے مدینہ منورہ کے قاضی ابو بکر بن عمرو بن حزم متوفی ۷۱۱ھ کو جو آپ کی طرف سے وہاں کے امیر بھی تھے فرمان بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور سنت نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں اور اسی قسم کی جو روایات مل سکیں ان سب کو تلاش کر کے مجھے لکھو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فناء ہو جانے کا خوف ہے۔ (موطاعمر، بولقہ البخاری فی الحج) قاضی موصوف اپنے وقت میں مدینہ طیبہ کے بہت بڑے فقیہ اور امارت و قضاء میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے نائب تھے، امام مالک فرماتے ہیں کہ یہاں مدینہ میں جس قدر قضاء کے بارے میں ان کو علم تھا اتنا کسی کو نہ تھا، بڑے عابد و شب بیدار تھے۔ ان کی اہلیہ کا بیان ہے کہ چالیس سال ہونے آئے یہ کبھی شب میں اپنے بستر پر دراز نہیں ہوئے۔

آپ نے امیر المومنین کے حسب الحکم حدیث میں تعدد کتابیں لکھیں۔ لیکن افسوس ہے کہ جب قاضی صاحب کا یہ کارنامہ پایہ تکمیل کو پہنچا تو حضرت عمر بن عبد العزیز وفات پا چکے تھے۔ آپ نے ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو انتقال کیا۔ مدت خلافت کل دو سال پانچ ماہ ہے۔ قسطلانی نے شرح بخاری میں اور ہر دی وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ مدون اول قاضی ابو بکر ابن حزم ہیں۔

عمر بن عبد العزیز نے امام زہری کو بھی خاص طور پر تدوین سنن پر مامور کیا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن عبد البر جامع بیان العلم میں امام زہری کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ”ہم کو عمر بن عبد العزیز نے سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا تو ہم نے دفتر کے دفتر لکھ ڈالے اور پھر انہوں نے ہر اس سر زمین پر کہ جہاں ان کی حکومت تھی ایک دفتر بھیج دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قاضی ابو بکر بن حزم سے پہلے اس فن کی تدوین کی ہے۔ چنانچہ امام مالک کی تصریح موجود ہے۔ ”اول من دون العلم ابن شہاب (آخر جہ ابو نعیم فی الحلیۃ) محققین کی ایک جماعت کا خیال یہی ہے، سیوطی نے الفیہ اور تدریب میں، ابن حجر نے فتح الباری میں اسی پر جزم ظاہر کیا ہے۔ لفظ الدرر میں بھی انہی کو واضح اول مانا ہے اور نیل الانانی میں بھی یہی ہے۔ ابن الندیم نے کتاب الفہرست میں فقہ شام حضرت مکمل دمشق کی تصنیفات کے سلسلہ میں کتاب السنن کا تذکرہ کیا ہے۔ اغلب یہ ہے کہ اس کی تدوین بھی امر خلافت کی تعمیل ہی میں ہوئی ہوگی۔

علامہ التابعین امام شعبی نے متعلق علامہ سیوطی تدریب الروی میں حافظ ابن حجر عسقلانی سے ناقل ہیں کہ ”ایک مضمون کی حدیثوں کے جمع کرنے کا کام سب سے پہلے امام شعبی نے کیا“ امام شعبی کتابت علم کے قائل نہ تھے اس لئے ظاہر ہے کہ احادیث کے جمع کرنے کا یہ کام انہوں نے محض خلیفہ عادل کے حکم کی تعمیل ہی میں کیا ہوگا۔

چونکہ یہ تینوں ائمہ باہم معاصر ہیں اس لئے یقین کے ساتھ تو یہ فیصلہ کرنا سخت مشکل ہے کہ سب سے پہلے اس موضوع پر کس نے قلم اٹھایا۔ تاہم حسب تصریح امام مالک و درر اور دی اگر اس علم کے پہلے مدون امام زہری ہیں تو امام شعبی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ احادیث نبوی کی تبویب سب سے پہلے انہیں نے کی ہے۔ اس لئے تدوین حدیث کی اولیت کا سہرا اگر علماء اہل مدینہ کے سر ہے تو اس کی تبویب کی اولیت کا شرف یقیناً علماء اہل کوفہ کو حاصل ہے۔

وقال السیوطی فی الفیہ۔

اول الجامع للحلیث والآخر، ابن شہاب امر لہ عمر

اول الجامع للابواب، جماعة فی المصر ذوا اقتراب

کابن جریج و ہشیم مالک، معمر و ولد المبارک
دوسری صدی کی تصنیفات..... پہلی صدی کے آخر میں خلیفہ راشد کے حکم سے کیا۔ ائمہ تابعین نے جمع و تدوین
حدیث کا دروازہ کھولا، امام شعبہ، امام زہری، امام کھول و مشقی اور قاضی ابوبکر بن حزم کی تصانیف اسی عہد عمری کی یادگار
ہیں، دوسری صدی ہجری میں اس سلسلہ کو اتنی ترقی ہوئی کہ احادیث مرفوعہ ایک طرف صحابہ کے آثار اور تابعین کے
فتاویٰ اور اقوال تک ایک ایک کر کے اس عہد کی تصانیف میں مرتب و مدون کر دیئے گئے۔

کتاب الآثار..... فقہیہ وقت حماد بن ابی سلیمان کی وفات کے بعد ۱۲۰ھ میں امام ابو حنیفہ جب جامعہ کوفہ کی اس مشہور
علی درگاہ میں مسند فقہ و علم پر جلوہ آراء ہوئے کہ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانہ سے باقاعدہ طور پر چلی آرہی
تھی تو آپ نے جہاں علم کلام کی بنیاد ڈالی وہاں فقہ کا عظیم الشان فن مدون کیا وہیں علم حدیث کی اہم ترین خدمت یہ انجام
دی کہ چالیس ہزار احادیث احکام میں سے صحیح اور معمول بہار روایات کا انتخاب فرما کر ایک مستقل تصنیف میں ان کو ابواب
فقہیہ پر مرتب کیا۔ جس کا نام ”کتاب الآثار“ ہے اور آج امت کے پاس احادیث صحیح کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے
جو دوسری صدی کے رابع ثانی کی تالیف ہے۔

امام ابو حنیفہؒ سے پہلے حدیث نبوی ﷺ کے جتنے صحیفے اور مجموعے لکھے گئے ان کی ترتیب فنی نہ تھی بلکہ ان کے
جامعین نے کیف و تلیق جو حدیثیں ان کو یاد تھیں انہیں قلم بند کر دیا تھا، امام شعبہ نے بے شک بعض مضامین کی حدیثیں
ایک ہی بات کے تحت لکھی تھیں لیکن وہ پہلی کوشش تھی جو غالباً چند ابواب سے آگے نہ بڑھ سکی، احادیث کو کتب و ابواب
پر پوری طرح مرتب کرنے کا کام ابھی باقی تھا جس کو امام ابو حنیفہؒ نے کتاب الآثار تصنیف کر کے نہایت ہی خوش
اسلوبی کے ساتھ مکمل فرمایا اور بعد کے ائمہ کیلئے ترتیب و تبویب کا ایک عمدہ نمونہ قائم کیا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ..... ممکن ہے کہ کچھ لوگ کتاب الآثار کو احادیث صحیحہ کا اولین مجموعہ بتانے پر چونکیں۔ کیونکہ
عام خیال یہی ہے کہ صحیح بخاری سے پہلے احادیث صحیحہ کی کوئی کتاب مدون نہیں تھی مگر یہ بڑی غلط فہمی ہے۔ اس واسطے کہ
علامہ مغلطائی کے نزدیک اس بارے میں اولیت کا شرف امام مالک کو حاصل ہے۔ حافظ سیوطی ثور الخوالک میں لکھتے ہیں
کہ ”حافظ مغلطائی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے جس نے صحیح تصنیف کی وہ امام مالک ہیں“ اور کتاب الآثار موطا سے بھی پہلے
کی تصنیف ہے۔ جس سے خود موطا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ حافظ سیوطی تنبیہ الصحیفہ فی مناقب الامام ابی
حنیفہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”امام ابو حنیفہ کے ان خصوصی مناقب میں سے کہ جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ
وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور اس کی ابواب پر ترتیب کی۔ پھر امام مالک ابن انس نے موطا کی
ترتیب میں انہی کی پیروی کی اور اس بارے میں امام ابو حنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔“

غرض کتاب الآثار قرآن پاک کے بعد کتب خانہ اسلام کی دوسری کتاب ہے۔ جو ابواب پر مرتب و مدون ہوئی اور جس
میں صرف ان ہی احادیث اور آثار و فتاویٰ نے جگہ پائی جن کی روایت، ثقات اور اقتیامت میں برابر چلی آئی تھی۔ امام اعظم نے
اس کتاب میں آنحضرت ﷺ کے آخری افعال و ہدایات کو معنائے اول اور آثار و فتاویٰ صحابہ و تابعین کو معنائے ثانی قرار دیا۔
موطا امام مالک..... کتاب الآثار کے بعد حدیث کا دوسرا صحیح مجموعہ جو اس وقت امت کے ہاتھوں میں موجود ہے وہ امام
مالک ابن انس کی مشہور تصنیف ”موطا“ ہے جو اہل مدینہ کی روایات و فتاویٰ کا بہترین انتخاب ہے۔ جس کی صحت کا محدثین
کو اس درجہ یقین ہے کہ امام ابو زرعہ رازی فرماتے ہیں ”اگر کوئی شخص اس بات پر طلاق کا حلف اٹھائے کہ موطا میں امام

احمد بن حنبلہ کی حیات امام مالک میں جو ہر مرقوم ہے کہ ”موطا کو سب سے بڑا شرف یہ حاصل ہے کہ یہ اسلام کی پہلی کتاب ہے“ کشف الظنون میں ہے کہ سب
سے پہلی کتاب جو اسلام میں لکھی گئی وہ موطا ہے، ابوبکر بن عمری شرح موطا میں لکھتے ہیں کہ یہ پہلی کتاب ہے جو شریعت اسلامیہ میں لکھی گئی ہے
حضرت سفیان کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مالک نے صحیح تصنیف کی سو حدیثی طور پر صحیح نہیں۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مالک کی جو حدیثیں ہیں وہ صحیح ہیں تو وہ حادث نہ ہوگا۔

جامع سفیان ثوری..... اسی زمانہ میں امام سفیان ثوری نے ”جامع“ لکھی ہے جو دوسری صدی کے نصف کے قریب کی تصنیف ہے۔ بعض نے اس کا سنہ تصنیف ۱۶۰ھ بتایا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ امام زفر کا جب بصرہ آتا ہوا تھا تو ان کے سامنے جامع سفیان لائی تھی اور آپ نے اسے دیکھ کر یہ فرمایا تھا کہ ”یہ ہمارا کلام غیروں سے نقل کر رہے ہیں۔“

امام زفر کی وفات ماہ شعبان ۵۸ھ میں ہوئی ہے اسلئے یہ ماننا پڑے گا کہ اسکی تصنیف ان کی وفات سے پہلے مکمل ہو چکی تھی، آپکی جامع ایک زمانہ میں محدثین میں بڑی مقبول و مقبول رہی ہے چنانچہ امام بخاری نے جب علم حدیث کی تحصیل شروع کی تو سب سے پہلے جن کتابوں کی طرف توجہ کی وہ سفیان ثوری کی جامع اور عبد اللہ بن مبارک اور امام وکیع کی تصنیفات تھیں۔ امام بخاری نے جامع سفیان کا سماع اپنے وطن ہی میں امام ابو حفص کبیر سے کیا تھا۔ اسحاق بن راہویہ سے کسی نے روایت کیا تھا کہ ”دونوں کتابوں میں کوئی کتاب زیادہ اچھی ہے۔ مالک کی یا سفیان کی۔“ کہنے لگے مالک کی۔ لیکن امام ابو داؤد و سجستانی صاحب سنن فرماتے ہیں کہ ”لوگوں نے اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھیں، سفیان کی جامع ان سب میں اچھی ہے۔“ کتاب الزہد والرقائق..... ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن المبارک بن واضح اعظمی المروزی مولود ۱۱۸ھ یا ۱۱۹ھ متوفی ۱۸۱ھ کی تصنیف ہے۔ جو کتاب اس وقت اس نام سے رائج و مشہور ہے وہ اس کا انتخاب ہے۔ جس کو حافظ ضیاء الدین ابو عبد اللہ بن محمد بن عثمان بن سلیمان زراری نے کیا تھا جو عوام و خواص کی نظروں میں مقبول ہے۔ دراصل یہ کتاب بروایت حسین بن مروزی رائج اور مشہور ہے اور ان سے ان کے شاگرد ابو محمد بن یحییٰ محمد بن صاعد نے روایت کیا ہے، ابن المبارک امام اعظم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کو وہ مرتبہ عنایت کیا تھا کہ چیدہ چیدہ بزرگ ان کی محبت سے تقرب الہی کے متلاشی رہتے تھے، تکیہ بن سعید بخاری جو اصحاب ستہ کے شیخ ہیں فرمایا کرتے تھے کہ ”ہمارے زمانہ کے بہتر ابن المبارک ہیں پھر احمد بن حنبل“ ثقات کی تاریخ میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ بزرگوں کی ایک جماعت ایک مقام پر مجتمع ہوئی اور علم فقہ، ادب، نحو، لغت، زہد، شعر گوئی، فصاحت، شب بیداری، تجدد گزاری، عبادت، حج، جہاد، شہ ساری، ہتھیار بندی، بے فائدہ باتوں سے اجتناب، انصاف کی پابندی ان سب صفات حمیدہ میں اپنے زمانہ کا سردار ابن المبارک کو تسلیم کیا اور باب ہائے مذکورہ سے ہر بات میں ان کے تفوق اور بے نظیر ہونے کا اقرار کیا۔ ابن المبارک فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے علم کو جمع کیا ہے۔ لیکن روایت صرف ایک ہزار شیوخ سے کرتا ہوں۔

موطا امام محمد..... ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی مولود ۱۳۲ھ متوفی ۱۸۹ھ کی ہے جو آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک کی خدمت میں تین سال رہ کر استفادہ کر کے ترتیب دی ہے۔ یہ امام مالک کی جملہ روایات و نسخ میں سے ممتاز تر ہے۔

مسند ابو داؤد طیالسی..... سلیمان بن داؤد بن الجارود طیالسی کا ہے جو اصل میں شہر فارس کے رہنے والے ہیں اور آخر میں بصرہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ احادیث طویلہ کو خوب محفوظ رکھتے تھے اور اپنے زمانہ میں اسی کمال کے ساتھ مشہور و معروف تھے۔ آپ نے ایک ہزار شیوخ سے علم حدیث مکمل کیا ہے۔ اسی سال کی عمر یا کر ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔

کشف الظنون کی مذکور عدلت تلاش کے بلوچوند مل سکی۔ حضرت سفیان سے جو منقول ہے وہ بلا جواز ہے۔ یہ الفاظ سفیان کے نہیں مغلاطائی کے ہیں۔ البتہ قاضی صاحب کی تصریح کشف میں موجود ہے۔ لیکن یہ ان کی اپنی معلومات کے اعتبار سے ہے کیونکہ ان کو کتاب الآثار کا علم نہ تھا۔ یہ کچھ محل تجسس نہیں۔ یہ سی مشہور کتابوں کے متعلق بعض اکابر اہل علم کو اطلاع نہ ہو سکی۔ حافظ ابو سعید علانی کا خیال ہے کہ حافظ علی نیشاپوری امام متحمل حدیث صحیح بخاری سے واقف نہ تھے۔ حافظ ابن کثیر نے مقدمہ ابن الصلاح کی تصنیف میں، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ترمذی کے ذکر میں یہ تصریح کی ہے کہ ابن حزم اپنی علمی وسعت کے بلوچوند ترمذی اور ان کی تصنیف سے واقف تھے۔ حافظ ذہبی کے پاس جامع ترمذی، نسائی اور سنن ابن ماجہ نہ تھیں۔ اس لئے ان ہر سہ کتابوں کی احادیث کی انہیں اطلاع نہ تھی۔ ۱۳

مصنف عبد الرزاق..... ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع حمیری کا ہے صنعاء کے رہنے والے ہیں جو یمن کا دار السلطنت ہے۔ صحاح ستہ میں بھی ان کی روایت موجود ہے۔ پچاسی سال زندہ رہ کر ۱۵ شوال ۲۱۱ھ میں رحلت فرمائی۔ مسند حمیدی..... ابو بکر عبد اللہ بن الزبیر قریشی حمیدی کا ہے، امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں اور سفیان ابن عیینہ کے شاگرد ہیں۔ کبار اصحاب شافعی میں شمار ہوتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ ”حمیدی ہمارے نزدیک امام ہیں۔“ ۲۱۹ھ میں بمقام مکہ معظمہ وفات پائی۔

مصنف ابن ابی شیبہ..... ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان العی کا ہے جو فن حدیث کے امام ہیں، ابو زرعہ رازی کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں چار شخصوں پر نظر پڑتی تھی اور علم حدیث کا مہتان ہی کو خیال کرتے تھے۔ اول ابو بکر بن ابی شیبہ جو حدیث بیان کرنے میں یکتا تھے، دوسرے احمد بن حنبل جو فقہ اور حدیث کے سمجھنے میں مستحی خیال کئے جاتے تھے۔ تیسرے ابن معین جو جمع و تفسیر حدیث میں ممتاز تھے، چوتھے علی بن المدینی جو مخرج حدیث اور اس کے علل کے علم میں یگانہ تھے، لیکن مذکرہ کے وقت ابو بکر بن ابی شیبہ اپنے ہم عصروں میں حافظ ترین بتائے جاتے تھے۔ ترتیب و تہذیب کے اعتبار سے بھی یہ کتاب ان کے ہم عصروں سے امتیاز نام رکھتی ہے، ماہ محرم ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔

علم حدیث تیسری صدی میں..... تیسری صدی ہجری میں علم حدیث کو بڑی ترقی ہوئی اور اس فن کا ایک ایک شعبہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ محدثین اور ارباب روایت نے طلب حدیث میں بحر و بر کو پے سپر کیا اور دنیا اسلام کا گوشہ گوشہ چھان مارا، ایک ایک شہر اور ایک ایک قریہ میں پہنچ کر تمام منتشر اور پر آگندہ روایتوں کو یکجا کیا۔ مسند حدیثیں علیحدہ کی گئیں۔ صحت سند کا التزام کیا گیا، اسماء الرجال کی تدوین ہوئی، جرح و تعدیل کا مستقل فن بن گیا اور صحاح ستہ جیسی بیش بہا کتابیں تصنیف ہوئیں۔ تدوین صحاح ستہ وغیرہ..... مساند کی تالیف سے جب تمام منتشر اور پر آگندہ روایتیں یکجا ہو گئیں تو پھر اس دور کے محدثین نے انتخاب و اختصار کا طریقہ اختیار کیا اور صحاح ستہ کی تدوین عمل میں آئی، اسی دور میں صحاح ستہ کے علاوہ اور بہت سی کتابیں وجود میں آئیں۔

مسند دارمی..... ابو محمد (یا ابو جعفر) عبد اللہ بن عبد الرحمن بن الفضل بن بہرام بن عبد الصمد حمیمی درامی سر قندی مولود ۱۸۱ھ متوفی ۲۵۵ھ کی تصنیف ہے جو اصطلاح کے خلاف مسند کے ساتھ مشہور ہو گئی۔ آپ نے اکثر بلاد اسلام کا سفر کیا اور دور دراز شہروں میں گشت کر کے علم حدیث جمع کیا، امام مسلم، ابو داؤد، ترمذی اور محمد بن حنفی ذہبی وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ جس وقت امام بکری کو ان کی وفات کی خبر پہنچی تو انتہائی صدمہ سے سر جھکا لیا اور اشک جاری کرتے ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے اور بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ حسرت آمیز شعر نکل گیا۔ حالانکہ بجز ان اشعار کے جو حدیث میں روایت کئے گئے ہیں آپ کبھی کوئی شعر نہیں پڑھتے تھے۔

سل ان تبوء تفجع بالاحیة کلہا وفناء نفسک لا بالک افجع

نسخہ ابو الوقت۔ مسند دارمی میں تین ہزار پانچ سو ستاون حدیثیں مندرج ہیں جو ایک ہزار چار سو آٹھ ابواب میں متفرق طور پر جمع کی گئی ہیں۔

سنن ابی یوسف..... ابو مسلم ابراہیم بن عبد اللہ بصری کی تصنیف ہے۔ جب آپ اس کتاب کے جمع کرنے، استاذ کو سنانے اور محدثین کو دکھانے سے فارغ ہوئے تو شکرانہ میں ہزار درہم مفلسوں کو صدقہ میں دیئے اور جو علم حدیث کا مشغلہ رکھنے والے تھے ان میں سے ایک کثیر التعداد جماعت اور دیگر امراء ملک کی دعوت کر کے پر تکلف کھانے پکوا کر کھلائے۔ جس روز آپ بغداد میں آئے تو بہت سے آدمی ان سے سند حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے رجبہ غسان جو بغداد کے فراخ ترین مکانوں میں سے تھا مکان جلوس قرار پایا۔ چونکہ چاروں طرف کثرت سے آدمیوں کا ہجوم تھا اس لئے سات

۱۲۔ اگر تو زندہ رہے گا تو تمام دوستوں کی مفارقت کا درد تجھ ہی کو اٹھانا پڑے گا، مگر تیری موت کا سانحہ ان سب سے دردناک ہے۔

آدمی ان کی آواز کو دوسروں تک پہنچانے کیلئے متعین ہوئے۔ فارغ ہونے کے بعد جب اس مجلس کے آدمیوں کو شمار کیا گیا تو علاوہ دیگر سامعین و ناظرین کے تقریباً ایک ہزار چالیس آدمی صاحب دوات و قلم وہاں موجود تھے۔ جو ان کے فرمودہ کو لکھ رہے تھے، خطیب بغدادی نے اس واقعہ کو تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے۔ آپ نے ۳۶۲ھ میں وفات پائی۔ بعض حضرات نے سنہ وفات ۳۹۲ھ لکھا ہے۔

کتاب الدعا لابن ابی الدنیا..... ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن قیس معروف بابن ابی الدنیا قرشی اموی مولود ۲۰۸ھ متوفی ۲۸۱ھ کی نہایت عمدہ اور نفیس کتاب ہے جس کے شروع میں حق تعالیٰ کے ننانوے نام درج ہیں جو بروایت ابن سیرین از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہیں۔ پھر چمٹ اسم اور یسی ہے جس کی سند حسن بصری پر موقوف ہے اس کے بعد اسم اعظم ہے اس کے بعد دعا للفرج ہے۔

مسند حارث بن ابی اسامہ..... ابو محمد حارث بن محمد بن ابی اسامہ بغدادی کی تصنیف ہے۔ آپ نے یزید بن ہارون، روح بن عبادہ، علی بن عاصم، وادعی اور دوسرے علماء حدیث سے اس علم کو حاصل کیا ہے۔ برقانی نے جب دار قطنی سے دریافت کیا کہ میں ان کی احادیث کو صحاح میں داخل کروں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ضرور داخل کرو۔ آپ نے ستانوے سال کی عمر پر ۲۸۲ھ میں رحلت فرمائی۔

مسند بزار..... ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الحلق البرار متوفی ۲۹۲ھ کی تصنیف ہے۔ جس کو مسند کبیر بھی کہتے ہیں۔ یہ معلل ہے۔ یعنی ایسے اسباب بھی بیان کرتے جالتے ہیں جو صحت حدیث میں قادر ہیں۔

انہوں نے مدبہ بن خالد سے جو بخاری اور مسلم کے شیخ ہیں اور عبد اللہ بن حماد، حسن بن علی بن راشد اور عبد اللہ بن معاویہ رحمہم اللہ جی سے علم حدیث کو حاصل کیا۔

مسند ابو یعلیٰ الموصلی..... احمد بن علی بن النبی بن سحی بن عیسیٰ بن ہلال تمیمی موصلی مولود ۲۴۰ھ متوفی ۳۰۷ھ کی تصنیف ہے اس کی ترتیب ابواب و اسماء صحابہ ہر دو پر رکھی گئی ہے۔ پوری مسند کے چھتیس جزی ہیں۔ حافظ اسماعیل بن محمد بن الفضل تمیمی کہتے ہیں کہ میں نے مثل مسند عدنی اور مسند ابن مینع اور ان کے علاوہ بہت سی مسندات پڑھی ہیں لیکن تمام مسندات ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے نہریں اور ابو یعلیٰ کی مسند دیکھا تاہم ان کی طرح ہے۔

صحیح ابن خزیمہ..... ابو بکر محمد بن اسماعیل بن خزیمہ اسلمی نیشاپوری مولود ۲۳۳ھ متوفی ۳۱۱ھ کی تصنیف ہے جو مشہور محدث اور ابن حبان کے شیخ ہیں۔ آپ کی صحیح اور صحیح ابن حبان صحاح ستہ کے بعد معتد کتب حدیث میں سمجھی جاتی ہے۔ لکھچہ آپ کی صحیح میں ایسی احادیث بھی ہیں جو بمشکل حسن کے درجہ میں ہیں۔

صحیح ابو غوانہ..... یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید اسفرائینی نیشاپوری متوفی ۳۱۶ھ کی ہے، جو صحیح مسلم پر مستخرج ہے، خراسان، عراق، یمن، حجاز، شام، جزیرہ، فارس، اصفہان، مصر اور ثور وغیرہ میں گشت کر کے ہر دیار کے علماء سے حدیثوں کو جمع کیا، شافعی المذہب تھے، اسفرائن میں شافعی مذہب کی ابتداء انہیں سے ہوئی۔

معاجم ثلاثہ طبرانی..... ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر النخعی طبرانی مولود ۲۸۰ھ متوفی ۳۶۰ھ کی تصانیف ہیں۔ آپ نے ۲۷۳ھ میں طالب علمی شروع کی۔ ملک شام کے اکثر شہروں اور حرمین شریفین، یمن، مصر، بغداد، کوفہ، بصرہ، اصفہان، جزیرہ اور اسلام کی دوسری آبادیوں میں سیر و سیاحت کی۔ علی بن عبد العزیز، بلغوی، بشر بن موسیٰ، ابو زرعد مشقی اور ان کے ہم عصروں میں حدیث کی سماعت حاصل کی۔ ابو العباس احمد بن منصور شیرازی فرماتے ہیں کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ زنادقہ (فرقہ قرامطہ اسماعیلیہ) نے اس زمانہ میں جو اہل سنت کے دشمن تھے طبرانی پر ان کی آخر عمر میں اس وجہ سے سحر کرادیا تھا کہ وہ احادیث سے ان کے مذہب کو رد کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ

کی بصارت ظاہری جاتی رہی تھی۔ آپ نے دو ماہ اور ایک سو سال کی عمر پائی۔ آپ کی مجسم کبیر مرویات صحابہ کی ترتیب پر مرتب ہے۔ مجسم اوسط بہ ترتیب اسماء شیوخ مرتب ہے۔ اس کی چھ جلدیں ہیں جس میں آپ نے ایک ہزار شیوخ سے جو عجائب و غرائب سنے تھے ان کو بیان کیا ہے۔ مجسم صغیر بھی شیوخ ہی کی ترتیب پر مرتب ہے۔

چوتھی صدی مسیح ابن حبان..... ابو حاتم محمد بن حبان بن معاذ بن معبد یحییٰ بستی متوفی ۳۵۴ھ کی تصنیف ہے۔ جس کو تقاسیم اور انواع بھی کہتے ہیں۔ اس کی ترتیب نئی طرح کی ہے نہ مبسوط نہ ابواب ہی ہے اور نہ مثل مسانید صحابہ و معاجم شیوخ ہے۔ بلکہ اول اقسام کو ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان اقسام میں انواع بیان کرتے ہیں۔

آپ امام نسائی کے شاگرد ہیں۔ ابو یعلیٰ موصلی، حسن بن سفیان، ابو بکر بن خزیمہ سے بھی تلمذ حاصل ہے۔ خراسان سے مصر تک سیر کر کے ہر عالم کے فیض سے مستفیض ہوئے۔ علم حدیث کے علاوہ دوسرے علوم فقہ، لغت، طب اور نجوم میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے، خود آپ نے اپنی تصنیف میں بیان کیا ہے کہ ”خیال ہوتا ہے کہ ہم نے دو ہزار شیوخ سے علم حدیث کو لکھا ہے۔“

سنن دار قطنی..... ابو الحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبد اللہ بغدادی دار قطنی مولود ۳۰۶ھ متوفی ۳۸۵ھ کی تصنیف ہے شافعی للذہب تھے۔ ابو القاسم بغوی، ابو بکر بن ابی داؤد ابن صاعد، حسین بن محاسبی اور دیگر علماء سے حدیث کی سماعت کی۔ علاوہ بغداد کے کوفہ، بصرہ، شام، واسطہ، مصر اور دوسرے اسلامی شہروں کی سیاحت کی۔ علوم نحو و فن تجوید میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ معروف علل حدیث اور اسماء الرجال میں لگانے تھے۔ مذاہب فقہاء، علم ادب اور شعر سے بھی خوب باخبر تھے۔

صحیح حاکم..... ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد بن حمدیہ بن نعیم ضمیمہ نیشاپوری مولود ۳۲۱ھ متوفی ۴۰۵ھ کی تصنیف ہے جو مستدرک کے نام سے مشہور ہے۔ خراسان اور ماوراء النہر و دیگر بلاد اسلام میں گشت کر کے دو ہزار شیوخ سے حدیث کی سند حاصل کی۔ اگرچہ دوسرے علوم میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے مگر علم حدیث میں زیادہ مشغلہ رکھنے کی وجہ سے اسی فن میں مشہور ہو گئے۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ ان کی تصانیف ایک ہزار پانچ سو جزء کے قریب پہنچتی ہیں۔ ان سب میں عمدہ ”معرفۃ علوم الحدیث“ ہے اور ان کی کتب الاکلیل بھی بہت مفید ہے۔ ان کی وفات کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ ایک روز غسل کی غرض سے حمام میں تشریف لے گئے۔ فراغت کے بعد وہاں سے نکلے ایک آہ نکلی اور جاں بحق ہو گئے۔ تہ بند بندھا ہوا تھا اور کپڑے بھی پٹے ہوئے تھے۔

یانچویں صدی، سنن بیہقی..... ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ بیہقی مولود ۳۸۴ھ متوفی ۵۵۸ھ کی تصنیف ہے۔ جس کو سنن کبریٰ کہتے ہیں۔ یہ دو سو دو اجزاء اور دس جلدوں میں ہے جو مختصر مزنی کی ترتیب کے مطابق مرتب کی گئی ہے۔ بیہقی نے حاکم ابو طاہر ابن فورک متکلم صوفی ابو علی روزباری اور عبد الرحمن سلمی وغیرہ سے علوم حاصل کئے اور بغداد، خراسان، کوفہ، حجاز اور دوسری اسلامی آبادیوں میں گشت کیا۔ حق تعالیٰ نے ان کے علم میں بڑی برکت اور فہم کامل کی قوت عطا فرمائی تھی۔ بڑی عجیب عجیب تصانیف ان کی یادگار ہیں۔ آپ کی وفات شہر نیشاپور میں ہوئی۔ تابوت میں رکھ کر بہت لائے گئے اور خسر و جرد میں مدفون ہوئے۔

معرفۃ السنن و الآثار..... یہ بھی علامہ بیہقی کی تصنیف ہے جس کے معنی علماء نے یہ بیان کئے ہیں ”معرفۃ الشافعی بالسنن و الآثار“ کسی لئے تالیف الدین سبکی فرماتے ہیں کہ شافعی فقہیہ کو اس کتاب کی سخت ضرورت پڑتی ہے اس کی چار جلدیں ہیں۔ کتاب اجماع میں ابن الحسین حمیدی..... ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر فتوح بن عبد اللہ بن حمید ازدی حمیدی متوفی ۴۸۸ھ کی تصنیف ہے۔ جس میں بخاری و مسلم کی حدیثوں کو مسانید صحابہ کے مطابق مرتب کیا ہے۔ آپ نے اندلس

مصر، شام، عراق اور حرم شریف میں رہ کر حدیث کی سماعت کی ابن حزم ظاہری کے شاگرد رشید تھے، ابو عبد اللہ قبراکی، ابو عمر یوسف بن عبد البر، ابو بکر خطیب اور دیگر محدثین سے بھی استفادہ کیا ہے، امیر ابن ماکولا جو مشہور محدثین میں سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نزہت و پاکیزگی، عفت و ربہیزگاری اور مشغلہ علمی میں، میں نے حمیدی کے برابر کسی کو نہیں دیکھا، علل حدیث کی معرفت اور اصول کے مطابق تحقیق معانی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ علم عربیت و ادب، قرآن مجید کی ترکیب اور لطائف بلاغت بیان کرنے میں بھی حق تعالیٰ نے ان کو کامل دستگاہ عطاء فرمائی تھی۔ شعر و سخن سے بھی کافی ذوق تھا مگر وعظ و نصیحت کے رنگ میں۔ ۱۔

(۶) علم اصول حدیث

لغوی تحقیق..... لفظ اصول کی تحقیق ”اصول تفسیر“ کی تعریف اور لفظ حدیث کے معنی، علم حدیث کی تعریف میں بیان ہو چکے ہیں۔

اصطلاحی تعریف..... اصول حدیث وہ علم ہے جس میں صفات رجال اور صیغ اداء کی حیثیت سے احادیث نبویہ کی صحت و ضعف اور قبول و عدم قبول کے بارے میں بحث ہو، بالفاظ و دیگر اصول حدیث ان قواعد کے جاننے کو کہتے ہیں جن کے ذریعہ رد و قبول کے اعتبار سے راوی و مروی کا حال معلوم ہو۔ یعنی راوی میں کون سے اوصاف پائے جائیں جن کی وجہ سے اس کی بیان کردہ حدیث قابل قبول ہو اور کون سے اوصاف ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس کی بیان کردہ روایت قابل رد ہو، اسی طرح حدیث کی کون سی قسم قابل قبول ہے اور کون سی غیر قابل قبول۔

موضوع..... دو چیزیں ہیں جو ایک راوی دوسرے مروی اور دونوں میں حیثیت مذکور ملحوظ ہے۔

غرض و غایت..... اقوال غیر سے احادیث کی حفاظت اور صحت و ضعف کے اعتبار سے درجات حدیث کو معلوم کرنا۔ تدوین..... جس طریقہ پر دیگر علوم کیلئے اصول و ضوابط کی ضرورت ہو کرتی ہے، اسی طرح علم حدیث کیلئے بھی اصول و ضوابط کی ضرورت تھی۔ تاکہ ان کے ذریعہ حدیث کی صحت و سقم دریافت کی جاسکے۔ چنانچہ محدثین نے احادیث کے جاننے اور پرکھنے کیلئے جو معیار قائم کیا تھا وہ بہت ہی زیادہ بلند تھا۔

اس کا پہلا اصول یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کا جو قول یا فعل وغیرہ بیان کیا جائے وہ اس شخص کی زبان سے ہو جس نے اس کو خود دیکھا یا سنا ہو اور اگر کسی دوسرے کی زبانی سنے تو سنے والے یا دیکھنے والے کے درمیان جتنے راوی ہوں ان کے نام ترتیب وار بیان کئے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تحقیق کی جائے کہ جو حضرات سلسلہ روایت میں ہیں وہ کون لوگ تھے، کسے تھے، ان کے مشاغل کیا تھے، ان کا چال چلن کیا تھا، سمجھ بوجھ کیسی تھی۔ سنی الذہن تھے یا کتہ رس، عالم تھے یا جاہل، کس تخیل اور کس مشرب کے تھے، سنہ پیدائش اور سنہ وفات کیا تھا، ان کے شیوخ کون تھے، ضبط و عدالت میں کس درجہ کے تھے۔ تاکہ ان کے ذریعہ حدیث کی صحت و سقم معلوم ہو سکے۔

ان جزوی باتوں کا دریافت کرنا اور ان کا پتہ لگانا سخت مشکل تھا لیکن محدثین نے اپنی عمریں اسی کام میں صرف کیں اور ایک ایک شہر کے راویوں سے ان کے متعلق ہر قسم کے حالات دریافت کئے۔ انہیں تحقیقات کے ذریعہ ”اسماء الرجال“ کا ایک عظیم الشان فن ایجاد ہوا۔

کسی حدیث کی صحت و عدم صحت کماحقہ اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کے راویوں کے حالات معلوم نہ ہو جائیں، جو فن اس کی کفالت کر سکتا ہے وہ فن جرح و تعدیل ہے جو اصول حدیث کا ایک اہم جزو ہے۔

تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اس موضوع پر گفتگو کرنے والے اور تقید رجال کے اصول سے پہلے بخاری کے شیخ اور شیخ الشیخ حضرت شعبہ بن النجاشی متوفی ۱۶۰ھ ہیں جو جرح و تعدیل کے امام کہلاتے ہیں اور سب سے پہلے اس موضوع پر قلم اٹھانے والے بھی بخاری کے دوسرے شیخ عیسیٰ بن سعید القطان متوفی ۱۹۸ھ ہیں اور انہیں کے تلامذہ میں احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ ہیں جنہوں نے اس فن میں کتابیں لکھی ہیں۔

بہر کیف حدیث کی صحت و سقم دریافت کرنے کیلئے اصول حدیث کی اس قدر ضرورت تھی کہ اگر کوئی محدث اس علم سے غافل ہوتا تو اس کو بڑی دقتوں کا سامنا پیش آتا۔ خصوصاً اس وقت جب کہ فتنوں کے دروازے کھل چکے تھے، بدعات کا شیوع، سیاسی انتشار، الحاد و زندقہ کا زور اور عقائد میں فرقہ بندی شروع ہو گئیں تھی اور ہر شخص اپنے خیالات کی تائید میں حدیثیں پیش کرنے لگا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رطب و یابس حدیثیں ان مجموعوں میں شامل ہو گئیں جن کے جانچنے پر کھنے کیلئے اصول حدیث کی سخت ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ میزان الاعتدال میں حضرت ابن سیرین سے منقول ہے کہ اسناد کے جانچنے کی ضرورت واقعات فتن کے بعد ہوئی۔

بقول حافظ ابن حجر عسقلانی سب سے پہلے اس موضوع پر قاضی ابو محمد حسن بن عبد الرحمن خلاد امر مزی متوفی ۲۶۰ھ نے قلم اٹھایا اور اصول حدیث میں ایک کتاب لکھی جس کا نام المحدث الفاضل بین الراوی والراعی ہے۔ لیکن یہ کتاب پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ ان کے بعد حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے خامہ فرسائی کی اور معرفۃ علم الحدیث نامی ایک کتاب لکھی جو پچاس فنون حدیث پر مشتمل تھی۔ مگر ان کی یہ کتاب غیر مرتب رہی۔

اس کے بعد حافظ ابو نعیم اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ نے حاکم کی کتاب کو پیش نظر رکھ کر اس میں بہت سے اضافے کئے۔ مگر پھر بھی تشہ کام رہی اور بعد والوں کیلئے کام چھوڑ گئے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ پیدا ہوئے اور قوانین روایت میں ایک کتاب الکفایہ لکھی اور دوسری کتاب طریق روایت میں ”الجامع الاداب الشیخ والسامع“ تحریر کی۔ آپ کے بعد قاضی عیاضی متوفی ۵۴۴ھ نے اصول حدیث میں ”الامناع اور ابو حفص میاں جی نے مالا سیع المحدث جلد“ لکھی۔ پھر حافظ نفی الدین ابو عمرو عثمان بن الصلاح عبد الرحمن الشہزوری متوفی ۶۴۳ھ نے ان سب کے مجموعہ کو ایک کتاب کی شکل دے کر (۶۵) اصطلاحات درج کیں جو ”مقدمہ ابن الصلاح“ کے نام سے مشہور اور اس فن کا بہترین مجموعہ ہے۔ اس کے بعد علماء نے مقدمہ ابن الصلاح پر کام کیا۔ امام نووی متوفی ۶۷۶ھ نے اس کی تخصیص کی جس کا نام تقریب ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس کی شرح لکھی جس کا نام تدریب ہے۔ زین الدین عراقی متوفی ۸۰۶ھ نے اس مقدمہ کو منظوم کیا۔ جس کا نام ”الفیہ“ ہے۔ حافظ شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ کی کتاب فتح المغیث اسی منظومہ کی شرح ہے۔

ابن الصلاح کے ایک زمانہ بعد سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے اس فن میں مختصر الجرجانی تصنیف کی۔ جس کی شرح حضرت مولانا عبدالحی صاحب متوفی ۱۳۰ھ نے تحقیق و تفصیل مذاہب کے اعتبار سے شرح و بسط کے ساتھ لکھی جس کا نام ظفر الامانی شرح مختصر الجرجانی ہے۔ سید شریف ہی کے لگ بھگ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصول حدیث میں ایک کتاب لکھی۔ جس کا نام تخبۃ الفکر فی اصطلاح اہل الاثر ہے۔ یہ عام طور پر ممدارس میں داخل درس ہے۔

(۷) علم فقہ

لغوی معنی..... الفقه حقیقۃ الحق والفتح والقہمۃ العالم الذی یثبۃ الاحکام و تقیۃ عن حقہا و یفتح ما استعلق منها۔ فقہ کے لغوی معنی کسی شے کو کھولنا اور واضح کرنا ہے۔ فقہیہ اس عالم کو کہتے ہیں جو احکام شرعیہ کو واضح کر لے اور الفاظ کی حقائق کا

سراغ لگائے اور متعلق و پیچیدہ مسائل کو واضح کرے۔ (فائق الزمخشری)

الفقه لغة العلم بالشئ ثم خص بعلم الشريعة فقه کے لغوی معنی کسی چیز کو جاننا ہے۔ پھر یہ علم شریعت کے ساتھ خاص ہو گیا (در مختار) فقه الشئ (س) فقہاء، فہم، وفقہاء (ک) فقہاء علم دکان فقہاء، فقہاء (س) فقہاء۔ کسی چیز کا جاننا اور سمجھنا فقہاء (ک) فقہاء۔ فقہاء ہونا، علم میں غالب ہونا (اقترب الموارد) من ذلك قوله تعالى . فما هؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثا . ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها . وقوله صلى الله عليه وسلم من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين .

اصطلاحی معنی..... اصطلاح اہل شرع میں فقہ کی مشہور تعریف یہ ہے۔ ”ہو العلم بالاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ من ادلہا التفصیلیۃ کہ فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو احکام کی اولہ تفصیلیۃ سے حاصل ہو، احکام فرعی وہ ہیں جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے اور احکام اصلی وہ ہیں جن کا تعلق اعتقاد سے ہوتا ہے۔ احکام کی اولہ مفصلہ چار ہیں۔ قرآن پاک، حدیث، اجماع، قیاس، تعریف مذکور دو جزوں پر مشتمل ہے۔ ایک ”العلم بالا احکام الشرعیۃ الفرعیۃ“ اس جز کے پیش نظر احکام اعتقاد یہ جیسے وحدانیت خداوندی تعالیٰ، رسالت رسل اور علم یوم آخرت وغیرہ امور فقہ کے اصطلاحی مضمون سے خارج رہیں گے، جز دوم ”العلم بالادلۃ التفصیلیۃ“ کا مطلب یہ ہے کہ قضاء یا فرعیہ عملیہ میں سے ہر قضیہ کی تفصیلی اولہ کا علم ہو۔ مثلاً جب یہ کہا جائے کہ بیع سلم میں بوقت عقد اس المال کی تسلیم و تقویض ضروری ہے تو کتاب اللہ یا سنت رسول یا فتاویٰ صحابہ سے اس پر دلیل قائم ہوگی۔ اسی طرح جب یہ کہا جائے کہ سود کم ہو یا زائد سب حرام ہے تو اس کی دلیل بھی اسی طرح پیش کی جائے گی۔ اور جب یہ کہا جائے کہ اس المال میں جو بھی زیادتی ہو وہ ربا کے درجہ میں ہے تو آیت ”وان تبتم فلکم رؤوس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون“ سے استدلال ہوگا، اور جب یہ کہا جائے کہ لوگوں کا مال باطل طریق سے ہڑپ کرنا حرام ہے تو آیت ”لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل پیش کی جائے۔ ہر کیف علم فقہ کی وضع اعمال ناس کے ہر ہر جزئیہ پر حلت و حرمت، کراہت و وجوب وغیرہ کا حکم لگانا اور ان میں سے ہر ایک کی دلیل بیان کرنا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں ”الفقه معرفة النفس مالها وما عليها یعنی فقہ نفس اور اس پر طاری ہونے والی کیفیات کے معلوم کرنے کا نام ہے۔

اہل حقیقت اور صوفیائے کرام کے یہاں فقہ علم و عمل کی جامعیت کا نام ہے ایک عارف وقت کا قول ہے

”الفقيه عند اهل الله هو الذي لا يخاف الا من مولا ولا يراقب الا اياه ولا يلتفت الى ماسواه ولا يبر جو الخير من الغير ويطير في طلبه طيران الطير کہ اہل اللہ کے نزدیک فقہیہ وہ ہے جو اپنے مولیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور اس کے سوا کسی کی دھن نہ ہو اس کے سوا کسی کی طرف متوجہ ہو اور اس کے غیر سے طالب خیر نہ ہو اور اس کی تلاش میں پرند کی طرح اڑتا رہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ فقہیہ وہی شخص ہے جو دنیا سے روگرداں ہو، امور اخرویہ میں رغبت کرنے والا اور اپنے ذاتی عیوب کا ادراک کرے، یعنی عارف فقہیہ کی عبادت بھی فقط خدا کیلئے ہوتی ہے نہ دوزخ کے خوف سے ہوتی ہے اور نہ بہشت کی طمع سے، یہ لوگ جو بہشت مانگتے ہیں وہ تلمذ کیلئے نہیں بلکہ پروردگار کے دیدار کیلئے قال العارف

یس قصدی من الجنان نعیم	غیر انی اریداه لاراک
سایہ طوبی و دل جوئی حور و لب حوض	بھوائے سر کوئے تو برفت از یادم
نیست بر لو آو لم جز الف قامت دوست	چہ کنم حرف دگر یا دنداد استادم
سوداگری نہیں عبادت خدا کی	اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

علم فقہ کا موضوع..... مکلف آدمی کا فعل و عمل ہے جس کے احوال سے اس علم میں بحث ہوتی ہے مثلاً اس کا صحیح ہونا، صحیح نہ ہونا، فرض ہونا، فرض نہ ہونا، حلال یا حرام ہونا، حلال یا حرام نہ ہونا وغیرہ، مکلف سے مراد عاقل و بالغ شخص ہے۔ پس مجنون اور نابالغ بچے کے افعال علم فقہ کے موضوع سے خارج ہیں۔

غرض و غایت..... سعادت دارین کی ظفریابی ہے کہ فقیہ دنیا میں مخلوق خدا کو فائدہ پہنچا کر مراتب عالیہ حاصل کرتا ہے، اور آخرت میں جسکی چاہے گا شفاعت کرے گا اور اپنے پروردگار کے دیدار سے مشرف ہو گا یا یہ کہ علم فقہ کا مقصد احکام شرعیہ کے موافق عمل کرنے کی قوت اور ملکہ پیدا کرنا ہے۔

علم فقہ اور اسکی عظمت..... حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، ”من یرد اللہ بہ خیر یفقہ فی الدین کہ حق تعالیٰ جس بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتے ہیں اسے فقہ فی الدین یعنی دین کی فصاحت اور صحیح سمجھ عطا فرماتے ہیں، نیز آپ نے ارشاد فرمایا ”فقہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے، کیونکہ عابد کی عبادت بلا بصیرت ہوتی ہے اس لئے شیطان پر بہت آسان ہے کہ وہ اس کو گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دے اور شکوک و شبہات کے جال میں پھنسا دے۔

امام شافعی کی طرف منسوب ہے آپ فرماتے ہیں، العلم علمان علم الفقہ للادیان و علم الطب للابدان و ما وداہ ذلك بلغة منجلس“ کہ سیکھنے کے لائق علم تو ہی ہیں ایک علم فقہ جس کے بغیر دین کے احکام سے ناواقفیت رہ جاتی ہے اور دوسرا علم طب جس سے صحت انسانی کی تعمیر ہوتی ہے اور بقیہ علوم تو صرف خط نفس کا ذریعہ ہیں۔

امام شافعی کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ دو علم ضروری ہیں کہ ان کی تحصیل ہر شخص کیلئے درجہ وجوب میں ہے۔ ان کی علاوہ دیگر علوم درجہ کفایت میں ہیں، یہ مطلب نہیں کہ بقیہ علوم لا طائل اور بے سود ہیں قال الشاعر

سے تفقہ فان الفقه افضل قائد

الی البر والتقوی واعدل قاصد

هو العلم الهادی الی سنن الہدی

هو الحصن ینجی من جمیع الشدائد

فان فقیہا واحد امروعا

اشد علی الشیطان من الف عابد

علم دین فقہت و تفسیر و حدیث

ہر کہ خواند غیر ازین گورد رخبیت

خیر القرون اور تفقہ فی الدین..... تاجدار مدینہ سرکار دو عالم ﷺ کے اصحاب میں دو قسم کے اصحاب تھے، ایک وہ جو ہمہ وقت حفظ حدیث اور اس کی روایت میں لگے رہتے تھے، مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ، انس بن مالکؓ وغیرہ۔ دوسرے وہ جو نصوص میں تدبر اور غور و فکر کر کے احکام جزیئہ نکالنے اور استنباط و فقہ پر بی پوری طرح صرف ہمت کرتے تھے مثلاً حضرت علیؓ، عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ یہ لوگ احادیث کو پورے تجت و تحقیق اور مسلمہ قواعد شریعت پر جانچنے کے بعد معمول بہا بناتے تھے جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نام گرامی سرفہرست ہے،

دور تابعین..... مدینہ طیبہ آنحضرت ﷺ کا دارالہجرہ اور نبوت کی اخیر قرار گاہ تھا اس لئے علم نبوت کا اصل حزن اور منع و معدن ہونے کا فخر اسی مبارک شہر کو حاصل ہے چنانچہ عہد نبوی سے لے کر حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دور تک ساری دنیائے اسلام کا مرکز یہی تھا، عہد صحابہ میں یہاں قرآن و سنن کا علم بہت زیادہ تھا اور زمانہ تابعین میں فقہاء سمعہ جیسے حضرات موجود تھے جو اپنے زمانہ میں علم فقہ و حدیث کے مرجع تھے امام ابن مبارک کا بیان ہے کہ جب کوئی اہم مسئلہ آتا تو یہ سب ایک ساتھ مل کر اس پر غور کرتے تھے اور جب تک وہ ان کے سامنے پیش ہو کر طے نہ ہو جاتا، قاضی

۱۔ فقہ ضرور حاصل کر کیونکہ اس سے اعمال صالحہ کی توفیق اور تقویٰ کی سعادت حاصل ہوتی ہے، پور فقہ سے ہدایت کی راہیں فقیہ پر مکمل جاتی ہیں اور یہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے جس کی بناء میں فقیہ عام تمام حوادث و آفات سے محفوظ ہو جاتا ہے، بے شک ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔ ۱۲۔

اس کی بابت کوئی فیصلہ صادر نہ کرتا تھا۔

فقہاء سبعہ حسب ذیل حضرات ہیں۔

(۱) سعید بن المسیب، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام زہری روایت کرتے ہیں، آپ نے سن ۹۳ھ میں وفات پائی۔

(۲) عروہ بن الزبیر بن العوام، اپنے والد ماجد اور حضرت علی ؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کی اولاد اور امام زہری اور ایک خلقت نے روایت کی ہے، انہوں نے سن ۹۳ھ میں وفات پائی۔

(۳) قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق ؓ، حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام زہری، انہوں نے سن ۱۰۸ھ میں وفات پائی۔

(۴) خارجہ بن زید ثابت، اپنے والد ماجد اور حضرت اسامہ بن زید سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کے صاحبزادے سلیمان، انہوں نے ۹۹ھ میں وفات پائی۔

(۵) عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود ؓ، حضرت عائشہ ؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے امام زہری اور ابو الزناد، آپ نے ۹۹ھ میں وفات پائی۔

(۶) سلیمان یار، ام المؤمنین حضرت میمونہ ؓ کے آزاد کردہ غلام تھے، ام المؤمنین اور حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں اور ان سے حجاج بن سعید اور ربیعہ، انہوں نے ۱۰۹ھ میں وفات پائی۔

ساتویں کی تعیین میں تین قول ہیں۔

(الف) ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، حاکم ابو عبد اللہ نے اکثر علماء حجاز کا یہی قول نقل کیا ہے۔

(ب) سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، یہ ابن مبارک کا قول ہے۔

(ج) ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث بن ہشام، یہ ابو الزناد کا قول ہے اور اسی قول کے مطابق محمد بن یوسف بن الخضر بن عبد اللہ جی حنفی متوفی ۶۱۳ھ شاعر نے فقہاء سبعہ کو قطعہ ذیل میں جمع کیا ہے۔

الا ان من لا یفتدی بانتمہ

فقسمۃ ضیزی من الحق خارجه

فخذہم عید اللہ، عروہ قاسم

سعید، ابو بکر، سلیمان، خارجہ

ابو بکر بن عبد الرحمن بن ہشام، حضرت ابو ہریرہ ؓ اور حضرت عائشہ ؓ سے روایت کرتے ہیں اور ان سے ان کی اولاد اور امام زہری، انہوں نے ۹۳ھ میں وفات پائی۔

مدون و واضح علم فقہ اسلامی علوم کی ابتداء اگرچہ اسلام کے ساتھ ساتھ ہوئی اور نزول وحی کے زمانہ ہی سے عقائد، تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم شروع ہو چکی تھی۔ مگر چونکہ ایک خاص ترتیب و انداز کے ساتھ نبوت و دور خلافت میں یہ علوم مدون نہ ہوئے تھے اور نہ ان کو فن کی حیثیت حاصل تھی اس لئے وہ کسی خاص شخص کی طرف منسوب نہ ہو سکے۔ جب دوسری صدی ہجری میں تدوین و ترتیب شروع ہوئی تو جن حضرات نے جن خاص علوم کی نئے انداز فکر کے ساتھ ترتیب کی وہ ان کے مدون و بانی کہلائے۔ اسی مناسبت سے امام ابو حنیفہ کو فقہ کا بانی کہا جاتا ہے۔

مسند خوارزمی میں ہے کہ امام صاحب نے سب سے پہلے علم شریعت کو مدون کیا، کیونکہ صحابہ و تابعین نے علم شریعت ابواب فقہ کی ترتیب پر کوئی تصنیف نہیں کی۔ کیونکہ ان کو اپنی یاد پر اطمینان تھا۔ لیکن امام صاحب نے صحابہ و تابعین کے بلا و اسلامیہ میں منتشر ہونے کی وجہ سے علم شریعت کو منتشر پایا اور متاخرین کے سوء حفظ کا خیال کر کے تدوین شریعت کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ آپ نے اپنے ایک ہزار شاگردوں میں سے چالیس کو تدوین فقہ کیلئے منتخب کیا جو

سب اپنے وقت کے بڑے بڑے مجتہد اور بعد کے اجلہ محدثین کے شیخ الشیوخ تھے۔

اور یہ چالیس حضرات تو وہ تھے جو باقاعدہ تدوین فقہ کے کام میں ذمہ دارانہ حصہ لیتے تھے۔ ان کے علاوہ دوسرے محدثین و فقہاء بھی اکثر اوقات حدیث و فقہی بحثوں کو سنتے اور ان میں اپنے اپنے علوم و صوابدید کے موافق کہنے سننے کا برابر حق رکھتے تھے۔

امام صاحب نے جس طرز پر تدوین فقہ کا کام کیا یہ ایسا عظیم الشان تاریخی کارنامہ تھا جس کی نظیر غیر اسلامی تاریخوں میں بھی نہیں ملتی۔

ایک خلیجان اور اس کا دفعہ ممکن ہے کسی کو یہ اشکال ہو کہ جب ابھی تک اصول فقہ مدون نہیں ہوا تھا (جیسا کہ آگے آئے گا) تو شروع فقہ سے بحث اور اس کی تدوین کیسے ہوئی۔ مگر یہ کوئی اشکال کی بات نہیں اس واسطے کہ علم اصول فقہ ضبط استنباط و معرفت خطا از صواب کی ایک ترازو ہے۔ پس علم اصول فقہ علم ضابطہ ہو اور علوم ضابطہ کا یہی حال ہے کہ ان کی تدوین بعد ہی کو عمل میں آئی جیسے علم عروض ہے کہ خلیل بن احمد نے اس کے قواعد و ضوابط مدون کئے۔ حالانکہ شعراء اس سے قبل ہی موزوں اشعار کہتے تھے۔ اسی طرح ارسطو نے علم منطق کو مدون کیا۔ حالانکہ لوگ اس سے پہلے بھی فکر و نظر اور مجاہدہ سے کام لیتے تھے۔ ویکذا علم الحوفانہ متاخر عن النطق بالفصحی۔

تصنیفات امام اعظم ابتداء دور عباسی یعنی دوسری صدی ہجری میں سب سے پہلے امام اعظم ابو حنیفہؒ نے علم فقہ مدون کیا۔ آپ کی تصنیفات کا مجموعہ گواس وقت موجود نہیں، لیکن مولفات اقدیمین میں آپ کی بہت سی تصنیفات کا ذکر ملتا ہے۔ علامہ کوثری نے بلوغ الامانی کے حاشیہ میں گیارہ مصنفات کی تشریح کی ہے۔

(۱) کتاب الرائی

(۲) کتاب اختلاف الصحابہ

(۳) کتاب الجامع

(۴) کتاب السیر

(۵) الکتاب الاوسط

(۶) الفقہ الاکبر

(۷) الفقہ الاوسط

(۸) کتاب العالم والمعلم

(۹) کتاب الرد علی القدریہ

(۱۰) رسالہ الامام الی عثمان البتی فی الار جاء

(۱۱) مکاتیب وصایا

آپ کے بعد دوسرے ائمہ نے بھی اپنے اپنے اصول و نظریات پر علم فقہ کی تدوین کی اور دوسری صدی سے لے کر ساتویں صدی تک علم فقہ میں تصنیفات کا سلسلہ جاری رہا۔ مذاہب اربعہ کی چند مشہور و معتمد کتب یہ ہیں۔

مولفات فقہ حنفی (۱) مبسوط از امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۷ھ۔ اس میں آپ نے امام ابو یوسف کے جمع کردہ مسائل کو بخوبی وضاحت کے ساتھ یکجا کیا ہے۔ یہ کتاب ”اصل“ کے نام سے بھی یاد کی جاتی ہے۔

(۲) جامع صغیر اس میں آپ نے امام ابو یوسف سے امام اعظم کے تمام اقوال قلم بند کئے ہیں جن کی تعداد بقول علامہ بزودی (۱۵۳۲) ہے جن میں سے (۱۷۰) مسائل میں اختلاف رائے بھی کیا ہے اور بڑا کمال یہ ہے کہ پوری

کتاب میں مجرود مسئلوں کے اور کہیں قیاس و استحسان کو ذکر نہیں کیا۔

(۳) جامع کبیر..... اس میں امام صاحب کے اقوال کے ساتھ امام زفر کے اقوال بھی درج کئے ہیں۔ اس میں ہر مسئلے کی دلیل بھی لکھتے ہیں۔ یہ کتاب عیون روایات و متون و روایات پر مشتمل اور جامع صغیر سے کہیں زیادہ شوارہ ہے۔

ہر کس از جلوہ گل فہم معانی نکند شرح آن دفتر نوشت زبلبل بشنو
(۴) زیادات..... جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروغ یاد آتے رہے وہ اس کتاب میں درج کئے ہیں۔ اسی لئے اس کو زیادات کہتے ہیں و اتحد وانیہ

عقم مسائلها من اصعب الكتب

ان الزیادات زاد اللہ رونقها

فروعهن يد فی العجم والعرب

اصولها كالغذاری قط ما اخترعت

یغیب ادراکها عن اعین الشہب

ینال قارئها فی العلم منزلة

(۵) الجامع..... از اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ متوفی ۲۱۴ھ اس کے مسائل بشر بن غیاث کی روایت سے ہیں۔

(۶) البیان..... از ابو الطیٰ سعید طبری حنفی معروف بالتاجی متوفی ۲۳۰ھ

(۷) تجرید..... از محمد بن شجاع عجمی حنفی متوفی ۲۲۶ھ

(۸) کانی..... از حاکم شہید محمد بن محمد متوفی ۳۳۲ھ۔ امام محمدؒ کی مبسوط، جامع صغیر اور جامع کبیر کے مسائل کو

جمع کیا ہے۔ نقل مذہب کے سلسلہ میں یہ کتاب نہایت معتد ہے۔

(۹) مختصر..... از ابو الحسن عبید اللہ بن حسین بن دلال بن ولیم الکرخنی متوفی ۳۴۰ھ

(۱۰) جامع کبیر..... از ابو الحسن کرخی مذکور

(۱۱) حضر المسائل..... از ابو الیث نصر بن محمد بن محمد سرقندی ۳۷۳ھ

(۱۲) عیون المسائل..... از ابو الیث مذکور

(۱۳) مبسوط..... از ابو الیث مذکور

(۱۴) الاسرار..... از شیخ ابو زید عبید اللہ بن عمر الدبوسی متوفی ۴۳۲ھ۔ فی جلد کبیر

(۱۵) الاجتاس..... از شیخ ابو العباس احمد بن محمد بن عمر الناطقی متوفی ۴۴۶ھ۔ جمعہ الا علی الترتیب۔

(۱۶) الاحکام..... از شیخ ابو العباس مذکور اس میں مسائل کو اٹھائیس بابوں میں ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے۔

(۱۷)روضہ..... از شیخ ابو العباس مذکور، اس میں فروغ غریہ کو جمع کیا ہے۔ صغیر انجم ہونے کے باوجود کثیر الفوائد ہے

(۱۸) خزائنہ الوقایع..... از شیخ ابو العباس مذکور

(۱۹) مبسوط..... از شیخ شمس الامامہ عبد العزیز بن احمد حلوانی متوفی ۴۴۸ھ

(۲۰) مبسوط..... از شیخ الاسلام محمد بن حسین بخاری معروف بخواہر زادہ متوفی ۴۸۳ھ۔ یہ پندرہ جلدوں میں ہے۔

(۲۱) مبسوط..... از شمس الامامہ محمد بن احمد بن ابی سہل سرخی متوفی ۴۹۳ھ۔ یہ بھی پندرہ جلدوں میں ہے۔

(۲۲) الملوٰی..... از شیخ محمد بن ابراہیم بن انوس الحصری تلخیص شمس الامامہ سرخی متوفی ۵۰۰ھ۔ یہ کتاب کتب

حنفیہ میں اصل الاصول ہے۔ اس میں مشائخ کے بہت سے فتاویٰ مذکور ہیں۔ نہایت قابل اعتماد کتاب ہے۔

(۲۳) خزائنہ الوقایع..... از شیخ طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری متوفی ۵۴۴ھ اسم باسمی ہے۔

(۲۴) تحفۃ الفقہاء..... از شیخ علاء الدین ابو بکر محمد بن احمد ابی احمد سرقندی۔

۱۔ فیل ان کان مختلف علی بابی یوسف و کان یتب من المالیہ فجرى علی لسان ابی یوسف ان محمد ایشق علیہ تخریج ہذہ المسائل فبلغہ فبناہ مصرعاً علی کل مسئلۃ باباً و ساء الزیادات اسی زیادہ علی الماخذ ابو یوسف ۱۲۔

(۲۵) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع..... از شیخ ابو بکر بن مسعود کاشانی متوفی ۵۸۷ھ۔ تلخیص شیخ علاء الدین تحفۃ الفقہاء کی نہایت عجیب و غریب شرح ہے اور ترتیب و تہذیب میں لاجواب کتاب ہے۔
(۲۶) زبدۃ الاحکام فی اختلاف مذاہب الائمۃ الاربعۃ الاعلام..... از شیخ سراج الدین ابو حفص عمر بن اسحاق ہندی غزنوی متوفی ۷۴۳ھ، اختلاف مذاہب پر بہت عمدہ کتاب ہے۔
(۲۷) درر البحار..... از شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن الیاس قونوی دمشقی متوفی ۷۰۸ھ۔ مشہور متن ہے۔ سنہ تالیف (۷۴۹) ہے اور مدت تالیف صرف ڈیڑھ ماہ۔
مولفات فقہ مالکی.....

(۱) الاستیعاب..... از شیخ ابو عمر احمد بن عبد الملک اشبیلی متوفی ۴۰۱ھ۔ یہ دس جلدوں میں ہے۔
(۲) کافی..... از شیخ خالد بن عبد البر بن یوسف بن عبد اللہ قطربی متوفی ۴۶۳ھ یہ پندرہ جلدوں میں ہے۔
(۳) الجواہر النخعیۃ علی مذاہب عالم المدینۃ..... از شیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن نجم بن شاش بن زرارہ الجذای متوفی ۶۱۶ھ، المالکیہ عافتہ علیہ لکترۃ فوائد
(۴) جامع الامہات..... از شیخ ابو عمرو عثمان بن حاجب متوفی ۶۴۶ھ
(۵) مبسوط..... از شیخ محمد بن محمد معروف باین عرفہ در غمی تونسوی متوفی ۸۰۳ھ
(۶) شامل..... از شیخ بہرام بن عبد اللہ میری متوفی ۸۰۵ھ
(۷) ذخیرہ..... از شہاب الدین ابو العباس احمد بن ادریس قرانی
(۸) مدونہ..... از شیخ ابو عبد اللہ عبد الرحمن بن القاسم، وہی من اجل الکتب فی مذاہب مالک
مولفات فقہ شافعی.....

(۱) الکتاب الکبیر..... از امام محمد بن ادریس الشافعی متوفی ۲۰۴ھ پندرہ جلدوں میں ہے۔
(۲) مبسوط..... از ابو عاصم محمد بن احمد بغدادی متوفی ۲۴۳ھ
(۳) المحقق..... از شیخ اسمعیل بن محیی مزی متوفی ۲۶۴ھ
(۴) فردوس..... از شیخ ابو بکر محمد بن احمد معروف باین الحدادی مصری متوفی ۳۴۵ھ من عجائب التالیفات تحیر العقول فی تقریرہا

(۵) محاسن الشریعہ..... از ابو بکر محمد بن علی معروف بالتحفال متوفی ۳۶۵ھ
(۶) ذخیرہ..... از قاضی ابو علی حسن بن عبد اللہ البند بچی بغدادی متوفی ۴۲۵ھ
(۷) الحدادی الکبیر..... از قاضی ابو الحسن علی بن محمد مادودی بصری متوفی ۴۵۰ھ، عظیم ترین کتاب ہے۔ تیس جلدوں میں بتائی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ فقہ شافعی میں اس جیسی اور کوئی تالیف نہیں۔
(۸) التنبیہ..... از شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی متوفی ۴۷۶ھ۔ یہ کتب خمسہ مشہورہ میں سے ایک ہے جو شوافع کے یہاں بہت مندول ہے (صرح بہ النووی فی تہذیب) سنہ تالیف اواخر رمضان ۴۵۲ھ ہے اور سنہ فراغت شعبان ۴۵۳ھ و بعضہم فی مدحہ

من الذلٰی لك فی الانام شبہا

یا کو کیا ملاء البصائر نورہ

فرزقن من تلبيہ تنبیہا

کانت خواطر نالیما برہۃ

(۹) زیادات..... از شیخ ابو عاصم محمد بن احمد عبادی متوفی ۴۵۸ھ، کہا جاتا ہے کہ یہ ایک سواجزاء میں ہے۔

(۱۰) الابانہ..... از شیخ ابو القاسم عبد الرحمن بن محمد فورانی مروزی متوفی ۴۶۱ھ شوافع کے یہاں مشہور و معروف

کتاب ہے۔

(۱۱) شامل..... از ابو نصر عبد السید بن محمد معروف بابن الصباع متوفی ۴۷۷ھ بقول ابن خلکان کتب شوافع میں

اصح اور عمدہ ترین کتاب ہے۔

(۱۲) تمۃ الابانہ..... از شیخ ابو سعید عبد الرحمن بن المامون معروف بالتونی نیشاپوری متوفی ۴۷۸ھ کتبہالی الحدود

وجمع فیہا نوادر المسائل وغیرہا لایکاد یوجد فی غیرہا۔

(۱۳) بحر اللذہب..... از شیخ ابو الحسن عبد الواحد بن اسمعیل بن احمد رویانی متوفی ۵۰۳ھ اسم بامسمیٰ ہے۔

(۱۴) الوجیز..... از حجت الاسلام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ مذہب شافعی کی جلیل الشان اور عمدہ کتاب ہے۔

(۱۵) القواعد الکبری..... از شیخ غزالدین بن عبد العزیز بن عبد السلام شامی متوفی ۶۶۰ھ قبل لیس احد مشہلہ

(۱۶) جمع الجوامع..... از سراج الدین عمر بن الملقن متوفی ۸۰۴ھ اس کی ایک سو جلدیں بتائی جاتی ہیں۔

مولفات فقہ حنبلی.....

(۱) جامع صغیر

(۲) جامع کبیر..... از قاضی ابو یعلیٰ محمد بن الحسن بن محمد بن خلف بغدادی متوفی ۴۵۸ھ

(۳) عمدۃ الخاضر و کفایت المسافر..... از شیخ ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الرحمن معروف و بامدی متوفی ۴۶۷ھ چار

جلدوں میں ہے۔

(۴) البلغۃ..... از ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ

(۵) مذہب فی اللذہب..... از ابن الجوزی

(۶) خلاصۃ..... از قاضی وجیہ الدین اسعد بن المجاہد مشقی متوفی ۶۰۶ھ

(۷) کافی..... از شیخ موفی الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی متوفی ۶۲۰ھ

(۸) الاحکام..... از شیخ ضیاء الدین محمد بن عبد القوی طونی متوفی ۷۱۰ھ کتاب نافع من عجائب الدہر۔

(۱۰) فردع..... از شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن مفلح متوفی ۷۲۳ھ۔ اجاد فیہا و احسن علی مذہب

(۸) علم اصول فقہ

تعریف اصول فقہ..... اصول فقہ مرکب اضافی ہے جو دو جزوں پر مشتمل ہے۔ اصول (مضاف) اور فقہ (مضاف الیہ) پس اصول فقہ کی تعریف میں ان دونوں جزوں کی تعریف کا پیش نظر رہنا ضروری ہے۔

اصول اصل کی جمع ہے اصل کے لغوی معنی مانتی علیہ غیرہ ہیں۔ اصطلاحی حیثیت سے بھی اصول کے یہی معنی مراد ہیں کیونکہ اصولیین کے یہاں علم اصول فقہ وہ ہے جس پر فقہ کی بنیاد قائم ہو اسی لئے علامہ کمال الدین ابن لہام نے ”التحریر“ میں اس کی تعریف یوں کی ہے ”انہ ادراک القواعد الیٰ بتوصل بہا الیٰ استنباط الفقہ جس کا مطلب یہ ہے کہ اصول فقہ ان قواعد کا علم ہے جن سے تفصیل اولہ کے ساتھ عملی احکام کے استنباط کی شاہراہ قائم ہو۔

مثلاً علم اصول یہ ثابت کرتا ہے کہ امر مقتضی وجوب ہوتا ہے اور نہی مقتضی تحریم پس جس وقت فقیہ نماز یا زکوۃ کا حکم نکالنا چاہے کہ واجب ہے یا غیر واجب تو وہ آیت ”واقیموا الصلوۃ وانوا الزکوۃ کو سامنے رکھے گا اور جب حج کا حکم مستنبط کرنا چاہے تو ارشاد نبی ﷺ ”ان الله يحب المحج فحجوا سے مستنبط کرے گا اور جب شراب کا حکم اخذ کرنا چاہے تو

آیت ”انما الخمر، الی قوله فاجتنبواہ سے اخذ کرے گا کہ اس میں اجتناب عن الخمر مطلوب ہے کہ شراب سے بچو اور اجتناب عن الخمر نمی عن القرب ہے کہ اس کے پاس بھی نہ جاؤ اور حرمت پر دلالت کرنے میں نمی عن القرب سے زیادہ کوئی نمی نہیں ہے۔ فقہ (مضاف الیہ) کی پوری تحقیق ”علم فقہ“ کے ذیل میں گذر چکی اس کی طرف رجوع کرو۔
موضوع..... اولہ اربعہ کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع و قیاس اور احکام اصول فقہ کا موضوع ہیں، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ احکام اصول فقہ کے موضوع میں داخل نہیں، اصول فقہ میں جو ان کا ذکر ہوتا ہے وہ جماع ہوتا ہے جیسا کہ عموماً ہر فن میں بعض امور بالتبع ذکر کئے جاتے ہیں۔

پھر علم فقہ کا موضوع احکام عملیہ مع اولہ تفصیلہ ہے اور علم اصول فقہ کا موضوع بیان طریق استنباط، پس ان دونوں علموں کا تو اردو اولہ پر ہی ہوتا ہے لیکن درود کی حیثیت مختلف ہے کہ اولہ پر فقہ کا درود یا اس حیثیت ہوتا ہے کہ ان سے احکام جزئیہ عملیہ کا استخراج ہو اور اصول فقہ کا درود اولہ پر بیان طریق استنباط بیان مراتب جمعیت وغیرہ کی حیثیت سے ہوتا ہے۔ چنانچہ علم اصول فقہ ہی قرآن کی حجیت اور سنت رسول ﷺ پر اس کی تقدیم، ظنی و قطعی وغیرہ امور کی واضح طور پر بیان کرتا ہے۔
غرض وغایت..... احکام شریعہ کو اول تفصیلہ کے ساتھ جاننا اور استنباط مسائل کے قواعد کو معلوم کرنا ہے۔

تدوین..... انسان کا کوئی فعل ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ کوئی حکم شرعی متعلق نہ ہو۔ مگر انسان کے افعال بے انتہاء ہیں اور ہر ایک فعل کا جداگانہ حکم بیان کرنا اگر محال نہیں تو مختصر ضرور ہے اس لئے ایسے قواعد کی تدوین ضروری تھی جن کے ذریعہ احکام کو اصول شریعت سے استنباط اور استدلال کرنے کا طریقہ معلوم ہو سکے۔ صحابہ کرام جلاء قلبی اور فیض صحبت نبویہ کے باعث اس فن سے مستغنی تھے نیز عمد صحابہ میں علوم نے صناعیت کی صورت بھی اختیار نہیں کی تھی اس لئے جہاں اور علوم کی تدوین عمد صحابہ میں نہیں ہوئی وہیں اصول فقہ کی تدوین بھی عمل میں نہیں آئی۔ عمد صحابہ گزر جانے کے بعد ہر علم نے صناعیت کی صورت اختیار کی تو اس فن کی تدوین بھی صناعیت ہی کے پیرایہ میں کی گئی۔

دوسری صدی..... حضرات فقہاء مجتہدین نے اپنے اپنے طرز اجتہاد کے مطابق مسائل کا استنباط کیا ہے اور ظاہر ہے کہ مجتہد کیلئے اصول و ضوابط کے بغیر اجتہادی مسائل بیان کرنا کسی طرح ممکن نہیں۔ پھر امام ابو حنیفہ علم فقہ کے مدون اول ہیں تو یقیناً آپ نے تدوین فقہ کے وقت اصول فقہ کی بھی بنیاد ڈالی ہوگی۔ لیکن اس فن میں آپ کی کوئی تحریر نہیں ہو سکی۔ علامہ خضریٰ نے لکھا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد نے بھی اصول فقہ پر کچھ کتابیں لکھی تھیں مگر اس وقت ان کا صحیح سراغ لگانا بہت مشکل ہے۔

اب اصول فقہ میں سب سے پہلی تصنیف بقول علامہ اسنوی (فی التہدید) امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ کا وہ رسالہ ہے جس میں آپ نے اوامر، نواہی، بیان اور خبر و نسخ وغیرہ کے متعلق چند مباحث لکھے ہیں۔ یہ رسالہ دراصل آپ کی کتاب الام کا مقدمہ ہے جو علم فقہ کا سبب بنیاد سمجھا جاتا ہے۔ اس میں آپ نے حسب ذیل امور سے گفتگو کی ہے۔

- (۱) قرآن اور اس کا بیان
- (۲) سنت اور قرآن کے لحاظ سے اس کا مقام
- (۳) تاریخ و منسوخ
- (۴) علل احادیث
- (۵) خبر واحد
- (۶) اجماع
- (۷) قیاس

(۸) اجماع

(۹) استحسان

(۱۰) اختلاف

آپ کے بعد علماء اسلام نے اصول فقہ میں نہایت تنقیح و تحقیق کے ساتھ مطول و مختصر کتابیں لکھیں اور اس فن کو پایہ تکمیل پہنچا کر کچی خدمات کا ثبوت پیش کیا۔

شیعہ امامیہ کا دعویٰ باطل..... امامیہ حضرات کا دعویٰ ہے کہ سب سے پہلے علم اصول کے مدون کرنے والے امام محمد باقر بن علی زین العابدین ہیں۔ پھر آپ کے صاحبزادے امام ابو عبد اللہ جعفر صادق۔ چنانچہ سید حسن الصدر لکھتے ہیں۔

اعلم ان اول من اسس اصول الفقہ وفتح بابہ وفق مسانئد الامام ابو جعفر محمد الباقر ثم من بعده ابنه الامام وقد املیا علی اصحابهما قواعد وجمعوا من ذلك مسائل بها المتأخرون علی ترتیب المصنفین

فہ بروایات مسندہ الیہما متصلہ الاسناد۔

لیکن یہ دعویٰ مناقشہ سے خالی نہیں۔ اس واسطے کہ خود صدر موصوف نے ”املیا“ نہیں کہا، اور ظاہر ہے کہ گفتگو لامین مذکورین کی جانب ان قواعد و ضوابط کی اصل نسبت میں نہیں ہے بلکہ امام شافعی کی اسبقیت و اولیت، تدوین و تنظیم، تصنیف و تالیف، ترتیب و تبویب کی حیثیت سے ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اصول فقہ کے ابواب مرتب کرنے، اس کی فصول جمع کرنے، کتاب و سنت اور ان کے طرق اثبات، دلالات لفظیہ، عام، خاص، مشترک، مجمل، مفصل، اجماع اور اس کی حقیقت سے بحث کرنے اور ضبط قیاس و تکلم فی الاستحسان میں امام شافعی سے مقدم کوئی نہیں ہے۔

تیسری صدی..... دوسری صدی کے آخر میں اصول فقہ پر باقاعدہ تصنیف و تالیف کا کام شروع ہو چکا تھا چنانچہ دوسری صدی کے آخر میں یا تیسری صدی کے شروع میں شیخ ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی متوفی ۳۲۲ھ نے اصول فقہ میں دو کتابیں نہایت عمدہ تصنیف کیں۔ ایک کتاب الجدل اور دوسری ماخذ الشریع یہ دونوں کتابیں غایت احکام و اتقان میں بے مثل ہیں۔

لصدر ہما من جمیع الاصول والقرود

چوتھی صدی..... میں شیخ احمد بن حسین معروف بابن برہان فارسی متوفی ۳۵۰ھ نے کتاب الذخیرہ اور امام ابو بکر حصاص احمد بن علی حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے کتاب الذخیرہ اور امام ابو بکر حصاص، احمد بن علی حنفی متوفی ۳۷۰ھ نے کتاب الاصول تصنیف کی۔ اصول فقہ میں یہ دونوں کتابیں اس دور کی عمدہ ترین کتابیں ہیں۔

پانچویں صدی..... پانچویں صدی میں اس فن پر علماء نے بہت زیادہ کام کیا اور دس کتابیں نہایت عمدہ وجود میں آئیں۔

(۱) الانوار..... قاضی ابوزید عبد اللہ بن عمرو توسی حنفی متوفی ۴۳۰ھ کی تصنیف ہے جو کتب حنفیہ میں سب سے عمدہ کتاب ہے۔ اس میں آپ نے قیاس کے متعلق نہایت شرح و بسط کے ساتھ اس قدر مباحث لکھے ہیں کہ اس فن کو مہذب کر کے درجہ تکمیل تک پہنچانے کے ساتھ اس کی اساس و بنیاد کو نہایت مستحکم و مضبوط بنا دیا۔

(۲) تقویم الادلۃ..... یہ بھی قاضی ابوزید موصوف کی تصنیف ہے۔

(۳) کفایہ..... قاضی ابویعلیٰ محمد بن محمد بن حسین بن الفراء حنبلی متوفی ۴۵۸ھ کی تصنیف ہے۔

(۴) تبصرہ شیخ ابواسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۴۷۶ھ کی تصنیف ہے۔

(۵) تذکرۃ العالم والطریق السالم..... یہ ابو نصر عبد السید بن محمد الصباغ شافعی متوفی ۴۷۷ھ کی تصنیف ہے۔

(۶) الحفہ۔

(۷) کتاب البرہان..... یہ دونوں کتابیں امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ جوینی شافعی نیشاپوری متوفی

۷۸ھ کی تصانیف ہیں۔ متکلمین کی روش پر جو کتابیں تصنیف کی گئی ہیں ان میں کتاب البرہان بہت عمدہ کتاب ہے۔
(۸) اصول فخر الاسلام (کشف) یہ امام فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی حنفی متوفی ۴۸۲ھ کی عظیم الشان، جلیل البرہان اور نہایت مستند کتاب ہے۔

(۹) الاصول..... یہ شمس الاممہ محمد بن احمد سرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ کی تصنیف ہے۔ موصوف خوارزم میں مجوس تھے۔ اسی قید و بند کی حالت میں اس کا اطاع کر لیا۔ جب آپ باب الشرط تک پہنچے تو آپ کو ربائی حاصل ہو گئی اور فرغانہ پہنچ کر بابتی کتاب کا اتمام مکمل کر لیا۔

(۱۰) مصنفی ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ کی متکلمانہ طرز پر بہت عمدہ کتاب ہے۔
چھٹی صدی..... چھٹی صدی کی تصانیف میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) الاصول..... شیخ ابو بکر محمد بن حسین ارسانیدی معروف بقاضی القضاۃ حنفی متوفی ۵۱۲ھ کی تصنیف ہے۔

(۲) الاوسط..... شیخ شہاب احمد بن علی بن محمد معروف بابن البرہان شافعی متوفی ۵۱۸ھ کی تصنیف ہے۔

(۳) المغنی..... شیخ جلال الدین عمر بن محمد اخبازی الحجدی متوفی ۶۰۱ھ کی تصنیف ہے۔

(۴) محصل (محصول)..... امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی ۶۰۶ھ کی تصنیف ہے۔ یہ امام الحرمین کی کتاب ہے۔ ”البرہان“ اور امام غزالی کی مصنفے اور عبد الجبار معتزلی کی کتاب العہد ابو الحسین بصری معتزلی کی شرح کتاب العہد سے مختص ہے۔ اس میں استدلال و احتجاج کی جانب زیادہ میلان ہے۔

ساتویں صدی..... (۱) احکام الاحکام فی اصول الاحکام۔

شیخ ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد معروف بسیف الدین آمدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ کی تصنیف ہے۔ یہ بھی مذکورہ بالا چار کتابوں سے مختص ہے۔ لیکن اس میں تحقیق مذاہب و تفریع مسائل کی جانب توجہ زیادہ ہے۔ یہ چار قواعد پر مرتب ہے۔ قاعدہ اول اصول فقہ کے مفہوم میں ہے اور قاعدہ دوم اولہ سمعیہ میں، قاعدہ سوم احکام مجتہدین میں، قاعدہ چہارم ترجیح میں یہ ۶۲۵ھ کی تصنیف ہے۔

(۲) المنتمی..... یہ جمال الدین ابو عمر عثمان بن الحاجب متوفی ۶۴۶ھ کی تصنیف ہے، بقول علامہ شیرازی، سیف الدین آمدی کی احکام کا اختصار ہے۔

(۳) الحاصل..... قاضی تاج الدین محمد بن حنین آرموی متوفی ۶۵۶ھ کی تصنیف ہے، موصوف نے شیخ ابو حفص عمر بن الصدر الشہید الوزان کے اشارہ پر امام رازی کی محصل کا اختصار کیا ہے۔ ذی الحجہ ۶۱۴ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔

(۴) الصفوۃ..... ابوالرجاء۔

قاری بن محمود بن محمد الزاہد حنفی متوفی ۶۵۸ھ کی تصنیف ہے۔

(۵) تحصیل..... شیخ سراج الدین ابوالثناء محمود بن ابی بکر متوفی ۶۷۲ھ کی تصنیف ہے۔ یہ بھی امام رازی کی محصل کا اختصار ہے۔

(۶) تنقیح الأصول..... شہاب الدین ابوالعباس احمد بن اوریس قرانی مالکی متوفی ۶۸۴ھ کی تصنیف ہے۔ موصوف نے حاصل اور محصل دونوں کتابوں سے چند مقدمات اور قواعد اقتباس کرنے کے بعد قاضی عبدالوہاب مالکی کی کتاب الافادہ سے کچھ چیزوں کا اضافہ کر کے ایک سو فضول اور بیس ابواب میں مرتب کیا ہے۔

(۷) منہاج الوصول الی علم الاصول..... قاضی ناصر الدین عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ کی تصنیف ہے،

اس کا ماخذ تاج الدین آرموی کی کتاب ”الحاصل“ ہے۔ ایک مقدمہ اور سات کتب پر مشتمل ہے۔
 (۸) بدیع العظام الجامع بین کتاب البرزوی والاحکام شیخ مظفر الدین احمد بن علی معروف بابن ساعاتی، بغدادی حنفی متوفی ۶۹۳ھ نے احکام آمدی اور کشف بزدی دونوں کو جمع کیا ہے جس سے یہ عمدگی میں ان سے بھی دو بالا ہو گئی کیونکہ یہ فقہانہ و مقلانہ دونوں طرز کو حاوی ہے۔ اس کے بعد التحریر کمال الدین محمد بن عبد الواحد مشہور بابن الہام متوفی ۸۶۱ھ نے اور تحریر المقتول و تہذیب الاصول شیخ علاء الدین ابوالحسن علی بن سلیمان بن احمد بن محمد مردادی حنبلی متوفی ۸۸۵ھ وغیرہ نے بھی اس فن میں کتابیں تصنیف کیں اور سلسلہ تیرہویں صدی تک جاری رہا۔ اصول فقہ کی جو کتابیں داخل درس ہیں یہ ہیں منتخب حسامی، المنار، توضیح، تنبیح، تلویح، مسلم الثبوت، نور الانوار، اصول الشاشی

(۹) علم فرائض

لغوی معنی..... فرائض فریضہ کی جمع ہے جو فرض سے مشتق ہے۔ لفظ فرض لغت عرب میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً وجوب، حصہ، مقدار، قطع کرنا، مقرر کرنا، اندازہ کرنا وغیرہ، علم فرائض میں یہ سب معانی پائے جاتے ہیں اس لئے اس کو فرائض کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف..... یہ ہے ہی علم باصول من فقہ و حساب يعرف بها حق الودعة من التركة، فرائض علم فقہ اور حساب کے ان قواعد کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ سے ترکہ میت کو ورثہ میں تقسیم کرنے کی کیفیت اور ان کے حقوق و درجات کی تفصیل معلوم ہو۔

موضوع..... ترکہ میت اور اس کے وارثین ہیں۔ کیونکہ فرضی ترکہ، میت اور اس کے مستحقین ہی سے بحث کرتا ہے پس حیثیت کہ میت کا ترکہ بقواعد معینہ شرعیہ مستحقین پر تقسیم کیا جاتا ہے۔

غرض و غایت..... مستحقین کو ان کے حقوق کے مطابق ترکہ تقسیم کرنے کا علم حاصل کرنا ہے۔

تدوین..... چونکہ فرائض علم فقہ کے اس خاص شعبہ کا نام ہے جو میت کے ترکہ کی تقسیم سے متعلق ہے اس لئے ظاہر یہی ہے کہ اس کی تدوین کا زمانہ بھی وہی ہو گا جو عام فقہ کی تدوین کا ہے، چنانچہ تاریخ میں سعید بن جبیر عبیدہ سلمانی، امام شعبی، فقہاء سبعہ، ان کے بعد قبیحہ بن زویب اور ابو لڑنا وغیرہ کے فرائض کا سراغ ملتا ہے، امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں فرائض ابن ابی لیلیٰ اور فرائض ابن شبرمہ کا ذکر ملتا ہے۔

امام مالک اور امام شافعی کے اصحاب میں کتاب ابی ثور اور کتاب الکرامی کا تذکرہ موجود ہے۔ ان سب میں بسیط ترین کتاب ابو العباس بن سرج کی ہے اور اس سے بھی اسط کتاب محمد بن نصر مروزی کی ہے۔ خود صاحب کتاب کا بیان ہے ”کتنا بنافی الفرائض یزید علی الف ورقۃ علامہ ابن السبکی فرماتے ہیں۔“ ہو کتاب جلیل القدر لامزید علی حسنہ مگرام طور پر عہد اول کی کتب دینیات میں اس کے احکام و مسائل کا ذکر دوسرے ابواب فقہ سے الگ نہ تھا۔ پھر رفتہ رفتہ جب اس فن کی فروعات بڑھ گئیں اور کثرت مباحث کی وجہ سے اس کی ایک امتیازی شان پیدا ہو گئی تو فقہاء نے تفصیل جزئیات کے واسطے فرائض میں علیحدہ طور پر کتابیں لکھیں۔

چنانچہ ابن اللبان محمد بن عبد اللہ مصری متوفی ۴۰۲ھ نے الفرائض ابن عبد البر یوسف بن عبد اللہ قرطبی متوفی ۴۶۳ھ نے ”الفرائض“ اسحاق بن یوسف رضی یحییٰ متوفی فی حدود ۵۰۰ھ نے ”ارکانی“ محمود بن عمر جبار اللہ زحشری نے فرائض فی الفرائض ابوالقاسم احمد بن محمد بن خلف، حنبلی متوفی ۵۸۰ھ نے الفرائض ابوالرشید بشر بن علی بن احمد الحاسب الرازی متوفی ۵۸۹ھ نے الفرائض ابوالرجاء محمد بن محمود حنفی متوفی ۶۵۸ھ نے الفرائض ابو غانم محمد بن عمر بن احمد بن

العدیم حلبی متوفی ۶۹۹ھ نے راضی فی الفرائض تصنیف کی۔ غرض اگلے اور پچھلے حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی سبھی علماء نے اس علم پر بیش قدر کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں امام مالک کے مذہب پر کتاب ابن ثابت نہایت بہتر کتاب ہے اور مختصر قاضی ابی القاسم الخونی، علماء افریقہ میں کتاب ابن عمر الطرابلسی، کتاب الجعدی اور کتاب الصردی بھی بڑے پیمانہ کی کتابیں ہیں لیکن ان میں بھی تمتہ امتیاز حنفی ہی کو حاصل ہے، ابو عبد اللہ سلیمان الشطی نے جو فائز کے بڑے مشعل میں ہیں حنفی کی کتاب پر شرح لکھی ہے اور مسائل کی وضاحت اس خوبی سے کی ہے کہ باید و شاید، مذہب امام شافعی پر امام الحرمین نے علم فرائض میں ایک کتاب لکھی ہے جو آپ کے اس بے پناہ مرتبہ علمی پر دلالت کرتی ہے جو آپ کو علوم دینیہ میں حاصل ہے، اب اس فن میں سب سے زیادہ مشہور و متداول کتاب شیخ سراج الدین محمد بن عبد الرشید سجاندی کی ”فرائض سجاندی“ ہے جس کو ”الفرائض السراجیہ“ بھی کہتے ہیں۔

عظمت علم فرائض..... علم فرائض بڑا یاد تفت و عظمت اور نہایت شریف فن ہے۔ جو علم محقول و منقول ہر دو کی معرفت اپنے اندر رکھتا ہے، حافظ ابو نعیم کی تخریج کردہ حدیث ابی ہریرہ ”الفرائض ثلث العلم و انما اول ما یرفع من العلوم“ فرائض ایک تہائی علم دین ہے اور سب سے پہلا وہ علم ہے جو اٹھایا جائے گا۔ اس کی برتری پر شاہد ہے، وجہ حجت یہ ہے کہ یہاں فرائض سے مراد فرض و رشت ہیں۔

نیز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ مسلمانو! علم فرائض ایسی توجہ اور محنت سے سیکھو جیسے قرآن مجید سیکھتے ہو۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے تعلموا الفرائض و علموها الناس۔ علم فرائض خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ، نیز آپ کا ارشاد ہے تعلموا الفرائض فامنها نصف العلم۔ علم فرائض سیکھو کیونکہ یہ نصف علم ہے، آپ نے اس کو نصف علم فرمایا ہے۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔

(۱) انسان کی دو حالتیں ہیں۔ حالت حیات، حالت ممات، علم فرائض کے علاوہ دیگر علوم میں ان امور و واقعات کے احکام بیان ہوئے ہیں جو انسان کو اس کی زندگی میں پیش آتے ہیں اور علم فرائض میں مابعد الموت کے احکام بیان ہوتے ہیں اور ایک حال دو حال کے مجموعہ کا نصف ہے۔ اس لحاظ سے فرائض نصف علم ہوا۔

(۲) جن امور سے ملک ثابت ہوتی ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں اختیاری جیسے کسی چیز کو خریدنا، بیہ کرنا، اس کی وصیت کرنا وغیرہ غیر اختیاری جیسے وارث کو اس میں لینے اور دینے والے کا کوئی اختیار نہیں۔ چاروں چار چیز ایک ملک سے نکل کر دوسرے کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔ فرائض میں غیر اختیاری سب کے مالک ہونے کی بحث ہوتی ہے اور باقی علوم میں اسباب اختیاری سے ملک ثابت ہونے کی بحث ہوتی ہے۔ اس لئے فرائض نصف علم ہوا۔

(۳) احکام شرعیہ بعض تو صرف نص سے ثابت ہیں اور بعض نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہیں۔ فرائض کے جملہ مسائل نص سے ثابت ہیں اور باقی مسائل جو دیگر علوم میں مذکور ہیں وہ نص اور غیر نص دونوں سے ثابت ہیں۔ اس لحاظ سے فرائض نصف علم ہے، علماء نے اور بھی وجوہ ذکر کی ہیں۔ من شاء فلیراجع الی المطولات۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ حدیث میں نصف بمعنی صنف ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے۔

وآخر من بالذی کنت اصنع

اذامت کان الناس نصفان شامت

لیکن علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ یہ فرائض کے بعد تر معنی ہیں، یہاں دراصل فرائض شرعیہ تعقیفہ مراد ہیں۔ مثلاً عبادات، عیالات، امور ارب و غیرہ اسی معنی پر نصف یا ثلث کا لفظ بھی چسپاں ہو سکتا ہے کیونکہ تکالیف شرعیہ کا دائرہ پھر بھی وسیع ہے۔ بخلاف فردوس و رشت کے کہ یہ تو پورے علم شرعی سے نہ نصف کی نسبت رکھتے ہیں نہ ثلث کی، اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صدر اسلام میں لفظ فرائض اپنے عمومی معنی رکھتا ہے جو دراصل ”فرض“ بمعنی تقدیر پر قطع سے مشتق ہے۔ خاص علم فرائض پر اس کا اطلاق متاخرین فقہاء کے زمانہ کی ایجاد ہے۔ جب کہ فنون نے اپنی علیحدہ علیحدہ حیثیت قائم کی اور نئی نئی اصطلاحات مقرر ہوئیں ۱۲

۱۲ لدای ۱۲ ج ۱، نسائی، حاکم عن عبد اللہ بن مسعود، ابن ماجہ، دار قطنی، حاکم عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(۱۰) علم حکم الشرائع

لغوی تحقیق..... حکم حکمت کی جمع ہے۔ حکمت لغت میں عدل و انصاف، علم و دانائی، عقل و فلسفہ، تدبیر و درنگی کار، حق اور واقع کے مطابق گفتگو وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے۔ يقال محکم (ف) حکمت۔ دانا ہونا شرائع شریعت کی جمع ہے۔ بمعنی طریقہ، اللہ کے مقرر کئے ہوئے احکام بقال شرع (ف) شرعاً۔ قانون بنانا شریعت جاری کرنا، اس کا دوسرا نام علم اسرار الدین ہے۔ اسرار سر کی جمع ہے۔ بمعنی بھید، راز کہاجاتا ہے ”صدور الاحرار قبور الاسرار“ احرار کے سینے بھید کیلئے قبر ہیں۔ اصطلاحی معنی..... علم حکم الشرائع یا علم اسرار الدین وہ علم ہے جس میں قوانین دینیہ و احکام شرعیہ کے حقائق و اسرار اور محاسن و حکمتیں مذکور ہوں۔

موضوع..... اس فن کا موضوع نظام تشریعی محمدی بن حیث المصلحۃ المفیدہ ہے۔ غرض و غایت..... اس کی یہ ہے کہ انسان کو یہ معلوم ہو جائے کہ خدا اور اس کے رسول کے احکام میں نہ کچھ تنگی ہے نہ وہ خلاف فطرت سلمہ ہیں تاکہ ان پر انسان کو پورا وثوق حاصل ہو جائے اور ان کو فطرت پر مبنی باتیں سمجھ کر دل ان کی طرف کھینچ آئے اور کسی مشکک کے بہکانے سے دل میں شبہ واقع نہ ہو۔

عہد نبوی اور علم حکم الشرائع..... ذخیرہ احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علم اسرار الدین کے اصول و فروع خود نبی کریم ﷺ نے مقرر فرمادیئے تھے اور آپ بطور قواعد کلیہ ایسی مصلحتیں جو آپ کے زمانہ کے تمام مذاہب میں مسلم الثبوت اور متفق علیہ تھیں صحابہ کرام کو بتادیا کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی فروعات بتاتے وقت ایسے اصول کی طرف اشارہ کر دے جن سے فروعات حاصل ہوتی ہیں تاکہ بوقت ضرورت سامعین ان سے فروعات حاصل کر سکیں۔ چنانچہ بعض مواقع پر خود نبی کریم ﷺ نے تعین اوقات کے اسرار ظاہر فرمائے۔ مثلاً ظہر کی پہلی چار رکعت کی نسبت ارشاد فرمایا وقت آسمانوں کے دروازے کھلتے ہیں لہذا میں چاہتا ہوں کہ میرا عمل صالح اس وقت اور جائے۔

اور بعض احکام کی وجوہات بھی بیان فرمائیں۔ چنانچہ سوکر اٹھنے والے کو ہاتھ دھونے کیلئے فرمایا اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ ”اس کو معلوم نہیں ہو تا کہ رات کو اس کا ہاتھ کہاں پر رہا“ اور ناک میں پانی ڈالنے کی نسبت یوں فرمایا کہ ”انسان کے تھنوں پر رات بھر شیطان رہتا ہے۔“ اور نیند سے وضو ٹوٹ جانے کے متعلق یہ فرمایا کہ سوتے میں انسان کے جوڑ بند ڈھیلے پڑ جاتے ہیں“ اور کسی کے گھر میں نظر ڈالنے کی وجہ یوں بیان فرمائی کہ ”اجازت لینے سے یہی تو مقصود ہے کہ اچانک گھر والوں پر نظر نہ پڑ جائے۔“ اور بلی کے پس خوردہ کی بابت ارشاد فرمایا کہ ”یہ ناپاک نہیں کیونکہ یہ گھر میں پھرنے والے جانوروں میں سے ہے“ اور بعض احکام کی یہ حکمت بیان فرمائی کہ اس میں دفع مضرت ہے جیسا کہ ایام رضاعت میں جماع کرنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس سے بچہ کو ضرر پہنچتا ہے، اور بعض جگہ احکام کی مصلحت دفع جرح قرار دی۔ چنانچہ ایک شخص سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”کیا ہر چیز کے پاس دود و کپڑے ہوتے ہیں۔“

”بعض جگہ ترغیب و ترہیب کے اسرار بیان فرمائے۔ حتیٰ کہ صحابہ نے اپنے شکوک و شبہات جو وہاں پیدا ہوتے تھے آپ سے عرض کئے اور آپ نے حل فرمادیئے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔ ”آدمی کی نماز جماعت اس کی اس نماز سے جو وہ تنہا گھر میں یا بازار میں پڑھتا ہے پیچس درجہ (ثواب میں) زیادہ ہے اور یہ اس لئے کہ جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد میں آتا ہے اور صرف نماز ہی کیلئے چلتا ہے تو ہر قدم پر ایک گناہ معاف ہوتا ہے اور ایک نیکی ملتی ہے۔ ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ ”بیوی کے ساتھ صحبت کرنے میں بھی اجر ہے۔“ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو قضاے شہوت ہے۔ اس میں کیا اجر ہوگا۔ آپ نے فرمایا، اچھا اگر وہ اس کو حرام میں صرف کرتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا۔ تو اسی طرح جب اس نے

حلال میں صرف کیا تو اس کو اجر ملا۔ اسی طرح ایک جگہ آپ نے فرمایا۔ ”جب دو مسلمان لکوار لے کر باہم مقابل ہوتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں جاتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا قاتل کے متعلق تو ٹھیک ہے مگر یہ مقتول کس لئے دوزخ میں گیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی اپنی مقابل کے قتل کا خواہاں تھا۔“ غرض اس طرح کے بہت سے مقامات اور بے شمار احادیث ہیں جن سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح طور پر ثابت ہوتی ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے ہزاروں احکام شرع کے حقائق و اسرار اور حکم و نکات بیان فرمائے۔

عہد صحابہ میں علم الاسرار فقہاء صحابہ مثلاً امیر المؤمنین حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ ہم نے آپ کا اتباع کیا اور اس علم میں بحث کی اور اس کی وجوہات بیان فرمائیں، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس شخص کی نسبت جس نے نفل کو فرض ملا کر بڑھنا چاہا تھا فرمایا۔ پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ اس کی تائید میں حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ابن خطاب! خدا تم کو اصابت رائے عطا فرمائے (تم نے ٹھیک کہا)“

حضرت عمرؓ مسائل شریعت کی نسبت ہمیشہ مصالح اور وجوہ پر غور کرتے تھے، اگر ان کے خیال میں کوئی مسئلہ خلاف عقل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے، سفر میں جو قصر نماز کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اس بناء پر تھا کہ ابتدائے اسلام میں راستے محفوظ نہ تھے اور کافروں کی طرف سے ہمیشہ خوف کا سامنا رہتا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں خود اس کا اشارہ ہے۔ لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوة ان خفتم ان یفتکم الذین کفروا لیکن جب راستے مامون ہو گئے تب بھی قصر کا حکم باقی رہا، حضرت عمرؓ کو اس پر استعجاب ہوا اور آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ اب سفر میں قصر کیوں کیا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ خدا کا انعام ہے۔ (صحیح مسلم)

حج کے ارکان میں رمل ایک رکن ہے۔ یعنی طواف کرتے وقت پہلے تین دوروں میں آہستہ آہستہ چلتے ہیں۔ پھر دوڑ کر اور شانوں کو ہلا کر چلتے ہیں۔ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ سے مکہ میں تشریف لائے تو کافروں نے مشور کیا کہ مسلمان ایسے تحیف اور کمزور ہو گئے کہ کعبہ کا طواف بھی نہیں کر سکتے۔ آنحضرت ﷺ نے یہ سن کر رمل کا حکم دیا۔ اس کے بعد یہ فعل معمول بن گیا۔ چنانچہ ائمہ اربعہ اس کو حج کی ایک ضرورت سنت سمجھتے ہیں۔

لیکن حضرت عمرؓ نے صاف کہہ دیا ”مالنا وللومل انما کنا رافضیہ المشرکین وقد اهلکھم اللہ یعنی اب ہم کو رمل سے کیا غرض اس سے مشرکوں کو رعب دلانا مقصود تھا سوال کو خدا نے ہلاک کر دیا، حضرت عمرؓ نے جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے رمل کے ترک کا ارادہ بھی کر لیا تھا۔ لیکن پھر آنحضرت ﷺ کی یادگار سمجھ کر رہنے دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جمعہ کے روز غسل کرنے کی مصلحت بیان کی، حضرت زید بن ثابتؓ نے پھلوں کی فروخت ان کی جنگلی سے پہلے ممنوع ہونے کا سبب بیان کیا، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے طواف میں خانہ کعبہ کے صرف دور کنوں کو بوسہ پر اتفائی وجہ بیان فرمائی الی غیر ذلک۔

دور تابعین و مجتہدین صحابہ کرام کے بعد تابعین اور ان کے بعد مجتہدین، علماء دین متین اور سالکان راہ یقین احکام و شرائع کے علل و مصالح برابر سمجھتے رہے اور ہر حکم صریح کو کوئی نہ کوئی علت خواہ وہ حصول نفع ہو یا دفع مضرت ضرور قرار دیتے رہے۔ جیسا کہ ان کی کتابوں میں مذکور ہے، نیز امام غزالی، خطابی اور امین عبد السلام وغیرہ نے عجیب عجیب لطائف و نکات اور عمدہ عمدہ تحقیقات بیان کیں خدا ان کو ان کی اس سعی کی جزائے خیر دے (آمین) الحاصل ہماری اس تفصیل سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ علم اسرار الدین کے اصول و فروع احادیث نبوی نے بیان کئے۔ آثار صحابہ و تابعین نے اس کا اجمال و تفصیل سب واضح کیا اور مجتہدین ہر باب شرعی میں مصالح مرعیہ بیان کرتے چلے آئے اور ان کے قبیح

محققین نے نکات جلیلہ اور مدھن نے رموزات جمیلہ پر ہر طرح سے روشنی ڈالی ہے۔

علم اسرار الدین اور اس کی باقاعدہ تدوین..... البتہ یہ بات ضرور ہے کہ جب سے کتابت کتب کا اسلام میں رواج ہوا ہے بہت ہی کم لوگ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اس فن میں کوئی کتاب تصنیف کی ہو یا اس کی اساس و بنیاد پر غور و خوص کیا یا ایسا کام کیا ہو جو اس فن میں کما حقہ کافی و دانی ہو۔ جس سے پڑھنے والا اچھی طرح مستفیض ہو سکے اور تشنگان علم کی سیرابی ہو، لے دے کر صاحب مدینۃ العلوم نے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن بخاری کی ایک کتاب ”محاسن الشرائع والاسلام“ کا تذکرہ کیا ہے جو خود بھی اس سلسلہ میں تشنہ کام ہے۔ بس یہ دولت لائقین فی السائقین، امام الشریعہ، حکیم الامتہ، قطب الملتہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کی قسمت بابرکت میں تھی۔ جنہوں نے اس فن کو جمادہ بطور ابواب فقہ ترتیب دے کر باحسن وجہ تحریر فرمایا اور اس فن میں حجتہ اللہ البالغہ جیسی مایہ ناز و عدم العظیم کتاب تصنیف فرمائی، چنانچہ ایک جگہ حضرت شاہ صاحب اپنی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے خود فرماتے ہیں کہ جو کام مجھ سے لئے گئے وہ یہ ہیں کہ فقہ میں جو مرضی (پسندیدہ نظریات) ہیں ان کو جمع کر دوں سو اس کیلئے فقہ حدیث کی از سر نو بنیاد رکھ کر اس فن کی پوری عمارت تیار کی گئی اور آنحضرت ﷺ کے تمام احکام و ترغیبات اور ان تعلیمات کے اسرار و مصالح کو اس طرح منضبط کیا گیا کہ اس فقیر سے پہلے اس کا کام عشر عشر بھی نہیں کیا گیا تھا۔

علم الاسرار اور اس کی اہمیت و عظمت..... علم اسرار الشریعہ ایک مستقل علم ہے جو کسی نہیں دہی ہے۔ یعنی تعلیم و تعلم سے نہیں آتا بلکہ حق جل شانہ جن پر علم لدنی کے دروازے کھول دیتا ہے۔ انہیں کو معلوم ہوتا ہے دوسرے لوگ ان کے طفیلی ہوتے ہیں، اس پاکیزہ علم کے ذریعہ سے احکام و شرائع مثل طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کے حقائق و اسرار معلوم ہوتے ہیں اور جب ان کے بھید معلوم ہوئے تو عبادت میں حلاوت و لذت حاصل ہوتی ہے اور اس کے بغیر عبادات تقلیدی اور رسمی ادا ہوتی ہیں، پس ایسے علم کو حاصل کرنا ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ ان عبادت کو بجالانا۔

حضرت شاہ صاحب حجتہ اللہ البالغہ کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ ”میرے نزدیک تمام فنون حدیث میں سب سے زیادہ دقیق اور سب کی جز اور اصل اور سب سے بلند و برتر اور تمام علوم شریعہ سے بہتر اور منزلت میں اعلیٰ و افضل اور قدرو قیمت میں سب سے بڑھ کر علم اسرار الدین ہے جس میں احکام کی حکمت اور ان کی لم اور خواص اعمال کے اسرار و نکات بیان ہوتے ہیں، بخدا یہ وہ علم ہے جس کو خدا نصیب کرے وہ فرض عبادات سے فارغ ہونے کے بعد اپنے تمام عزیز اوقات اسی میں صرف کرے اور اس کو اپنا توشہ آخرت بنالے۔ کیونکہ اس علم کی بدولت آدمی شریعت کے حقائق پر مطلع ہو جاتا ہے اور اس کو ان اخبار شریعت سے وہ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے جو صاحب عروض کو اشعار سے، منطقی کو براہین حکماء سے، نحوی کو کلام فصحاء سے اور اصولی کو تفریعات فقہاء سے ہوتی ہے۔

علم الاسرار اور اس کے فوائد..... شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس علم کے بڑے بڑے فوائد ہیں۔ ان میں سے چند فوائد درج ذیل ہیں۔

(۱) اس سے حضور ﷺ کا ایک بڑا معجزہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو قرآن مجید عطا ہوا۔ جس سے اس زمانہ کے بلغاء عاجز آگئے اور اس جیسی ایک سورۃ بھی بنا کر نہ لاسکے، جب عرب العرباء کا زمانہ گذر گیا اور لوگوں پر اس کی وجہ اعجاز مخفی ہوتی چلی گئی تو علماء امت ان کے اظہار و بیان کیلئے آمادہ ہوئے تاکہ انہیں ہر ایک سمجھ جائے۔ اسی طرح آپ کو خدائی شریعت عطا ہوئی جو پہلی تمام شریعتوں سے کامل تھی اور اس میں ایسی ایسی مصلحتیں بھری ہوئی تھیں جن کی رعایت بشر سے محال ہے۔ اس کی خوبی کو آپ کے ہم زمانہ لوگوں نے تو ایک طرح کے نور معرفت سے پہچان لیا۔ لیکن اس زمانہ کے بعد یہ امر ضروری ہوا کہ آپ کی شریعت کی خوبیاں ظاہر کی جائیں تاکہ ہر شخص یقین کر لے کہ یہ شریعت آسمانی اور کامل

ترین شریعت ہے اور یہ کہ بشر سے اس کا ظاہر ہونا اتنا بڑا معجزہ ہے کہ ذکر کا محتاج نہیں۔

(۳) اس سے پور پور اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا تھا ”بلٰی وکن لیطمئن قلبی۔“

کہ دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان تو رکھتا ہوں لیکن یہ صرف اس لئے دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرا دل مطمئن ہو جائے کیونکہ کثرت دلائل اور یقین دلانے کے مختلف طریقوں کے استعمال کرنے سے دل مضبوط اور اضطراب قلب دور ہو جاتا ہے۔

(۳) جب طالب خیر نیکیوں میں انتہائی کوشش کرتا ہے اور وہ ان کے مشروع ہونے کی وجہ سے بھی بخوبی واقف ہوتا ہے تو اس کو تھوڑی عبادت بھی بہت فائدہ دیتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کو اندھا دھند نہیں کرتا۔ خوب دیکھ بھال کر کرتا ہے۔ اسی لئے امام غزالی نے کتب سلوک میں بڑی توجہ اور اہتمام کے ساتھ لوگوں کو اسرار عبادت سے روشناس کر لیا ہے۔

(۴) فقہاء کا بعض فروعی احکام میں اختلاف اس لئے ہے کہ ان کی علل قیاسیہ میں ان کا اختلاف ہے کہ کوئی علت مناسب اور کون سی نامناسب ہے، پس تحقیق اس بات کے بغیر کہ ان کی مصلحتیں جانی جائیں ہو ہی نہیں سکتیں۔

(۵) بدعتی لوگوں نے بہت سے دینی مسائل میں شکوک و شبہات کرنے شروع کئے اور کہنے لگے کہ یہ عقل کے خلاف ہیں اور جو مسائل عقل کے خلاف ہوں ان کو یا تو رد کر دینا چاہیے یا کچھ تاویل کرنی چاہیے۔ جیسے عذاب قبر، حساب و کتاب، پل صراط اور ترازوئے اعمال میں کلام کر کے لچر اور دور از کار تاویلیں کرنے کیلئے، اب فرمائیے کہ ان مفاسد کو بند کرنے کی سوائے اس کے کہ ہر چیز کی مصلحت اور کچھ فوائد بیان کئے جائیں اور ان کے اصول مقرر کئے جائیں اور کیا صورت ہو سکتی ہے۔

(۶) فقہاء کی ایک جماعت نے یہ فیصلہ دے دیا کہ جو حدیث بھی کلی طور پر خلاف قیاس ہو اس کا رد کرنا جائز ہے۔ اس طرح بہت سی صحیح حدیثوں میں بھی خلل واقع ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ جیسے حدیث مُصَرَّحۃ اور حدیث ثَلٰثِین پُس محدثین کو سوائے اس کے کہ ان کی مصلحتیں بیان کریں اور کچھ بن نہ آیا وغیرہ ذلک من الفوائد۔

ایک ضروری تنبیہ..... جب کوئی حکم صحیح روایت سے ثابت ہو جائے تو اس کی فوراً تعمیل کرنی چاہیے۔ اس کی مصلحت دریافت کرنے پر تعمیل کو موقوف نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ بہت سے لوگوں کی عقلیں احکام کی مصلحتوں کے دریافت کرنے سے قاصر ہیں، نیز مذہبی محویت اور دلد اوگی کی بظاہر شان بنی یہ ہے کہ ہر بات بغیر چوں چرا کے مان لی جائے اور رائے و عقل کو کچھ دخل نہ دیا جائے۔ قال قائلہم

لَم یَخْلُقِ الْعَقْلُ دُرًا كَالْحِكْمَةِ لَكِنْ لِيَقْبَلَ مَا بَاتِيهِ مِنْ حَكْمٍ
اسی لئے یہ علم نابالوں کے واسطے قابلِ تعلیم نہیں سمجھا گیا اور اس کیلئے وہ شرائط قرار دی گئیں جو کتاب اللہ کی تفسیر کیلئے ہیں اور اس میں اس رائے محض سے جس میں سنت سے بددند لی گئی ہو غور و خوض کرنا حرام قرار دیا گیا ہے، اس فن پر تو وہی مطلع ہو سکتا ہے جس کو تمام علوم شرعیہ و فنون الہیہ سے مکمل آگاہی ہو، اس کا سینہ حق تعالیٰ نے علم لدنی کیلئے کھول دیا ہو اور اس کا دل اسرار و ہی سے معمور کر دیا ہو۔

(۱۱) علم الاشباہ والنظائر

لغوی تحقیق..... اشباہ شبہ (وشبہ) کی جمع ہے۔ بمعنی مثل و مانند، نظائر نظیرۃ کی جمع ہے جو نظیر بمعنی مثل و مانند کا مونث ہے۔ يقال فلان نظیر فلان یعنی فلان شخص فلان کے مثل ہے، علم الاشباہ والنظائر کو علم القواعد و ضوابط بھی کہتے ہیں۔ قواعد قاعدہ کی اور ضوابط ضابطہ کی جمع ہے۔ قاعدہ اور ضابطہ اس اصل کلی کو کہتے ہیں جس پر سارے جزئیات منطبق ہوں۔

اصطلاحی معنی..... علم الاشباہ والنظائر ایک ایسے قانون کا نام ہے جس کے ذریعہ ان نئے نئے واقعات و جزئیات کے احکام معلوم ہوں جن کی بابت کتاب و سنت اور اجماع کی طرف سے کوئی نص وارد نہیں ہے۔

موضوع..... القواعد والفہم من حیث استخراجہ من القواعد

غرض و غایت..... تھوڑے وقت میں سہل و آسان طریقہ پر ان نئے نئے واقعات کے احکام جن کی بابت کوئی نص نہیں ہے اس طرح معلوم کر لینا کہ ان کے متعلق کوئی تشویش و اضطراب باقی نہ رہے۔

علم الاشباہ اور اس کی عظمت..... علم الاشباہ والنظائر ایک عظیم ترین فقہی فن ہے۔ جو بقول بعض علم توحید کے بعد اشرف العلوم ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔ من یردالہ بہ خیر ینفقہ فی الدین اس میں فقہ فی الدین سے مراد غیر مسطورہ مسائل کے احکام کی معرفت اور بذریعہ قواعد و حوادث و واقعات کا احاطہ مقصود ہے۔ اذ اللہ بالفروع کلہا عیسر جد۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام اپنے خط میں لکھا تھا جس کو حافظ دارقطنی نے سنن میں روایت کیا ہے۔

الفہم المعہم فیما یختلج فی صدرك مما لم یبلغک فی الكتاب والسنة واعرف الامثال والاشباہ ثم قس

الامور عند ذلك فاعمد الی احبہا الی اللہ واشباہا بالحق فیم تری

جو چیز تم کو قرآن و حدیث میں نہ ملے اور تم کو اس کی نسبت شبہ ہو اس میں غور کرو اور خوب غور کرو، اس کے ہم صورت اور ہم شکل واقعات کو دریافت کرو پھر ان سے قیاس کرو اور جو اللہ کو پسندیدہ تر اور حق کے ساتھ مشابہ تر ہو اس پر عمل کرو۔

بہر کیف علم الاشباہ نہایت عظیم الشان علم ہے۔ اسی کے ذریعہ سے فقہ کے حقائق و مدارک کی معرفت، اس کے

ماخذ و اسرار پر آگہی اور اس کے جزئیات کا استخراج نصیب ہوتا ہے۔ اس لئے بعض علماء نے کہا ہے ”الفہم معرفۃ النظائر علم الاشباہ اور اس کی مدوین..... علامہ جلال الدین سیوطی نے ”الاشباہ والنظائر النحویۃ میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے اس علم کا دروازہ سلطان العلماء عز الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام نے کھولا اور اس میں دو کتابیں تصنیف کیں۔ ایک القواعد الصغریٰ اور ایک القواعد الکبریٰ، پھر شیخ صدر الدین محمد بن عمر المعروف بابن الوکیل متوفی ۷۱۶ھ، امام ابو طاہر دباس، قاضی حسین، بدر الدین محمد زکشی، تاج الدین سبکی، سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۴ھ، حافظ جلال الدین سیوطی، علامہ ابن نجیم مصری وغیرہ بہت سے علماء نے اس فن پر کام کیا۔

علامہ سیوطی نے ”الاشباہ والنظائر الفقہیہ میں قاضی ابوسعید ہرودی کا بیان نقل کیا ہے کہ ہر ات میں ایک حنفی عالم کو معلوم ہو کہ امام ابو طاہر دباس ضریر (باینا) نے امام ابو حنیفہ کے پورے مذہب کو صرف سترہ قواعد پر منحصر کیا ہے۔ یہ سن کر وہ حنفی عالم سفر کر کے ان کے پاس گیا، ان کا طریقہ تھا کہ جب لوگ نماز عشاء سے فارغ ہو کر مسجد سے چلے جاتے تو یہ ان قواعد کا املاء کراتے، حنفی عالم ایک چٹائی میں چھپ کر بیٹھ گیا، اور امام موصوف نے مسجد بند کر کے قواعد کا املاء کروانا شروع کیا، ابھی سات قواعد ہی سنائے تھے کہ حنفی عالم کو کھانسی آگئی، امام نے اس کو مار پیٹ کر مسجد سے نکلوا دیا اور آئندہ کیلئے املاء قواعد موقوف کر دیا۔ قاضی ابوسعید کہتے ہیں کہ جب یہ بات قاضی حسین کو معلوم ہوئی تو انہوں نے امام شافعی کا پورا مذہب صرف چار قواعد میں منحصر کر دیا۔

(۱۲) علم الفتاوی

لغوی تحقیق..... فتاویٰ فتویٰ کی جمع ہے۔ بمعنی شرعی مسائل ہیں۔ ماہر شریعت کا فیصلہ یقال افتاء اس کو مسئلہ کا شرعی حکم بتادیا۔

اصطلاحی تعریف علم فتاویٰ وہ علم ہے جس میں جزئی واقعات کی بابت ماہر شریعت فقہاء سے صادر شدہ احکام مروی ہوں تاکہ آنے والے پست ہمت لوگوں کیلئے عمل سہل ہو۔ قال فی مدینۃ العلوم ہو علم تروی فیہ الاحکام الصادرة عن الفقہاء فی الواقات الجزیۃ لیسہل الامر علی القاصرین من بعدہم۔

تاریخ فتاویٰ عدالت سے متعلق افتاء ایک نہایت ضروری صیغہ ہے جو آغاز اسلام میں قائم ہو اور جس کی مثال اسلام کے سوا اور کہیں پائی نہیں جاتی۔ قانون کے جو مقدم اصول ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ہر شخص کی نسبت یہ فرض کرنا چاہیے کہ وہ قانون سے واقف ہو۔ یعنی مثلاً اگر کوئی شخص کوئی جرم کرے تو اس کا یہ عذر کام نہیں آسکتا کہ وہ اس فعل کا جرم ہونا نہیں جانتا تھا۔ یہ قاعدہ تمام دنیا میں مسلم ہے لیکن اور قوموں نے اس کیلئے کسی قسم کی تدبیر اختیار نہیں کی مگر اسلام میں اس کا ایک خاص محکمہ تھا جس کا نام محکمہ افتاء تھا۔ اس کا یہ طریقہ تھا کہ نہایت لائق قانون دان ہر جگہ موجود رہتے تھے اور جو شخص کوئی مسئلہ دریافت کرنا چاہتا ان سے دریافت کر سکتا تھا۔ ان پر فرض تھا کہ نہایت تحقیق کے ساتھ ان مسائل کو بتائیں۔ اس صورت میں گویا ہر شخص جب چاہے قانون کے مسائل سے واقف ہو سکتا تھا۔ (الفاروق)

مفتیان شرع میں امت مسلمہ میں علماء کرام کے دو طبقے خاص طور پر دین کی خدمت میں نمایاں اور پیش پیش رہے۔ ایک محدثین کا جن کو احادیث نبوی کی روایات اور ان کے بیان و ضبط کا اہتمام رہا اور انہوں نے اسناد و الفاظ پر گہری نظر رکھی۔ دوسرے طبقہ فقہاء امت کا جنہوں نے قرآنی آیات اور احادیث نبوی ﷺ سے مسائل و احکام کا استنباط اور استخراج کیا اور الفاظ حدیث سے زیادہ معانی حدیث اور اس سلسلہ کے اصول و قواعد پر ان کی نظر مذکور رہی۔ مفتیوں کا تعلق اسی دوسرے طبقے سے ہے۔

ملت اسلامیہ کے پہلے مفتی خود نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکت ہے اور یہ دولت آپ تک رب العزت کی طرف سے پہنچی ہے۔ قرآن پاک میں افتاء کا لفظ خود رب العالمین کیلئے بھی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

یستفتونک فی النساء قل اللہ یتدیکم فی الکلالۃ (النساء آیت ۱۲۶ و ۱۲۷)

اور وہ لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں حکم دیتے ہیں اور وہ آیات بھی جو قرآن کے اندر تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلام کے باب میں حکم دیتے ہیں۔

ان آیات میں افتاء کی نسبت خود رب العزت جل مجدہ کی طرف کی گئی ہے۔ جس سے اس منصب کی جلالت شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

منصب افتاء پر صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کے اس عظیم الشان منصب پر آپ کے جلیل القدر صاحب بصیرت صحابہ کرام فائز تھے۔ جن کی تعداد کی متعلق حافظ ابن القیم متوفی ۵۱۷ھ کا بیان ہے کہ وہ کچھ اوپر ایک سو تیس ہیں۔ جن میں سے سات حضرات مکثرین میں شمار ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کے فتاویٰ کتب حدیث میں بکثرت منقول ہیں اور یہ کہا گیا ہے کہ اگر ان تمام حضرات کے فتاویٰ یکجا کئے جائیں تو ان میں سے ہر ایک کے فتاویٰ کی تعداد اتنی ہو کہ اس کی تخم جلدیں تیار ہو جائیں۔ ان سات حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، ان حضرات کے علاوہ حضرت عثمانؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ وغیرہ بھی صحابہ کرام میں جلیل القدر مفتی تھے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

صحابہ کے بعد فتاویٰ..... صحابہ کرام کے ذریعہ دینی علوم نے نشوونما پائی اور اس طرح چراغ سے چراغ جلتا گیا۔ چنانچہ صحابہ کے بعد تابعین، تابعین کے بعد تبع تابعین، پھر بعد کے علماء و فقہاء نے اس سلسلہ کو قائم رکھا۔

افتاء کی اہمیت..... افتاء ایک نہایت اہم ذمہ داری ہے۔ اس واسطے کہ فتویٰ عام ہوتا ہے اور اس کا حکم صرف مسائل تک محدود نہیں ہوتا بلکہ آئندہ جسے بھی مسئلہ کی یہی مخصوص صورت پیش آئے اس کیلئے وہی جواب لائے ہوگا جو مفتی لکھ چکا۔ اس لئے مفتی کا فریضہ ہے کہ اگر وہ اس منصب کے لائق نہ ہو تو ہرگز افتاء کی جرات نہ کرے ورنہ گناہ گار اور سخت مجرم ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف اس ذمہ داری کے قبول کرنے سے احتراز کرتے اور جس کو وہ اپنے سے علم و عمل میں برتر سمجھتے ان کے سر پر ذمہ داری ڈالنا چاہتے تھے۔

افتاء کیلئے کن کن امور کی ضرورت ہے..... افتاء کیلئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ اس کی عام اجازت نہ ہو۔ بلکہ خلیفہ المسلمین یا حاکم وقت کی جانب سے خاص خاص لوگ افتاء کیلئے نامزد کر دیئے جائیں تاکہ ہر کس و ناکس غلط مسائل کی تردید نہ کر سکے، شاہ ولی اللہ صاحب از اللہ الخفاء میں تحریر فرماتے ہیں ”سابق وعظ و فتویٰ موقوف بود برائے خلیفہ بدو امری خلیفہ وعظ نمی گفتند و فتویٰ نمی دادند و آخر بغیر توقف برائے خلیفہ وعظ می گفتند و فتویٰ می دادند“

تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ جن لوگوں کو فتویٰ کی اجازت نہ تھی انہوں نے فتوے دیئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو منع کر دیا۔ چنانچہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ بھی یہی واقعہ گزرا، بلکہ حضرت عمرؓ مقرر شدہ مفتیوں کی بھی جانچ کرتے رہتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے بار بار دریافت کیا کہ تم نے اس مسئلہ میں کیا فتویٰ دیا۔ اور جب انہوں نے اپنا جواب بیان کیا تو فرمایا کہ اگر تم اس مسئلہ کا اور کچھ جواب دیتے تو آئندہ تم بھی فتوے کے مجاز نہ ہوتے۔

دوسرے امر جو افتاء کیلئے ضروری ہے یہ ہے کہ مفتیوں کے نام کا اعلان کر دیا جائے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بارہا اس کا اعلان کیا۔ چنانچہ شام کے سفر میں بمقام جابیہ بے شمار آدمیوں کے سامنے جو مشہور خطبہ پڑھا۔ اس میں یہ الفاظ بھی تھے۔

من اراد القرآن فلیات ابیا ومن اراد ان یسال الفرائض فلیات زیدا ومن اراد ان یسال عن الفقه فلیات معاذا۔

یعنی جو شخص قرآن سیکھنا چاہے تو ابی بن کعب کے پاس اور فرائض کے متعلق کچھ پوچھنا چاہے تو زید بن ثابت کے پاس اور فقہ کے متعلق پوچھنا چاہے تو معاذ بن جبل کے پاس جائے۔

افتاء کیلئے تیسرے امر جو ضروری ہے یہ ہے کہ مفتی تدین و تورع، عدالت و ثقاہت، اخلاقی وعادات میں کامل اور قرآن وحدیث سے پورے طور پر واقف ہو، مسند درامی میں ہے کہ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے فرمایا فتویٰ دینا اس شخص کا کام ہے جو یا امام ہو یا قرآن کے ناخ و منسوخ جانتا ہو، لوگوں نے دریافت کیا ایسا شخص کون ہے۔ حضرت حذیفہؓ نے کہا، عمر بن الخطابؓ (مخلص از الفاروق)

لجیرات وعلامات افتاء..... مفتی بہ اقوال کی تعبیرات مختلف الفاظ سے کی جاتی ہے جو ذیل میں درج ہیں۔

(۱) وعلیہ الفتویٰ

(۲) وہ یشقی

(۳) وہ یناخذ

(۴) وعلیہ الاعتماد

(۵) وعلیہ العمل الیوم

(۶) وعلیہ عمل الامتہ

(۷) وہو المصحح

(۸) وہو الاصح

(۹) وہو الاظہر

(۱۰) وہو المختار فی زماننا

(۱۱) وہو الاشبه

(۱۲) وہو الادوح

ان میں سے بعض الفاظ بعض کی بہت زیادہ موکد ہیں، چنانچہ لفظ فتویٰ لفظ صحیح، اصح اشبه مختد سے آکد ہے۔ اور ”وبہ یفتی“ لفظ الفتویٰ علیہ سے آکد ہے اور لفظ ”اصح“ صحیح سے اور ”احوط“ احتیاط سے آکد ہے۔

کتب فتاویٰ..... (۱) فتاویٰ ابوالقاسم احمد بن عبداللہ مکی حنفی متوفی ۲۱۹ھ
(۲) فتاویٰ تاتار خانہ..... از شیخ عالم بن علاء حنفی متوفی ۲۸۶ھ عظیم الشان کتاب ہے۔ جس میں محیط برہانی ذخیرہ، خانہ اور ظہیر یہ وغیرہ کے مسائل جمع کئے ہیں۔ بعض نے اسکا نام ”زاو المسافر“ بتلایا ہے۔

(۳) فتاویٰ ابوبکر..... محمد بن الفضل بن العباس مکی حنفی متوفی ۳۱۹ھ

(۴) فتاویٰ ابواللیث نصر بن محمد سرقدی متوفی ۳۷۳ھ

(۵) فتاویٰ کبری..... از صدر شہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز حنفی متوفی ۵۳۲ھ

(۶) فتاویٰ نسفیہ..... از نجم الدین عمر بن محمد نسفی متوفی ۵۳۷ھ

(۷) خزائنہ الفتاویٰ..... از شیخ طاہر بن احمد عبدالرشید بخاری سرخسی حنفی متوفی ۴۲۲ھ، مشہور و معتبر کتاب ہے مگر

قلیل الوجود ہے۔

(۸) فتاویٰ ابوالفضل رکن الدین کرمانی حنفی متوفی ۵۴۳ھ

(۹) جامع الفتاویٰ..... از ابوالقاسم ناصر الدین محمد بن یوسف سرقدی حنفی متوفی ۵۵۶ھ نہایت مفید و معتبر کتاب ہے۔

(۱۰) فتاویٰ قاضی خاں فخر الدین حسن بن منصور اور جدی حنفی متوفی ۵۹۲ھ

(۱۱) فتاویٰ ظہیر..... از شیخ ابوبکر ظہیر الدین محمد بن احمد بخاری حنفی متوفی ۶۱۹ھ

(۱۲) ادب المفتی والمفتی..... از شیخ تقی الدین ابو عمرو عثمان بن عبدالرحمن مشہور باین الصلاح شہروری شافعی متوفی

۶۲۳ھ

(۱۳) فتاویٰ والوالجیہ..... از شیخ ظہیر الدین ابوالکلام اسحاق بن ابی بکر حنفی متوفی ۷۱۰ھ

(۱۴) فتاویٰ قاری الہدایہ..... از شیخ سراج الدین عمر بن اسحاق غزنوی حنفی متوفی ۷۷۳ھ

(۱۵) فتاویٰ حنفیہ..... از شیخ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ

(۱۶) البحر الجاری۔ از شیخ تاج الدین عبداللہ بن علی بخاری متوفی ۷۹۹ھ اس میں چاروں مذاہب کے مطابق

مسائل جمع کئے ہیں۔

(۱۷) آدب الفتاویٰ۔ از شیخ محمد بن محمد مقدسی متوفی ۸۰۸ھ

(۱۸) الجامع الوجیز فتاویٰ بزازیہ۔ از شیخ حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب مشہور باین الہمز از کردوری حنفی متوفی

۸۲۷ھ نہایت جامع کتاب ہے۔ ائمہ نے اس پر اعتماد کیا ہے، مفتی ابوالسعود سے لوگوں نے کہا کہ آپ مسائل مہمہ میں کوئی کتاب کیوں نہیں لکھتے۔ آپ نے فرمایا کہ فتاویٰ بزازیہ کے ہوتے ہوئے مجھے کتاب لکھنے میں شرم آتی ہے کیونکہ یہ

نہایت عمدہ مجموعہ ہے۔

(۱۹) فتاویٰ قاسمیہ۔ از شیخ قاسم بن قطلوبغا متوفی ۸۷۹ھ

(۲۰) فتاویٰ زینہ..... از زین الدین ابن نجیم مصری متوفی ۹۷۰ھ

(۲۱) فتاویٰ حامدیہ..... از شیخ حامد بن محمد قونوی مفتی روم متوفی ۹۸۵ھ

(۲۲) فتاویٰ شیخ الاسلام..... از سحبی آفندی متوفی ۱۰۵۳ھ

(۲۳) فتاویٰ خیریہ..... از علامہ خیر الدین رملی متوفی ۱۰۸۱ھ

(۱۳) علم کلام یا عقائد

اسلامی عقائد سے متعلقہ مباحث کا نام علم کلام ہے بشرطیکہ اصول شرعیہ استنباط کے ساتھ اولہ عقلیہ سے بھی کام لیا جائے ورنہ صرف ”علم العقائد“ کہتے ہیں۔ علم کلام کو اصول دین اور علم احکام بھی کہتے ہیں۔ لغوی معنی..... لغت میں کلام کے معنی بات، قول، گفتگو اور مضمون وغیرہ کے ہیں۔ عقائد عقیدہ کی جمع ہے۔ دل میں جمائے ہوئے یقین اور اعتماد کو کہتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف..... علامہ ابوالخیر نے ”الموضوعات“ میں اس کی تعریف یوں کی ہے ”هو علم يقتضيه على اثبات العقائد الدينية بايراد الصحيح عليها و دفع الشبهة عنها یعنی متقدمین علماء متکلمین کی اصطلاح میں علم کلام وہ ہے جس میں اولہ تفصیل کے ساتھ عقائد دینیہ اسلامیہ کے اثبات اور ان سے دفع شکوک و شبہات سے قدرت حاصل ہوئی ہے۔ متاخرین کے یہاں علم کلام وہ ہے جس میں معرفت عقائد دینیہ کے واسطے ذات و صفات باری تعالیٰ اور فلسفیات و اقسام ممکنات سے بحث ہو۔ وجہ تسمیہ..... جس وقت اس علم کی تدوین عمل میں آئی اس وقت لوگوں کی عادت تھی کہ جب وہ اس فن میں گفتگو شروع کرتے تو اکثر الکلام فی کذب و کذا کہہ کر مسائل کے عنوانات قائم کرتے تھے۔ اس لئے اس کا نام علم کلام ہو گیا، یا اس لئے کہ اس میں اہل بدعت سے مناظرے تھے اور عقائد پر ان سے گفتگو و کلام تھا۔ جس کو عمل سے تعلق کم تھا یا اس لئے کہ اس کا متنازع فیہ مسئلہ کلام باری کا مسئلہ تھا کہ وہ مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ علامہ تفتازانی سے شرح عقائد میں کچھ اور بھی وجود ذکر کی ہیں۔ موضوع..... قدامت متکلمین کے نزدیک اس علم کا موضوع صرف ذات و صفات باری تعالیٰ ہیں اور متاخرین کے نزدیک ذات و صفات سے اعم یعنی موجود و معلوم ہے۔ اس حیثیت سے کہ اس کا تعلق عقائد دینیہ کے ساتھ ہے علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ علم کلام کا موضوع وہ تسلیم شدہ عقائد ایمانیہ ہیں جن کا ثبوت پختہ دلائل عقلیہ سے بہم پہنچایا جائے تاکہ بدعت کی نجات نہ ہو۔ شکوک رفع ہوں اور عقائد میں تشبیہ کا لغو خیال سر اسر باطل ثابت ہو۔

عرض و غایت..... سعادت دینیہ و سیادت سرمدیہ یا اصول شرعیہ کے موافق عقائد اسلامیہ کا صحیح معرفت حاصل کرنا۔ تدوین علم کلام..... صاحب مفتاح السعادت نے لکھا ہے کہ علم کلام کی ابتدائی اشاعت پہلی صدی ہجری میں معتزلہ اور قدریہ نے کی اور اہل سنت والجماعت کے علم کلام کی بنیاد تیسری صدی ہجری میں پڑی۔ کیونکہ اعتزالی کی ابتداء و اصل ابن عطاء نے کی جو ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۱۳۱ھ میں وفات پائی، اور اہل سنت والجماعت کے علم کلام کی بنیاد امام ابوالحسن اشعری نے ڈالی جو تیسری صدی میں تھے اور خود ایک مدت تک معتزلی رہ چکے تھے۔ اس بناء پر علم کلام دو صدیوں تک مستقل طور پر معتزلہ کے ہاتھ میں رہا۔ علامہ شبلی نے اس کی ابتداء یوں بتائی ہے کہ مانی وغیرہ کی کتابوں کے پھیلنے سے جب الحاد کی ہوا چلی تو منصور کے فرزند خلیفہ ممدی نے اپنی حکومت میں اس آگ کو لب تیغ سے بجھانا چاہا۔ چنانچہ سینکڑوں ہزاروں آدمی قتل کر دیئے، لیکن خیالات کی آزادی جبر و تعدی سے رک نہیں سکتی تھی۔ آخر اس نے علماء اسلام کو حکم دیا کہ لمحوں کے رد

میں کتابیں لکھیں۔ اس طرح علم کلام کی بنیاد پڑی۔

علم کلام اور اس کی ضرورت فلسفہ کی عام وقعت اور ارسطو و افلاطون کے بر عظمت ناموں سے بہت سے لوگ مرعوب ہو گئے تھے اور ان کے دلوں سے مذہب کا اثر زائل ہو گیا تھا۔ اس لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ فلسفہ کے مسائل اور حکماء کے خیالات پر تنقید کر کے ان کی وقعت اور ان کے اثر کو کم کیا جائے۔ متکلمین اسلام میں امام غزالی نے اسی ضرورت سے تہافت الفلاسفہ لکھی۔ چنانچہ اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ میں نے ایک گردہ کو جو اپنے آپ کو ذہانت و فطانت میں اپنے ہمسروں سے ممتاز سمجھتا ہے۔ دیکھا کہ وہ مذہبی قیود و احکام سے بالکل آزاد ہو گیا ہے اور شعائر مذہبی اور عبادات وغیرہ کو چشم حقارت سے دیکھتا ہے اور ان کے کفر کی وجہ صرف یہ ہے کہ جب انہوں نے ہتھکڑیاں، بقرط، افلاطون اور ارسطو وغیرہ کے شاندار نام سنے اور ان کے متبعین نے ہندسہ، منطق، طبعیات اور الہیات میں ان کی دقت نظری کی تعریف کی اور ساتھ ہی یہ بھی بیان کیا کہ باوجود اس علم و فضل کے یہ لوگ مذہب کے منکر تھے اور اس کو ایک مصنوعی اور نمائشی چیز سمجھتے تھے، تو وہ بھی مذہب کے منکر ہو گئے تاکہ وہ بھی حکماء کے زمرے میں شامل ہو جائیں اور عوام و جمہور کی تائید و مساعدت کی ذلت نہ گوارا کریں، اس بناء پر میں نے قدامد فلاسفہ کی تردید میں یہ کتاب لکھی اور الہیات کے متعلق ان کے عقائد کی کمزوریاں دکھائیں۔

علم کلام علماء اعلام کی نظر میں امام غزالی کی المقتد من الضلال میں فرماتے ہیں کہ دلائل کلامیہ مفید یقین نہیں ہوتے اور التفرقتہ بین الایمان والزندہ میں لکھتے ہیں کہ اگر ہم بدعت نہ کریں تو صاف صاف کہہ سکتے ہیں کہ علم کلام میں غلو کرنا حرام ہے۔ امام قرطبی شرح مسلم میں کہتے ہیں کہ بڑے بڑے ائمہ متکلمین نے اپنی عمریں صرف کرنے کے بعد اس علم کو چھوڑ دیا ہے، امام ابوالمعالی اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے تھے۔ ”دیکھو علم کلام کا بہت مشغلہ مت رکھنا اگر مجھے اس کا انجام پہلے معلوم ہوتا تو آج میرا یہ انجام نہ ہوتا۔“ فاضل محمد شہرستانی علم کلام میں ساری عمر صرف کرنے کے بعد نہایتہ الاقدام میں لکھتا ہے۔

وسیرت طرفی بین تلك المعامل

لعمری لقد طفت المعاهد كلها

اپنی جان کی قسم میں بڑے بڑے مقامات پر خود گھوما اور اپنی نظر کو خوب گھما کر دیکھا۔

على ذقنه اوقاد عاسن نادهم

فلما ارالا واضعا كف حائر

مگر جس کو دیکھا اپنی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھے حیرت زدہ دیکھا اور جس کو پایا شرمندہ شخص کی طرح دانت کریدتا پایا۔ اس کے بعد یہ نصیحت کرتا ہے کہ دیکھو بوڑھی عورتوں کا سادہ دین اختیار کئے رہنا۔

(عليكم بلدين العجائز فانه من اسنى الجوانز)

علم کلام اور اس کی دو شاخیں دراصل علم کلام کی دو مختلف شاخیں ہیں عقلی اور نقلی۔ ان میں پہلی شاخ فلسفہ اور دوسری مذہب کے مقابلہ میں ایجاد ہوئی تھی۔ پہلی شاخ کے بعد موجد معتزلہ یعنی ابوہذیل علاف، نظام، جاحظ اور ابو مسلم اصفہانی وغیرہ تھے اور چونکہ یہ علم کلام خالص فلسفیانہ اصول پر مرتب کیا گیا تھا اس لئے محدثین و ائمہ نے علم کلام کی جو مخالفت کی اس کا تعلق اسی علم کلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ نقلی علم کلام خود اسلامی فرقوں یعنی معتزلہ، قدریہ، جبریہ وغیرہ کے مقابلہ میں ایجاد ہوا تھا اور اس کے موجد امام ابو الحسن اشعری تھے جو ۷۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۳۰ھ میں وفات پائی۔ علم کلام اور طریق قدام و متاخرین ابتداء میں یہ طریقہ بالکل نقلی تھا۔ سب سے پہلے قاضی ابو بکر باقلانی نے اس میں چند عقلی مسائل کا اضافہ کیا۔ مثلاً یہ کہ جو ہر فرد ثابت ہے، خلاء کا وجود ہے، عرض، عرض کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتا۔ عرض دو زمانوں تک باقی نہیں رہ سکتا۔ اسی قسم کے اور بھی متعدد مسائل تھے جن کو انہوں نے اس عرض سے لے لیا

تھا کہ اسلامی عقائد کے دلائل ان پر موقوف تھے، البتہ دلائل کی وہ صورتیں جن سے قیاس کی ترکیب ہوئی اب تک پیدا نہیں ہوئی تھیں اور اگر پیدا بھی ہوئی تھیں تو متکلمین کو ان کے اختیار کرنے سے احتراز تھا کیونکہ ان کا تعلق صرف فلسفہ سے تھا جو عقائد شرعیہ کے بالکل مخالف تھا، اس طرح علم کلام کا ایک نیا طریقہ پیدا ہوا جو نہ بالکل عقلی تھا نہ بالکل نقلی، قاضی ابو بکر باقلانی کے بعد امام الحرمین نے اسی طریقہ کے مطابق ایک کتاب شامل کے نام سے لکھی پھر اسی کو مختصر کیا اور اس کا نام ارشاد رکھا۔

امام الحرمین کے زمانہ تک فلسفہ کی تمام شاخیں جن میں منطق بھی شامل تھا ایک ہی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ لیکن جب علم منطق کی تعلیم و تعلم کا رواج ہوا تو متکلمین کو معلوم ہوا کہ منطق دوسرے فلسفیانہ علوم سے بالکل مختلف اور محض دلائل کی صحت و فساد کے معلوم کرنے کا ایک معیار اور ذریعہ ہے، اس کے بعد انہوں نے قدام کے علم کلام کے قواعد و مقدمات کو دیکھا تو اب جو دلائل قائم ہوئے ان کی بنیاد پر اکثر قدیم علم کلام کے قواعد کی مخالفت کی اور زیادہ تر یہ دلائل طبیعیات اور الہیات میں فلاسفہ کے مباحث سے ماخوذ تھے، اس طرح علم کلام کا یہ طریقہ قدام کے علم کلام کے طریقہ سے مختلف ہو گیا اور یہی طریقہ ہے جس کو متاخرین کا طریقہ کہتے ہیں اور اس میں ان لوگوں نے فلاسفہ کے ان مسائل اور علوم کی تردید کو بھی شامل کر لیا جو عقائد اسلام کے مخالف تھے۔ اس طرح انہوں نے فلاسفہ کو بھی ان فریقوں میں شامل کر لیا جو عقائد میں ان کے حریف تھے۔ کیونکہ فرقہ مقدمہ کے مذاہب اور فلاسفہ کے مذاہب میں بہت زیادہ مناسبت تھی، سب سے پہلے امام غزالی نے اس طریقہ کے مطابق علم کلام میں کتابیں لکھیں۔ پھر امام ابن الخطیب آپ کے نشانات قدم پر چلے۔ اس کے بعد امام رازی نے ان کی تقلید کی۔

مخلوط علم کلام..... تاہم امام غزالی اور امام رازی کے زمانہ تک علم کلام اور فلسفہ کے موضوع و مسائل میں باہم اس قدر اختلاط نہیں ہوا تھا کہ دونوں علموں میں کوئی فرق باقی نہ رہے لیکن متاخرین نے اس میں اس قدر غلو کیا کہ فلسفہ اور علم کلام مخلوط ہو کر گویا ایک ہی علم ہو گئے۔ چنانچہ علامہ بیضاوی کی کتاب طوابع اور بعد کے آنے والے نجی علماء کی تصانیف اس دعویٰ کی کھلی اور صاف مثالیں ہیں۔

علم کلام اور آج کا دور..... آج کل چونکہ ملاحدہ و مبتدعہ ختم ہو گئے اور آئمہ اہل سنت عقائد کے بارے میں کافی لکھ لکھا گئے ہیں اس لئے اب علم کلام کا شمار علوم غیر ضروری میں ہو گیا ہے اور حقیقت میں اولہ عقلیہ کی ضرورت اسی وقت پیش آتی ہے جب کوئی دعویٰ کو رد اور باطل کرے اور جب میدان میں کوئی مد مقابل ہی نہیں تو اولہ عقلیہ کی کیا ضرورت، اب تو تہزیہ باری تعالیٰ ایک مسلمہ چیز ہو گئی۔ جس میں رد و رد کا موقع ہی نہیں رہا، منقول ہے کہ حضرت جنید متکلمین کی ایک جماعت پر گذرے جو تہزیہ باری کے متعلق آپس میں مصروف بحث تھے، آپ نے دریافت فرمایا یہ کون ہیں۔ عرض کیا گیا کہ یہ لوگ ذات باری تعالیٰ کو اولہ کے زور سے ہر عیب و نقص سے پاک اور بری ثابت کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ جہاں عیب محال ہو وہاں عیب کی نفی خود اپنی جگہ عیب ہے، لیکن اس نقطہ نظر سے کہ حامل سنت کا عقائد ایمانیہ کے حج و اولہ سے وادائف رہنا بھی کچھ زیب نہیں دیتا۔ اس لئے علم کلام اب بھی اپنے اندر فائدہ رکھتا ہے اور طالب اس کے مطالعہ سے بے فیض نہیں رہ سکتا۔

کتب کلام و عقائد..... فن مذکور میں ذیل کی کتابیں اچھی خاصی سمجھی جاتی ہیں۔

(۱) الملل والخلل..... ابو محمد علی بن احمد معروف بابن حزم اموی قرطبی ظاہری متوفی ۵۶۴ھ کی تصنیف ہے جو بقول علامہ تاج الدین سبکی اشرف الکتاب ہے۔ اگر اس میں اہل سنت والجماعت کی شان میں گستاخی اور ابو الحسن اشعری کے ساتھ تعصب کی روش نہ اختیار کی جاتی تو اس فن کی بہترین کتاب تھی۔

(۲) الرسالۃ القدیۃ بادلہ البرہانیۃ..... حجتہ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ کی تصنیف ہے۔

(۳) بحر الکلام

(۴) تہصرۃ الادبیۃ..... یہ دونوں شیخ ابو المعین میمون بن محمد نسفی حنفی متوفی ۵۰۸ھ کی تصنیف ہیں۔

(۵) ہدایۃ..... شیخ نور الدین ابو بکر احمد بن محمد صابونی حنفی متوفی ۵۰۸ھ کی تصنیف ہے۔

(۶) نہایۃ الاقدام

(۷) الملل والحلل..... دونوں شیخ ابو الفتح محمد بن عبد الکریم شہرستان متوفی ۵۴۷ھ کی تصانیف ہیں۔

(۸) الداعی الی الاسلام فی اصول علم الکلام..... شیخ ابو البرکات عبد الرحمن بن محمد انہاری متوفی ۵۷۷ھ کی ہے۔

(۹) کفایتہ..... شیخ نور الدین ابو بکر احمد صابونی کی تصنیف ہے، علامہ تفتازانی نے شرح عقائد میں اس سے مضمون لیا ہے۔

(۱۰) تحصیل الحق

(۱۱) دلائل فی عیون المسائل

(۱۲) محصل افکار المسندین والساخرین میں الحکماء والمفکرین۔

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ کی تصانیف ہیں۔

(۱۳) ابکار الافکار..... شیخ ابو الحسن علی بن علی بن محمد غلبی احنبل شافعی معروف بسیف الدین آمدی متوفی ۶۳۱ھ

کی تصنیف ہے۔ جمع مسائل اصول پر حادی ہے۔ یہ آٹھ قواعد پر مرتب ہے۔ قاعدہ اول علم کے بیان میں ہے اور دوم بیان نظر

میں سوم موصل الی المطلوب میں چہارم انقسام علوم میں پنجم بنوات میں ششم معاد میں ہشتم اسماء میں ہشتم امامت میں

(۱۴) رموز الکنوز..... یہ بھی موصوف کی تصنیف ہے۔ ابکار الافکار کا اختصار ہے۔

(۱۵) تجرید..... محقق وقت نصیر الدین ابو جعفر محمد بن محمد طوسی متوفی ۵۷۲ھ کی تصنیف ہے اور بہت عمدہ اور

مشہور کتاب ہے۔ چھ مقاصد پر مرتب ہے۔ مقصد اول امور عامہ کے بیان میں ہے اور دوم جو اہر و اعراض میں سوم اثبات

صانع اور اس کی صفات میں، چہارم نبوت میں، پنجم امامت میں، ششم معاد میں

(۱۶) طوابع الانوار..... قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ کی بہت خوب کتاب ہے۔

(۱۷) اعتماد الاعتقاد..... حافظ الدین ابو البرکات عبداللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی ۷۰۱ھ کی تصنیف ہے۔

(۱۴) علم ادب

لغوی تحقیق..... لسان العرب میں ادب کے لغوی معنی دعوت (بلانا) ہے، وہ کھانا جس کی طرف لوگوں کو بلایا جاتا ہے

اس کو ”مدعاۃ“ اور ”مادیہ“ کہتے ہیں۔ السبیط میں ادب (تحرک الاوسط) کے معنی لطافت طبع اور خوش اطواری کے ہیں۔

ادب، علم، سکھانا، تا ادب بہ، تعلیم بہ سیکھا، الادب بسکون العین کے معنی تعجب کے ہیں۔ جیسا کہ الادب (بالضم) کے معنی

تعجب اور پسندیدگی کے ہیں، اور ”ادب البحر“ کے معنی پانی کی زیادتی ہے۔ ادب کا اطلاق ایسے ملکہ پر جس کے ذریعہ سے

آوی ہر عیب سے بچا ہے اور ”وضع کل شی فی موضعه“ یعنی ہر چیز کو اس کی مناسب جگہ رکھنے پر بھی ہوتا ہے۔

اصطلاحی تعریف..... ادب اصطلاحی وہ علم ہے جس کی نگہداشت حدود اور رعایت کرنے سے آدمی اپنے مافی الضمیر کو لو

کرنے میں لفظی معنوی اور تحریری غلطیوں سے بچ سکے، علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں علم ادب پر بحث کرتے ہوئے

لکھا ہے کہ ادب سے مراد ہے زبان کا خلاصہ اور اس کا نچوڑ، نیز اسالیب عرب کے مطابق نظم و نثر میں عمدگی پیدا کرنا، اس کے

بعد لکھتے ہیں کہ جب عرب اس فن کی معین تعریف کرنا چاہتے ہیں کہتے ہیں ادب عربوں کی شاعری اور ان کی تاریخ و اخبار کو

حفظ کرنے نیز ہر علم میں سے کچھ حصہ اخذ کرنے کا نام ہے۔ کشف الظنون میں لوب کی تعریف کے تحت لکھا ہے کہ ادب وہ علم ہے جس کے ذریعہ عربی زبان بولنے اور لکھنے میں غلطیوں سے محفوظ رہا جائے۔ جر جانی نے اپنی تعریفات میں لکھا ہے کہ یہ لفظ ان تمام معلومات پر بولا جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ ہر قسم کی خطاء سے محفوظ رہا جاسکے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ لوب علوم و فنون کی روح ہماری زندگیوں کا حاصل، ہمارے افکار و جذبات و احساسات کا خلاصہ اور انسانی عقول و نفوس اور قلوب و اجسام پر حکمرانی کرنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ ادب موسیقی ہے جو اپنے ساز کی تاثیر سے قوموں کو مست خرام اور مائل بہ عمل رکھتی ہے۔ ادب حسین الفاظ اور شگفتہ اسلوب میں مانی الضمیر کے اظہار کا نام ہے تاکہ ان ذرائع سے کام لے کر معانی براہ راست سامع یا قاری کے دل میں ڈال دیئے جائیں۔ ادب اپنے زمانہ کی پوری تصویر اور صحیح تاریخ ہوتا ہے۔ آپ کسی زبان کے ایک دور کا لوب پڑھ کر اس عہد کے لوگوں کے اعتقادات، تعلیمی سطح اور ان کی عملی قوتوں کا پورا پورا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

وجہ تسمیہ..... وہ لٹریچر جس سے ادیب متاثر ہوتا ہے وہ لوگوں کو مذہب اور شائستہ بناتا ہے اور ناشائستہ باتوں سے روکتا ہے، نیز لفظ یا کتابت کے اغلاط سے جو خرابی زبان میں محاورے کی حیثیت سے واقع ہوتی ہے۔ اس سے حفظ و نگہداشت اس علم کے ذریعہ سے کی جاتی ہے یا اس علم کا باہر تقریر و تحریر میں صحیح الفاظ و عبارت سے اپنے مانی الضمیر کو لو اکر نے کا ایک خاص ملکہ حاصل کر لیتا ہے یا ادیب اپنے ذہن یا زبان و قلم وغیرہ ہر چیز کو بر محل استعمال کرتا ہے۔ اسلئے اس علم کا نام علم ادب رکھا گیا۔ علم ادب کا موضوع..... ظاہر ہے کہ موضوع اسی علم کا متعین ہو سکتا ہے جس کی تمام قسموں کے موضوعات باوجود تباہ صغی یا تباہین نوعی کے کسی ایک جنس قریب اعم مطلق کے تحت میں داخل ہوں ورنہ کوئی موضوع متعین نہیں کیا جاسکتا۔ علم ادب بھی ایسا ہی ہے کہ اس کے اقسام کے موضوعات کسی ایک جنس کے تحت میں داخل نہیں کیونکہ یہ بارہ علوم سے مرکب ہے (جیسا کہ عنقریب آئے گا) اس لئے محققین نے کہا ہے کہ اس علم کا کوئی موضوع نہیں ہے، ابن خلدون نے لوب کے موضوع کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے ”ہذا العلم لاموضوع لہ یختر فی اثبات عوارضہ اولیہا“ علم ادب کا کوئی موضوع نہیں ہے جس کے احوال سے اثبات و نفی میں بحث کی جائے، اسی کو ادیب کامل حضرت مولانا محمد اعجاز علی صاحب نے حق قرار دیا ہے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اس کا موضوع الفاظ و عبارات اور اشعار و اخبارات یا مطالب و تقاریر ہیں اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کا موضوع طبیعت یا فطرت ہے جس سے مراد واردات، داخلیت اور تاثرات (خارجیت) ہیں جن سے انسان اس مادی دنیا میں متصادم ہوتا ہے۔ انسان خارجی حقائق کا مظہر ہے اور طبیعت داخلی کیفیات کی، ان پر تنقید و بصرہ فطرت انسانی کا تقاضا ہے، داخلی یا خارجی عوامل کی ترجمانی کا نام طبیعت یا فطرت انسانی کا تقاضا ہے، داخلی یا خارجی عوامل کی ترجمانی کا نام طبیعت یا فطرت ہے۔ یہی ادب کا موضوع ہے۔

غرض و غایت..... اپنے مانی الضمیر کو پورے طور سے نہایت دلچسپ اور موثر پیرایہ میں دوسرے کے ذہن نشین کر دینا، ذہن و زبان کو لفظی و معنوی اور تحریری غلطیوں سے بچانا علم ادب کی غایت ہے اور خصوصیت کے ساتھ عربی ادب کا یہ بھی فائدہ ہے کہ قرآن و حدیث کو اس کے اعجاز لفظی و معنوی سے کامل طور پر متاثر ہو کر اس کے مضامین کو سمجھنا اور سمجھانا، علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں لکھا ہے کہ اس علم سے غرض یہ ہے کہ عربی عبارت اور اس کے اسالیب سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے تاکہ جب کلام عرب سامنے آئے تو اس کا کوئی پہلو نگاہوں سے اوچھل نہ رہ سکے۔

ادب عربی کی اہمیت و شرف عربیت..... عربی ادب کا سرمایہ متعدد (وجوہ کی بناء پر بڑی عظمت و اہمیت رکھتا ہے)۔ (۱) حق تعالیٰ نے عربی زبان کو اپنے آخری پیغام ہدایت کیلئے منتخب فرما کر ایک خاص انداز سے اپنی حفاظت میں پروان چڑھایا اور جب اس زبان کا ادب استعداد و صلاحیت کے اس بلند مقام پر پہنچا جہاں وہ روح خداوندی کا تحمل ہو سکے تو

اس میں قرآن مجید کو نازل فرمایا جو ادب عربی کا اعلیٰ و اکمل نمونہ ہے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ انا انزلناہ قرآنا عربیاً۔ (ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا) یعنی عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح و سلیقہ اور منضبط و پر شوکت زبان ہے۔ نزول قرآن کیلئے منتخب فرمائی، ابن اثیر لکھتے ہیں۔

”انزل اشرف الکتاب باشرف اللغات علی اشرف الرسل بسفارة اشرف الملاحکة وکان ذلک فی اشرف بقاع الارض وابتداء انزالہ فی اشرف شہور السنة وھو رمضان فکمل من کل الوجوہ۔“

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ احبوا العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی وکلام اهل الجنة عربی۔ (ذکرہ ابن عساکر فی ترجمۃ زھیر بن محمد بن یعقوب)۔ حضرت ابن عمر سے حضور ﷺ کا ارشاد مروی ہے۔ ”من یحسن ان یتکلم بالعربیۃ فلا یتکلم بالعجمیۃ فانہ یورث النفاق (رواہ السلفی) ایک روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”تعلموا العربیۃ فانھا من دینکم“

(۳) عربی ادب نے قدیم زمانہ میں دنیا کی تمام ترقی پسند اقوام کے علوم و فنون اور آداب کو نہایت کشادہ ظہری سے اپنے اندر محفوظ کیا اور آج بھی وہ دنیا کی جدید علمی تحقیقات اور ادبی تصانیف کو اپنے اندر جذب کر لینے میں کسی حیثیت سے پیچھے نہیں ہے۔ اس طرح دنیا کی تمام زبانوں میں صرف عربی زبان ہی کو یہ مقام حاصل ہے کہ وہ بیک وقت علوم قدیمہ و جدیدہ کا تمام ضروری و کار آمد سرمایہ اپنے اندر رکھتی ہے۔

(۴) عربی زبان کو ایک اور امتیازی خصوصیت یہ بھی حاصل ہے کہ دین اسلام کا تمام بنیادی سرمایہ صرف اسی ایک زبان میں ہے اور دنیا کی کوئی دوسری زبان اس فضیلت میں اس کی شریک و سہیم نہیں بن سکتی، و لہذا در الشاعری قال

إذا الفتی فاتہ مال یجملہ
هو اللباس الذی لاشئ یدعلہ
نفی التادب میاناتہ خلف
والمفخر الدین فیہ الفضل والشفع

وقال آخر

کم من حیس وضع القدر لیس لہ
قد صار بالادب المحمود ذا اشرف
فی العربیت ولا یمنی الی نسب
غال رذا حسب محض وذا نشب
یعلی التادب اقواما ویرفعہم
حتی یساووا ذوی العلیا فی الرتب

والآخر

کن ابن من شئت واکتسب ادبا
ان الفتی من یقول بانا اذا
یغنیک محمود لاعن نسب
لیس الفتی من یقول کان ابی

علم ادب کے متعلق ایک وہم کا ازالہ علم ادب کے متعلق عموماً یہ وہم ہوتا ہے کہ ادب کا بیشتر حصہ شعری و شاعری سے وابستہ ہے اور شعر کی مذمت قرآن پاک و حدیث صاحب لولا کہ ہر دو میں موجود ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ”والشعراء یتبعہم الغاؤون الم ترا انہم فی کل وادیہم و انہم یقولون مالا یفعلون (ترجمہ) اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے، امام مسلم نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ عرج جا رہے تھے کہ ایک شاعر نے شعر پڑھنا شروع کیا تو آپ نے فرمایا ”خذوا الشیطان او امسکوا الشیطان لان یمتلی جوف رجل قیحا خیرلہ من ان یمتلی شعرا کہ شیطان کو پکڑ لو یا اس کو روکو، اگر کسی شخص کا پیٹ پیپ سے بھر جائے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا پیٹ شعروں سے بھر جائے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے امام بخاری کے الفاظ ہیں ”لان یمتلی جوف احدکم قیحا خیرلہ من ان یمتلی شعرا جواب یہ

ہے کہ آیت وحدیث مذکور شعر مذموم پر محمول ہے جو تلاوت قرآن و ذکر رحمن سے غافل بنائے، رہے مدوح اشعار جیسے نعت مصطفیٰ ﷺ، ثنائے رب الطاء، مدح اولیاء، اور بیان زہد ورع اور مواعظ و حکم پر مشتمل ہونے والے اشعار سو وہ آیت و حدیث کا مصداق نہیں ہیں، شرح السنہ میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ”قال یا رسول اللہ ان اللہ قد انزل فی الشعر ما انزل، فقال ان المومن یجاہد بسیفہ ولسانہ والذی نفسی بیدہ لکانما ترمو ونہم بہ نضح النیل انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حق تعالیٰ نے شعر کی بابت بڑی سخت و عید نازل فرمائی ہے، آپ نے فرمایا! مومن اپنی تلوار اور زبان ہر دو سے جہاد کرتا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک تم شعر کے ذریعہ مشرکین کو تیر سے زیادہ گھائل کرتے ہو، استیعاب میں حافظ ابن عبد البر کے الفاظ ہیں۔ قال یا رسول اللہ ما ذا تری فی الشعر فقال ان المومن یجاہد بسیفہ ولسانہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس شعر کا تذکرہ ہوا، آپ نے فرمایا ”ہو کلام فحشہ حسن وقبیحہ فبیحہ“ (رواہ الدارقطنی وروای المسافعی عن عروہ موسلا) معلوم ہوا کہ آیت وحدیث میں مطلق شعر کی مذمت نہیں بلکہ فبیح اشعار کی مذمت ہے، چنانچہ دیگر احادیث میں اچھے اشعار کی تعریف موجود ہے، حدیث میں ہے، ان من الشعر حکمہ حضرت ابن عباس سے مرفوع روایت ہے، ان من الشعر حکما مام ترمذی نے اسکو حسن صحیح کہا ہے، لغات میں ہے کہ حکم اور حکمت دونوں ایک ہی معنی میں ہیں، امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مولف و امثال ہیں جن کو شعراء کریں اور لوگ ان سے فائدہ اٹھائیں، امام ابوداؤد نے حضرت بریدہ سے مرفوع روایت کیا ہے، ان من الیان سحران وان من العلم جہلان وان من الشعر حکما وان من القول عیلا کہ بعض بیان جادو (جھڑا) ہوتا ہے اور بعض علم، میں جمل و کامیوزہ، ہوتا ہے اور بعض شعر حکمت (سے پر) ہوتے ہیں اور بعض بات بوجہ ہوتی ہے، بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان کیلئے مسجد میں منبر کھواتے اور حضرت حسان اس پر فخریہ اشعار پڑھتے تھے، حضرت کعب بن زہیر نے اپنا قصیدہ، بابت سعاد، آپ کے سامنے پڑھا اور مشرف باسلام ہوئے، امام مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے عمر بن اشریق کو امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سنانے کا حکم فرمایا، انھوں نے اشعار سنا دیئے، آپ ہر شعر کے بعد فرماتے ”بیہ“ اور سنا، یہاں تک کہ انھوں نے ایک سو اشعار سنائے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

احمد اللہ لا شریک لہ

من لم یقلھا فہ ظلم

ایک مرتبہ آپ نے حضرت حسان سے فرمایا، تو نے ابوبکر کے حق میں کوئی شعر کہا ہے۔ انھوں نے کہا، ہاں، آپ نے فرمایا سنا حسان نے یہ اشعار پڑھے۔

وثانی اثین فی الغار المخیف وقد

طاف العدو بہ اذ صاعد الجبلا

وکان حب رسول اللہ قد علموا

من الخلاق لم یعدل بہ بدلا

آپ نے یہ اشعار سکر تبسم فرمایا، حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک حدی خواں تھا جس کو تبسم کہتے تھے، یہ بہت ہی خوش الحان تھا۔ ایک موقع پر اس نے کچھ اشعار پڑھے تو، آپ نے فرمایا، روید کہ یا نبیہ لا تکرر القواریر ”اے نبی! ٹھہر سہت، نازک کے دلوں کو گھائل نہ کر قال آزاد الجبرائی۔

کم من قلوب رفاق اشر علیہم

یا حادی العیس رفاقا بالقواریر

حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ بھی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ بن رواحہ کا یہ شعر پڑھتے تھے ”ویاتیک بالاحبار من لم تزد“ اور ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے، حضرت ابو ہریرہ کی مرفوع حدیث میں ہے، اشعر کلمۃ تکلمت بہا العرب قول لیدع الا کل شئی ما خلا اللہ باطل، یہ حدیث بھی حسن صحیح ہے۔ پہلی صدی ہجری..... لفظ ادب کی اصل تاریخ نبی امیہ کے عہد سے شروع ہوتی ہے انھیں کے زمانہ میں یہ لفظ رائج اور

شائع ہوا اسی زمانہ سے اس لفظ کا استعمال سب سے پہلے تعلیم و تربیت کے معنی میں ہوا، عہد بنی امیہ میں اساتذہ کی ایک ایسی جماعت تھی جو امراء کے لڑکوں کو تعلیم و تربیت دینے پر مامور تھی۔ اس جماعت اور اشعار کے راویوں اور تاریخی واقعات بیان کرنے والوں کو ”مودب“ کہا جاتا تھا۔ اس جماعت مودبین میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابو عبد اللہ الجعفی

(۲) عامر الاشعری..... یہ دونوں خلیفہ عبد الملک بن مروان کے لڑکوں کو تعلیم دیتے تھے۔

(۳) صالح بن کیسان..... خلیفہ عمر بن عبد العزیز کے لڑکوں کا مودب تھا۔

(۴) جعد بن درہم خلیفہ مروان بن محمد کا مودب تھا۔

اس دور کی تحریروں میں جا بجا لفظ ادب کا تذکرہ ملتا ہے، زیاد بن ابیہ اپنے خطبہ البیہرۃ میں کہتا ہے کہ

فادعوا لله بالصالح لائمتمکم فانهم ماسکتکم المودبون لکم اما والله لا ودینکم غیر هذا الادب اول تسقمن

تم خدا سے اپنے ائمہ کیلئے راستی اور خیر کی دعا کرو کیونکہ وہ تمہارا انتظام کرنے والے اور لوب سکھانے والے ہیں۔

بعد اتم کو اس طرز ادب کے سو ادب سکھاؤں گا ورنہ تم اپنی روش درست کر لو۔

کسی فزاری شاعر نے لفظ ادب کو اپنے شعر میں اس طرح استعمال کیا ہے۔

انی وجدت ملاک الشیمة الادبا

کذا لک ادب حتی صار من خلقی

میری تربیت اس طور پر کی گئی ہے کہ ادب میری سرشت بن گئی ہے اور میں نے اپنی خصلت کا مدار ادب کو بنالیا ہے۔ بنی امیہ کے زمانہ میں اس لفظ کا اطلاق اس قسم کے علوم پر ہوتا تھا جن کا مذہب اور دینیات سے کوئی تعلق نہ ہو، جیسے شاعری، کہانی، انساب، ایام عرب، اخبار و احوال، شرافت اور حسن اخلاق بھی اس سے مراد لئے جاتے تھے اور جب لغت مدون ہوا تو وہ بھی ادب میں شامل ہو گیا۔

صاحب لسان العرب نے مادہ ادب سے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”ادب دو ہی چیزوں کا نام ہے۔ ایک تہذیب نفسی، دوسرے تعلیم شعر و نثر“ پہلی صدی ہجری سے اب تک مادہ ادب انہی دو معنوں پر دلالت کرتا رہا، بنی امیہ ہی کے عہد سے ادیب یا مودب، شاعر اور نثر نگار کے درمیان فرق قائم ہوا۔ جس شخص پر ادب اور اس کی تعلیم کا غلبہ ہوتا تھا اس کو ادیب کہتے تھے اور جس کا رجحان شاعری کی طرف ہوتا تھا وہ شاعر کہلاتا تھا۔

دوسری صدی ہجری..... دوسری صدی کے نصف اول میں جب عربی علوم لغت، نحو یا صرف کا نشو و نما ہوا تو ان ناموں نے اصطلاحی شکل اختیار کر لی اور یہ علوم ”لوب تعلیمی“ میں داخل ہو گئے، ادب تعلیمی کا مفہوم وسیع ہو گیا۔ لفظ ادب کا اطلاق نثر و نظم، انساب، اخبار، لغت، نحو، صرف اور نقد پر ہونے لگا۔ فن ادب میں سب سے متعلقہ روایت حماد الراودیہ متوفی ۱۵۸ھ اسی دور کا مجموعہ ہے۔

تیسری صدی ہجری..... تیسری صدی ہجری میں ادب پھر اپنے اس مفہوم کی طرف واپس لوٹا جو پہلی صدی میں تھا۔ یعنی ادب فنی اور تہذیب نفسی کے معنی دینے لگا۔ اس تعریف میں شعر و نثر اور ان سے متعلقہ علوم اخبار، انساب، ایام عرب اور احکام نقد داخل ہیں۔ البتہ اس میں فنی نثر اور ادبی تنقید کا اضافہ ہو گیا۔

اس صدی میں اعلیٰ ادب تصنیف ہوا، امام جاحظ متوفی ۲۵۵ھ کی ”البران والتمیین“ ابن قتیبہ متوفی ۲۶۷ھ کی ”الشعر والشعراء“ اور مبرد متوفی ۲۸۵ھ کی ”کامل جو عربی ادبیات میں اصنام الکتاب تسلیم کی جاتی ہیں اسی صدی میں لکھی گئیں۔

اس صدی میں لفظ ادب کے تہذیب نفس والے معنی میں وسعت پیدا ہو گئی اور اس موضوع پر کچھ کتابیں بھی تصنیف کی گئیں۔ ابو العباس سرخسی متوفی ۲۸۶ھ کی ”موب النفس“ کشاجم شاعر متوفی ۲۵۰ھ کی ”ادب الدیم“ کام بخدی ۲۵۶ھ کی

صحیح بخاری کا ”باب الادب“ حماسہ الی تمام طائی متونی ۲۳۱ھ کا ”باب الادب“ اس سلسلہ کی اہم کتابیں اور اجزاء ہیں۔
 چوتھی صدی ہجری..... چوتھی صدی ہجری میں لغت، نحو اور صرف لوب سے الگ ہوئے، نقد، بلاغت اور بدیع ادب میں شامل رہے، ٹھوس ادب میں تنقید اور فنی زلیہ نگاہ سے بحثیں ہوئیں۔ تجزی اور اب تمام کے لوبی معرکوں اور بعد میں متنی کے مخالفین اور موافقین کے مباحث نے فن نقد کو قاعدہ پانچویں۔ آدھی متونی ۳۷۱ھ نے اپنی کتاب ”الموازنۃ بین الطائین“ اور ابو الحسن جرجانی متونی ۳۹۲ھ نے ”الوساطۃ بین الحمی وخصوم“ انہی واقعات سے متاثر ہو کر تصنیف کیں۔ اس طرح تنقید نے مستقل فن کی حیثیت اختیار کرنا شروع کی اور اس کا شمار علیحدہ ایک علم اور لوبی فن میں ہونے لگا۔ اس صدی میں جن کتابوں نے فن نقد کو فروغ دیا اور اس کو مستقل ایک فن کا درجہ دیا ان میں قدامہ بن جعفر متونی ۳۱۰ھ کی نقد الشعراء اور نقد المعرکے نام سر فرست ہیں۔ قدامہ نے سب سے پہلے عربی نقد کے اصول استخراج کئے۔ ان کے بعد ابو بلال عسکری متونی ۳۹۵ھ نے الصنائع میں انہی کے نقش قدم کی پیروی کی۔ ابو الفرج اصبہانی متونی ۳۵۶ھ کی ”الانغالی“ اور ابن عبد ربہ متونی ۳۲۸ھ کی ”لحد الفرید“ کے نام بھی اس سلسلہ میں قابل ذکر ہیں۔ مثنی شاعر کا دیوان بھی اسی صدی کی یادگار ہے۔
 پانچویں صدی ہجری..... پانچویں صدی ہجری کے اختتام تک اہم ادبی علوم نے مستقل علوم کی حیثیت اختیار کر لی۔ شاید اسی وجہ سے زیات نے لکھا ہے کہ عمد اخوان الصفاء کے بعد لفظ ادب کا اطلاق فنون، صنعت و حرفت اور تمام غیر شرعی علوم پر نہیں رہا، لیکن عربی زبان کے علوم جیسی معانی، بیان، صرف، نحو اس کے دائرے میں داخل رہے۔
 امام ابو منصور عبد الملک بن محمد ثعالی متونی ۴۳۰ھ کی تحفۃ الدہر فی محاسن اہل العصر اسی صدی کی یادگار ہے جو کتب لوبیہ میں احسن و اکمل کتاب مانی گئی ہے۔ ولذلک قال ابو المفسوح نصر اللہ الشاعر

ابیکار افکار قدیمہ

ابیات اشعار التیمیہ

فلذلک سمیت التیمیہ

ماتوا وعاشت بعدہم

یہ چار قسموں پر منقسم ہے۔ قسم اول آل حمدان کے اشعار اور ان کے شعراء وغیرہ کے محاسن میں ہے، قسم دوم اہل عراق کے اشعار اور انشاء دولت دلیہ کے محاسن میں، قسم سوم اہل جبال، فارس، جرجان اور طبرستان کے اشعار کے محاسن میں، قسم چہارم اہل خراسان اور ماوراء النہر کے اشعار کے محاسن میں ہے۔

انواع علوم ادبیہ..... علم ادب کے متعلق بعض لوگوں کا خیال تھا کہ دو ایک آمیزہ کا نام ہے۔ جس میں زبان سے متعلق جملہ علوم ہوں۔ مثلاً صرف و نحو، معانی و بیان اور بدیع، لغت و اشتقاق، خط و تحریر، عروض قافیہ، شعر و نثر وغیرہ، علماء عرب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ علم ادب ان تمام علوم و معارف اور جملہ معلومات پر حاوی ہے جو انسان تعلیم و تدریس کے ذریعہ حاصل کرتا ہے اور اس میں صرف و نحو، علوم بلاغت، شعر و نثر، امثال و حکم، تاریخ و فلسفہ، سیاسیات و اجتماعیات سبھی شامل ہیں، بلکہ ابن قتیبہ نے لوب الکاتب میں ادیب کیلئے ریاضیات اور دیگر صنعتیں جاننے کی بھی شرط لگائی ہے۔ صاحب تاج العروس ادب کی بحث میں لکھتے ہیں کہ عجیبوں سے اختلاط کے باعث اس لفظ کو مسلمانوں نے وسیع مفہوم میں استعمال کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ لفظ ادب علوم و اخلاق، فنون و صنعت سبھی کو اپنے اندر لے لیتا ہے بلکہ اس کا اطلاق موسیقی، شطرنج، طب، انجینئری، فوجی علوم نیز دیگر علوم عرب کے سوائے گفتگو کے اقتباسات، کمائیوں اور مجلسی باتوں پر بھی ہو جاتا ہے۔

ادبی علوم سے کیا مراد ہے..... وہ کون سے علوم ہیں جو ادب کی تعریف میں شامل ہیں۔ اس کی بابت علماء کا شدید اختلاف ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہے، علامہ ابن الانباری نے علم ادب کی آٹھ قسمیں ذکر کی ہیں۔ علامہ زحہری درج جانی کے نزدیک بارہ علوم ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علم ادب کیلئے کچھ اصول ہیں۔ کچھ فروغ ہیں، اصول تو آٹھ علوم ہیں۔ یعنی لغت، صرف، اشتقاق، نحو، معانی، بیان، عروض اور قافیہ، وجہ حصر یہ ہے کہ بحث یا تو مفردات سے ہوگی یا مرکبات

سے، اگر مفردات سے بحث ہے تو یہ اگر جو اہر و مواد اور ہیات کی حیثیت سے ہو تو علم لغت ہے اور صرف صورت ہیات کے لحاظ سے ہو تو علم صرف ہے اور اصالت و فرعیت میں بعض مفردات کے بعض اخذ کی طرف انساب کے اعتبار سے ہو تو علم اشتقاق ہے اور اگر مرکبات سے بحث ہو تو مرکبات مطلقہ سے بحث ہو گی یا مرکبات موزونہ سے، اگر مرکبات مطلقہ سے بحث ہو تو اگر یہ ہیات ترکیبہ اور معانی اصلہ کی ادائیگی کے اعتبار سے ہو تو علم نحو ہے اور اگر اصل معنی کے مغایر معانی کے افادہ کے لحاظ سے ہو تو علم معانی ہے اور اگر مرتب و ضروب و خفا کے لحاظ سے اس افادہ کی کیفیت کے اعتبار سے بحث ہو تو علم بیان ہے اور مرکبات موزونہ سے بحث ہو تو اگر بحیثیت وزن بحث ہو تو علم عروض ہے اور اور آخر کے لحاظ سے ہو تو علم قوافی ہے اور فروغ چار علوم ہیں۔ یعنی رسم الخط، قرض الشعر ہو تو قرض الشعر ہے اور نثر کے ساتھ مخصوص ہو تو علم الاعضاء ہے اور اگر کسی کے ساتھ مخصوص نہ ہو تو علم المحاضرات ہے۔ علامہ سکاکی نے مفتاح العلوم میں یا قوت حموی نے معجم الادباء میں اور سید بشریف جرجانی نے مقدمہ شرح مفتاح میں ادبی علوم سے مفصل بحث کی ہے۔

فن ادب کے ارکان اربعہ..... علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ ہم نے اثناء درس میں اپنے اساتذہ کی زبانی سنا ہے کہ اس فن (ادب) کے اصول و ارکان چار کتابوں میں جمع ہیں۔ یعنی ابن تیمیہ کی ”ادب الکاتب“ مبرد کی ”الکامل“ جاحظ کی ”البیہان“ و ابن تیمیہ، اور ابو علی قالی کی ”کتاب النواہر“۔

(۱۵) علم صرف

لغوی معنی..... صرف لغت میں پھیرنے، ہٹانے، دفع کرنے اور واپس کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ”صرف اللہ قلوبہم“ اللہ نے ان کے قلوب کو حق سے پھر دیا، یعنی وہ گمراہ ہو گئے۔

اصطلاحی معنی..... صرف وہ علم ہے جس میں کلمات مفردہ موضوعہ عربیہ کی مختلف صورت و ہیات نوعیہ اور بناوٹ سے بحث ہے۔ بالفاظ دیگر صرف وہ علم ہے جس سے کلموں کی ساخت اور اول بدل کے قواعد معلوم ہوں۔

موضوع..... علم صرف کا موضوع کلمات ثلاثہ ہیں۔ یعنی اسم فعل اور حرف

غرض و غایت..... الفاظ و کلمات کے صحیح تلفظ کو معلوم کرنا اور کلموں کی ساخت اور تغیر و تبدیل کے قواعد کو پہچاننا۔

مدونین..... ابوالاسود دلی کے شاگرد معاذ بن مسلم الفراء متوفی ۱۸۷ھ نے اس علم کو وضع کیا۔ پھر ان کے شاگرد لام ابو الحسن علی کسائی متوفی ۱۸۹ھ نے اس کو ترقی دی۔ اس کے بعد کسائی کے شاگرد ابو کریب بن زیاد الفراء دلی متوفی ۲۰۷ھ نے علم صرف کو باضابطہ مدون کیا ورنہ اس سے پہلے یہ علم نحو کی ایک شاخ سمجھی جاتی تھی۔ ابو عثمان بکر بن محمد بن بقیہ (ابن عدی) ابن حبیب متوفی ۲۳۸ھ کی تصریف مازی۔ ابوالفتح عثمان بن جتی نحوی متوفی ۳۹۲ھ کی۔ ”تصریف ملوکی“۔ ابوالفضل احمد بن محمد میدانی ۵۱۸ھ کی۔ ”زہدہ الطرف فی علم الصرف“۔ علامہ ابن حاجب متوفی ۶۴۶ھ کی۔ ”شافیہ“ ابن مالک محمد بن عبد اللہ نحوی متوفی ۶۷۱ھ کی۔ ”لایئہ الافعال“ شیخ ابوالذبح اسماعیل بن محمد حضری یمنی متوفی ۶۷۶ھ کی۔ ”اساس التصریف“ شمس الدین محمد بن حمزہ فزاری متوفی ۸۳۳ھ کی۔ ”اساس التصریف“ شیخ علاء الدین علی بن محمد معروف بقوشچی متوفی ۸۷۹ھ کی۔ ”معقود الزواہر فی نظم الجواہر“۔ اس فن کی عمدہ اور مشہور کتابیں ہیں۔ درس نظامی میں اس فن کی حسب ذیل کتابیں داخل ہیں۔

میزان الصرف - مشعب
صرف میر - پنج گنج

۱۔ از مقالہ وقار احمد ضوی، کشف الظنون، مقدمہ دیوان مصطفیٰ، ترجمان العلوم، تاریخ ادب عربی وغیرہ ۱۲۔

مرآح الارواح
فضول اکبری۔ علم الصیغہ

(۱۶) علم النحو

لغوی معنی..... لفظ نحو لغت میں مختلف معانی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اول قصد و ارادہ یقال نحو ت بذنا خوا ای قصدت قصد ا دوم جہت مثل ”ہن نحو البیت عادت“ سوم مثل یقال بذنا نحوہ ای مثلاً، چہدام نوع یقال ”بذنا علی اربعۃ انحاء“ ای انواع، پنجم راستہ مثل ”بذنا نحو السوی ای الطريق المستوی“، ششم فصاحت یقال ”ما حسن نحوک فی الکلام“، ہفتم ”پھرانا یقال“ نحو ت بصری الیہ ای صرفت و قال الامام الداودی۔

جمعها ضمن بیت مفرد کملا

للتحوسب معان قدات لغة

نوع و بعض و صرف فاحفظ المثالا

قصد و مثل و مقدار و ناحیہ

اصطلاحی تعریف..... علم نحو وہ علم ہے جس میں اواخر کلمات موضوعہ کے احوال اعراب و بنا، ترکیب و افرو سے بحث کی جائے۔ کشاف اصطلاحات الفنون میں ہے کہ علم نحو جس کو علم الاعراب بھی کہتے ہیں وہ علم ہے جس کے ذریعہ ترکیب عربی کی کیفیت از روئے صحت و سقم اور اس چیز کی کیفیت معلوم ہو جو ترکیب عربی میں الفاظ کے وقوع یا لا وقوع سے متعلق ہے۔ موضوع..... علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔ کیونکہ اس میں انہیں کے احوال سے بحث ہوتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ علم نحو کا موضوع لفظ موضوع ہے مفرد ہو یا مرکب، یعنی لفظ موضوع باعتبار ہیئت ترکیبہ اور باعتبار ادائیگی معانی اصلیت، و قال فی مدینۃ العلوم و موضوعہ الרכبات و المفردات من حیث و توہمائی التراکیب و الادوات لکن نہاد وابط التریب۔ غرض و غایت..... گفتگو کے وقت معانی و ضعیہ پر تراکیب کلام کو تطبیق دینے اور کلمات کو باہم ملا کر تلفظ کرنے میں غلطی واقع ہونے سے بچنا ہے۔

شرف علم نحو..... صاحب مدینۃ العلوم و صاحب مفتاح السعاده نے لکھا ہے کہ علم نحو کا حاصل کرنا فروض کفایہ میں سے ہے کیونکہ کتاب اللہ و سنت رسول سے استدلال کرنے میں اس کی احتیاج واقع ہوتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول منقول ہے ”تعلموا النحو کما تعلمون السنن و الفرائض کہ علم نحو کو اسی طرح حاصل کرو جیسے تم فرائض و سنن کو سیکھتے ہو۔ ایوب سختیانی فرماتے تھے ”تعلموا النحو فانہ جمال للوضع و ترکہ عیبہ للشریف کہ علوم نحو سیکھو کیونکہ یہ فرومایہ کیلئے بھی باعث جمال ہے اور شریف آدمی کا اس سے کورار ہونا باعث عیب ہے۔ واللہ در کسائی فی النحو۔

وبہ فی کل علم یتضع

انما النحو قیاس یتبع

مرئی المنطق مراقاتع نواقاھ کل من یرفہ

واذا ما اتقن النحو الفقی

باب ان ینہق جینا فانقمع بغراہ ینصب الرفع دما

من جلیس ناطق او مستمع و ذالم یرف النحو الفقی

اهما فیہ سواء عندکم

کان من نصب و من خفض رفع،

لیست السنة عینا کالبدع

تدوین..... ابو بکر محمد بن الحسن زیدی کہتے ہیں کہ دور جاہلیت اور آغاز اسلام تک اہل عرب اپنی جبلی و فطری عادت کے مطابق بلا تکلف فصیح و بلیغ زبان میں گفتگو کرتے تھے کما قال الشعر

ولکن سلیقی اقوال فاعرب

ولست ینحوی یلوک لسانہ

لیکن جب دین اسلام کو تمام ادیان و مذاہب پر غلبہ حاصل ہوا اور مختلف اللغات و متفرق زبانیں بولنے والے لوگ

جوق در جوق داخل اسلام ہوئے تو عرب و عجم کے اختلاط کی وجہ سے عربی زبان میں فساد نے راہ پائی اور لوگ غلط سلاط بولنے لگے۔ اس کو دیکھ کر سلیم الفطرۃ و صحیح الذوق لوگوں کو اس کے انسداد کی فکر ہوئی۔

نزہۃ الاولیاء وغیرہ میں حضرت ابوالاسود خالم بن عمرو بن جندل بن سفیان الدؤلی سے مروی ہے کہ میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ آپ کے دست مبارک میں ایک رقعہ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ امیر المومنین ایہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، میں نے کلام عرب میں غور کیا اور دیکھا کہ وہ عجیبوں کے اختلاط کی وجہ سے بگڑ چلا ہے، اس لئے میں نے کچھ اصول منضبط کئے ہیں تاکہ ان کی طرف رجوع کرنے سے اس خرابی کا ازالہ ہو سکے۔ یہ فرما کر آپ نے وہ رقعہ مجھے عنایت فرمایا اور حکم کیا کہ تم اس کی طرف توجہ کرو اور اس کے مطابق قواعد جمع کرو اور اگر کوئی مزید بات تمہارے ذہن میں آئے تو اس کو بھی شامل کرو۔ میں نے اس رقعہ کو دیکھا تو اس میں یہ مضمون تھا ۳۱ کلام کلہ امم وفعل و حرف . فلا لسم ماناء عن المسی والفعل مانینی به والحرف ما افاد معنی . چنانچہ میں نے آپ کے ان اصول کی روشنی میں کچھ قواعد نحویہ جمع کئے عطف و لغت، تعجب و استفہام وغیرہ کے چند ابواب مرتب کئے اور جب باب ان اور اس کے اخوات تک پہنچا تو میں نے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ باب لکن کو بھی اس کے ساتھ معظم کر لو۔ میں آپ کی ہدایت کے مطابق ابواب نحو مرتب کرتا رہا یہاں تک کہ جب وہ اچھا خاصا مجموعہ ہو گیا تو آپ نے دیکھ کر فرمایا۔

ما حسن هذا النحو الذی قد نحوت، فلذلك سمی النحو.

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ عہد فاروقی میں ایک اعرابی نے لوگوں سے کہا، کوئی ہے جو مجھے محمد ﷺ پر نازل شدہ کلام الہی کا کچھ حصہ پڑھائے۔ اس پر ایک شخص نے اس کو سورۃ برآۃ کی چند آیتیں پڑھائیں اور آیت ان اللہ برئ من المشرکین و رسولہ میں لفظ ”رسولہ“ کو جر کے ساتھ تعلق کی۔

اعرابی نے کہا، کیا اللہ اپنے رسول سے بری ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو میں بھی اس سے بری ہوں۔ یہ قصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا۔ آپ نے اس اعرابی کو بلا کر فرمایا کہ یہ اس طرح نہیں ہے بلکہ یوں ہے ”ان اللہ بوی من المشرکین رسولہ“ اس کے بعد آپ نے حضرت ابوالاسود دؤلی کو وضع نحو کی طرف توجہ دلائی اور ابوالاسود دؤلی نے قواعد نحو جمع کئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ علم نحو کا واضع اول عبد الرحمن بن ہرمل الاعرج ہے اور بعض نے نصر بن عاصم کو واضع اول مانا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اول حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہی ہیں۔ آپ ہی کے بتائے ہوئے چند اصول کو سامنے رکھ کر ابوالاسود دؤلی نے قواعد نحویہ جمع کئے ہیں۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ ابوالاسود دؤلی سے سوال ہوا لمن این لك هذا النحو . قال لفت حدودہ من علی بن ابی طالب

نحاة قرن اول حضرت ابوالاسود دؤلی کے بعد آپ کے تلامذہ نے بتدریج اس علم کو ترقی دی اور کچھ زمانہ کے بعد ابو عمر بصری اور ان کے شاگرد غلیل ابن احمد نے اس کو باضابطہ مرتب و منضبط کیا۔ غلیل کے مشہور شاگرد سیبویہ نے اس علم میں ایک جامع کتاب ”الکتاب“ لکھی جو تمام بعد والوں کا ماخذ ہے۔ ہم یہاں قرن وار کچھ نحاة کا مختصر تعارف اور ان کے مولفات کا تذکرہ لکھتے ہیں۔

(۱) عنبرہ بن معدان معروف بعنبرستہ الفیل متوفی ۹۳ھ

(۲) میمون الاقرن متوفی ۱۰۲ھ، یہ دونوں ابوالاسود دؤلی کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

(۳) ابو بحر عبد اللہ بن ابی اسحق حضرمی متوفی ۱۱۷ھ، عربیت اور قرأت کے امام تھے۔ لام یونس سے ان کے علم کی

بابت پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ عبد اللہ اور دریا دونوں برابر ہیں۔ یہ فرزدق کے اشعار پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرزدق نے ان کی بھو میں یہ شعر کہا۔

فلو كان عبد الله مولی هجوته
ولكن عبد الله مولی موالیا
آپ نے فرمایا تو نے اس میں بھی غلطی کی ہے کیونکہ مولی موالیات کے بجائے مولی موال ہونا چاہیے۔
(۴) ابو سلیمان یحییٰ بن عمر عدودانی متوفی ۱۲۹ھ تابعی ہیں اور ابو الاسود دوکلی کے شاگرد ہیں۔ تفہیل اہل بیت کے قائل تھے۔

(۵) عطاء بن ابی الاسود متوفی ۱۳۰ھ علم نحو کے بہت بڑے عالم اور ماہر تھے۔ یہ سب حضرات ایک ہی طبقہ سے متعلق ہیں۔
نحاة قرن ثانی..... (۶) ابو عمر عیسیٰ بن عمر ثقفی متوفی ۱۴۹ھ، عربیت و نحو اور قرأت تینوں کے بہت بڑے عالم تھے۔ علم نحو میں آپ نے دو کتابیں لکھی ہیں۔ ایک الاکمال دوسری الجامع دونوں نہایت عمدہ کتابیں ہیں، جن کے متعلق خلیل بن احمد نحوی نے کہا ہے۔

ذهب النحو جميعا كله غير ما حدث عيسى بن عمر
ذاك اكمال وهذا جامع للناس شمس وقمر
(۷) ابو عمرو بن العلاء بن عمر بن عبد اللہ بن الحصین الحمیری المازنی متوفی ۱۵۴ھ ان کے نام کی بابت اکیس اقوال ہیں۔ اصح یہ ہے کہ ان کا نام زبان ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے۔ مشہور ماہر عربیت اور عالم نحو ہیں۔ علم نحو میں نصر بن عاصم لیثی کے شاگرد ہیں اور ان سے یونس بن حبیب، خلیل بن احمد اور ابو محمد علی بن مبدک وغیرہ نے نحو حاصل کیا ہے۔ فی حقہ یقول الفرزوق

مازلت اغلق ابوابا وافتحها
حتى اتت ابا عمرو بن عمار
کہتے ہیں کہ ان کے علمی و فائز ان کے گھر کی چھت تک آئے ہوئے تھے آخر عمر میں جب زہد و روع اختیار کیا تو پورے ذخیرہ میں آگ لگا دی۔

(۸) ابو عبد الرحمن خلیل بن احمد بصری فراہیدی متوفی ۱۶۰ھ سپداہل اب اور فن عروض کے سب سے پہلے واضح ہیں۔ ابو عمرو بن العلاء کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور سیبویہ اور نصر بن خلیل وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عروض کی تقطیع کر رہے تھے۔ اسی حالت میں ان کا صاحبزادہ ان کے پاس آیا اور حالت دیکھ کر لوگوں سے کہنے لگا کہ میرے والد تو پاگل ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کو اطلاع دی تو آپ نے یہ شعر کہا۔

لو كنت تعلم ما قول عدوتی

لو كنت اعلم ما قول عدلتکا

لكن جهلت مقالتي فعذرتکي

وعلمت انک جاهل فعذرتکا

(۹) ابو بشر عمرو بن عثمان بن قنبر معمر سیبویہ متوفی ۱۶۱ھ متقدمین و متاخرین میں سب سے زیادہ عالم نحو ہیں۔ خلیل بن احمد، یونس بن حبیب اور عیسیٰ بن عمرو وغیرہ سے علم حاصل کیا اور آپ سے ابوالحسن، اخفش اور قطرب وغیرہ نے تعلیم پائی۔ آپ کی تصنیف ”کتاب سیبویہ“ علم نحو کی بے نظیر کتاب ہے جو تمام کتب نحویہ کیلئے اہمات الکتب کا رجرہ رکھتی ہے۔ ولله در القائل

الاصلي المليك صلاة صدق

علي عمرو بن عثمان بن قنبر

فان كتابه لم يغن عنه

ذو قلم والانباء منبر

علامہ انور شاہ صاحب کشمیری ”فیض الباری میں املا کرتے ہیں کہ ”فن نحو میں معتبر کتاب رضی ہے اور مسائل کو جمع کرنے کے لحاظ سے الاشمونی ہے اور صحیح معنی میں کتاب تو سیبویہ کی الکتاب ہے۔“ مگر وہ بہت دشوار ہے۔ امام جاحظ کہتے ہیں کہ میں نے مقسم باللہ کے وزیر محمد بن عبد المالك کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو میں نے سوچا کہ ان کیلئے کون سی مفید اور بیش قیمت چیز ہدیہ کے طور پر لے جاؤں بہت فکر و جستجو کے بعد میری نظر انتخاب سیبویہ کی کتاب پر پڑی جو میں نے فراء نحوی کی

میراث سے خریدی تھی۔

(۱۰) ابو الحسن علی بن حمزہ کسائی متوفی ۸۹ھ نحو و لغت اور قرأت کے امام ہیں۔ انہوں نے ابو جعفر رواسی اور معاذ ہزراء سے تعلیم پائی۔ ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء اور ابو عبیدہ القاسم وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

(۱۱) ابو زکریا یحییٰ بن زیاد الفراء الکوفی متوفی ۲۰۷ھ کوفہ میں سب سے زیادہ لغت اور فنون ادب سے واقف تھے۔
نخاۃ قرن ثالث (۱۲) ابو الحسن سعید بن مسعدہ مجاشعی معروف باخفش متوفی ۲۱۵ھ (و قلیل ۲۲۱ھ) بصرہ کے ممتاز نخاۃ میں سے ہیں اور سیبویہ کے شاگرد ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے علم نحو میں ان کی ایک کتاب ”الاوسط“ ذکر کی ہے۔
(۱۳) ابو عمر صالح بن اسحاق جری متوفی ۲۲۵ھ یہ عالم نحو و لغت ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے۔ علم نحو اخفش وغیرہ سے اور علم لغت ابو عبیدہ، ابو زید انصاری اور اصمعی وغیرہ سے حاصل کیا اور علم نحو میں الخضر ایک عمدہ کتاب لکھی جو الفرج کے نام سے مشہور ہے۔

(۱۴) ابو عثمان بکر بن محمد بن عثمان المازنی البصری متوفی ۲۴۹ھ نحو و ادب میں اپنے زمانہ کے امام تھے۔ علم نحو میں آپ کی کتاب ”علل الخو“ عمدہ کتاب ہے۔

(۱۵) ابو العباس محمد بن یزید معروف بالمبرد بصری متوفی ۲۸۵ھ شیخ عربیت و امام نحو، ابو عمر جری، ابو عثمان مازنی اور ابو حاتم بختانی وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ علم نحو میں ان کی کتاب ”المقدمہ“ کے نام سے مشہور ہے۔
(۱۶) ابو العباس احمد بن یحییٰ معروف بخلب متوفی ۲۹۱ھ علم نحو میں ان کی کتاب ”الاوسط“ جید کتاب ہے۔
(۱۷) ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن السری بن سہل معروف بزجاج نحوی متوفی ۳۱۶ھ اکابر اہل عربیت سے ہیں۔
مبرد اور ثعلب وغیرہ کے شاگرد ہیں۔

(۱۸) ابو بکر محمد بن السری بن سہل معروف بابن السراج متوفی ۳۱۶ھ نحو و ادب کے مشہور ائمہ میں سے ہیں۔
(۱۹) ابو الحسن محمد بن احمد معروف بابن کیسان بغدادی متوفی ۳۲۰ھ علم نحو میں ان کی دو کتابیں ہیں۔
ایک ”مہذب“ دوسری ”علل الخو“ دونوں عمدہ ہیں۔

نخاۃ قرن رابع (۲۰) ابو جعفر احمد بن محمد معروف بخاس نحوی متوفی ۳۳۸ھ ان کی بھی دو کتابیں ہیں۔ ایک ”تقاہ“ دوسری ”الکافی“

(۲۱) ابو القاسم عبد الرحمن بن اسحاق زجاجی متوفی ۳۳۹ھ ان کی کتاب ”المجلد الکبیرہ“ بڑی مبارک اور بہت نافع کتاب ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے یہ کتاب مکہ مکرمہ میں اس طرح تالیف فرمائی کہ ہر باب لکھنے کے بعد بیت اللہ کا طواف کرتے اور اپنے لئے مغفرت کی اور خلق خدا کیلئے اس کتاب سے انفعالات کی دعا کرتے۔

(۲۲) محمد بن مرزبان متوفی ۳۴۵ھ مشہور نحوی ہیں مبرد اور زجاج کے شاگرد ہیں۔ طبیعت میں کچھ بخل تھا۔ اس لئے کتاب سیبویہ پڑھانے پر ایک سواشر فیال لیتے تھے اس کے بغیر پڑھاتے نہ تھے۔ انہوں نے کتاب سیبویہ کی ایک شرح لکھی ہے جو ناممکن ہے۔

(۲۳) ابو محمد عبد اللہ بن جعفر معروف بابن درستویہ الفارسی متوفی ۳۴۷ھ مشہور ادباء و نخاۃ میں سے ہیں۔
ابو العباس مبرد اور عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ کے شاگرد ہیں۔ نحو میں ان کی کتاب ”الارشاد“ بہت عمدہ ہے۔

(۲۴) ابو سعید حسین بن عبد اللہ بن المرزبان معروف بسیرانی متوفی ۳۶۸ھ اکابر فضلاء و افاضات میں سے ہیں اور فن عربیت میں تو آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ عظیم الشان تصنیف شرح سیبویہ جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ اگر اس کے علاوہ آپ کی کوئی اور تصنیف نہ ہوتی تب بھی یہ کافی تھی۔

(۲۵) حسین بن احمد معروف بابن خالویہ ہمدانی متوفی ۳۷۰ھ مشہور نحوی ہیں۔ علم نحویں جمل نامی کتاب انہیں

کی ہے۔

(۲۶) ابو علی حسن بن احمد بن عبد الغفار الفارسی متوفی ۳۷۵ھ اکابر ائمہ نحویں سے ہیں بلکہ بعض حضرات نے آپ کو ابو العباس مبرور پر فضیلت دی ہے۔ ابو طالب عبدی کہتے ہیں کی سیبویہ اور ابو علی کے درمیان آپ سے افضل کوئی ہوا ہی نہیں۔ آپ ابو بکر بن السراج اور ابو اسحاق کے تلامذہ میں ہیں۔ ابو الفتح عثمان بن جنی، علی بن عیسیٰ ربیع، ابو طالب عبدی اور ابو الحسن زعفرانی وغیرہ نے آپ سے علم نحو حاصل کیا ہے۔ نحویں آپ کی کتاب ”الایضاح“ ۱۹۶ ابواب پر مشتمل ہے۔ جن میں سے ایک سو ابواب علم نحویں ہیں اور باقی تعریف میں۔ دوسری کتاب ”المعتمد“ ہے۔

(۲۷) ابو الحسن علی بن عیسیٰ الرمائی متوفی ۳۸۲ھ۔ ابو بکر بن السراج اور ابو بکر بن درید وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ علم نحو، علم لغت، علم فقہ اور علم کلام وغیرہ میں ماہر و مجتہد تھے۔

(۱۲۸) ابو الفتح عثمان بن جنی الموصلی ۳۹۲ھ بڑے اونچے درجے کے ادیب اور عالم خود تصریف تھے۔ علم تصریف میں آپ سے بڑھ کر کسی کی تصنیف نہیں۔ آپ نے ابو علی فارسی سے علم حاصل کیا اور چالیس سال ان کی خدمت میں رہے۔ ابو القاسم ثنائینی، ابو احمد عبد السلام بصری اور ابو الحسن علی بن عبد اللہ ششی وغیرہ آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ کی کتاب ”الخصائص“ اور ”المعجم“ نحوی شہکار ہیں۔

اہل کوفہ و اہل بصرہ کے نحوی جھگڑے..... یہ بات تو مسلم ہے کہ علماء کوفہ اور علماء بصرہ دونوں نے علم نحو پر خوب شرح و بسط کے ساتھ کام کیا ہے لیکن علم نحو کی ایجاد و تدوین میں فضیلت کا سہرا علماء بصرہ کے سر ہے۔ انہیں میں ابو الاسود دوہلی موجود علم نحو اور ابن اسحاق حضرمی مبین قوانین نحو اور ہارون بن موسیٰ ضابطہ نحو ہیں، جب علم نحو بصرہ اور اس کے قرب و جوار کے علاقہ میں پھیل چکا تو اہل کوفہ نے اس میں حصہ لینا شروع کیا اور انہوں نے پہلے یہ علم بصریوں ہی سے سیکھا، پھر اس کے پڑھنے پڑھانے، مدون کرنے اور شرح و تفصیل میں انہوں نے بصریوں سے برابری اور مقابلہ شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ فریقین میں چپقلش اور کشمکش رہنے لگی اور فریقین میں سے ہر ایک کا جداگانہ مذہب ہو گیا جس کی ہر ایک فریق تائید و مدد کرتا تھا۔ مخالفت کی بنیاد یہ تھی کہ اہل بصرہ سماع کو ترجیح دیتے اور صرف بصورت مجبوری قیاس کی اجازت دیتے تھے، روایت کے سختی سے پابند اور صرف خالص صصح عربوں کو قابل سند سمجھتے تھے اور اس قسم کے عربوں کی بصرہ اور اس کے مضافاتی علاقوں میں کثرت تھی، اہل کوفہ خطیوں اور اہل سواد کے اختلاط کی وجہ سے بیشتر مسائل میں قیاس پر اعتماد کرتے اور ان عرب دیہاتیوں کو بھی قابل سند سمجھتے تھے۔ جن کی فصاحت بصری تسلیم نہیں کرتے تھے، لیکن اہل کوفہ چونکہ عباسیوں کے زیر سایہ اور بنو ہاشم کے حمایتی تھے اور اس لئے بھی کہ کوفہ بغداد سے زیادہ قریب تھے۔ عباسیوں نے کوفیوں کو ترجیح دی اور اس کی وجہ سے کوفیوں کا مذہب دار الخلافہ میں پھیل گیا اور جب فریقین کے جھگڑے بڑھتے ہی چلے گئے اور انتہائی شباب پر پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں شہر ویران ہو گئے کہ یہاں کے علماء بغداد منتقل ہو گئے۔ جہاں بغدادیوں کا مذہب پیدا ہوا جو ان دونوں مذہبوں کا آمیزہ تھا۔ جس طرح علم نحو کے اندلس میں پہنچنے سے اندلیوں کا ایک مذہب پیدا ہو گیا تھا، لیکن ابھی چوتھی صدی کا آغاز بھی نہ ہوا تھا کہ ہر دو مذہب کے شہسوار دنیا سے رخصت ہو گئے اور فریقین کے حمایتیوں کی طاقت کمزور ہو گئی اور اس طرح یہ جھگڑا ختم ہو گیا۔ بعد میں آنے والے مولفوں نے بصری مذہب کو اساسی حیثیت دی اور مذہب کوفی میں سے انہوں نے صرف اس کے اختلافات بتانے پر اکتفاء کیا، بعد ازاں اس علم نے وسعت اختیار کر لی۔ متأخرین نے اس کے طول کو مختصر کیا اور صرف اصول و مبادی پر اکتفاء کیا۔ جیسے ”السهیل“ میں ابن مالک نے اور ”مفصل“ میں زنجشیری نے کیا ہے۔ درس نظامی میں علم نحو کی حسب ذیل کتابیں داخل نصاب ہیں۔ مائتہ عامل،

کافیہ، ہدایت الخو، نحو میر، شرح مائۃ عامل، شرح جامی، الفیہ، شرح ابن عقیل

(۱۷) علم معانی

لغوی تحقیق..... معانی معنی کی جمع ہے جو عنایت بمعنی توجہ سے ماخوذ ہے، معنی (بکسر نون دیائے معروف) بمعنی مطلب و مقصد اسم ظرف ہے اور معنی (فتح نون والف مقصورہ) بمعنی مراد و مطلوب، مدعا و منشاء وغیرہ اسم مفعول ہے جو دراصل معنوی تھا تحلیل و تخفیف کے بعد معنی ہو گیا۔

اصطلاحی تعریف..... معانی وہ علم ہے جس سے عربی لفظ کے وہ حالات معلوم ہوتے ہیں جن کے ذریعہ لفظ مقتضی الحال کے مطابق ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر معانی وہ علم ہے جس کے قواعد مستقر رکھنے سے کلمہ اور کلام کو باموقع استعمال کرنا آجاتا ہے، علامہ سکاکی نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ علم معانی خواص تراکیب کلام بلغاء کے تتبع کو کہتے ہیں تاکہ ان خواص پر آگہی ہو جانے سے کلام کو مقتضی الحال کے مطابق کرنے میں غلطی واقع ہونے سے احتراز ہو سکے۔ (والفصیل فی شرح حنائیل الامانی) موضوع..... تراکیب بلغایا بن حیثیت کہ وہ مقتضائے حال کے مطابق ہوں۔

غرض و غایت..... کلام کو مقتضائے حال کے مطابق ترکیب دینے میں خطاء واقع ہونے سے بچنا۔ تدوین..... تاریخ بتاتی ہے کہ سب سے پہلے اس علم میں جعفر بن یحییٰ برکی متوفی ۱۸۷ھ نے اس علم کے متعلق چند ابتدائی اصول لکھے، مگر وہ اصول اور ان کا محل اقتباس ہمارے سامنے نہیں ہے اور نہ کسی مصنف نے ان کی طرف رہنمائی کی ہے۔

ان کے بعد ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب معروف بجاہظ اصفہانی متوفی ۲۵۵ھ میں جن کو بعض حضرات نے علم معانی کا مدون اول کہا ہے ان کی کتاب ”البيان والتبيين“ بیان فصاحت و بلاغت اور فضل بیان وغیرہ کے سلسلہ میں مباحث کثیرہ نفیسہ پر مشتمل ہے اور اس میں اخلاص، خطیب، منجہ کور، نین، ہیرایہ میں ذکر کیا ہے۔ کتاب قابل دید ہے۔ مصر میں کئی مرتبہ طبع ہوئی مگر پھر بھی آج کل نایاب ہے۔

ان کے بعد شیخ ابو بکر عبد القاہر بن عبد الرحمن جرجانی متوفی ۴۷۳ھ میں جن کے حالات مائۃ عامل کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔ علم معانی میں ان کی کتاب ”دلائل الاعجاز“ اس فن کی مایہ ناز کتاب ہے۔ جس میں موصوف نے تمام مباحث کو یکجا کر دیا ہے۔ ان کے بعد ابو یعقوب سراج الدین یوسف بن ابی بکر محمد بن علی خوارزمی سکاکی متوفی ۶۲۶ھ میں۔ جن کی عرق ریزی سے اس علم کی تشہ لہجی دور ہوئی اور تہذیب و ترتیب سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا، آپ کی کتاب ”مفتاح العلوم“ کو جو ترجمہ عامہ حاصل ہے ”اس سے دنیائے علم معانی کا بچہ بچہ واقف ہے۔ حتیٰ قبل فیہ از لم یدر مثله فی الاوائل والاواخر موصوف کی یہ کتاب تین قسموں پر منقسم ہونے کے بعد بارہ علوم صرف و نحو منطق و عروض وغیرہ پر مشتمل ہے اور قسم ثالث علم بلاغت کیلئے مخصوص ہے۔

(۱۸) علم بیان

لغوی معنی..... بیان کے لغوی معنی ظاہر و واضح ہونے کے ہیں۔ باب ضرب سے آتا ہے، اس فصیح گفتگو کو بھی کہتے ہیں جو مانی الضمیر کو ادا کرے۔

اصطلاحی تعریف..... علم بیان وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے ایک مفہوم کو متعدد طرق سے لوا کرنے کا ڈھنگ معلوم ہو باس طور کہ ان طرق میں بعض معنی مروی پر دلالت کرنے میں دوسرے بعض طرق کی بہ نسبت اعلیٰ و واضح ہوں، خواہ یہ متعدد طرق بطریق کنایہ ہوں یا بطریق مجازی یا بطریق تشبیہ یا بطریق کنایہ جیسے یوں کہا جائے۔

زید مہزول الصیل، زید جہان، الکلب، زید کثیر الرماء، ان ترکیبوں میں زید کی سخاوت کو بطریق کنایہ ثابت کیا گیا ہے کیونکہ گچھڑے کا درمل ہونا یہ بتا رہا ہے کہ اس کو ماں کا دودھ نہیں ملتا بلکہ سب مہمانوں کی ضیافت میں کام آجاتا ہے۔ اسی طرح کتے کے بزدل ہونے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ مہمانوں کی کثرت آمدورفت سے ایسا مانوس ہو گیا کہ کسی کو بھونکتا ہی نہیں، نیز راکھ کا بکثرت ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کے یہاں لکڑیاں بکثرت جلتی ہیں جو مہمانوں کیلئے بکثرت کھانا پینے کی طرف اشارہ ہے۔ ان تینوں طریقوں میں گواہی ہی معنی کی تعبیر ہے لیکن وضوح و خفا میں تینوں مختلف ہیں۔ جن میں کثرت مراد واضح تر ہے، مذکورہ ذیل اشعار میں معنی واحد یعنی جو دو کرم کو اسالیب متعددہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

فلجته المعروف والحدود ساحله

هو البحر من ای النواجی تبتہ

جواد وبعث للبعید سجانبا

کالبحر یقذف للقریب جواہرا

و کیف تمسک ماء قنۃ الجبل

علا فما یسقر المال فی یدہ

صوب الغمامۃ تھمی دھمی تلتقی

کاتھ حین یعطی المال متبسمًا

تحقیق بیان بلسان جاحظ..... لام جاحظ اپنی کتاب ”البیان والتبیین“ میں لکھتے ہیں۔ جانا چاہیے کہ معانی جو صدور عباد کے ساتھ قائم، لہذا بنی آدم میں متصور، بشری نفوس کے ساتھ پیوست، انسانی قلوب سے متصل اور ان کے افکار و اظہار کی بیگ دود سے پیدا ہوئے ہیں وہ بذات خود مستور و حسی، بعید و وحشی، محجوب و مکتون اور ایک اعتبار سے موجود تو دوسرے اعتبار سے معدوم ہوتے ہیں جن میں حیات و زندگی اسی وقت آتی ہے جب ان کو تذکر و استعمال میں لایا جائے اور اعلام و اخبار سے روشناس کیا جائے، یہی ایک طریق ہے جو معانی کو قریب از فہم کر کے خفی کو ظاہر، غائب کو شاہد، بعید کو قریب، منہمل کو مقید، مقید کو مطلق، مجہول کو معروف، وحشی کو مالف، غیر متمیز کو موسوم اور موسوم کو معلوم بنا دیتا ہے اور اسی طریق کے ظہور و خفاء کے بقدر معانی میں ظہور و خفاء آتا ہے کہ جس قدر دلالت افصح ہوگی اسی قدر انفع و واضح ہوگی پس اسی معنی خفی پر دلالت ظاہرہ کا نام ”بیان“ ہے جس کی بابت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

الرحمن علم القرآن خلق الانسان علمه الیان اور ماہرین فن نے کہا ہے کہ الیان بصر والمعنی عمی کما ان العلم بصر والجهل عمی کہ بیان بیانائی سے اور نطق و گویائی سے عاجز ہونا اندھا پن ہے۔ جیسے علم بصیرت ہے اور جہالت اندھا پن ہے۔ سہل بن ہارون کا قول ہے ”العقل والذالروح والعلم والذالبدن والبیان ترجمان العلم کہ عقل رائد روح ہے اور علم رائد عقل اور بیان ترجمان علم، ابن التوام کا قول ہے ”الروح عماد البدن والعلم عماد الروح والبیان عماد العلم کہ روح بدن کیلئے، علم روح کیلئے اور بیان علم کیلئے ستون ہے۔ نیز کسی کا قول الحیاء المرؤۃ الصدق وحیاء الروح العفاف وحیاء اللحم السلم وحیاء العلم الیان کہ مرآت کی بقاء و زندگی صداقت سے ہے اور روح کی زندگی پاکدامنی سے اور حلم و بردباری کی زندگی علم سے اور علم کی زندگی بیان سے۔

موضوع..... وضوح و خفاء دلالت کے اعتبار سے الفاظ و عبارات اس علم کا موضوع ہیں۔ غرض و غایت..... معنی واحد کو تراکیب مختلفہ کے ساتھ بیان کرنے کا طریقہ معلوم کرنا۔ تدوین..... اس فن میں سب سے پہلے شیخ سیبویہ اور موجد عروض خلیل بن احمد بصری دیونس بن حبیب کے شاگرد رشید ابو عبیدہ معمر بن شیبہ میمتونی ۲۰۹ھ نے ایک کتاب ”مجاز القرآن“ کے نام سے لکھی ہے جس میں انواع اسالیب قرآن کو حتی الامکان جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ موصوف نے کتاب مذکور میں آیت کریمہ طلعہا کائنہ رؤس الشیاطین (اس میں سے پھوٹنے والے شگوفہ کا خول ایسا ہے جیسے شیطان کے سر کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ مشیہ اسی قسم کی ہے جیسے امری القیس کے اس شعر میں ہے۔

و مسنونة رزق كاياپ احوال

اہ اقلنی والمشر فی مضاجعی

کہ اس میں مرئی و محسوس شی کو غیر مرئی و غیر محسوس شی سے تشبیہ دی گئی۔

اس کے بعد ابو علی محمد بن حسن حاکمی متوفی ۳۸۸ھ کی سر الصناعت و اسرار البلاغۃ اور شمس المعانی قابوس بن وشمگیر متوفی ۴۰۳ھ کی ”کمال البلاغۃ“ بھی اس فن کی عمدہ کتابیں ہیں۔

ان کے بعد ابوالحسن محمد بن الطاهر شریف رضى موسوی متوفی ۴۰۶ھ نے زیر بحث علم سے متعلق دو کتابیں لکھیں۔ ایک تلخیص البیان عن مجازات القرآن دوسری مجازات التیویہ جن میں قرآن وحدیث کے استعمالات بدیعہ و اسرار لطیفہ اور حضور اکرم ﷺ کے اقوال و جہزہ سے گفتگو کی ہے۔

اس کے بعد ابو منصور عبد الملک بن محمد ثعالبی متوفی ۴۲۹ھ کی سحر البلاغۃ و سر البراعۃ بھی بہت خوب ہے۔ ان کے بعد شیخ ابو بکر عبد القاہر بن عبد الرحمن جرجانی متوفی ۴۷۴ھ کی ”اسرار البلاغۃ“ اس فن کی مایہ ناز کتاب ہے جس میں اس فن کی تمام مباحث کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

ان کے بعد فاضل بے مثل محمود بن عمر علامہ جلال اللہ زعشری متوفی ۳۸۸ھ کی خدمات بھی لائق تحسین و قابل شکر ہیں۔ ان کی کتاب ”اساس البلاغۃ“ اس فن کی شرہ آفاق کتاب ہے جو حقائق و دقائق فن سپر ہے۔

(۱۹) علم بدیع

لغوی تحقیق..... بدیع بروزن فعلیل بمعنی انوکھا، نوا ایجاد شی، بدیع۔ الشی سے مشتق ہے۔ بمعنی کسی چیز کو بلا نمونہ ایجاد کرنا، اسی لئے لفظ بدیع اسماء حسی میں سے ہے۔ قال تعالیٰ ”بدیع السموت والارض“ نیز یہ لفظ بنی ہوئی رسی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ گویا وہ کلام جس کا تئیں وجوہ محسنہ بدیعہ کے ذریعہ تام ہو جائے وہ ایسا ہے جیسے تلہذ بنی ہوئی رسی کہ مضبوط بھی ہوتی ہے اور خوبصورت بھی۔

اصطلاحی تعریف..... بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے تحسین کلام کے ایسے طرق و ضوابط معلوم ہوں جن کا اعتبار کلام کے فصیح و بلیغ ہونے کے بعد ہوتا ہے۔ جیسے جناس اور مراعات الخفیر وغیرہ، بالفاظ دیگر بدیع وہ علم ہے جن کے جاننے سے ان تمام لفظی و معنوی خوبیوں سے واقفیت ہو جائے جو کلام میں بطور آرائش آتی ہیں۔ موضوع..... بحیثیت مذکورہ ترکیب بلغاء اس علم کا موضوع ہیں۔

غرض و غایت..... فصیح اور مقصضائے حال کے مطابق کلام میں زیادہ حسن و خوبی پیدا کرنے کے طریقے معلوم کرنا۔ تدوین..... فن بدیع میں جو کتاب سب سے پہلے تالیف ہوئی وہ امیر المومنین ابو العباس الرضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن المعتز المتوکل علی اللہ متوفی ۲۹۶ھ کی ”کتاب البدیع“ ہے جس کو کسی جرمن سوسائٹی نے شائع بھی کر دیا ہے۔ امیر موصوف ہی نے اس فن کو ایجاد کیا اور اسی نے اس کا یہ نام تجویز کیا تھا علامہ الصبان نے نقل کیا ہے ”ان اول من اخترع البلیع و سماہ بهذا الاسم عبد اللہ بن المعتز“ خود امیر موصوف نے کتاب کے آغاز میں کہا ہے ”ما جمع قبل فنون البدیع احد“ مجھ سے پہلے کسی نے فن بدیع کو جمع نہیں کیا۔ موصوف کی یہ کتاب جو علم بدیع کی سترہ انواع پر مشتمل ہے صرف اسی وجہ سے قابل قدر نہیں ہے کہ وہ ایک عالی دماغ بادشاہ کی لکھی ہوئی ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ آپ نے اس میں انواع بدیع کو جمع کرنے میں کافی عرق ریزی کی ہے۔

امیر موصوف کے بعد ابو الفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ متوفی ۳۳۷ھ نے تیرہ کا اضافہ کر کے انواع بدیع کو تیس تک پہنچایا۔ آپ کی کتاب ”نقد الشعر“ بڑی لاجواب و عدیم المثال کتاب ہے۔ جس میں قیاس، حسد و وصف، رسم، انواع بحث،

۱۲ اے کیا وہ مجھے لٹل کر دے گا حالانکہ تیر تو لور میرے پہلو میں لٹی ہے لور تو لٹی تیر دھار دلی جو بموتوں نور چڑیلوں کے ٹپیلے دانوں کی طرح ہے۔ ۱۲

انواع سوال وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ نیز اشتقاق، تشبیہ اور اس کے اقسام لحن، رمز، وحی، استعارہ، امثال، نقر، حذف و دواغی حذف، مبالغہ اور اس کے اقسام، قطع و عطف، تقدیم و تاخیر، محاسن شعر وغیرہ میں سے ہر ایک کو مستقل باب میں ذکر کیا ہے۔ موصوف کی دوسری کتاب ”نقد الشعر“ ہے جس میں حد شعر، اسباب جوہ شعر، وزن قافیہ، ترصیع، تمثیل، مبالغہ اور اقسام تشبیہ، مقابلہ، تفسیر، ہیتم، کثافت، التقات، مساوات، اشارہ اور ارداف وغیرہ کی بحث ہے۔ تیسری کتاب ”جوہر الالفاظ“ ہے جس میں الفاظ و عبارات مترادفہ سے گفتگو کی ہے اور اس کا آغاز ایک مقدمہ سے کیا ہے جس میں ترصیع، تجع، التلقین، اعتماد وزن، اشتقاق لفظ من اللفظ، عکس وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ قدیمہ کے بعد ابوہلال حسن بن عبد اللہ بن سہل عسکری متوفی ۲۹۵ھ نے تیس پر سات کا اضافہ کر کے انواع بدیع کو ۳۷ تک پہنچایا، موصوف کی کتاب ”ہصناعین“ اپنے موضوع کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ آپ نے ابتداء کتاب میں بلاغت کے معنی اور اس کی تفسیر میں جو اختلاف ہے اس کو ذکر کرتے ہوئے ہر قول کو امثلہ کثیرہ کے ساتھ موبد کرنے کے بعد مضمون کتاب کو چند ابواب پر مشتمل کیا ہے۔ جس میں معرفتہ صناعتہ کلام، حسن الہک، جوہر الصرف، ایجاز و اطناب، سرقات شعر، تشبیہ تجع اور ازدواج وغیرہ پر محققانہ گفتگو کی ہے۔ نیز ایک باب میں بدیع کی ۳۷ انواع ذکر کی ہیں۔ جس میں استعارہ، کنایہ، تریض، تزییل اور اعتراض کو بدیع سے شمار کیا ہے۔ متاخرین نے ان امور کو بدیع سے شمار نہیں کیا۔

ان کے بعد شیخ اہل السنۃ قاضی ابو بکر محمد بن الطیب بن محمد جعفر بن القاسم باقلانی متوفی ۴۰۳ھ میں، جن کی کتاب اعجاز القریآن ہے، وجود اعجاز میں علماء سابقین کے جو اقوال ہیں ان کو ذکر کرنے کے بعد آپ کے نزدیک جو قول ہاض الدلیل اور مستقیم الحجۃ تھا اس کو اختیار کیا ہے۔ اس کے بعد اشعار عربیہ کثیرہ پر منصفانہ تنقید و تبصرہ، ملک الشعراء، امراء القیس کے قصیدہ لامیہ کی تشریح، علم بدیع سے متعلقہ امور کی وضاحت، بحری کے قصیدہ لامیہ پر تنقید اور اس کے اشعار کے عیوب کا اظہار کرتے ہوئے تریف بلاغت، ذکر استعارہ، حسن، تشبیہ، غلو، مماثلہ، تجنیس، مقابلہ، موازنہ، مساوۃ، اشارہ، ایضال، توشیح، کثافت، کنایہ، تریض، عکس، تبدیل، اعتراض، رجوع، تزییل، استطراد اور تکرار وغیرہ میں سے ہر ایک کو حسب ملاحظہ القام ذکر فرمایا ہے۔ نیز امور مذکورہ میں سے ہر ایک کو ذکر کرتے وقت امثلہ دو شواہد سے موخ کرنے کے بعد صنعت، محو عنان سے منطلق آیات قرآنیہ ذکر کرنے سے کتاب کا حسن دو بالا ہو گیا ہے۔

ان کے بعد ابو علی حسن بن رشین قیردانی از دی متوفی ۵۶۱ھ اور شرف الدین تیفاشی نے مزید انواع کے استخراج سے انواع بدیع کو ستر تک پہنچا دیا۔

ابن رشین کی ایک کتاب ”العمدہ فی محاسن الشعر و آدابہ“ ہے جس میں موصوف نے فن شعر سے متعلق جملہ امور کا ذکر کرنے کے بعد بلاغت، ایجاز، بیان، نظم، بدیع، مجاز، تمثیل، تشبیہ، اشارہ اور اس کی انواع، تریض، کنایہ، رمز، حاجاۃ وغیرہ اور تجنیس، تصدیق، مطلقہ، مقابلہ، موازنہ اور تقسیم وغیرہ میں سے ہر ایک کو مستقل باب میں بالتفصیل ذکر کیا ہے۔

اس کے بعد ابن الاصحیح نے اس موضوع پر مستقل چالیس کتابوں کا مطالعہ کر کے بیس انواع مزید پیدا کیں اور ابن ابی الاصحیح کے بعد ابن مقد نے کتاب ”السرر فی البدیع“ میں پچانوے انواع کو جمع کیا اور جب صفی الدین اٹلی کا زمانہ آیا تو انہوں نے اپنے قصیدہ بنوہ میں ایک سو چالیس انواع کو جمع کیا، اور شیخ ابن جہ حموی متوفی ۸۳۷ھ کی تالیف ”خزانۃ الادب“ میں پچپچے پچپچے یہ انواع ایک سو بیالیس ہو گئیں۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ میں نے ایک رسالہ بدیعہ دیکھا ہے۔ جس میں دو سو سے بھی زائد انواع کا تذکرہ تھا، علامہ رسا کی نے اصولی طور پر صرف اسیس انواع کا ذکر کیا ہے اور یہ کہہ دیا ہے۔

لک ان تستخرج من ہذا، القلیل ما شئت و ناقب کلامن ذلک ما احببت

علم منطق

لغوی معنی..... منطق نطق سے ہے۔ نطق (ض) نطقاً، منطقاً، بولنا، نطق کا استعمال، نطق فارسی (ظاہری) یعنی گفتگو پر بھی ہوتا ہے۔ مفرد ہو یا مرکب، مفید ہو یا غیر مفید، اور نطق داخلی (باطنی) یعنی فہم و ادراک کلیات پر بھی، منطق بردزن مضرب اسم ظرف سے بمعنی جائے نطق یا مصدر میسی ہے بمعنی گویائی، لہجہ، خوش کلامی، گفتگو، بھی انسان کے علاوہ کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ قال تعالیٰ ”وَعَمِلْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ“ قال الراغب ولا يقال لغیر الانسان الا علی التبع نحو الناطق والصاصت میزاد بالناطق ماله صورت یا الصامت مالا صوت له

اصطلاحی تعریف..... علم منطق جس کو علم میزان بھی کہتے ہیں، ایک ایسا علم عملی اور قانونی آلہ ہے جس کی رعایت ذہن کو خطا فی الفکر سے بچائی ہے۔ قال السید الجرجانی فی التصرفات، المنطق آلة قانونية تعصم مراعتها الذهن عن

الخطاء فی الفکر فهو علم عملی الی کما ان الحکمة علم فطری غیر الی وجہ تسمیہ..... علم منطق کو منطق اس لئے کہتے ہیں کہ نطق کا اطلاق ظاہری یعنی تکلم پر اور نطق باطنی یعنی اور اک معقولات پر بھی ہوتا ہے اور اس فعل کے مصدر و منظر انفعال یعنی نفس ناطقہ پر بھی ہوتا ہے اور اس علم کے ذریعہ تکلم میں تقویت و ادراک میں تسدید آتی ہے۔ جس کی وجہ سے نفس ناطقہ کو ہر دو کمال یعنی تکلم فصیح اور اور اک صحیح حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے ذریعہ سے نفس ناطقہ تکلم فصیح اور علی وجہ الصواب اور اک معقولات پر قادر ہو جاتا ہے (کذا فی شرح المطالع) پس لفظ منطق مصدر میسی ہے جو اس فن کیلئے بطور مبالغہ بولا جاتا ہے۔ گویا منطق ہی بعینہ نطق ہے یا اسم ظرف ہے یاں معنی کہ وہ محل نطق ہے، یا اسم آلہ ہے۔ جیسا کہ اس کی تعریف مشہور ”آلۃ قانونیہ ۱ سے مفہوم ہوتا ہے۔ اس صورت میں لفظ منطق کی میم کا فتح غلط ہو گا۔ کیونکہ اسم آلہ کا میم مکسور ہوتا ہے، نیز جو لوگ منطق کی طاء کو مفتوح بولتے ہیں یہ بھی غلط ہیں اس واسطے کہ لفظ نطق باب ضرب سے ہے جس کے طرف میں ماقبل آخر مکسور ہوتا ہے۔

موضوع..... معرف اور حجت یعنی وہ معلومات تصوریہ و تصدیقیہ جن سے جمولات تصوریہ و تصدیقیہ کو معلوم کیا جائے۔ غرض و غایت..... ذہن کو خطا فی الفکر سے بچانا بالفاظ دیگر نظر و فکر میں غلطی واقع ہونے سے بچنا۔

تدوین..... منطق ایک فطری علم ہے کسی مقصد پر دلیل و برہان پیش کرنا، قیاس کر کے نتیجہ نکالنا، افکار ذہنیہ کو خطا سے بچانا، اسی کا نام منطق ہے اور معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس کی کوشش کرتا ہے لیکن اس علم کا باضابطہ اظہار سب سے پہلے حضرات اور یس سے ہوا، مخالفین کو عاجز و ساکت کرنے کیلئے بطور مجزہ اس کا استعمال کیا گیا۔ پھر اس کو یونانیوں نے اپنایا، یونان کے رئیس حکیم ارسطو نے جو ۳۸۴ھ قبل از مسیح تھا، سب سے پہلے حکمت اور منطق دونوں کو مدون کیا۔ اسی لئے اس کو معلم اول کہتے ہیں، پھر ہارون اور مامون کے عہد میں فلسفہ یونانی عربی میں منتقل ہوا تو منصور سامانی نے ابو نصر محمد بن محمد بن طرقان فارابی متوفی ۳۳۹ھ کو دوبارہ تدوین کا حکم دیا۔ اس وجہ سے وہ معلم ثانی کہلاتا ہے۔ مگر چونکہ اس کی تحریر کچھ منتشر تھی اس وجہ سے سلطان مسعود نے شیخ ابو علی حسین بن عبد اللہ معروف بابن سینا متوفی ۴۲۸ھ کو تیسری بار منطق و فلسفہ کی تدوین کا حکم دیا۔ اس لئے ابو علی سینا کو معلم ثالث کہتے ہیں اور اسی کی مدون شدہ حکمت و منطق اس وقت رائج ہے۔ تدوین منطق کی یہ اجمالی تاریخ ہے اس کی تفصیل انشاء اللہ حکمت و فلسفہ کے ذیل میں پیش کی جائے گی۔

علم منطق اور اس کی مستقل فنی حیثیت..... حکمائے قدیم کے یہاں علم منطق علوم الہیہ کی حیثیت رکھتا تھا، یعنی وہ خود مقصود بالذات علم نہ تھا بلکہ علوم حکمیہ کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تھا، لیکن متاخرین حکماء اسلام نے اس میں جو تغیرات کئے ان کی وجہ سے وہ ایک مستقل علم بن گیا اور سب سے پہلے امام رازی نے اس کو ایک مستقل علم بنایا۔ چنانچہ علامہ

ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں لکھتے ہیں۔

ثم تكلموا فيما وضعوه من ذلك كلا ما مستجرا ونظر وفيه من حيث انه فن براسه لامن حيث انه آلة للمعلوم

فطال الكلام فيه والسمع واول من فعل ذلك الامام فخر الدين الخطيب ومن بعده افضل الدين الخونجی

پھر متاخرین نے منطق کی جو شکل قائم کی اس میں بڑے وسیع پیمانے پر کلام کیا اور اس کو اس حیثیت سے دیکھا کہ وہ ایک مستقل فن ہے۔ اس میں بڑی لمبی چوڑی بحث پیدا ہو گئی اور سب سے پہلے ایسا امام رازی نے کیا اور ان کے بعد افضل الدین الخونجی نے۔

پس منطق کی جو موجودہ شکل ہے اس کے بانی اول امام فخر الدین رازی ہیں۔

منطق کے متعلق عام نظریہ عام طور پر لوگ منطق کا نام سن کر اسی طرح بھاگتے ہیں جیسے لاجول سے شیطان اور بلا سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں کہ علم منطق مفسد ازہان اور خرب عقائد و اصول ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

ضلت عقولهم بجر مغرق

دع منطقا فيه الفلاسفة الاولى

ان البلاء موكل بالمنطق

واجتج الى نحو البلاغة واعتبر

حافظ ابن القیم منطق کی بابت اپنا نظریہ ظاہر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کم فيه من انك ومن بهتان

واعجب المنطق اليونان

ومفسد لفطرة الانسان

مخبط لجيد الاذهان

على شفا معبر بناه الباني

مضطرب الاصول والمباني

بدالعین الظمئی الحیران

كانه السراب بالقیعان

یرجو شفاء ضلة الظلمان

فامه بالظن والحسان

مغاد بالخیة والخسران

فلم یجدنهم سوی الحیران

قد ضاع منه العم فی الامانی

یقرع سن نادم حیران

دعا بن الخفة فی المیزان

اور یہ نظریہ کوئی آج کا نیا نظریہ نہیں ہے بلکہ شاہ تو ان عبد اللہ ازبک کے عہد میں جب ملا عصام الدین اسفرائی کے ذریعہ سے اس علاقہ میں منطق کا کچھ زور بندھا تو ملا عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں کہ قاضی ابوالعانی نے ملا عصام کو ان کے طباء کے ساتھ باوراء النہر سے نکلوا دیا اور تا مشروعیۃ تعلیم و تعلم منطق و فلسفہ کو ثابت کر دیا۔

اور اق منطق سے استنباء صرف یہی نہیں بلکہ ایک روایت بھی دکھائی کہ ”بکاغذے کہ منطق در اں نوشتہ باشند استنباء نمایند با کے نیست“ یہ روایت فقہ کی کتاب ”جامع الرموز“ کی ہے کہ ”بحوز الاستنباء باور اق المنطق“ منطق کے اوراق سے استنباء جائز ہے، کسی نے یہ مقولہ گھڑ لیا۔ من منطق فقد تزندق جس نے علم منطق سیکھا وہ زندق ہو گیا۔

مگر یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اسی واسطے کہ علم منطق کی ایجاد نظری و فکری غلطی کے اندسہ کیلئے ہے کہ اگر اس کے قواعد و ضوابط کی رعایت و پابندی ہو تو رائے انسانی غلطی سے محفوظ رہ سکتی ہے۔ پس علم کا مقصد اصلی اصلاح عقل و صحیح فکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بہترین مقصود ہے، مخلوقات عالم پر انسان کی اشریت و برتری کی وجہ عقل ہے اور عقل انسانی نہایت عظیم الشان اور بڑا اثریہ جوہر ہے جس کی بدولت آدمی بہت سی مشکلات پر غالب آتا اور اپنی زندگی کو کامیاب بناتا ہے۔

جو طوطی سخن گوئے و نادان مباحث

بنطق است و عقل آدمی زادہ فاش

بھلا جو فن اس لطیف ترین جوہر کی اصلاح کرے اس کو مفید عقول کہنا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے اگر کوئی اس کو اس

کے صحیح مقصد کے خلاف استعمال کرے تو یہ خود اس کا قصور ہو گا نہ کہ فن کا

ولیس لہ اذا عابوہ من ضرر

عاب المنطق قوم لا عقول لہم

ان لایری ضوہا من لیس فابصر

ماضر شمس الضحی والشمس طالعة

چنانچہ مذکورہ بالا واقعہ کی اصلیت بھی یہی تھی۔ جیسا کہ طابہ ابونی نے لکھا ہے کہ جب بخارا و سمرقند میں علم منطق و فلسفہ شائع ہوا تو خبیث الطبع شریر طلبہ جہاں کہیں سیدھے سادے سلیم الطبع آدمی کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ گدھا ہے کیونکہ مسلوب ہے اور چونکہ انتقاء عام متکلم انتقاء خاص ہوتا ہے اس لئے سلب انسانیت بھی لازم ہے۔ گویا اس طریقہ سے ہر اچھے بھلے مانس آدمی کو ثابت کر دیا جاتا تھا کہ وہ گدھا ہے، عبد اللہ ازبک شاہ توران نے اسی جرم میں طلبہ کو شہر بدر کیا تھا نہ اس لئے کہ منطق و فلسفہ فی نغمہ معیوب شی ہے کیونکہ منطق و فلسفہ کی اہمیت تو سب کے نزدیک مسلم ہے اسی لئے بعض حضرات نے ان کی تحصیل کو فرض کفایہ بلکہ بعض نے فرض عین تک کہا ہے۔ علم منطق رئیس العلوم ہے..... ہم اس سلسلہ میں چند موثوق و معتبر آراء پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں منطق کی بابت جو غلط فہمی اور بدگمانی ہے وہ دور ہو سکتی ہے۔

ملاکاتب چلبی نے کشف الظنون میں نقل کیا ہے کہ شیخ ابونصر فارابی نے علم منطق کو رئیس العلوم کہا ہے کیونکہ صحت و سقم اور قوت و ضعف میں علم منطق جملہ علوم پر حاکم ہے اور چونکہ یہ غیر مقصود بالذات اور علوم کسبیہ نظریہ و عملیہ کی تحصیل کا آلہ و ذریعہ ہے اس لئے شیخ رئیس ابو علی ابن سینا نے اس کو خادم العلوم ٹھہرایا ہے۔ حجتہ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں کہ من لم یعرف المنطق فلا یفہم فی العلوم اصلا جو شخص علم منطق سے اچھی طرح واقف نہ ہو وہ علوم میں قابل وثوق نہیں ہے۔

شیخ ابو علی ابن سینا نے تو یہاں تک تفصیل کے ساتھ لکھا ہے کہ "المنطق نعم العون علی ادراك العلوم کلبا وقد رفض هذا العلم ووجد منفعة من لم یفہم علم منطق جملہ علوم کے لور اکو تحصیل میں معین و مددگار ہے جو شخص اس کو نہیں سمجھ پاتا وہی اس کو چھوڑتا اور اس کی منفعت کا انکار کرتا ہے۔ حضرت محی الدین مخدومی شیخ جلال الدین عارف رومی فرماتے ہیں۔

گور بخوانی اندر کہے باشد مباح

منطق و حکمت زہر اصطلاح

قاضی ثناء اللہ پانی پٹی اپنے وصیت نامہ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں۔ وخواندان حکمت فلاسفہ لاشی محض است، کمال دریاں مثل کمال مطربان است و در علم موسیقی کہ موسیقی ہم فنی است از فنون حکمت ریاضی، مگر منطق کہ خادم ہمہ علوم است خواندان آل البتہ مفید است۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے ایک رسالہ میں جس میں آپ نے شاہ بخارا کے سوالوں کے جوابات دیئے ہیں منطق کے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی حیثیت آلہ کی ہے اور آلہ کا حکم ہمیشہ اس چیز کا تابع ہوتا ہے۔ جس کا اسے آلہ بنایا جائے، پھر آپ نے توپ و بندوق کی مثال دے کر فرمایا "اگر حرب عبادت مثل جہا و نیز از قبیل عبادت خواہ شد۔"

"ولبعضہم فی مدح الخود المنطق"

فعلیک بالنحو القویم و منطق

ان رمت ادراك العلوم بسرعة

والنحو اصلاح اللسان بمنطق

هذا المیزان العقول مرجع

رسالہ "النور" ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ کی اشاعت میں حضرت تھانوی قدس سرہ کی رائے گرامی بایں الفاظ درج ہے۔

ہم تو جیسا بخاری کے مطالعہ میں اجر سمجھتے ہیں۔ میرزا دامور عامہ کے مطالعہ میں بھی ویسا ہی اجر سمجھتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ نیت صحیح ہو جیسا کہ خود حضرت نے اپنے اس خیال کی توجیہ فرماتے ہوئے تصریح کی ہے کہ کیونکہ اس کا شغل بھی اللہ

کے واسطے ہے اور اس کا بھی۔
 کتب منطق..... (۱) عمک النظر (۲) معیار العلم۔ یہ دونوں امام حجتہ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ کی ہیں۔
 (۳) جامع الدقائق فی کشف الحقائق۔ شیخ نجم الدین ابوالحسن علی بن عمر کا بی متوفی ۶۵۰ھ کی عظیم الشان جامع اصول و
 حاوی فردع تصنیف ہے۔ (۴) عین القواعد۔ ابوالعالی نجم الدین علی بن عمر بن علی قزوینی متوفی ۶۷۵ھ کی ہے۔ (۵) بیان
 الحق (۶) مطالع الانوار۔ یہ دونوں سراج الدین محمود بن ابی بکر آرموی متوفی ۶۸۲ھ کی ہیں۔
 (۷) تختہ الفکر۔ ابن واصل محمد بن سلام حموی شافعی متوفی ۶۹۷ھ کی ہے۔
 (۸) ناظرۃ العین۔ شمس الدین ابوالثناء محمود بن عبدالرحمن اصغہانی متوفی ۷۴۹ھ کی ہے۔
 (۹) البرہان فی اسرار علم المیزان (۱۰) کواضع الافکار۔
 یہ دونوں کتابیں شیخ ایدمر بن علی الجلدی (من رجال القرن الثامن) کی ہیں، ان کے علاوہ اور بہت سی کتابیں ہیں۔
 ان سب میں شیخ ابو علی حسین بن عبداللہ معروف بابن سینا متوفی ۴۲۸ھ کی کتاب ہے۔
 (۱۱) الشفاء اور (۱۲) الموجز الکبیر اس فن کی مایہ ناز اساسی اور بنیادی کتابیں ہیں۔ موصوف کی شفاء اٹھارہ جلدوں میں
 بتائی جاتی ہے۔

(۲۱) علم المناظرہ

لغوی معنی..... مناظرہ باب مفاعلتہ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں باہم نظر کرنا، مشابہ ہونا، بحث و مباحثہ کرنا، کسی بات پر
 باہم ٹکرا کرنا، قاضی آفندی ”علم آداب الجہت و المناظرہ“ میں لکھتے ہیں ”المناظرۃ ہی لنظر من الجانبین فی النسبة بین
 الشئین اظهارا للصواب یعنی مناظرہ کے معنی جاتین سے دو چیزوں کے درمیان نسبت میں بغرض اظهار صواب نظر کرنا ہے
 (خواہ اظهار صواب فی الواقع ہو یا فی الاعتقاد اس کی تشریح یہ ہے کہ جب دو شخص کسی مدعی مثلاً اثبات وجود صانع کی بابت
 خصمہ کریں پس ان میں سے ایک کے العالم حادث و کل حادث یتحتاج فی وجودہ الی المحدث فالعالم یتحتاج فی وجودہ
 الی المحدث اور دوسرے کے العالم قدیم و کل قدیم غنی عن المحدث فالعالم غنی عن المحدث تو ان دونوں محاصموں کی نظر
 برائے اظهار صواب دو چیزوں کے درمیان ایک نسبت میں ہے اور وہ نسبت صانع کا وجود یا عدم وجود ہے۔
 اصطلاحی تعریف..... علم مناظرہ وہ علم ہے جس میں اظهار حق کیلئے مطلوب ثابت کرنے اور مد مقابل کی دلیل اور اس
 کے مدعی کو باطل ٹھہرانے کے قواعد بیان ہوں وقال الصبری ہو علم باصول وقواعد کلیۃ یتوصل بہا الی معرفۃ ما قبل
 توجیہ من الدفع والاستدلال ومالا یقبل۔

مناظرہ، مجادلہ، مظاہرہ..... یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر باہمی ٹکرا سے متخاصمین کی غرض اظهار حق و صواب ہو تو
 اصطلاح میں اس کا نام مناظرہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا، اور اگر صرف الزام خصم کی نیت ہو تو اس کو مجادلہ کہتے ہیں اور اگر
 محض جیجی کا اظهار اور اپنی بات پر اڑے رہنا مقصود ہو تو اس کو مظاہرہ کہتے ہیں۔

موضوع..... علم مناظرہ کا موضوع اثبات مدعی اور نفی مطالب کے آداب ہیں وقال الصبری موضوعہ الابحاث من

جہت کونہا موجهۃ او غیر موجهۃ

غرض و غایت..... مباحثہ جزئیہ میں خطاء واقع ہونے سے ذہن کو بچانا ہے۔ جیسے علم منطق کا موضوع ذہن کو خطائی
 الفکر سے بچانا ہے، مناظرہ وہ مباحثہ کا طریقہ تشہید ذہن، تحقیق مسائل، علم و فن کی وسعت اور ترقی کیلئے نہایت مفید طریقہ
 ہے۔ لیکن مسلمانوں میں آج مذہبی مناظرہ کا جو عام طریقہ رائج ہے وہ قطعاً مناسب ہے، فریق مقابل کی نسبت عموماً لعن و

ظن اور سب دشمن کے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں اور سیدھی سی بات بھی کہی جاتی ہے تو نہایت سخت کلامی اور درشتی کے لیے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ مخالف کو بجائے اس کے کہ ہدایت ہو الٹی اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔

تدوین..... علم مناظرہ اور فن بحث و جدل بھی علوم عقلیہ میں سے ایک قدیم علم ہے جس کا وجود اول یونان ہی میں ہوا۔ حکمائے یونان کی جن تصنیفات کا بعد الاسلام عربی میں ترجمہ ہوا ان میں اس فن کی بھی بعض کتابیں موجود تھیں۔ حکمائے متاخرین کا رئیس امام فلسفہ حکیم ارسطاطالیس متوفی ۳۸۴ھ قبل مسیح جو سکندر بادشاہ کا استاد تھا۔ اس نے فن مذکور میں ”طوبیقا“ نامی کتاب تصنیف کی تھی۔ عہد اسلام میں اس کا ترجمہ اسحاق نے سریانی زبان میں اور یحییٰ بن عدی نے سریانی سے عربی میں ترجمہ کیا۔ پھر ہزاروں اوراق میں اس کی شرح بھی لکھی گئی، اس کے علاوہ مسلمانوں کی بھی بہت سی مستقل اور جدید تصنیفات اس فن میں موجود ہیں۔

امام غزالی طریق مناظرہ قائم ہونے کی تاریخ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے انتقال کے بعد جب خلفاء راشدین نے عنان خلافت ہاتھ میں لی تو چونکہ ان کو خود اجتہاد کا درجہ حاصل تھا اس لئے وہ مسائل فقہیہ خود اپنی رائے و اجتہاد سے فیصلہ کرتے تھے۔ خلفاء راشدین کے بعد جو لوگ مسند خلافت پر بیٹھے وہ علوم دینیہ سے کم واقفیت رکھتے تھے۔ اس لئے ان کو فقہاء سے استعانت کی ضرورت پیش آئی، اس زمانہ تک ایسے فقہاء موجود نہ تھے جن میں صحابہ کرام کا انداز پایا جاتا تھا اور اسی لئے وہ سلطنت اور حکومت کے تعلقات سے گریز کرتے تھے، لیکن چونکہ ان کے بغیر افتاء اور عدالت کا کام نہیں چل سکتا تھا خلفاء بنو امیہ کو ان کی خدمت میں منت و لجاجت کرنی پڑتی تھی، یہ حالت دیکھ کر تمام لوگ فقہ پر ٹوٹ پڑے اور فن میں مہارت حاصل کر کے معزز عہدوں پر ممتاز ہوئے، اسی زمانہ میں سلاطین کو مناظرے و مباحثے کے تماشے دیکھنے کا شوق ہوا۔ چنانچہ سلاطین اور امراء اپنے درباروں میں مجالس مناظرہ منعقدہ کرتے اور علماء ان میں شریک ہو کر آپس میں علمی مباحثے کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس کا عام رواج ہو گیا یہاں تک کہ اگر کسی کے ہاں ماتم پر سی میں بھی علماء جمع ہوتے تو مناظرہ شروع ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ابن السبکی نے طبقات الشافعیہ میں بتصریح اس رواج کا ذکر کیا ہے۔ غرض علماء نے سلاطین کی رغبت دیکھ کر اس کی طرف خاص توجہ کی اور رفتہ رفتہ یہ ایک مستقل فن بن گیا جو آج تک برابر ترقی کرتا جا رہا ہے۔

آداب بحث و مناظرہ..... مباحثہ اور مناظرہ کیلئے چند آداب ہیں جن کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اول یہ کہ جو شخص رتبہ میں اپنے سے بلند و بالا ہو اس کے ساتھ کبھی مناظرہ نہ کرے کیونکہ اسے اعلیٰ کے ساتھ مناظرہ کی صورت میں یقیناً اس کو چشم پوشی سے کام لینا ہو گا اور وہ اس کے رعب کی وجہ سے ہر بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو گا جو مناظرہ کیلئے سخت مضر ہے۔ دوم یہ کہ درشت کلامی اور خشمکیں لہجہ سے اجتناب کرے۔ کیونکہ یہ مقابلہ بلکہ تمام اہل مجلس کے تنفر کا باعث ہے۔ سوم یہ کہ خجک و تمقہ اور ہنس مذاق سے اجتناب اور گفتگو نہایت متانت و سنجیدگی سے کرے۔ ورنہ مقابل کے دل سے اس کا وقار اور ویدہ جاتا رہے گا۔ چہاں یہ کہ دوران گفتگو میں آواز ضرورت سے زائد بلند نہ کرے۔ پنجم یہ کہ کلام میں ایجاز محل اور اطناب عمل سے گریز کرے۔ سہم یہ کہ کلام میں نادر و غریب الفاظ استعمال نہ کرے۔ ہفتم یہ کہ مقابل کی بات پورے طور پر سمجھنے سے پہلے جواب ہی شروع نہ کرے۔ وغیر ذلک من الآداب۔

بعض الفاظ مصطلحہ کی ضروری تشریح..... مقدمہ، مباحث قیاس میں اس کا اطلاق اور قضیہ پر ہوتا ہے جو قیاس اور حجت کا جز بنا دیا جائے، اور بھی اس کا اطلاق ان چیزوں پر ہوتا ہے جن کے جاننے پر شروع فی العلم موقوف ہو، آغاز کتب میں جو مقدمہ لایا جاتا ہے اس سے عموماً یہی معنی مراد ہوتے ہیں، فن مناظرہ میں مقدمہ کا اطلاق ان چیزوں پر ہوتا ہے جن پر دلیل کی صحت موقوف ہو۔ عام ازیں کہ وہ جز، دلیل، ویانہ ہو اس معنی کے اعتبار سے مقدمہ اعم ہوتا ہے اور مقدمات اولہ و شرط اولہ کو بھی شامل ہوتا ہے۔ جیسے شکل اول میں ایجاب صغیری اور اس کی فعلیت اور کلیت کبری دلیل، اس قول کو کہتے

ہیں جو ایسے قضایا سے مرکب ہو جن کے لذائذ تسلیم کر لینے سے قول آخر لازم آجائے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان قضا یا کافی ذاتہ مسلم ہونا ضروری نہیں بلکہ وہ اس حیثیت میں ہوتے ہیں کہ اگر ان کو مسائل تسلیم کر لے تو قول آخر لازم آجائے، اسی قول آخر کو نتیجہ، دعویٰ اور مدعی کہتے ہیں۔ پس مدعی وہ قول مرکب ہے جس کو معلل سیاق نفی یا سیاق اثبات میں ذکر کرے اور اس کی صحت پر دلیل قائم کرے، مدعی وہ ہے جو کسی حکم نظری کو بذریعہ دلیل یا حکم بدیہی کو بذریعہ تہیہ ثابت کرنے کیلئے آمادہ ہو۔

منع۔ مقابل کا معلل کی دلیل کے مقدمات میں سے کسی مقدمہ معینہ پر یا علی التحصین ہر ہر مقدمہ پر دلیل طلب کرنا ”منع“ کہلاتا ہے۔ جس کا دو سرانام مناقضہ ہے۔ اسی کو نقض تفصیلی کہتے ہیں۔ خواہ وہ مقدمہ صغریٰ ہو یا کبریٰ ہو۔ مثلاً یوں کہیے۔ صغریٰ دلیلک کو کبراہ غیر مسلمہ، اوہی ممنوعہ، اوہی غیر واضحہ، اس میں مقابل مانع اپنے منع پر دلیل قائم کرے۔ نہ کا محتاج نہیں ہوتا کیونکہ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ میرے نزدیک تمہارا یہ مقدمہ ثابت نہیں۔ پس وہ ایسی دلیل کا طالب ہے جو مقدمہ کو ثابت کر دے، البتہ منع کیلئے یہ شرط ضرور ہے کہ جس مقدمہ کو اس نے منع کیا ہے وہ مقدمات اولیہ بدہہ مسلمہ میں سے نہ ہو کہ اس کو منع کرنا جائز نہیں۔ بخلاف تجربات اور متواترات کے کہ ان کو منع کرنا جائز ہے کیونکہ یہ غیر پر حجت نہیں ہوتے الا عند الاشتراک، پھر منع کی دو قسمیں ہیں۔ مصحوب بالسد، غیر مصحوب بالسد، اور سند وہ ہے جس کو مانع یہ سمجھ کر ذکر کرے کہ وہ اس کے منع کیلئے تقویت کا باعث ہے۔ (اس کا واقعہ مقوی منع ہونا ضروری نہیں) غیر مصحوب بالسد کی مثال معلل کے قول ”ہذا لام لانہ حیوان وکل حیوان نام“ کے جواب میں مسائل کا یہ قول ہے۔ لا نسلم ان ہذا حیوان، مصحوب بالسد جیسے مانع یوں کہے ”لا نسلم لانہ حیوان لم یجوز ان یکون حجر امثلاً

پھر سند کی تین قسمیں ہیں۔ تجویزی، قطعی، جبلی، اول وہ ہے جو بطریق قطع مذکور ہو۔ مثلاً مثال سابق میں یوں کہے کیف وہو حجر ثالث وہ ہے جس میں معلل کی غلطی کا منشاء بیان کیا جائے۔ مثلاً یوں کہے ”انما صح باذکرک لوکان تحترکا“ سند کی ایک اور بھی تقسیم ہے۔ جس میں وہ مساوی، اعم اخص مطلق، اعم اخص من وجہ اور مابین کی طرف منقسم ہوتی ہے۔ اول کی مثال جیسے ”هذا الشئ غیر متفلس لانہ حیوان وکل لایحیوان غیر متفلس کے جواب میں مانع کہے ”لا نسلم ان هذا الشئ لایحیوان لم لایجوز ان یکون متحرکاً بالارادة“ ثانی کی مثال جیسے مانع کا قول ”لم لایجوز ان یکون ابیض“ خاص کی مثال جیسے مانع کا قول ”لم لایجوز ان یکون حجراً

تقریب..... اصطلاح میں اس کی دو تعریفیں ہیں۔ اول دلیل کو اس طرح بیان کرنا کہ معتزم مطلوب ہو اور مدعا ثابت ہو جائے۔ اس معنی کے لحاظ سے تقریب قیاس کے ساتھ خاص ہے پس استقراء و تمثیل کی تقریب و عدم تقریب کو متصف نہیں کر سکتے۔ دوم دلیل کا مدعا کے مطابق ہونا، اس معنی کے لحاظ سے تقریب اعم ہے اور دلیل کے تمام اقسام میں جاری ہو سکتی ہے۔

تمامیت تقریب..... تمامیت تقریب کی صورت یہ ہے کہ دلیل سے غیر مدعی یا عین مدعی کا عکس یا ان میں سے کسی ایک سے اخص مطلق لازم آئے، اگر دلیل سے مابین مدعی یا اعم مطلق یا اعم من وجہ لازم آئے تو تقریب نام تمام ہوگی، نیز شروط امتناع کا معدوم ہونا جیسے شکل اول میں صغریٰ کا غیر موجب ہونا اور کبریٰ کا غیر کلیہ ہونا، اسی طرح شکل ثانی میں جزئیہ کبریٰ کے ساتھ کیف میں مقدمہ متین کا متحد ہونا، یا حد اوسط کا مکرر نہ ہونا وغیرہ سب عدم تقریب کی صورتیں ہیں۔

نقض اجمالی..... اگر مقابل استدلال کی دلیل کو اس کے مقدمات میں سے کسی مقدمہ کو معین کئے بغیر شاہد تحلف یا شاہد فساد آخر کے ذریعہ باطل قرار دے مثلاً یوں کہے کہ تمام دلیل جمیع مقدمات کے ساتھ صحیح نہیں گویا اس کے نزدیک کسی مقدمہ میں خلل ہے تو اس کو نقض اجمالی کہتے ہیں جیسے معلل نے کہا ”العدوم متمیز وکل متمیز ثابت فالمدعوم ثابت اس

کے نقص میں مقابل کے ”دلیلک هذا جاء فی بحون الزینق تسبیح فیہ سنن من الزبر جدمع تخلف الحكم عنه فیہا وهو البوت اس میں مانع کیلئے مقدمات دلیل کا اختلاف بذریعہ دلیل ثابت کرنا ضروری ہے۔ اگر صرف عدم صحت دلیل کا دعویٰ ہی معتبر مان لیا جائے تو مناظرہ کا دروازہ ہی بند ہو جائے گا۔ نقص کمسور۔ اس کو کہتے ہیں جس میں دلیل کی بعض قیود کو ترک کر دیا جائے۔ اس صورت میں معلل اس کے جریان کو بایں سند منع کر سکتا ہے کہ علت میں وصف متردک کو بھی دخل ہے۔ اس کی مثال معلل کے قول ”قال الامام الشافعی لا یصح بیع للعائب لانه مجهول البصفه وکل مبیع شانه هذا لا یصح بیعہ کے نقص میں ناقض کا یہ قول ہے ”دلیلک جاء فی تروج امرأه عائبه مع تخلف المدعی وهو عدم الصحة لان العمداء العائنه مجهولة البصفه عند العاقدین او عندهما مع ان هذا الزوج صحیح“ فقد حذف من الدلیل قید البیعة۔

شہادہ..... اس کو کہتے ہیں جو دلیل معلل کے فساد پر دال ہو بایں معنی کہ اس کی دلیل سے حکم کا تخلف ہو یا وہ کسی فساد آخر کو مستلزم ہو۔

غصب..... اس کو کہتے ہیں کہ سائل کسی مقدمہ یا دعویٰ کو معلل کے دلیل قائم کرنے سے پہلے ہی باطل کرنے لگے ابطال مقدمہ بھی ایک مستقل دعویٰ ہے۔ جس کیلئے دلیل کا ہونا ضروری ہے اور دلیل قائم کرنا معلل وظیفہ ہے۔ پس جب معلل کے استدلال سے قبل ہی سائل اس کے بطلان پر دلیل قائم کرنے لگا تو گویا اس نے معلل کا منصب غصب کر لیا اس لئے اس کے فعل کو غصب کہتے ہیں جو قابل سماعت نہیں ہوتا۔

دور..... دور کے معنی توقف الشی علی ما توقف علی بمرتبہ او بمراتب کے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں دور مصرح اور دور مضمر، اگر توقف شی بدرجہ واحدہ ہو تو اس کو دور مصرح کہتے ہیں اور اگر بدرجہ تین یا درجہات کثیرہ ہو تو دور مضمر کہلاتا ہے، پھر دور مصرح میں تقدم شی علی تہ بمرتبہ لازم آیا کرتا ہے اور دور مضمر میں بثلث مراتب، اس کی تشریح یہ ہے کہ جو شی موقوف علیہ سے مقدم ہوتی ہے وہ موقوف علیہ سے بمرتبہ واحدہ مقدم ہوا کرتی ہے اور موقوف سے بمرتبہ تین مثلاً موقوف ہر ب پر توب موقوف علیہ بہا اور موقوف علیہ مقدم و سابق ہوتا ہے۔ موقوف سے لہذا مقدم ہوا ہے اس کے بعد ہم نے کہا کہ ب موقوف ہے اپر تو امو موقوف علیہ ہوا۔ پس یہ مقدم ہو گا اور یہ تقدم ب سے بمرتبہ واحدہ ہو گا اور اسے بمرتبہ تین اور اصل میں دونوں ایک ہی ہیں تو امو موقوف ہوا۔ اپر جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ انما اپنے وجود سے پہلے ہی موجود ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ باطل ہے، دور مصرح کی اس تقریر پر ترقی کرتے چلے جائے تو دور مضمر ہو جائے گا۔ پھر دور یا تو دور معنی ہوتا ہے جس کا تحقق عموماً ہر متضامین میں ہوتا ہے جسے ابوہ و نبوہ وغیرہ اور یادور نقدی ہوتا ہے جسکے الماء ہو بخار قد نکات لبرورة البخار ہوا استعمال بتاثر الحرارة الخدیة من حالۃ السائتہ الی الخالۃ الصوائیہ، معلل کا قول جس دور سے منقوض ہو سکتا ہے وہ دور نقدی ہوتا ہے نہ کہ دور معنی۔

علم حکمت یا فلسفہ

لغوی تحقیق..... لفظ حکمت لغت میں عدل و انصاف، علم و دانائی، حلم و بردباری عقل و فلسفہ، تدبیر و درنگی کا، حق اور واقع کے مطابق گفتگو وغیرہ میں استعمال ہوتا ہے يقال حکم (ف) حکمت۔ دانا ہونا قصیدہ حکیمہ دانائی آمیز قصیدہ کو کہتے ہیں اور لفظ حکیم حق تعالیٰ کے اسمائے حسنی میں سے ہے۔ فلسفہ کے معنی بھی حکمت و دانائی کے ہیں يقال تفلسف الرجل، فلسفی ہونا، مسائل علمیہ میں بحث کرنا، خداقت کا دعویٰ کرنا فیلسوف بمعنی فلسفی فلاسفہ، غیاث الغات میں ہے کہ فلسفہ مصدر جعلی ہے بمعنی دانیشمند ہونا یہ یونانی لفظ فیلا سوف سے ماخوذ ہے جو اصل میں فیلا بمعنی دوست اور سوف بمعنی علم سے مرکب ہے۔ اصطلاحی تعریف..... حکمت وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے موجودات کے نفس الامری احوال حسب طاقت بشیرہ

معلوم ہوں۔ بالفاظ دیگر موجودات واقعہ کے احوال واقعہ کو بقدر طاقت انسانی جاننے کا نام حکمت یا فلسفہ ہے۔ موضوع فلسفہ..... حکمت و فلسفہ کا موضوع موجودات واقعہ ہیں۔

غرض و غایت..... معرفت صلاح مبدء و معاد، بالفاظ دیگر قوت علمیہ کی تکمیل کیلئے احوال موجودات کو پہچاننا۔ تاریخ فلسفہ..... علوم عقلیہ جن کو علوم فلسفہ و حکمت کہتے ہیں یعنی منطق و منطقہ، ہندسہ، ہیئت، موسیقی، طبیعیات، الہیات، ان علوم میں کسی ملت کی تخصیص نہیں بلکہ تمام اہل ملل و اصحاب فکر انسان اس کے مدارک و مباحث میں برابر ہیں اور ابتدا تخلیق سے آج تک نوع انسانی میں یہ علوم مسلسل چلے آ رہے ہیں البتہ اہم ماضیہ میں سے اہل فارس اہل روم کے یہاں ان کی گرم بازاری زیادہ تھی ان علوم کے ساتھ فارس و روم کا جو اقتدار رہا ہے سابق کی تاریخ اس سے بالکل خالی ہے ان سے پہلے کلدانیوں، سریانیوں اور قبط وغیرہ جو قومیں تھیں ان کو سحر و نجات اور ان کے شجاعت تاخیرات و طلسمات وغیرہ سے دلچسپی تھی اور انہی سے یہ علوم فارسیوں نے حاصل کئے تھے۔

جب سکندر بادشاہ قتل دارا کے بعد ان کی مملکت پر غالب اور ان کی کتب علمیہ پر قابض ہوا تو یہ علوم اہل یونان کی طرف منتقل ہوئے۔ اس کے بعد جب مسلمانوں نے بلاد فارس کو فتح کیا اور ان کا علمی ذخیرہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے اسکی بابت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس خط لکھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ذخیرہ غرقاب کر دیا جائے کیونکہ اگر اس میں ہدایت ہے تو ہمارے پاس اس سے کہیں زیادہ ہدایت والی کتاب قرآن عزیز موجود ہے اور اگر اس میں ضلالت و گمراہی ہے تو اس سے ہمیں نجات ہوگی، چنانچہ وہ کل کامل ذخیرہ پانی کی نذر کر دیا گیا اور علوم فارس تقریباً پدید ہو گئے صرف اہل روم کا ذخیرہ باقی رہا جو مشاہیر اہل یونان کے پاس تھا۔

یونان..... ارض روم کے چند اہلکام کا مجموعہ ہے جس میں بہت سی بستیاں اور شہر شامل ہیں، حکماء، یونانیین کا منشاء و ماویٰ یہی سرزمین ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہاں جو چیز یاد کر لی جاتی وہ کبھی فراموش نہ ہوتی تھی، سقراط حکیم استاد افلاطون، ارسطو طالیس، بطلیموس، بلیتیاس صاحب طلسمات اور حکیم جالینوس وغیرہ اس کی طرف منسوب ہیں۔

یونانی فلسفہ کی ابتداء..... جہلیز سے ہوئی جس کو اہل عرب طالیس کہتے ہیں۔ یہ حکیم حضرت عیسیٰ سے ۶۶۰ برس قبل پیدا ہوا۔ اس نے مصر میں تعلیم پائی اور وہیں یہ اصول سیکھا تھا کہ تمام اشیاء پانی سے پیدا ہوئیں، اس فلسفہ کو آپولک فلاسفی کہتے ہیں، اس کے بعد فلسفہ کی بہت سی شاخیں نکلیں اور بڑے حکماء پیدا ہوئے، فلسفہ یونانی کا یہ سلسلہ ۵۲۲ھ تک جاری رہا، اس متمدن دور کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ قدیم، جدید، قدیم کی انتہاء افلاطون پر ہوئی ہے اور ارسطو سے دور جدید شروع ہوتا ہے، قدما میں سات بڑے حکیم، حکمت اور فلسفہ کے ستون کہلاتے ہیں۔ طالیس، انکساغورس، انکساٹس، اپندقلیس، فیساغورث، سقراط، افلاطون، علامہ شہرستانی نے طالیس، انکساغورس، انکساٹس اور اپندقلیس کے اصول پر مفصل گفتگو کی ہے اور غالباً یورپین تصنیفات میں اصول مسائل کے متعلق اس سے زیادہ تفصیل نہیں مل سکتی۔

اپندقلیس کا فلسفہ مسلمانوں میں زیادہ مقبول ہوا اس کی تصنیفات عربی میں ترجمہ کی گئیں۔ محمد بن عبد اللہ جو قرطبہ کا رہنے والا تھا اس کی تصنیفات کا اس قدر شوق تھا کہ ہمیشہ اپنے مطالعہ میں رکھتا تھا، ابوالہذیں علاف جو مسلمانوں میں علم قدیم کا بہت بڑا فاضل اور خلیفہ مامون الرشید کا استاذ تھا صفات باری تعالیٰ کے متعلق اسی حکیم کے خیالات کا پیرو تھا، اپندقلیس ہی پہلا شخص ہے جو اربعہ عناصر کا قائل ہوا۔

یونان میں فلسفہ کا مروج اول..... تاریخ فلاسفہ یونان میں لکھا ہے کہ یونان میں سب سے پہلے جس نے فلسفہ کو ظاہر کیا وہ "تکسفوراس" فیلسوف تھا جو اپنی تمام خواہشیں اور مال و زر، زمین و جائیداد وغیرہ چھوڑ کر تحصیل فلسفہ میں ہمہ تن مشغول ہوا اور مدتوں سیاحت کر کے مختلف مقامات سے علم حاصل کیا، کسی نے اس سے پوچھا کہ تمہیں وطن سے محبت نہیں

ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس وطن کو دوست رکھتا ہوں اور اشارہ آسمان کی طرف کیا۔ ایک بار برکلیس کے مکتب میں ایک بکری لائی گئی جس کے وسط پیشانی میں ایسی سینگ تھا، ایک منجم نے جس کا نام ملیون تھا کہا، ایشیا (نام شہر) میں جو دو فرقے ہو گئے ہیں فریب ہے کہ وہ مل کر ایک جماعت ہو جائے، آنکسور اس نے کہا کہ یہ امر غلطی ہے کسی بات پر دلالت نہیں کرتا بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کا دماغ ٹھوڑی میں بھرا ہوا نہیں ہے اور اس کے سر کی پوری تشریح بیان کی۔ لوگوں نے اس کو ذبح کر کے دیکھا تو اس کے قول کے مطابق پایا، مگر منجم کی بات بھی صحیح نکلی کہ تھوڑی مدت میں دونوں فرقے ایک ہو گئے۔ چونکہ یہ حکیم جاہلیت کے بتوں پر مطلق و متشیع کیا کرتا تھا اس لئے آخر میں لوگ اس سے ناراض ہو گئے۔ اس کا قول تھا کہ آفتاب ایک لوہے کا گڑا ہے قابل پرستش نہیں۔

طبقات فلاسفہ..... حجت الاسلام امام غزالی نے ”مشکوٰۃ الانوار فی لطائف الاخبار“ میں ذکر کیا ہے کہ حکماء کی تین قسمیں ہیں۔ دہریتین، طبیعیتین، الہیتین، حکماء دہریتین، کفار، مجوس کا ایک گروہ ہے جو صنائع عالم کا منکر ہے اور آگ کی پرستش کرتا ہے، اکثر ملوک عجم اور فرات مصر اسی گروہ سے تھے اور رجعت بسوئے عالم کے معتقد، اسی لئے انہوں نے سیم وزر کی ذخیرہ اندوزی کی اور منابر دہر لہات تعمیر کئے۔ حکماء، طبیعیتین کفار زندقہ کا ایک طبقہ ہے جو صنائع عالم کا تو معترف ہے مگر حشر و نشر کو نہیں مانتا بلکہ قدامت عالم کا قائل ہے۔

حکماء الہیتین کے دو گروہ ہیں ایک گروہ متقدمین جو قرن اولیٰ میں تھا۔ دوسرا گروہ متاخرین اس کے پھر دو گروہ ہیں۔ ایک اشراقیین دوم مشائیین۔

فلسفہ اور اتصال شمس..... صاحب کشف الظنون نے ابن خلدون سے نقل کیا ہے کہ حکماء مشائیین کے زعم کے مطابق اس کی سند تعلیم حضرت لقمان تک پہنچتی ہے جو مشہور حکیم گزرے ہیں، مشہور فلسفی فیثاغورث جو حضرت مسیح سے ۵۳۶ سال قبل ہوا ہے، بقراط کا شاگرد سقراط ہے جو ۳۹۹ سال قبل گزرا ہے، سقراط کا شاگرد افلاطون ہے جو ۳۳۸ سال قبل گزرا ہے اور افلاطون کا شاگرد ارسطاطالیس ہے جو ۳۲۲ سال قبل مسیح گزرا ہے اور ارسطاطالیس کا شاگرد اسکندر یہ جو ۳۲۳ سال قبل گزرا ہے۔ ”دقیقۃ الاسلاف و تحیۃ الاخلاف“ میں ہے کہ فیثاغورث اور سقراط حضرت داؤد و حضرت لقمان کے شاگرد تھے اور سقراط کا شاگرد افلاطون ہے اور افلاطون کا شاگرد ارسطو دہر قلس اور ارسطو کا شاگرد اسکندر افریدوسی اور سامطیون، ثامسطیوس اور فروریوس وغیرہ۔

فیثاغورث..... تاریخ گریک میں لکھا ہے کہ فیثاغورث نہایت ذکی اور طباع تھا اس کا والد اس کو اندر و ماوس حکیم کی خدمت میں لے گیا۔ حکیم نے اس کی کمال ذکاوت دیکھ کر اپنی فرزندگی میں لے لیا اور علوم اویہ اور موسیقی سکھا کر آسمیٰ اندر دوس کے پاس بھیجا وہاں ہندسہ اور نجوم سیکھ کر زیاطائی بابی کے پاس گیا وہاں علوم حمیہ کی تحصیل کر کے اور افارخودلیس حکیم سریانی وغیرہ کے پاس حقائق و نکات حکمت کی تکمیل کر کے مصر کے کاہنوں کا علم سیکھنے کی فکر میں ہوا۔ چونکہ وہ لوگ اپنے علوم یرگاہوں کو نہیں سکھاتے تھے اس لئے فلولو افراطیس بادشاہ ساموس کا سفارش نامہ اس فرعون مصر کے پاس لے گیا۔ اس نے کاہنان مدینہ اشکمنس پر حکم لکھا انہوں نے مجبوری اس کو اپنے پاس رکھا اور زمانہ دراز تک طرح طرح کی تختوں کا امتحان لیا۔ جب سب میں کامیاب ہو گیا تو انہوں نے مشیق کے کاہنوں کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بھی امتحان کیا اور بتا دیا کہ فیثاغورث کو یہاں بھی کامیابی ہوئی۔ انہوں نے شہر دیوسیوس کے کاہنوں کے پاس بھیج دیا۔ یہاں بھی سخت مصائب و شداید میں مبتلا کیا گیا۔ جب کوئی دقیقہ امتحان باقی نہ رہا تو اس سے کہا کہ تمہارے اور ہمارے دین میں مباحثہ تامہ ہے اگر ہم سے کچھ لینا چاہتے ہو تو یونانیوں کا اعتقاد چھوڑ دو، فیثاغورث نے فوراً قبول کر لیا۔ آخر مجبوری تمام انہوں نے اس کی تعلیم شروع کی۔ فیثاغورث

تھوڑی مدت میں سب سے بڑھ گیا اور سب اس کی فضیلت کے قائل ہوئے۔ جب فرعون کو اس کی خبر ملی تو اس نے تمام معابد و کنائس کی خدمت اس کو تفویض کی وہ مدتوں وہاں رہا۔ جب ملک مصر پر لہر اسبت قابض ہوا تو فیثا غورث وہاں سے شہر ساموس کو چلا گیا۔ وہاں کے لوگوں نے اس کی نہایت توقیر کی اور بہت بڑا درسہ اس کیلئے تعمیر کرایا اور فیثا غورث تدریس میں مشغول ہو گیا۔ ہر طرف سے لوگ بکثرت آئے اور مستفید ہوئے، اس کی قدر یہاں تک بڑھی کہ وہاں کا بادشاہ ہر کام اسی کی رائے سے کرتا تھا۔ ساٹھ سال وہاں رہا پھر اٹلا گیا۔ وہاں بھی ایسی ہی قدر ہوئی۔ آٹھ سال یہاں رہا۔ پھر باطرون طیون گیا۔ تمام ملک یونان میں شہرت ہوئی، اعلیٰ درجہ کے لوگ اس سے مستفید ہوئے۔ یہاں تک کہ سیما خوش اطرون جو فافانطوریتا کا والی تھا۔ حکومت ترک کر کے اس کے شاگردوں میں داخل ہوا۔ تاریخ فلسفہ یونان میں لکھا ہے کہ فیثا غورث نہایت متواضع تھا۔ اپنے لئے حکیم کا لقب بھی گوارا نہ کرتا تھا، اس میں قوت کمالت ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ جو خبر دیتا وہی واقع ہوتا تھا، اس کی تصنیفات بہت ہی منجیدان کے ایک رسالہ ذبیہ ہے جس کو جالینوس نے آب زر سے لکھوایا تھا اور ہر روز اس کا مطالعہ کرتا تھا۔

بہنراط..... ملقب بابو الطیب، حضرت مسیح سے ۴۶۰ھ سال قبل جزیرہ کوس میں پیدا ہوا اور اپنے والد ہیراکلیدس سے علم طب کی تعلیم حاصل کی۔ پھر شہر اثینا پہنچا اور وہاں ہیرودیکوس سے علم حاصل کیا۔ ان کے علاوہ حکیم جورجیاس اور ذیموفراس وغیرہ سے بھی تعلیم پائی۔ غریغور یوس نے بیان کیا ہے کہ بقراط شہر حمص میں رہتا تھا۔ لیکن دمشق میں بھی آتا جاتا رہتا تھا۔ وہاں اس کا باغ تھا جو وادی نیرب میں آج تک معروف و مشہور ہے۔ بقراط اپنے زمانہ میں اہل یونان کا بڑا حاذق طبیب تھا اور بلا قیمت علاج کرتا تھا، شہر غالباً کی بستی لایسا میں جو آج کل مکینہ کے نام سے مشہور ہے وفات پائی۔ وکیل قتل مسوما قتلہ القضاۃ بدمینہ اثینا، فصول بقراط تقدّمہ المعروف، کتاب الایوتیہ، کتاب الامراض الحادۃ، کتاب لوجاع النساء وغیرہ اس کی مشہور کتابیں ہیں۔ اس کے علاوہ قاطیطر یون (یعنی حایوت الطب) کتاب الاحداث، کتاب الالوان، کتاب الجراح، کتاب الطلع، کتاب العهد، کتاب الفخاء، کتاب القصد والحجامة، کتاب القلب، کتاب الکسر والجبر، کتاب اللجوم، کتاب الخویر وغیرہ ہیں۔

سقراط..... سقراط بن سقر سیقوس، اکابر حکماء یونان میں سے تھا۔ اس کا مولد و مسکن شہر اس ہے۔ حضرت مسیح سے ۴۷۱ سال قبل پیدا ہوا اور ۳۹۹ سال قبل وفات پائی۔ اس نے فنون حکمت فیثا غورث کی کتابوں سے حاصل کئے۔ اکثر تشریح حکمت الہی میں مصروف رہتا۔ شاگردوں کو مضامین حکمیہ کے لکھنے اور تصنیف کرنے سے منع کرتا اور کہتا کہ جب حکمت مقدس اور پاکیزہ چیز ہے تو چاہیے کہ اسے نفوس قدسیہ میں ودیعت رکھیں۔ نہ کہ مردار چمڑوں اور نفوس متہرہ میں۔ اس کے یہاں طلبہ کی اتنی کثرت تھی کہ بارہ ہزار شاگرد گھنے گئے جن میں افلاطون اور افراتون اور اقلیدس الیغاری بھی ہیں۔ یہ حکیم کھانا بہت کم کھاتا، لباس مونا اور کم قیمت پہنتا، ذکر موت اور عبادت الہی زیادہ کرتا اور ہر کسی سے خوش خلقی کے ساتھ پیش آتا تھا۔ جب اس کی خوب شہرت ہوئی اور لوگوں کو بیت پرستی سے منع کرنے لگا تو شہر آسن کے حکام نے اس کو واجب القتل قرار دیا اور چند فتوے جن پر قاضیوں کی مرئیں ثبت تھیں بادشاہ کے پاس بھیجے۔ بادشاہ نے سقراط سے کہا کہ تم نے خلاف جمہوریہ کیا طریقہ اختیار کیا۔ اس کو چھوڑ دو ورنہ میں تمہارے قتل پر مجبور ہوں گا۔ سقراط نے کہا کہ قتل کی تحدید سے مجھے کوئی خوف نہیں۔ کیونکہ مرنا قید ہے چھوٹا، عالم تجربہ سے ملنا اور تاریک لباس اتار کر نورانی خلعت پہننا ہے۔ تبدیل لباس سے ڈر کر حق بات کو ہرگز نہیں چھپا سکتے۔ آخر بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اس کو زہر دے کر ختم کر دیا گیا۔ انتقال کے وقت اس کی عمر ایک سو سات سال کی تھی۔ قتل کے بعد یہ بات مسلم ہو گئی کہ اس معاملہ میں سراسر خطا ہوئی۔ اس وجہ سے جو لوگ اس فتنہ میں شریک تھے وہ سب کے سب قتل کئے گئے۔

افلاطون..... افلاطون بن ارسٹون، سلیم الذوق، واسع الغفل، ثاقب الفکر، نہایت ذکی و ذہین اور حمیدہ اخلاق و ستودہ صفات کے ساتھ متصف تھا۔ حضرت مسیح سے ۴۳۰ سال قبل پیدا ہوا اور ۸۱ سال کی عمر یا کر ۳۳۸ سال قبل از مسیح وفات

پائی۔ اس کا اصل نام ارسطیکس ہے جو اس کے دادا کے نام سے ماخوذ ہے۔ بعد میں افلاطون کے نام سے پکارا جانے لگا۔ جس کے معنی یونانی زبان میں بلا تیس بمعنی عریض کے ہیں۔ لقب بذلک لعرض جہۃ اور معنیہ اوکلامہ۔
بچپن میں فلسفہ، ہرقلیتس کے چند اسباق کراہتیس سے پڑھے اور جب بیس سال کی عمر ہوئی تو ستراط کی شاگردی اختیار کی اور آٹھ سال تک براہرپوری مستعدی کے ساتھ اس کی خدمت میں رہے۔ کتاب الہی اسی کی ہے اور غوغیاس (المنزل الافلاطونیہ) تو بہت ہی مشہور ہے۔

ارسطو..... مشہور طبیب یقوخاص کا بیٹا ہے۔ اور حکماء متقدمین کا رئیس اعظم، اس کو ارسطاطالیس اور ارسطوطالیس بھی کہتے ہیں۔ (والثانی ہوا الاقرب اصل الیونانی) خاتم حکماء یونان ہے بعد کے سارے فلاسفہ اسی کے رہن منت اور خوشہ چیں ہیں۔ یہ حضرت مسیح سے ۳۸۴ سال قبل مکدونیہ کی ایک بستی ستاجیر میں پیدا ہوا جو دریائے ستریمون کے قریب واقع ہے اور ۳۲۲ سال قبل مسیح فلکیس مقام میں وفات پائی۔ اس کے بچپن ہی میں والدین کا انتقال ہو گیا۔ ہوش سنبھالنے کے بعد تھوڑی مدت اتریبوس میں تعلیم پائی۔ جب سترہ سال کی عمر ہوئی تو ایتھینا پہنچا اور افلاطون سے حکمت حاصل کی۔ افلاطون اس کو بہت چاہتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ذوفمالیس بادشاہ نے اپنے بیٹے پیٹاغوراس کی خاطر ایک حکمت خانہ تیار کیا اور افلاطون کو اس کی تعلیم کیلئے مقرر کیا مگر یہ لڑکا بہت کند ذہن تھا اور تعلیم سے بھاگتا تھا اور ارسطو نہایت تیز فہم اور ذکی تھا۔ افلاطون پیٹاغوراس کو اس کو ادب و حکمت پڑھاتا اور ارسطو اس کو اپنے سینے میں محفوظ کر لیتا۔ تقریباً بیس سال تک افلاطون کے پاس رہا اور اس کے جملہ علوم میں مہارت تامہ پیدا کی۔ افلاطون کے انتقال کے بعد ایتھینا چھوڑ کر سیپا پہنچا اور وہاں ہرمیاس بادشاہ کے پاس قیام کیا۔ اس نے اپنی بیٹی میاس کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ شادی کے بعد یہ متیلیہ جا کر جزیرہ سیوس میں اقامت گزریں ہوا۔ یہاں اس کے نام اسکندر کے پاس فیلیس کی طرف سے ایک خط آیا۔ جس میں اس کو اپنے بیٹے اسکندر کی تعلیم کیلئے مدعو کیا تھا۔ چنانچہ ارسطو حسب حکم فیلیس کے یہاں آیا اور اسکندر کی تعلیم و تربیت شروع کی۔ اس وقت اسکندر کی عمر ۱۳ سال کی تھی۔ تعلیم و تربیت سے فراغت کے بعد ۳۵۳۳۱۳ میں ایتھینا واپس آیا اور یہاں لیسوم میں فلسفہ کا ایک مدرسہ جاری کیا۔ جس کو مدرسۃ المشافین لہ کہا جاتا ہے۔ علم المنطق، علم الفصاحت، علم الشعر، علم الادب، علم السیاستہ، تاریخ الحيوانات، علم الطبیعیۃ، الفلستہ العقلیہ، علم النفس، علم الفلک، کتاب الزمان، کتاب الروح، کتاب اسرار والجوم، کتاب الاعداد، کتاب الباہ، کتاب البرہان، کتاب الحدود، کتاب الحس والحسوس، کتاب الجنس، کتاب الحس علی الفلسفہ، کتاب الحیوۃ والموت، کتاب الخطوط، کتاب الخیر، کتاب الدور، کتاب الذکر والنوم وغیرہ آپ کی اہم تصنیفات ہیں۔ ان کی کتابوں کے شارح ہونے کی حیثیت سے نو فلسفی مشہور ہیں جو سب مقلد تھے۔ مجتہد نہ تھے۔

(۱) تاؤ فرسطس

(۲) اصطفیٰ

(۳) لیس بجی بطریق اسکندریہ

(۴) امونیوس

(۵) سلیقیوس

(۶) ثاؤس

(۷) فروریوس

(۸) تاسطیوس

لہ انما سمیت بذلك لانه كان يعلم ويمشى اولانه كان يعلم الحكمة في المماشى المظلمة التي كانت حول الليسيوم وقد بقيت تلك المماشى الى عهد بنو ترخوس وراثا الساج ۱۲

(۹) اسکندر افروڈیسی

ان میں آخر الذکر تینوں شرح اوچے درجے کے مالک ہیں۔
اسکندر..... اسکندر بن فیلیس مكدونی، حضرت مسیح سے ۵۶ سال قبل بلا مقام میں پیدا ہوا اور ۳۲۳ سال قبل وفات پائی۔
اولا لیسماخوس کی تربیت میں دیا گیا، اس نے سب سے پہلے اس کو قصیدہ لو میروس پڑھایا جو ایلایازہ کے نام سے موسوم تھا۔
تیرہ سال کے عمر میں ارسطو کے سپرد کیا گیا اور تین سال تک ارسطو سے تعلیم پائی۔ باپ کے مقتول ہو جانے کے بعد تخت نشین ہوا اس وقت اس کی عمر بیس سال تھی۔ سمع الکلیات من کتب الطبیعات اس کی مشہور کتاب ہے اور ”کتاب الرد علی من قال انه لا یكون شی الامن شی“ بھی اسی کی ہے۔
فلسفہ کے سات اسکول..... اصول فلسفہ، طرز تعلیم اور اخلاق و عادات کے لحاظ سے فلسفہ کے سات اسکول قرار دیئے گئے ہیں۔

(۱) نختا غورثیہ..... اس کا بانی فیثاغورث تھا۔

(۲) فورنیہ..... اس کا بانی ارسینورس تھا۔ وہ چونکہ فورنیا کا رہنے والا تھا اس لئے اس کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہو گیا۔

(۳) رواقیہ..... اس کا بانی زینون متولد ۳۴۰ ق م تھا۔ یہ چھت کے نیچے بیٹھ کر تعلیم دیتا تھا۔ اس لئے رواقیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

(۴) کلابیہ..... اس کا بانی انیستن تھا۔ یہ حکیم تمام آدمیوں کو حقیر سمجھتا اور خاص کر امراء اور دولت مندوں کو کاٹ کھانا چاہتا تھا۔ اس مناسبت سے لوگ اس کو کتا کہتے تھے۔ اسی مناسبت سے کلابیہ مشہور ہو گیا۔

(۵) مانہ..... اس کا بانی فونز تھا اور وہ چونکہ لوگوں کو تعلیم سے منع کرتا تھا اس لئے اس نام سے مشہور ہوا۔

(۶) لذتیہ..... اس کا بانی ایکیوریس متولد ۳۳۶ ق م تھا۔ جس کا نظریہ یہ تھا کہ آئندہ حشر و نشر کچھ نہیں اس لئے جس قدر ہو سکے یہاں عیش کر لینا چاہیے۔

(۷) مشائیین..... اس کے بانی افلاطون اور ارسطو تھے۔ چونکہ یہ لوگ پڑھانے کے وقت ٹہلتے جاتے تھے اس لئے

اس نام سے مشہور ہوئے۔

تدوین اول..... حضرت مسیح سے قبل فیثاغورث، بقراط، سقراط اور افلاطون وغیرہ بڑے بڑے حکماء پیدا ہوئے۔ لیکن ان حکماء نے حکمت و فلسفہ کو باضابطہ مدون نہیں کیا تھا۔ سب سے پہلے حکماء متاخرین کے رئیس امام الفلسفہ حکیم ارسطو نے حکمت اور منطق کو مدون کیا اور متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ اس کی کتابوں کی ترتیب یوں ہے۔ المنطقیات، الطبیعیات، الالہیات، الخلقیات، منطقیات میں آٹھ کتابیں ہیں۔ اول قاطیغوریاس بمعنی مقالات، حنین نے اس کو نقل کیا اور فرفورس اور فارابی نے اس کی تفسیر کی۔ دوم ہارسمیناس بمعنی البعبارہ اس کو حنین نے سریانی میں اور اسحاق نے عربی میں منتقل کیا اور یعقوب بن اسحاق کندی نے اس کی تفسیر کی۔ سوم اناطوطیقا بمعنی تحلیل القیاس، اس کو نیودروس نے عربی میں منتقل کیا اور کندی نے اس کی تفسیر کی، چہارم انورطیقا بمعنی البرہان۔ اس کو اسحاق نے سریانی میں منتقل کیا اور اس نقل کو مکی نے عربی میں منتقل کیا اور فارابی نے اس کی تشریح کی۔ پنجم طوطیقا بمعنی الجدل اس کو اسحاق نے سریانی میں منتقل کیا اور اس نقل کو یحییٰ بن عدی نے عربی میں منتقل کیا اور فارابی نے اس کی تفسیر کی۔ ششم سوفسطیقا بمعنی المغالطہ اس کو ابن ناعمہ عید المسیح حسی نے سریانی میں منتقل کیا اور اس نقل کو بھی یحییٰ بن عدی نے سریانی سے عربی میں منتقل کیا اور کندی نے اس کی تفسیر کی۔ ہفتم ریطوریتا بمعنی الخطابہ۔ اس کو اسحاق نے عربی میں منتقل کیا اور فارابی نے اس کی تفسیر کی۔ ہشتم انوطیقا بمعنی الشعر، اس کو ابو بشر ممتی بن یونس نے سریانی سے عربی میں منتقل کیا۔

طبیعیات والہیات میں تین کتابیں ہیں۔ اول کتاب السماع الطبیعی۔ یہ آٹھ مقالے ہیں۔ اسکندر نے اس کی تفسیر کی ہے

دوم کتاب السماع والعالم۔ یہ چار مقالے ہیں۔ افراد کی نے اس کی تشریح کی ہے۔ سوم کتاب الکون والفساد۔ اس کو حنین نے سریانی میں اور اسحاق نے عربی میں منتقل کیا ہے۔ خلقیات میں کتاب الاخلاق ہے جس کی تفسیر فروریوس نے کی ہے۔ عہد اسلام میں نقول و تراجم..... زمانہ قدیم میں اہل فارس نے منطق و طب کی کچھ کتابیں فارسی زبان میں منتقل کی تھیں۔ عبداللہ بن مقفع خطیب فارسی مترجم کلید و دمنہ وغیرہ نے اس کو عربی میں منتقل کیا۔ خالد بن یزید بن معاویہ جو حکیم آل مروان کہا جاتا تھا بڑا علم دوست، عالم و فاضل شخص تھا۔ اس نے فلاسفہ کی ایک جماعت کے ذریعہ جن میں اصطفیٰ بھی ہے یونانی کتابوں کو عربی میں منتقل کر لیا۔ فلکان ہذا اول نقل فی الاسلام۔

منصور کی دور..... دول اسلامیہ میں علم فلسفہ اور علم نجوم کا کچھ چرچا خلیفہ ثانی ابو جعفر منصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے زمانہ میں ہوا ہے، ابو جعفر علم فقہ اور دیگر علوم کے ساتھ ساتھ علم فلسفہ اور علم نجوم کا بھی بڑا دلدادہ تھا۔ چنانچہ اس نے شاہ روم سے کتاب اقلیدس اور بعض کتب طبیعیات حاصل کیں اور بطریق وغیرہ کے ذریعہ سے ترجمے کر کر اشاعت کی۔

مامونی دور..... ارسطو سے لیکر خلافت عباسیہ تک گیارہ صدیاں گزر چکی تھیں۔ علوم فلسفہ کی کوئی ترقی نہ ہو سکی۔ گویا بازار سرد پڑ چکا تھا۔ جب ۱۹۸ھ میں ہارون الرشید کے بیٹے مامون کے ہاتھ میں خلافت کی باگ ڈور آئی تو وہ بھی اپنے دوا ابو جعفر کے قدم بقدم چلا اور بیش بہا تحائف و ہدیائے ذریعہ شاہان روم سے کتب فلاسفہ کا مطالبہ کیا۔ شاہان روم کے یہاں اقلیدس، بطلمیوس، بقراط، جالینوس، ارسطو اور افلاطون وغیرہ کی جو کتابیں موجود تھیں وہ سب انہوں نے مامون کے یہاں بھیج دیں، مامون نے حنین بن اسحاق کندی، ثابت بن قسره، ابن یحییٰ الحجاج بن مطر اور ابن البطرین وغیرہ جیسے ماہر مترجمین سے ان کتابوں کے ترجمے کرائے اور لوگوں کو ان کے پڑھنے پڑھانے کی دعوت دی، لوگوں نے اس سے غیر معمولی دلچسپی لی۔ یہاں تک کہ مامون کے دور میں علم فلسفہ کا بازار گرم ہو گیا اور اس فن کی اس درجہ خدمت کی گئی کہ دولت عباسیہ دولت رومیہ کے ہم پلہ ہو گئی۔

اسماء ثقلین و مترجمین..... نقل کتب و تراجم کے سلسلے میں جن حضرات نے نمایاں حصہ لیا ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔ اصطفیٰ، بطریق، ابن یحییٰ الحجاج بن مطر، ابن ناعمہ، عبدالمعصی، سلام الابرش، حسین بن ہرقل، ہلال بن ابی ہلال حمصی، ابن لوی، ابو نوح بن الصلت، ابن رابط، عیسیٰ بن نوح، قسطان بن لوقا تعلیقی، حنین بن اسحاق، اسحاق، ثابت بن قسره، ابراہیم بن الصلت، یحییٰ بن عدی، عبداللہ بن المقفع، موسیٰ بن خالد، یوسف بن خالد، حسن بن سہل، بلادری مدحہ، ابن وحشیہ، ابو الفرج، ابوسلیمان خجری، یحییٰ نخوی، یعقوب بن اسحاق کندی، ابوسلیمان محمد بن بکیر مقدسی، ابوقوام یوسف بن محمد نیشاپوری، ابوزید احمد بن سہیل بخاری، ابوالحارث حسن بن سہل قمی، ابو حامد احمد بن محمد اسفرائینی، ابو زکریا یحییٰ حمصیری، ابونصر فارابی، طحطاہ نسفی، ابوالحسن عامری، ابن سینا وغیرہ۔

متروین ثانی..... مگر بقول علامہ لطفی صاحب حاشیہ مطالعہ یہ نقول و تراجم متخالف و مخلوط اور غیر فاضل و غیر محرر تھے جو حکیم فارابی کے زمانہ تک اسی طرح باقی رہے اور حکیم ابونصر فارابی متوفی ۳۳۹ھ نے چوتھی صدی ہجری میں شاہ منصور بن نوح سامانی کے حکم سے دوبارہ اس کی متروین کی اور اپنی کتاب کی تعلیم ثانی کے ساتھ موسوم کیا اور تقریباً دو درجن کتابیں تصنیف کیں۔ اسی لئے فارابی کو معلم ثانی کہتے ہیں۔ اس کی یہ کتابیں منصور کے کتب خانہ "صوان الحکمتہ" کی جو اصنافان میں تھا سلطان مسعود کے زمانہ تک زینت بنی رہی۔

متروین ثالث..... اور چونکہ شیخ فارابی کی یہ کاوش بیاض تک نہ آسکی تھی صرف مسودہ ہی کے درجہ میں تھی اس لئے شیخ ابوعلی حسین بن عبداللہ ابن سینا متوفی ۴۲۸ھ نے سلطان مسعود کے حکم سے اس کو تیسری بار باقاعدہ مدون کیا اور حکیم فارابی کی تصانیف سے اقتباس کر کے کتاب "الشفاء" وغیرہ تصنیف کی۔

فلسفہ ارسطو پر مسلم فلاسفہ کی تنقیدی نظر..... ارسطو کا فلسفہ چونکہ چند بنیادی مسائل مثلاً قدیم عالم میں اسلامی عقائد سے متصادم تھا اس لئے فلسفہ ارسطو پر رد و قدح کا آغاز اسلام میں ابتدائی زمانہ ہی سے ہو چکا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے یحییٰ بن خوی نے ارسطو کے رد میں ایک کتاب لکھی۔ اس کے بعد نظام معترلی نے اس کی ایک کتاب کا رد لکھا۔ پھر اسی زمانہ کے قریب ابو علی جبائی نے جو مشہور معترلی تھا ارسطو کی کتاب کون و فساد کا رد لکھا۔ تیسری صدی میں حسن بن موسیٰ نوہی نے کتاب الاراء والدیانات لکھی۔ جس میں ارسطو کی منطق کے مہمات مسائل پر اعتراضات کئے جو متکلمین اسلام سے ماخوذ تھے۔ نوہی کے بعد ابو بکر باقلانی نے ”ذائقہ“ کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ جس میں فلسفہ کا رد تھا۔ محمد زکریا رازی صاحب صد تصانیف متوفی ۳۲۰ھ (عہد منصور بن اسماعیل سامانی) نے فلسفہ ارسطو کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑا دیں۔ پھر علامہ شہرستانی متولد ۴۷۹ھ نے برقلس اور ارسطو کے رد میں ایک مستقل کتاب لکھی۔ اسی طرح امام غزالی نے ”تہافت الفلاسفہ“ میں نہایت جاندار اور طویل تنقید کی۔ لیکن ابوالبرکات بغدادی نے اس میں سب سے زیادہ ناموری حاصل کی اور اپنی کتاب ”المعبر“ میں ارسطو کے اکثر مسائل و خیالات کو غلط ثابت کیا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا مقصد صرف رد و قدح تھا اور وہ کسی مستقل فلسفہ کے بانی اور پیرو نہ تھے۔ لیکن شیخ شہاب الدین مقبول ۵۵۶ھ نے فلسفہ میں اپنا ایک مستقل طریقہ قائم کیا۔ جس کا نام انہوں نے فلسفہ اشراق رکھا۔ جو مشائیین یعنی ارسطو کے فلسفہ کے بالکل مخالف تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنی کتاب ”حکمت الاشراق“ اور ”مشارح مطارحات“ میں فلسفہ ارسطو کے مسائل کی تردید کی، ان سب کے بعد امام رازی کی باری آئی تو انہوں نے اپنے اعتراضات کی کثرت سے فلسفہ ارسطو کی رہی سہی وقعت بھی خاک میں ملا دی اور متاخرین کیلئے فلسفہ ارسطو پر رد و قدح کی ایک عام شاہراہ قائم کر دی۔ علامہ ابن رشد، ابن تیمیہ، حرانی، نجم الدین تچوانی، ابن سہلان اور افضل الدین خوجی وغیرہ نے اس میں نئی نئی باریکیاں پیدا کیں۔ اجتہاد کئے۔ آخر الذکر کی کتابیں دو سو سال تک داخل نصاب رہیں۔

جامعین حکمت و شریعت..... علامہ شمس الدین فناری، فاضل قاضی زاہد رومی، علامہ خواجہ زاہد، علامہ علی قوشچی، فاضل ابن المویہ، میر چلی، علامہ ابن الکمال اور فاضل ابن الحنائی وغیرہ نے حکمت اور شریعت دونوں کو یکجا جمع کیا اور اس میں کتابتیں تصنیف کیں۔

چونکہ علوم حکمیہ میں بہت سی چیزیں مخالف شرع تھیں جس کے پیش نظر بعض لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔

فلسفہ چون اکثرش باشد سفہ پس کل آن ہم سفہ باشد کہ حکم کل حکم اکثر است

اس لئے علماء اسلامین نے عقائد و کلام کی بنیاد ڈالی۔ البتہ متاخرین محققین نے فلسفہ کی وہی چیزیں کیں جو مخالف شرع نہ تھیں اور ان کو کلام کے ساتھ منضم کر دیا۔ جس نے حکمت اسلامیہ کا نام پایا۔

کتب حکمت و فلسفہ..... فن مذکور میں شیخ ابو علی ابن سینا کی شفاء، نجات اشارات، عیون الحکمت، الحکمت القدسیہ، الحکمت المشرقیہ بہت پایہ کی کتابیں ہیں۔ ان کے علاوہ علامہ قزوینی کی عین القواعد بھی بہت عمدہ ہے اور فاضل اشیر الدین ابہری کی کتاب ہدایۃ الحکمت مشہور و متداول ہے۔ ۱

(۲۳) علم ہیئت

لغوی تحقیق..... لفظ ہیئت بروزن غیرت بمعنی صورت، شکل، ساخت، بناوٹ اور بمعنی حالت، کیفیت، طور، طریق وغیرہ استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع ہیئات بروزن خیرات آتی ہے۔

اصطلاحی معنی..... ہیئت وہ علم ہے جس کے ذریعہ سے اجرام فلکی اور کرہ زمین کی گردش، کشش، ان کے باہمی بعد و

مسافت اور ذیل ڈول ساخت اور بناوٹ وغیرہ احوال و کیفیات معلوم ہوں۔ صاحب ہدیتہ العلوم نے ہیئت کی تعریف اس طرح کی ہے کہ ہیئت وہ علم ہے جس سے اجرام بسیطہ علویہ و سفلیہ کے احوال و اشکال، اوضاع و مقایر اور ابعاد معلوم ہوں۔ ارشاد القاصد میں بھی یہی مذکور ہے۔

وفی کشاف اصطلاحات الفنون، علم الهيئة هو من اصول الرياضی وهو علم يبحث فيه عن احوال الاجرام

البسیطة العلویة والسفلیة من حیث الكمیة والکیفیة والوضع والحركة اللازمة لها وما یلزم منها۔
پھر یہ علم کبھی تو براہین ہندسیہ کے ساتھ مذکور ہوتا ہے اور اصل بھی یہی ہے۔ جیسا کہ بطلمیوس کی مجسطی میں مذکور ہے اور کبھی براہین سے مجرد کر لیا جاتا ہے اور صرف تصور و تخیل پر مبنی ہوتا ہے جس کو ہیئت بسیطہ کہتے ہیں۔ محقق نصیر الدین طوسی کی کتاب ”الندکرة“ اسی سے متعلق ہے۔

موضوع ہیئت..... بحیثیت مذکورہ اجرام فلکی اور کرہ زمین اس علم کا موضوع ہے۔
غرض و غایت..... اجرام فلکی اور کرہ ارض کی گردش، کشش، ساخت وغیرہ احوال نفس الامری کی معرفت ہے۔
مدوین ہیئت..... اس فن کا موجد تھیلو (تھیلیس۔ ٹالیس ملطی) کہا جاتا ہے۔ جس کو اہل عرب ٹالیس کہتے ہیں۔ یہ حضرت مسیح سے ۶۶۰ برس قبل ہوا ہے اس نے زمین کو مرکز کائنات مانا اور سب سے پہلے حرکت کو اکب کی مقدار معلوم کرنے کیلئے زیچ بنائی اور خسوف کی پیشین گوئی کی۔

تھیلو کے بعد حکیم فیثاغورث ۵۳۶ھ قبل مسیح اور افلاطون ۴۳۰ قبل از مسیح نے اس فن کو نہایت ترقی دی۔ فیثاغورث نے بجائے زمین کے آفتاب کو مرکز کائنات مانا مگر ان حکماء کی کوئی مستقل تصنیف نہیں معلوم ہو سکی۔ ان کے بعد ارسطرخوس ۲۵۰ قبل از مسیح، ابرخس ۱۴۰ قبل از مسیح اور بطلمیوس وغیرہ بڑے بڑے صاحب تصنیف ہیئت داں گذرے ہیں، انہوں نے فن مذکور کو باقاعدہ مدون کیا، ارسطرخوس کی ”الشمس والقمر“ اور حکیم بطلمیوس فلوزی کی ”جسطی“ وغیرہ کتابیں اس فن کی اولین تصنیفات ہیں۔ عہد اسلام میں مسلمانوں نے یہ کتابیں بہم پہنچائیں اور پھر ان کا عربی میں ترجمہ کیا۔ جسطی بطلمیوس..... مسلمانوں نے بطلمیوس کی ہیئت کے ساتھ زیادہ اعتناء کیا۔ چنانچہ اس کو کتاب جسطی کا ترجمہ بڑے اہتمام سے ہوا۔ سب سے پہلے یحییٰ بن خالد نے اس کے ترجمہ کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ بہت سے مترجمین نے اس کی فرمائش سے ترجمے اور تفسیریں لکھیں۔ اس کتاب کے کل ترجمے جو مقبول ہوئے ہیں تین ہیں۔ ایک حجاج بن مطر کا، دوسرا اسحاق کا، تیسرا اثابت بن قرہ کا۔ حکماء اسلام نے اس کتاب کا اختصار کیا۔ چنانچہ ابن سینا نے اس کا قصص کر کے شفا میں اس کو جگہ دی، حکماء اندلس میں ابن رشد نے اور ابن اسحاق اور ابن الصلت نے کتاب الاقتصار میں اس کا خلاصہ لکھا، ابن فرغانی نے ہیئت میں سے براہین ہندسیہ کو حذف کر کے اس کا خلاصہ لکھا۔

اہل عرب اور علم ہیئت..... عربوں نے علم ہیئت میں بھی بہت زیادہ کام کیا۔ عربوں کا مشہور ہیئت داں محمد بن احمد بن منصور کے عہد میں تھا، خلیفہ مامون کے عہد میں یحییٰ بن منصور اور خالد بن عبد الملک مشہور ہیئت داں تھے۔ انہوں نے اعتماد اللین، گرہن، دم دار تاروں اور سیاروں کی گردش کے متعلق جو مشاہدات کئے انہوں نے انسانی معلومات میں بہت نمایاں اضافہ کیا، ابو معاشر نے سیاروں کی گردش کا بہت مطالعہ کیا اس نے جو جدول مرتب کیا تھا وہ علم ہیئت کا بہت بڑا مبلغ ہے، موسیٰ بن شاہر بارون رشید کے زمانہ کا بہت بڑا غیر متجز تھا اور اس کے بیٹوں نے مامون، متعصم اور دافق کے عہد حکومت میں علم ہیئت میں بہت نام پایا تھا۔ انہوں نے سورج اور دوسرے سیاروں کی گردش کے متعلق بہت سی دریافتیں کیں، ابو الحسن علی بن ابی سعید نجم نے دور بین ایجاد کی، اسی عہد کا ایک نامور ہیئت دان بستانی تھا۔ اس کی فلکیاتی لوح کا لاطینی میں ترجمہ ہو کر صدیوں تک یورپ کی درس گاہوں میں رہا۔ الکوہی اور ابو الوفاء بھی اسی عہد کے مشہور و معروف ہیئت داں

۱۔ کلمتہ یونانیہ بمعنا الترکیب اصلہ طاجستوس ہونلفظ یونانی و مذکر معناه البناء الکبر ۱۲۔

تھے۔ الکوہی نے سیاروں کی گردش کا مطالعہ کیا۔ اس السلطان اور اس الجدی سے متعلق جو معلومات اس نے بہم پہنچائیں وہ علم ہیئت میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ ابوالوفاء ۹۳۹ء میں خراسان میں پیدا ہوا اور ۹۵۹ء میں عراق میں متوطن ہو گیا۔ جہاں اس نے خود کو ہیئت اور ریاضیات کے مطالعہ میں مصروف کیا۔ اس نے علم مثلث میں قاطع زاویہ اور فلکیاتی مشاہدات میں ٹلس کو رائج کیا۔ ایویونس حسن علاء الدین، ابن شاطر دمشقی اور عمر خیام وغیرہ نے بھی ریاضیات اور ہیئت میں نمایاں کام کیا۔ زجاج ابن شاطر مشہور ہے۔

کتب ہیئت..... (۱) القانون المسعودی..... از ابوالریحان محمد بن احمد بیرونی خوارزمی متوفی ۴۳۰ھ

(۲) التبصرہ..... از ٹلس الدین ابوبکر محمد بن احمد بن ابی بشر مروزی متوفی ۵۰۳ھ

(۳) التذکرۃ النصیریہ..... از محقق نصیر الدین محمد بن محمد طوسی متوفی ۶۷۲ھ

(۴) التحفۃ الشامیہ.....

(۵) نہایۃ الادراک..... از علامہ قطب الدین محمود بن مسعود شیرازی متوفی ۷۱۰ھ

(۶) الفتحیہ..... از علاء الدین علی بن محمد مشہور بقوچی متوفی ۷۸۷ھ۔ ل

(۲۴) علم اصطرلاب

لغوی تحقیق..... یونانی زبان میں اُصطر (بہم اول و ثالث) بمعنی ترازو اور لاب بمعنی آفتاب ہے۔ پس اصطرلاب کے معنی ”آفتاب کی ترازو“ ہوئے۔ بعض حضرات کے نزدیک یہ لفظ اُسطر (فتح اول و سکون سین جمع سطر) اور لاب سے مرکب ہے بمعنی سطر ہائے آفتاب، حرف سین بمناسبت طاء صاۃ سے مبدل ہو کر اصطرلاب ہو گیا۔

فلاسفہ کی اصطلاح میں اصطرلاب ایک مدور آلہ ہے جو پتیل سے بنتا ہے۔ اس کے اندر کی جانب پتیل کے بہت سے لوراق اور ان اوراق پر بکثرت سے سطرو و خطوط ہوتے ہیں۔ اس آلہ کے ذریعہ سے ہر شے کی بلندی و ارتفاع معلوم کرتے ہیں۔ لیکن اشیاء میں چونکہ آفتاب ہی سب سے بڑا ہے اس لئے وہ اس کی طرف منسوب ہو کر اصطرلاب یعنی آفتاب کے ستور یا آفتاب کی ترازو کہلاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف..... علم اصطرلاب وہ علم ہے جس میں آفتاب، ستارے یا دیگر اشیاء کی بلندی دریافت کرنے کے قواعد اور احکام بیان کئے جائیں۔

موضوع علم اصطرلاب..... بحیثیت مذکورہ آلہ اصطرلاب اس علم کا موضوع ہے۔

غرض و غایت..... آفتاب اور ستاروں وغیرہ کی بلندی یا اجرام فلکی کے احوال مذکورہ کو دریافت کرنا۔

تدوین..... سب سے پہلے اصطرلاب کی ایجاد حکیم ارسطو ۳۸۴ قبل از مسیح اور حکیم ہلیناس نے کی ہے اور بقول بعض اس کا واضع حکیم ابرخس ۱۲۰ قبل از مسیح ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے اپنے رسائل میں لکھا ہے کہ حکماء یونان میں بطلمیوس جو دوسری صدی عیسوی میں تھا پہلا شخص ہے جس نے آلہ اصطرلاب بنایا اور آلات نجوم تیار کئے۔ اس کے زمانہ میں بہت بڑے سامان سے رصد خانہ (ستاروں کے احوال معلوم کرنے کی جگہ) بنایا اور اجرام فلکی کے حالات تحقیق کئے گئے۔

پھر حکیم ٹاڈین جو اسکندریہ کا رہنے والا تھا اس نے آلات رصدیہ میں ذات الحی اور اصطرلاب کے متعلق دو کتابیں لکھیں اور بطلمیوس کی کتاب مجسطی کی ایک شرح بھی لکھی، اس کے علاوہ ایرن ۲۵۰ قبل از مسیح اور ایون وغیرہ نے بھی

اصطلاح پر کتابیں لکھیں جو بعد الاسلام عربی میں ترجمہ ہوئیں۔

(۲۵) علم حساب

لغوی معنی..... لغت میں حساب کے معنی شمار، گنتی اور قاعدہ وغیرہ کے ہیں۔
اصطلاحی تعریف..... علم حساب اس فن کا نام ہے جس سے متفرق رقموں کو باہم جوڑنے یا تقسیم کرنے کے مخصوص طریقے، گنتی کے مختلف قواعد اور اعداد کے جملہ اقسام و مراتب معلوم ہوں۔
موضوع حساب..... علم حساب کا موضوع اعداد و مقادیر ہیں۔

غرض و غایت..... مقادیر کی جمع و تقسیم میں اور اعداد کے میزان لگانے میں غلطی واقع ہونے سے احتراز کرنا۔
اصول علم حساب..... حساب کے دو بڑے اصول ہیں۔ ضم و تفریق۔ ضم کے دو فروغ ہیں جمع اور ضرب، تفریق کے بھی دو فروغ باقی اور تقسیم ہیں۔ پھر یہ چاروں قاعدے جمع، باقی، ضرب، تقسیم کبھی اعداد صحیحہ میں جاری ہوتے ہیں اور کبھی غیر صحیحہ یعنی کسر میں اور کبھی جذرو کعبہ میں۔

حساب کی ضرورت اور اس کی خوبی..... یہ فن دراصل معاملات، حساب و کتاب کیلئے وضع ہوا ہے۔ شہروں میں اکثر و بیشتر بچوں کو اس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بلکہ بچوں کی تعلیم کی بنیاد ہی اس پر رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہ علم واضح البدیان اور ثابت البرہان ہے۔ اس سے عقل صاف ہوتی ہے اور سمجھ منجھ جاتی ہے۔ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ جس نے اپنی تعلیم کی ابتداء حساب سے کی وہ سچائی کا عادی ہوا۔ کیونکہ حساب میں ان صحیح و درست اور سچے تلے اصول سے کام لیا جاتا ہے جن میں جھوٹ اور غلطی کا امکان ہی نہیں ہوتا۔ لہذا ان کی مہارت سے انسان کے خلق و طبیعت میں سچائی بیٹھ جاتی ہے اور اس کو وہ مذہبیت کا رنگ دیتا ہے۔
تدوین..... فن حساب حکمت نظری میں سے ریاضیات کی ایک شاخ ہے جس کی بنیاد غالباً حکماء یونان ہی کے ہاتھوں پڑی۔ پھر رفتہ رفتہ اور ملکوں میں اس نے رواج پکڑ لیا۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ جبر و مقابلہ و حساب اگرچہ مسلمانوں نے گویا خود ایجاد کیا کیونکہ مسلمانوں سے پہلے اس کی ابتدائی حالت ایسی تھی کہ اس پر فن کا لفظ صادق نہیں آسکتا تھا اور اس بات کا تمام یورپ اعتراف کرتا تھا۔ تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یونانیوں نے بھی اس فن میں کچھ کتابیں لکھیں اور وہ عربی میں ترجمہ کی گئیں۔
سب سے اول جس نے یونان میں اس کے متعلق کچھ لکھا وہ ابرخس ۱۴۰ قبل از مسیح مشہور ریاضی داں تھا۔ سیدرات کی حرکت چھ سو برس مابعد تک خسوف کی تاریخیں، ستاروں کے فاصلے، اجرام فلکی کی فہرست ان مضامین پر اس نے بہت سے رسالے لکھے۔ اس کی ایک کتاب کا عربی میں ترجمہ ہوا۔ جس کا نام ”قسمۃ الاعداد“ ہے۔

حساب کے متعلق عام طور مسلم ہے کہ مسلمانوں نے ہندوؤں سے لیا اور یہی وجہ ہے کہ وہ قوم و اعداد کو ہندی طریقے سے لکھتے ہیں۔ تاہم یونان کی تصنیفات بھی مسلمانوں نے بہم پہنچائیں۔
سب سے قدیم تصنیف فیثاغورث کی ”ارتماطیقی“ ہے۔ یقو ما جس جو حکیم ارسطو کا باپ اور بہت بڑا موسیقی داں تھا اس نے بھی اس فن میں کتابیں لکھیں۔ مسلمانوں نے آغاز اسلام میں یونانی تصانیف بہم پہنچا کر ان سے واقفیت حاصل کی اور عربی میں ان کا ترجمہ بھی کیا۔ اے

(۲۶) علم ہندسہ

لغوی معنی..... لغت میں لفظ ہندسہ کے معنی قیاس، حد، حساب، شکل، عدد، رقم اور مقدار وغیرہ کے ہیں۔ اصطلاحی تعریف..... علم ہندسہ وہ علم ہے جس سے مقادیر و لواحقیات مقادیر کے احوال و اوضاع و باہمی نسبتیں اور اشکال کی خاصیتیں معلوم ہوں۔

موضوع..... مقادیر مطلقہ میں خواہ متصلہ ہوں جیسے خط، سطح، جسم تعلیمی اور اس کے لواحقیات زاویہ اور نقطہ یا منقطع ہوں جیسے اندلہ، انہیں کے خواص ذاتیہ زیر بحث آتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ہر مثلث کے ہر زاویہ دو قائموں کے برابر ہوتے ہیں، دو متوازی خطوں کو جہاں تک بھی کھینچے وہ آپس میں نہیں مل سکتے، دو تقاطع کرنے والے خطوں کے مقابل زاویے ہمیشہ برابر ہوں گے۔ اربعہ (چار) میں مقدار متناسبہ ہوتی ہے، اول و ثالث کے ضرب ثانی و رابع کی ضرب میں ایک ہی نسبت ہوتی ہے۔ غرض وغایت..... مقادیر اور کمیات کے احوال مذکورہ معلوم کرنا۔

تدوین..... اس فن کا موجد اول تھلیز ہے جو (۶۶۰) برس قبل از مسیح تھا۔ دائرہ اسی کی ایجاد ہے اور اقلیدس کے تیسرے مقالے کی شکل بھی جو کہ زاویہ نصف دائرہ میں ہوتا ہے اسی کی ایجاد ہے، اس کے بعد انگریگورس نامی حکیم نے بھی کچھ مسائل کا اضافہ کیا۔ جن میں دائرہ کی ترجیح بھی تھی۔ لیکن ان حکماء کی تصانیف مسلمانوں کو نہیں مل سکیں کیونکہ یہ اسلام سے بہت ہی پہلے ناپید ہو چکی تھیں۔

اس سلسلہ میں سب سے مقدم تصنیف جو مسلمانوں کو دستیاب ہوئی وہ اقلیدس کی تصنیف ہے جو ۲۷۲ برس قبل از مسیح تھا اسی نے اسکندریہ میں ریاضی مدرسہ کی بنیاد ڈالی تھی۔

تحقیق اقلیدس..... یونانی زبان میں ”اقلی“ بمعنی کنبی اقدس بمعنی ہندسہ (حساب) ہے تو اقلیدس کے معنی ”حساب کی کنبی“ ہوئے چونکہ یہ شخص علم ہندسہ کا بڑا شائق تھا۔ اس لئے اس کا نام اقلیدس ہو گیا۔

کتاب اقلیدس..... علم ہندسہ میں اس کی کتاب ”اقلیدس“ کے نام سے مشہور ہے جس کا دوسرا نام کتاب الاصول اور کتاب الارکان بھی ہے، بڑے و شرح مسائل کے لحاظ سے یہ کتاب طلبہ کیلئے نہایت موزوں اور مناسب ہے اور یہی وہ کتاب ہے جو یونانی کتب میں سب سے پہلے ترجمہ ہو کر ابو جعفر منصور کے زمانہ میں آئی، مختلف مترجمین کے اعتبار سے اس کے مختلف نسخے رائج ہیں۔ ان میں حنین بن اسحاق، ثابت بن قرہ اور یوسف بن جراح کے ترجمہ زیادہ شہرت پکڑ گئے ہیں۔

کتاب اقلیدس پندرہ مقالوں پر مشتمل ہے۔ چار میں سطح سے بحث ہے، ایک میں مقادیر متناسبہ کا بیان ہے۔ ایک میں سطحوں کی آپس کی نسبت کا ذکر ہے، تین میں عدد کا بیان ہے، ایک میں جذر و مجذورات کی شرح ہے اور پانچ میں نجومیات کی۔ ملخصات و شروح اقلیدس..... لوگوں نے اس کتاب کا اختصار بھی لکھا ہے، چنانچہ ابن سینا نے کتاب الشفاء کا ایک حصہ اسی کیلئے وقف کیا ہے۔ اسی طرح ابن الصلت نے کتاب الاقتصار میں اس کا ملخص لکھا ہے، نیز علماء نے اس کی شرحیں بھی بکثرت لکھی ہیں۔ جن میں یزیدی، جوہری، ماہانی، ابو حصص خراسانی، ابو الوفا جوزجانی، ابو القاسم الطائفی، احمد بن محمد کراسیسی، ابو یوسف رازی، قاضی عبدالباقی بغدادی، ابو علی حسن بن شہم مصری، ابو جعفر ابو زری، ابو داؤد سلیمان بن علفہ کا نام خصوصیت سے لیا گیا ہے۔ ان میں قاضی عبدالباقی کی شرح نہایت بیسط ہے۔ اس نے اشکال کی مثالیں انداز سے دی ہیں۔

اقلیدس کے بعد..... دو نامور فاضل اور گذرے ہیں جنہوں نے فن مذکور کو کمال تک پہنچایا۔ ایک ارشد یدس جو غالباً ۲۵۷ برس قبل از مسیح پیدا ہوا تھا۔ سب سے پہلے اسی نے ہندسہ کو عملی طور پر برتا اور بہت سے مفید آلات ایجاد کئے۔ دوسرے کا نام ایونوس ہے۔ اس نے فن مذکور کو بہت زیادہ ترقی دی، عمد اسلام میں ان حکماء مہند سین کی اکثر تصانیف کا

مسلمانوں نے ترجمہ کیا اور شرحیں لکھیں جواب بھی عربی زبان میں موجود ہیں۔
 علم ہندسہ اور اس کی خوبی..... علم ہندسہ عقل کو روشن اور فکر کو استوار کرتا ہے کیونکہ اس کے دلائل و براہین سب کے سب ایسے بہتر انتظام و ترتیب سے پیش کئے جاتے ہیں کہ ان میں غلطی کا احتمال ہی نہیں ہوتا، کہتے ہیں کہ افلاطون کے گھر کے دروازہ پر لکھا ہوا تھا کہ جو شخص علم ہندسہ سے ناواقف ہو وہ اس گھر میں نہ گھسے۔
 فروع ہندسہ..... علم ہندسہ کی بہت سی شاخیں ہیں جیسے علم کرہ مخروط جس میں یونانیوں کی دو کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔ ایک ٹاؤڈوبوس کی کتاب دوسری مالالوش کی، مساحت جس کے ذریعہ زمین کی پیمائش ہوتی ہے اور خراج و لگان مقرر کرتے وقت بھی اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ مسلمانوں نے اس پر بھی اچھی اچھی کتابیں لکھی ہیں۔ مناظر جس سے اور اک بصری میں غلطی کے اسباب مع کیفیت وقوع دریافت ہوتے ہیں۔ ۱

(۲۷) علم طب

لغوی معنی..... طب (بحرکات طبع) لغت میں بمعنی جسمانی اور روحانی علاج، نرملی اور جادو ہے، طبہ (ن۔ ض) طباعلاج کرنا و طب الرجل جادو کر دیا گیا، نیز طب بمعنی ارادہ، خواہش، حال، شان اور عادت بھی استعمال ہوتا ہے۔ یقال فلان طبہ الجون فلاں کی عایت مذاق کی ہے۔

اصطلاحی تعریف..... علم طب وہ علم ہے جس میں جسمانی امراض کے علاج معالجہ کا بیان اور تدابیر حفظان صحت مذکور ہوں موضوع..... طب کا موضوع بدن انسان یا بدن ذی روح ہے۔

غرض و غایت..... حفظ صحت کے اصول اور امراض سے شفاء حاصل کرنے کی تدابیر معلوم کرنا بالفاظ دیگر جسمانی امراض کی زد سے بچنا۔

تاریخ طب..... تاریخ طب کے متعلق اختلاف ہے، بعض اس کو قدیم مانتے ہیں اور بعض حادث، لیکن چونکہ علم طب کا موضوع جسم انسانی ہے جو دیگر اجسام کی طرح حادث ہے۔ اس لئے علم طب بھی حادث ہو گا۔ پھر اس کی ابتداء کے متعلق بھی دو مختلف خیال ہیں۔ ایک فریق کا خیال ہے کہ یہ الہامی ہے اس لئے وہ اس کی ابتداء کو مختلف انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت آدم کو یہ علم معلوم ہوا اور ان سے حضرت شیث کو، بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کو الہام کے ذریعہ یہ علم سکھایا گیا، یہودی اس کو حضرت موسیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، مجوسی اپنے پیغمبر زرتشت کی طرف اور ہندو لوگ برہما کی طرف، دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ علم طب جو کہ علم حکمت کی ایک شاخ ہے انسانی دماغ کی متواتر محنتوں کا ایک بہترین نمونہ اور قوت تفکر و تحقیق کا ایک قابل قدر کارنامہ ہے۔

ہندی طب..... ہندو لوگ جو اس کو الہامی مانتے ہیں وہ اس کی ابتداء برہما کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ برہما جی رشی نے برہم سمجھتا بنائی۔ اس دے دھش پر جا پتی نے اس علم کو سیکھا اور دھش سمجھتا بنائی، ان سے اون کی کے جوڑے بیٹوں اشونی کماروں نے یہ علم پڑھا، انہوں نے مہاراج اندر کو سکھایا، مہاراج سے بھاردولج رشی نے سیکھ کر سب رشیوں کو سکھایا، ان میں سے اتریہہ رشی نے اپنے چھ شاگردوں اگنی، دیش، بھیل، جتوکر، پر اش، ہدیت، کشارپانی کو سکھایا اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے نام پر اس علم کی ایک ایک کتاب لکھی۔

کچھ مدت کے بعد مہارشی چرک پیدا ہوئے جنہوں نے مذکورہ کتب کا مطالعہ کر کے چرک سمجھتا نامی کتاب لکھی جو اس علم کی نہایت مستند اور قدیمی کتاب مانی جاتی ہے۔

چرک کے بعد کاشی کے مہاراج دیوداس پادھن و نتری حضرت مسیح سے کئی سو برس پہلے ہوئے جن کے بہت سے شاگرد تھے۔ جن میں سے شرت بھی ہے اس نے شرت سمجھتا کے نام سے علم ویدک پر ایک نہایت عمدہ کتاب لکھی۔ بارہویں صدی مسیحی میں بمقام گوکنڈہ ماہوا چاریہ پیدا ہوا جس نے مختلف علوم پر چند کتابیں لکھنے کے علاوہ علم ویدک پر شاگرد دھرتی لکھی، ان کے بعد تہری نے چورامنی مہاراج سمجھتو کے نام سے مفردات ویدک پر ایک نہایت سبب کتاب لکھی۔ چینی طب..... اہل چین کے خیال کے مطابق ادویہ کے استعمال کا رواج دینے والا پہلا شخص شہنشاہ ہوانگ تی ہوا ہے جس کا زمانہ سلطنت حضرت مسیح سے ۳۶۸ سال قبل تھا اس سے دیگر اشخاص نے اس علم کو حاصل کیا اور ترقی دیکر خاص خاص قواعد تشخیص و اصول علاج اختراع کئے۔

قدیم چینی اطباء نبض شناسی اور تشخیص امراض میں خاص واقفیت رکھتے تھے لیکن تشریح و جراحی سے وہ ناواقف تھے۔ البتہ علم الادویہ سے ان کو خاصی واقفیت تھی، ہر کیف علم طب کو مجموعی حیثیت سے ملک چین میں کچھ ترقی نصیب نہیں ہوئی۔ بابلی طب..... بعض مورخین کہتے ہیں کہ سب سے پہلے اہل بابل نے علم طب کی ابتداء کی تھی۔ چنانچہ بابل اور نوا کے کھنڈرات سے جو زمانہ قدیم کی خشکی کتابیں نکلی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ ابتداء میں تو وہاں علاج کا طریق جھاڑ پھونک اور گندے تعویذ تک ہی محدود تھا لیکن رفتہ رفتہ وہاں پر یہ رواج پڑ گیا کہ سرریض کو چوراسے پر لٹا دیتے تھے اور جو اہر وہاں سے گذرتا اس سے مرریض کا حال کہہ کر علاج پوچھا جاتا تھا۔ اگر اس کو کوئی علاج معلوم ہوتا تو وہ بتا دیتا تھا اس طرح جو موثر دوائیں اور علاج ان کو معلوم ہوتے رہے ان کو وہ تانبے یا چاندی کی تختیوں پر لکھ کر انہیں اپنے دیوتا (بت) کے گلے میں ڈال دیتے تھے۔

لندن کے عجائب خانے میں جو آسوریہ کی ایک خشکی کتاب نامکمل حالت میں موجود ہے اور حضرت مسیح سے سات سو سال پہلے کی لکھی ہوئی ہے وہ ایک قدیم اور مستند کتاب کی نقل ہے۔ جسے بواسیہ کے بٹی مدرسہ کے بعض اساتذہ نے مرتب کیا تھا۔ اس کتاب میں اکثر طویل نجات اور ایک ایک مرریض کے کئی کئی نسخے لکھے ہوئے ہیں۔

عبرانیوں اور بنی اسرائیل میں حضرت داؤد کے صاحبزادے حضرت سلیمانؑ جو ۱۵۱۳ سال قبل از مسیح تخت نشین ہوئے تھے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خواص نباتات و حیوانات کا بیان کیا۔ نیز آسینہ میں حضرت مسیح سے دو سو سال قبل ایک گردہ علم طب کی تعلیم میں مشغول تھا۔ جس نے بعض نباتی اور جمادی ادویہ کا بیان کیا۔

مصری طب..... مصر میں بعض قدیم شہروں کے دبے ہوئے کھنڈرات کو کھودنے سے ایسے ایسے کتبات و تحریرات برآمد ہوئیں جن سے قدیم مصریوں کے تمدن و معاشرت اور علمی ترقیات پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ قدیم مصری پے پی رس (پردی کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب) اور اے برس پے پی رس جو حضرت مسیح سے ۱۶۰۰ برس پہلے کی لکھی ہوئی ایک نہایت اہم اور مکمل تحریر ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک قدیم مصری بادشاہ آتھو س نے جس کا زمانہ حیات مسیح سے ۶۰۰۰ سال قبل کا ہے علم طب پر ایک کتاب لکھی تھی، لیکن اس تحریر سے یہ بھی منکشف ہوتا ہے کہ قدیم ایام میں ملک مصر میں طب محض ایک علم تسخیر یا جادوگری تھا، اسی لئے طب کے لغوی معنی ہیں جادو یا جادو کرنا۔

اگرچہ ملک مصر میں علم طب کی ابتداء محض باطل پرستی سے شروع ہوئی تھی لیکن امتداد زمانہ سے اس میں رفتہ رفتہ ترقی ہوتی گئی۔ چنانچہ شیخ المورخین ہیر وڈو کس یونانی جس نے حضرت مسیح سے ۴۰۰ سال قبل ایشیائے کوچک ایران، شام اور مصر کا بہت بڑا سفر کیا تھا وہ مصریوں کے اس وقت کے نظام طب کی بہت تعریف کرتا ہے۔

یونانی طب..... یونان میں علم طب کی ابتداء ”اسقلیوس“ سے ہوئی جس کو اہل یونان ابو الطب کہتے ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ اس پر یہ فن خدا کی طرف سے الہام ہوا تھا، اسقلیوس نے اپنی اولاد کو اس فن کی زبانی تعلیم دی اور اس کے خاندان میں بڑے بڑے نامور حکماء اور اطباء پیدا ہوئے۔

فیثاغورث جو حضرت مسیح سے ۵۸۰ سال قبل ہوا ہے اس نے اس فن کو رواج دیا۔ لیکن ابھی تک اس کی باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی تھی۔ اسقلیوس کی سولہویں نسل میں تقریباً ۳۶۰ برس قبل از مسیح حکیم بقراط پیدا ہوا جو یونانیوں میں وہ پہلا شخص ہے جس نے دیگر علوم کی طرح فن طب کو باقاعدہ مرتب کیا اس پر کتابیں لکھیں، اس کی تعلیم کو عام کیا، بقراط کے بعد ارسطاطالیس حکیم ہوا جس کی علمی تحقیقات اور کوششوں سے علم طب میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔ ارسطو کے بعد حکیم جالینوس نے اپنے اور اسکندریہ کے بعض اور نامور اطباء نے علم طب پر حکیم ثاؤدفرسطس یونانی اور دیسقوریڈوس یونانی نے علم الادویہ پر نہایت ہی قابل قدر کتابیں لکھیں۔ بلکہ دیسقوریڈوس کو تو ادویہ مفردہ کی تحقیقات کا موجد اور بانی کہا جاتا ہے جو بجائے خود مسیح ہے۔

یونانیوں کے نزدیک فن طب کے آٹھ ارکان ہیں اول اسقلیوس اور آخر جالینوس، ان کے درمیان میں غورس ہمیس، برمانیدس، افلاطون، اسقلیوس دوم اور بقراط تھے ان کے علاوہ اور بہت سے اصحاب تصنیف اطباء گزرے ہیں مگر ان کو ارکان نہیں کہا جاسکتا۔

رومی طب ابتدا میں تو اہل روم میں جھاڑ پھونک اور گنڈے تعویذ سے ہی امراض کا علاج کرتے تھے۔ لیکن جب وہاں پر تہذیب میں ترقی ہوئی تو انہوں نے یونانیوں سے علم طب کو سیکھا چنانچہ حضرت مسیح سے ۲۱۸ سال قبل حکیم ارجحطوس یونانی ترک وطن کر کے روم میں جا بسا تھا۔ جس کے بعد اور بھی کئی ایک یونانی طبیب وہاں جا آباد ہوئے۔ لیکن سب سے پہلا رومی حکیم کلوس ہے جو ایک فاضل شخص تھا اور جس نے علم طب کی تاریخ بھی لکھی تھی، اس نے مختلف طبی اصول و قیاسات کا بڑی قابلیت سے مقابلہ کیا ہے۔ ان کے عیب و صواب پر نقادانہ نظر ڈالی ہے اور بقراطی و اسکندری اطباء کے طبی لٹریچر پر نہایت خوبی سے بحث کی ہے۔

کلسوس کے بعد دوسری صدی مسیحی میں ایک اور نامور رومی حکیم سرنوس ہوا ہے جس نے امراض النساء پر ایک نہایت عمدہ کتاب لکھی تھی اور آلہ ”سپیگولم دے جانتی“ کا موجود بھی حکیم ہے۔

لیکن تاریخ طب میں حکیم پلاسنی رومی کا نام محسنین طب کی فہرست میں درج ہے۔ یہ شخص اگرچہ طبیب نہ تھا مگر اپنے وقت کا بے مثل عالم طبیعیات تھا اس نے نیچرل ہسٹری یعنی تاریخ طبیعیات کے نام سے ایک ایسی عمدہ کتاب لکھی جو اپنی خوبیوں کے سبب سے شہرہ آفاق ہوئی اور تمام یورپی زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے، اس محسن طب کا زمانہ حیات ۶۲۳ سے ۷۹ء تک ہے۔

اسلامی طب مسلمانوں کے عروج اور زمانہ ترقیات میں طب کو بہت ترقی ہوئی۔ مسلمانوں نے طب کے تمام تر دریئہ سرمایہ کو بہم پہنچا کر سب کو عربی میں منتقل کیا اور اس میں بہت کچھ اضافہ اور اصلاح و ترمیم بھی کی۔ دمشق میں مسیحی اور یہودی استادوں کی مدد سے یونانی طب کی تعلیم میں پوری کوشش کی گئی، بغداد میں خلیفہ ہارون رشید اور اس کے جانشینوں کی سرپرستی میں ایک بڑا دارالعلوم بنا جو مدتوں تک بہت اچھی حالت میں رہا وہاں اکثر یونانی طبی کتب کے نیز چند ہندی کتب کے عربی میں تراجم ہوئے۔

دولت امویہ اور دولت عباسیہ میں بقراط اور جالینوس وغیرہ اطباء یونان کی بہت سی کتابیں طبی درس گاہوں میں داخل درس تھیں اور اب بھی وہ عرب و مصر اور یورپ وغیرہ کے بعض کتب خانوں میں موجود ہیں۔

اسلامی طب کا عروج ابو بکر محمد بن زکریا رازی ۸۵۰ء سے شروع ہوتا ہے جس نے بغداد میں تحصیل علوم کی، اور علم طب کو حکیم ابوالحسن بن زید طبری صاحب کتاب فردوس الحکمتہ سے تحصیل کیا، رازی کی تصنیفات کوئی سو سے زیادہ ہیں۔ لیکن علم طب پر اس کی ”حاوی کبیر“ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ جس کی شہرت آج تک قائم ہے۔

رازی کے بعد شیخ ابو علی ابن سینا ہے۔

دسویں یا گیارہویں صدی مسیحی میں ابو القاسم زہر لوی مشہور طبیب گذرا ہے جس نے ”التصریف“ کے نام سے ایک طبی قاموس لکھی ہے اور بارہویں صدی مسیحی میں لاطینی زبان میں اس کا ترجمہ ہوا ہے۔ اس کتاب کے ایک باب میں قن جراحی کا خاص طور پر ذکر ہے جو مدت تک یورپ میں بہت مستند شمار ہوتا رہا۔

ابو مردان عبد الملک بھی نہایت مشہور حکیم گذرا ہے جس کا زمانہ حیات دو فاقات ۱۱۱۳-۱۱۶۲ء تک ہے۔ اس کی سب سے بڑی کتاب التیسیر ہے، اس کے بعد اس کا شاگرد رشید ابو الولید محمد بن احمد بن رشد (۱۱۲۶-۱۱۹۸ء) بڑا حکیم ہوا اس نے فلسفہ اور طب پر چند کتابیں لکھیں۔ چنانچہ اسلامی فلسفہ کو اس کے نام کے ساتھ خاص تعلق ہے۔

ان کے علاوہ اور سینکڑوں اسلامی نامور اطباء ہو گزرے ہیں۔ مثلاً ابن براط، وادود الطائی، ابو علی بن عیسیٰ ایلاتی، علی بن عباس، قرشی، سرقدی، ارزانی، مومن وغیرہ۔

(۲۸) علم التاریخ

لغوی معنی..... اَوَّلُ تَارِيْخٍ اَوَّلُ مَوَارِثَةٍ۔ الکتاب، تاریخ نکالنا، التاریخ وقت کا بیان کرنا، تاریخ الشیء کسی چیز کے قیام کے واقع ہونے کے وقت۔ تاریخ تواریخ اصطلاحی تعریف..... علم تاریخ اصطلاحاً اس علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ بادشاہوں، نبیوں، فاتحوں اور مشہور شخصوں کے حالات اور گزرے ہوئے مختلف زمانوں کے عظیم الشان واقعات و مراسم وغیرہ معلوم ہو سکیں اور جو زمانہ گزشتہ کی معاشرت، اخلاقی، تمدن وغیرہ سے واقف ہونے کا ذریعہ بن سکے۔ (تاریخ اسلام)

ایک بڑے مصنف نے تاریخ کی یہ تعریف کی ہے کہ فطرت کے واقعات نے انسان کے حالات میں جو تغیرات پیدا کئے ہیں اور انسان نے عالم فطرت پر جو اثر ڈالا تھا۔ ان دونوں کے مجموعے کا نام تاریخ ہے۔

ایک اور حکیم نے یہ تعریف کی ہے کہ تاریخ ان واقعات اور حالات کا پتہ لگانا ہے جن سے دریافت ہو کہ موجودہ زمانہ گزشتہ زمانہ سے کیونکر بطور نتیجہ کے پیدا ہو گیا، یعنی چونکہ یہ مسلم ہے کہ دنیا میں جو تمدن، معاشرہ، خیالات، مذاہب موجود ہیں سب گزشتہ واقعات کے نتائج میں جو خولہ و خواہ ان سے پیدا ہونے چاہئے تھے۔ اسلئے ان گزشتہ واقعات کا پتہ لگانا اور ان کو اس طرح ترتیب دینا جس سے ظاہر ہو کہ موجودہ واقعہ گزشتہ واقعات سے کیونکر پیدا ہوا۔ اسی کا نام تاریخ ہے۔ (الفاروق)

بعض کہتے ہیں کہ ”تأخیر“ کے جزو آخر کو مقلوب کر کے لفظ تاریخ بنایا گیا ہے اور تأخیر کے معنی ہیں۔ اولین وقت کا آخرین وقت کے ساتھ نسبت دینا مثلاً یہ بتلانا کہ فلاں مذہب یا فلاں سلطنت یا فلاں معرکہ فلاں وقت میں ظاہر ہوا تھا جو واقعات خاص اس وقت میں ظہور پذیر ہوئے اس سب کو معلوم کرنے کا مبداء یہی وقت ہوتا ہے۔ ان تعریفات کا خلاصہ کر کے یوں کہہ سکتے ہیں کہ جو حالات و اخبار بقید وقت لکھے جاتے ہیں۔ ان کو تاریخ کہتے ہیں۔ (تاریخ اسلام)

تاریخ کی عظمت اور اس کے فوائد..... تاریخ ایک بلند مرتبہ شعبہ علم اور کثیر القوائد و خوش نتائج فن ہے۔ کیونکہ وہ ہم کو سابق امتوں کے اخلاقی حالات، انبیاء علیہم السلام کی پاک سیرتوں اور سلاطین کی حکومتوں اور ان کی سیاستوں سے روشناس کرتا ہے تاکہ جو شخص دینی و دنیوی معاملات میں ان میں سے کسی کی پیروی کرنا چاہے تو اس کا دامن فائدہ سے خالی نہ رہے۔ (مقدمہ ابن خلدون)

آغاز تاریخ..... رومیوں اور یونانیوں کے دور یا خصوص سکندر اعظم کی فتوحات سے تاریخ نکادہ حصہ شروع ہوتا ہے جس نے دنیا کے اکثر ملکوں کے حالات کو اس طرح ہمارے سامنے پیش کیا کہ سلسلہ کو دور میاں سے منقطع ہونے کی بہت کم نوبت آتی ہے اور عام طور پر ہمیں سے تاریخ زمانہ کی ابتداء سمجھی جاتی ہے۔ (تاریخ اسلام)

عرب میں تاریخ کی ابتداء..... عہد اسلام میں زبانی روایتوں کا ذخیرہ ابتداء ہی میں پیدا ہو گیا تھا لیکن چونکہ تصنیف و تالیف کا سلسلہ عموماً ایک مدت کے بعد قائم ہوا۔ اس لئے کوئی خاص کتاب اس فن میں نہیں لکھی گئی۔ جب تالیفات کا سلسلہ شروع ہوا تو سب سے پہلے جو کتاب لکھی گئی تاریخ کے فن میں تھی۔

امیر معاویہ متوفی ۶۰ھ کے زمانہ میں عبید بن شریہ ایک شخص تھا۔ جس نے جاہلیت کا زمانہ دیکھا اور اس کو عرب و عجم کے اکثر معرکے یاد تھے۔ امیر معاویہ نے اسکو صنعاء سے بلایا اور کاتب و محرر متعین کئے کہ جو کچھ بیان کرتا جائے قلم بند کرتے جائیں۔

علامہ ابن ندیم نے کتاب الفہرست میں اس کی متعدد تالیفات کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کا نام ”کتاب الملوک و اخبار المصیین“ لکھا ہے۔ غالباً یہی کتاب ہے جس کا مسودہ امیر معاویہ کے حکم سے تیار ہوا تھا۔ عبید کہ بعد عولہ بن الحکم متوفی ۱۴ھ کا نام قابل ذکر ہے۔ جو اخبار و انساب کا بڑا ماہر تھا۔ اس نے عام تاریخ کے علاوہ خاص بنو امیہ اور امیر معاویہ کے حالات میں ایک کتاب لکھی، ۷۱ھ میں ہشام بن عبد الملک کے حکم سے عجم کی نہایت مفصل تاریخ کا ترجمہ پہلوی سے عربی میں کیا گیا اور یہ پہلی کتاب تھی جو غیر عربی زبان سے عربی میں ترجمہ کی گئی۔

۱۴۳ھ میں جب تفسیر وحدیث اور فقہ وغیرہ کی تدوین شروع ہوئی تو اور علوم کے ساتھ تاریخ در جال میں بھی مستقل کتابیں لکھی گئیں۔ چنانچہ محمد بن اسحاق متوفی ۱۵۱ھ نے منصور عباسی کیلئے خاص سیرت نبوی پر ایک کتاب لکھی جو آج بھی موجود ہے۔

اس کے بعد فن تاریخ نے نہایت ترقی کی اور بڑے بڑے نامور مورخ پیدا ہوئے جن میں ابو یوسف کلبی اور واقدی زیادہ مشہور ہیں۔

قدیم مورخین اور ان کی تصنیفات.....

(۱) عبد اللہ بن مسلم بن قتیبہ متوفی ۷۶ھ۔ یہ نہایت نامور اور مستند مصنف ہے۔ محدثین بھی ان کے اعتماد اور اعتبار کے قائل ہیں۔ تاریخ میں اس کی مشہور کتاب ”معارف“ ہے جو مصر وغیرہ میں چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب گو مختصر ہے مگر اس میں ایسی مفید معلومات ہیں جو بڑی بڑی مستند کتابوں میں نہیں ملتیں۔ ”تاریخ ابن قتیبہ“ کے نام سے اس کا اردو ترجمہ اور ہر رس قرآن دیوبند سے شائع ہوا ہے۔

(۲) ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری متوفی ۲۸۱ھ۔ یہ بھی بہت مشہور مصنف ہے۔ تاریخ میں اس کی کتاب کا نام ”الاخبار الحال“ ہے۔ اس میں خلیفہ مصطفیٰ باللہ تک کے حالات ہیں۔

(۳) محمد بن سعد کاتب واقدی متوفی ۲۳۰ھ۔ نہایت فہم اور مستند مورخ ہے۔ اگرچہ اس کا استاد واقدی ضعیف الروایت ہے، اس نے ایک کتاب آنحضرت ﷺ، صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے حالات میں نہایت بسط و تفصیل سے دس بارہ جلدوں میں لکھی ہے اور تمام واقعات کو محدثانہ طور پر یہ سند لکھا ہے۔

(۴) احمد بن ابی یعقوب بن واضح کاتب عباسی۔ یہ تیسری صدی کا مورخ ہے، اس کی کتاب جو تاریخ یعقوبی کے نام سے مشہور ہے شہادت دیتی ہے کہ یہ بڑے پایہ کا مصنف ہے۔

(۵) احمد بن یحییٰ البلاذری متوفی ۲۹۷ھ۔ ابن سعد کا شاگرد اور متوکل باللہ عباسی کا درباری تھا۔ اس کی وسعت نظر اور صحت روایت محدثین کے گروہ میں بھی مسلم ہے، تاریخ در جال میں اس کی دو کتابیں مشہور ہیں۔ فتوح البلدان۔ اس میں بلاد اسلامیہ کے متعلق ابتداء فتح سے اپنے عہد تک کے حالات لکھے ہیں۔ انساب الاشراف۔ یہ تذکرہ کے طور پر ہے۔ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حالات بھی ہیں۔

(۶) ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۲۱۰ھ۔ یہ حدیث اور فقہ میں بھی امام مانے جاتے ہیں۔ تاریخ میں ان کی نہایت مفصل کتاب تیرہ ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۷) ابوالحسن علی بن حسین مسعودی متوفی ۳۴۵ھ۔ فن تاریخ کا امام ہے۔ اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا۔ اس کی اکثر تصنیفات ناپید ہوئیں، یورپ نے بڑی تلاش سے دو کتابیں میاں میں ایک مردج الذہب، دوسری کتاب الاشراف والتبہ (الفاروق)

تاریخ کے ماخذ..... تاریخ کے ماخذوں کو عموماً تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) آثار مضبوط۔ یعنی تمام لکھی ہوئی چیزیں مثلاً کتابیں، یادداشتیں، دفاتروں کے کاغذ، پروانے، فیصلے، دستاویزیں وغیرہ۔

(۲) آثار منقولہ۔ یعنی زبان زد باتیں مثلاً کہانیاں، نظمیں، ضرب الامثال وغیرہ۔

(۳) آثار قدیمہ۔ یعنی پرانے زمانے کی نشانیاں۔ مثلاً شہروں کے خرابے، قلعے، مکانات، کتبے، تصویریں، ہتھیار، سکے وغیرہ۔

اقسام تاریخ..... مختلف اعتبارات سے تاریخ کی بہت سی قسمیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً باعتبار کیفیت دو قسمیں عام اور خاص ہو سکتی ہیں۔ عام تاریخ وہ ہے جس میں ساری دنیا کے آدمیوں کا حال بیان کیا جائے۔ خاص وہ جس میں کسی ایک قوم یا ایک ملک یا ایک خاندان کی سلطنت کا حال بیان کیا جائے۔

باعتبار کیفیت تاریخ کی دو قسمیں ہیں۔ روایتی اور درایتی۔

روایتی تاریخ وہ ہوتی ہے جس میں راوی کا بیان اس کے مشاہدہ کی بناء پر درج کیا گیا ہو اور اس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے متعلق قابل قبول اور تسکین بخش روایتیں مورخ کو حاصل ہو گئی ہوں یا مورخ نے براہ راست اس واقعہ کو خود مشاہدہ کیا ہو۔ ایسی تاریخیں سب سے زیادہ مفید اور قابل قدر سمجھی جاتی ہیں۔

درایتی تاریخ اس کو کہتے ہیں جو محض آثار قدیمہ منقولہ اور عقلی دھکوسلوں کے ذریعہ ترتیب دی گئی ہو اور ہم عہد مورخ یا ہم عہد راوی کا بیان اس کے متعلق مطلق دستیاب نہ ہو سکتا ہو جیسے قدیم مصر، قدیم عراق، قدیم ایران کی تاریخیں آج کل لکھی گئی ہیں، ان تاریخوں سے یقینی علم میسر نہیں ہو سکتا۔

تاریخی زمانے..... بعض مورخین نے تاریخ کو تین زمانوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) قرون اولے (۲) قرون واسطے (۳) قرون متاخرہ۔

قرون اولیٰ میں ابتداء عالم سے سلطنت سے روما کے آخر تک کا زمانہ شامل ہے اور قرون واسطے میں سلطنت روما کے آخر زمانہ سے قسطنطین کی فتح کا زمانہ۔ (تاریخ اسلام)

تاریخ کیلئے کیا کیا چیزیں لازم ہیں..... تاریخ کیلئے دو باتیں لازم ہیں۔ ایک یہ کہ جس عہد کا حال لکھا جائے اس زمانہ کے ہر قسم کے واقعات قلمبند کئے جائیں۔ یعنی تمدن، معاشرہ، اخلاق، مذہب ہر چیز کے متعلق معلومات کا سرمایہ میاں کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ تمام واقعات میں سبب اور مسبب کا سلسلہ تلاش کیا جائے۔ (الفاروق)

بہترین مورخ..... بہترین مورخ وہ ہوتا ہے جو سالم العقیدہ اور پاک مذہب ہو جو کچھ لکھے وہ بیان واقعی ہو۔ نہ کسی بات کو چھپائے نہ کوئی غلط بات اپنی طرف سجڑھائے، نہ کسی کی خوشامد کرے، نہ کسی سے عداوت رکھے۔ اس کی عبادت سادہ، عام فہم اور بے ساختہ ہو وہ اہانت و دیانت میں ممتاز ہو اور صدق مقال و حسن اعمال میں خصوصی امتیاز رکھتا ہو۔ (تاریخ اسلام)

اسلاف کے حالات و سوانح حیات انسان کے لیے عبرت و موعظت آموزی اور سیرت سازی کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ تاریخ کے مطالعہ سے بصیرت و توانائی میں اضافہ، دل سے رنج و غم دور ہو کر مسرت و شادمانی اور دل و دماغ میں ہر وقت تازگی میسر ہوتی ہے۔

مدارس عربیہ میں جہاں مختلف علوم و فنون کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں لیکن عموماً مصنف کی سوانح حیات صحیح معنی میں بیان نہیں ہوتی جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس موضوع پر مستقل کوئی تصنیف نہیں تھی۔

اس لیے عرصہ دراز سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس موضوع پر کوئی تالیف ہونی چاہیے جس میں مصنفین درس نظامی کا صحیح اور تفصیلی تعارف ہو۔

یہ اہم کام حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی (فاضل دارالعلوم دیوبند) نے ظفر الحصلین باحوال المصنفین (یعنی حالات مصنفین درس نظامی) مرتب فرما کر بڑی ضرورت کو پورا کر دیا۔

جس میں تقریباً ۷۰ ستر کتابوں کی مدد سے ۴۸۱ مصنفین حالات و واقعات، مناقب و اوصاف، اقوال و افادات، آثار و فیوض اور ان کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات کے ساتھ ساتھ ان کی تصانیف و اساتذہ کا تذکرہ کیا ہے۔

دارالاشاعت کراچی اس کتاب کو مزید مفید بناتے ہوئے حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی کی جدید اضافوں کے ساتھ اس فن سے متعلق کتاب ”قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون“ کو شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمارے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

www.darulishaat.com.pk

E-mail sales@darulishaat.com.pk
ishaat@cyber.net.pk
ishaat@pk.netsoir.com

